



فرنگی راج اور غیر متہمسلمان

ڈاکٹر محمد نواز خان محسود

ناشر

گورویک مرکز شمالی وزیرستان

جملہ حقوق بحق مصنف و پبلشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	فرنگی راج اور غیر متمند مسلمان
مصنف	:	ڈاکٹر محمد نواز خان محسود
ناشر	:	گورو یک مرکز شمالی وزیرستان
ترتیب و تزئین	:	استاد عزیز الرحمن
مطبع	:	وحید آرٹ پریس ڈیرہ اسماعیل خان
کمپوزنگ	:	اورنگزیب اینڈ ملک سجاد احمد
اشاعت	:	نومبر 2000ء
تعداد	:	3000
قیمت	:	500 روپے
ملنے کا پتہ	:	امیر المجاہدین نیاز علی خان اپنی
	:	گورو یک مرکز شمالی وزیرستان ایجنسی (میرانشاہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمان باری تعالیٰ ہے۔

(ترجمہ) اے نبی ﷺ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز واقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جو ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز ہیں تو انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا۔ (التوبہ)

(ترجمہ) برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا عذر گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ مسلمان جو اللہ کی راہ میں جانوں اور مالوں سے جہاد کریں۔ (النساء)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مرا اور اس نے نہ (زندگی میں) جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کا جذبہ پیدا ہوا اس کی موت ایک طرح کے نفاق پر ہوگی۔ اللہ کے راستے میں جہاد کیا کرو کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ فکر و غم سے نجات عطاء فرماتے ہیں۔ (مسند احمد)

جہاد نماز کی طرح فرض ہے کیا ہم نے اپنی جان اور مال کے ساتھ اس فرض کو پورا کیا ہے؟ اگر مسلمان بخل اور محرومی کی بد نما چادر اتار پھینکیں اور اسلام کے تحفظ کے لئے جان و مال کی قربانی دیں تو عنقریب دنیا کا نقشہ بدل سکتا ہے۔ آئیے جان و مال سے جہاد کر کے دونوں کو قیمتی اور آخرت کے لئے محفوظ کر لیں۔

یہ کتاب فرنگی راج مخالف غور قباکلی کی شاندار تاریخ، مایا پوندہ کے
مجاہدانہ کردار اور بالخصوص غیر متمند مسلمان فقیر اپنی کی عظیم جدوجہد اور
اسکے نتیجے میں فرنگی کو ایشیاء سے واپس اپنے چھوٹے سے جزیرے میں
لوٹ جانے پر مجبور کرنے کے بارے میں پہلی منضبط تحقیقی کاوش ہے۔

انتساب

یہ تحقیقی کاوش ملاپاوندہ اور فقیر ایپی کے نام جنہوں نے اپنے زمانے کی
عظیم سامراجی قوت سے ٹکر لے کر جی دار قبائلی عقیدت مندوں کی نہ
صرف تعداد میں اضافہ کیا بلکہ ان میں فنا کے بعد بقاء کے دائمی پیغام سے
جہاد کی وہ شمع روشن کی جسے وقت کی آندھی کبھی گل نہیں کر سکے گی۔

اظہار تشکر

یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر خصوصی فضل و کرم ہے کہ بے پناہ مشکلات اور نامساعد حالات کے باوجود اس تحقیقی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوا۔

اس تحقیقی مقالے کو کتابی صورت میں شائع کرنے اور دور دراز کے علاقوں میں فقیر ایپی کے دیرینہ سفید ریش ساتھیوں سے مستفید اور ایمان افروز معلومات کے حصول میں امیر محترم جناب نیاز علی خان ایپی گوروک مرکز اور ان کے بیٹے الحاج شیر محمد کے فراخ دلانہ تعاون اور مالی مدد کا تہ دل سے مشکور ہوں۔

میں اپنے محترم استاد پروفیسر ڈاکٹر فضل الرحیم خان قصور یہ کا بے حد ممنوع ہوں جنہوں نے نہ صرف نہایت شفقت اور ذاتی دلچسپی سے جدید ابلاغی مہارت اور بالخصوص تحقیق جیسے مشکل اور پیچیدہ کام کو سمجھنے کے لئے ہمت و محنت کے جذبہ سے سرشار کیا بلکہ اس تحقیقی کام کی ابتداء سے آخر تک ہر مشکل گھڑی میں بھرپور رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

میں تہ دل سے مشکور ہوں اپنے شفیق استاد (سپروائزر) پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی کا جنہوں نے مقالے کے لئے موضوع کے انتخاب سے تکمیل تک ہر لمحہ مسلسل رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

مقالے کو کتابی صورت میں شائع کرنے اور اس میں مزید معلومات کا اضافہ کرنے کے سلسلے میں اپنے محترم سینئر دوست اور استاد پروفیسر ڈاکٹر شاہجمان شعبہ ابلاغیات پشاور یونیورسٹی کے پر خلوص مشورے اور رہنمائی کا بھی دل کی گہرائیوں سے مشکور ہوں۔

اس مقالے کی تکمیل کے سلسلے میں میٹنل ڈاکو میٹیشن سنٹر اسلام آباد، ٹرائیبل ریسرچ سٹیل پشاور، لائبریری ارکائیوز پشاور، لائبریری پشتو اکائیڈمی پشاور یونیورسٹی، قائد اعظم لائبریری لاہور اور سینٹرل لائبریری گول یونیورسٹی کے پورے عملہ اور بالخصوص میر باد شاہ اسٹنٹ لائبریرین نے جس فراخ دلانہ تعاون کا مظاہرہ کیا اس کے لئے میں ان سب کا تہ دل سے مشکور ہوں

1992ء میں منعقدہ پہلی فقیر ایپی قومی کانفرنس کے منتظمین ڈاکٹر حسن وزیر باچا پروفیسر مرزا جان محسود، زادگیر خان وزیر، میجر طارق محمود پشاور اور دوست محمد محسود کے علاوہ میر زمان خان محسود اور گل محمد خان کے پر خلوص تعاون اور نیک تمناؤں کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں شاید کم ہو گا پھر بھی دل کی گہرائیوں سے ان سب حضرات کا بہت مشکور ہوں۔

نثار خان وزیر لالا کا تو خصوصی طور پر ممنون ہوں جن کے تعاون سے برمل، مارغہ اور خیبر کے علاقوں میں فقیر ایپی کے دست راست اور تارخ خان گزیر حصہ رہ جانے والے غازیوں سے بہت مفید اور تاریخی معلومات کا حصول ممکن ہوا۔

میں مولوی عبدالجلیل سپلج، فقیر دین محمد، قمر زمان خان چیمہ، مدانیل، شریف اللہ میر انشاہ، داود خان دتہ خیل، چچا شہباز خان گڑھی دام، حاجی قادم خون ارسل کوٹ، حاکیم محبت خان میر علی اور حاجی محمد خان سپلج کا بھی بے حد ممنون ہوں جن کے تعاون اور رہنمائی سے دور افتادہ علاقوں گوروک، دری خیل، کڑہ لالہ، ارسل کوٹ، شکتوئی اور بنوں میں فقیر ایپی کی تحریک جہاد فی سبیل اللہ میں بنفس نفیس شرکت کرنے والے مجاہدین یا شہداء کے لواحقین تک رسائی حاصل کر کے ان سے حقائق پر مبنی معلومات حاصل کیں۔ اس کتاب کی پروف ریڈنگ میں پروفیسر مرزا جان اور خلیفہ عبدالحمید خان طوری خیل نے جس پر خلوص تعاون کا مظاہرہ کیا اس میں ان دونوں کا بہت مشکور ہوں۔

کتاب کی کمپوزنگ اور فوٹو گرافس کی ڈیزائننگ میں اورنگ زیب نے بے پناہ مصروفیات کے باوجود جس پر خلوص جذبے اور ذاتی دلچسپی کا مظاہرہ کیا اس کا میں ذاتی طور پر دل کی اتھاہ گہرائیوں مشکور ہوں۔ سجاد خان (سجاد کمپیوٹرز، عمر پلازہ مارکیٹ) کے بھرپور تعاون کا بھی بے حد ممنون۔ کتاب کی پرٹنگ اور دوسرے مراحل کے سلسلے میں انور وحید، وحید آرٹ پریس کے پورے عملے اور بالخصوص پریس مینجر عزیز الرحمن جس پر خلوص جذبے اور بھرپور ذمہ داری کے ساتھ جس تعاون کا مظاہرہ کیا وہ یقیناً قابل ستائش ہے۔

آخر میں اس تحقیقی کام کی تکمیل میں اپنی رفیقہ حیات کا احسان مند نہ ہونا زیادتی ہوگی۔ بلاشبہ انہوں نے اس پورے طویل اور صبر آزما عرصہ میں بچوں کی دیکھ بھال اور گھریلو مسائل پر بھرپور توجہ دے کر مجھے اس قابل بنایا کہ پوری یکسوئی کے ساتھ اپنا کام کر سکوں۔

ڈاکٹر محمد نواز محسود

فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
11	ترقیاتی صورت حال	ا	حرف مسرت (پروفیسر ڈاکٹر فضل الرحمن خان قصوریہ)
13	جنرل عالم جان محمود کا انٹرویو	ب	حرف طمانیت (پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی مجازی)
17	انسانی حقوق اور قبائلی علاقہ جات	ج	مبارکباد (پروفیسر ڈاکٹر شاہ جہان کا کاخیل)
21	1997ء کے عام انتخابات	د	تعارف (پروفیسر عبدالستار عباسی)
22	حوالہ جات	ه	عرض حال (پروفیسر مرزا جان محمود)
	باب نمبر ۲	ل	دیباچہ (خلیفہ عبدالحمید خان طوروی خیل)
23	تاریخی اہمیت	ن	پیش لفظ (ڈاکٹر محمد نواز محمود)
24	بند سرحد پالیسی		باب نمبر ۱
25	فارورڈ پالیسی	1	قبائلی علاقہ جات کا تعارف
25	1897ء کی عظیم بغاوت	2	ایجنسیوں کا رقبہ اور آبادی
26	شمالی مغربی صوبے کا قیام	2	عظیم جغرافیہ
27	انگریز حکام کی رائے	2	پہاڑی سلسلے
29	رزک پالیسی	3	مشہور درے
30	خلاصہ	3	مشہور پہاڑ
32	حوالہ جات	4	آب و ہوا اور فصلیں
	باب نمبر ۳	5	انتظامی صورتحال
33	قبائلی باشندے کون ہیں؟	5	ایف سی آر کی دفعات
33	پشتون اور آریہ	6	پولیسٹیکل ایجنٹ کا کردار
34	پشتون اور یونان	6	علاقائی دفاع کی مشترکہ ذمہ داری
35	پشتون صرف پشتون ہیں	7	تحفظ عامہ کی ذمہ داری
36	پشتون بنی اسرائیل ہیں	7	فرنٹیر ملیشیاء
40	خلاصہ	7	فرنٹیر کانسٹیبلری
41	قیس عبدالرشید	8	1973ء کا آئین اور قانون
44	حوالہ جات	9	سیاسی صورتحال
		10	سینٹ میں بحث

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
65	حجرہ		باب نمبر ۴
65	ملا	45	قبائلی معاشرت
66	ملک	45	پشتونولی
66	نکات	45	بدل (انتقام)
66	عورت کا کردار	45	میلستیا
67	پکوان	46	ننواتے (غلطی کا اعتراف)
67	روٹی	46	ہمسائیگی
67	ویشلیئے نغان	46	بر آمتہ
68	کوک اور اس کی اقسام	46	ٹراغ، تور اور تریو روالی
69	چاول	47	پشتونولی کی اقدار
69	گنھگنی	47	زبان
69	کھیل (نانے)	48	جرگہ سسٹم
69	خیرات و صدقات	50	جرگہ ممبر بننے کی اہلیت
69	گوشت، چرپی، لڑمین	53	عمران خان کا تبصرہ
70	طرز تعمیر و تمدن کوٹ	55	چلوشتائی
71	وزیرستانی لباس، خواتین کے زیورات	55	ٹیچہ
72	عورتوں کے اجتماعات	55	رواج اور شریعت
73	تنازعات	56	فرد اور معاشرہ
74	موسیقی اور ڈھول	56	وروہ (شادی بیاہ)
76	حوالہ جات	56	منگنی
	باب نمبر ۵	57	خالوت
77	تحریک آزادی اور طریقہ ہائے ابلاغ	58	حق مر
77	انگریزوں کے طریقہ ہائے ابلاغ	58	پشاخلوئے
77	سرداران اور جرگے	59	شادی
78	عیسائی مبلغین	61	شادی کا تیسرا دن
78	مال بردار جانور	62	بچے کی پیدائش
79	جنرل میگلن کا تبصرہ	62	جب کسی کی موت واقعہ ہو جائے
79	ریلوے لائن اور سڑکیں	64	لشکر

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
99	اکبر الیس احمد کی رائے	80	آرمی سگنلز
99	بجے ڈبلیو سپین کی رائے	80	وٹرول اور کبوتر
100	وزیرستان کا انتخاب	81	سمعی و بصری اشاراتی رابطے
100	مشہور پہاڑ اور دریا	82	لیمپ، جھنڈے اور پیغام رساں کبوتر
100	جنگلات اور معدنیات	82	پوسٹ ٹیلی گراف، ٹیلی فون اور نقشہ جات
101	مختلف قبیلے	83	اشتہارات
102	شمالی وزیرستان کے قبائل	83	ریڈیو (ریڈیو آزاد وزیرستان)
103	جنوبی وزیرستان کے قبائل	84	قبائلیوں کے طریقہ ہائے ابلاغ
105	صنعت و حرفت	84	ڈھول کا کردار
105	سماجی تبدیلی	86	جرنیل (پیغام رساں) کا قصد
106	تحریک آزادی میں کردار	96	لوک گیت
107	وزیر بن سلمان کا شجرہ نسب	87	ملا کا کردار
116	حوالہ جات	87	خلفاء یا نائبین کا کردار
	باب نمبر ۷	88	دعوتی خطوط
117	اہمائی دور اور طریقہ ہائے ابلاغ	89	پروپیگنڈہ
117	ایڈورڈز کی بنوں آمد	90	اشاراتی / سگنل رابطے
117	سوپان خان وزیر	91	آگ اور فائرنگ
118	ایڈورڈز کی تجویز	91	جھنڈے، سُرخ کپڑا اور سیٹی جانا
118	بنوں پر انگریزوں کا قبضہ	91	خلاصہ
119	پکتان ٹکم کا قتل	96	حوالہ جات
119	زنگی خان اور محسود قبیلہ		باب نمبر ۸
119	جنگلی خان محسود کی شہادت	97	تحریک آزادی اور وزیرستان
120	محسود قبیلہ کے خلاف پہلی فوج کشی	97	1935ء کی ملٹری رپورٹ
121	نواب ٹانک اور ملاکان	97	1919-20ء کی سزکاری رپورٹ
123	وزیر ملا	97	1945ء کی فرٹیر کمیٹی رپورٹ
123	محسود کے خلاف دوسری فوج کشی	98	جنرل سکین کی رائے
124	درہ گول	98	کیپٹن فریدی گیٹ کا تبصرہ
125	کابل ایجنٹ	98	جنرل شاپ براؤن رپورٹ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
149	مکاپاوندہ کی وفات، مکاپاوندہ کے دیرینہ ساتھی	126	خلاصہ
151	مکاپاوندہ انگریز حکام اور مورخین کی نظر میں	127	طریقہ ہائے ابلاغ کا عمومی جائزہ
153	آپ کی کرامات	129	جنگی خان محسود شہید
154	طریقہ ہائے ابلاغ کا عمومی جائزہ	130	حوالہ جات
158	حوالہ جات		
	باب نمبر ۹		باب نمبر ۸
160	شہزادہ فضل دین کے دور میں طریقہ ہائے ابلاغ	131	مکاپاوندہ کے دور میں طریقہ ہائے ابلاغ
160	تعارف	131	ابتدائی حالات زندگی
162	انگریز افسران کا قتل	132	دشمن کے خلاف سرگرمیاں
162	پہلی جنگ عظیم اور پروپیگنڈہ	132	مکان کا قتل
163	فضل دین کے رابطے	133	جروگوں کے ذریعے رابطے
164	انگریزوں کے رابطے اور تفراتی معرکہ	134	مکاپاوندہ گابروس کے نام خط
165	محسود کے خلاف فوج کشی	134	وانکمپ پر سب خون
165	تیسری افغان جنگ اور وزیرستان	136	مکاپاوندہ سے سرکاری جرگے کے رابطے
167	1919-20ء آپریشنز	137	1894-95ء آپریشنز اور طریقہ ہائے ابلاغ
168	زار خان شہید	137	سرحدات کی تبدیلی اور رابطے
168	مہمات کے دوران طریقہ ہائے ابلاغ	138	مکاپاوندہ کی سرگرمیاں اور رابطے
169	خاص حکمت عملی (رزک پالیسی)	139	مکاپاوندہ کی افغانستان ہجرت
170	موسیٰ خان کی سرگرمیاں	140	وزیرستانی واپسی اور رابطے
171	امان اللہ کا زوال	140	دفاعی حکمت عملی
172	کانگریس ایجنٹس اور رمضان خان	141	مانٹر کا المیہ اور انوکھا ابلاغی طریقہ
172	سراروغہ قلعہ پر حملہ	141	گرانٹ کی تجویز
172	سرخ قمیص تحریک	141	گورنر پنجاب کے نام خطوط
172	ملنگ پروپیگنڈہ	143	مکاپاوندہ اور وائسن کی ملاقات
173	موسیٰ خان محسود	143	محسود کی ناکہ بندی اور ملکی سسٹم میں ردوبدل
173	رمضان خان رمضان محسود	145	ملیشیاء کا قیام
174	طریقہ ہائے ابلاغ کا عمومی جائزہ	145	انگریز افسران کا قتل
175	نیو شہزادہ وزیرستان وجیہ الدین	146	کرزن اور منٹو کی رائے، نئی پالیسی
		148	مکاپاوندہ کے نئے رابطے

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	حوالہ جات	179	باب نمبر ۱۰
210	گورویک ہجرت اور جہاد کی تنظیم نو		طریقہ ہائے ابلاغ فقیر ایپی دور میں
210	گورویک مرکز		(آغاز جہاد سے گورویک ہجرت تک)
211	جہاد کی تنظیم نو	180	مختصر تعارف
211	اسلحہ ساز کارخانے کا قیام	180	ابتدائی حالات زندگی
212	بیت المال کے ذرائع اور انتظامات	181	ایپی گاؤں میں امامت
213	خلفاء (تائین) جرنیل اور علماء کرام کا انتخاب	182	فرنگی سے نفرت
213	ہوائی جہازوں کی بمباری	183	واقعہ اسلام ٹی ٹی
214	نظام جہاد	183	فقیر ایپی کا ظہور
214	فقیر ایپی غمہ کئی میں	187	امیر جہاد کا انتخاب اور طریقہ ابلاغ
215	تابے جھگڑا	190	فقیر ایپی کی خیسورہ میں آمد اور رابطے
215	شامی پیر	192	خیسورہ کا پہلا معرکہ
215	فقیر ایپی کے جرمین سے تعلقات	193	دوران جنگ طریقہ ہائے ابلاغ
217	دری خیلہ	194	کرمانی گولیاں
219	مئی روندہ جھگڑا	195	فقیر ایپی کے خیسورہ میں نئے رابطے
219	خوکر آپریشن	196	خیسورہ پر دوسری فوج کشی
219	بنوں پر یلغار	197	ارسل کوٹ پر بمباری
220	مجھ مداحیل پر بمباری	198	فقیر ایپی کا دو ٹوک اعلان
220	فقیر ایپی کا اہم اعلان	198	ڈمڈیل معرکہ
221	تپی کلی جھگڑے	199	معرکہ شور تگی
221	مکین معرکہ	199	عمومی صورت حال اور اعلیٰ حکام کی رائے
222	خشی کلی جھگڑے	200	ارسل کوٹ کی تباہی
222	وانامیدان جھگڑا	200	خیسورہ پر تیسری فوج کشی
223	پکی کلی آپریشن	202	بمباری کے خلاف لیگ آف نیشنز میں تنقید
223	میش خیل اور خونی زاوہ جھگڑے	203	فقیر ایپی کے نئے رابطے
224	فقیر ایپی کی شکتوئی ہجرت	204	پریکٹری سرپر بمباری اور فقیر ایپی کی ہجرت
224	عمومی صورتحال پر جنرل ایلٹ کا تبصرہ	204	فرنگی اور افغان حکومت کی مصالحتی کوششیں
224	جہازوں کی پرواز اور فقیر ایپی کا موقف	205	خلاصہ
225	فقیر ایپی کو مہدی بننے کی پیشکش	206	حوالہ جات
225	ڈالڈ کا انغواء	208	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
288	گل باند اور سلا باند طوری خیل شہید	226	نہرو کا دورہ وزیرستان
288	زاکیم خان اور نیکار خان محسود شہید	226	سیاسی و مذہبی جماعتوں کیساتھ تعلقات
290	عام خون اور نام خون طوری خیل شہید	227	خان عبدالغفار خان کے ساتھ تعلقات
292	ملک ارسل خان (ساکن ارسل کوٹ)	227	سرحد کی سیاسی و مذہبی جماعتوں کیساتھ تعلقات
292	غازی خونسے خیل محسود	228	دیوبند کے ساتھ تعلق
293	غازی میر دل خان طوری خیل	228	فوج اور ملیشیا کے مفرد
296	ملا شیر علی خان المعروف جنگلی ملا	229	آپ کی وراثت اور وصیت
299	مولوی غازی مرجان / خلیفہ لطیف خان	230	فقیر ایپی "انگریز اور اہلوطن مؤرخین کی نظر میں
302	مولوی نور الاسلام	232	ایفٹینٹ محمد خان کی کہانی
303	ملک خاندان مداحیل	233	اجمل خٹک
305	اڑپ بابا محسود	234	محمد خان اچکزئی
305	غازی گٹ خان احمد زئی وزیر	235	لطیف خان آفریدی
307	علی شاہ احمد زئی	236	مولانا فضل الرحمن
308	مولوی مجیب اللہ سوندی	238	طریقہ ہائے بلاغ (عمومی جائزہ)
310	پیر ملا خان شہید اور ملک جالات خان وزیر	242	حوالہ جات
312	نعمت خان محسود شہید		باب نمبر ۱۲
313	خلیفہ فیض اللہ خان شہید	243	گوریلا طرز جنگ
315	خلیفہ ماسٹر میر صاحب خان بنوں	245	طریقہ کار
317	دین محمد المعروف دین فقیر بیٹنی	249	پالیسی میں نظر ثانی
319	خلیفہ مردل خٹک	251	دوسری جنگ عظیم
320	خلیفہ گل نواز بنوچی	252	خلاصہ وزیرستان میں انڈین آرمی وسیع تناظر میں
322	غازی بہرام خان محسود		باب نمبر ۱۳
323	لعل باز خان محسود خیل	258	فقیر ایپی کی کرامات اور کرشمہ ساز شخصیت
326	عبدالقدوس شا کرٹاک		باب نمبر ۱۴
327	خلیفہ گلا خان مداحیل		فقیر ایپی کے سجادہ نشین امیر نیاز علی خان کا
329	خلیفہ تاویدار شہید	273	تفصیل انٹرویو
329	خلیفہ گل حبیب خان		باب نمبر ۱۵
330	خلیفہ فتح خون شہید	288	فقیر ایپی کے دیرینہ ساتھی

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
351	سبیل خان شہید	331	دین بوہرائی شہید
351	غازی شاہ جانی طوری خیل	332	آلہ خون شہید مداحیل
352	ڈاول خان شہید	332	غازی دان گل چمہ مداحیل
352	گل شاہ عالم محسود	333	غازی ملک محمد عالم خان مداحیل
352	غازی پیر گل محسود	334	غازی نائب خان محسود
353	حاجی وار گل خان بنوچی ساکن شاہ بازکی کلی	335	غازی زاریم خون داوڑ
354	غازی نجم خان محسود	336	غازی نعیم خان
354	جر نیل رب نواز خان	337	صومیدار ملک انجم جان
355	ملک ایوب تبابا محسود	337	غازی شاہ عالم خان سرکی خیل
355	ملک ولی خون محسود	338	غازی جنت میر وزیر
355	مولانا گل محمد حسین وائی	338	جرئل شودی خیل داوڑ شہید
356	ظہور الدین / اورنگزیب خان محسود	339	غازی ازلمیر خان وزیر
357	غازی حاجی محمد امین خان	339	میر سردار خان المعروف بڑا نجنی طوری خیل
357	غازی عید حسن طوری خیل	340	غازی محمد نواز المعروف بابا حاجی بنوں
358	غازی گاگو خیل طوری خیل	340	غازی محمد امیر خان بنوں
358	مولوی محمد طاہر شاہ	341	غازی ہیبت خان مروت
358	خلیفہ محمد آمین	342	غازی میازم خون المعروف میازڑے
359	غازی بابو محمود الحسن	343	غازی گل خلیفہ
359	غازی میر اعظم	344	غازی محمد خان المعروف رضا گائی
359	غازی صالح خان طوری خیل	345	غازی زائی خان چمہ لائیکہ
360	خلیفہ میر شاہ جہان	345	غازی عمل خان مداحیل
360	غازی ضمیر شاہ	346	غازی فقیر محمد پنبہاٹی
361	غازی غنم رنگ	347	غازی بابو نور محمد
361	خلیفہ چنگائی خان	348	غازی عمر خان
361	ملک گلا خان	348	شہباز خان طوری خیل
361	غازی قاضی حیات الدین شیر زاد	349	حاجی غازی بہرام خان طوری خیل
362	غازی آزاد گل مدی خیل	350	حاکیم مہابت خان بنوچی
362	فقیر اعظم اور سخی مر جان	350	غازی حبیب خان
362	ڈلیس گل شہید	351	پیاو خان شہید

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
389	فانا کو نسل	363	زرباتی وزیر
389	فانا اور سیاسی پارٹیاں	363	غازی نذر خان بیٹنی
391	بااختیار جمہوری ڈھانچہ	363	مولوی گلین خان محسود
391	پولیکل ایجنٹ کے لامحدود اختیارات اور تجاویز	363	خلیفہ گلات شاہ
	باب نمبر ۱۸	364	ملک عنایت اللہ المعروف وزیرے منشی
393	قبائل کے سماجی مسائل اور ابلاغیات	364	غازی عجم خان طوری خیل
395	بسبب آبادی		باب نمبر ۱۶
395	ابلاغ عامہ اور اس کے ذرائع	365	حاصل تحقیق
396	ذرائع ابلاغ کا کردار	368	طریقہ ہائے ابلاغ
398	قصہ ایک نذر محسود غازی عجم خان کا	368	انگریزوں کے طریقہ ہائے ابلاغ
400	قصہ ایک انگریز آفیسر بارگین کے سر کا	371	قبائل کے طریقہ ہائے ابلاغ
402	قبائلی اصطلاحات و تشریحات	375	اشاراتی / سنٹل رابطے
405	کثیر المقاصد اہداف کا حصول اور طریقہ ہائے ابلاغ		باب نمبر ۱۷
406	ٹیبیل نمبر ۱	377	فانا..... تعمیر و ترقی کیلئے..... تجاویز
407	ٹیبیل نمبر ۲	378	سرکاری فانا کمیشن کے اغراض و مقاصد
408	ٹیبیل نمبر ۳	379	قانونی تجاویز
409	ٹیبیل نمبر ۴	380	علاقائی اور اجتماعی ذمہ داریاں
410	کتابیات اردو	380	قومی ٹیچہ
412	کتابیات انگریزی (Bibliography)	381	آئینی تجاویز
414	گورنمنٹ ریکارڈز	382	انتظامی تجاویز
		383	امن فورس تجاویز
		384	معاشی تجاویز
		385	تعلیمی ترقی کیلئے تجاویز
		386	فانا سیکرٹریٹ
		387	تجاویز بابت فانا سیکرٹریٹ
		387	سیکرٹریٹ ہیڈ کوارٹر
		387	صوبائی اسمبلی میں نمائندگی کا مسئلہ
		389	جدہ آزاد بااختیار فانا کو نسل

1 حرف مسرت

انسان کی زندگی میں بعض ایسے لمحے آتے ہیں کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے واقعات کا رخ بدل دیتے ہیں۔ ”فرنگی راج اور غیرت مند مسلمان“ کی اشاعت بھی ایک ایسے ہی لمحے کا نتیجہ ہے۔ میں ڈاکٹر محمد نواز کو ایک عرصہ سے جانتا ہوں۔ اس نے میرے ساتھ ریسرچ معاون کی حیثیت سے کئی اہم تحقیقی منصوبوں پر کام کیا۔ انہوں نے جس محنت اور شوق سے کام کرنے کا مظاہرہ کیا۔ اُس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اگر انہیں درست سمت پر لگایا جائے تو انہیں کامیابی ضرور مل جائے گی۔ یہی سوچ کر میں نے اُس کو پنجاب یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی پروگرام میں داخلہ لینے کے لئے لاہور بھیجا۔ اس طرح ایک دو سال تک دودھ کے بعد اس کو پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے تحقیقی مقالے کا موضوع بہت وسیع تھا اور خاص بات یہ کہ اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے وسائل کی ضرورت تھی جبکہ اُس کی مالی حالت اس قابل نہیں تھی مگر انسان میں حوصلہ اور قوت ارادی موجود ہو تو پہاڑوں کو سر کیا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر محمد نواز چونکہ کام میں مخلص تھا اُس کے لئے اپنا قیمتی وقت اور توانائی بھی وقف کر رکھی تھی۔ اس لئے نصرت الہی شامل حال رہی۔ میں نے بھی بحیثیت صدر شعبہ صحافت و بلاغیات گول یونیورسٹی ہر ممکن رہنمائی اور مدد فراہم کی، تاہم اُس نے خود بھی انتھک محنت کی۔ اس طرح طویل محنت اور بہت ساری مشکلات کے باوجود بفضل خدا انہیں پی ایچ ڈی کی ڈگری مل گئی جو میرے لئے بحیثیت استاد نہایت باعث مسرت ہے۔ دوسری مسرت کی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر محمد نواز کا پی ایچ ڈی مقالہ بہت جلد کتابی شکل میں سامنے آیا ہے۔ جس میں عام لوگوں کی دلچسپی کے لئے تھوڑا بہت مواد اور بعض اہم علاقوں کے فوٹو گراف کا اضافہ کیا گیا ہے۔

یہ تصنیف تاریخی اعتبار سے نہ صرف ایک اہم علاقہ کی تاریخ ہے بلکہ اس کے مطالعہ سے انداز تحقیق اور وسعت نظر کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہ ایک ایسی تصنیف ہے جس میں تمام تر تحقیقی تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے Original Oral History کو صحیح تناظر میں منظر عام پر لانیکی سعی کی گئی ہے۔ ”فرنگی راج اور غیرت مند مسلمان“ کا مطالعہ ان لوگوں کے لئے از حد ضروری ہے جو پٹھان قبائل کی تاریخ اور ان کی تہذیب و تمدن اور خاص کر انگریز کے خلاف قبائلی اکابرین اور بالخصوص ملاپانندہ اور فقیر ایپسی کی عظیم جدوجہد میں پس پردہ حقائق جاننے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ فقیر ایپسی کے حوالے سے یہ کتاب اس لئے غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے کہ اس شخصیت کے بارے میں پہلی بار مقامی تحقیق اور مستند معلومات پر مبنی حقائق کو ریکارڈ پر لایا گیا ہے۔ جنہیں پڑھنے کے بعد یہ حقیقت آشکارہ ہو جاتی ہے کہ وقت کی ایک سپر طاقت کو کئی بار گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنے میں کون سا راز پوشیدہ تھا۔ مزید برآں میرے مشاہدے میں جو بات آئی وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر محمد نواز نے قبائلی زعماء کی انگریز سامراج کے خلاف طویل تاریخ جہاد مرتب کرنے میں کافی کاوش سے کام لیا ہے اور جتنی بھی قدیم اور جدید تاریخی مواد تک ان کی رسائی ہو سکی ان سے انہوں نے استفادہ کیا ہے۔ مختصر یہ کہ ”فرنگی راج اور غیرت مند مسلمان“ ڈاکٹر محمد نواز محسود کے بے پناہ تحقیق جستجو اور شوق کی آئینہ دار ہے۔ انہوں نے بظاہر ایک بہت مشکل کام کو انتھک اور مسلسل سعی کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچا کر ایسا لازوال کارنامہ سرانجام دیا ہے جو نہ صرف غیور قبائل کی بہت بڑی خدمت ہے کہ انہیں ان کے اسلاف اور ان کے کارناموں سے روشناس کرایا ہے بلکہ ان کے جو کارنامے اور واقعات ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے۔ انہیں یکجا کرنے کے بعد مربوط شکل میں پیش کر کے ہمیشہ کے لئے محفوظ اور زندہ جاوید بنا دیا ہے۔ اس لئے قبائلی بھائی اور ان کی آنے والی نسلیں ان کی عظیم خدمت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

اس کتاب میں جو مواد جمع کر کے پھر اسے ترتیب سے ریکارڈ پر لایا گیا ہے وہ معتبر ہے۔ اس لئے یہ کتاب ایک غیر معمولی تحقیقی ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ تصنیف چونکہ قبائلی علاقہ کی پوری ایک صدی کی تاریخ کا احاطہ کرتی ہے اس اعتبار سے بھی ایک منفرد تصنیف ہے جو نہ صرف قبائلی بھائیوں کے لئے ایک انمول تحفہ ہے بلکہ مؤرخین اور خاص کر محققین اور مختلف شعبہ ہائے جات سے منسلک سبھی افراد کے لئے تاریخی اور جغرافیائی لحاظ سے ایک انتہائی اہم خطہ سے متعلق مربوط اور منضبط شکل میں ایسی جامع کتاب ہے جس سے وہ بہت استفادہ حاصل کر سکیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر فضل الرحیم خان قصوریہ

ڈین فیکلٹی آف سائنسز اینڈ چیئر مین شعبہ بلاغیات علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

ب حرف طمانیت

دلوں کو طمانیت اور ذہنوں کو سکون صرف اللہ تعالیٰ عطاء کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے راستوں کی نشاندہی بھی کر دی ہے جو انسانوں کو حقیقی سکون و طمانیت کی طرف لے جاتے ہیں۔ دوسروں میں مسکراہٹیں باٹنا، خوشیاں عطاء کرنا، اچھے کام کرنا، اچھے لوگوں اور اچھے اعمال کا ذکر کرنا ایسے ہی راستے ہیں۔ تاریخ ان لوگوں کو انتہائی عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھتی ہے جو حق کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ اگر جہاد بے سروسامانی کے عالم میں ہو تو مجاہدین کا مرتبہ اور بھی بلند ہو جاتا ہے۔ چین جان بازوں نے جس طرح روس کی افواج قاہرہ کے خلاف جنگ کی۔ ہوائی جہازوں اور ٹینکوں کے بغیر روسی طیاروں کی بمباری، میزائلوں کی بارش، توپوں کی گولہ باری، کیمیکل ہتھیاروں کی ہلاکت خیزی کا جس طرح سامنا کیا۔ اسکی مثال تاریخ میں مشکل ہی سے ملے گی۔ کشمیری مجاہدین بھی کم و بیش انہی حالات میں بھارتی جارحیت کے سامنے ڈٹے ہوئے ہیں۔ الجزائر یوں نے بھی ایسے ہی حالات کا سامنا کیا اور ویت نامیوں نے بھی۔ برصغیر کی آزادی کی تحریکوں کے دوران قبائلی مجاہدین نے جس طرح سامراجی برطانیہ کی فوجی قوت کا سامنا کیا وہ بھی تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ ایک طرف نواب سراج الدولہ، سلطان ٹیپو شہید، نیتو میر شہید، سید احمد شہید اور سید اسماعیل شہید جیسے درخشندہ ناموں سے جگمگا رہی ہے تو دوسری طرف اس میں میر جعفر اور میر صادق جیسے لوگوں کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ آزادی کے لئے مر مٹنے والے لوگ موجود نہ ہوتے تو شاید غلامی سب کا دستور العمل بن جاتی۔ پاکستان کے قبائلی علاقہ جات کو دور غلامی میں بھی ”آزاد قبائل“ کا وطن ہونے کی سعادت حاصل رہی۔ انگریزوں اور ان کے گماشتوں نے قبائلی علاقہ جات کو پوری طرح اپنے بند و بست لانے کی ہر ممکن سعی کی لیکن بقول علامہ اقبالؒ

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندہ صحرائی یا مرد کوہستانی

مقبوضہ جموں و کشمیر کے حریت پسند بھی مقاصد فطرت کی نگہبانی ہی کے لئے بے مثال قربانیاں دے رہے ہیں۔ وہ دنیا کی ایک بڑی فوج کے خلاف سینہ سپر ہوئے اور اب تک ستر ہزار سے زیادہ جانوں کا نذرانہ دے چکے ہیں۔ چچینیا بھی کوہستانی علاقہ ہے۔ اس لئے چچینیا کے حریت پسند بھی مقاصد فطرت کی نگہبانی ہی میں لازوال شجاعت کے کئی باب رقم کر چکے ہیں۔ وسیع و عریض ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط قائم ہو گیا مگر قبائلی علاقے پوری طرح اس کے قابو نہ آئے۔ یہ درست ہے کہ کچھ قبائل سرداروں نے انگریزوں کے ساتھ معاہدے کئے۔ مگر کچھ قبائل نے حریت پسندی کی راہ ترک نہ کی۔ منتشر قبائل کو منظم کرنا اور ان میں آزادی کی روح پھونکنا آسان کام نہیں تھا۔ قبائلی علاقوں میں تو ریڈیو اور اخبارات جیسے ذرائع ابلاغ بھی ناپید تھے۔ ٹیلی وژن کا تو اس زمانے میں تصور ہی عنقا تھا۔ چنانچہ یہ بات غور طلب تھی کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کے دوران وسیع علاقوں میں منتشر قبائلیوں کے مابین پیغام رسانی اور ابلاغ کے کون سے طریقے استعمال ہوتے تھے اور مجاہدین کے سردار ابلاغ کا کون سا ذریعہ استعمال کرتے تھے۔

ڈاکٹر محمد نواز کا تعلق اس قبیلہ اور اس علاقہ کے ساتھ ہے۔ جس کا جہاد آزادی میں اہم حصہ ہے۔ ان کے آباؤ اجداد تو صاحبان سیف تھے مگر انہوں نے صاحب قلم بننے کا شوق چرایا۔ جب انہوں نے تحقیق کے موضوع کیلئے مجھ سے مشورہ کیا تو مجھے اپنی ایک دیرینہ خواہش پوری ہوتی نظر آئی۔ میں ابلاغیات کا طالب علم ہوں اور تحریک آزادی میں ابلاغ کا کردار میرا پسندیدہ موضوع ہے۔ موضوع کا انتخاب تو مشکل نہ تھا مگر ”عشق آساں نمود اول و لے افتار مشکل ہا“ کے مصداق قبائلی علاقہ جات پر معروضی انداز میں کچھ لکھنا آسان نہ تھا۔ ایک داستان کئی ٹکڑوں میں تقسیم تھی اور یہ ٹکڑے ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ خاصا محنت طلب کام تھا۔ ڈاکٹر محمد نواز محسود کی فطرت میں بھی ”کوہستانی“ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے کئی بار ان کے لکھے ہوئے ان گنت صفحات مسترد کئے گئے اور سب کچھ دوبارہ لکھنے کو کہا گیا۔ ہر بار انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ شوق اور جذبہ کا مظاہرہ کیا اور اس وقت تک کام کرتے رہے جب تک میری رائے میں ان کی تحقیق معتبر نہ ٹھہری۔

برصغیر کے ایک دور کے اخبارات میں فقیر ایپی کا تذکرہ ملتا ہے اور اس تذکرہ سے فقیر ایپی کی جو شخصیت سامنے آتی ہے وہ ایک افسانوی کردار ہے جو تلوار اور خنجروں سے مسلح مجاہدین ہیں، رانکلوں اور توپوں سے نگر جانے کا جذبہ پیدا کر دیتا ہے۔ جو انتہائی نامساعد حالات میں بھی حریت کی شمع روشن رکھتا ہے۔ ڈاکٹر محمد نواز محسود نے اس ”شخصیت“ کے بارے میں مستند معلومات جمع کیں اور ان کو مربوط شکل دی۔ اس طرح یہ تحقیق کئی حوالوں سے مفید بن گئی۔

یہ امر باعث مسرت ہے کہ ڈاکٹر محمد نواز محسود کو پنجاب یونیورسٹی نے پی ایچ ڈی کی ڈگری دی ہے اور متعلقہ ماہرین نے اس تحقیقی کاوش کو سراہا ہے۔ میری دانست میں یہ تحقیق پاکستان کے ایک اہم خطہ کی سیاسی، تمدنی، بلاغی اور جمادی تاریخ ہے جس پر قبائلی علاقہ جات کے لوگوں کو بالخصوص اور عام پاکستانیوں کو بالعموم فخر ہونا چاہیے۔

تازہ خواہی درشن گرداغ ہائے سیندرا
گا ہے گاہے باز خواں اس قصہ پارینہ ہندرا

میرے لئے یہ امر موجب طمانیت ہے کہ ڈاکٹر محمد نواز محسود کا تحقیقی مقالہ میری نگرانی میں لکھا گیا۔ مجھے یاد ہے کہ جب یہ کام ہو رہا تھا تو مسٹر محمد نواز محسود بعض اوقات رنجیدہ نظر آتے تھے۔ شاید ان کا احساس یہ ہو کہ راقم ان کی حوصلہ شکنی کر رہا ہے یا ان پر ناروا بوجھ ڈال رہا ہے۔ مگر میں نے ڈاکٹر محمد نواز محسود کو مسرور مطمئن دیکھا ہے اب گویا زبان حال سے یہ کہہ سکتے ہیں۔

۔ شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

یہ کتاب ڈاکٹر محمد نواز محسود کی پی ایچ ڈی کے مقابلہ مبنی ہے۔ من و عن مقالہ نہیں ہے تحقیقی مقالہ کے کچھ اپنے لوازم ہوتے ہیں مگر کتاب میں قارئین کی دلچسپی کا پہلو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس پہلو کے مد نظر تحقیقی مقالہ میں سے بعض حصے حذف کئے گئے کہ وہ حوالہ جات سے بوجھل تھے اور تحقیقی مقالہ کے لوازم تھے۔ ڈاکٹر محمد نواز محسود نے کچھ تبدیلیاں اپنے طور پر کیں جو کتاب کی افادیت میں اضافہ کا باعث بنیں۔ تاہم اس کتاب میں اصل مقالہ کی روح جوں کی توں موجود ہے۔ میرے لئے یہ امر بھی موجب مسرت ہے کہ یہ تحقیقی مقالہ جلد ہی کتابی صورت میں منظر عام پر آگیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی

سابق چیئرمین شعبہ بلاغیات

پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

ج مبارکباد

مجھے ڈاکٹر محمد نواز محسود کا تحقیقی مقالہ پڑھنے کا موقع ملا۔ پہلی نظر میں ایسا لگا کہ یہ تحریک آزادی کے دوران پشتون قبائل کی جدوجہد کے بارے میں ایک تاریخی سند ہے مگر تفصیل سے جائزہ لینے کے بعد یہ حقیقت آشکارہ ہو گئی کہ یہ صرف ایک مستند تاریخی سند ہی نہیں بلکہ اس میں ابلاغی سائنس (Communication Science) کے کئی پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ یعنی آزادی کے وقت روایتی ذرائع ابلاغ (Traditional Means of Communication) اور روایتی ادارے ابلاغیات (Traditional Media Institutions) کے غیر معمولی کردار اور دور حاضر میں ان کی نئی ذمہ داریوں سے متعلق پہلی بار تحقیق کے ذریعے کئی عوامل کو منضبط شکل میں منظر عام پر لایا گیا ہے۔ اس طرح ابلاغیات کے روایتی اداروں کے جدید معاشرے (Modern Society) پر اثرات کو مقالے میں اہمیت دی گئی ہے۔

تحریک آزادی کے دوران پشتونوں کے روایتی ابلاغی ادارے مثلاً حجرہ، مسجد، جرگہ، گودرو وغیرہ کے بارے میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور خبررسانی کے ان طریقہ ہائے کار کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ جن سے پشتون اکابرین نے بھرپور استفادہ حاصل کیا ہے۔ انگریز جو جدید ابلاغی نظام اور انفراسٹرکچر (Modern Communication System and Infrastructure) اور جدید ہر قسم جنگی سازوسامان کے مالک تھے۔ پشتونوں نے روایتی ابلاغی طریقے ہائے کار (Traditional Modes of Communication) کے بہتر استعمال سے نہ صرف ان کا مقابلہ کیا بلکہ ان کے خلاف ناقابل فراموش کامیابیاں بھی حاصل کیں۔

میں بحیثیت ایک استاد اور محقق ڈاکٹر محمد نواز کو اس مقالہ پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس کا مقالہ نہ صرف روایتی ابلاغی تاریخ کی ایک اہم سند ہے بلکہ مستقبل کے محققین کیلئے ایک بنیاد (Baseline) بھی ہے۔ پشتونوں اور پشتونخواہ کے اس حصے پر باہر کے لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن بد قسمتی سے خود پشتونوں نے اس حصے کی غیر معمولی تاریخ اور کردار پر کوئی تحقیقی کام نہیں کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد نواز کے اس تحقیقی مقالے نے بلاشبہ اس خلاء کو پر کیا ہے۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ پی ایچ ڈی کا یہ مقالہ جلد کتابی صورت میں ”فرنگی راج اور غیرت مند مسلمان“ کے نام سے منظر عام پر آ گیا ہے۔ جو نہ صرف ابلاغیات کے طالب علموں اور محققین کیلئے ایک گر انقدر علمی سند ہے بلکہ تاریخ اور بالخصوص آزادی کی تحریکوں کے بارے میں دلچسپی لینے والوں کیلئے ایک اہم دستاویز بھی ہے۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ اس قوم میں ڈاکٹر محمد نواز کی طرح مزید نوجوان پیدا ہوں جو آگے بڑھیں اور تاریخ کے اوراق جھنجھوڑ کر قوم کی خدمت کریں۔ زندہ قوموں کا دھیرہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو پہچان لیں اور اپنی تاریخ کو زندہ جاوید بنادیں۔

پروفیسر ڈاکٹر شاہجہان

چیئر مین شعبہ ابلاغیات

پشاور یونیورسٹی۔ پشاور

د تعارف

پاکستان کے قبائلی علاقہ جات انتہائی اہم اور حساس حیثیت کے حامل ہیں۔ ان علاقوں کے لوگ پیدائشی طور پر آزاد منش اور حریت پسند واقع ہوئے ہیں۔ یہ لوگ غلامی کے لفظ سے نابلد ہیں تاریخ گواہ ہے کہ ان لوگوں نے کئی بیرونی حملہ آوروں کا نہ صرف سامنا کیا بلکہ ہمیشہ ان کے خلاف جٹان بن کر اپنی فطری آزادی کو بحال رکھا۔ انگریزوں نے برصغیر ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد جب قبائلی علاقہ جات کا رخ کیا تو انہیں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور ان کیلئے مزید پیش قدمی ناممکن رہی۔ بحیثیت مجموعی قبائلی عوام نے جارح کے خلاف بلاشبہ غیر معمولی جرات کا مظاہرہ کیا تاہم اس بابت وزیرستان کے قبائل کا کردار خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں ملا پاونڈہ اور فقیراہی کی قیادت میں ایسی منظم اور ایمان افروز تحریکیں شروع ہوئیں جس کی مثال نہیں ملتی۔ ان درویش صفت رہنماؤں کی جدوجہد کی خاص بات یہ تھی کہ انہوں نے وقت کی جابر اور ظالم قوت کے خلاف بکھرے ہوئے قبائل کو متحد کیا اور انہیں ایک مقصد کے حصول کی خاطر جان کی بازی لگا دینے پر باخوشی تیار کر لیا۔

حریت پسندوں کے جذبہ آزادی کو ایک خاص ترتیب اور نظم دینے کے لئے ان اکابرین نے جو ابلاغی طریقہ ہائے کار اختیار کیا اس پر کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا تھا۔ ڈاکٹر محمد نواز خان نے اپنی کتاب ”فرنگی راج اور غیر متند مسلمان“ میں ایک سچے محقق کی حیثیت سے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ قبائلی رہنما خاص کر ملا پاونڈہ اور فقیراہی کی تحریکوں کے دوران ابلاغیات کی نوعیت کیا تھی؟ ان کو کس طرح مؤثر طریقے سے استعمال کیا گیا یا استعمال سے کیا نتائج برآمد ہوئے اور اگر کہیں متعین کردہ مقصد میں ناکامی ہوئی تو کیا اس کی وجہ غلط منصوبہ بندی تھی یا ابلاغ کے مسلمہ طریقوں سے چشم پوشی؟

تحقیق پر مبنی اس کتاب کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اگر مستقبل میں کوئی محقق قبائلی علاقہ جات کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں تحقیق کرنا چاہے تو اسے مفید و مستند معلومات کے ساتھ ساتھ ان علاقہ جات کے بارے میں دستاویزات اور حوالہ جات بھی میسر ہوں۔ موجودہ دور میں ابلاغ عامہ کی اہمیت کے پیش نظر پاکستان کو حکومتی سطح پر ”قومی ابلاغی پالیسی“ مرتب کرنے کی ضرورت ہے اور ڈاکٹر محمد نواز خان کی کتاب حکومت کو قبائلی علاقہ جات (جو ہر لحاظ سے پاکستان کے پسماندہ علاقے ہیں) کے بارے میں پالیسی مرتب کرنے میں نہایت مفید ثابت ہوگی۔ کیونکہ اس میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ ان علاقہ جات کی مخصوص روایات، ضروریات اور مسائل کیا ہیں اور ذرائع ابلاغ میں کون سے مسائل کس طریقے سے زیر بحث لانے چاہئیں اور ان مسائل کا ممکن حل کیا ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب محققین حضرات کے ساتھ قبائلی علاقوں کے معاملات میں دلچسپی رکھنے والے عام قارئین کے لئے مثبت و سودمند ثابت ہوگی۔

پروفیسر عبدالستار عباسی

چیرمین شعبہ صحافت و ابلاغیات

گول یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

عرض حال

کوئی اعلیٰ ادبی اور بالخصوص تخلیق زندگی کے گہرے شعور کے بغیر وجود میں نہیں آتی۔ جب زندگی کا شعور روشن ہوتا ہے، ذہن نئی راہیں نکال سکتا ہو، پختگی فکر آجائے، معلومات وسیع ہوں، قوت استدلال شیریں اور دلکش ہوں اور یہ سب کچھ خلوص، احساسات اور خیالات کے مطابق ہو اور قلم میں زور پیدا ہو تو پھر جو بھی کام کیا جائے وہ ذمہ داری اور شعور کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر محمد نواز شہرت کے پیچھے نہیں بھاگا بلکہ کام اور صرف کام کیا لیکن مجھے امید ہے کہ شہرت اس کام کی کوکھ سے ضرور پھوٹے گی اور پھر یہ وہ شہرت ہوگی جو آپ کے قد کو بلند، آپ کے جوہر کو روشن اور آپ کے کام کو از خود اونچا کرے گی۔ ہر وہ شخص جو ادب و فن کی دنیا میں قدم رکھتا ہے تو وہ علم و فکر کی تخلیقی صلاحیتوں کو بیدار کرتا ہے تاکہ ادب اور تاریخ میں اس کا نام جلی حروف سے لکھا جاسکے۔ چونکہ جدوجہد اور جستجو فطرت کی امین ہے جس سے انسان اپنی متاع ہستی پاسکتا ہے۔ مصنف نے بھی فکر و احساس کے تعلق سے ایک نیا امتزاج تلاش کیا ہے۔ جس سے اس کا نام تحقیق کار اور ادب کی نرست میں شامل ہو گیا۔ مطالعہ میں آنے والی یہ کتاب ”فرنگی راج اور غیرت مند مسلمان“ ان کی ادبی میدان میں اولین کاوش ہے۔

ڈاکٹر نواز میرے بہترین دوستوں میں سے ہیں ان کے ساتھ میری رفاقت گزشتہ پچیس سالوں پر محیط ہے اس کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے انہوں نے نامساعد حالات کے باوجود مسلسل آٹھ سال شب و روز سخت محنت کی ہے۔ انہوں نے بکھرے ہوئے کائنات، پھیلی ہوئی رکاوٹوں اور بڑھتی ہوئی مشکلات کے باوجود بڑی لگن اور استقامت سے اس کتاب کو مرتب کیا۔ وزیرستان کے ماضی کے ہر لمحے کو حال اور حال کے ہر لمحے کو مستقبل کے لمحے میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ وزیرستان کی تاریخ اپنی کرمائیگی کی شکایت کرتی نظر آتی ہے۔ مگر مصنف نے علمی تحقیق و تجسس سے اس خلیج کو آغاز سے انجام تک ذہنی و فکری نقطہ ہائے نظر سے کماحقہ پر کیا ہے۔ یہی اس کتاب کا وہ روشن پہلو ہے جو پڑھنے والوں کیلئے زیادہ دلکش اور جاذب نظر ہے۔ راقم نے زبانی روایات، قصوں اور کہانیوں کی تخیل آمیزی سے ہٹ کر تاریخ کی گمشدہ کڑیوں کو ایک دوسرے سے ملانے، ادھوری اور یک رخ معلومات کو تحقیقی انداز میں جانچنے اور پرکھنے کی کوشش کی ہے۔ جہاں جہاں تحقیقوں اور راویوں کے بیان سے استفادہ کیا وہاں تحریری شہادتوں اور مستند ماخذوں پر بھروسہ کیا۔ یقیناً یہ کتاب علمی کاوشوں سے مزین شہ پارہ ثابت ہوگی۔ چونکہ زبان میں شائستگی بھی ہے یعنی گجگ نہیں بلکہ عام فہم ہے تحریر کے اندر پختگی فکر اور تازگی واضح نظر آتی ہے۔ تحقیقی توقیر نے ان کے پیرایہ ادب کو وہ تاثر دیا ہے جس سے ادبی حلقوں میں ”فرنگی راج اور غیرت مند مسلمان“ کی اس گرجو ش سے پذیرائی ہوگی جس کا یہ مستحق ہے۔

مرزا جان محسود

اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ صحافت و ابلاغیات

گول یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

ل دیباچہ

تاریخ پر کچھ لکھنا ایک مشکل مسئلہ ہے۔ کیونکہ مصنف کو مستند واقعات بھران کے ربط کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے اندازِ بیاں سے ایسی چاشنی پیدا کرنی پڑتی ہے کہ ایک قاری اسے پڑھنے میں دلچسپی محسوس کرے ڈاکٹر پروفیسر محمد نواز محسود کی کتاب ”فرنگی اور غیر مند مسلمان“ کا مسودہ زیرِ نظر رہا۔ جس کی تصنیف میں مصنف نے ۹ سال کا طویل عرصہ صرف کیا۔ مستند واقعات ان میں موجود ربطِ آسان اور سہل الفاظ بیان نے کتاب کو اتنا دلچسپ بنا دیا ہے کہ یقیناً نہ صرف تاریخ کا طالب علم بلکہ عام قاری بھی کتاب کا مطالعہ شروع کرنے کے بعد کتاب رکھنا بھول جائے گا اور آخری صفحے تک کتاب کے سحر میں جکڑا رہے گا۔ کتاب کے سلسلے میں کی گئی انتھک محنت اور کاوشوں نے کتاب کو تاریخ کی کتب میں ایک قابلِ قدر اور اہم اضافہ بنا دیا ہے۔ مصنف نے نہ صرف ان گہرائیوں کا مطالعہ کیا جنہیں باقی مصنفین نے نظر انداز کر دیا تھا بلکہ اس وقت کے حالات کو اسی تناظر میں دیکھتے ہوئے حالات و واقعات کو **Realistic Approach** سے دیکھا جانچا اور لکھا اور ان رازوں کو معلوم کرنے کی کوشش کی کہ حالات اور واقعات کے محرکات اور کامیابیوں کے راز کیا تھے اور ان رازوں کو عام قاری کے لئے پس منظر سے منظر عام پر لائے؟ بد قسمتی سے ہم اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں جو کسی زندہ شخص کی کاوشوں محنتوں کی تعریف اس کے مرنے کے بعد کرتی ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ جو بھی شخص مذکورہ کتاب کا مطالعہ کرے گا وہ ان کاوشوں پر سحر زدہ ہو جائے گا۔ کتاب کے مسودے کے ساتھ ساتھ اس دور ان پروفیسر محمد نواز بھی میرے زیرِ مطالعہ رہے۔ ان کی محنتوں کاوشوں اور بے آرامیوں کو دیکھتے ہوئے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ یہ کتاب پروفیسر صاحب کے لئے ایک کتاب نہیں بلکہ ان کی محبت اور ان کا جنون تھا جو یقیناً ہر قاری محسوس کرے گا۔

یہ کتاب ان کی ملایاوندہ اور فقیر ایپی سے حد درجہ محبت اور عقیدت پر مبنی ہے جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ یقینی طور پر ڈاکٹر محمد نواز کی انتھک محنت سے تیار شدہ یہ کتاب ملایاوندہ ”فقیر ایپی“ اور اسلام کے لئے قربانی دینے والی شخصیات اور باہمت اقوام کو خراج تحسین ہے۔ اسی طرح اسلامی نظام کے لئے کئے گئے جہاد کو منظر عام پر لا کر بلاشبہ اسلام کی خدمت کی ہے۔ تمام مسلمانانِ پاکستان بالعموم اسلام پسند اشخاص اور پشتون قوم کو بالخصوص ان کی پر خلوص کاوش جفا طور پر فخر ہوگا۔ کتاب کے سلسلے میں ڈاکٹر محمد نواز کے جوش اور جنون کے سامنے فاصلے سمٹ گئے مسائل و مشکلات حل ہوتے گئے اور تمام رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے اپنی ثابت قدمی، دل جمعی اور لگن کے ذریعے کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ میں اپنی اپنے مرحوم والد اور پوری قوم کی طرف سے ڈاکٹر محمد نواز کو ان کی لازوال محنت و ہمت کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

خلیفہ عبدالحمید ولد خلیفہ عبدالطیف خان مرحوم

طوری خیل شمالی وزیرستان ایجنسی

ن پیش لفظ

نہ اس میں گھاس اگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ہیں

مگر اس سر زمین سے آسمان بھی جھک کر ملتے ہیں

یہ شعر درہ خیبر کی ہی نہیں تمام قبائلی علاقہ جات کی اہمیت واضح کرتا ہے۔ قبائلی علاقوں کی بجز وادیاں، نوکیلی چٹانیں، لوہے کی طرح سخت پتھر، ریت کے ذرات، ٹیڑھے میڑھے راستے تاریخ ساز ہی ہیں اور خود تاریخ کا حصہ بھی ہیں۔ ماضی میں یہ علاقہ بہت سارے بیرونی حملہ آوروں کی آماجگاہ رہا ہے اور طویل عرصہ تک یہاں کے باشندے ان بیرونی یلغاروں سے برسرِ پیکار بھی رہے ہیں۔ اس سر زمین کی تاریخ دلوں کو جوش اور ولولہ عطاء کر کے اپنی عظمت کی بازیابی کی ترغیب دیتی ہے۔ یہاں سکندر اعظم کو بڑی اذیتیں اور کافی الجھنوں کے ساتھ ایسے واقعات پیش آئے کہ اس کا نشہ ٹوٹ گیا۔ چنگیز خان، مغل اور سکھوں کے علاوہ جس برطانوی سامراج کو امریکہ، افریقہ اور ایشیاء کے کئی حصوں میں کہیں روکا نہ جاسکا اسے انہیں علاقوں میں بارہا چیلنج کیا گیا۔ انگریزی سامراج کے مرے بارہا ان علاقوں میں قبائلی جنگجوؤں کی شرائط تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے بارہا انگریز کے فوجی و سول افسروں کا غرور خاک میں ملا۔ قبائلی علاقہ اور افغانستان میں انگریزوں کو اتنی عزیمت اٹھانی پڑی کہ اس کے بعد انہیں دنیا بھر میں اپنی سامراجیت کی رفتارست کرنا پڑی۔

بلاشبہ پشتون قبائل نے اس خطہ کی سماجی، سیاسی اور تہذیبی زندگی پر گہرا اثر ڈالا ہے اور ان غیور لوگوں نے مسلم معاشرے کو تازہ خون دے کر بہت بڑا کام کیا ہے۔ انہوں نے مایوس کن معاشی ماحول میں نہایت غربت و افلاس کے باوجود اپنی آزادی کی نہ صرف نگہبانی کی بلکہ دنیا کی بڑی سے بڑی قوتوں (یونان، مغل، تاتار، شکھ اور انگریز) کے سامنے ان کے سر بھی کبھی نہیں جھک سکے۔ جغرافیائی، تہذیبی، تاریخی اور سیاسی لحاظ سے پاکستان کے شمال مغربی صوبے کے قبائلی علاقہ جات خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہاں کے باشندے اپنی حریت پسندی اور جفاکشی کے حوالے سے دنیا کے بہترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ باہر کے بہت سارے مستند لکھنے والوں نے قبائلی باشندوں کے طرز معاشرت، آزادی اور بالخصوص انگریز سامراج کے خلاف طویل عرصہ تک مسلسل تگ و دو کے حوالے متعدد کتب لکھی ہیں مگر خود پشتون قبائل میں سے کسی نے بھی اس بارے میں کوئی تحقیقی کام نہیں کیا ہے۔ قبائلی اکابرین نے منتشر معاشرے میں بے شمار نامساعد حالات اور پیچیدہ جغرافیائی صورتحال کے باوجود کسمپرسی کی حالت میں عظیم جدوجہد اور انمول کردار کا مظاہرہ کیا۔ اپنی تحریکوں کے دوران جن خود ساختہ طریقہ ہائے ابلاغ یعنی جہادی قوتوں کو یکجا کرنے اور تعاون پر آمادہ کرنے کے لئے رابطوں کے جو طریقہ ہائے کار بروئے کار لائے بلاشبہ ان کے ذریعے منتشر قوتوں کو یکجا کر کے انہیں ایک منظم اور جابر قوت کے خلاف نہ صرف جان کی بازی لگانے پر تیار کیا بلکہ سامراج کی قوت کو پاش پاش کر کے انہیں گھٹنے ٹیکنے پر بھی مجبور کیا۔ درحقیقت پٹان قبائل کی زندگی میں ابلاغ کے روایتی ادارے اور روایتی طریقہ ہائے ابلاغ کا بڑا اہمہ گیر کردار رہا ہے۔ لیکن ابھی تک اس بارے میں مقامی طور پر کوئی مستند کام نہیں ہوا ہے۔ گرچہ باہر کے لوگوں نے تھوڑا بہت کام کیا ہے مگر انہوں نے ہمیشہ اپنا مطمع نظر پیش نظر رکھا ہے۔ قبائل اکابرین اور حریت پسندوں کی اپنی فطری آزادی کو برقرار رکھنے اور دین مبین کی حفاظت کی خاطر بے مثال تاریخی جدوجہد کے پس منظر میں کار فرما عوامل اور بالخصوص رابطوں کے لئے روایتی طریقہ کار کے بہتر استعمال سے جو حیران کن نتائج حاصل کئے۔ ”فرنگی راج اور غیرت مند مسلمان“ اس سلسلے میں سرکاری اور عوامی سطح پر پہلی تحقیقی کاوش ہے۔

خوش قسمتی سے محقق کا تعلق اس قبیلہ سے ہے جس کا تحریک آزادی میں بہت اہم کردار رہا ہے۔ دوسری خاص بات یہ کہ شعبہ صحافت و ابلاغیات سے منسلک ہونے کے باعث پروفیسر ڈاکٹر فضل الرحیم خان تصور یہ جنہیں جدید ابلاغی تحقیق اور مہارت میں ملکی اور بین الاقوامی ہر دو سطحوں پر اتھارٹی تصور کیا جاتا ہے کے زیرِ نگرانی کئی اہم تحقیقی منصوبوں یعنی ابلاغیات کے معاشرے پر اثرات پر کام کرنے کا موقع

ملا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مجھ پر خصوصی کرم نوازی تھی کہ ان کے ساتھ طویل عرصہ تک کام کیا۔ اس دوران اپنے پروفیشن کے ساتھ ان کے جنون کی حد تک لگاؤ اور اخلاص کو دیکر مجھ میں ہمیشہ ہمت و محنت کا جذبہ پیدا ہوتا۔ بلاشبہ وہ میرے لئے ہمیشہ Stimulating source of inspiration رہے یا یوں سمجھ لیجئے کہ ان کے بھرپور تعاون اور حوصلہ افزائی کے بغیر پی ایچ ڈی مقالے پر کام کرنا محض ایک خواب تھا۔ 1989ء میں انہیں کی ہدایت پر پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی صدر شعبہ بلاغیات پنجاب یونیورسٹی کے ہاں لاہور گیا انہوں نے کمال درجہ حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے میرے لئے یہ موضوع تجویز کیا کہ ”تحریک آزادی کے دوران قبائلی علاقہ جات میں طریقہ ہائے بلاغ“ پر کام کر کے تحقیقی مقالہ لکھوں۔ میرے لئے یہ امر خوشی کے ساتھ بے پناہ حوصلہ افزائی کا موجب بنا کہ ڈاکٹر حجازی صاحب جسے غیر معمولی شہرت کے حامل پروفیسر کے زیر نگرانی اس اہم موضوع پر کام کر کے قبائلی علاقہ جات کی ایک نئی جہت روشناس کروائی۔ اس طرح پروپوزل Proposal کی تیاری اور مقالے کے لئے منظوری میں تین سال گزرنے کے بعد 1993 میں پنجاب یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی پروگرام میں باقاعدہ داخلہ مل گیا۔

مقالے پر کام شروع کرنے کے بعد ان گنت مشکلات اور نامساعد حالات کے باوجود میری کوشش یہ رہی کہ صحیح اور امروز تاریخی واقعات اور بالخصوص ان واقعات سے متعلق طریقہ ہائے بلاغ کے ہمہ گیر کردار اور ان سے متعلق کارفرما عوامل کی نشاندہی پر مبنی ایسا مقالہ مرتب کرو جس کی بنیاد سرکاری دستاویزات، مستند تاریخی کتب، مصدقہ قبائلی زعماء اور بالخصوص فقیر ایپہی کے دیرینہ سفید ریش ساتھیوں کے چشم دید واقعات پر (Original oral history) پر رکھی گئی ہو تاکہ نئی نسل کو فکری، تحریری اور بالخصوص تحقیقی سرگرمیوں کے لئے ریکارڈ اور درست مواد دستیاب ہو سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مسلسل کئی سال گورنمنٹ کے محافظ خانوں (ٹرائیبل ریسرچ سٹل، اریکائیوز پشاور اور نیشنل ڈاکو میٹیشن سنٹر اسلام آباد کاریکارڈ دیکھا، کئی لائبریریوں (قائد اعظم لائبریری لاہور، پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی، لائبریری شعبہ صحافت و سنٹرل لائبریری گول یونیورسٹی) کا چکر لگایا۔ 1992ء میں پہلی فقیر ایپہی کانفرنس کے موقع پر کئی دانشوروں سے ملا۔ دور آفتادہ قبائلی علاقوں میں عمر رسیدہ بزرگوں (تاریخ کا حصہ رہنے والے مجاہدین) کے پاس جا کر چشم دید واقعات و حالات سے متعلق بہت ساری مفید اور مستند معلومات حاصل کیں۔ گورنمنٹ محافظ خانوں میں گرچہ مکمل ریکارڈ دستیاب ہے مگر کسی سرکاری ادارے کی مدد کے بغیر اس کا حصول بہت ہی منگنا پڑتا ہے۔ لہذا اس معرکہ کو حل کرنے کے لئے اکثر کئی ہفتے اور مہینے وہاں قیام کرنا پڑا۔ متعدد مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود تائید ایزدی شامل حال رہی۔ والد محترم کی دعائیں، اساتذہ کی مسلسل رہنمائی اور خاص کر اپنے کام سے اخلاص اور لگاؤ کے باعث ہمت و محنت سے کام لے کر بفضل خدا سب مشکلات پر قابو پایا۔

”فرنگی راج اور غیرت مند مسلمان“ میرے پی ایچ ڈی مقالہ پر مشتمل ہے۔ گو کہ مقالے کو کتابی شکل دینے کے لئے میں نے اپنے سپروائزر ڈاکٹر حجازی صاحب کی اجازت سے کچھ مزید مواد کا اضافہ کیا ہے۔ کیوں کیا ہے؟ اس کا جواز ڈاکٹر موصوف نے حرف طمانیت میں بتایا ہے۔ لیکن اضافے کے باوجود مقالے کا مرکزی خیال جوں کا توں برقرار رکھا گیا ہے۔ کتاب کے پہلے باب میں قبائلی علاقہ جات کا تعارف یعنی محل وقوع، مختلف قبیلے اور آبادی، جغرافیہ، انتظامی، سیاسی، معاشی اور ترقیاتی صورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے باب میں ان علاقہ جات کی تاریخی اہمیت اور بالخصوص انگریز سامراج کے حوالے اہم تاریخی واقعات، حالات اور حکمت عملیوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ قبائلی باشندے کون ہیں؟ مؤرخین اور سماجی محققین کے ہاں اس بارے میں طویل عرصہ سے ایک حل طلب مسئلہ چلا آ رہا ہے۔ تیسرے باب میں پشتون قبائل کے نسلی تعلق سے متعلق سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں فریقین کے مابین طویل معرکہ آرائیوں میں پس پردہ غیر معمولی عوامل اسلام کی سر بلندی اور جذبہ حریت کے علاوہ قبائلی معاشرت اور اقدار ”نگ“ ”بدل“ ”مکھیتیا“ اور ”ہمسائیگی“ وغیرہ کا بلاشبہ بہت بڑا کردار رہا ہے بلکہ فریقین کے مابین کئی لڑائیاں بھی سامراجی قوت کی طرف سے مذکورہ اقدار میں مداخلت کے باعث ہی ہوئی ہیں۔ دراصل یہی روایتی اور معاشرتی

عوامل جن کو روایتی ابلاغی صورت گیری بھی کہہ سکتے ہیں قبائلی باشندوں کی زندگی کی رہنمائی کرتے ہیں۔ چوتھے باب میں ان کے مختلف پہلوؤں کو یکجا کر کے قبائلی طرز معاشرت کے نام سے ریکارڈ پر ہمیشہ کے لئے محفوظ کیا ہے۔ دو مختلف تہذیبوں کی حامل اقوام کے درمیان ایک صدی پر محیط مسلسل معرکہ آرائیوں کے دوران فریقین حالت جنگ و امن دونوں صورتوں میں اپنے اپنے مقاصد کے حصول کی خاطر کون سے طریقہ ہائے ابلاغ استعمال میں لاتے یا استعمال سے کیا نتائج حاصل کرتے، پانچویں باب میں ان تمام طریقہ ہائے ابلاغ کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مزید برآں تاریخی دستاویزات کی روشنی میں یہ بات بلاشبک و شبہ کہی جاسکتی ہے کہ تحریک آزادی کے دوران وزیرستان کے قبائل فرنگی راج کے لئے ابتداء سے آخر تک بڑی ٹیڑھی کھیر ثابت ہوئے ہیں۔ وزیرستان کو پورے دور میں دشمن کے لئے ہمیشہ ”ایکٹیو سروس ایریا“ کی حیثیت حاصل رہی۔ ایلن وارن کی تحقیق کے مطابق انگریز اور پٹھان قبائل کے مابین طویل ترین جنگ میں حکومت ہند کی مرکزی توجہ وزیرستان پر ہی مرکوز رہی۔ بنیادی وجہ یہ تھی کہ یہاں ملاپانڈہ اور فقیر ایپی کی قیادت میں ایسی ہمہ گیر تحریکیں چلی ہیں جنہوں نے دشمن کو نہ صرف گھنٹے ٹپکنے پر مجبور کیا بلکہ مؤرخین اور محققین کے لئے بھی غیر معمولی دلچسپی کے مواقع فراہم کئے۔ چھٹے باب میں وزیرستان کی اہمیت یہاں کے مختلف قبیلے ان کے علاقے اور شجرہ نسب کو واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

اس طرح انگریزوں کا پہلی بار قبائلی علاقوں اور بالخصوص بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان میں وارد ہونے کے بعد وزیرستان کے قبائل کے ساتھ کن ذریعوں، حربوں اور طریقوں کو رو بہ عمل لا کر رابطے استوار کئے۔ حالت جنگ و امن دونوں صورتوں میں ان رابطوں کے استعمال سے کیا کیا مقاصد حاصل کئے اس کے برعکس نامساعد معاشی حالات اور پیچیدہ جغرافیائی صورتحال اور بالخصوص ایک بڑی قوت کی جارحیت کے خلاف قبائلی اکابرین اور بالخصوص ملاپانڈہ اور فقیر ایپی نے منتشر قوتوں کو یکجا کرنے اور جان کی بازی لگانے پر تیار کرنے کیلئے جن روایتی طریقہ ہائے ابلاغ کو استعمال میں لا کر حیران کن نتائج حاصل کئے ساتویں باب میں اس کی تفصیل دی گئی ہے۔

۷۷-۸۷ء میں خان قلات کے ساتھ معاہدے کے تحت دوہ بولان کے علاوہ کوئٹہ کے شمال اور مشرق میں پشین، سبی اور لورالائی کے پٹھان علاقے انگریز کے ہاتھ آگئے۔ ۸۷-۸۸ء میں امیر شیر علی خان کی تخت کابل سے دستبرداری کے بعد انگریزوں نے ان کے بیٹے یعقوب خان کیساتھ گندمک کے نام سے ایک معاہدہ کیا جس کے تحت یعقوب خان خیبر پور کرم سے دستبردار ہو گیا۔ دوسری طرف سنڈیمین ۹۰-۱۸۸۰ء کے درمیانی عرصہ کے دوران پشین سے آگے ڈوب (فورٹ سنڈیمین) میں ہیڈ کوارٹر قائم کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ اس دوران مغرب کی جانب روس کی وسط ایشیاء ممالک خارا، شمر قند اور تاشقند میں پیش قدمی اور افغان سرحد تک ریلوے لائن بچھانے جیسے منصوبہ سے انگیزوں کو پریشانی لاحق ہو گئی۔ انہوں نے از خود معمر کو حل کرنے کا یہ حل نکالا کہ افغانستان کے ساتھ حد بندی کا تعین کیا جائے۔ وزیرستان میں درہ گول ملٹری لائن اف کمیونیکیشن کے نقطہ نظر سے انگریزوں کیلئے غیر معمولی اہمیت کا حامل تھا اس لئے اس کو آگے ڈوب اور پشین کیساتھ سڑک کے ذریعے ملانے کی منظوری دی گئی۔ یہاں کے بعض سرکردہ قبائل کو مراعات اور لالچ کے ذریعے اعتماد میں لیا گیا۔ بلوچستان میں فارورڈ پولیس کی کامیابی کے بعد وزیرستان میں میں آزمانے کیلئے سنڈیمین کے شاگرد دوس کو پولیٹیکل آفیسر تعینات کر کے بھیجا گیا۔ اس نے ملکان کے ذریعے بالواسطہ حکومت کی سکیم متعارف کروائی۔

ایسے مایوس کن حالات میں اللہ تعالیٰ نے سرزمین وزیرستان کو ایک فرزند عطا کیا جنہوں نے فرنگی کوناکوں چنے چوہا کر سرحد کی تاریخ پر گہرے امنٹ نقوش چھوڑے اس عظیم مجاہد کا نام ملاپانڈہ تھا۔ ان کی قیادت میں محمود غازیوں نے درہ گول میں محکمہ تعمیرات کے افسر کو مار ڈالا۔ گوکہ ملکان نے طرمان کو حکومت کے حوالے کیا مگر آپ نے غداری کرنے والے ملکان کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ سرحدات کے تعین کیلئے وانا میں بوٹری کیمپ پر شب خون مارا۔ ملکان کے ذریعے بالواسطہ حکومت کی سکیم کو نہ صرف ناکامی سے دوچار کیا بلکہ دشمن کو مروجہ ملکی سسٹم میں ردوبدل پر مجبور بھی کیا۔ اس مجاہد کی قیادت میں محمود قبائل نے جو حیران کن اور لازوال کارنامے سرانجام دیئے۔ ان کے بارے میں

بہت سارے مستند لکھنے والے مؤرخین اور محققین نے بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ ڈاکٹر ڈیوس (دی برالم آف نار تھ دیسٹ فر ٹیئر ۱۹۰۱ء)۔ ۱۸۹۰ء اور ڈاکٹر لعل بہا (این ڈبلیو ایف پی ایڈ منسٹریشن انڈر برٹش رول ۱۹۰۱ء) کے پی ایچ ڈی مقالوں میں محمود قبیلہ کے کارناموں کو تمام ممکن پہلو کیساتھ بطور خاص شامل کیا ہے۔ اولف کھرو (گورنر سرحد) اور حوال (پولیسٹیکل ایجنٹ ساؤتھ وزیرستان ایجنسی) نے ملاپاوندہ کی قائدانہ صلاحیتوں اور محمود قبیلہ کے غیر معمولی کردار اور جوانمردی سے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے اور بالخصوص حکومت کے محافظ خانے سامراج کے خلاف محمود قبیلہ کے لازوال کردار اور کارناموں سے بھرے پڑے ہیں۔ مختصر یہ کہ فرنگی راج کے خلاف قبائلی علاقوں میں سب سے پہلی منظم اور ہمہ گیر تحریک ملاپاوندہ کی قیادت میں چلی۔ انہوں نے اپنی تحریک کے دوران اپنے مقاصد کی دوسروں میں کامیاب تبلیغ اور مدد کے حصول کیلئے جن خود ساختہ بلوائی طریقہ ہائے کار کو رو بہ عمل لایا انھوں نے باب میں ان تمام کو تمام تر ممکن تفصیل کیساتھ ریکارڈ پر لانے کی سعی کی گئی ہے۔

انگریز کا خیال تھا کہ ملاپاوندہ کی وفات کے بعد حالات پر سکون رہیں گے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ آپ کے بعد بھی وزیرستان کی مردم خیز مٹی ایسے فرزند پیدا کرے گی جو ان کی آنکھوں میں کانٹے نہیں گے۔ ملاپاوندہ کے انتقال کے بعد آپ کے بیٹے فضل دین کو آپ کا جانشین اور شہزادہ وزیرستان منتخب کیا گیا۔ انہوں نے وزیرستان کے قبائل کو فرنگی کے خلاف جہاد پر متفق کر کے آزادی کی جو شمع ملاپاوندہ نے روشن کی تھی اس کو شہزادہ فضل دین نے گل نہیں ہونے دیا۔ ان کے دور میں بھی بہت دلچسپ اور غیر معمولی واقعات پیش آئے۔ پہلی عالمی جنگ کے باعث قبائلی علاقہ جات اور خاص کر وزیرستان انگریز، ترک، جرمن، مشن، افغان، حکام اور تحریک مجاہدین ہند کے اکابرین کی پروپیگنڈہ سمیت کی آماجگاہ بنا رہا۔ عالمی جنگ کے خاتمے پر انگریزوں کو افغانستان اور پھر وزیرستان میں ذلت آمیز شکستوں کا سامنا کرنا پڑا۔ سامراج نے انتقام کی خاطر محمود قبیلہ کے خلاف ۲۰-۱۹۱۹ء میں ہیبت ناک آپریشنز کا سلسلہ شروع کیا جن میں فریقین کو بے تحاشہ جانی و مالی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ نویں باب میں ان تمام محرکات و واقعات کے پس پردہ عوامل اور بالخصوص فریقین کے طریقہ ہائے ابلاغ کے استعمال اور نتائج کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

اسلام کی سربلندی اور فطری آزادی کو قائم و دائم رکھنے کے سلسلے میں قبائلی علاقہ جات کے مجاہدوں کے ناموں اور کارناموں کی بہت لمبی فہرست ہے مگر ایک مختصر معاشرے کی بھری ہوئی قوتوں کو اکٹھا کرنے اور ایک مرکز پر جمع کرنے کے لئے فقیر ایپی کی تاریخ ساز شخصیت ہماری تاریخ کا روشن باب ہے۔ آپ کی دور رس نگاہیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ اگر دشمن دین نے قدم جمائے تو ان کے تسلط سے یہاں پر بھی قومی اور دینی شناخت کو مٹانے کی کوشش کی جائے گی۔ آپ کو شروع سے فرنگی راج کے خلاف سخت نفرت تھی تاہم بنوں میں زمانہ طالب علمی کے دوران کلمہ شریف کی بے حرمتی پر دشمن کے خلاف جہاد کا نل فیصلہ کیا تھا صرف ایک چنگاری کی ضرورت تھی۔ ۱۹۳۶ء میں بنوں میں اسلام لی لی واقعہ کے باعث مسلمانوں کے دینی جذبات کو شدید دھچکا لگا۔ اس کے نتیجے میں فقیر ایپی ایک مسیحا کی روپ میں ابھرے۔ انہوں نے علماء کرام کے مشورے سے فرنگی پر مداخلت فی الدین کا فتویٰ لگا کر ان کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان کیا۔ ان کی تحریک برصغیر میں سامراج کے خلاف آخری اور ہمہ گیر تحریک تھی۔ جس کے دوران انہوں نے فقیری کے روایتی کردار سے ہٹ کر ایک غیر متند فقیر کا کردار ادا کیا۔ انہوں نے قوت ایمان کے ذریعے اپنے لوگوں کو متحد کیا۔ ان میں دینی جذبہ اور قومی غیرت بیدار کی اور اپنے عقیدت مندوں کی جی داری میں اضافہ نہ صرف فتا کے بعد بقاء کے دائمی پیغام سے کیا۔ بلکہ کامیاب طریقہ ابلاغ کے باعث دشمن کے سارے حربے، پالیسیاں اور غرور کو خاک میں ملا دیا۔

گو کہ فرنگی نے آپ کی سرکوبی کیلئے پچاس ہزار فوج، ٹینک اور بحر ہند گاڑیوں کے علاوہ وسیع پیمانے پر ہوائی جہازوں کو حرکت میں لائے۔ سارے وزیرستان پر ہوائی جہازوں کے ذریعے مسلسل آگ برساتی۔ ہزاروں کی تعداد میں یہاں کے لوگوں کو شہید کیا، ان کے مکانات

مسار کئے، فصلیں اور جنگلات تک کو تباہ و برباد کیا مگر انہیں صفحہ ہستی سے مٹانے یا جھکنے پر مجبور نہ کر سکے۔ وزیرستان یا قبائلی علاقہ کے علاوہ انگریزوں نے عراق کے خلاف ۲۱-۱۹۲۰ء میں، ائیر لینڈ کے خلاف ۲۲-۱۹۱۶ء، فلسطین کے خلاف ۳۹-۱۹۳۶ء اور پھر ۳۸-۱۹۳۶ء، ملیا ۶۰-۱۹۳۸ء، بار فیو ۶۶-۱۹۶۲ء، کینیا ۵-۱۹۵۲ء، ساپرس ۱۹۵۰ء اور ایڈن کے خلاف ۱۹۶۰ء کے دوران تباہ کن جنگیں لڑیں مگر ایلن وارن کی تحقیق کے مطابق وزیرستان میں فقیر ایپی کی قیادت میں جو تحریک چلی گو کہ انگریزوں نے اس کو دبانے کے لئے بے تحاشہ قوت استعمال کی مگر یہی تحریک ان کے لئے آخر کار جنوب ایشیا سے نکالنے کا سبب بنی۔ تاہم اس عظیم جدوجہد کو صحیح تناظر میں منظر عام پر لانے کیلئے ابھی تک کوئی مستند تحقیقی کام نہیں ہوا تھا۔ ایلن وارن نے حال ہی میں ”فقیر ایپی“ اینڈ دی انڈین آزمی کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے مگر انہوں نے بھی سرکاری ریکارڈ کو ہی اہمیت دی ہے مقامی سطح پر لائق شاہ نے پشتو میں ”وزیرستان“ لکھی ہے۔ انہوں نے سارے واقعات کو تھوڑا بہت ترتیب دیا ہے مگر انہوں نے بھی زیادہ تر سرکاری دستاویزات سے ہی استفادہ حاصل کیا ہے۔ اس کے برعکس ”فرنگی راج اور غیر متمند مسلمان“ میں سرکاری دستاویزات اور مستند تاریخی مواد اور تصانیف کے ساتھ ساتھ زیادہ تر فقیر ایپی کے ان دیرینہ ساتھیوں کی ایمان افروز اور اورینٹل معلومات سے استفادہ حاصل کر کے انہیں ترتیب کے ساتھ منظر عام پر لانے کو اولیت دی گئی ہے۔ باب نمبر دس اور گیارہ میں فقیر ایپی اور فرنگی راج کے مابین بے شمار خون آشام معرکوں اور ان کے پس منظر میں طرفین کے طریقہ ہائے بلاغ کو اجاگر کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

فقیر ایپی کی تحریک جہاد فی سبیل اللہ کا امتیازی وصف گوریلا طرز جنگ تھا۔ جس کے بنیادی اصولوں میں گوریلا گروپوں کی سرگرمیوں کو مخفی رکھنا، ان کے منصوبوں کا خفیہ رہنا اور طریقہ کار کا غیر روایتی ہونا شامل تھے۔ آپ کے انتہائی قریبی ساتھیوں نے بتایا کہ فقیر ایپی ہمیشہ تاکید فرماتے کہ دشمن کو ہزاروں چھوٹے چھوٹے زخم لگا کر ناتوان کرو اور انہیں غولی اندازہ تھا کہ گھات لگانے کی چھاپہ مار کاروائیاں، چوری چھپے دشمن کو نقصان پہنچانا، سپلائی کاتوائیوں اور قلعوں پر حملے کرنا، سڑکوں، پلوں اور ٹیلی فون لائنوں کو ناکارہ بنانے ہی میں دراصل کامیابی ہے۔ اس کے علاوہ جہاد فی سبیل اللہ کا عظیم کارنامہ مثالی کامیابی کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچانے میں بلاشبہ آپ کی روحانی کشش کارفرما رہی ہے۔ آپ کی کرشمہ ساز شخصیت کے اتنے ان گنت پہلو ہیں کہ ان کو منظر عام پر لائے بغیر کوئی بھی آپ کی عظیم جدوجہد اور اس کی کامیابی کے پیچھے راز کو صحیح صورت میں سمجھ نہیں سکتا۔ لہذا باب نمبر بارہ اور تیرہ میں آپ کی گوریلا طرز جنگ اور کرامات سے متعلق مختلف پہلو پر ایمان افروز معلومات اور مصدقہ حوالہ جات کی مدد سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ تحقیق کے ابتدائی دنوں میں ناگزیر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کئی بار ایسی صورت حال سے واسطہ پڑتا کہ میں اس کے حل کے بارے میں پریشان ہو جاتا، ایسے موقعوں پر میں نے کئی بار فقیر ایپی کو خواب میں دیکھا ہے جس کے بعد میری پریشانی کا ایسا حل نکل آتا کہ میں اب بھی حیران ہوں کہ وہ مسئلے کیسے حل ہوئے؟

قبائلی علاقہ اور بالخصوص وزیرستان میں آزادی کے مجاہدوں کے ناموں، شہادتوں اور کارناموں کی فہرست بہت لمبی ہے۔ ہر شخص نے اپنی ہمت و قوت کے ذریعے آزادی کو بحال رکھا اور دشمن کے لئے موت کا پیغام بنے رہے۔ یہ سب ہمارے لئے قابل احترام ہیں۔ فقیر ایپی کی تحریک جہاد میں ہزاروں لوگوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ان گنت لوگوں نے بے شمار تکالیف کے باوجود قابل فخر مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ لیکن تاریخ کا ہر طالب علم اس حقیقت سے غولی آگاہ ہے کہ ان سب کارناموں کو ریکارڈ پر لانے کیلئے بے پناہ وسائل اور بہت سارے وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہذا کسی بھی ایک فرد کے لئے یہ ناممکن ہے کہ گیارہ سال کی مسلسل جدوجہد میں شامل تمام افراد تک رسائی کر سکے۔ تاہم میں نے حتی الوسع کوشش کی کہ فقیر ایپی کے تمام دیرینہ زندہ ساتھیوں تک رسائی حاصل کر سکوں۔ امیر صاحب اور الحاج شیر محمد کے تعاون سے میں نے وزیرستان کے تمام دور دراز علاقوں کا دورہ کیا اور ان ساتھیوں کو ملا جو فقیر ایپی کی عظیم جدوجہد اور لازوال تاریخ کا ناگزیر حصہ رہے ہیں۔ آزادی کی اپنی مجاہدوں کی تاریخ پڑھنے سے ہماری ایمانی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ وطن کے ذریعے ذریعے سے محبت پیدا ہوتی ہے اور ان کی تاریخ پڑھنے سے ہمیں اتحاد و اتفاق کا درس ملتا ہے۔ آزادی کے بعد فقیر ایپی جیسے سچے اور کھرے کردار کے حامل شخصیت کی عظیم جدوجہد کو مفاد پرست اور مطلب پرست مخصوص طبقہ نے غلط رنگ دے دیا۔ اس غلط تاثر کو حقائق کی روشنی میں منظر عام پر لانے اور ریکارڈ کو درست

کرنے کی خاطر فقیر ایسی کے سجادہ نشین امیر نیاز علی خان کے ساتھ تفصیلی انٹرویو کا اہتمام کیا گیا۔ علاوہ ازیں پاکستان کی عمومی گھمبیر صورتحال کا پس منظر اس کا سدا باب افغانستان کے پریشان کن حالات اور مستقبل میں قیام امن کے لئے تجاویز اور قبائلی معاشرے کے مختلف پہلو پر تفصیلی گفت و شنید انٹرویو میں شامل ہے۔ باب نمبر ۱۵ میں امیر محترم کا جامع انٹرویو شامل ہے امید ہے اس کے مطالعہ سے قارئین ضرور لطف اندوز ہوں گے باب نمبر سولہ میں پورے تحقیقی مطالعہ کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔

جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ مروجہ فرسودہ نظام نے قبائل کو سیاسی سماجی اور معاشرتی لحاظ سے مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ لہذا اس نظام میں حالات کے مطابق قبائل رسم و رواج کو مد نظر رکھتے ہوئے قبائل ہی کے صلاح و مشورے سے مناسب ترمیمات وقت کی اہم ترین ضرورت ہیں۔ مروجہ ناقص نظام میں اصلاحات کے حوالے ہمارا مقصد قبائلی علاقہ جات میں پولیس کو متعارف کرنا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ ایسی مثبت تبدیلی کے حق میں ہیں جس سے یہاں پر بننے والوں کی زندگی پر خوشگوار اثرات مرتب ہو سکیں۔ باب نمبر ۱۷ میں فانا کی تعمیر و ترقی کی خاطر قانونی، آئینی، معاشی تعلیمی تجاویز کے علاوہ فانا سیکرٹریٹ، صوبائی اسمبلی میں نمائندگی با اختیار فانا کو نسل اور یہاں جمہوری کلچر کے فروغ کے سلسلے میں تجاویز دی گئی ہیں۔ اگر ان تجاویز پر ہمدردانہ غور کر کے عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے تو یقیناً واقعہ ہے کہ فانا کا غیر ترقی یافتہ علاقہ بھی ملک کے دوسروں علاقوں کے برابر آجائے گا۔

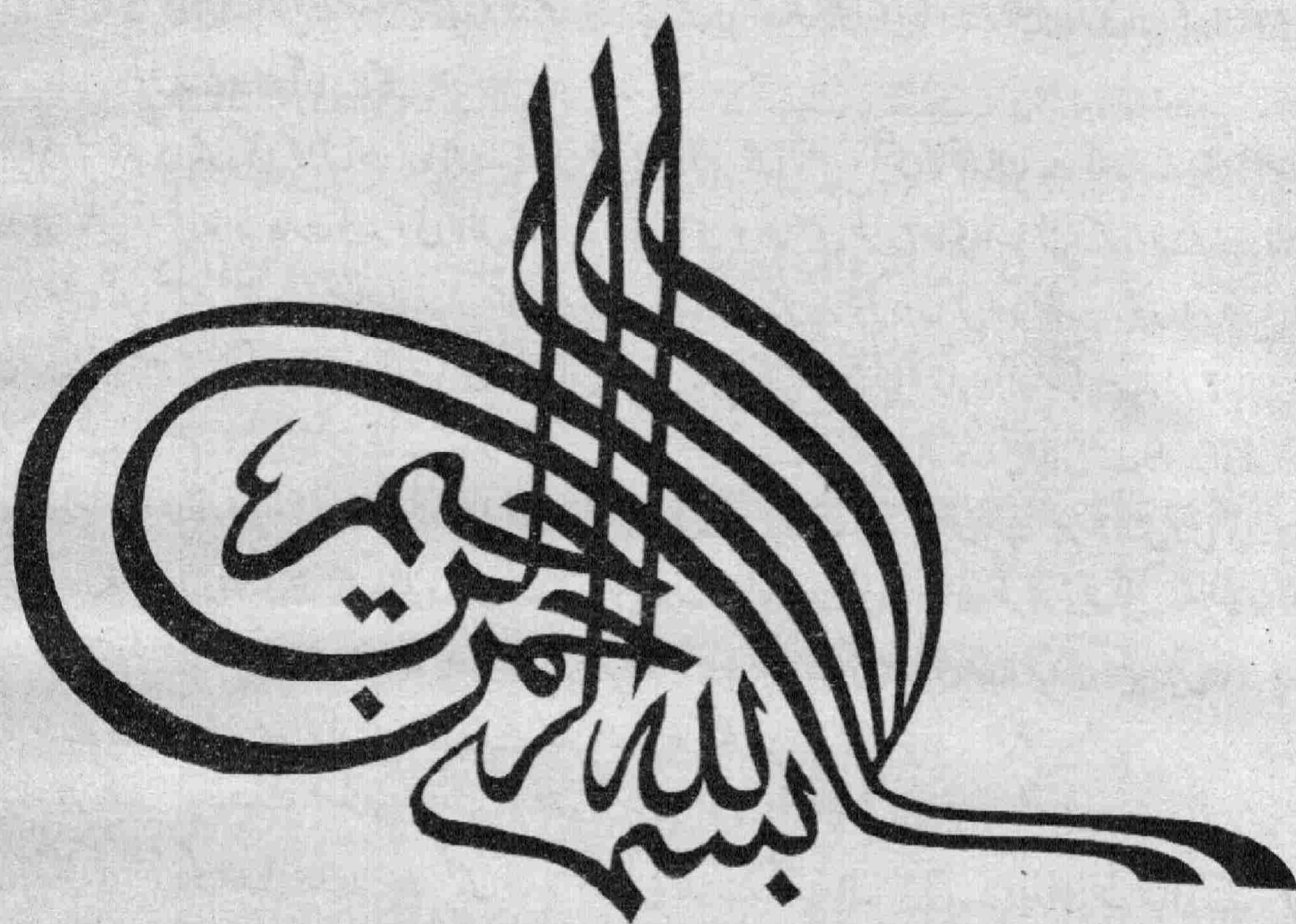
فانا کی پسماندگی میں کئی عوامل کار فرما ہیں۔ عمومی طور پر عوام میں شعور و آگہی کا فقدان ہے ملک کے باقی حصوں میں ہر جگہ پر شیر گروپ موجود ہیں لیکن قبائلی علاقہ جات کی نہ کوئی آواز ہے اور نہ کوئی سیاسی قوت اس طرح سماجی مسائل کے حوالے سے فانا ان گنت مسائل کی آماجگاہ ہے۔ تاہم ان میں تعلیم، صحت، مواصلات اور فلاح و بہبود کے بارے میں درپیش مسائل اور غفلت سنجیدہ اور فوری توجہ کے مستحق ہیں۔ فانا کی عمومی ترقی اور بالخصوص مذکورہ اہم سماجی مسائل اور اصلاح احوال میں ذرائع ابلاغ کیا کردار ادا کر سکتا ہے یا ادا کرنا چاہیے۔ یہ بیادنی نوعیت کا غیر معمولی سوال ہے۔ تاہم فانا میں ابلاغیات کے مؤثر کردار کے لئے ضروری ہے کہ حکام بالا ذرائع ابلاغ سے وابستہ اہلکار اور کنگ جرنلس اور شعبہ ابلاغیات سے وابستہ اساتذہ اور عطیات دینے والے ملک کو کام کریں۔ اس بارے میں تفصیل باب نمبر ۱۸ میں دی گئی ہے۔ جنہیں عملی جامہ پہنانے سے یہاں درپیش فوری نوعیت کے حامل سماجی مسائل حل کرنے یا کم کرنے کی صورت ضرور نکلے گی۔ مزید برآں کتاب کو دلچسپ بنانے کے لئے تمام اہم نوعیت کے حامل علاقے، جہاد کے مراکز اور مشہور شخصیات کی تاریخی تصاویر دی گئیں ہیں تاکہ پڑھ لکھے افراد کے ساتھ ساتھ کم پڑھے لکھے ان پڑھ افراد بھی کتاب سے لطف اندوز ہو سکیں۔

محترم قارئین: بحیثیت مسلمان ہم سب کا عقیدہ ہے کہ صرف قرآن شریف ہی ہر قسم اغلاط سے پاک، جامع اور مکمل کتاب ہے۔ کسی بھی انسانی کوشش کو صد فی صد درست نہیں کہا جاسکتا لیکن میں نے آٹھ سالہ تحقیق کے دوران اللہ تعالیٰ کے فضل سے جس محنت، ہمت اور خلوص سے ایک فرد کی حیثیت سے لاتعداد مشکلات کے باوجود اس کتاب کو مکمل کیا ہے۔ امید واثق ہے آپ اس سے ضرور محفوظ ہو سکیں گے۔ تاہم ایک ضروری عرض یہ ہے کہ کتاب کے بارے میں حتمی رائے قائم کرنے سے پہلے اس کا شروع سے آخر تک ضرور مطالعہ کریں۔ اس کے بعد جو بھی رائے قائم کریں گے یقیناً اس میں حق بجانب ہوں گے۔

ہم سب کا اللہ تعالیٰ حامی ناصر ہو (آمین)

ڈاکٹر محمد نواز خان محسود

نوٹ: اپنی طرف سے حتی الوسع کوشش کے باوجود اگر کوئی غلطی یا خاھی محسوس کی گئی تو برائے کرم اپنی قیمتی آراء سے مستفید فرمائیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر سکوں۔ نیز صفحہ نمبر ۲ لائن نمبر ۱۱ میں ایف آر ڈیرہ میں استراندہ اور بابڑ قبیلے کے نام شامل نہیں تھے اس میں یہ شامل ہیں۔



شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

قبائلی علاقہ جات کا تعارف

شمال مغربی صوبہ سرحد ۳۱ اور ۳۶ ڈگری کے درمیان شمالاً عرض البلد اور ۶۹ اور ۷۴ ڈگری شرقاً طول البلد کے درمیان واقع ہے۔ اسکی لمبائی ۴۰۸ میل اور چوڑائی ۲۷۹ میل ہے۔ کل رقبہ ۳۸۶۶۵ مربع میل ہے۔ اس کے شمال میں باجوڑ سے لیکر جنوب میں وزیرستان تک پھیلی ہوئی پاک افغان سرحد (ڈیورنڈ لائن) کے اس طرف واقع وسیع علاقے کو فیڈرل ایڈمنسٹریٹو ڈیویژن (ڈیویژن) کہتے ہیں۔ یہ علاقہ جات سات اضلاع (ایجنسیوں) پر مشتمل ہیں۔ پشاور، کوہاٹ، بنوں، ٹانک اور ڈیرہ اسماعیل خان کے اضلاع میں سکونت پذیر قبائلی علاقوں کو فرتیئر رجمنٹ (ایف آر) کہتے ہیں۔ ایجنسیوں اور ایف آر میں کوئی فرق نہیں ہے صرف انتظامی سہولیات کی خاطر ان علاقہ جات کو مختلف یونٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایجنسیوں کے انتظامی سربراہ پولیٹیکل ایجنٹ ہوتے ہیں جبکہ ایف آر کے انتظامی اختیارات متعلقہ اضلاع کے ڈپٹی کمشنر کے پاس ہوتے ہیں۔ فانا کا کل رقبہ ۲۲۲۳ مربع کلومیٹر ہے جس میں ۵۱۳۰ مربع کلومیٹر ایف آر کا علاقہ بھی شامل ہے۔ یہ علاقے شمال میں کوہ ہندو کش اور جنوب میں کوہ سلیمان کے درمیان سطح مرتفع سندھ سے ۶۱۰ اور ۱۲۳۴ میٹر کے درمیان بلندی پر واقع ہیں۔ کل رقبہ میں سے ۵۱۸۰ مربع کلومیٹر جو مشکل ایک نسبت چھ بتاتا ہے میدانی علاقہ ہے باقی سارا پہاڑی علاقہ ہے۔ آب و ہوا موسم سرما میں سخت سرد جبکہ موسم گرما میں خوشگوار ہوتی ہے۔ سالانہ اوسط بارش ۶۰۵ اور ۹۰ ملی میٹر کے درمیان ہوتی ہے۔ ننانوے فیصد لوگ خالص دیہاتی طرز زندگی گزار رہے ہیں۔ شرح تعلیم صرف سات فیصد ہے۔ اب تک سماجی اور معاشی لحاظ سے نظر انداز ہونے کی وجہ سے معیار زندگی انتہائی پسماندہ ہے۔ فی کس آمدنی کی شرح انتہائی ناگفتہ بہ ہے (1)۔ ۹۸۔۱۹۹ کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق قبائل کی کل آبادی 3137863 ہے حالانکہ جلدی اور بے قاعدگی سے درج کئے گئے ووٹ تقریباً ۱۱ لاکھ ہیں جو بہت کم ہیں اور ان میں اکثر خواتین کے ووٹ شامل نہیں ہیں۔ فانا کی اصل آبادی بنانے کیلئے صحیح مردم شماری ضروری ہے۔

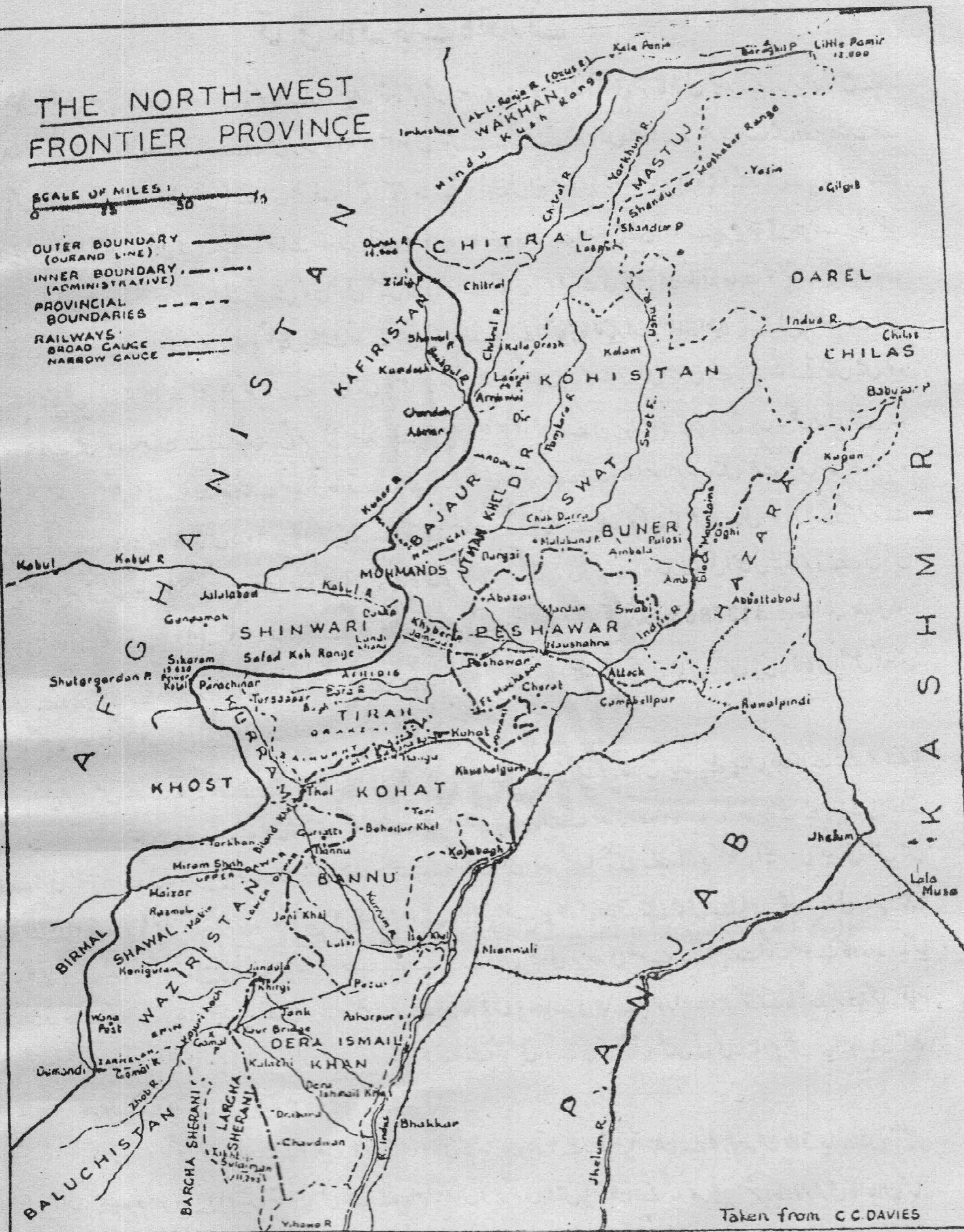
۱۸۳۹ء میں پنجاب میں سکھوں کو شکست دینے کے بعد انگریزوں نے سرحدی قبائل کا رخ کیا۔ پہلے یہاں معاملات طے کرنے یا مشتعل کروپوں کو گرفت میں لانے کے لئے کوئی ایجنسی نہیں تھی۔ کچھ عرصہ تک یہاں کے معاملات نمٹانے کی ذمہ داری ریڈیڈنٹ یا متعلقہ اضلاع کے ڈپٹی کمشنر کو دی گئی۔ ۱۸۷۸ء میں دوسری افغان جنگ کے دوران پہلی دفعہ خیبر ایجنسی کے لئے پولیٹیکل آفیسر کی تعیناتی عمل میں لائی گئی۔ ۱۸۹۲ء میں کرم کو ایجنسی کا درجہ دیا گیا۔ ۱۸۹۵-۹۶ء میں مالاکند (اب سرکاری علاقہ میں شامل ہے) اور شمالی و جنوبی وزیرستان ایجنسیوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ۱۹۰۱ء میں سرحد کو پنجاب سے الگ کر کے شمال مغربی سرحدی صوبے کے نام سے الگ صوبے کا درجہ دیا گیا اور قبائلی علاقہ جات کے لئے چیف کمشنر کو انتظامی سربراہ مقرر کر کے ان علاقوں کو پنجاب کی بجائے براہ راست مرکز کے ماتحت کر دیا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد بھی یہاں کی انتظامی سیاسی اور ترقیاتی صورتحال میں کوئی مثبت تبدیلی لانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ تاہم تین نئی ایجنسیاں ممند ۱۹۵۱ء میں باجوڑ اور اورکزئی ایجنسیاں ۱۹۷۳ء میں قائم ہوئیں۔

فانا کا انتظامی سربراہ گورنر سرحد ہے۔ جو صدر کا ایجنٹ اور وفاق کا نمائندہ ہوتا ہے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد ان علاقہ جات میں متعین افواج واپس بلوائی گئیں۔ نومبر ۱۹۴۷ء میں تمام قبائل نے کھلے عام جلسوں (جرگوں) میں پاکستان کے ساتھ غیر مشروط وفاداری کا اعلان کیا۔ ان علاقوں کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں مخصوص لوگ (ملک حضرات) کو برائے نام نمائندگی کا حق دیا گیا تھا۔ اور پورے پچاس سال بعد ۱۹۹۷ء کے عام انتخابات میں فانا کو پہلی بار حق بالغ رائے دہی دیا گیا۔

THE NORTH-WEST FRONTIER PROVINCE

SCALE OF MILES:
0 15 30

OUTER BOUNDARY (SURROUND LINE)
INNER BOUNDARY (ADMINISTRATIVE)
PROVINCIAL BOUNDARIES
RAILWAYS:
BROAD GAUGE
NARROW GAUGE



Taken from C.C. DAVIES

THE NORTH-WEST FRONTIER PROVINCE

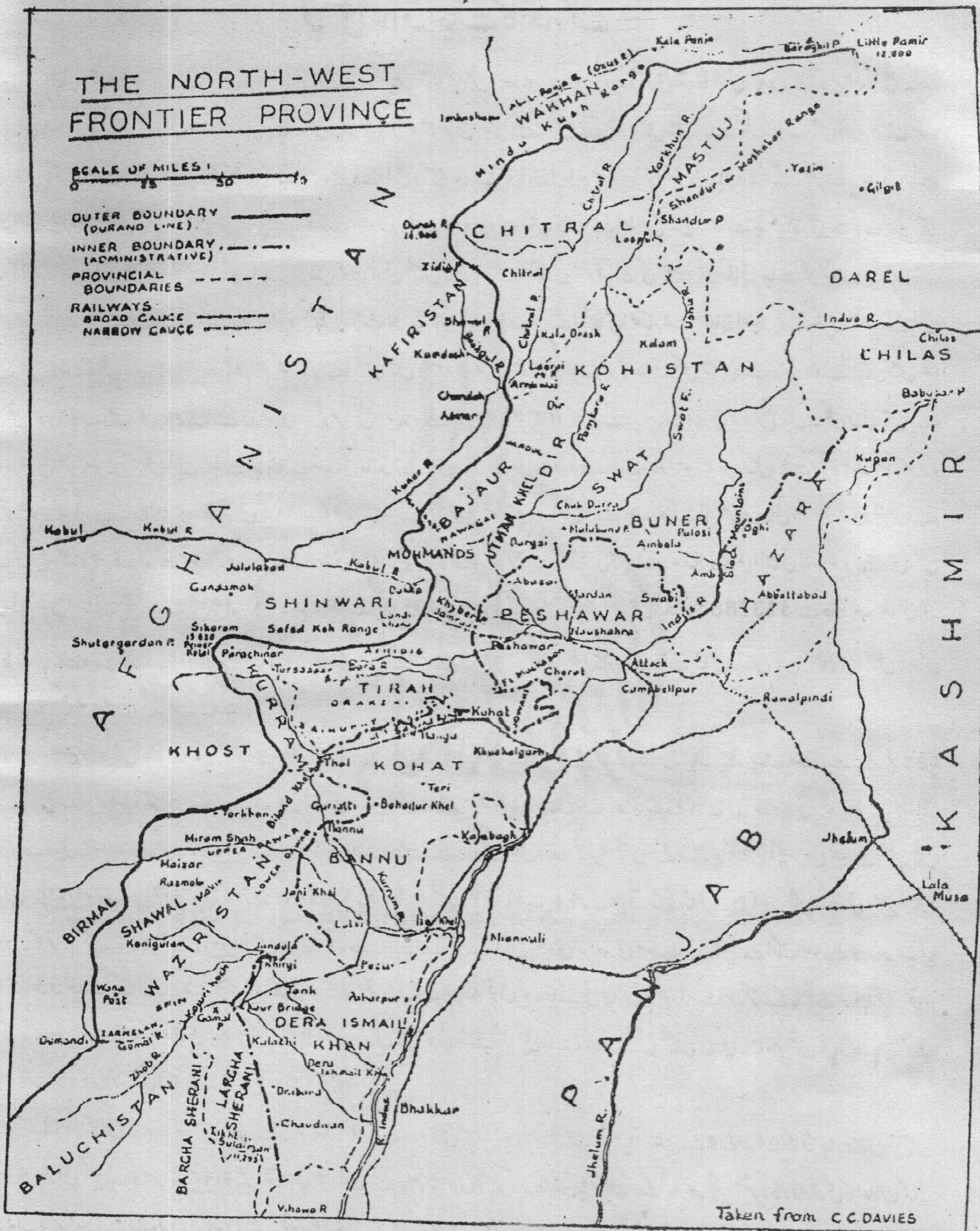
SCALE OF MILES
0 25 50 75

OUTER BOUNDARY (DURAND LINE)

INNER BOUNDARY (ADMINISTRATIVE)

PROVINCIAL BOUNDARIES

RAILWAYS
BROAD GAUGE
NARROW GAUGE



Taken from C.C. DAVIES

۱۹۸۳ء کی مردم شماری کے مطابق ایف آر پشاور کا کل رقبہ ۲۶۲ مربع کلومیٹر اور آبادی ۷۰۰۰۰۰ ۲ ہزار ہے۔ اس میں حسن خیل، جنوں خیل اور جوا کے قبائل آباد ہیں۔ خیبر ایجنسی کا کل رقبہ ۷۷۷ ۲۵ مربع کلومیٹر اور کل آبادی ۲۸۲۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے۔ یہاں ڈکار خیل، قمبر خیل، ملک دین خیل، قمر خیل، کوکی خیل، اکا خیل، آدم خیل اور سپائے کے علاوہ شامانی، ملاگوری اور شنواری قبائل سکونت پذیر ہیں۔ مہمند ایجنسی کا کل رقبہ ۷۷۷ ۲۲۹ مربع کلومیٹر اور آبادی ۱۶۱۰۰۰ ہے۔ یہاں سیفی، مہمند اور اتمان خیل رہے ہیں۔ باجوڑ ایجنسی کا رقبہ ۱۲۹۰ مربع کلومیٹر اور آبادی ۷۷۷ ۵ ہزار ہے۔ اس میں آفریدی کے چھ قبیلے بستی خیل، شیر کی، زار عون خیل، توچر، اخروال اور جوا کے قبائل سکونت پذیر ہیں۔ اورکزئی ایجنسی کا رقبہ ۷۷۷ ۱۵۶ مربع کلومیٹر اور آبادی ۳۵۶۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے۔ یہاں دوہڑے قبیلے اورکزئی اور بگش رہتے ہیں۔ کرم ایجنسی کا رقبہ ۷۷۷ ۳۳۸ مربع کلومیٹر اور آبادی ۲۸۹۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے۔ یہاں توری شیعہ اور بگش (منگل، زدران، خروٹی، غلیزی، مقبل، یزاو، شیعہ) اور یار چکنی سنی، مزوری سنی، علی شیرزی سنی اور زائمشٹ سنی قبیلے آباد ہیں۔ شمالی وزیرستان کا کل رقبہ ۷۷۷ ۴ مربع کلومیٹر اور آبادی ۷۷۷ ۲۳۵۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے۔ یہاں اتمازئی وزیر اور داوڑ کے علاوہ سیدگی، فارسین اور گریز قبیلے سکونت پذیر ہیں۔ جنوبی وزیرستان کا کل رقبہ ۷۷۷ ۶۶۲ مربع کلومیٹر اور آبادی ۷۷۷ ۳۰۸۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے۔ یہاں دوہڑے قبیلے محسود اور احمدزئی وزیر کے علاوہ ارمل (برکی) اور سلیمان خیل قبیلے آباد ہیں۔ ایف آر ڈیرہ اسماعیل خان کا رقبہ ۷۷۷ ۲۳۳۰ مربع کلومیٹر اور آبادی ۷۷۷ ۸۵۰۰۰ پر مشتمل ہے۔ اس میں بیٹنی، شیرانی اور شیخ قبیلے سکونت پذیر ہیں۔ ایف آر بنوں کا رقبہ ۷۷۷ ۸ مربع کلومیٹر اور آبادی ۷۷۷ ۸۰۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے۔ یہاں اتمازئی اور احمدزئی کے علاوہ بیٹنی قبائل آباد ہیں (2)۔

عظیم تر جغرافیہ

جغرافیائی اعتبار سے سرحدی قبائل ایشیاء کے ایک انتہائی اہم اور منفرد خطے میں آباد ہیں۔ یہ سر زمین صرف پاکستان کی شمال مغربی سرحد ہی نہیں بلکہ یہاں چین، روس، افغانستان اور پاکستان کی چار ملکیتیں گلی ملتیں ہیں۔ یہ علاقہ اس اعتبار سے بھی ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے کہ اس میں ایک طرف بلند و بالا پہاڑ اور برف پوش چوٹیاں، خطرناک گلیشیر اور دشوار گزار درے دکھائی دیتے ہیں تو دوسری طرف ریتیلے میدان اور تنگ و گہری وادیاں، بے آب گیاه ویرانے اور نوکیلی چٹانیں بھی موجود ہیں۔ جنگلات کے لحاظ سے بھی یہ علاقے خصوصیت کے حامل ہیں۔ معدنی وسائل، زرمرد، یا قوت اور قیمتی پتھروں کی دولت سے مالا مال ہیں۔ یہاں اگر قدم قدم پر گنگناتے دریا، گیت گاتی ندیاں اور آبشار بناتے پہاڑی نالوں کی موسیقی کانوں میں رس گھولتی ہیں تو وہاں ہیبت ناک پہاڑی سلسلے اژدہا کی طرح منہ کھولے درے اور پر خطر گھاٹیاں قدرت کی شان جلالی کی مظہر بھی ہیں۔ یہاں حرکت، جنگ، قوت اور جہانگیری کا راج ہے اور یہیں سے ہماری تاریخ بھی تہوج و تلاطم سے آشنا ہوتی ہے (3)۔ ان ہی دروں سے قوی و جری فاتحین کے طویل جلوس برآمد ہوتے ہیں۔ جن کے اسمائے گرامی سے تاریخ عالم رنگین ہوتی ہے۔

کوہ ہندوکش کے سلسلے میں درمائے سندھ کے مغرب میں احوال زیر ملاحظہ اور نوٹ کرنا چاہئے۔

جلائی سہری ہیں۔ یہاں برست جنت عورت اور جہا میری کاران ہے اور میں سے ہماری تاریخ ہی موج و تلا م سے اشتاء ہولی ہے (3)۔
ان ہی دروں سے قوی و جری فاتحین کے طویل جلوس برآمد ہوتے ہیں۔ جن کے اسمائے گرامی سے تاریخ عالم رنگین ہوتی ہے۔

پہاڑی سلسلے

کوہ ہندو کشر، کے سلسلے میں، دریا، سندھ کے مغرب میں، جہاں، ذر سوات اور یونہ کے ماڑ ہیں۔ ان کی اوسط بلندی ۱۲ ہزار فٹ

ہے۔ تریچ میر کی مشہور چوٹی سمندر سے ۲۵۲۶۲ فٹ اونچی ہے۔ اکثر کوہ پیماؤں کی ٹیمیں دنیا بھر کے ملکوں سے یہاں آتی رہتی ہیں۔ سوات میں ۸۰۰ فٹ اونچی چوٹی کاچی کوئی بھی کوہ پیماؤں اور مہم بازوں کے لئے بے حد دلچسپی کا باعث ہے۔ ان سلسلوں کے ڈھلوانوں پر چیر، صنوبر اور دیودار کے سد اہمار جنگلات ہیں۔ کوہ سلیمان اور کوہ سفید کے پہاڑی سلسلے شمال میں دریائے کابل سے لے کر جنوب میں بلوچستان تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی اوسط لمبائی آٹھ ہزار فٹ ہے۔ سب سے اونچی چوٹی وزیرستان میں پیر غل (پریغل) ۱۱۵۵۶ فٹ ہے اور اس سے جنوب مشرق میں تخت سلیمان ۱۱۲۹۵ فٹ بلند ہے۔ یہ پہاڑی سلسلے پاکستان اور افغانستان کے درمیان حد فاصل کا کام دیتے ہیں۔ کوہ سفید پاراچنار کے مغرب میں واقع ہے جہاں سے ٹری منگل اور دوسرے مقامات سے افغانستان کے صوبے خوست اور غزنی کو راستے نکلتے ہیں (4)۔ وہ سلیمان کا سلسلہ وسیع معنوں میں شمال اور جنوب مشرق میں پھیلا ہوا ہے۔

مشہور درے

بلند پہاڑوں کے درمیان تنگ گزر گاہوں کو درے کہتے ہیں۔ آریا، یونانی، ترک، تاتار، مغل اور درانی تہذیبوں کے کارروان قبائلی پہاڑی دروں سے ہو کر میدانی علاقوں تک پہنچتے رہے۔ ان ہی دروں نے برصغیر کی تاریخی تشکیل میں وہ کردار ادا کیا جو کسی اور مقام کو نصیب نہیں ہو سکا۔ درہ لواری پتہ رال اور ترکستان کی جانب صوبہ سرحد میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ یہ کافی بلندی پر واقع ہے اور تیز ہوائیں چلنے کی وجہ سے بڑا دشوار گزار ہے۔ درہ مالا کنڈ وادی مردان کا شمالی دروازہ ہے۔ یونان کے سکندر اعظم اور دوسرے حملہ آوروں نے برصغیر پہنچنے کے لئے اسی درے کو استعمال کیا تھا۔ مالا کنڈ کے مشرق میں مردان کے اوپر درہ اہیلہ واقع ہے۔ ۱۸۶۳ء میں یہاں فرنگی اور قبائل کے مابین خون آشام معرکہ رونے کے باعث تاریخ میں اس درے کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ اسکے جنوب میں برصغیر کی تاریخ میں مشہور ترین درہ خیبر ہے۔ یہ بھرود کے مقام سے شروع ہو کر ۳۲ میل تک دشوار گزار اور تنگ گھاٹیوں سے ہوتا ہوا ڈک کے مقام پر ختم ہوتا ہے۔ اس درے کے نام پر سارے علاقے کو خیبر ایجنسی کہا جاتا ہے۔ ۱۹۲۵ء میں یہاں ریلوے لائن بچھائی گئی۔ اس درے نے سکندر اعظم، تیمور بابا، محمود غزنوی، محمود غوری، احمد شاہ ابدالی، سکھ اور انگریزوں کی کافی فوجی مہمات دیکھیں (5)۔ درہ کرم کوہاٹ سے افغانستان کے صوبے خوست اور غزنی جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ یہاں مختلف قدیم باشندوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ یہ درہ صدیوں سے ہندوستان اور افغانستان کے درمیان آمد و رفت کا ذریعہ رہا ہے۔ محمود غزنوی اس درے کے ذریعے ہندوستان میں وارد ہوا تھا۔ درہ ٹوچی شمالی وزیرستان میں ہے۔ انگریز کے ہاں اس درے کی بڑی اہمیت تھی۔ مغرب کی جانب حفاظت کی خاطر یہاں جگہ جگہ سیمنٹ کے بلاک نصب کئے گئے ہیں۔ غزنی اور خوست سے بنوں، میانوالی اور ملتان جانے والے قافلے یہی راستہ اختیار کیا کرتے تھے۔ محمود غزنوی نے اس درے کے ذریعے ملتان پر چڑھائی کی تھی۔

جنوبی وزیرستان کے جنوب میں درہ گومل ہے۔ جس کو افغانستان اور ہندوستان کے درمیان قدیم تجارتی شاہراہ کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ یہ نسبتاً کم اونچے پہاڑوں میں واقع ہے اسی لئے سال بھر کھلا رہتا ہے۔ پاونڈہ یا خانہ بدوش افغان باشندوں کی آمد و رفت کا بڑا راستہ یہی درہ ہے (6)۔ ۱۹۷۱ء میں ڈیرہ اسماعیل خان میں یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس درے کی نسبت اس کا نام گومل یونیورسٹی رکھا گیا۔ ان دروں کے ذریعے حملہ آوروں کے ساتھ وہ مبلغین اسلام بھی آئے جنہوں نے کفر زار ہند میں اسلام کی شمع روشن کی۔ ان دروں نے کئی قوموں کا عروج و زوال دیکھا اور برصغیر کی تاریخ اور تہذیب و تمدن کو متاثر کیا۔

مشہور دریا

صوبہ سرحد کے شمال میں دریائے سوات ہے جس کی اونچائی سطح سمندر سے قریباً ۱۰ ہزار فٹ ہے۔ راستے میں بہت ساری ندیاں اس کی معاون بن کر منگورہ کے مقام پر اسے خاصا چوڑا اور گہرا کر دیتی ہیں۔ مٹ خیلہ کے پاس امان درہ ہیڈورکس سے نہر نکالی گئی ہے۔ نوشہرہ اور اکوڑہ

خٹک سے بہتا ہوا قلعہ اٹک کے پاس دریائے سندھ میں جاگرتا ہے۔ اس کے کل دورے کا چکر ۴۰۰ میل ہے۔ سوات کے جنوب میں مورہ کی پہاڑوں میں سے دریائے کلپانی نکلتا ہے۔ پانزے کے نواح میں دوسری ندیاں اس کی معاون بنتی ہیں۔ یہ ضلع مردان کی زرعی خوشحالی کا ضامن ہے۔ نوشہرہ چھاؤنی کے بالمقابل دریائے سندھ میں جاگرتا ہے۔ کابل سے ۴۵ میل مغرب میں سرچشمہ کے مقام سے دریائے کابل نکلتا ہے۔ پاکستانی حدود میں ور سک کے مقام پر اس پر بہت بڑا ڈیم تعمیر کیا گیا ہے۔ آبپاشی کے لئے دوسریں نکالی گئیں ہیں۔ یہاں بڑی مقدار میں بجلی پیدا ہوتی ہے۔ قلعہ اٹک سے کچھ اوپر دریائے سندھ سے جاملتا ہے۔ اس کا کل چکر ۳۱۶ میل ہے۔ خیبر کے جنوب میں تیراہ کی دلکش وادیوں میں سے بہتا ہوا دریائے باڑہ ہے۔ اس کا پانی بے حد صحت بخش اور میٹھا ہے۔ مغل اور سکھ حکمران یہاں سے کنستروں میں پانی بھر کر لاہور لے جایا کرتے تھے۔ یہ باڑہ سے شمال میں دو میل کے فاصلے پر دریائے کابل میں گرتا ہے۔ اس کا کل چکر ۱۰۰ میل ہے (7)۔

اس طرح تیراہ کی وادی خاکی سے کوہاٹ توئی نکلتا ہے۔ ہنگو اور کوہاٹ کے علاقوں کے سرود کے باعث اور کھیتوں کی شادابی اس کی مرہون منت ہے۔ اس کی کل لمبائی ۱۴۵ میل ہے۔ تیراہ اور اورکزئی کے پہاڑوں سے سری توئی نکلتا ہے جو میرانڑی کی بالائی وادی میں آبپاشی کا وسیلہ ہے۔ مزید جنوب میں سندھیر کے سلسلہ کوہ سے دریائے کرم نکلتا ہے جو خراجی کے مقام پر پاکستانی علاقہ میں داخل ہوتا ہے۔ یہ پاڑا چنار کی بارہ میل چوڑی وادی میں ہر قسم کے پھلوں، سبزیوں اور فصلوں کی شادابی کا باعث ہے۔ بنوں کے شمال میں کرم گڑھی کے مقام پر سکیم ورکس ہے جہاں بجلی پیدا ہوتی ہے اور آبپاشی کے لئے نہر بھی نکالی گئی ہے۔ لکی مردت کے پاس دریائے ٹوچی سے آن مٹتا ہے۔ اس کا کل چکر ۹۵ میل ہے۔ اس کے جنوب میں دریائے ٹوچی ہے۔ جو کوہ سلیمان کے مشرقی ڈھلوانوں سے نکلتا ہے۔ مقامی لوگ کہیں کہیں پر اس کے پانی کو روک کر اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں۔ (حال ہی میں حکومت نے اس کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے ڈیم بنانے کی غرض سے شمالی وزیرستان کے ماسٹر پلان میں شامل کیا گیا ہے) لکی کے پاس دریائے سندھ میں گرتا ہے اس کی کل لمبائی ۱۵۰ میل ہے۔ دریائے گول وزیرستان کے جنوب میں کوہ سلیمان کے کم اونچے پہاڑوں سے نکل کر وزیرستان میں بہتا ہوا ڈیرہ اسماعیل خان کے قریب دریائے سندھ میں جاگرتا ہے (8)۔ علاقہ گول میں مرتضیٰ کے مقام پر ۱۹۶۵ء میں ڈیم بنانے کی غرض سے اس پر کافی کام ہو چکا ہے۔ اس ڈیم کی تعمیر سے بجلی کے علاوہ ٹانک اور لن ڈیرہ اسماعیل خان اور پیزو تک لاکھوں ایکڑ بخر اراضی پر سبز انقلاب آجائے گا۔

پہاڑوں کے یہ دریا میدانی دریاؤں کی نسبت بڑے دلچسپ اور دلکش ہیں۔ پہاڑوں میں پیچ کھاتے، آبشار بناتے اور گیت گاتے اپنا سفر بے کرتے ہیں جس کو دیکھنے سے شکوہ و جلال کا احساس ہوتا ہے۔ اکثر دریاؤں کا بہاؤ وادیوں میں ہے۔ یہ دریا قدیم تہذیبوں کا آثار قدیمہ ہیں جن کے مطالعے سے انسان کا تاریخی شعور پیدا ہوتا ہے۔

آب و ہوا اور فصلیں

قبائلی سرزمین کی آب و ہوا اور ماحول کی تبدیلیاں انتہاء کو پہنچی ہوئی ہیں۔ سردی اور موسم بہار میں نشیبی وادیاں اور میدان اپنی دلکشی میں جواب نہیں دیتے سردیوں کی دھوپ پیاری لگتی ہے۔ مختلف موسموں میں سبوں اور بو کے کھیت گنے اور مکئی کی فصلیں دیہات کی خوشحالی ظاہر کرتی ہیں۔ گرمی میں ذریں وادیاں تکلیف دہ ہوتی ہیں۔ موسم کی سختی سے چند گھنٹوں کا سفر طے کرنے والا عاجز انسان جن پہاڑی سبزہ زاروں اور ٹھنڈی چھاؤں کے علاقے میں پہنچ جاتا ہے تو وہاں انگلستان کی گرمی کے موسم کا لطف لے سکتا ہے (9)۔ پہاڑی سلسلوں پر مشتمل یہ علاقے سردی میں نہایت ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ بیشتر پہاڑ جنگلات سے ڈھکے رہتے ہیں جہاں دسمبر سے مارچ تک شدید برف باری ہوتی ہے۔ یہاں کی آب و ہوا معتدل ہوتی ہے۔ انتہائی جنوب مغرب اور انتہائی شمال مغرب کی جانب واقع علاقے سردی میں بخارستہ ہوائیں چلنے کے باعث ناقابل برداشت حد تک سردی کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ دسمبر سے مارچ تک معمولی سے ردوبدل کے ساتھ یہی موسم برقرار رہتا ہے۔ اپریل

اور مئی میں موسم نہایت خوشگوار ہوتا ہے۔ جون سے بارشوں کا سلسلہ شروع ہو کر ستمبر تک چلتا ہے۔ ہوا میں نمی کم رہتی ہے۔ اکتوبر اور نومبر میں موسم صاف رہتا ہے، دن کے وقت ہلکی سی گرمی جبکہ صبح و شام اور رات کو خوشگوار سردی پڑتی ہے۔

یہاں مجموعی طور پر ۸۰ فیصد علاقہ زرعی اجناس کی کاشت کا قابل نہیں ہے، بقیہ علاقہ اعلیٰ پیداواری صلاحیت کا حامل ہے۔ تاہم شدید موسمی حالات، زلزلے اور سائل میں کمی، بنیادی سہولیات کا فقدان اور دشوار حالات زندگی قبائل کے سماجی اور معاشی ارتقاء میں حائل رہے ہیں۔ گندم اور مکئی یہاں کی مشہور فصلیں ہیں (10)۔ گندم کی کاشت اکتوبر اور نومبر میں کی جاتی ہے، جون میں کٹائی شروع ہو جاتی ہے۔ مکئی جولائی میں کاشت کی جاتی ہے، ستمبر میں کٹائی شروع ہو جاتی ہے۔ دیگر اہم فصلوں میں باجرہ، جوار، چاول اور تمباکو وغیرہ شامل ہیں۔

انتظامی صورت حال

انگریزوں نے سرحدی باشندوں کا جذبہ حریت دبانے اور انہیں اپنا مطیع بنانے کے لئے ہر ممکن تدابیر اختیار کیں۔ مگر یہاں کی مجاہدانہ فطرت کے باعث قبائلی باشندوں کو فرنگی چالیں رام نہ کر سکیں۔ چنانچہ تحریک و ترغیب کے تمام حربے آزمانے کے بعد انگریزوں نے قبائلی باشندوں کے خلاف تشدد برپا کرنے کی راہ بھی ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا شروع کی۔ بربریت کی اس پالیسی کے تحت لارڈ کرزن نے ۱۹۰۱ء میں سرحد کو پنجاب سے الگ کر کے یہاں کا انتظام براہ راست مرکزی حکومت کے ہاتھ میں دے دیا۔ یہاں پر فریئر کرائمنٹریگولیشنز (ایف سی آر) کے نام سے جابرانہ قوانین نافذ کر دیئے۔ ان قوانین کے تحت سرحدی حکام کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ ان علاقہ جات کے لوگوں کو کچل کر رکھ دیں۔ دنیا کی آئینی تاریخ میں یہ ضوابط کالے قوانین کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے ذریعے یہاں عوام پر ظلم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور سرحدی زمین ظلم و بربریت کی تاریکی میں ڈوب گئی (11)۔

ان کے سر آگے کا نام نہ لیا جاتا

آر) کے نام سے جابرانہ قوانین نافذ کر دیئے۔ ان قوانین کے تحت سرحدی حکام کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ ان علاقہ جات کے لوگوں کو پکچل کر رکھ دیں۔ دنیا کی آئینی تاریخ میں یہ ضوابط کالے قوانین کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے ذریعے یہاں عوام پر ظلم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور سرحدی زمین ظلم و بربریت کی تاریکی میں ڈوب گئی (11)۔

ایف سی آر کی اہم دفعات

ان قوانین کی دفعہ ۱۱ شق نمبر ۲ کے تحت ملزم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے خلاف تحقیقات کرنے والے جرگہ کے رکن یا ارکان کے خلاف اعتراض کرے اور پولیٹیکل ایجنٹ ملزم کے اعتراض کی روشنی میں نئے جرگے کی تشکیل عمل میں لائے۔ مگر عملی طور پر ملزم کو یہ حق نہیں دیا جاتا۔ دفعہ ۲۱ کے تحت اگر کوئی فرقہ یا قبیلہ یا اس کا کوئی فرد حکومت کے کسی اہلکار کی مخالفت کرے یا عداوت رکھے تو پولیٹیکل ایجنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس قبیلہ کا فرد یا افراد جہاں کہیں ملے فوری طور پر گرفتار کر کے ان کی جائیداد ضبط کر لی جائے۔ دفعہ ۳۴ شق نمبر ۱ کے تحت پولیٹیکل انتظامیہ کو ہر وہ مکان یا عمارت مسمار کرنے کا اختیار ہے جو چور یا اغواء کنندگان ملاقات یا اڈے کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور شق نمبر ۲ کے تحت اس قسم کے مسمار شدہ مکانات کے مالکان کسی معاوضے یا تلافی کے حقدار نہیں ہوتے۔ دفعہ ۴۰ کے تحت ایسا فرد یا افراد جن سے قتل یا اقدام قتل یا لوگوں کو حکومت کے خلاف بغاوت پر اکسانے کے جرم کے ارتکاب کا اندیشہ ہو تو پولیٹیکل ایجنٹ کو یہ اختیار ہے کہ جرائم کی سطح کنی اور حکومت کے خلاف نفرت پھیلانے کے امکانات کو ختم کرنے کے لئے وہ جس شخص یا اشخاص سے چاہے نیک چلنی کی ضمانت حاصل کرے۔ اس دفعہ کو نہایت مبہم رکھا گیا ہے اور کوئی بھی فرد ارتکاب جرم سے قبل ہی شک کی بناء پر گرفتار کیا جاسکتا ہے۔ اس دفعہ کے تحت بہت سارے لوگوں کو تنگ کیا گیا بلکہ اب بھی تنگ کیا جا رہا ہے۔ اس لئے عام لوگ ایف سی آر کو ۴۰ ایف سی آر بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح ان قوانین کی دفعہ ۵۶ کے تحت پولیٹیکل ایجنٹ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ جرگہ کی سفارشات اور خود اپنی تسلی کے بعد ڈگری یا سزا کے فیصلے میں کسی شخص پر جو جرمانہ عائد کرے وہ جرمانہ اس شخص کے دیگر رشتہ داروں یا متعلقہ خیل کی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد سے وصول کرے۔ اس دفعہ کے ذریعے کئی لوگوں کی جائیدادیں ضبط کی گئیں۔ دفعہ ۶۰ کے تحت پولیٹیکل ایجنٹ کے کسی فیصلے (ڈگری) یا حکم کے خلاف نہ کسی دیوانی یا فوجداری عدالت میں اپیل دائر کی جاسکتی ہے اور نہ ہی کوئی اعتراض کر سکتا ہے (12)۔

جرائم سرحدی قواعد کا ابتدائی خاکہ حکومت پنجاب نے ۱۸۷۲ء میں تیار کیا تھا۔ ۱۸۸۸ء اور ۱۹۰۱ء میں بالترتیب دوبارہ اس پر نظر ثانی کی گئی۔ ان ضابطوں کے تحت پولیٹیکل ایجنٹ کو اختیارات حاصل ہیں کہ دیوانی اور فوجداری دونوں نوعیت کے معاملات کو جرگہ کے حوالے کر دیں۔ زیر انتظام علاقوں کے علاوہ قبائلی علاقہ جات میں بھی ”جرگہ“ معاملات اور انصاف کا روایتی طریقہ چلا آ رہا تھا۔ لہذا فرنگی حکومت نے قبائلی علاقوں میں یہی طریقہ رائج کیا۔ دیوانی مقدمات میں اگر پولیٹیکل ایجنٹ کو کہیں امن عامہ میں خلل پڑنے کا خطرہ نظر آتا تو اس صورت میں وہ معاملے کو ہزرگوں کی کونسل (جرگہ) جو تین چار افراد پر مشتمل ہوتی تھی کے پاس تحقیقات اور رپورٹ کی غرض سے بھیج دیتا تھا۔ جرگہ کی رپورٹ کے مطابق وہ قانونی ڈگری صادر کر دیتا تھا۔ وہ اگر چاہتے تو مقدمے کو دوبارہ کسی دوسرے جرگے کے حوالے کر سکتا تھا اور فیصلے میں اپنی منشاء کے مطابق کمی پیشی بھی کر سکتا تھا۔ فوجداری مقدمات میں زیادہ سے زیادہ چودہ سال قید با مشقت یا عمر بھر کی سزا شامل تھی۔ پولیٹیکل ایجنٹ کے فیصلے کے خلاف اعلیٰ عدالتوں میں کوئی اپیل نہیں کی جاسکتی تھی۔ چیف کمشنر کو نظر ثانی کے لئے درخواست دی جاسکتی تھی (13)۔ یہی پرانا طریقہ کار اب بھی رو بہ عمل ہے۔

پولیٹیکل ایجنٹ کا کردار

قبائلی علاقہ جات میں پولیٹیکل ایجنٹ کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ حکومت کے خصوصی نمائندے کی حیثیت سے وہ ایجنسی کا انتظامی سربراہ ہوتا ہے۔ فرنٹیر کور اور خاصہ دار فورس ان کی پولیس ہوتی ہے۔ یہاں عوامی نمائندگی نہ ہونے کے باعث وہ غیر معمولی اختیارات کا مالک ہوتا ہے۔ انتظامات کے سلسلے میں اس کی ذاتی شخصیت اور قبیلوں کے ملک حضرات کے ساتھ تعلقات کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ ان کی اہم ذمہ داریوں میں شاہراہوں کی حفاظت اور ایجنسی میں امن عامہ کی فضاء برقرار رکھنا شامل ہے۔ ایجنسی میں تمام ترقیاتی سرگرمیوں اور دیگر شعبہ جات کی کارکردگی میں اس کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔ وہ کسی کو بھی خان یا لنگی دار بنا سکتا ہے۔ مقامی لیوی یا خاصہ دار فورس میں کسی کو بھرتی کر سکتا ہے، روزمرہ کے معاملات میں منظور نظر افراد کو پرمٹ اور آزاد علاقہ میں ضرورت کی اشیاء لے جانے کے لئے پرچیاں جاری کرتا ہے جو مارکیٹ میں منگے داموں فروخت ہوتی ہیں۔ دیہی ترقی کے پراجیکٹ ڈائریکٹر کی حیثیت سے ترقیاتی سکیموں کی منظوری دے سکتا ہے۔ ضرورت یا خطرے کے وقت فوج اور ہوائی جہاز استعمال کر سکتا ہے۔ زیادہ اختیارات کے باعث ان کو صاحب یا ایجنسی کا بادشاہ بھی کہتے ہیں (14)۔ تاہم آج کل تسلیم اور شعور میں اضافے کی وجہ سے اس کے غلط اقدامات کو نشانہ تنقید بھی بنایا جاتا ہے۔

علاقائی دفاع کی مشترکہ ذمہ داری

تمام قبائلی علاقہ جات کے انتظامات ”علاقائی دفاع کی مشترکہ ذمہ داری“ کے تصور کے تحت چلائے جا رہے ہیں۔ یعنی قبائلی علاقہ سے جس حصہ میں جب کوئی برہمن کسی سے سرزد ہو جاتا ہے تو اس زمین کے مالک فرد یا افراد یا پورا قبیلہ اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے۔ شاہراہ (سڑک) پر جب کوئی شخص یا شخص کسی جرم کا ارتکاب کرتے ہیں تو پولیٹیکل ایجنٹ متعلقہ ملکیت کے حامل قبیلہ کے سبھی افراد کو گرفتار کرتے ہیں ان کا کاروبار بند کر دیا جاتا ہے اور ہر قسم کی گاڑیاں ضبط کر لی جاتی ہیں۔

اجتماعی ذمہ داری کے اس تصور پر ایک ادارے (ملک سسٹم) کے ذریعے عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ معاملات کی صورت میں متعلقہ خیل یا قبیلہ اور حکومت کے درمیان ترجمانی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ انتظامیہ ان کی خدمات کے صلے میں مالی فائدہ دیتی ہے۔ انگریز کے وقت جو ملک زیادہ موثر طریقے سے خدمات سرانجام دیتے تھے زیر انتظام علاقوں میں زرعی زمین یا تجارتی پلاٹس بطور تحفہ حاصل کرتے تھے۔ اندرونی طور پر یہاں ہر قسم کے معاملات مقامی رسم و رواج کے مطابق نمٹائے جاتے ہیں، مگر سرکاری مشینری کے خلاف کسی جرم کی صورت میں مجرم کی گرفتاری اور انہیں سزا دینے کی خاطر اس کے متعلقہ خیل اور قبیلہ کے لوگوں کو حراست میں لیا جاتا ہے۔

قبائلی علاقہ جات بشمول فرنٹیر ریجن میں ملکوں کی کل تعداد تیس ہزار سے تجاوز کر گئی ہے۔ ممنداجنسی میں ۹۰۵۰۰ کرم اجنسی میں ۵۰۷ اور کڑی اجنسی میں ۱۴۴۹ شمالی وزیرستان اجنسی میں ۱۴۵۰ جنوبی وزیرستان اجنسی میں ۱۱۵۵ باجوڑ اجنسی میں ۷۰۲۲ خیبر اجنسی میں ۴۱۵۸ اور فرنٹیر ریجن میں ملکوں کی کل تعداد ۵۰۶۱۵ ہے (15)۔ ہم وقت کے ساتھ ساتھ پولیٹیکل انتظامیہ کی مرضی سے ان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت قبائلی علاقہ جات میں ملکوں کی کل تعداد ۳۴۰۰۰ ہزار سے زیادہ ہے۔

تحفظ عامہ کی ذمہ داری

اس کا تعلق خاصہ دار فورس سے ہے۔ سڑکوں کی حفاظت اور امن و امان کی فضاء برقرار رکھنے کی خاطر مقامی لوگوں کی خدمات کو بروئے کار لانا اس فورس کے قیام کے اہم ترین مقاصد تھے۔ انگریزوں نے اپنے مفادات کے حصول کی خاطر مقامی لوگوں میں حرص و لالچ پیدا کر کے اپنا ہمنوا بنانے کیلئے اس فورس کے قیام کو ایک حربے کے طور پر بھی استعمال کیا۔ جب کبھی غیر معمولی شخصیات کے قبائلی علاقہ جات کے دورے کا پروگرام طے پاتا ہے۔ تو خاصہ دار متعلقہ علاقے کی حفاظت کی خاطر اہم چوٹیوں پر قبضہ کر کے شاہراہوں کی نگرانی پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ اگر انکی معینہ حدود ذمہ داری کے اندر کوئی جرم سرزد ہو جائے تو خاصہ دار پولیٹیکل انتظامیہ کو جرمانہ ادا کرتے ہیں۔ ان کی کل تعداد ۱۲۰۸۰ ہے، خیبر اجنسی میں ۲۴۵۰ باجوڑ اجنسی میں ۱۰۰ ممند میں ۲۰۱۹ جنوبی وزیرستان میں ۳۳۸۶ شمالی وزیرستان میں ۲۹۶۲ اور کڑی اجنسی میں ۵۹۳ اور کرم میں بالترتیب ۵۷۰ خاصہ دار ہیں (16)۔ بعض علاقوں مثلاً باجوڑ، ممند اور کرم اجنسی میں لیوی فورس بھی خاصہ دار کے شانہ بعانہ فرائض سرانجام دے رہی ہے۔

فرنٹیر ملیشیاء

۱۹۰۱ء میں صوبہ سرحد کے قیام کے ساتھ ہی قبائلی علاقوں میں فوج کی مدد کے لئے اس فورس کا قیام روپہ عمل میں لایا گیا۔ آزادی کے بعد جب قبائلی علاقہ جات سے فوج واپس بلوائی گئی تو امن و عامہ اور بالخصوص حادثاتی صورت میں حالات سے عہدہ بردار ہونے کے لئے یہاں کے تمام اہم مقامات میں ان کے ناموں کی نسبت ملیشیاء فورس کو تعینات کیا گیا۔ ساؤتھ وزیرستان سکواڈس وانا میں شوال سکواڈس رزمک میں ٹوچی سکواڈس میرانشاہ میں کرم ملیشیاء پاڑاچنار میں خیبر رائل انفنٹری کوئل میں باجوڑ سکواڈس کھر میں اور ممند رائل انفنٹری غیلانے میں تعینات کیا گیا۔ مذکورہ مقاصد کی تکمیل کی خاطر ایف آر پشاور، کوہاٹ، بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان میں متعلقہ اضلاع کے ڈپٹی کمشنر کی مدد کے لئے فرنٹیر کانسٹیبلری (ایف سی) کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ فرنٹیر ملیشیاء کو گوریلا طرز کی تربیت دی جاتی ہے۔ انکا کمانڈر فوج کے بریگیڈیئر کے برابر ہوتا ہے (17)۔ اس فورس میں قبائلی نوجوانوں کو بھرتی کیا جاتا ہے اور اس کو ہر اجنسی کی علاقائی حدود کے تقاضوں کے مطابق تقسیم کیا گیا ہے۔

فرنٹیر کانسٹیبلری

پہلی بار اس فورس کا قیام حدود مقاصد کے تحت عمل میں لایا گیا تھا۔ ۱۹۱۳ء میں اس کی از سر نو تنظیم کی گئی اور فرنٹیر فورس کی بجائے فرنٹیر کانسٹیبلری کا نام دیا گیا۔ ۱۹۲۶ء میں اس کی دوبارہ تنظیم نو کی گئی۔ یہ ایک خود مختار سول آرم فورس ہے اس کا سربراہ کمانڈنٹ ہوتا ہے۔ اس فورس کا صدر دفتر پشاور میں ہے۔ اس کی تنظیم پلاٹون طرز پر ہوتی ہے۔ اس کو تمام اضلاع میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ فورس آپس میں رابطوں کے تبادلے کے لئے سنگل مثلاً جھنڈا، لیمپ، شیشہ اور وائر لیس استعمال کرتی ہے۔ اس کی ذمہ داری پولیس جیسی نہیں ہے تاہم اس کی اہم ذمہ داری مقامی آبادی کو قبائلی رہزنوں کی لوٹ مار سے محفوظ رکھنے میں مدد دینا ہے (18)۔ ضرورت کے وقت دوسرے مقاصد کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۱۹۷۳ء کا آئین اور فاٹا

پارلیمنٹ کا کوئی ایکٹ فاٹا کے کسی بھی علاقہ میں لاگو نہیں ہوتا۔ ۱۹۷۳ء آئین کے آرٹیکل ۲۳۷ قبائلی علاقوں کے انتظامات کی یوں وضاحت کرتا ہے۔

☆ دستور کے تابع وفاق کا علامہ اختیار مرکز کے زیر انتظام قبائلی علاقوں پر وسعت پذیر ہو گا اور کسی صورت کا علامہ اختیار اس میں شامل صوبے کے زیر انتظام قبائلی علاقوں پر وسعت پذیر ہو گا۔

☆ صدر وفاق کسی صوبے میں شامل علاقوں کے کسی حصے سے متعلق اس صوبے کے گورنر کو ایسی ہدایت دے سکے گا جو ضروری خیال کریں۔

☆ پارلیمنٹ کا کوئی ایکٹ کسی قبائلی علاقے یا اس کے کسی حصہ پر لاگو نہیں ہو گا جب تک اس صوبے کا گورنر صدر کی منظوری سے اس طرح ہدایت نہ دے۔

☆ دستور میں شامل کسی امر کے باوجود صدر پارلیمنٹ کے اختیارات قانون سازی کے اندر کسی معاملے سے متعلق اور گورنر صدر کے ماقبل منظوری صوبائی اسمبلی کے اختیارات قانون سازی کے کسی معاملے سے متعلق قبائلی علاقہ میں امن عامہ اور بہتر نظم و نسق کے لئے ضوابط واضح کر سکے گا۔

☆ صدر کی بھلی وقت فرمان کے ذریعے ہدایت دے سکے گا کہ قبائلی علاقے یا کوئی علاقہ قبائلی علاقہ نہ رہے گا لیکن اس سے قبل اس طریقے سے جو وہ مناسب سمجھے متعلقہ عوام کی رائے معلوم کرے گا۔

☆ کسی قبائلی علاقے سے متعلق دستور کے تحت نہ عدالت عظمیٰ اور نہ عدالت عالیہ اپنا اختیار استعمال کر سکے گی تاوقتیکہ پارلیمنٹ بذریعہ قانون یا صورت دیگر حکم نہ دے (19)۔

ان دفعات کی روشنی میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ قومی اسمبلی اور سینٹ میں قبائلی علاقوں کے آٹھ آٹھ نمائندے جس طرح چاہیں گے قوانین بنا سکیں گے کیونکہ ان قوانین کے مثبت یا منفی اثرات ان علاقوں پر کسی بھی صورت مرتب نہیں ہوں گے جہاں کی وہ نمائندگی کر رہے ہیں۔ ۱۹۷۳ء آئین کے تحت پاکستان چار صوبوں اور قبائلی علاقہ جات پر مشتمل ریاست ہے لیکن اس کے باوجود قبائلی علاقوں پر پارلیمنٹ کے بنائے گئے قوانین لاگو نہیں ہوتے اور نہ ہی یہ علاقے کسی عدالت کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔ صدر علامہ احکامات جاری کر سکتے ہیں لیکن سیاسی مصلحتوں کی بناء پر ایسا نہیں ہو پاتا۔

دراصل اس سارے ڈرامے میں (ڈیوائڈ اینڈ رول) پالیسی کا بنیادی کردار رہا ہے جس کے ذریعے فرنگی ہمارے ہی لوگوں میں سے محض کوڑا خرید دوست بنا لیتے تھے۔ جنہیں ملک خان اور سردار کے القاب سے نوازا جاتا تھا۔ اس کے برعکس جن لوگوں نے فرنگی کی غلامی قبول کرنے کی بجائے وقار کے ساتھ زندہ رہنے اور عزت کی موت مرنے پر ترجیح دے کر جہاد کا راستہ اختیار کیا انہیں ڈاکو، چور، رہزن اور وحشی قرار دیا گیا۔ پھر ان پر ایف سی آر کے نام سے ناقابل تصور حد تک انسانیت سوز قانون لاگو کیا۔ اس قانون کو جنگ کی حالت میں ایک تصور کے ساتھ نافذ کیا گیا تھا۔ یعنی آزادی کی خاطر ہتھیار اٹھانے والوں کو آہنی ہاتھوں سے کچل دیا جاتا تھا جبکہ دشمن کی طرف داری کرنے والوں کو انعامات سے نوازا دیا جاتا تھا۔ میر جعفر اور میر صادق کو تاریخ نے ان کے کردار کی وجہ سے غدار کہا۔ مگر وہی کردار ادا کرنے والوں کو ہمارے ہاں معززین سمجھا جا رہا ہے۔ آج بھی وہ پہلے کی طرح سیاہ و سفید کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ مزید یہ کہ یہاں امن و امان کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے ان سے متعلق صوبائی اسمبلی بعض وزراء نے ۲۶ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو بحث کرتے ہوئے کہا ”جب پشاور یا صوبے کے کسے حصے سے گاڑیاں یا افراد کو اغواء کر کے قبائلی علاقہ

☆ کسی قبائلی علاقے سے متعلق دستور کے تحت نہ عدالت عظمیٰ اور نہ عدالت عالیہ اپنا اختیار استعمال کر سکے گی تاوقتیکہ پارلیمنٹ بذریعہ قانون یا بصورت دیگر حکم نہ دے (19)۔

ان دفعات کی روشنی میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ قومی اسمبلی اور سینٹ میں قبائلی علاقوں کے آٹھ آٹھ نمائندے جس طرح چاہیں گے قوانین بنا سکیں گے کیونکہ ان قوانین کے مثبت یا منفی اثرات ان علاقوں پر کسی بھی صورت مرتب نہیں ہوں گے جہاں کی وہ نمائندگی کر رہے ہیں۔ ۱۹۷۳ء آئین کے تحت پاکستان چار صوبوں اور قبائلی علاقہ جات پر مشتمل ریاست ہے لیکن اس کے باوجود قبائلی علاقوں پر پارلیمنٹ کے بنائے گئے قوانین لاگو نہیں ہوتے اور نہ ہی یہ علاقے کسی عدالت کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔ صدر عاملانہ احکامات جاری کر سکتے ہیں لیکن سیاسی مصلحتوں کی بناء پر ایسا نہیں ہو پاتا۔

دراصل اس سارے ڈرامے میں (ڈیوائڈ اینڈ رول) پالیسی کا بنیادی کردار رہا ہے جس کے ذریعے فرنگی ہمارے ہی لوگوں میں سے بعض کو زر خرید دوست بنا لیتے تھے۔ جنہیں ملک خان اور سردار کے القاب سے نوازا جاتا تھا۔ اس کے برعکس جن لوگوں نے فرنگی کی غلامی قبول کرنے کی بجائے وقار کے ساتھ زندہ رہنے اور عزت کی موت مرنے پر ترجیح دے کر جہاد کا راستہ اختیار کیا انہیں ڈاکو، چور، زہرن اور وحشی قرار دیا گیا۔ ویکران پر ایف سی آر کے نام سے ناقابل تصور حد تک انسانیت سوز قانون لاگو کیا۔ اس قانون کو جنگ کی حالت میں ایک تصور کے ساتھ نافذ کیا گیا تھا۔ یعنی آزادی کی خاطر ہتھیار اٹھانے والوں کو آہستی ہاتھوں سے پکڑ دیا جاتا تھا جبکہ دشمن کی طرف داری کرنے والوں کو انعامات سے نوازا دیا جاتا تھا۔ میر جعفر اور میر صادق کو تاریخ نے ان کے کردار کی وجہ سے غدار کہا۔ مگر وہی کردار ادا کرنے والوں کو ہمارے ہاں معززین سمجھا جا رہا ہے۔ آج بھی وہ پہلے کی طرح سیاہ و سفید کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ مزید یہ کہ یہاں امن و امان کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے ان سے متعلق صوبائی اسمبلی میں بعض وزراء نے ۲۶ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو بحث کرتے ہوئے کہا ”جب پشاور یا صوبے کے کسے حصے سے گاڑیاں یا افراد کو اغواء کر کے قبائلی علاقہ

میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ تو اس میں پولیٹیکل حکام کا ہاتھ ہوتا ہے جبکہ حکومت کی جانب سے دباؤ کے نتیجے میں پولیٹیکل حکام فریقین میں مک مکاوت رائج دیتے ہیں۔ گاڑیاں اور افراد کے اغواء میں پولیٹیکل انتظامیہ ملوث ہوتی ہے۔ ان کے خلاف کارروائی کی جائے اور یہاں کے مغویان کو جس علاقے سے برآمد کیا جائے وہاں کے ملکوں کو گرفتار کر کے شری جیلوں میں بند کر دیا جائے اور ان کی پگڑی ختم کر دی جائے (20)۔

قبائلی علاقہ جات میں خواتین کے علاوہ پیشہ ور مجرموں کو بھی سکول ڈپنسریاں جمع جملہ نوکریاں رشوت کے طور پر دی جاتی ہیں اور دوسرے بے روزگار نوجوان ان مجرموں کی شان و شوکت دیکھ کر ان کی تقلید کرنے لگتے ہیں جس سے امن عامہ میں خلل پڑتا ہے اور پھر امن کے نام پر ایف سی آر کے اندھا دھند استعمال سے عام لوگوں کی زندگی اجیرن بنا دی جاتی ہے۔ پولیٹیکل حکام اپنے فعل کو قانون سے ہم آہنگ بنانے کی خاطر جرمہ کی تشکیل عمل میں لاتے ہیں۔ مگر جرمہ کے سامنے ملزم کے بیان کو صحیح صورت میں پیش ہی نہیں کیا جاتا۔ جرمہ ارکان کے پولیٹیکل ایجنٹ کے ساتھ مالی مفادات وابستہ ہوتے ہیں۔ اس لئے سرکار کے یہ جرمہ بہت پیچیدہ معاملات کو پولیٹیکل حکام کی خواہشات کے عین مطابق آنا فائصل کر کے انگوٹھے لگا دیتے ہیں۔ نتیجتاً سزا یافتہ افراد قید کاٹنے اور جرمانہ ادا کرنے کے بعد جرمہ کے ارکان کو اپنی سزا کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اور پھر انتقام لینے کے لئے لامتناہی سلسلے شروع ہو جاتے ہیں جو پشت در پشت قتل و غارت کا موجب بنتے ہیں۔

سیاسی صورتحال

مسلمانان سرحد نے آزادی کے وقت ریفرنڈم کے ذریعے پاکستان میں شمولیت کر کے اپنے لئے ایک آزاد اسلامی مملکت میں رہنا پسند کیا۔ سرحدی اضلاع کے عوام اپنا تاریخی کردار ادا کر چکے تو قبائلی سرحد کی طرف نگاہیں اٹھنے لگیں۔ قائد اعظم نے ۳۱ جولائی ۱۹۴۷ء کو روزنامہ ”ڈان“ میں ایک بیان کے ذریعے اہل سرحد اور بالخصوص قبائلی عوام سے اپیل کی کہ وہ ماضی کے تلخ واقعات کو بھلا کر حکومت پاکستان کا ہاتھ مضبوط کریں تاکہ ہم سب مل کر پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی اور جمہوری مملکت بنائیں۔ قائد کے اس اعلان پر پتہ چلا کہ وزیرستان تک قبائلی جرمہ کے علاقے گئے اور ۷ نومبر ۱۹۴۷ء کو انہوں نے پاکستان سے وفاداری کا اعلان کیا۔ اس طرح ڈیورنڈ لائن کے اس طرف تمام علاقے پاکستان کی عملداری میں شامل ہو گئے۔ ۷ اپریل ۱۹۴۸ء کو قائد اعظم نے پشاور میں قبائلیوں کی قربانی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ ”پاکستان کے لئے جنگ میں آپ نے جو کردار ادا کیا ہے اس کے لئے شکر گزار ہوں۔ آپ کے اظہار وفاداری، قول اور اقرار کے پیش نظر ہم نے قبائلی علاقوں سے تمام افواج واپس بلالی ہیں جس سے ظاہر ہے کہ ہم آپ پر مکمل بھروسہ رکھتے ہیں“ (21)۔

مگر بد قسمتی سے قائد اعظم کے انتقال کے بعد ملک میں جمہوری حکومتوں سے زیادہ مارشل لاء رہا۔ بھٹو حکومت گرچہ معروف جمہوری عمل کے تحت وجود میں آئی تھی لیکن اس کا پس منظر انتہائی بھیاںک رہا۔ کیونکہ بھٹو پاکستان کے دو لخت ہونے کے بعد برسرِ اقتدار آئے۔ نتیجتاً بقیہ پاکستان شدید سیاسی ہرجان میں مبتلا تھا۔ بھٹو کے دور حکومت میں قبائلی علاقہ جات کی خاص مثبت تبدیلی سے بہرہ ور نہ ہو سکے تاہم بھٹو نے ان علاقوں کی معاشی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے یہاں کے نوجوانوں کو بیرون ملک روزگار فراہم کرنے میں حکومتی سطح پر اہم کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں عمومی بیداری کے لئے اقدامات کی کوششیں بھی کی گئیں لیکن سیاسی قانونی اور انتظامی ڈھانچے میں خاطر خواہ تبدیلی نہ لانے کے سبب مجموعی صورتحال جوں کی توں رہی۔ ۷۹ء کے بعد ضیاء الحق کا طویل مارشل لاء کا دور رہا۔ ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۳ء تک چار مرتبہ انتخابات کرائے گئے مگر ماضی کی طرح ہر بار قبائلی عوام کو ملک کے سیاسی و جمہوری نظام میں شرکت کے بنیادی حق سے محروم رکھا گیا۔ ویسے تو قومی اسمبلی اور سینٹ میں قبائلی علاقوں کے لئے آٹھ آٹھ نمائندوں کا کوٹہ مختص ہے۔ لیکن ووٹ کا حق بہت ہی محدود تعداد میں صرف ملکوں کو حاصل تھا۔ اس لئے محدود حلقہ انتخاب کی وجہ سے ووٹوں کی خرید و فروخت یہاں کا معمول بن چکا تھا۔ کروڑوں روپے خرچ کر کے جب کوئی قبائلی رکن اسمبلی میں پہنچتا تھا تو اسے اپنے علاقے کے مسائل کی بجائے اپنی لگائی ہوئی رقم سے دس گنا وصول کرنے کی فکر ہوتی تھی

اور دولت اکٹھی کرنے کے لئے تمام جائز و ناجائز ذرائع استعمال کرتے تھے۔ یوں یہاں کی پسماندگی میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ تاہم وقت اور حالات کے تقاضے بڑی تیزی سے بدل رہے ہیں۔ یہاں کے عوام میں اب سیاسی بیداری کی نئی لہر اٹھ رہی ہے۔ گزشتہ ایک عشرہ سے یہ مسئلہ نہ صرف پریس کا موضوع بنا ہوا ہے بلکہ ۱۹۹۲ء میں سینٹ میں اس پر بحث بھی ہو چکی ہے۔

سینٹ میں بحث

مارچ ۱۹۹۲ء میں قبائلی علاقوں سے متعلق تحریک کے محرک ڈاکٹر محمد رحمان نے کہا کہ قبائلی علاقوں کے تمام بالغ لوگوں کو ووٹ کا حق دیا جانا چاہیے کیونکہ آئین ان کے اس حق کی ضمانت دیتا ہے۔ پولیٹیکل ایجنٹ کو عملاً ایک بادشاہ کے اختیارات حاصل ہیں اور اس کے فیصلے کو عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ سینٹر اخوندزادہ میرہور سعید نے کہا کہ قبائلی علاقوں میں سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دی جانی چاہیے اور صوبے کے گورنر اور پولیٹیکل ایجنٹ کے اختیارات کو کم کیا جانا چاہیے۔ مروجہ نظام فرسودہ ہے محل اور ازکار رفتہ ہے اسے فوری طور پر تبدیل کیا جانا چاہیے۔ سینٹر فرید اللہ نے کہا کہ ۱۹۴۷ء میں فانا کی آبادی بلوچستان کے برابر تھی۔ ۱۹۷۰ء میں ۲۶ لاکھ بتائی گئی جبکہ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری میں یہ آبادی کم کر کے ۲۲ لاکھ بتائی گئی۔ اس لئے یہاں درست اور دیانت دارانہ مردم شماری کر کے ایسے اقدامات کئے جائیں جن کے نتیجے میں سیاسی اصلاحات نافذ کی جاسکیں۔ جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے کہا کہ قبائلی علاقوں کے عوام بنیادی حقوق سے محروم ہیں۔ انہیں یہ حقوق دینے کے لئے اگر آئین میں ترمیم بھی کرنی پڑے تو کی جانی چاہیے۔ قبائلی ملکوں اور فانا کے قانون سازوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے پولیٹیکل ایجنٹ کو خوش رکھنا پڑتا ہے اس لئے فانا کے عوام کی سیاسی تربیت کرنا کوئی بری بات نہیں ہے۔ آخر میں سابق وزیر برائے قبائلی امور سردار یعقوب خان ناصر نے ایوان کو بتایا کہ وزیراعظم نواز شریف نے کچھ عرصہ قبل قبائلی علاقوں میں سیاسی اصلاحات کی تجاویز کی غرض سے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے۔ حکومت کی خواہش ہے کہ قبائلی علاقوں میں جمہوری اصلاحات نافذ کی جاسکیں (22)۔

۱۹۹۳ء کے انتخابات سے پہلے ان پسماندہ علاقوں کے عوام کی جمہوری نظام میں شرکت سے متعلق آئے دن قومی پریس میں گرما گرم بیانات آتے رہے اور عام انتخابات سے قبل پیپلز پارٹی نے اپنے منشور میں قبائلی عوام کو بالغ رائے دہی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ انتخابات کے بعد جب بے نظیر اقدار میں آئیں تو قبائلی عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی مگر یہ خوشی اس وقت عارضی ثابت ہوئی جب ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو لنڈی کوتل میں قبائلی عوام پر عوامی وزیراعظم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کے وقت لاٹھی چارج کیا گیا اور عوام کی خواہش کے برعکس وزیراعظم نے جرگہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ”ہم قبائلی عوام کو حق رائے دہی کے ذریعے ووٹ کا حق دینا چاہتے ہیں۔ ہم نے شمالی علاقہ جات کو آئینی پیچ دیا ہے اور اب یہاں کے عوام کے لئے بھی ایک ایسا ہی پیچ دینا چاہتے ہیں جس کے لئے ایک کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔“

اس سے پہلے صدر مملکت نے ۱۰ اپریل ۱۹۹۴ء کو خیبر ایجنسی میں قبائلی جرگہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا ”موجودہ دور جمہوریت کا دور ہے لہذا ہماری کوشش ہے کہ قبائلی علاقوں میں ہندو متجمہوریت لائی جائے۔ قبائل پر کوئی بھی فیصلہ زبردستی مسلط نہیں کیا جائے گا۔ قبائلی علاقوں کو ترقی یافتہ علاقوں کے برابر لانا ہماری آئینی ذمہ داری ہے۔ جو حکومت کم ترقی یافتہ علاقوں کو نظر انداز کرے وہ اپنی ذمہ داری سے انحراف کی مجرم قرار پائے گی۔ قبائلی علاقوں میں جمہوریت سے پہلے تمام لوگوں سے مشورہ کیا جائے گا اس کے بعد فیصلہ ہوگا چونکہ مشورہ کے بعد جو بھی فیصلہ ہوگا دیرپا ثابت ہوگا“ (23)۔

صدر صاحب کے مذکورہ بیان پر ہمارے ملک کے ایک سینئر صحافی ارشاد احمد خان حقانی نے ”جنگ“ میں ۱۴ اپریل ۱۹۹۴ء کو تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

قبائلی علاقہ جات میں جمہوریت کے حوالے سے جب مشورے اور عمومی رائے کی بات کی جائے تو ذہنوں میں کچھ خدشات

اور شبہات پیدا ہونا فطری بات ہے ہمیں معلوم نہیں کہ صدر صاحب نے کن طبقوں سے اتفاق رائے کی بات کی ہے۔ ان

علاقوں میں صرف دو طبقے ہیں محروم اور محکوم طبقے دوسرے مراعات یافتہ حاکم اور بالائی طبقے ان دونوں کے مفادات اور ترجیحات الگ الگ ہیں۔ ایک کے لئے جو پسندیدہ خوراک ہے دوسرے کے لئے زہر قاتل ہے۔ ان دو طبقوں کے درمیان جمہوریت کے نفاذ کے حوالے سے اتفاق رائے کس طرح ممکن ہے؟ محروم طبقے بالغ رائے دہی کے طالب ہیں اور گذشتہ ۴۷ سال سے محروم چلے آ رہے ہیں۔ سردار اور ملک کبھی نہیں چاہیں گے کہ ووٹ کا حق ایک عام قبائلی کو دیا جائے۔ اگر حکومت ان مختلف طبقوں کے درمیان اتفاق رائے کے حصول تک جمہوریت کا نفاذ مؤخر کرنا چاہتی ہے تو شاید اس اتفاق رائے کی منزل مستقبل قریب میں نہ آ سکے۔ آپ ان کی پس ماندگی دور کرنا چاہتے ہیں اور ایسا کرنے کو ایک آئینی ذمہ داری سمجھتے ہیں تو پھر انتظار کس بات کا ہے۔ بسم اللہ کیجئے اور مطلوبہ قانون سازی کے لئے قدم اٹھا دیجئے۔ اتفاق رائے اچھی بات ہے لیکن ظالم مظلوم، حاکم محکوم کے درمیان اتفاق رائے کس طرح پیدا کیا جاسکتا ہے۔ پھر بھی اگر ایسا ممکن ہے تو بلا تاخیر اس کی کوشش کر کے دیکھئے۔ لیکن مراعات یافتہ طبقے کو آپ نے ویڈیو کا حق دے رکھا تو اتفاق رائے کی منزل کبھی نہیں آئے گی۔ وزیراعظم بھی پشاور میں ایک قبائلی دربار سے خطاب کے دوران یہاں انتخابی اور قانونی اصلاحات کا اعلان کرنے میں ناکام رہی تھی۔ اب صدر نے بھی اتفاق رائے کی شرط لگا کر مستقبل میں اصلاح احوال کی امیدوں پر اوس ڈال دی ہے۔ ماضی کے حکمران بھی سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے قبائلی علاقوں میں جمہوریت نافذ کرنے میں ناکام رہے اگر موجودہ حکومت بھی اس طرح ناکام رہی تو اسے جمہوریت پسند کا دعویٰ کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچے گا۔ کوئی بھی سیاسی حکومت انتخابی اور سیاسی مصلحتوں سے کلی طور پر بے پرواہ نہیں ہو سکتی۔ لیکن ان مصلحتوں کو پاؤں کی زنجیر بنا لیں اور ان کی وجہ سے اپنے بیان کردہ اصولوں کو پس پشت ڈالنا اصول لوگوں کا کام نہیں۔ اصل چیز دعویٰ نہیں عمل ہے۔ اگر بے نظیر حکومت اپنی موجودہ مدت اقتدار میں قبائلی علاقوں میں اصلاحات نافذ نہ کر سکی تو یہ انتہائی مایوسی اور افسوس کی بات ہوگی اور صرف ان علاقوں کے عوام مایوس نہیں ہوں گے پاکستان کے عوام کو بھی کو مایوسی ہوگی (24)۔

یاد رہے یہ ۱۹۹۶ء کے عام انتخابات سے پہلی کی صورت حال کا اجمالی خاکہ پیش کرنا مقصود تھا۔

ترقیاتی صورتحال

قبائلی علاقوں کا ترقیاتی اور غیر ترقیاتی بجٹ وفاقی حکومت برداشت کرتی ہے۔ مگر عملاً یہاں کا انتظام صوبہ سرحد کی حکومت چلا رہی ہے۔ آئین کے تحت صوبہ سرحد کا گورنر ان علاقوں کے لئے صدر کے ایجنٹ کی حیثیت سے وفاقی حکومت کی نمائندگی کرتا ہے۔ گورنر کو ان علاقوں کا نظم و ضبط چلانے کے لئے علیحدہ انتظامیہ مہیا نہیں کی گئی۔ لہذا سرحد حکومت ہی عملاً ان علاقوں کی نظم و نسق چلاتی ہے۔ اور وفاق کا عمل دخل صرف مالی وسائل مہیا کرنے تک محدود رہتا ہے۔ قانون کے نفاذ اور مالی امور میں یہاں کے انتظامی افسر کو ہمارے صدر اور وزیراعظم سے زیادہ اختیارات حاصل ہیں کیونکہ وہ کسی ادارے کے سامنے جوابدہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ علاقے بہت ہی غیر ترقی یافتہ ہیں مگر پھر بھی نوکر شاہی کیلئے سب سے پسندیدہ مقامات ہیں۔ ان علاقوں میں تعیناتی کیلئے جس گٹھ جوڑ اور حکمت عملی کے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں ان کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ یہاں پر کی جانے والی بدعنوانیوں سے متعلق روزنامہ ”مشرق“ نے ۲۸ مارچ ۱۹۹۶ء کو ایک تفصیلی رپورٹ میں انکشاف کیا کہ ”حال ہی میں بین الاقوامی سمگلروں اور پاک افغان سرحد پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے مابین باقاعدہ معاہدہ طے پایا ہے جس کے تحت افغانستان سے غرگئی کے راستے اونٹوں کے ذریعے سامان پاکستانی حدود میں داخل کیا جاتا ہے جبکہ انڈری کنڈو میں یہ مال ٹرکوں میں لا کر کم شلمان، ملاگوری اور ور سک کے راستے سے ہوتا ہوا کارخانوں کی مارکیٹ حیات آباد پہنچایا جاتا ہے جس کے عوض قانون نافذ کرنے والے ادارے ۲۵ ہزار فی ٹرک معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق اس دھندے میں طورخم کے مقام پر متعین ملیشیاء کے اہلکار اور انٹیلی جنس اداروں کے اہلکار بھی شامل ہیں جن کا کہنا ہے کہ اس بھتہ میں اسلام آباد اور بالا حصار کے اعلیٰ افسران کو بھی حصہ دیا جاتا ہے۔ روزانہ ۲۰۰ کے لگ بھگ ٹرک باڑہ مارکیٹوں تک پہنچ رہے ہیں اور ۲۵ ہزار روپے فی ٹرک وصول کیا جاتا ہے۔ اس طرح روزانہ ۶۰ سے ۷۰ کروڑ مالیت کا سامان

کارخانوں کی مارکیٹوں میں پہنچ رہا ہے جہاں باقاعدہ پولیس کے اعلیٰ افسران کی زیر نگرانی ٹرک خالی کئے جاتے ہیں۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۹۹۵ء میں قبائلی علاقہ جات میں کسٹم ایکٹ کے نفاذ سے افغانستان کے راستے غیر ملکی اشیاء کی سمگلنگ کا سلسلہ اس لئے ختم کیا گیا کہ یہاں سے لوگ ان سہولیات سے نہ صرف محروم ہو جائیں بلکہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ناجائز کمائی کے ذرائع بھی وسیع ہو جائیں۔ علاوہ ازیں مذکورہ اخبار کی ۱۴ اپریل کی اشاعت میں لطیف آفریدی سابق ایم این اے نے اپنے انٹرویو میں الزام عائد کیا کہ سابق پی اے خیبر ایجنسی امجد خان نے تبدیلی کے وقت محمد ڈیپازٹ سے چار کروڑ روپے نکلوائے اور پی اے جنوبی وزیرستان ایجنسی خضر حیات تبدیلی کے وقت ۷۲ لاکھ روپے اپنے ساتھ لے گئے۔ مزید برآں یہاں سمگلنگ اور عام اشیاء لانے اور لے جانے کے لئے جو مختلف خود ساختہ قواعد بنائے گئے ہیں اس سے ایک دن میں کروڑوں روپے بٹورے جاتے ہیں۔ ترقیاتی سکیمیں سکول، ہسپتال، ٹیوب ویلز وغیرہ کھلم کھلا پچی جاتی ہیں۔ ان سکیموں کے اجراء سے ایک فرد کو مالی فوائد حاصل ہوتے ہیں لیکن اس کے مجموعی فوائد سے دیگر پوری آبادی محروم رہ جاتی ہے۔ سکول اور ڈپنٹریاں تو کافی بنی ہوئیں ہیں لیکن عملاً یہ چند مخصوص افراد کے حجرے بنے ہوئے ہیں (25)۔ روزمرہ استعمال کی اشیاء غلہ، چینی، گڑ، گھی، جانور اور اسی طرح کی دوسری چیزیں لے جانے کے لئے مقامی افسروں سے پرچی لینی پڑتی ہے۔ جس کی قیمت ڈالر سے کم نہیں ہے۔ یہ پرچیاں پولیٹیکل حکام کے دلال کو دی جاتی ہیں۔

گو کہ باشعور طبقہ ان علاقوں میں اصلاحات کیلئے آواز اٹھاتا ہے۔ لیکن اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہاں کا نظام بہترین ہے۔ یہ مشورہ وہ افراد دیتے ہیں جنہیں راہداری، پرمٹ، پرچیاں اور خفیہ فنڈز جنے وسائل مہیا ہیں۔ اس امتیازی سلوک کی وجہ سے یہ علاقے نہ صرف سمگلنگ، ہیروئن، گاڑیوں کی چوری اور اغواء برائے تاوان جیسے گھناؤنے جرائم کے اڈے بن چکے ہیں بلکہ یہ علاقے ملک کے دوسرے حصوں میں ہمیشہ بری نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ صوبہ سرحد کی حکومت ان علاقوں کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی مخالفت کرتی ہے۔ یہاں ترقیاتی کاموں کے لئے جو قوم و فاقی حکومت مہیا کرتی ہے وہ زیادہ تر خورد برد کی نذر ہو جاتی ہیں۔ اس وجہ سے یہ علاقے پسماندہ ہیں۔ ان کو دیگر علاقوں کے برابر ترقی دینے کے لئے اربوں روپوں کی ضرورت ہے جو سرحد حکومت اپنے بجٹ سے خرچ کرنا نہیں چاہتی۔ جبکہ دوسری طرف ان علاقوں کو وفاقی حکومت کے براہ راست سپرد کرنے کی مخالفت بھی کرتی ہے۔ درحقیقت یہ علاقے نوآبادیاتی طرز کی کالونیاں ہیں۔ خرچہ وفاقی حکومت برداشت کرتی ہے لیکن بطور چراگاہ صوبہ سرحد کی نوکر شاہی اس کے وسائل ہڑپ کر لیتی ہے۔

ان علاقوں میں اقتصادی ترقی کا جائزہ لینا، صنعت، زراعت، باغبانی، آبپاشی اور بجلی سے متعلق سرگرمیوں کی نگرانی اور یہاں پر دستکاری اور سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی خاطر ۱۹۷۷ء میں فائناڈ و پلینٹ کارپوریشن کا قیام روپہ عمل لایا گیا (26) مگر عملی طور پر اس ادارے کے نام پر جو گھپلے کئے جاتے ہیں دوسرے شعبوں کی بد عنوانیوں کی طرح اس کی تفصیل بھی نواز حکومت کے سابق وزیر برائے قبائلی امور یعقوب خان ناصر کے انٹرویو میں ملاحظہ کیجئے۔

قبائلی امور کے چلانے میں وفاقی وزیر برائے قبائل کا عملاً کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اصل قوت صدر گورنر اور پولیٹیکل ایجنٹ کے پاس ہے۔ سابق صدر غلام اسحاق خان نے بالغ رائے دی اور ایف سی آر کے خلاف میری سریوں کی منظوری نہیں دی بلکہ الٹا نواز شریف سے میری شکایت بھی کی کہ یعقوب خان ناصر صدیوں پرانے قوانین کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ صدر غلام اسحاق خان نے فانا کے عوام کو دوبارہ صدیوں کے اندھیروں میں دھکیل دیا۔ میں نے قبائلی علاقہ جات کا دورہ کرنے کے لئے ۸ روزہ پروگرام ترتیب دیا۔ صدر نے مجھے فون کے ذریعے گورنر سرحد سے محتاط رہنے کی ہدایت کی۔ جب میں پشاور پہنچا تو گورنر نے کہا کہ آپ صرف کمشنر کے مہمان رہیں گے اور قبائل سے کھانا نہیں کھائیں گے۔ مجھے اس پر شدید غصہ آیا اور کہا کہ میں قیدی نہیں ہوں کہ آپ کے کمشنر کا کھانا کھاؤں۔ اس پر گورنر نے فریئر کو اس امر پر لگا دیا کہ مجھے قبائلی علاقوں کا دورہ نہ کرنے دیا جائے جس پر میں نے فریئر کا سٹیبلر کے کمانڈر سے کہا کہ اپنی فورس تیار کرے اور صدر پر

بھی فون کے ذریعے واضح کیا کہ آپ کے کہنے پر گورنر نے فریئر کو روک دیا بات جاری کیں ہیں کہ مجھے قبائلی عوام سے رابطہ نہ کرنے دیا جائے۔ یہاں حکومت کی طرف سے ترقیاتی مقاصد کے لئے جو رقوم دی جاتیں ہیں وہ کہیں درمیان میں ہی گم ہو جاتی ہیں۔ یہاں کے گورنر، کمشنر اور پولیٹیکل ایجنٹ منہ کھولے بیٹھے ہیں اور فلاحی کاموں کے لئے آنے والی رقوم کمشن کی صورت میں ان کے پیٹ کے دوزخ کا ایندھن بن جاتی ہیں۔ مجھے دورہ سے اس لئے روکا جا رہا تھا کہ ان کا بھانڈا پھوٹ نہ جائے۔ وزارت قبائل کے تحت ان علاقوں میں ۱۲ فیکٹریاں قائم کی گئیں ہیں ان سے منافع تو درکنار الٹا سرکاری خزانے سے ان پر مزید رقوم خرچ کی جاتی ہیں۔ عملاً یہ فیکٹریاں کنوئیں بن چکی ہیں۔ سرکاری اہلکار ملی بھگت کر کے سر دے کرنے کے بہانے کروڑوں روپے ہڑپ کر جاتے ہیں۔ ایک فیکٹری کی مرمت کر کے دوبارہ چالو کرنے کے نام پر ۲۲ لاکھ روپے ہضم کر لئے گئے۔ اس فیکٹری کو ۸ دن کے بعد دوبارہ خرابی کے باعث بند کر دیا گیا۔ سرکاری افسران عوام کے ٹیکسوں سے حاصل کی جانے والی رقوم کو شیر مادر سمجھ کر پی جاتے ہیں۔ میں نے ایک علاقے میں چلی چالوں کرنے کا افتتاح کیا لیکن اگلے روز چلی بند کر دی گئیں۔ اس پر میں نے سخت ایکشن لیا اور جن افسران نے نمبر دمال لگا کر رقوم ہڑپ کی تھیں ان کی خوب سمیچائی کی۔ اس علاقے میں عجیب معاملات ہیں۔ ہر قسم کی ضروری اشیاء پر قبائلی عوام سے کروڑوں روپوں کا ٹیکس اکٹھا کیا جاتا ہے۔ یہ رقومات وہاں کی ضرورتوں پر خرچ کرنے کی بجائے کمشنر اور پولیٹیکل ایجنٹوں کی جیبوں میں چلی جاتی ہیں۔ قانون افسران موم کی ناک سمجھ کر اپنی مرضی کے مطابق موڑ لیتے ہیں۔ یہاں پر رقوم کے اخراجات کا کبھی آڈٹ نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ لوگ حساب رکھتے ہیں۔ محض کاغذوں کا پیٹ بھر نے کیلئے دکھاوے کی کارروائی کرتے ہیں، عملاً کچھ نہیں ہوتا (27)۔

جنرل عالم جان محسود کا انٹرویو

اپریل ۱۹۹۶ء میں جنرل عالم جان محسود نے ہفت روزہ ”تکبیر“ کے نمائندے عرفان صدیقی کو قبائلی علاقہ کے عمومی صورت حال کے بارے میں تفصیلی انٹرویو دیا تھا۔ یہاں سوال و جواب کی صورت میں من و عن پیش خدمت ہے۔

سوال..... جنرل صاحب! آپ کا تعلق وزیرستان ایجنسی اور وہاں کے معروف محسود قبیلے سے ہے۔ آپ کے بزرگوں نے سیاسی میدان میں بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقے کے مسائل کے بارے میں کچھ بتائیے؟

جواب..... دیکھئے جناب! سات ایجنسیوں پر مشتمل جس علاقے کو ”فانا“ یا وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ کہا جاتا ہے وہ شاندار تاریخی پس منظر رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کسی دور میں بھی انگریز کی غلامی کو قبول نہیں کیا۔ ان لوگوں نے بغیر کسی ریفرنڈم کے اجتماعی طور پر پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔ ۱۹۴۷ء میں جب جواہر لعل نہرو نے ڈاکٹر خان اور غفار خان کے ہمراہ ان علاقوں کا دورہ کیا تو ہر جگہ ان کے خلاف احتجاج ہوا۔ لوگوں نے انہیں پتھر مارے اور ان کے لئے جان مچانا مشکل ہو گیا۔ میری علاقے وزیرستان ایجنسی میں رزمک کے مقام پر جو جرگہ ہوا اس کی روداد ایک انگریز مصنف (Charles Chenevix Trench) نے اپنی کتاب ”وائسرائے کا ایجنٹ“ (Viceroy's Agent) میں بیان کی ہے۔ جب جواہر لعل نہرو، غفار خان اور ڈاکٹر خان (جو اس وقت سرحد کے وزیر اعلیٰ تھے) کے ہمراہ وہاں پہنچا تو اس نے بڑے تحکمانہ انداز سے جرگے سے خطاب شروع کیا جیسے وہ آلہ آباد میں کانگریس کے کسی جلسہ عام سے خطاب کر رہا ہو۔ نہرو نے کہا ”ہم تمہیں انگریز کی غلامی سے نجات دلانے آئے ہیں۔“ یہ سنتے ہی جرگہ برہم ہو گیا۔ میرے دادا امر دل خان مرحوم ہاتھ میں چھڑی لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ یہ کہتے ہوئے نہرو کی طرف بڑھے کہ ”تم کون ہوتے ہو ہمیں انگریز کی غلامی سے نجات دلانے والے۔ ہم نے کبھی کسی کی غلامی قبول نہیں کی اور ہم تمہاری غلامی بھی قبول نہیں کریں گے ہم دوبارہ تمہارا منہ نہیں دیکھنا چاہتے۔ ہندو کے بچے تم کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔“ جرگے نے نہرو پر واضح کر دیا کہ ہمارا رشتہ صرف قائد اعظم سے ہے۔ قبائلی عوام کا یہی بے لچک جذبہ تھا جس نے صوبہ سرحد میں کانگریس کے پاؤں نہ جننے دیے اور جہاں جہاں بھی ریفرنڈم ہوا لوگوں نے پاکستان کے حق میں رائے دی۔ ۱۹۴۷ء میں کشمیر کی آزادی کے لئے قبائلیوں کے لشکر نے جو جنگ لڑی اس کا

شہر آزاد کشمیر کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ محسود لشکر کی قیادت بھی میرے والد میجر میر بادشاہ نے کی تھی۔ اسی جہاد میں میرے سر اور کئی دوسرے عزیز شہید ہوئے۔ محسود قبیلے کے کم و بیش ایک ہزار افراد نے کشمیر کی آزادی کے لئے جام شہادت نوش کیا۔ پانڈو کی پہاڑی پر بیس شہداء کی قبریں آج بھی موجود ہیں۔ یہ لشکر سری نگر کے ہوائی اڈے کے قریب پہنچ گیا تھا کہ اسے روک لیا گیا۔ اگر اس لشکر کو نہ روکا جاتا تو آج پورا خطہ کشمیر ہندو کی غلامی سے آزاد ہو چکا ہوتا۔ قبائلی علاقوں نے جہاد افغانستان میں بھی تاریخی کردار ادا کیا اور مدینہ کے انصار کی یاد تازہ کر دی۔ آپ کو شاید معلوم نہ ہو کہ قبائلی عوام اپنی زمین اپنے کھیتوں اپنے پہاڑوں اور اپنی چراگاہوں کے معاملے میں کتنے حساس ہیں۔ یہ تو کسی کی بھی بھڑکری کو بھی اپنے علاقے میں نہیں گھسنے دیتے۔ جو مہم جو برصغیر پر حملہ کرنے کے لئے ادھر سے گزرتے تھے انہیں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا تھا لیکن جہاد کے دنوں میں قبائلی عوام نے ساری دیواریں گرا دیں اور افغان مجاہدین کا کھلے دل سے استقبال کیا۔ ان کے گھروں پر ہماری ہوئی۔ ان کے جنگل برباد ہوئے۔ ان کے کھیت اور ان کی چراگاہیں لٹ گئیں لیکن ان کے دل میلے نہ ہوئے۔ ان کا دل اسلام اور پاکستانیت سے کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ لیکن افسوس کہ وہ آزادی کی نصف صدی بعد بھی دوسرے بلکہ تیسرے درجے کے شہری بنے ہوئے ہیں۔ قائد اعظمؒ کو وہاں کے لوگوں سے خصوصی لگاؤ تھا۔ انہوں نے آزادی کے وقت وہاں کا دورہ بھی کیا لیکن ان کی وفات کے بعد یہ علاقہ بری طرح نظر انداز کیا گیا۔ بھٹو مرحوم کے دور میں کچھ کام ہوا جس میں سب سے بڑی چیز اس علاقے کو بجلی کی فراہمی ہے۔ جنرل فضل حق مرحوم میرے قریبی ساتھی تھے۔ ان کی گورنری کے زمانے میں بھی سڑکوں وغیرہ پر کچھ توجہ دی گئی لیکن عمومی ترقی کے حوالے سے ہم آج بھی باقی پاکستان سے صدیوں پیچھے ہیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ وزیرستان میں ۱۹۱۹ء، ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۰ء میں انگریزوں کے خلاف جدوجہد کے دور ان جو پل بموں سے اڑائے گئے تھے ان کے ڈھانچے آج بھی جوں کے توں پڑے ہیں۔ پاکستان کے باقی صوبوں میں ہر جگہ پر ایٹر گروپ موجود ہیں۔ پنجاب آبادی کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ وہ اپنی ۶۵ فیصد آبادی کے بل بوتے پر وسائل لے جاتا ہے۔ سندھ کا بھی حال کم و بیش یہی ہے۔ فرنیئر میں بھی سیاسی آواز خاصی مضبوط ہے۔ بلوچستان کے سردار بھی خاصے طاقتور ہیں اور عوام کے نمائندے بھی اپنے حقوق کے لئے آواز اٹھاتے رہتے ہیں۔ لیکن قبائلی علاقہ جات کی نہ کوئی آواز ہے اور نہ کوئی سیاسی قوت۔ اس لئے یہ علاقے برسوں سے غربت اور مسائل کی چکی میں پس رہے ہیں اور مجھے مستقبل قریب میں بہتری کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

سوال..... جنرل صاحب! قبائلی عوام کے نمائندے یا ملکوں نے کس بنیاد پر پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ کیا تھا؟

جواب..... جیسا کہ میں نے کہا وہاں اسلام کا جذبہ باقی سارے علاقوں سے زیادہ مضبوط ہے لہذا انگریز کے برصغیر سے چلے جانے کے بعد یہ لوگ کس طرح کانگریس کا ساتھ دیتے اور ہندوستان کے ساتھ رشتہ جوڑتے۔ ان کے سامنے صرف ایک ہی راستہ تھا اور وہ تھا پاکستان۔ قبائلی عوام اور قائد اعظمؒ کے درمیان مفاہمت کی بنیاد یہ تھی کہ علاقے کے دفاع اور تعمیر و ترقی کی ذمہ داری پاکستان پر ہوگی۔ داخلی طور پر یہ علاقہ خود مختار رہے گا اور یہاں پاکستان کا عام قانون لاگو نہیں ہوگا۔ یہاں کے لوگوں پر کسی قسم کا ٹیکس بھی لاگو نہ ہوگا۔ اس مفاہمت کا مقصد یہ تھا کہ تعلیمی اور معاشی ترقی کے بعد یہ علاقہ پاکستان کے قومی دھارے میں شامل ہو جائے گا لیکن شاید پاکستان کے حکمران نہ اس علاقے کو ترقی یافتہ دیکھنا چاہتے ہیں نہ اسے قومی دھارے میں لانا اپنے مفاد میں سمجھتے ہیں۔

سوال..... آپ کے ہاں سے آٹھ قبائلی رکن اسمبلی کس طرح منتخب ہو کر آتے ہیں؟

جواب..... یہ انتخاب نہیں مذاق ہے۔ اسے جمہوریت کی انتہائی شرمناک شکل کہا جانا چاہیے۔ صدیقی صاحب! میں آپ کو بتاؤں کہ غریب ہونے کے باوجود یہاں کے عوام سب سے زیادہ جمہوری مزاج رکھتے ہیں۔ وہ کسی کی غلامی یا کسی کی غلط تائید کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جہگے میں اگر کسی شخص کو اختلاف ہوتا ہے تو وہ اپنی چادر کندھے پر ڈال کر اٹھ کھڑا ہوتا اور واک آؤٹ کر جاتا ہے۔ وہاں عدل و انصاف اور بنیادی انسانی حقوق کا احترام پایا جاتا ہے۔ صدیاں گزر گئیں وہاں کسی ایک بھی خاتون کی بے حرمتی نہیں ہوتی۔ گینگ ریپ بڑے شہروں کا معمول ہیں لیکن

یہاں صدیوں میں ایسا ایک واقعہ بھی نہیں ہوا۔ یہ لوگ باشعور بھی ہیں اور بالغ نظر بھی لیکن کتنا بڑا ظلم ہے کہ انہیں آج بھی ووٹ کا حق حاصل نہیں۔ یہ حق چند ملکوں اور لنگی داروں کے لئے مخصوص ہے۔ ایک حلقہ انتخاب میں ان کی تعداد ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ ہوتی ہے۔ جن ملکوں کے پاس وافر پیسہ ہے وہ ووٹ خرید کر آجاتے ہیں اور پھر اسمبلی میں اس سے چھ گنا کمانے میں لگ جاتے ہیں۔ اتنی بڑی کرپشن سب کو کھلی آنکھوں سے نظر آرہی ہے لیکن کوئی ادھر دھیان نہیں دیتا۔ آپ یقین جانیں اگر کرپچی کا کوئی مبینہ ہرپاچچ دس کروڑ روپیہ جیب میں ڈال کر قبائلی علاقے میں آجائے تو وہ وہاں کا نمائندہ منتخب ہو سکتا ہے۔ پاکستان کا بچہ چھ جانتا ہے کہ ہمارے آٹھ نمائندوں کی نظریں پلاٹوں اور پتھروں پر رہتی ہیں۔ بھلا یہ لوگ عوام کی کیا نمائندگی کریں گے۔ وزیراعظم صاحبہ نے حال ہی میں انتخابی اصلاحات کا اعلان کیا ہے اور اقلیتی طبقوں کو دوہرا ووٹ دینے کی بات کی ہے میں کہتا ہوں کہ ہمیں ایک ووٹ کا حق تو دیں۔ ہم بھی انسان ہیں۔ ہم بھی پاکستانی ہیں۔ ووٹ کا حق تو اب جنوبی افریقہ کے لوگوں کو بھی مل گیا ہے۔ کیا ہمیں ”ریڈ انڈیز“ بنا کر رکھا جائے گا تاکہ اکیسویں صدی کے لوگ ہمیں عجوبہ سمجھ کر دیکھنے آئیں کہ یہ ہیں وہ لوگ جنہیں ووٹ کا حق حاصل نہیں۔ پھر وہ ہماری تصویریں لیں اور اپنے رسالوں اور اخباروں میں چھاپیں۔ وزیراعظم صاحبہ نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ اصلاحات کے ذریعے انتخابات کو پیسے کی ریل پیل سے نجات دلانا چاہتی ہیں۔ یہ اچھی بات ہے۔ نہایت ہی قابل ستائش بات ہے لیکن یہاں تو ایک امیدوار محض جلسے جلوسوں یا پلاؤ کی دیگوں اور پوسٹروں وغیرہ پر خرچ کرتا ہے وہاں تو باقاعدہ منڈی لگتی ہے۔ ووٹروں کی منڈی زیادہ بولی دینے والا زیادہ ووٹ لے جاتا ہے اور رکن اسمبلی بن جاتا ہے۔ میرے دادا نیشنل اسمبلی کے پہلے ممبر تھے۔ میرے والد بھی ویسٹ پاکستان اسمبلی کے ممبر رہے۔ میرے بھائی ملک سید خان تین چار دفعہ منتخب ہوئے اور جو نیو کابینہ میں وزیر بھی رہے۔ پیسہ تب بھی خرچ ہوتا تھا لیکن یوں کھلے عام اور بر ملا ووٹوں کی خرید و فروخت نہیں ہوتی تھی اب تو کھلی کرپشن ہے۔ سب سے پہلے تو یہاں اصلاحات کی جائیں۔

سوال..... یہ ملک کون ہیں جنہیں ووٹ کا حق حاصل ہے؟

جواب..... ان میں سے کچھ تو موروٹی ہیں جو سال با سال سے چلے آرہے ہیں۔ مثلاً میں بھی اپنے قبیلے کا ملک ہوں۔ کچھ ایسے ہیں جنہیں حکومت خود کچھ خدمات کی بناء پر نامزد کر دیتی ہے۔ انہیں لنگی دار کہا جاتا ہے۔ ان میں سے کچھ اچھے لوگ بھی ہیں لیکن کچھ اپنے تعلقات کی وجہ سے ملک بن گئے ہیں۔ ان میں تحصیلدار کا نائب قاصد یا کسی اور صاحب کا ڈرائیور بھی شامل ہے۔ ان کو حکومت وظائف بھی دیتی ہے جو ملکوں کے مقام اور درجے کے حوالے سے مختلف ہوتے ہیں۔ کچھ تو ایسے بھی ہیں جنہیں سرکار سے ایک روپیہ وظیفہ ملتا ہے لیکن الیکشن کے وقت ان کے دارے نیارے ہو جاتے ہیں اور وہ اپنا ایک ایک ووٹ پچاس پچاس ہزار کا یا اس سے بھی زیادہ میں فروخت کرتے ہیں۔

سوال..... قبائلی علاقے کے ملک بلوچستان کے سرداروں یا سندھ کے وڈیروں کی طرح اتنے مضبوط نہیں کہ لوگوں کو ڈرادھم کا کر ووٹ لے لیں؟

جواب..... یہ آپ نے بڑا اچھا سوال کیا ہے۔ قبائلی علاقوں میں سرداروں یا وڈیروں کی کوئی روایت نہیں ہے۔ وہاں کسی ملک کی ذاتی جیل نہیں ہے جس میں وہ اپنے ہار یوں یا مزارعوں یا کارندوں کو بند کر سکیں۔ وہاں کوئی کسی کی پگڑی نہیں اچھال سکتا۔ کوئی کسی کی ذلت نہیں کر سکتا۔ ہر قبائلی اپنی خودی کا خود محافظ ہے۔ وہ بھوکا رہ سکتا ہے لیکن اپنی خودی پر حملہ برداشت نہیں کر سکتا۔ ووٹ خریدنا اور ووٹ پھینا وہاں کے ”جمہوری کلچر“ کا حصہ ہے اور اس کلچر کو آسانی سے ختم کیا جاسکتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں ون مین ون ووٹ کے اصول پر انتخاب کرنا مشکل ہے۔ لڑائی جھگڑے اور فساد ہوں گے۔ ملک ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ یہ سب فضول و لیلیں ہیں۔ اگر پنجاب کے چوہدریوں اور سندھ کے وڈیروں یا سرحد کے خانوں اور بلوچستان کے سرداروں سے پوچھا جائے تو کون الیکشن کے حق میں ہے؟ میرے خیال میں وقت آگیا ہے کہ قبائلی علاقوں کو ان کا جمہوری حق دیا جائے۔ اس میں اب مزید تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔

سوال..... کیا ووٹ کا حق صرف ملکوں تک محدود رکھنا آئینی مجبوری ہے؟

جواب..... یہ گز نہیں۔ صرف ایک فصد آبادی کو ووٹ کا حق دینا تو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی توہین ہے۔ نہ بات نہ آئین میں لکھی ہے۔

نہ کسی ایکٹ میں نہ کسی ضابطے میں اور نہ کسی قانون میں۔ تقسیم سے پہلے بھی حکومت میں ان علاقوں کی کوئی نمائندگی نہیں تھی کیونکہ یہ لوگ تو تاج۔ طانیہ کو تسلیم ہیں نہیں کرتے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں سوایا گیا کہ ان لوگوں کے بھی نمائندے ہونے چاہئیں۔ چنانچہ یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ ہر بالغ آدمی کو ووٹ کا حق دینے کی بجائے ہزار پندرہ سو کو یہ حق دے دیا جائے۔ چلیس ماں لیا کہ ابتدائی طور پر ایسا تجربہ ضروری تھا لیکن پچاس سال بعد تو انہیں پاکستان کا عاقل بالغ شہری مان لیا جائے۔ پاکستان کی دونوں بڑی پارٹیوں نے اپنے اپنے منشور میں اس کا وعدہ کر رکھا ہے لیکن نہ مسلم لیگ نے یہ وعدہ پورا کیا اور نہ پیپلز پارٹی نے۔

سوال..... قبائلی علاقوں میں قانون کی عملداری کا کیا عالم ہے؟

جواب..... وہاں پاکستان کا قانون نہیں ہے یعنی تعزیرات پاکستان کا دائرہ وہاں تک نہیں ہے۔ باہمی جھگڑوں کے فیصلے جرمہ کرتا ہے اور جرمہ کے فیصلوں کی بنیاد دو باتوں پر ہوتی ہے۔ ایک شریعت اور دوسرے قبائلی روایات۔ قبائلی علاقوں میں جرائم کی شرح سب سے کم ہے۔ وہاں کے معاشرے میں ہندوانہ روایات نہیں ہیں۔ شادیوں پر نہ مہندی جیسی فضول تقریبات ہوتی ہیں نہ جہیز دیا یا لیا جاتا ہے۔ بلکہ دولہا کو کچھ نہ کچھ دینا پڑتا ہے جو اسلامی روایات کے عین مطابق ہے۔ یہ دلہن والوں کی مرضی ہے کہ وہ دولہا کا ”عطیہ“ اپنے پاس رکھتے ہیں یا نہیں۔ ان معاشرتی قوانین کی وجہ سے وہاں امن و امان کی مجموعی صورت حال بہت اچھی ہے۔ وہاں سڑک پر پولیٹیکل ایجنٹ کا قانون چلتا ہے اور سڑک کے دائیں بائیں آبادیوں پر جرمہ کا قانون انگریز کے دور میں سامراجی ضروریات کے تحت پولیٹیکل ایجنٹ کو آمرانہ اختیارات حاصل تھے جو آج بھی موجود ہیں۔ فرنٹیر کرائمز ریگولیشنز جیسا سیاہ قانون بھی موجود ہے جس کے تحت پولیٹیکل ایجنٹ جرمہ بٹھا کر سزا سناتا ہے۔ اس سزا کے خلاف اپیل صرف کمشنر کے سامنے کی جاسکتی ہے وہ بھی ایک بیوروکریٹ ہے یہ فائل اپیل ہوتی ہے جس کے خلاف آپ کہیں نہیں جاسکتے۔ یہ انصاف کے اصولوں کے منافی ہے وہاں پر ایک اعلیٰ عدالتی کونسل بنائی جانی چاہیے جو ایسی اپیلوں کو سنے۔

سوال..... قبائلی علاقہ جات کا اسٹیٹس بدلنے کی بھی کوئی تجویز ہے آپ کے پاس؟

جواب..... جی ہاں پہلی بات تو یہی تھی کہ قائد اعظم کے پلان کے مطابق ان علاقوں کو خاطر خواہ ترقی دی جاتی ہوگی وہاں تعلیم عام ہوتی پانی، بجلی، سڑکیں اور انفراسٹرکچر کی دیگر سہولتیں فراہم کی جاتیں۔ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخاب کرائے جاتے اور یوں علاقہ وقت گزرنے کے ساتھ اجتماعی سیاسی اور قومی دھارے میں شامل ہو جاتا ایسا نہیں ہو اور تقریباً نصف صدی کا عرصہ گزر گیا۔ اب فنانس کا اسٹیٹس طے کرنے کیلئے میری تجویز یہ ہے کہ ریفرنڈم کر لیا جائے قبائلی عوام کے سامنے دو آپشنز (OPTIONS) رکھے جائیں۔ پہلا یہ کہ وہ صوبہ سرحد میں شامل ہو جائیں اور صوبائی اسمبلی میں اپنی نمائندگی حاصل کر کے قومی سیاسی دھارے میں شریک ہو جائیں دوسرا یہ کہ وہ شمالی علاقہ جات پر مشتمل علاقے کو الگ صوبہ قرار دینے کے حق میں رائے دیں۔ ایک تیسرا راستہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تین شمالی ایجنسیوں باجوڑ، مہمند اور خیبر کو این ڈبلیو ایف پی کے Settled اضلاع میں شامل کر دیا جائے جبکہ جنوبی ایجنسیوں اور کڑی، خیبر، شمالی اور جنوبی وزیرستان کو کوہاٹ، بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان ڈویژنوں کے ساتھ ملا کر الگ صوبہ بنادیا جائے۔ قبائلی عوام جو بھی فیصلہ کریں اسے مان لیا جائے اور اس وقت تک علاقے کی تعمیر و ترقی کے لئے مخصوص فنڈز گورنر کے حوالے کئے جائیں تاکہ اس پسماندہ علاقے کو ملک کے دیگر حصوں کے برابر لانے کے اقدامات کئے جاسکیں۔

کرپشن کے ناسور نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ قبائلی علاقوں میں بھی مغربی ایجنسیوں کے فراہم کردہ فنڈز سے کئی جیسٹس بھر رہی ہیں اور عملاً اس رقم کا انتہائی حقیر حصہ تعمیر و ترقی کے کاموں میں خرچ ہو رہا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس امداد کو صرف ان علاقوں پر خرچ کیا جا رہا ہے جہاں افیون وغیرہ کاشت کی جاتی ہے۔ شمالی علاقے کی تین ایجنسیوں کا آدھا حصہ اس امداد سے فیضاب ہو رہا ہے یعنی کچھ حصہ خیبر ایجنسی کا، کچھ حصہ مہمند ایجنسی کا اور کچھ حصہ باجوڑ ایجنسی کا۔ مغربی ادارے ان علاقوں میں افیون اور ہیروئن کے کاروبار کی حوصلہ شکنی کرنے کے لئے بھاری رقم فراہم کر رہے ہیں جبکہ اس کے اثرات انتہائی منفی پڑ رہے ہیں کیونکہ منشیات سے دور رہنے والے علاقے سوچنے

لگے ہیں کہ اپنے علاقے کی تعمیر و ترقی کے لئے فنڈز حاصل کرنے کا واحد ذریعہ افیون اگانا اور ہیروئن تیار کرنا اور منشیات اسمگل کرنا ہے۔ غربت ہر جگہ ہے۔ روزگار کے ذرائع کہیں بھی نہیں۔ جنوب مغرب کی طرف کا کڑ اور خراسان وغیرہ میں گھاس کی ایک پتی تک نہیں اگتی، وہ لوگ میدانی علاقوں میں جا کر محنت مزدوری کرنے اور روزی کھاتے ہیں ”خوئے خراب“ کو آپ روک نہیں سکتے لہذا تقریباً ایک چوتھائی رقم جو منشیات زدہ علاقوں تک پہنچ رہی ہے اس سے دوسروں کو بھی ترغیب مل رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وزیرستان پاڑہ چنار، کرم اور اورکزئی وغیرہ کے لوگ منشیات کے سخت خلاف ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ اس سے خود ان کے اپنے بچے تباہ ہوں گے۔ میرے علاقے میں دو تین ایسے واقعات ہوئے لیکن جرگہ نے سخت نوٹس لیا۔ ان لوگوں کے گھر جلادے گئے اور انہیں وہاں سے نکال دیا گیا۔ اب میں سن رہا ہوں کہ منشیات کے خلاف اتنی شدید سوچ رکھنے والے یہ لوگ بھی مالی امداد حاصل کرنے کے لئے انہی خطوط پر سوچنے لگے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قبائلی علاقہ جات کے لوگوں کو روزگار فراہم کرنے کے لئے خصوصی پلان بنایا جائے۔ مغربی طاقتوں سے کہا جائے کہ وہ مل ایسٹ وغیرہ میں ان علاقوں کے نوجوانوں کے لئے ملازمتوں کا خصوصی کوٹہ مخصوص کرائیں۔ یہ محنتی لوگ ہیں اس کے علاوہ شمالی علاقوں میں تعلیم کو عام کیا جائے۔ چھوٹی بڑی صنعتیں لگائی جائیں اس طرح کے مثبت اقدامات کے بعد منشیات کی طرف مائل ہونے کے خلاف سخت کارروائی کی جائے میرا خیال ہے کہ اس سے ہم کم و بیش ۸۰ فیصد منشیات کے مسئلے پر قابو پالیں گے۔

عمومی ترقیاتی صورتحال کے حوالے سے مختصر یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہاں صرف ایک مالی سال ۹۵-۱۹۹۴ء کے دوران قاجی منصوبوں کیلئے کل ۷۹۷ ملین ڈالر مختص کئے گئے۔ جن میں زراعت کیلئے ۳۶۰۰۸ ملین، بلکات کے لئے ۶۰۷۳۲ ملین، مواصلات کے لئے ۱۳۸۰۲۹۴ ملین، دیہی صحت کے لئے ۱۱۵۰۳۴ ملین، دیہی ترقی کیلئے ۱۳۰۵۰۰ ملین، تعلیم کیلئے ۱۵۰۴۱۳ ملین اور تحقیق کیلئے بالترتیب ۷۹۵۵ ملین ڈالر مختص کئے گئے (28)۔ اس طرح گزشتہ ۳۸ برسوں میں یہاں جملہ ترقیاتی کاموں کے لئے کھربوں روپے دیئے گئے مگر عملی طور پر صورتحال وہ ہے جس کا گزشتہ صفحات پر تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے برعکس ذرائع ابلاغ کیلئے ذریعے نت نئے روز بروز شور سے بلند و بانگ دعوے کئے جاتے ہیں کہ حکومت قبائلی علاقوں کو ملک کے دیگر علاقوں کے برابر لانے اور یہاں پر سماجی و معاشی تبدیلی لانے کے لئے خطیر قومات خرچ کر رہی ہے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ ان دعوؤں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

لہذا ایک ایسا غیر مہذب اور ناپسندیدہ سسٹم جس میں پوری آبادی کے بجائے چند افراد کے مفادات کا خیال رکھا جاتا ہو، بھرمناں کی بجائے بے گناہوں کو سزا دی جاتی ہو کو برقرار رکھنا دانشمندی نہیں ہے۔ ایف سی آر کے بے جا استعمال کے حوالے سے گزشتہ پوری صدی کے ریکارڈ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان دفعات کے ذریعے معاملات خوش اسلوبی سے نمٹانے کی بجائے سخت نفرت کے تصور کو تقویت ملتی ہے۔ اس طرح سیاسی معاملات میں بھی یہاں عوامی جذبات اور ضروریات کی ترجمانی والا کوئی نہیں ہے۔ اسمبلی میں جو لوگ ووٹ خرید کر جاتے ہیں وہ عوامی مشکلات پر توجہ دینے اور اپنے اپنے علاقوں میں ترقیاتی کاموں میں دلچسپی لینے کی بجائے محض ذاتی مالی فوائد کے حصول کی خاطر غلط ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ مزید ظلم یہ کہ وفاقی حکومت ان علاقہ جات میں فلاحی منصوبوں کیلئے جو رقم مہیا کرتی ہے وہ بھی عوامی نمائندگی کی عدم موجودگی کے باعث ٹرڈر کی نظر ہو جاتی ہیں۔ نتیجتاً یہاں کے بے بس اور محروم عوام مصائب میں گھرے اور غربت و افلاس کی دلدل میں پھنسے گئے ماحول میں زندگی کے دن پورے کرنے پر مجبور ہیں۔ ہر طرف پھیلی ہوئی تاریکیاں اور مایوسیاں ہی ان کی تقدیر ہیں جو بار بار غلامانہ احساس دلاتی رہتی ہیں۔

انسانی حقوق اور قبائلی علاقہ جات

موجودہ انسانی حقوق کو حاصل کرنے کیلئے انسان کو ایک طویل کشمکش اور جدوجہد سے گزرنا پڑا۔ پہلے پہل انسان کی زندگی حاکم کے رحم

و کرم پر تھی۔ جو قوی اور طاقتور ہوتا ظالم اور جاہر حکمران بن بیٹھتا۔ سب سے پہلے موروٹی بادشاہت اور شخصی آمریت کے خلاف اسلام ہی نے نعرہ بلند کیا جو ساری دنیا میں گونج اٹھا۔ جب دوسری عالمگیر جنگ چھڑی تو انسانی حقوق کے بارے میں بین الاقوامی ذمہ داری کی ایک روایت موجود تھی۔ اس جنگ کی ہولناکیوں نے دنیا بھر کے انسانوں کو پھر سے اس بات کا شدید احساس دلایا کہ پوری نسل انسانی دراصل ایک ہی برادری ہے۔ انسان کو مسلمہ حقوق سے محروم رکھنا ہی دراصل دنیا میں ظلم و ستم اور جنگ و جدل کا سبب ہے۔ اس لئے انسانی حقوق کو نافذ کرنا اور اس کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کا بین الاقوامی چارٹر تیار کیا جس کا اعلان ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو کیا گیا۔ اس منشور میں انسان کو زندگی کے مختلف پہلوں مثلاً شہری، شخصی، ثقافتی اور معاشرتی شعبوں میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ آج اکیسویں صدی کی دہلیز پر پہنچ کر ہر شخص یہ بات آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ انسان کو زندہ رہنے کے لئے کھانا، پہننے کے لئے کپڑے، سر چھپانے کیلئے مکان، بیماری کی صورت میں علاج کی سہولت، تعلیم حاصل کرنے کے موقع اور آزادی رائے اور اس کے اظہار کا حق حاصل ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اس تناظر میں اگر قبائلی علاقہ جات کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو آزادی کے بعد اب تک ہر شعبہ زندگی میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور انسانی عظمت، عزت اور شرافت کی توہین کی لامتناہی اور بھیانک صورت سامنے آتی ہے۔ شہری، شخصی، سیاسی اور جمہوری حقوق کے حوالے سے یہاں کے لوگ اب تک محروم چلے آ رہے ہیں۔ تعلیم، صحت، مواصلات اور دیگر جملہ ترقیاتی سرگرمیوں میں پولیٹیکل حکام اور ان کے کارندوں ملک حضرات کی ملی بھگت سے جو نا انصافیاں اور مظالم یہاں کئے جاتے ہیں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے حوالے سے اس کی مثال نہیں ملتی۔

انتظامی لحاظ سے دشمن نے حالت جنگ میں ظالمانہ اور بے رحمانہ ضابطوں کو رو بہ عمل لا کر یہاں کے غیور لوگوں کو جس عزیمت سے دوچار کیا اس کی تو نظیر نہیں ملتی مگر قیام پاکستان کے بعد سے اب تک اپنوں کے ہاتھوں انہی ضابطوں پر جس بے دردی سے عمل درآمد کیا جاتا رہا ہے اس پر دل خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔ حالانکہ دنیا کے تمام مذہب معاشروں میں جرم کی صورت میں ملزم کو چوبیس گھنٹوں کے اندر عدالت میں پیش کرنا انسانی حقوق کا عین تقاضا ہے جس کا پرچار ہمارے حکمران سرکاری میڈیا ٹیلی ویژن کے ذریعے خوب ڈھٹائی سے کر رہے ہیں۔ مگر یہاں نت نئے روز سینکڑوں انسانوں کو کسی اور فرد یا افراد کے جرم کی پاداشت میں نہ صرف گرفتار کئے جاتے ہیں بلکہ انہیں مقدمہ چلائے بغیر کئی مہینوں تک سلاخوں کے پیچھے حیوانوں کی طرح بند بھی کئے جاتے ہیں۔ مزید المیہ یہ ہے کہ ان علاقہ جات پر پارلیمنٹ کے بنائے گئے قوانین لاگو نہیں ہوتے اس لئے یہ علاقے ملک کی عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں یعنی ان علاقہ جات کو انصاف کے مروجہ طریقہ کار سے جان بوجھ کر محروم رکھا گیا ہے۔

آزادی رائے یا اس کے اظہار کے بیادی اور پیدائشی حق سے متعلق یہاں ریاستی جبر کا جو خوفناک اور اذیت ناک تصور پایا جاتا ہے اس کے پیش نظر کوئی بھی شخص شدت سے چاہنے کے باوجود بھی عملی طور پر اس حق کے اظہار کی جرات نہیں کر سکتا۔ مختصر یہ کہ یہاں چند مٹھی بھر عناصر یا ایک مخصوص چمچہ گروپ کے حقوق کا تحفظ تو موجود ہے جب کہ دیگر پوری آبادی کو ہر شعبہ زندگی میں یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے حالانکہ مستقل اہمیت کی حامل فکر پر مبنی نظام وہی ہو سکتا ہے جس میں تمام انسانوں کے مفادات کا تحفظ ہو اور ساتھ ہی اس تحفظ کی ضمانت بھی فراہم کی گئی ہو۔ اس کے برعکس یہاں مذکورہ انسانی حقوق کا یقین اور واضح تحفظ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہ نظام ظلم اور استحصال پر مبنی ہے اس لئے یہ عدم استحکام کا شکار ہے ہمارے حکمران جس ڈھٹائی سے چاہیں اس مسلمہ حقیقت کا انکار کریں۔ لیکن ہر انصاف پسند باشعور اور روشن ضمیر انسان یہ بات جانتا ہے کہ یہاں اشرف المخلوقات حضرات انسان کی جس طرح توہین کی جاتی ہے وہ ایک ایسی بین اور روشن حقیقت ہے کہ اس پر جتنا غور کیا جائے یہ حقیقت اتنی ہی واضح ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی اس حقیقت کا منکر ہے تو وہ مفاد پرست اور مکار طبقہ ہے جو اس موجودہ نظام کا حصہ ہے۔ اس طبقہ نے مختلف روپ اختیار کر کے یہاں کے غیرت مند اور قیمتی انسانوں کے استحصال کا سلسلہ جاری رکھا ہے جس میں پہلے سے مضبوط شخص کو مضبوط مضبوط کر کے ان کے حقوق کا تحفظ نہ کر سکا۔

چلائے بغیر سی ہینوں تک سلاخوں کے پیچھے حیوانوں کی طرح بند ہی لئے جاتے ہیں۔ مزید اہم یہ ہے کہ ان علاقہ جات پر پارلیمنٹ کے بنائے گئے قوانین لاگو نہیں ہوتے اس لئے یہ علاقے ملک کی عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں یعنی ان علاقہ جات کو انصاف کے مروجہ طریقہ کار سے جان بوجھ کر محروم رکھا گیا ہے۔

آزادی رائے یا اس کے اظہار کے بنیادی اور پیدائشی حق سے متعلق یہاں ریاستی جبر کا جو خوفناک اور اذیت ناک تصور پایا جاتا ہے اس کے پیش نظر کوئی بھی شخص شدت سے چاہنے کے باوجود بھی عملی طور پر اس حق کے اظہار کی جرات نہیں کر سکتا۔ مختصر یہ کہ یہاں چند مٹھی بھر عناصر یا ایک مخصوص چمچہ گروپ کے حقوق کا تحفظ تو موجود ہے جب کہ دیگر پوری آبادی کو ہر شعبہ زندگی میں یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے حالانکہ مستقل اہمیت کی حامل فکر پر مبنی نظام وہی ہو سکتا ہے جس میں تمام انسانوں کے مفادات کا تحفظ ہو اور ساتھ ہی اس تحفظ کی ضمانت بھی فراہم کی گئی ہو۔ اس کے برعکس یہاں مذکورہ انسانی حقوق کا یقین اور واضح تحفظ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہ نظام ظلم اور استحصال پر مبنی ہے اس لئے یہ عدم استحکام کا شکار ہے ہمارے حکمران جس ڈھٹائی سے چاہیں اس مسلمہ حقیقت کا انکار کریں۔ لیکن ہر انصاف پسند باشعور اور روشن ضمیر انسان یہ بات جانتا ہے کہ یہاں اشرف المخلوقات حضرت انسان کی جس طرح توہین کی جاتی ہے وہ ایک ایسی بین اور روشن حقیقت ہے کہ اس پر جتنا غور کیا جائے یہ حقیقت اتنی ہی واضح ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی اس حقیقت کا منکر ہے تو وہ مفاد پرست اور مکار طبقہ ہے جو اس موجودہ نظام کا حصہ ہے۔ اس طبقہ نے مختلف روپ اختیار کر کے یہاں کے غیرت مند اور قیمتی انسانوں کے استحصال کا سلسلہ جاری رکھا ہے جس میں پہلے سے مضبوط شخص کو مزید مضبوط کرنے کا سامان اور ماحول تو موجود رہا ہے مگر کمزور اور محروم شخص کو مزید دبائے اور محروم کرنے کا عمل

ہنوز جاری ہے۔ خاص کر علاقہ کی اجتماعی ذمہ داری کی دفعہ نے تو یہاں کے لوگوں کی زندگی اجیرن بنا دی ہے جرم کوئی کرتا ہے سزا کوئی اور بھگتا ہے۔ جرم کی صورت میں مجرم کی بجائے زمین کے مالک، خیل یا قبیلہ کے افراد کو پکڑا جاتا ہے۔ روزگار، تعلیم اور جائیداد کے سلسلے میں قبائل ملک کے مختلف حصوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ پہاڑ میں اگر کوئی خلاف قانون کام سرزد ہو جاتا ہے تو پولیٹیکل حکام آباد اضلاع میں قبائل کی پکڑ دھکڑ شروع کرتے ہیں۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ دیسی وغیرہ سے جو قبائل وطن واپس لوٹ آتے ہیں انھیں نہیں بخشا ہے۔ یہ بنیادی انسانی حقوق اور اصولوں کے منافی ہے۔ میں ایک ذمہ دار فرد کی حیثیت سے ان حکام کو یاد دلانا چاہوں گا کہ علاقہ کی اجتماعی ذمہ داری کی دفعہ پر جس اندھا دھند طریقے سے عمل درآمد جاری ہے۔ اس کے خلاف قبائل میں لاواپک رہا ہے اس سے پہلے کہ وہ پھوٹ پڑے اس سلسلہ کو ختم کر دینا چاہیے ورنہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ معاملات بغاوت کی صورت اختیار کر جائیں گے لیکن بہتر یہی ہو گا کہ فرسودہ دفعہ کو جلد ختم کیا جائے۔

فانا میں سرداروں نے ووٹ بنوانے والی خواتین اور ان کے خاندانوں کے خلاف جس ”جنگ“ کا اعلان کیا ہے وہ حیرت انگیز نہیں۔ اس کے ساتھ ہی نگران حکومت کے ”فانا میں بالغ حق رائے دہی متعارف کرانے کے فیصلہ کے بروقت اور بلا جواز ہونے کے بارے میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ کسی شخص کو بھی یہ توقع نہیں تھی کہ یہ فیصلہ یا اس پر عمل درآمد کسی رکاوٹ کے بغیر ممکن ہو سکے گا۔ اس وقت ”فانا“ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ تو قیام پاکستان کے تقریباً نصف صدی بعد وہاں بالغ حق رائے دہی کے نفاذ کے فیصلہ سے کہیں بڑھ کر انقلاب انگیز ہے کیونکہ اس اقدام سے اس علاقہ میں سرداروں کی قدیم نسل در نسل بالادستی پر زبرد پڑی ہے جس کا وہ بڑی گرم جوشی اور احتیاط سے تحفظ کرتے چلے آ رہے تھے تاہم قبائلی سرداروں کا رد عمل اتنا منفی بھی نہیں جتنا کہ خطرہ تھا۔

فانا میں قبائلی معاشرہ کو جمہوری بنانا علاقہ کی ایک مختصر اقلیت کا مقصد حیات ہے جس میں انقلابی سوچ رکھنے والے نوجوان، اساتذہ اور دیگر تعلیم یافتہ افراد شامل ہیں جو فانا سے باہر تصفیہ شدہ علاقوں (Settled Area) میں ملازمت کرتے ہیں یا پھر بعض ترقی پسند سیاستدان، خواتین کے حقوق کی علمبردار تنظیمیں یا بعض عمامدین بھی بالغ حق رائے دہی کے حامی ہیں۔ ان علاقوں میں ایسے طاقتور سرداروں کی موجودگی کوئی راز نہیں جو بالغ حق رائے دہی کے شدید مخالف ہیں چنانچہ یہ بات بھی اصلاحی اقدام کی کامیابی اور جمہوری قوتوں کے موقف کی تائید ہے کہ بعض قوتوں کی طرف سے ووٹوں کے اندراج میں مزاحمت کے باوجود کم از کم قبائلی مردوں کے ووٹ کا حق تسلیم کر لیا گیا ہے۔ فانا کے علاقہ میں ۳ فروری ۱۹۹۷ء کے انتخابات سے قبل اگر تھوڑی سی تعداد میں بھی ووٹروں کا انتخابی فہرستوں میں اندراج ہوا ہے تو اسے ترقی کی طرف ایک بڑا قدم ہی سمجھا جانا چاہیے۔ اس اقدام کی بدولت اس خطہ کو جمہوریت سے ہمکنار کرنے کی راہ میں بڑی بڑی رکاوٹیں دور ہو گئی ہیں اور اب فانا کے تناظر میں سیاسی مباحث، نئی تصورات اور نئے مفروضات پر ہوا کریں گے۔

جہاں تک قبائلی علاقہ میں خواتین کو بالغ حق رائے دہی کا حق دینے کی مزاحمت اور مخالف کا تعلق ہے تو قبائلی سرداروں کی مزاحمت ملک کے باقی حصوں میں مقیم پڑھے لکھے افراد کے رویہ کے مطابق ہی ہے۔ خواتین کو ہر جگہ مردوں کے برابر تصور نہیں کیا جاتا ہے۔ چند سال قبل تک بلوچستان اور سرحد کے غیر قبائلی علاقوں میں بھی عمامدین کا رویہ فانا کے قبائلی سرداروں جیسا ہی تھا۔ تاہم ان تصفیہ شدہ (غیر قبائلی) علاقوں کے سرداروں نے سمجھ لیا کہ ان کی طرف جمہوری تبدیلی کی مزاحمت بے سود ہے۔ فانا کے عمامدین بھی جلد ہی اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔ ضرورت صرف ایسی حکمت عملی تیار کرنیکی ہے جس پر عملدرآمد کے ذریعے انسانی مساوات کا تصور قبائلی عمامدین میں بھی راسخ کیا جا سکے۔ قبائلی جرجوں کو اب یہ بتایا جاسکتا ہے کہ خواتین کو بطور ووٹر رجسٹر کرنے کے خلاف ان کی مزاحمت اسی آئین کی خلاف ورزی ہے جس کے تحت انہیں (قبائلی عمامدین) پارلیمنٹ میں بیٹھنے اور پورے ملک کے عوام کی قسمت کے بارے میں اہم فیصلے کرنے کا حق حاصل ہے۔ انہیں یہ بھی بتایا جاسکتا ہے کہ انتخابی فہرستوں کی تیاری میں ان کی مزاحمت قانون کے تحت قابل مواخذہ جرم ہے۔ کچھ عرصہ بعد جب فانا میں نئی انتخابی فہرستیں تیار کی جائیں گی تو ممکن ہے کہ انتخابی فہرستوں کے قانون میں ترمیم کر کے ووٹروں کی رجسٹریشن میں رکاوٹ

کے علاقہ میں ۳ فروری ۱۹۹۷ء کے انتخابات سے قبل اگر تھوڑی سی تعداد میں بھی ووٹروں کا انتخابی فہرستوں میں اندراج ہوا ہے تو اسے ترقی کی طرف ایک بڑا قدم ہی سمجھا جانا چاہیے۔ اس اقدام کی بدولت اس خطہ کو جمہوریت سے ہمکنار کرنے کی راہ میں بڑی بڑی رکاوٹیں دور ہو گئی ہیں اور اب فاٹا کے تناظر میں سیاسی مباحث، نئی تصورات اور نئے مفروضات پر ہوا کریں گے۔

جہاں تک قبائلی علاقہ میں خواتین کو بالغ رائے دہی کا حق دینے کی مزاحمت اور مخالف کا تعلق ہے تو قبائلی سرداروں کی مزاحمت ملک کے باقی حصوں میں مقیم پڑھے لکھے افراد کے رویہ کے مطابق ہی ہے۔ خواتین کو ہر جگہ مردوں کے برابر تصور نہیں کیا جاتا ہے۔ چند سال قبل تک بلوچستان اور سرحد کے غیر قبائلی علاقوں میں بھی عمائدین کا رویہ فاٹا کے قبائلی سرداروں جیسا ہی تھا۔ تاہم ان تصفیہ شدہ (غیر قبائلی) علاقوں کے سرداروں نے سمجھ لیا کہ ان کی طرف جمہوری تبدیلی کی مزاحمت بے سود ہے۔ فاٹا کے عمائدین بھی جلد ہی اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے۔ ضرورت صرف ایسی حکمت عملی تیار کرنیکی ہے جس پر عملدرآمد کے ذریعے انسانی مساوات کا تصور قبائلی عمائدین میں بھی راسخ کیا جا سکے۔ قبائلی جرجوں کو اب یہ بتایا جاسکتا ہے کہ خواتین کو بطور ووٹر رجسٹر کرنے کے خلاف ان کی مزاحمت اسی آئین کی خلاف ورزی ہے جس کے تحت انہیں (قبائلی عمائدین) پارلیمنٹ میں بیٹھنے اور پورے ملک کے عوام کی قسمت کے بارے میں اہم فیصلے کرنے کا حق حاصل ہے۔ انہیں یہ بھی بتایا جاسکتا ہے کہ انتخابی فہرستوں کی تیاری میں ان کی مزاحمت قانون کے تحت قابل مواخذہ جرم ہے۔ کچھ عرصہ بعد جب فاٹا میں نئی انتخابی فہرستیں مرتب کرنے کا عمل شروع کیا جائے گا تو یہ ممکن ہے کہ انتخابی فہرستوں کے قانون میں ترمیم کر کے ووٹروں کی رجسٹریشن میں رکاوٹ

ڈالنے کو صاف صاف الفاظ میں ایسا جرم قرار دے دیا جائے جس کی سزا دینے کا اختیار ایکشن کمیشن کو حاصل ہو۔ اس وقت تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ریاست اپنے قوانین کے نفاذ کی استعداد سے محروم ہو چکی ہے اور اگر ریاست یہ استعداد اور قوت حاصل کر بھی لے تو بھی واضح ہونا چاہیے کہ معاشرے میں تبدیلی کی جدوجہد کے حق میں مناسب قانون سازی بھی ناگزیر ہے چنانچہ اب جو بنیادی سوال ابھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ ”بنیادی حقوق سے محروم قبائلی خواتین کے حق میں علم کی آواز کون بلند کرے گا۔“

قبائلی علاقوں میں جمہوریت نواز عناصر اور روایت پسند سرداروں کے درمیان جو کشمکش ہے اس کے تناظر میں پہلے پولیٹیکل ایجنٹ کے کردار کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ پولیٹیکل ایجنٹ کافی عرصہ سے قبائلی امور کی معروضی تشکیل و ترتیب میں صرف مؤثر قوت نہیں رہے بلکہ اب تو وہ قبائلی نظام کے مضبوط ستون کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ ان کے مفادات تو صورت حال کو جوں کا توں رکھے جانے میں ہی مضمر ہیں چنانچہ یہی وہ ناسور ہے جو اس علاقہ میں زندگی کے تمام شعبوں میں جدیدیت اور اصلاحات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ وفاقی حکومت کو اس امر کا جائزہ لینا چاہیے کہ اس کے مقرر کردہ پولیٹیکل ایجنٹوں نے قبائلی سرداروں کو خواتین کو ووٹ کا حق دینے پر آمادہ کرنے کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا ہے یا انہوں نے رجعت پسند سرداروں کی ہاں میں ہاں ملانے کو ہی ترجیح دی ہے۔ یہ یقین کرنے کی وجہ موجود ہیں کہ قبائلی سردار پولیٹیکل ایجنٹ کی ترغیب آسانی سے قبول کر لیتے ہیں۔ اگر ان پولیٹیکل ایجنٹوں میں اتنی سکت نہیں کہ وہ ان سرداروں پر اثر انداز ہو سکیں جن کی خوشامد اور خدمت وہ سالہا سال سے کر رہے ہیں تو پھر ان کی کیا ضرورت ہے وہ کیوں اس طاقتور منصب پر فائز ہیں؟ پولیٹیکل ایجنٹ یا کوئی بھی دوسرا سرکاری اہل کار جو جرگہ کے ساتھ مل کر قبائلی علاقہ میں بالغ حق رائے دہی کی سکیم کو ناکام بنانے کے عمل کو آگے بڑھاتا ہے تو اسے فوری طور پر اس کے منصب سے برطرف کیا جانا چاہیے۔

یہ بات قابل افسوس ہے کہ ریاستی حکام خصوصاً صدر مملکت، نگران وزیر اعظم، وزراء اور صوبہ سرحد کے گورنر یا وزیر اعلیٰ نے ان دھمکیوں کا کوئی نوٹس نہیں لیا جو قبائلی جرگوں نے (ووٹ بنوانے کے ضمن میں) خواتین کو دی ہیں۔ نہ ہی حکومت یا اعلیٰ حکام ایسی مہم کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔ جو فٹا کے علاقہ میں بالغ حق رائے دہی کے نفاذ کے بعد روپہ عمل لائی جانی چاہیے تھی۔ اس نوع کی بنیادی اصلاحات کے رواج کے لئے محض ”احکام“ کافی نہیں ہوتے بلکہ جن لوگوں کے لئے یہ اصلاحات کی جائیں انہیں ان کے جواز اور افادیت پر قائل کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ قبائلی عوام کو یہ بتانا اور اس امر کی وضاحت کرنا بے حد ضروری ہے کہ خواتین کو ووٹ کا حق خود ان کے اپنے مفاد میں ہے۔ قبائلی علاقہ میں یا خود صوبہ سرحد میں کام کرنے والی سیاسی جماعتوں نے بھی فٹا جیسے علاقہ میں بالغ حق رائے دہی دینے کے سوال میں کوئی دلچسپی نہیں لی چنانچہ قبائلی خواتین کی ترقی میں عدم دلچسپی سے خود ان جماعتوں کی جمہوریت نوازی کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ ان جماعتوں کو احساس ہونا چاہیے کہ فٹا میں بالغ حق رائے دہی کا نفاذ محض اسلام آباد سے جاری ہونے والا ایک حکم نہیں بلکہ یہ تو ایک بڑی آبادی کے حق کا مسئلہ ہے جسے فرسودہ روایات کو ترک کر کے جمہوری دور میں پیش قدمی کرنی ہے۔ اس معاملے میں قومی سیاسی جماعتوں یا ان کے ساتھ چلنے والے عناصر کے درمیان کوئی اختلاف کوئی تقسیم نہیں ہونی چاہیے۔

قبائلی خواتین کے حقوق کے لئے جدوجہد کرنے والوں کو بالخصوص مشکلات اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وجہ اس کی یہ بتانی جاتی ہے کہ قبائلی عوام اپنی زندگی کے ضوابط سے پیوست ہوتے ہیں۔ بسا اوقات تو وہ اپنی روایات کو مذہبی عقائد سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں وہ اپنے رسم و رواج میں کسی اور کی مداخلت قطعاً پسند نہیں کرتے چنانچہ خواتین کو ووٹ کا حق دینے جیسی اصلاحات تیزی کے ساتھ نافذ نہیں کی جانی چاہئیں لیکن یہ دلائل تو اس وقت بھی پیش کئے گئے تھے جب قبائلی خطہ میں سڑکوں کی تعمیر اور تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں لایا جا رہا تھا لیکن اس کے بعد قبائلی عوام نے خود ہی ان تمام دلائل کو مسترد کر دیا۔ اس کے علاوہ یہ تجویز کہ عوام کی سماجی ترقی کا کام صرف اس وقت تک شروع نہیں کیا جانا چاہیے جب تک خود کسی علاقہ کے لوگ تبدیلی کو قبول کرنے پر تیار نہ ہو جائیں اس حد تک درست اور قابل توجہ ہے کہ کسی علاقہ میں

اصلاحات کرنے والوں کو اپنے نظریات یا منصوبے کو آگے بڑھانے کے لئے کسی نوعیت کے دباؤ یا زور آوری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ قبائلی علاقہ میں اصلاحات کو ملتوی کرنے اور علاقہ کو جمہوریت کی روشنی سے منور کرنے کے عمل کو روکنے کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ علاقہ کے عوام کی حق تلفی کا زمانہ طویل کیا جائے۔ قبائلی سرداروں اور عمائدین کی طرف سے خواتین کو ووٹ کا حق دینے کی مزاحمت دراصل بلوچستان اور سرحد کے تصفیہ شدہ علاقوں میں انتخابات اور پولنگ میں خواتین کے حصہ لینے کی مزاحمت ہی پر تو ہے جس کا مشاہدہ ہم کئی برسوں سے کر رہے ہیں لیکن تقریباً ہر علاقہ میں خواتین کی پولنگ سیشنوں سے دور رکھنے کی کوششیں دم توڑ رہی ہیں۔ گزشتہ عام انتخابات کے دوران خاص طور پر دیکھا گیا کہ جس حلقہ انتخاب میں بھی دو امیدواروں کے درمیان سخت مقابلہ تھا دونوں امیدوار خواتین کی پولنگ سیشنوں پر لانے کی جدوجہد میں مصروف پائے گئے اور انتخاب کے فیصلہ کے لئے انہی خواتین کے ووٹوں پر انحصار کیا جن کو الیکشن سے دور رکھنے کا وہ اعلان کرتے رہے تھے۔ قبائلی خواتین کو ووٹ کا حق دلانے کی جدوجہد میں شریک لوگوں کو اپنی ناکامی کا کوئی خدشہ ہر گز نہیں ہونا چاہیے اقتدار اور قوت کی خواہش تمام اقدار و روایات پر غالب آجایا کرتی ہے۔

۱۹۹۷ء کے انتخابات

آدھی صدی بعد فانا کو پہلی بار ۱۹۹۷ء کے عام انتخابات میں بالغ حق رائے دہی کا حق دیا گیا جو یقیناً ایک اچھا اقدام ہے جس کا سر اسباق نگران وزیراعظم معراج خالد اور بالخصوص سابق صدر سردار فاروق احمد خان لغاری کے سر جاتا ہے۔ مگر ابھی تو صرف پہلا قدم اٹھایا گیا ہے ویسے بد قسمتی سے ہمارے ملک میں ابھی تک صحیح جمہوریت کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ اس کی تفصیل بیان کرنا ہمارے موضوع سے متعلقہ نہیں ہے۔ بات انتخابات کی ہو رہی تھی اب تک پاکستان میں کئی بار انتخابات ہو چکے ہیں مگر ان انتخابات سے ایک مسئلہ بھی حل نہیں ہو سکا۔ لہذا یہ کہنا کہ قبائلی کو ووٹ کا حق دے کر ان پر کسی نے بڑا احسان کیا ہے قطعاً غلط ہے ہاں یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ فانا کو حق بالغ رائے دہی دینے سے یہاں مروجہ فرسودہ سیٹ اپ میں تبدیل کے لئے ایک کھڑکی ضرور کھل گئی ہے۔ اس لئے یہاں مثبت تبدیلی ناگزیر ہے۔ لہذا بہتر یہی ہو گا کہ جو بھی تبدیلی لائی جائے اس میں قبائلی رسم و رواج کو مد نظر رکھنا از حد ضروری ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ باشعور اور ذمہ دار قبائلیوں کی رائے اور تجاویز پر مبنی ایسی مثبت تبدیلی لائی جائے جس سے نہ صرف ماضی کی تلخیوں کا ازالہ ہو سکے بلکہ قبائلی عوام کے لئے بھی قابل قبول ہو۔ اس حوالے سے کتاب کے آخر میں قبائل کے انتہائی ذمہ دار اور سمجھ دار افراد کی رائے پر مبنی تجاویز دی گئی ہیں جنہیں اپنا کر فانا جیسے غیر ترقی یافتہ علاقہ کو ایک مثالی اور خوشحال معاشرہ میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

REFERENCES

1. Kalfayat Ullah (ed.) "Progress of Education in FATA", NWFP Peshawar, 1984, pp.4-7
2. Ibid p.8 and Mazhar Ali Shah "Balance Sheet of Political Agent" Provincial Academy Services Peshawar, 1989, pp. 14-17
3. سار شفیق محمد "تاریخ صوبہ سرحد" یونیورسٹی بک انجینئری پشاور ص ۲۲۲-۲۲۳
4. میمن سر جارج "شمالی مغربی پاکستان اور برطانوی سامراج" اردو ترجمہ رومان خیسار ٹریڈرز جناح مارکیٹ کونسل ۱۹۷۹ء ص ۲۳۲-۲۳۳
5. "Imperial Gazetteer of India-North West Frontier", Sanyu-e-Meel Publications Lahore, 1970, pp.224-227
6. Ibid p.227 and 253.
7. سار شفیق محمد "تاریخ صوبہ سرحد" ص ۵۵۳-۵۵۴
8. کیر واولف "پٹان ۱۹۵۰ء ق م سے ۱۹۵۵ء تک" اردو ترجمہ سید محبوب علی پشتوا کیڈمی پشاور یونیورسٹی ۱۹۸۸ء ص ۱۱۲-۱۱۳
9. "Imperial Gazetteer of India-North West Frontier", pp.116-118.
10. Ibid pp.199-200.
11. جاوید عزیز "سرحد کا آئینی ارتقاء" ادارہ تحقیق و تصنیف پشاور ۱۹۷۵ء ص ۶۳
12. "Frontier Crimes Regulation (FCR) 1901", Printed and published by the Manager Govt. Stationery and Printing Department NWFP. 1973, pp.10-23.
13. Lal Baha "NWFP Administration Under British Rule 1901-19", National Commission on Historical and Culture Research Islamabad 1978, pp.30-31.
14. Awan, Izzat "Pattern of Administration in the Tribal Areas of Pakistan" Provincial Academy Services Peshawar 1972, pp.35-37 and Akbar S. Ahmed "Social and Economic Change in Tribal Areas 1972-76", Oxford University press Karachi 1977, pp.43-45
15. Shah, Mazhar Ali "Balance Sheet of Political Agent" pp.18-19.
16. Ibid pp.23-24.
17. Awan, Izzat "Pattern of Administration in the Tribal Areas of Pakistan" p.24
18. "Secret Annual Administration report of the Frontier corps 1940-41", Govt of India Press 1941, p.1 and "Defence Committee 1931", Govt of India Press 1931, pp. 18-19.
19. خان ایم آر آکین کے تحت قبائلی علاقہ جات کا انتظام "روزنامہ مشرق پشاور" ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۳ء ص ۱۲
20. روزنامہ "مشرق" پشاور ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۳ء
21. Syed Abdul Qaddus "The Pathans", Feroz sons Ltd. Lahore 1987, pp. 339-40.
22. حقانی ارشاد احمد "قائمانی بنیادی حقوق سے محروم لاکھوں لوگ" جنگ بندی ۱۲ مارچ ۱۹۹۳ء ص ۲
23. روزنامہ "مشرق" اور "فریئر پوسٹ" پشاور ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۳ء
24. حقانی ارشاد احمد "قبائلی علاقہ جات اور جمہوریت۔ کس کا اتفاق رائے مطلوب ہے" جنگ بندی ۱۴ اپریل ۱۹۹۳ء ص ۳
25. ایسا "انصاف کے طلب گار پاکستانی علاقے" جنگ بندی ۲۲ فروری ۱۹۹۳ء ص ۲
26. Syed Abdul Qaddus "The Pathans", pp. 185-86.
27. روزنامہ "پاکستان" ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۳ء ص ۵
28. "Government of NWFP Planning, Revenue and Development Department FATA, NWFP, Peshawar, 1994, p. 31.

REFERENCES

1. Kaifayat Ullah (ed.) "Progress of Education in FATA", NWFP Peshawar, 1984, pp.4-7
2. Ibid p.8 and Mazhar Ali Shah "Balance Sheet of Political Agent" Provincial Academy Services Peshawar, 1989, pp. 14-17
3. صابر شفیق محمد "تاریخ صوبہ سرحد" یونیورسٹی بک اینجینی پشاور ص ۲۲۲-۲۲۳
4. مہکمہ سر جارج "شمالی مغربی پاکستان اور برطانوی سامراج" اردو ترجمہ رومان فیضانِ ریڈرز جناح مارکیٹ کوئٹہ ۱۹۷۹ء ص ۲۳۲-۲۳۳
5. "Imperial Gazetteer of India-North West Frontier", Sang-e-Meel Publications Lahore, 1979, pp.221-27.
6. Ibid p.227 and 253.
7. صابر شفیق محمد "تاریخ صوبہ سرحد" ص ۵۵۲-۵۵۳
8. کیر و اولف "پٹھان ۱۵۵۰ ق م سے ۱۹۵۰ء تک" اردو ترجمہ سید محبوب علی پشتوا کیڈمی پشاور یونیورسٹی ۱۹۸۸ء ص ۱۱۲-۱۱۳
9. "Imperial Gazetteer of India-North West Frontier", pp.116-18.
10. Ibid pp.199-20.
11. جاوید عزیز "سرحد کا آئینی ارتقاء" ادارہ تحقیق و تصنیف پشاور ۱۹۷۵ء ص ۶۳
12. "Frontier Crimes Regulation (FCR) 1901", Printed and published by the Manager Govt. Stationery and Printing Department NWFP, 1973, pp.10-23.
13. Lal Baha "NWFP Administration Under British Rule 1901-19", National Commission on Historical and Culture Research Islamabad 1978, pp.30-31.
14. Awan, Izzat "Pattern of Administration in the Tribal Areas of Pakistan" Provincial Academy Services Peshawar 1972, pp.35-37 and Akbar S. Ahmed "Social and Economic Change in Tribal Areas 1972-76", Oxford University press Karachi 1977, pp.43-45
15. Shah, Mazhar Ali "Balance Sheet of Political Agent" pp.18-19.
16. Ibid pp.23-24.
17. Awan, Izzat "Pattern of Administration in the Tribal Areas of Pakistan" p.24
18. "Secret Annual Administration report of the Frontier corps 1940-41", Govt of India Press 1941, p.1 and "Defence Committee 1931", Govt of India Press 1931, pp. 18-19.
19. خان ایم آر آکین کے تحت قبائلی علاقہ جات کا انتظام "روزنامہ مشرق پشاور" ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۳ء ص ۱۲
20. روزنامہ "مشرق" پشاور ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۳ء
21. Syed Abdul Qaddus "The Pathans", Feroz sons Ltd. Lahore 1987, pp. 339-40.
22. حقانی ارشد احمد "قائمیں حیادی حقوق سے محروم لاکھوں لوگ" جنگ پندی ۱۲ مارچ ۱۹۹۲ء ص ۲
23. روزنامہ "مشرق" اور "فریئر پوسٹ" پشاور ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۳ء
24. حقانی ارشد احمد "قبائلی علاقہ جات اور جمہوریت۔ کس کا اتفاق رائے مطلوب ہے" جنگ پندی ۱۳ اپریل ۱۹۹۳ء ص ۳
25. ایضاً "انصاف کے طالب گار پاکستانی علاقے" جنگ پندی ۲۲ فروری ۱۹۹۲ء ص ۲
26. Syed Abdul Qaddus "The Pathans", pp. 185-86.
27. روزنامہ "پاکستان" ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۳ء ص ۵
28. "Government of NWFP Planning, Revenue and Development Department FATA, NWFP, Peshawar, 1994, p. 31.

تاریخی اہمیت

اسلامی علوم میں تاریخ کو بنیادی اور اہم حیثیت حاصل ہے۔ قرآن پاک خود اقوام عالم کے عروج و زوال کے اسباب و علل پر بحث کر کے تاریخی مثالیں پیش کرتا ہے۔ تاریخ انسانی کو ششوں، کارناموں اور کارگزاریوں کا ایک ریکارڈ ہی نہیں بلکہ کسوٹی بھی ہے جس پر اجتماعی نیکی و بدی، خصال اور زائل کو پرکھا جاسکتا ہے۔ تاریخ ہمیں ماضی کا آئینہ دکھا کر اپنے حال اور مستقبل کی اصلاح کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ یہ انسانی ذہن کو جھنجھوڑتی، قوت عمل بخشتی اور فکری انقلابات سے ہم کنار کرتی ہے۔ جس طرح انسان اپنا حافظہ کھو کر اپنی شخصیت کھودیتا ہے اس طرح تاریخ سے بے نیازی اور بے پرواہی برتننے والی قوم بھی اپنی ہستی کھو بیٹھتی ہے۔ مسلمانان صوبہ سرحد اور بلخوص پٹھان قبائل کی تاریخ بلاشبہ غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ یہاں کے تاریخ ساز لوگوں نے ہزاروں انقلاب دیکھے ہیں۔ انہیں سینکڑوں حملہ آوروں کا سامنا کرنا پڑا اور بیسیوں تہذیبوں کو ابھرتے اور ڈوہتے دیکھا۔ اس سرزمین کی تاریخ دلوں کو جوش اور ولولہ عطاء کر کے اپنی عظمت کی بازیابی کی ترغیب دیتی ہے۔ چنانچہ اسکا مطالعہ برصغیر پاک و ہند کے تاریخی مطالعہ کی کلید ہے (1)۔

ماضی میں یہ علاقہ بیرونی حملہ آوروں کی آماجگاہ رہا ہے اور طویل عرصہ تک یہاں کے باشندے ان بیرونی یلغاروں سے برسرِ پیکار بھی رہے ہیں۔ یہاں سکندر اعظم کو بڑی اذیتیں اور کافی الجھنوں کے ساتھ ایسے واقعات پیش آئے کہ اس کا نشہ ٹوٹ گیا۔ چنگیز خان، مغل اور سکھوں کے علاوہ جب انگریز بنگال اور کرناٹک سے سیلابی صورت میں بڑھتے ہوئے آئے تو انہیں بھی نہ صرف ناکوں چنے چبوائے گئے بلکہ ملحقہ قبائلی علاقہ اور افغانستان میں انگریزوں کو اتنی عزیمت اٹھانی پڑی کہ اسکے بعد انہوں نے دنیا بھر میں مزید سامراجیت کی رفتارست کر دی (2)۔ پشتون قبائل نے اس خطہ کی سماجی، سیاسی اور تہذیبی زندگی پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ ان غیور لوگوں نے مسلم معاشرے کو تازہ خون دے کر بہت بڑا کام کیا ہے۔ انہوں نے مایوس کن معاشی ماحول میں نہایت غربت و افلاس کے باوجود اپنی آزادی کی نہ صرف نگہبانی کی ہے بلکہ دنیا کی بڑی سے بڑی قوتوں یونان، مغل، تاتار، سکھ اور انگریز کے سامنے انکے سر بھی کبھی نہیں جھک سکے (3)۔

ان تمام واقعات و حادثات کا احاطہ کرنا ہمارے تحقیقی مطالعہ کے مقاصد میں شامل نہیں ہے تاہم فرنگی کے خلاف قبائلیوں کی ایک صدی پر محیط مسلح جدوجہد اس لئے غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے کہ ایک طرف انہوں نے نئے قبائل پر طاقت آزمائی کے ذریعے بے تحاشہ مظالم ڈھائے تو دوسری طرف جبر کا ایک ایسا نظام متعارف کرایا جس سے یہاں کی تہذیب و تمدن پر نہ صرف گہرے منفی اثرات مرتب ہوئے بلکہ آزادی کے بعد آدھی صدی گزر جانے کے باوجود یہاں کے عوام آزادی کی حقیقی نعمت سے اب تک محروم بھی چلے آ رہے ہیں۔ انگریز نے ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد سب سے پہلے جو کام کیا وہ ہندوستان کی تاریخ کی تدوین تھا۔ انہوں نے سرحد میں بننے والے قبائل کو تاریخ کے اوراق پر ڈاکو، لٹیرے، قاتل اور غیر مہذب بنا کر ہندوستان کے باشندوں کو ہمیشہ ان کی یورشوں سے ڈرایا۔ ۱۸۵۵ء میں گورنمنٹ رپورٹ میں قبائل کے عمومی رویے اور فرنگی کے ساتھ تعلقات کار سے متعلق یوں بتایا گیا:

قبائل بدترین درجے کی وحشی اور مکمل طور پر غیر مہذب مخلوق ہیں۔ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اسلام کی روح کو سمجھنے سے نابلد ہیں۔ مستورات کے متعلق بہت حساس ہیں، پیسوں کی خاطر مہمان کو دھوکا دینے کے سوا سب کچھ کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ آخر حد تک چور اور ڈاکو ہیں۔ دشمنی میں غضبناک حد تک خون کے پیاسے اور درندے بن جاتے ہیں۔ ہر خاندان کو خونی معاملے میراث میں ملتے ہیں۔ یہ لوگ خود اپنی یا کسی دوسرے کی زندگی کے بارے میں بہت ہی غیر محتاط ہیں۔ پہاڑی سلسلوں سے نیچے اتر کے ہمارے علاقہ میں ہم سے لڑتے ہیں۔ دیہاتوں کو لوٹتے اور جلاتے ہیں۔ ہماری رعایا سے جبراً ٹیکس وصول کرتے ہیں۔ منحرف اور غداروں کیساتھ ہر جگہ ساز باز کرتے ہیں۔ میدانی علاقوں کو شکار گاہ اور انکے باسیوں کو

اپنے لئے کھلونے تصور کرتے ہیں۔ اکثر انکو اغوا کر کے تاون کی خاطر قیدی بنا دیتے ہیں۔ ڈاکہ ڈالتے وقت آگے پیچھے محاصرے سے نکل کر حملہ آور ہوتے ہیں۔ بے رحمی انکے مزاج کا خاصہ ہے۔ ملزمان کو پناہ دیکر باقاعدہ مجرم بنا دیتے ہیں۔ حکومت انکے اندرونی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرتی نہ ان سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ اپنی رعایا کو بھی ان کے ساتھ معاملات یا تنازعات میں الجھنے سے باز رکھتی ہے۔ مگر پھر بھی یہ لوگ غداروں اور مفردوں کو پناہ دیتے ہیں (4)۔

لیکن بعد کے واقعات و حالات نے ثابت کر دیا کہ قبائلی علاقے ظلم کی چکی میں پس رہے تھے۔ انگریزوں نے ان حریت پسندوں کو قابو کرنے کی خاطر خزانے کے منہ کھلوا دیے تھے۔ کبھی ایک پالیسی بناتے کبھی اسے چھوڑ کر دوسری حکمت عملی اختیار کرتے۔ ۱۸۴۹ء سے ۱۸۹۹ء تک باسٹھ فوجی مہمات بھیجی جاتی ہیں۔ توپیں دن رات آگ اُگلتی ہیں۔ مجاہدین کے جھونپڑے مسمار کئے جاتے ہیں۔ غلہ کی فراہمی روک دی جاتی تو وہ جنگلی پودوں کے پتوں سے پیٹ کا دوزخ بھر نے لگتے۔ مگر ان تمام تر زیادتیوں کے باوجود یہاں کے مجاہدین اسلام کی عظمت پر قرار رکھنے اور بہادر پٹھانوں کے بہادرانہ کارناموں کو زندہ اور تابندہ رکھنے کے لئے فرنگی کے خلاف سر پیکار رہے۔ انکو نہ تو انگریز کے ظالمانہ قوانین پست ہمت کر سکے اور نہ ہی ان کے جذبات کو فرنگی توپیں اور ہوائیں جہازوں کے بم ختم کر سکے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد قبائلی علاقوں میں مزاحمت نے شدت اختیار کی۔ فرنگی کی سینکڑوں فوجی مہمات کے باوجود انہوں نے ہار نہ مانی۔ جو نئی فرنگی لاؤ لشکر اور توپ خانہ حرکت میں آتا یہ اپنے بیوی بچے لے کر پہاڑی غاروں میں چلے جاتے لیکن فرنگی لشکر کی پیٹھ پھیرتے ہی وہ عقاب کی طرح ان پر ٹوٹ پڑتے۔ ہزاروں فرنگی بشمول سپاہی سرحدی جنگوں کی نذر ہوئے۔ بڑے آزمودہ کار جرنیل ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ پولیٹیکل ایجنٹوں کے ذریعے بے تحاشہ روپیہ قبائل کو خریدنے پر خرچ کیا گیا مگر پھر بھی فرنگی کی آتش انتقام ٹھنڈی نہ ہو سکی (5)۔ برطانوی اقتدار کے آغاز سے ۱۹۰۱ء تک نصف صدی کو دو واضح حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا حصہ ۱۸۴۹ء سے ۱۸۷۸ء میں دوسری افغان جنگ تک اور دوسرا حصہ لارڈ کرزن کے زمانے میں پنجاب سے سرحد کی علیحدگی کے دور تک۔ ابتدائی تیس سالوں میں سرحد بند رکھنے کی نام نہاد پالیسی کی آزمائش ہو رہی تھی آخری بیس سال کے عرصہ میں فارورڈ پالیسی کو بروئے کار لایا گیا۔

بند سرحد پالیسی

پنجاب کے الحاق کے بعد حکومت پنجاب نے ”بند سرحد پالیسی“ اختراع کی۔ سرحد کے نزدیک بند و بستی اضلاع کو قبائلی حملہ آوروں سے بچانا اور قبائل کے خلاف کم سے کم تادیبی کارروائیوں کے علاوہ ان کے علاقہ میں ”عدم جارحیت“ اور ان کے اندرونی معاملات میں ”عدم مداخلت“ اس پالیسی کے نمایاں پہلو تھے۔ معاہدے کے تحت حکومت قبائل کو مواجب (الائسنز) ادا کرتی تھی۔ خلاف ورزی کی صورت میں مواجب بند کرنے کے علاوہ ان پر جرمانہ عائد کر کے ان کی ناکہ بندی کر دی جاتی تھی۔ اگر حالات مزید شدت اختیار کر جاتے تو ان کے خلاف فوج کشی بھی کی جاتی تھی (6)۔ مواجب کی رقم کو قبائلی علاقہ سے گزرنے والی سڑک کا معاوضہ یا کسی خاص خدمت کا صلہ بھی سمجھا جاسکتا تھا۔ ابتدائی ایام میں ان کی بڑی اہمیت تھی۔ مروجہ پالیسی کے تحت تعزیری مہم اور مواجب بند کرنے کے علاوہ بندش اور برآمدتہ سے بھی کام لیا جاتا تھا۔ بندش کا مفہوم یہ ہے کہ کسی قبیلہ کو پاس کے اضلاع کی منڈیوں اور چراگاہوں میں داخل ہونے سے روک کر اس پر اقتصادی دباؤ ڈالا جائے۔ برآمدتہ کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص یا قبیلہ نے جرم کیا ہے اسکے آدمی، مویشی یا ملاک قبضہ میں لی جائیں تاکہ وہ نقصان کی تلافی پر مجبور ہو جائے۔ سرحدی علاقے میں دو معاشرے آمنے سامنے تھے۔ ایک بند و بستی اضلاع اور دوسرا قبائلی علاقہ ان دونوں کی قربت کی وجہ سے مجرموں کو قابو میں لانے کے مسئلے نے سنگین صورت اختیار کر لی تھی۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۸۷۷ء تک گیارہ مرتبہ فوج کشی کی گئی جبکہ ۱۸۷۷ء کے دوران بارہ مرتبہ فوج کشی کی گئی۔ فوج کشی کی یہ خطرناک تعداد سرحد بند رکھنے کی برائے نام پالیسی پر عمل درآمد کا نتیجہ تھا۔

اس دوران وسطی ایشیاء اور افغان سرحد کی طرف روس کی پیش قدمی سے یہاں پر خطرے کے باعث انگریزوں نے مواصلات کی

بہتری اور فوجی نقطہ نگاہ سے اہم مقامات تک رسائی کی خاطر پہاڑی دروں پر قبضہ کرنے کی ضرورت کو ناگزیر تصور کیا اور ساتھ ہی ایک ایسی تنظیم کے قیام کی ضرورت کو بھی محسوس کیا گیا جو باقاعدہ فوج کے مقابلے میں زیادہ آسانی سے نقل و حمل کر سکے۔ اس کا نمونہ گائیڈ کی شکل میں موجود تھا اس میں بھاری ملیشیا کا اضافہ کیا گیا۔ مزید برآں ہندوستانی اضلاع کو قبائلی حملہ آوروں سے بچانے کی خاطر فرنٹیئر فورس (فرنٹیئر کانسٹیبلری) کا قیام عمل میں لایا گیا۔ نئی پالیسی کی طرف پہلا قدم لٹن کی آمد سے تھوڑے دن پہلے ۱۸۷۶ء میں اٹھایا گیا۔ یہ اقدام بالائی سندھ کے اس علاقہ میں اٹھایا گیا جو اب بلوچستان کہلاتا ہے (7)۔ اس نئی پالیسی کو ”فارورڈ پالیسی“ کا نام دیا گیا۔

فارورڈ پالیسی

اس پالیسی کی ضرورت پہلی دفعہ ۱۸۷۸ء میں محسوس کی گئی مگر اس وقت دوسری افغان جنگ کی وجہ سے عملی طور پر اسے رو بہ عمل نہیں لایا جاسکا۔ دوستانہ ماحول میں ہند سرحد پالیسی کے تحت مطلوبہ نتائج کے حصول میں ناکامی پر حکومت ہند نے ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو حکومت پنجاب کو لکھا ”اب وقت آگیا ہے کہ سرحد کے آزاد علاقوں کو زیر کرنے کی از سر نو کوشش شروع کی جائے۔ اگر ممکن ہو تو ان علاقوں کو بیر و نی جارحیت کی صورت میں مضبوط دفاعی پوزیشن کی حیثیت سے بھی استعمال میں لایا جائے۔“ دوسری طرف اس وقت کے کمانڈر انچیف کے خیال میں سرحد کے متعلق پالیسی میں جارحانہ تبدیلی وقت کی اہم ضرورت تھی (8)۔ ہند سرحد پالیسی کی جگہ یسڈون (۹۳-۱۸۸۸ء) اور ایلین (۹۹-۱۸۹۳ء) میں ڈیفنس آف انڈیا کے نام سے فارورڈ پالیسی پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ قبائلیوں کا رد عمل فطری تھا۔ انہوں نے انگریز کی اس حرکت کو اپنی آزادی میں براہ راست مداخلت کے مترادف سمجھا۔ ۱۸۹۶ء میں اجتماعی طور پر قبائلیوں نے فرنگی کھلاف علم بغاوت بلند کیا۔ فرنگی نے انہیں کچلنے کی خاطر صرف ایک سال میں ستر ہزار فوج کیساتھ سات مرتبہ وسیع پیمانے پر تادمی کارروائیاں کیں (9)۔ مزید یہ کہ حکومت ہند اور افغانستان کے درمیان مستقل حد بندی نہ ہونے کے باعث گریڈ کی صورت میں ذمہ داری کس حکومت کی بنتی تھی؟ اس بات کا تعین کرنا نہایت ہی مشکل امر تھا۔ اس معرکہ کو حل کرنے کی خاطر مرٹھر ڈیورنڈ کی قیادت میں ۱۸۹۳ء میں ایک وفد نے امیر کابل عبدالرحمن کیساتھ سرحدات کے تعین کا معاہدہ طے کیا۔ اس دوران سرکش قبائل کے مذہبی رہنماؤں کو نظر انداز کیا گیا جنہوں نے مذکورہ معاہدے کو اپنی آزاد حیثیت کھلاف ایک گھناؤنی سازش تصور کیا (10)۔ اس جنجالی صورت میں قبائلی زمین عجیب انداز میں خطرناک جنگ کی فصل تیار کر رہی تھی۔

۱۸۹۶ء کی عظیم بغاوت

۱۸۹۳ء میں ڈیورنڈ معاہدہ، سمانہ، وادی کرم، ٹوچی اور وانا پر قبضہ، کوہاٹ نمک کی کان پر ٹیکس اور بالخصوص فارورڈ پالیسی کے نتیجے میں فوج کی نقل و حمل کے باعث قبائل پٹی میں مذہبی جوش کا ایسا شدید رد عمل سامنے آیا کہ ۱۸۹۶ء سرحد کی تاریخ کا ایک طوفانی سال ثابت ہوا۔ اس کا پہلا شعلہ اس وقت بھڑک اٹھا جب ٹوچی کے پولیٹیکل آفیسر مسٹر گی نے جون ۱۸۹۶ء کو ایک مسلح حفاظتی دستہ کے ہمراہ مانڑر کا دورہ کیا۔ یہاں کے قبائل نے خوب خاطر تواضع کے بعد بے خبری میں ان پر اچانک حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں تین سو سپاہیوں پر مشتمل دستہ کے بہت سارے افسر اور سپاہی قتل یا شدید زخمی ہوئے۔ یہ خبر بڑی تیزی کے ساتھ دیگر قبائلی علاقوں تک پھیل گئی۔ بالائی سوات میں ملا سعد اللہ (ملا مستانہ) کی سرکردگی میں بارہ ہزار قبائل نے ملاکنڈ اور چکدرہ کے ہر دو محاذوں پر اچانک حملے کئے جن میں فریقین کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ ۷ اگست کو مولوی نجم الدین (ہڈاملا) کی قیادت میں پانچ ہزار مہمند لشکر نے شب قدر قلعہ پر بلہ بول دیا اور انگریز کی تازہ دم فوج پہنچنے سے پہلے مہمند غازیوں نے اپنا کام کر دکھایا۔ اسی مہینے آفریدی اور کزئی اور کرم کے قبائل نے ملا سید اکبر خان اکاخیل کی قیادت میں ۱۵ اگست سے ۱۴ ستمبر تک برابر سمانہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ جواب میں فرنگی نے دو بریگیڈ (۷۰۰۰) فوج کیساتھ دہ خیل پر، تین بریگیڈ فون کے ساتھ ملاکنڈ پر، دو بریگیڈ فوج کے ساتھ مہمند پر اور تیس ہزار فوج کے ساتھ تیراہ پر بھرپور حملہ کیا (11)۔ یہ پہلا موقع تھا کہ قبائل اجتماعی حیثیت سے انگریز کے

خلاف نبرد آزما ہو گئے تھے اور انگریز کی دیرینہ چال ناکام رہی تھی جس کے تحت فرد افراد قبائل سے جنگ لڑا کرتے تھے۔

شمال مغربی صوبے کا قیام

انیسویں صدی کے آخری عشرے میں فارورڈ پالیسی کے نفاذ کے نتیجے میں ۱۸۹۶ء کی شورش کو دبانے کی خاطر جو فوجی مہمات بھیجی گئیں۔ انگریز کے لئے وہ نہ صرف مشقت طلب اور مہنگی پڑیں بلکہ انہیں سرحد کے متعلق پھر نئے سرے سے پالیسی مرتب کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ جنوری ۱۸۹۹ء میں اٹلین کی جگہ کرزن کو وائسرائے ہند بنا کر بھیجا گیا۔ جن کی خاص توجہ سرحد پار امن وامان کی گھمبیر صورت حال کو بہتر بنانے اور جرائم کے سدباب جیسے مسائل پر مرکوز رہی۔ ان حالات سے عہدہ برآں ہونے کیلئے وائسرائے کی تمام ترجیحات میں فوج کی تنظیم نو اور سرحد سے متعلق انتظامات میں اصلاحی عمل کو مرکزی فوقیت حاصل رہی۔ نیا وائسرائے سرحد کے متعلق کسی حتمی نتیجے پر پہنچنا چاہتا تھا۔ وہ نہ تو فارورڈ پالیسی کا مداح تھا اور نہ دریائے سندھ یا وادی پشاور تک قدم واپس ہٹانے کا حامی بلکہ کسی درمیانی راستے کی تلاش میں تھا۔ آخر سوچ اور محنت کے بعد بزعیم خود مسئلے کا یہ حل نکالا:

- (۱) سرحدی قبائل کے خلاف تادمی مہموں کا سلسلہ ختم کر کے فوجوں کو ان علاقوں سے نکال لیا جائے اور ان کی جگہ فوجی چوکیوں، قلعوں، سڑکوں اور ریلوے لائن کی حفاظت کے لئے ملیشیاء کے سپاہیوں کو تعینات کیا جائے۔
- (۲) پانچ سرحدی اضلاع اور پانچ قبائلی ایجنسیوں کو صوبہ پنجاب سے الگ کر کے ایک علیحدہ صوبہ قائم کیا جائے۔
- (۳) اس نئے صوبے کو ایک چیف کمشنر کی تحویل میں دیا جائے جو باقاعدہ اضلاع میں سول حکومت چلائے جبکہ قبائلی علاقہ جات کے لئے وائسرائے ہند کے ایجنٹ کے طور پر کام کرے۔

اس طرح ۲۰ دسمبر ۱۹۰۱ء کو شمال مغربی سرحدی صوبہ وجود میں آیا۔ سرکاری اضلاع پشاور، ہزارہ، کوہاٹ، بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان کے لئے ڈپٹی کمشنر مقرر کئے گئے جبکہ قبائلی علاقہ جات جن میں مالاکند، خیبر، کرم، شمالی اور جنوبی وزیرستان ایجنسیاں شامل تھیں کے لئے انتظامی سربراہ پولیٹیکل ایجنٹ کہلائے۔ نئے صوبے کے قیام کے بعد کرزن نے اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا۔ ”میری سرحد سکیم بالآخر مکمل ہو ہی گئی میں اپنے آپ کو نوزائیدہ بچے کی طرح محسوس کرتا ہوں جو کشمکش اور آزمائشوں سے گزر چکا۔ اس کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں اور مدد جاری رکھیں۔ اب اگر یہ گر گیا تو میرا دل ٹوٹ جائے گا“ (12)۔ مگر ان تمام اقدامات کے باوجود مخالفت میں پتھروں کی اس سرزمین نے جب فرنگی قدموں کے نشان تک جمنے نہیں دیئے تو انہوں نے ہوائی آگ برسانا شروع کی۔ مقابل میں یہاں کے پتھروں نے بھی آگ اگلی۔ جن راہوں پر فرنگی فوج گزر جاتی دروں سے ان پر گولیاں برستیں۔ یہ لوگ کبھی پہاڑوں سے اور کبھی اپنی پناہ گاہوں میں چھپ کر سرکاری فوج پر حملہ آور ہوتے اور بہت نقصان پہنچاتے۔ آزاد قبائل پر شب و روز کی اندھا دھند مہماری اور اطلاعات سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ حکومت بین الاقوامی ذمہ داری کی آڑ لے کر آزاد علاقوں پر اپنا تصرف جمانا چاہتی تھی (13)۔

فرنگی نے پختون قوم کو علاقائی، قانونی اور انتظامی ہر لحاظ سے تقسیم کرنے کی کوشش کی مگر آزادی کے ساتھ والہانہ لگاؤ اور مذہب کے ساتھ وابستگی نے ان کو متحد کئے رکھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ پرہیزگار اور راسخ العقیدہ شخصیات کے جھنڈے تلے متحد ہو گئے۔ ان شخصیات میں ملا ستانہ، ہڈالما، حاجی ترنگ زئی، ملا پاؤندہ اور فقیر ایسی شامل تھے۔ ان کی ولولہ انگیز قیادت کے پس پردہ عوامل میں مذہبی کرشمہ، سیاسی دور اندیشی اور حد درجہ کٹھن حالات سے نمٹنے کی صلاحیت کا بنیادی کردار رہا ہے۔ ان اوصاف کی بدولت انہوں نے ایک ایسے معاشرے میں لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کی جو عام حالت میں کسی قیادت کو تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوتے (14)۔ آزادی کے حصول میں قبائل کے کردار کے متعلق قائد اعظم نے فرمایا ”پاکستان کے حصول میں قبائل نے جس جوش و خروش سے حصہ لیا وہ قابل ستائش ہے۔ بحیثیت مجموعی پٹھان سب لوگوں سے زیادہ منظم



1 Private, British Infantry, 1897
2 Havildar, 30th Punjab Infantry, 1897
3 Sowar, 10th Bengal Lancers, 1897



Frontier tribesmen

- 1 War correspondent, 1897
2 Private, 1st Gordon Highlanders, 1908
3 Officer, South Wales Borderers, 1937





1 Sergeant, Bengal Horse Artillery, 1842
2 Captain, 44th Foot, 1842
3 Private of battalion company, 44th Foot, 1842

- 1 Private, 10th Hussars, 1879
2 Officer, 18th Foot attached
Commissariat, Kabul, 1880
3 Infantry officer, 1879





- 1 Officer, 3rd Light Dragoons, 1842
2 Private, 13th Foot, 1842
3 Sepoy, Light Company, 35th Bengal
Native Infantry, 1842

اور باشعور ہیں وجہ ظاہر ہے ان کی غلامی کا زمانہ نسبتاً کم ہے۔ “۱۹۴۸ء کو پشاور میں قبائل جرگہ سے خطاب کے دوران فرمایا ”ہم چاہتے ہیں کہ آپ خود ار لوگوں کی طرح اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں اپنے ملی وسائل کو ترقی دیں اور اپنی خویوں کو اجاگر کریں۔ پاکستان قبائلی بھائیوں کی معاشی اور معاشرتی حالت سدھارنے کی خاطر مالی اور ہر ممکنہ مدد دینے کے لئے تیار رہے گا (15)۔

دراصل قبائلیوں کی جدوجہد کا منشاء و مقصود ظلم و جبر اور کفر کی نفی تھا۔ ان کا جذبہ حریت صرف قیام پاکستان تک محدود نہیں رہا بلکہ استحکام پاکستان میں بھی ان کا مثالی کردار رہا ہے۔ ریاست جموں و کشمیر مسلم اکثریت کا علاقہ تھا لیکن ایک سازش کے تحت وہاں کے ڈوگرہ حکمران نے عوام کی سررضی کے خلاف بھارت کے ساتھ کشمیر کا الحاق کر دیا۔ قبائلی دینی غیرت کے جذبہ سے سرشار ہو کر مظلوم کشمیری بھائیوں کی مدد کے لئے ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے روز کشمیر میں داخل ہو گئے اور ہر اول دستے کی حیثیت سے ہر محاذ پر نہ صرف خون کی قربانی دی بلکہ بھارت کو اس امر پر بھی مجبور کیا کہ وہ معاملے کو اقوام متحدہ کے سامنے لے جائے تاکہ جنگ بندی ہو سکے۔

انگریز حکام کی رائے

کیرو کے خیال میں ”پستیوں سے ابھر نے والی اونچی اونچی پہاڑیوں کے اس لامتناہی سلسلہ میں کوئی ایسی طاقت پنہاں ہے کہ جن لوگوں کو تقدیر اس علاقہ میں لے آتی ہے ان میں غیر معمولی جوش و جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ خطہ اس کے مکینوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ انگریزوں کے ساتھ ایک سو سال سے زیادہ عرصے کے قریبی ربط کے باوجود پٹھان پوری دنیا اور خود اپنے لئے معمہ بنا ہوا ہے۔ یہاں بڑی بڑی تہذیبیں ایک دوسرے سے ٹکرائی ہیں اور ایک دوسرے کا سامنا کیا ہے۔ ان کے پہاڑی مکانوں پر فاتح فوجوں نے ساحل سے سر ٹپکتی ہوئی سمندری موجوں کی طرح بار بار یورش کی ہے۔ معتبر تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ ان علاقوں نے تاریخ میں اشیاء بلکہ پوری دنیا کے ہر ملک کے مقابلے میں زیادہ حملے دیکھے ہیں۔ جس کمانڈر کو بھی قبائل کے خلاف لڑنے کا اتفاق ہوا ہے اس نے ضرور بتایا ہے کہ وہ اپنے علاقے میں لڑائی کے موقع پر جبلی طور پر میدان جنگ میں کیا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کی مسلسل آزادی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ وہ آزادی کی خاطر جان کی بازی لگانے کو تیار رہتے ہیں اور اپنے علاقے میں لڑنا بھی خوب جانتے ہیں۔ انگریزوں اور پٹھان کا مزاج ایک تھا اور دونوں نے اندازہ لگالیا کہ انہیں انسانوں سے واسطہ پڑا ہے۔ نامور شخصیات میں جتنی عظمت تھی وہ ایک حد تک ان لوگوں کی دین تھی جن کا ان سے واسطہ پڑا تھا۔ مردانگی، ذہانت، رفاقت، وفاداری حتیٰ کہ ناموری بھی ایک طرح سے ان باتوں کا عکس تھی جو وہ ان لوگوں کے متعلق جن کے حاکم بنائے گئے تھے دیکھتے تھے، محسوس کرتے تھے اور سنتے تھے۔ یہ سب کے سب یعنی جارج لارنس، میکمن، ایڈروڈز، ایبٹ حتیٰ کہ رابرٹس بھی بذات خود آدھے سے زیادہ پٹھان تھے (16)۔

جنرل میکمن لکھتے ہیں ”ہمارے اوپر گرانقدر عسکری ذمہ داری عائد ہو گئی تھی جس سے ہندوستانی سپاہی متنفر تھے۔ کیونکہ سرحد پار مالاکنڈ سے وزیرستان تک کو قابو میں رکھنے کیلئے بڑی بڑی فوجیں متعین کی گئیں، ان پر اخراجات اور پہلی جنگ عظیم کے اقتصادی بوجھ نے ہندوستانی مالیات کی کمر توڑ دی۔ اقتصادی پہلو کا تقاضا یہ تھا کہ فوجی اخراجات میں تخفیف کی جائے جو ہندوستانی فوج کو سرحد پار رکھنے، انہیں رسد پہنچانے اور خصوصی مراعات کی بدولت ہوتے تھے۔ ان حقائق کی بناء پر سرحد کی حفاظت ان یونٹوں کے سپرد کر دی جاتی تھی جو قبائلیوں سے ہی تشکیل پاتے تھے (17)۔ جنرل بیلف کے خیال میں ”ان وحشی لوگوں سے نمٹنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جب ان کے خلاف لڑنے لگو تو سخت سے سخت ضربیں لگانے اور پے درپے حملوں کے ذریعے ان کو لڑنے کا فن سکھاؤ۔“ لٹن نے ۱۸ء میں پنجاب حکومت کے تعزیری سسٹم کو غیر مہذب قرار دیتے ہوئے کہا ”مروجہ طریقہ کار سے تعلقات سلجھانے کی بجائے سخت نفرت کے تصور کو تقویت ملتی ہے۔ فوجی مہمات مسئلے کا مستقل حل اس لئے نہیں ہیں کہ گذشتہ ریکارڈ کے حوالے سے قبائل کی نسبت نقصان ہمارا زیادہ ہوا ہے۔ سرحد کی تاریخ کا طالب علم ان واقعات سے جلد یہ باور کر لیتا ہے کہ تکبرانہ انداز میں فوج کشی سے قبائلی علاقہ کو ناگہانی ظلم و جبر اور مقتل (Butcher and Bolt) میں

تبدیل کر دینے سے کوئی بھی دیرپا امن قائم نہیں ہو سکتا“ (18)۔ قبائل کو آزادی کی نعمت سے کوئی بھی محروم نہیں کر سکتا چونکہ وہ آزادی کو ہر حال میں سب چیزوں سے مقدم سمجھتے ہیں جبکہ انگریز کے خیال میں یہاں امن کا قیام اور بندوبستی اضلاع کو لوٹ مار سے محفوظ بنانا بہت اہم تھا۔ اس کشمکش میں طویل عرصہ تک ہر دو فریق آپس میں خوب لڑے خاص کر فارورڈ پالیسی کو تو قبائلیوں نے اپنی آزادانہ حیثیت میں مداخلت کے مترادف سمجھا اور مالاکنڈ سے وزیرستان تک پورے قبائلی علاقہ میں جنگ کی کیفیت پیدا ہو گئی (19)۔

کرنل میکن کے خیال میں فوجی مہمات سے انگریز پر بھاری ذمہ داری آن پڑی۔ قبائلی علاقوں میں چھاؤنیاں قائم کر کے وہاں ہندوستانی سپاہیوں کو ان کی مرضی کے خلاف فرائض سرانجام دینے پڑے اور ان پر بے پناہ اعتراضات کے باعث ہندوستانی خزانے کو بھاری نقصان کا متحمل ہونا پڑا۔ ”پائیر“ کے جنگی نامہ نگار نے اپنی کتاب ”بغاوت“ میں اعتراف کیا ہے ”ان پٹھان غازیوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جن کے پاس ہندو قیں تک نہیں تھی۔ وہ لائٹیاں اور خنجر اٹھائے ہوئے تھے اور ہتے کھیلنے نعرے لگاتے انگریز کی صفوں میں گھس جاتے۔ موت ان کے نزدیک کھیل اور جنگ ایک تماشہ تھی۔ دشمن کی طرف یوں بڑھتے تھے جیسے شادی کی تقریب میں باراتی۔ ان کے جسم پر پھٹے پرانے چیتھڑے لگے ہوتے اور پاؤں میں جو تانک نہ ہوتا۔ گھاس پھوس کے چپل جو وہ پہنے ہوئے ہوتے تھے دوڑ دھوپ میں ٹوٹ پھوٹ جاتے تو انہیں پھینک کر ننگے پاؤں نوکیلی چٹانوں اور پتے ہوئے پتھروں پر دوڑنے لگتے“ (20)۔

لارڈ کرزن کے خیال میں ”دریائے سوات اور وادی گول کے درمیان علاقہ نہایت ہی نازک نوعیت کا حامل دھماکہ خیز علاقہ تھا۔ جس کے باسی متعدد حوالوں سے بہت ہی سرکش اور متعصب قبائل تھے۔ کوئی بھی آدمی جس نے ہندوستانی تاریخ کا ایک صفحہ بھی پڑھا ہو ان کے اکھڑے رویوں کے متعلق حتمی طور پر کوئی پیش گوئی نہیں کر سکتا“۔ ایلن فیشن کا کہنا تھا کہ ہمیں ہر صبح نئے حادثے کا نہ صرف شدت سے انتظار رہتا تھا بلکہ اس سے نمٹنے کے متعلق سنجیدگی سے سوچنا بھی پڑتا تھا (21)۔ کیمپل کے خیال میں ”ایشیاء کے جنگجو پٹھانوں کا علاقہ نہ کوئی ملک ہے اور نہ کالونی بلکہ یہ سنہرے پہاڑوں کے پیچ صرف قبائل کیلئے مخصوص علاقہ ہے جہاں کے باسیوں نے اپنی دیسی بدوق سے ہر حملہ آور سے اس کی حفاظت کی ہے۔ اس خطہ کے مکینوں کا کام ہی روایتی انداز میں لڑنا یا لڑنے کے لئے ہر وقت چوکس رہنا ہے“ (22)۔

بہت ساری غیر معمولی انگریز شخصیات پولاک، آچین، ہمسری، نکسن، رابرٹس، بلوڈ، ویول اور لارنس کا یہاں بڑا تلخ تجربہ رہا ہے۔ جرنیلوں کے علاوہ سیاست اور پالیسی سازی کے میدان میں ممتاز شخصیات پال، سر سٹن، ڈسراہلی، گلڈ سٹون، ڈلہوزی، لارنس، لٹن، کرزن، جناح گاندھی، نہرو اور مونٹ بٹن ان سب کی سرحد سے متعلق پالیسی کا انہیں اقتدار میں آنے اور جانے کو کلیدی حیثیت حاصل رہی ہے۔ بہت کم افراد ہی قوت نے محدود وسائل سے دنیا کے عظیم فاتح افواج کو پاش پاش کر دیا۔ خیبر میں آخری مغل حکمران اور گلزیب کے دس ہزار سپاہیوں کو قتل اور بیس ہزار کو قیدی بنایا گیا۔ ۱۹۲۰ء میں آئنی جنگی وزیرستان میں ۳۲۲ سپاہی اور ۳۳ افسر کو ہلاک کر دیا گیا اور ۱۶۸۳ کو شدید چوٹیں آئیں۔ ۱۸۴۲ء میں پہلی افغان جنگ کے دوران پوری انگریز فوج کا خاتمہ کر دیا گیا صرف ایک ڈاکٹر برائڈوں نیم مردہ حالت میں زخمی گھوڑے پر جلال آباد پہنچنے میں کامیاب ہوا (23)۔ ۱۸۴۳ء میں سندھ کی فتح اور ۱۸۴۹ء میں پنجاب کے الحاق کے بعد انگریز نے بلوچ اور پٹھانوں کے آزاد علاقوں میں مداخلت کی ابتداء شروع کی۔ ۱۸۶۰ء میں ٹانک شہر پر محسود قبیلے کا حملہ اور ۱۸۶۳ء میں اویلیہ معرکہ میں انگریز کو بہت ساری مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۸۷۸ء میں دوسری افغان جنگ شروع ہوئی۔ ۱۸۸۸ء میں سرحد بند رکھنے کی پالیسی کی بجائے فارورڈ پالیسی پر عمل درآمد شروع ہوا۔ تاہم سرحد کے بیشتر حصوں میں پرانی پالیسی کے بیشتر عناصر برقرار رکھے گئے۔ فارورڈ پالیسی میں یہ حکم تھا کہ ”دو قدم آگے بڑھو اور ایک قدم پیچھے ہٹو“۔

۱۸۹۰ء میں قبائلی علاقوں پر مضبوط گرفت کی خاطر لا محدود پیمانے پر فوجی مہمات بھیجی گئیں۔ اس سال خلیج فارس کی جنگ اور امیر کابل کی طرف سے پس پردہ مدد اور آباد اضلاع میں لوٹ مار کے واقعات جیسے عوامل سے قبائل کے ہاتھ کسی حد تک اسلحہ آگیا۔ ۱۸۹۳ء میں

محمود قبیلہ نے وانہ کمپ پر شب خون مارا اور اس سال ان کے خلاف وسیع پیمانے پر فوج کشی کی گئی۔ ۱۸۹۷ء میں قبائل کی اجتماعی بغاوت کے نتیجے میں پورے سرحد میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ ۱۹۰۱ء میں لارڈ کرزن نے مخصوص حالات کا ڈھونگ رچا کر شمال مغرب میں علیحدہ صوبہ تشکیل دے کر یہاں کے لوگوں کو قانونی اور آئینی مراعات سے محروم کئے رکھا۔ گوکہ اس فیصلے سے سرحد کے باشندوں کے علاوہ حق و انصاف کے شعور رکھنے والے انگریز وزیر ہند اور حکومت پنجاب کے مابین اتفاق نہ ہو سکا (24)۔ ان علاقوں میں لوٹ مار عام تھی۔ خشک پہاڑوں میں رہنے اور بھوک کے ہاتھوں مجبوری کے باعث ضروریات زندگی کے حصول کی خاطر جان کی بازی لگانے میں کلیدی کردار یہاں کے ماحول کا رہا ہے۔ اس وجہ سے قبائل کو دنیا بھر میں بہترین گوریلا اور نبرد آزما قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہاں کے ناقابل رساں پہاڑی سلسلے اور سنگین معاشی بد حالی کی صورت میں بھی صبر اور قوت برداشت اپنی مٹی سے وفا اور مذہب سے لگاؤ ایسے پہلو تھے جن کی وجہ سے انگریز کو ان لوگوں پر کنٹرول کرنے میں ناکامی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ افغان حکومت کا قبائل کے ساتھ درون خانہ گٹھ جوڑ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ مخالف ملا نظر انداز ملک اور مجاہدانہ کردار کے حامل لوگوں کو افغانستان میں ہمیشہ خوش آمدید کہا گیا۔ پارٹی سیاست نے بھی قبائلی علاقہ جات کے لئے کوئی مستقبل پالیسی بنانے ہی نہیں دی۔ برطانیہ میں حکومت کی تبدیلی سے یہاں مروجہ پالیسی کو پھر نئے سرے سے مرتب کرنا پڑتا تھا۔ دو افغان جنگیں پارٹی سیاست کے باعث ہوئیں۔ ستر کے عشرے تک لارنس کی ماہرانہ سست پالیسی پر عمل ہوتا رہا۔ لیٹن کا انتخاب فاروڈ پالیسی کی جانب واضح اشارہ تھا۔ یعنی صرف دو سال بعد ۱۸۷۸ء میں افغانستان کی دوسری جنگ ہوئی۔ پھر جلد وسط ایشیاء کی جانب سے خطرے کی صورت میں مضبوط دفاع کی خاطر ایک دوست اور متحدہ افغان حکومت کی ضرورت اور افادیت محسوس کی گئی۔ تاہم سرحد قبائل کی علیحدہ حیثیت کو کبھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ انگریز کی تمام پریشانیوں کا حل صرف سرحد پار امن و سکون کی فضاء میں ہی مضمر تھا۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر انگریزوں نے بنیادی توجہ سلسلہ مواصلات کی بہتری پر مرکوز رکھی مگر عملی طور پر سکون کی فضاء قائم نہ ہو سکی (25)۔

رزک پالیسی

محمود قبیلہ کے خلاف ۲۰-۱۹۱۹ء میں طویل اور ہیبت ناک فوجی آپریشن کا نتیجہ چنداں تسلی بخش نہیں تھا چونکہ برطانیہ اور ہندوستانی فوج دو سال تک وزیرستان میں علیحدہ پڑی ہوئی تھی جنہیں ہر روز تکلیف دہ اور خطرناک ڈیوٹی دینی پڑتی تھی۔ بالآخر باقاعدہ فوج کی گشت کرنے کی ذمہ داری ملیشیا کے سپرد کر دی گئی اور فوج ہندوستان واپس بھیج دی گئی۔ محمود کے خلاف دو سال تک ملحقہ اضلاع میں جانے پر پابندی عائد کی گئی۔ یاد رہے مذکورہ آپریشنز میں انگریز کا کانگرم پر مستقل فوج رکھنے کا خیال تھا تا کہ فوج کے لئے سپلائز مہیا ہو سکے۔ مگر کرزن پالیسی ابھی تک قائم تھی۔ اس لئے پھر جلاؤ اور کاٹو کی مہم چلائی گئی۔ یہ آپریشن ایک ناکام کوشش تھا جو فرنگی اور محسودوں دونوں کے لئے یکساں نقصان کا حامل تھا اس کے نتائج کے طور پر رزک میں وزیرستان کے مرکز میں مستقل فوج رکھنے کا پروگرام بنایا گیا۔

لدھا اور وانا کے علاقے میں فوج کا قیام جن کے آمدورفت کے راستے پر قبائل حملے کر سکتے تھے فوج کے لئے بھاری بوجھ تھا۔ جن پر کیمپوں کے اندر بھی فائرنگ ہوتی رہتی تھی اور ان کو کارروائی کے لئے کانوائے اور مستقل پکٹوں پر باہر جانا بھی پڑتا تھا۔ لہذا ایک مرکزی مقام رزک پر فوج کی مستقل چھاؤنی قائم کی گئی جو فوجی حکمت عملی اور آب و ہوا کے لحاظ سے موزوں تھا۔ اس کو ٹوچی اور ٹانک زام لائنوں کے ساتھ پختہ سڑکوں کے ذریعے ڈیرہ اور بنوں سے ملا دیا گیا۔ رزک میرانشاہ سے جنوب میں ۳۸ میل اور جنڈولہ سے شمال مغرب میں ۴۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ۱۹۲۲ء میں مکمل تیاری کر لی گئی کہ رزک میں ایسی تین بریگیڈ فورس قائم کی جائے جس میں سب ارمز شامل ہوں۔ یہاں پر سات توپ خانے رکھے گئے۔ اس میں لدھا کیمپ کی فوج شامل کی گئی۔ رزک کیمپ ۲۳ جنوری ۱۹۲۳ء کو فوج نے سنبھالا۔ وزیرستان میں فوج رکھنے کا فیصلہ حکومت ہند کی فوج کے آرمی ہیڈ کوارٹرز نے کیا۔ مارچ ۱۹۲۴ء کے آخر تک وزیرستان کو ”اکٹیو سروس ایریا“ قرار دیا گیا۔ پولیٹیکل

اختیار بھی فورس کمانڈر کے پاس رکھا گیا۔ پولیٹیکل افسران صرف مشورہ دے سکتے تھے۔ فوج ہمیشہ اپنے زور کا اثر ڈالتی رہی۔ امن کے دنوں میں سڑکوں کی حفاظت خاصہ داروں اور سکاؤٹس گشتوں کے حوالے کر دی جاتی مگر آپریشنز کے دوران یہ صرف فوج ہی نبھاسکتی تھی۔ مستقل بڑی پختیس تعمیر کی گئیں۔ قبائل کو پکٹوں یا سڑک پر واردات کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ مگر اس کے باوجود کیمپوں پر رات کو فائر کرنے یا کبھی کبھار حملے ہوتے رہے۔

۱۹۲۴ء میں وزیرستان کے لئے ایک ریڈیڈنٹ مقرر کیا گیا۔ پولیٹیکل ایجنٹ کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے ٹوچی سکاؤٹس کی تعداد بڑھا دی گئی اور سوار رکھے گئے۔ جنوبی وزیرستان میں سکاؤٹس کی نفری ۲۰۰۶ اور کچھ رسالہ بھی رکھا گیا۔ وانا کیمپ کی ۵۰۰ سکاؤٹس کی نفری سرویکس پوسٹ میں رکھی گئی۔ بعد میں وانا کیمپ میں دوبارہ فوج رکھی گئی۔ وزیرستان میں عام صورتحال کی اصلاح قبائلی علاقے کے مرکز میں فوج مستقل طور پر رکھے جانے اور دونوں ایجنسیوں میں پختہ سڑکیں بنائے جانے سے ۱۹۳۵ء تک قائم رہی۔ قبائل انگریزوں کے خلاف وارداتیں اور حملے کرتے رہے۔ وقتی طور پر ان کے خلاف ہوائی جہازوں سے کارروائی کی جاتی رہی مگر فوج کیمپوں میں ایمر جنسی کے لئے تیار رہتا پڑتی۔ ان کی زندگی چنداں خوشگوار نہیں تھی اس لئے فوج کے کم سے کم استعمال کی خاطر یہاں کے قبائل کے خلاف ہوائی جہاز کثرت سے استعمال کئے جانے لگے۔

۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۵ء تک قبائل پر آرمی آپریشنز کی سرکاری رپورٹوں میں عمومی صورتحال کا نقشہ یوں بتایا گیا ہے۔ ”اس سکیم پر عمل ہونا سرحد کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جس نے اس خواب کا دروازہ کھول دیا کہ وزیرستان پر امن اور تمدنی علاقہ بن جائے گا۔ جس میں ۱۹۳۵ء تک بڑی ترقی ہوئی اور امن اس درجہ پر پہنچ چکا تھا کہ پرائیویٹ کاریں اپنی مرضی سے بڑی سڑکوں پہ دوڑتی پھرتی تھیں۔“ سڑکیں دن بھر کھلی رہتیں اور چند مقامات کے سوا ان سب کی حفاظت خاصہ دار کرتے اور فوج کے کالم آزادی سے گشت کرتے تھے۔“ ۱۹۳۶ء میں رزمک بالائی کیمپ کو انگریز افسران کیلئے فیملی اسٹیشن بنانے کا ارادہ تھا مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج لاہور اور بالخصوص ۱۹۳۶ء میں بنوں میں نو مسلم ہندو لڑکی اسلام لی لی کو ہندوؤں کو واپس کرنے پر فقیر ایسی نے ان انگریزوں کے خلاف مداخلت فی الدین کا الزام لگایا اور فرنگی کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور شعلہ جوالہ بن کر اٹھے اور ملک کا امن درہم برہم کر دیا جس میں قبائل نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حتیٰ کہ انگریز ۱۹۴۲ء میں ہندوستان سے خود رخصت ہونے پر مجبور ہوئے۔

خلاصہ

انگریز کا سامراجی نظام قبائلی علاقہ جات کے حوالے سے ہماری تاریخ کا دردناک باب ہے۔ یہ دو تہذیبوں کے ٹکراؤ کی تاریخ ہے جس نے علاقے کی معاشی، معاشرتی اور اخلاقی نظام پر دور رس اثرات مرتب کئے۔ پس پردہ تمام محرکات میں بنیادی وجہ ان دو نظاموں میں سلسلہ ابلاغ یعنی پیغامات کے تبادلے میں مکمل ناکامی تھی۔ بے شمار خون آشام معرکوں کی بدولت یہ علاقہ بربریت اور انسانی قتل عام کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ استعماری طاقت نے مقامی آبادی پر بے تحاشہ طاقت آزمائی کر کے انہیں انسانیت تک سے محروم کئے رکھا جبکہ یہاں کے لوگوں نے پیسویں صدی کی تمام سہولیات محض فرنگی سے نفرت کے باعث مسترد کیں۔ نتیجتاً ۱۹۴۷ء میں آزادی کے وقت عمومی پسماندگی کی یہ حالت تھی کہ یہاں کوئی سکول تھا، ڈپنسری تھی بجلی کا ایک بلب روشن تھا اور نہ ہی ڈاک کی کوئی سہولیت میسر تھی (26)۔ پٹھان قبائل نے جب سے یہاں سکونت اختیار کی ہے تب سے لے کر پیسویں صدی تک مختلف تہذیبوں سے ٹکراتے چلے آ رہے ہیں لیکن ان کا بھی انگریز کے ساتھ واسطہ منفرد اہمیت کا حامل رہا۔ چونکہ یہ دو عظیم تر تہذیبوں کا ٹکراؤ تھا۔ ایک تہذیب کے حامل لوگ تعلیم یافتہ تربیت یافتہ اور منظم تھے اور ساتھ ہی بے پناہ وسائل کے مالک بھی تھے۔ اس کے برعکس دوسری تہذیب کے حامل وہ لوگ تھے جو نہتے، ان پڑھ اور منتشر تھے اور ساتھ ہی بھوک و افلاس کی دلدل میں بھی پھنسے ہوئے تھے۔ اول الذکر تہذیب کی بربریت سے مؤخر الذکر تہذیب کے ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو شہید کیا گیا، ان کے

گھر مسمار کئے گئے، ان کے جنگل برباد کئے گئے، ان کے کھیت اور ان کی چراگاہیں لوٹ لی گئیں لیکن ان کو پھر بھی رام نہیں کیا جا سکا۔ ان اکابرین نے ان میں ایسا جذبہ بیدار کیا تھا کہ ان کے ایک اشارے پر جانباز اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرتے تھے۔ بے پناہ مظالم کے باوجود آخری دم تک چٹان کی طرح ڈٹے رہے مگر اسلام اور اپنی روایتی آزادی کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ وقت کے سپر پاور جس کی طاقت کا سورج کبھی غروب نہیں ہوتا تھا کو پاش پاش کر کے واپس اپنے چھوٹے جزیرے میں لوٹ جانے پر مجبور بھی کیا۔

REFERENCES

1. صاحب شفیق محمد "تاریخ صوبہ سرحد" یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ۱۹۸۶ء ص ۱۶۴۱۵۔
2. پریشان خٹک "پشتون کون ہیں؟" پشتون اکیڈمی پشاور یونیورسٹی ۱۹۸۳ء ص ۱۳۹۳۱۳۸۔
3. Devias, C.C. "The Problem of North West Frontier 1890-1901" With Survey of Policy Since 1849, Curzon Press London 1974, p.37.
4. "Frontier and Overseas Ezpiditions from India" Selection form Govt. Recore, Nisa Traders Quetta 1979, Vol. 1 pp.14-15.
5. جاوید عزیز "سرحد کا آئینی ارتقاء" ادارہ تحقیقی و تصنیف پشاور ۱۹۷۵ء ص ۲۳۲۳۲۳ اور شفیق محمد صاحب "تحریک پاکستان میں صوبہ سرحد کا حصہ" یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ۱۹۹۰ء ص ۳۴۴۲۷۔
6. Lal Baha "NWFP Administration Under British Rule 1901-19", National Commission on Historical and Culture Research Islamabad 1978, pp. 5-6.
7. کیرد'ولف "پٹھان" اردو ترجمہ سید محبوب علی پشتون اکیڈمی پشاور ۱۹۷۷ء ص ۳۸۸۳۳۸۶ اور ۵۱۶۳۵۱۵۔
8. Devies, C.C. "The Problem of North West Frontier 1890-1901" pp. 99-105.
9. Lal Baha "NWFP Administration Under British Rule 1901-19" , pp.7-8.
10. Neviel, H.L. "Campaigns on the North West Frontier" , Saeed Book Agency Peshawar 1976, p.45.
11. "Imperial Gazetteer of India North West Frontier" 1979, pp. 22-25.
12. Devies, C.C. The Problem of North West Frontier 1890-1901" pp. 99-115 and Lal Baha "NWFP Adminis- tration Under British Rule 1901-19" , pp.8-12.
13. مرزا جانناز "تاریخ آزادی ہند صغیر" کارروان احرار تجارت پرنٹر لاہور ۱۹۷۷ء جلد اول ص ۳۶۱۔
14. Khan, Fazal Rahim, "Faqlr Ipi" in "Afghanistan and the Frontier" (eds) Fazal Rehman and Wiqar Ali Shah, M.J. Book International Peshawar, 1993, pp. 235-37.
15. صاحب شفیق محمد "قائد اعظم اور صوبہ سرحد" ۱۹۷۶ء یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ص ۱۰۴۸۔
16. کیرد'ولف "پٹھان" ص ۳۶۳۳۳۳۷۔
17. میمن سرچارج "شمال مغربی پاکستان اور برطانوی سامراج" اردو ترجمہ ایم انور رومان نیسا ٹریڈرز کوئٹہ ۱۹۷۷ء ص ۲۳۳۳۰۔
18. Mills, H.S. "The Pathan Revolt in North West India" Sang-e-Meel Publications, Lahore 1990, p.41.
19. Spain, J.W. "The Way of the Pathans" Oxford University Press Karachi 1990, p.34
20. صاحب شفیق محمد "تاریخ صوبہ سرحد" ۱۹۸۶ء ص ۴۳۳۳۳۳۷۔
21. Windrow, M. (ed) "North west Frontier from 1837 to 1947" Osbrey Publishing London 1977, pp. 8-9.
22. Sinclair, G. "Khyber Carvan" Sang-e-Meel Publication, Urdu Bazar Lahore 1978, pp.95-97.
23. Ahmed, A.S. "Pakistan Society" Oxford University Press Karachi 1986, p.123.
24. یوسفی اللہ بخش "سرحد اور جدوجہد آزادی" مرکزی اردو رڈ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۵۷۵۲۵۲۔
25. Devies, C.C. "The Problem of North West Frontier 1890-1901" pp. 178-83.
26. Ahmed, A.S. "Pakistan Society" pp. 121-22.

قبائلی باشندے کون ہیں؟

اکثر مؤرخین اور محققین کے خیال میں افغان، پشتون یا پٹھان کے کردار میں ایسی ہمہ گیری ہے کہ ان کو اپنی عادات اور روایات کی روشنی میں مختلف نسلوں سے منسلک کیا جاسکتا ہے۔ پشتونوں کی اصل نسل کی تحقیق کے سلسلے میں محققین نے ان کا کبھی آریاؤں سے، کبھی یونانیوں سے، کبھی بنی اسرائیل سے اور کبھی وسط ایشیاء کی دوسری نسلوں سے ناٹھ جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ قاری جب تک پشتون قوم پر لکھی گئی تمام کتب کا مطالعہ نہیں کر پاتا تب تک وہ کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پٹھانوں کی اصل و نسل ان کی تاریخ اور ان کی روایات محض ان کے اسلاف تک محدود نہیں تھیں بلکہ ان کی خدمات کے بیان اور اقوام عالم میں ان کے تاریخ ساز کردار غرضیکہ ان کی قومی زندگی ہر گوشے اور ہر پہلو تک پھیلی ہوئی تھی۔ بہت سارے مشہور اہل قلم مؤرخین اور محققین نے افغان یا پشتون قوم کی نسل کے بارے میں لکھی گئی تصانیف میں ان کے حسب و نسب کے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے۔ ان کی رائے کا ممکنہ حد تک اختصار کے ساتھ جائزہ اس لئے ضروری ہے کہ اس طرح ان کے قائم کردہ نظریات کی روشنی میں کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے میں مدد مل سکے تاکہ نئی نسل کو اس بارے میں کسی الجھن یا پریشانی کا شکار نہ ہونا پڑے۔

پشتون اور آریہ

یہاں شاہ ظفر کی تحقیق کے مطابق پشتون قوم کا تعلق آریہ نسل سے ہے۔ قیاساً ۱۳۰۰ قبل مسیح یا اس کے لگ بھگ وادی ارغنداب میں سفید کوہ کے ارد گرد وادی گول، وادی کابل، گندھارا وادی کوثر، وادی کالا ش، وادی سوات اور دریائے سندھ کے مغربی کنارے تک جو لوگ آکر مقیم ہوئے تھے وہ نسل کے لحاظ سے آریہ تھے۔ یہ لوگ مختلف قبیلوں میں منقسم تھے یعنی پکھتیا، سیوا، و شبان، مہالانا اور الینا جن میں پکھتیا اہم ترین قبیلہ تھے۔ یہ قبیلے جو زبان بولتے تھے وہ پکھتیا کی مناسبت سے پکھتو (پختو) پشتو کہلائی۔ جس حد تک پشتون قوم کی قدیم تاریخ کا تعلق ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پشتون قوم بیادی طور پر آریہ نسل ہے۔ ان میں آریاؤں، سامیوں، یونانیوں، منگولوں اور ترکوں کے کچھ نہ کچھ نقش و نشان پائے جاتے ہیں اور ان کی زبان میں بعض ایسے الفاظ اور ان کی تہذیب میں ایسے رسم و رواج پائے جاتے ہیں جو مذکورہ قوموں کی نسلوں اور تہذیب و تمدن کے ساتھ ان لوگوں (پشتونوں) کا گہرا تعلق ظاہر کرتے ہیں۔ پشتونوں کی زبان پشتو آریائی زبانوں کا خاندان ہے۔ علمی اور تاریخی دلائل و شواہد کی بناء پر پشتو اگر سنسکرت یا ژند کی ماں نہیں تو بہن ضرور ہے۔ زمانہ قدیم سے اس خطے میں جہاں پشتون آباد ہیں پشتو بولی جاتی تھی۔ چونکہ یہ منجمد آریائی زبانوں کی ایک ہے اس لئے یہ لازماً آریہ لوگوں کی مادری زبان ہے اور یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آریہ لوگوں کی اس خطے میں بڑی بھاری آبادی تھی۔ پشتونوں کا مختلف ادوار میں جن قوموں کے ساتھ گہرا تعلق رہا ہے ان میں بھی اکثر قومیں خالص آریہ نسل یا مخلوط آریہ نسل سے تھیں۔ اگر ہم پشتون قوم کی عوامی شفاہی اور شاعری و ادب کو دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ پشتون بھی اپنی شفاہی اور شاعری و ادب میں اپنے وطن کی زمین، پہاڑوں اور دریاؤں کے گیت گاتے ہیں جن میں اپنے اسلاف سے محبت اور موانست کے جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ اپنے وطن سے محبت، اپنے بیڑوں کی عظمت و احترام اور اپنی روایات کے ساتھ گہرا تعلق پشتون قوم کی خاصیت ہے۔ ان لوگوں کا غالب حصہ آریائی لوگوں کے اسلاف کا ہے۔ اس لئے پشتون آریہ نسل سے ہیں اور اس سے زیادہ حقیقت حال سے ایک اللہ ہی باخبر ہے (1)

وسط ایشیاء سے نکل کر پہلے پہل آریہ افغانستان آئے اور وہاں سے ہندوستان اور پھر یورپی ممالک میں داخل ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق آریاؤں کی مقدس کتاب ”رگ وید“ کا بیشتر حصہ افغانستان میں تخلیق ہوا۔ زرتشت نے اپنے مذہب کی تبلیغ کا آغاز اس سر زمین سے کیا جو بعد میں صدیوں تک ایران کا سرکاری مذہب رہا۔ اوستا میں آریانہ کے تین قدیم حکمران خاندان پراداس، کواس اور اسپاس کا ذکر ملتا ہے۔ پراداس

خاندان کابانی یا ما تھا جس نے پانچ ہزار قبل مسیح آریانہ میں حکومت کی۔ کو اس خاندان کابانی کو ی تھا اور ہر دو کا دار الحکومت خدی (بلخ) تھا۔ اسپاس خاندان کابانی لہر اسپا تھا جس کے بیٹے و شناسپا کے عہد میں زرتشت کا ظہور ہوا۔ امکان غالب یہ ہے کہ سرحد میں بننے والے پٹھان کا تعلق آریں یا رچوت نسل سے ہے جنہوں نے صدیوں پہلے اسلام قبول کیا (2)۔

آریہ نسل کے متعلق اکثر مؤرخین کی متفقہ رائے یہ ہے کہ ۱۹۰۰ قبل مسیح کے بعد اور ۱۰۰۰ قبل مسیح سے پہلے آریائی اقوام پہلے پہل سطح مرتفع پامیر اور دریا آمو کے منبع پر آباد تھیں۔ ان کے کچھ قبائل ہند اور دوسرے ایران گئے تھے اور دریائے آمو سے لے کر دریائے سندھ کے مغربی کنارے تک آباد ہو گئے تھے۔ ان کی جائے رہائش باختر تھی۔ باختر سے جب ہندی اور ایرانی آریاؤں نے ہجرت کی تو باقی ماندہ قبائل کے لئے زمینیں خالی ہو گئیں۔ یہی باقی ماندہ آریائی قبائل مرکزی اور باختری آریین کے نام سے یاد کئے جاتے تھے اور یہی موجودہ پشتونوں کے اسلاف ہیں جو ہندوکش کے شمال اور جنوبی اطراف سے لے کر دریائے سندھ کے مغربی کنارے تک آباد ہیں۔ باخدی (بختی) تخارستان، ہرات، اراکوسیاں، کابل، ساکستان اور گندھارا وغیرہ ان مختلف قبائل کے مرکزی علاقے تھے (3)۔

لیکن بعض مؤرخین کے خیال میں آریہ نسل کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ محض ایک کلچر گروپ کا نام ہے۔ محمد حبیب کے خیال میں یورپ میں سنسکرت کا مطالعہ شروع ہوا تو پتہ چلا کہ سنسکرت، ایرانی، یونانی اور جرمنی زبانیں ایک اصل سے ہیں۔ جو ہند جرمانی اور ہند یورپی زبان و تہذیب اور اس تہذیب کو پھیلانے والی آریہ نسل کا بے بنیاد تصور قائم ہوا۔ وہ جسمانی خصوصیات جو آریہ نسل کی پہچان مانی جاتی ہیں اس کثرت سے ان میں نہیں باقی جاتیں کہ ان کے آریہ ہونے کا دعویٰ تسلیم کر لیا جائے۔ لیکن غلط فہمیوں کے باوجود ان کو ترک کرنا بھی مشکل ہے۔ آریوں کے مذہب میں آگ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ مورتیوں (بتوں) کی پوجا کا رواج نہ تھا۔ دراصل آریہ کسی نسل کا نام نہیں ہے۔ جو لوگ ہندوستان میں آباد ہوئے اور آریہ کہلوانے لگے بہتر یہ ہوتا کہ وہ اپنے لئے آریہ کی بجائے کوئی اور نام تجویز کر لیتے۔ تاہم اکثر محققین کے خیال میں ان کا گوارہ دریائے ڈینیوب کی وادی تھی جو بعد میں ۱۲۰۰ قبل مسیح کے لگ بھگ شمالی ہند میں آباد ہونے لگے۔ آریوں کی خاندانی رسمیں مثلاً گھر کے ایک مرکزی مقام پر ہر وقت آگ جلتی رکھنا اور دھماود لہن کا اس آگ کے گرد چکر لگانا، عورتیں گھر میں پوجا کی آگ جلانے رکھتیں اور چڑھاوے و نذر کے لئے ضروری سامان میا کرتیں۔ ہندو مذہب عقائد کا مجموعہ نہیں بلکہ زندگی کا ایک نظام ہے۔ جو شخص اس نظام کو قبول کرتا ہے وہ عقائد میں آزادی کے ساتھ انتخاب کر سکتا ہے (4)۔

مشہور محقق قاضی عبدالحلیم اثر کا خیال ہے کہ آریہ کسی نسل سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ یہ ایک کلچر گروپ ہے۔ وہ اس طرح کہ ”ار“ نام کا شہر جو بابل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ممکن تھا وہیں یہ لوگ آگ کی پرستش کرتے تھے اور آگ کو ار کہتے تھے۔ آگ کے پجاری لوگوں کو ”ار“ کی مناسبت سے آریہ کہتے تھے۔ مذکورہ شہر میں آگ ہر وقت جلا کرتی تھی اور جب آگ کے پجاریوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو اس میں مختلف اقوام کے لوگ شامل ہو گئے اور بعد میں یہی مذہبی نام کلچر نام بن گیا (5)۔ لہذا مذکورہ دلائل اور حوالوں کا سہارا لے کر یہ کہنا کہ افغان یا پشتون کا تعلق آریہ نسل سے ہے سراسر زیادتی ہے۔

پشتون اور یونان

پشتون قوم کا یونانیوں سے تعلق کے بارے میں کیرول لکھتا ہے، صوبہ سرحد میں اکثر یہ سننے میں آتا ہے کہ فلاں فلاں قبیلہ یا فلاں فلاں گھرانہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی نسل میں سکندر یا اس کے سپاہیوں کے ذریعے یونان یا مقدونیہ کا خون شامل ہوا ہے۔ مثال کے طور پر آفریدیوں میں یہ روایت مشہور ہے کہ ان میں یونانی خون شامل ہے۔ وہ اس سلسلے میں اپنے یونانی خدو خال کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے آفریدی نوجوان اپوالو (Apollo) کا ماڈل بن سکتے ہیں جبکہ بوڑھا آفریدی زیوس (Zues) کی سنجیدگی اور برہماری کا مظہر ہو

سکتا ہے۔ آفرید پوں کے علاوہ اور بھی بہت سے پٹھان نوجوان ایسے ہیں جن کے چرے کی ایک رخی تصویر اور عقابی آنکھیں دیکھ کر خود اسکندر کا ناک نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب اسکندر کی فوج اس علاقہ سے گزری تو اس کے بہت سے سپاہی فوج کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور ان بھگوڑے سپاہیوں کا خون بعد میں تیراہ اور خیبر کے باشندوں میں شامل ہو گیا (6)۔ اکثر لوگ پشتون کی ناک دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ یہودی ہیں کیونکہ یہ کسی دوسرے سے ان کا ربط پیدا نہیں کر سکتی اور پھر پکار اٹھتے ہیں کہ ان کا تعلق ان گمشدہ قبائل سے ہے۔ ان کا اسلامی عقیدہ اور اس عقیدہ کا ان کی زندگی اور عادات و اطوار پر گہرے اثر کی بناء پر یہ تاثر مزید مضبوط ہو جاتا ہے۔ لیکن حیادی حقائق سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق یہودیوں کی نسبت سپارٹا (یونان میں ایک شہر کا نام) والوں سے زیادہ ہے (7)۔

ایک عیسائی مؤرخ کی کتاب ”ہندوستان کی مبسوط تاریخ“ کے حوالے سے افغانوں کا گروہ اسکندر کے بچے کچے ساتھیوں کی اولاد میں سے ہے۔ جس وقت سکندر اعظم یورپی ممالک اور ایشیاء میں فتوحات حاصل کرنے کے بعد ہندوستان کی تسخیر پر متوجہ ہوا تو بعض یورپی لوگ جنگ کے مصائب برداشت کرنے اور مسلسل معرکے جھیلنے کے باعث مزید سفر کے قابل نہیں رہے تھے انہیں ہندوستان جانا بھی گوارا نہیں تھا۔ وہ فوج سے بھاگ کر کوہ بام جہاں (پامیر پلیٹو) کے سلسلے میں رہ پورش ہو گئے اور وہیں رہ پڑے۔ مزید مدت گزر جانے کے بعد وہ بہت بڑا گروہ بن گئے، وہی ہمارے زمانے میں افغان کہلاتے ہیں (8)۔ لیکن بعض مشہور اہل قلم مؤرخین کے خیال میں پشتون قوم کو یونانی حاکم کے ساتھ صرف تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہے بلکہ یہ اس عظیم قوم کے ساتھ سراسر زیادتی بھی ہے۔ پریشان خلک کیرو کے نظریے کے متعلق لکھتے ہیں کہ جس طرح جنوبی قبائل یعنی خلک، وزیر اور محسود وغیرہ جس طرز معاشرت کو حاصل زندگی سمجھتے ہیں اسی طرح شمالی قبائل یوسف زئی، خلیل اور آفریدی وغیرہ اسی طرز معاشرت یا ضابطہ اخلاق کے علاوہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ انہوں نے جن قبائل کو اپنے انداز کے مطابق یونانی ٹھہرا کر پشتونوں کے دائرہ سے خارج کرنے کی کوشش کی ہے یہ کتاب الزام ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ محض پشتو زبان کے دو مختلف لہجوں کو جیاد ٹھہرا کر کیرو صاحب نے اتنی بات کی ہے۔ حالانکہ کسی بھی زبان بولنے والوں کے لہجوں میں چند میل کے فاصلے پر تھوڑا بہت فرق ضرور ہوتا ہے۔ انہوں نے اس فرق کو دو مختلف نسلوں کا فرق بتایا ہے۔ ان سے پہلے انگریز مؤرخین انٹینسٹن اور گریسن وغیرہ لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اپنی قوم پشتون (پشتانہ) کہتے ہیں افغان نہیں پکارتے (9)۔

عیسائی مؤرخ کے جواب میں شیر محمد خان رقمطراز ہیں ”اس قیاس اور ظن کے باطل ہونے کی معقول شہادت موجود ہے کہ سکندر کے ہمراہیوں سے جو قوم وجود میں آئی وہ بالکل مختلف ہے۔ وہ سلسلہ ہائے ”بام جہاں“ جو کوہ کشمون سے موسوم ہے کافرستان کہلاتا ہے ایک بستی ہے۔ اس خطے کے باشندے ان لوگوں کو کافر فرنگ یا کفر سیاہ پوش کہتے ہیں۔ ان کا کافر فرنگ کہلانا اس بات کی روشن اور صریح دلیل ہے کہ اس طائفے کے اسلاف فرنگستان کے لوگ ہوں گے جو سکندر کے ساتھ آئے اور اس پہاڑ میں روپوش ہیں۔ اس گروہ کے مرد و زن ناؤ نوش کی محفل کے موقع پر فرنگستان کے مردوں اور عورتوں کی طرح ہوتے ہیں۔ بیچ میں ایک چوٹی میز رکھتے ہیں اور اس پر انواع و اقسام کی غذا رکھتے ہیں۔ وہ اس کے گرد بیٹھ کر کھاتے اور پیتے ہیں۔ کھانے کے بعد ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ایک دائرے میں رقص کرتے ہیں اور یورپ کے فرنگیوں کا آج بھی یہی شیوہ ہے (10)۔

پشتون صرف پشتون ہیں

صوبہ سرحد کی تاریخی قدامت اور یہاں کے رہنے والوں (پشتونوں) کی اصل نسل اور پشتو زبان، ثقافت اور تہذیب و تمدن کے متعلق مولانا عبدالقادر مرحوم کی تحقیق کا خلاصہ یوں ہے۔ ”پشتون نہ آریہ ہیں نہ سامی اور نہ منگولوں سے ان کے ڈانڈے ملنا درست ہے۔ پشتون سب سے قدیم ایک قوم ہے۔ اس طرح اس قوم کی اصلی نسل اور زبان بھی ماقبل التاريخ کے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر وسط ایشیاء بنی نوع

انسان کی پیدائش اور تہذیب کا گوارہ ہے تو پشتون قوم ان کی زبان اور ان کی تہذیب کو بھی لازماً تمام نسلوں اور زبانوں سے قدیم ہونا چاہیے۔ یہ بھی ہمیں ماننا پڑے گا کہ ہمارے گرد و نواح میں پھیلے ہوئے لوگ چاہے وہ آریہ کلائیں یا سامی یا کچھ اور بہر حال وہ ہمیں اور انہیں سے پھیلی ہوئی نسلیں ہیں (11)۔ پشتون قوم صدیوں سے موجودہ سرحدی صوبے ہی میں آباد تھی۔ ممکن ہے کہ طویل عرصہ میں قبائل کی باہمی خانہ جنگی کی وجہ سے مختلف قبیلے تھوڑی بہت نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو گئے ہوں۔ تاہم ان کی اکثریت قبل از تاریخ سے ہے۔ اوروں کی طرح پشتون قوم بھی اگر کسی دوسرے ملک سے نقل مکانی کر کے آئی تو تاریخ میں اس کا ذکر ضرور ہوتا جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ ایران، افغانستان یا دنیا کے کسی بھی ملک میں کسی مستند سیاسی تاریخ میں پشتون قبائل کی نقل مکانی کا کوئی ذکر اور ثبوت موجود نہیں ہے (12)۔

پریشان خلک کے خیال میں مولانا مرحوم کا نظریہ قیاسات، فطرت، حالات اور واقعات کے زیادہ قریب لگتا ہے۔ اس نظریے میں جدت بھی ہے اور حقیقت بھی۔ آج کا طالب علم غیر جانبدار اندر رائے قائم کرنے کے لئے اس سلسلے میں ساری محنت اور تحمیل کے مطالعے کے بعد مولانا مرحوم کے نظریے سے روشنی حاصل کرنے پر مجبور ہے۔ پشتون قوم کی اصل نسل پر ابھی تک مؤرخین، سوشیالوجسٹ، ماہرین آثار قدیمہ اور انٹرویو پال جسٹوں کی رائے ایک نہیں ہے۔ ہم کس کس سے اتفاق یا اختلاف کریں گے؟ جب تک تحقیق کے ذریعے پشتونوں کی اصل رہنمائی حاصل نہیں کریں گے تب تک صحیح نتیجے پر پہنچنا ممکن نہیں ہوگا۔ پشتون اور پشتونوں کا آپس میں تعلق روح اور جسم کا ہے۔ پشتون پیدا پشتون ہوا تھا۔ آپ جتنا پیچھے لے جائیں گے اتنا ہی خالص اور کھرا پائیں گے۔ ان سارے ضابطوں کے لئے صرف ایک لفظ ”پشتو“ مخصوص ہے۔ لہذا پشتون ان کی زبان، رسم و رواج، ان کا قانون، پشتو ہی ان کی تہذیب و ثقافت اور پشتو ہی ان کا اوڑھنا بھوننا ہے اور یہی پشتون بننے کا معیار بھی ہے اور ترازو بھی۔ ان کا ماضی یہی تھا اور ان کی تاریخ بھی اس نکتے سے شروع ہوتی ہے۔ اگر ایک قطعاً خالص نسل کے پشتون ابن پشتون کی عادات و خصائل میں اس ضابطے اور اخلاق کا نمایاں اثر نہ ہو تو پشتون ایسے شخص کو پشتون ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ آج جس معاشرے کو پشتون معاشرہ کہا جاتا ہے۔ موجودہ زمانے میں ان میں بہت سے ایسے لوگ شامل ہیں جو نسلًا پشتون نہیں ہیں مگر پشتون ضابطہ اخلاق اور پشتون زبان کو دل و جان سے قبول کرنے کے بعد ہم انہیں سوائے پشتون کے کچھ کہہ نہیں سکتے۔ آج وہ نہ صرف پشتون ہیں بلکہ آپ کے پاس ایسا کوئی پیمانہ نہیں ہے کہ اصلی اور واصلی پشتونوں میں امتیاز کر سکیں۔ پشتون قوم اس علاقے میں زمانہ قبل از تاریخ سے آباد تھی۔ البتہ افغانستان اور پاکستان کے موجودہ علاقوں میں پشتون آباد نہیں تھے اور نہ ہی اس زمانے میں یہ علاقے ان کے مقاصد اور مزاج کے مطابق تھے۔ کیونکہ ایک تو ان کا گزر اوقات زمینداری پر نہیں مال و مولیٰ پر تھا جن کو پالنے کے لئے پہاڑی علاقے ہی موزوں تھے۔ اس زمانے کے تقاضوں کے مطابق ان کی زندگی کے باقی وسائل مثلاً جلانے کی لکڑی اور قدرتی چشمے بھی وہاں پر مہیا تھے۔ ایک خاص وجہ یہ تھی کہ میدانی علاقے وسط ایشیاء کے حملہ آوروں کی آماجگاہ بن گئے۔ اس کے بعد آزادی کو برقرار رکھنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ ان راستوں سے ہٹ کر رہائش اختیار کی جائے اگر کوئی پھر بھی تعرض رکھے تو ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔ بہر حال یہ جہاں بھی تھے جب تاریخ نے ان کو جالیا تو انہیں پشتونوں کے نام سے پہچانا گیا (13)۔ اب ذہن میں جو سوال اٹھتا ہے وہ یہ کہ جو اصل پشتون پہلے سے آباد تھے ان کا اصل وطن، آباد اجداد اور حسب نسب کیا تھا؟ اس سوال کا جواب ہمارے بہت سارے اکلبرین اور مشائخ نے تمام تر ممکنہ دستیاب مواد، شواہد اور بہت سارے قیاسات کی روشنی میں یہ نکالا ہے کہ افغان، پشتون، پٹھان اور سلیمانی سب ایک قوم کے مختلف نام ہیں اور بنی اسرائیل ہیں۔

پشتون بنی اسرائیل ہیں

نعمت اللہ ہروی ”تاریخ خان و مخزن افغانی“ میں راقم طراز ہیں ”جب بنی اسرائیل کے سردار حضرت داؤد کو طالوت (بنی اسرائیل کے پہلے بادشاہ) کی خواہش پر انکے پاس لے آئے تو طالوت نے بڑی رواداری سے پیش ہو کر اپنی سلطنت انکے حوالے کی۔ وہ اپنے دس

بیشوں کیساتھ حضرت شموئل کی نصیحت کے مطابق کفار کخلاف جہاد پر نکل پڑے۔ باقی خویش واقرباء کو حضرت داؤد کے پاس چھوڑا اور انکشاف
کیا کہ میرے حرم میں دو بیبیاں جو لاوی بن یعقوب کی نسل سے ہیں حاملہ ہیں۔ انکی حفاظت کرنا، اللہ انہیں صحیح و سالم اولاد نرینہ عطاء کرے گا۔
اس طرح میری نسل دنیا سے ختم نہیں ہوگی اور میں نے حضرت شموئل سے بھی یہ سنا ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنی حکمت اور قدرت کاملہ سے انکے
دو لڑکوں کی نسل سے بہت سارے صالح اور پرہیزگاروں کے علاوہ اولیاء اللہ اور اہل حقیقت کو بھی پیدا کرے گا۔ حضرت داؤد نے ان
بیبیوں کی خبر گیری کی۔ مدت پوری ہونے پر خدائے تعالیٰ نے ان دونوں کو دو بیٹے عطاء کئے اور داؤد نے طاوت کی وصیت کے مطابق ایک کانام
بر خیاء اور دوسرے کانام ارمیاء رکھا۔ دونوں کی خوب تربیت و سرپرستی فرمانے کے بعد ہر ایک کو بنی اسرائیل کے ایک ایک گروہ کا سردار
مقرر کیا۔ انکی محنت و لیاقت سے بنی اسرائیل کو ہر طرح کی خوشی نصیب ہوئی۔ حق تعالیٰ نے ہر ایک کو ایک ایک سالم لڑکا عطاء کیا۔ بر خیاء نے
اپنے جگر گوشے کانام ”آصف“ اور ارمیاء نے اپنے لخت جگر کانام ”آفغہ“ رکھا۔ حضرت داؤد کے بیٹے حضرت سلیمان نے آصف کو وزارتی انتظام
اور آفغہ کو فوج کا سربراہ مقرر کیا۔ آفغہ کے رعب و دبدبہ سے جن و انس سب پناہ مانگنے لگے۔ ان کی آل اولاد ملک شام میں آباد تھی۔ ایک عرصہ
گزرنے کے بعد سخت نصر مجوسی جو ملک عزاری کا منشی و کاتب تھانے بیت المقدس کو فتح کر کے مسمار و ویران کر دیا۔ بے شمار مردوں خاص کر
لڑکوں کو قید و بند میں ڈال دیا۔ باقی قوم کو جو توریت خوان اور مسلمان تھی وہاں سے نکال کر غور، غزنی، قندھار، کابل اور کوہ فیروزہ کے پہاڑی
علاقوں کی طرف دھکیل دیا۔ اسی طرح آفغہ کی اولاد نے ایران و افغانستان کے علاقوں میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کی اولاد بڑھتی گئی اور کثرت
سے کافر قبیلوں کے خلاف متواتر جنگیں لڑتی رہیں اور اکثر و بیشتر ہر دفعہ فتح حاصل کر کے کوہستان کا سارا علاقہ اپنے زیر نگیں کر لیا۔ (14)۔

شیر محمد کے خیال میں طائفہ افغان ملک سادل (طاوت) بادشاہ اسرائیل اولاد بن یامین بن حضرت یعقوب (اسرائیل) سے ہیں جو
امتداد زمانہ سے افغان اور سلیمان کے نام سے مشہور ہیں۔ افغان مؤرخین کی معتبر تاریخیں ”مراۃ الافاغنه“ ”مخزن افغانی“ ”تاریخ ابراہیم
شاہی“ نظام شاہی اور افغانوں کی قدیم تحریر کردہ نوشتہ جات یعنی یہ کہ افاغنه اسرائیل کے بارہ خاندانوں سے ہے۔ اس شریف قوم کے لوگ
ابتداء سے آج تک نسل در نسل باپ بیٹے سب اسرائیلیت کے نسبت کے دعوے پر متفق ہیں۔ اس قوم اور اس کے اسلاف میں ہمیشہ نامور
سلاطین، علماء، باوقار اور صالح و قابل اعتماد افراد ہوتے چلے آ رہے ہیں اور سب بنی اسرائیل ہونے پر متفق ہیں۔ ہر قوم اور ہر گروہ کو غیروں
کے مقابلہ میں اپنے حسب و نسب اور اصلیت سے زیادہ واقفیت ہوتی ہے۔ چونکہ ہر ملک اور ہر دیار میں بنی آدم کے فرقہ کا اپنے حسب و نسب
کے متعلق دعویٰ اور محبت کافی ہے۔ لہذا اس گروہ کا دعویٰ جو پشت پائشت سے اپنے دعوے پر قائم ہیں کیوں قابل قبول نہیں اور یہ کہ ہر فرقے کی
عادات، خصلت، غصہ و غیرت اور رسم و رواج میں بہت فرق ہوتا ہے۔ افاغنه کی عادت، خصلت، مروت، غصہ اور رسم و رواج اور لباس کو بنی
اسرائیل سے کافی مماثلت حاصل ہے۔ چنانچہ جس زمانے میں یہ ناچیز (شیر محمد) خراساں (افغانستان) و ترکستان کی سیاحت کر رہا تھا۔ اس قوم
کے یہود علماء و شرفاء سے جو ایران و ترکستان میں رہتے ہیں اور کتب و تاریخ کا خاصہ ذخیرہ رکھتے ہیں ملاقات اور بات چیت کرنے کا موقع ملا۔ ان
سے افاغنه کی نسل کی تحقیق کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے بھائی ہیں اور حضرت اسرائیل کی نسل سے ہیں۔ سخت نصر کے حادثہ کے زمانے میں
وہ شام سے ترک وطن کر کے خوارستان کے پہاڑوں میں چلے آئے اور وہیں اقامت پذیر ہو گئے اور امتداد زمانہ سے ان کی ذریات میں زبردست
اضافہ ہو گیا (15)۔

جنرل جارج میکن کے خیال میں غالباً ظہور اسلام سے تھوڑا قبل قندھار کے علاقہ میں ایسے لوگ وارد ہوئے جنہوں نے بلاآخر غور
کے پہاڑوں کو اپنا مستقر بنالیا۔ وہ میں آباد ہونے والے بہت سے قبائل میں سے ایک قبیلہ کے نام پر ملک کانام افغانستان یا افاغنه مشہور ہوا۔ جس
قبیلہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ اپنے آپ کو افاغنه بن سادل اسرائیل کی اولاد بتاتا ہے جو اس کی روایات کے مطابق اسرائیل عسا کر کا سپہ
سالار تھا۔ انکا قابل شناخت مورث کش یا گیس (قیس) تھا۔ یہی قبیلہ بڑھتے ایک نسل بن گیا اور آج تک افغان کہلاتا ہے۔ چونکہ یہ قبیلہ صاحب

بیٹوں کیساتھ حضرت شموئل کی نصیحت کے مطابق کفار کیخلاف جہاد پر نکل پڑے۔ باقی خویش و اقرباء کو حضرت داؤد کے پاس چھوڑا اور انکشاف کیا کہ میرے حرم میں دو بیٹیاں جو لاوی بن یعقوب کی نسل سے ہیں حاملہ ہیں۔ انکی حفاظت کرنا، اللہ انہیں صحیح و سالم اولاد دینے عطاء کرے گا۔ اس طرح میری نسل دنیا سے ختم نہیں ہوگی اور میں نے حضرت شموئل سے بھی یہ سنا ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنی حکمت اور قدرت کاملہ سے انکے دو لڑکوں کی نسل سے بہت سارے صالح اور پرہیز گاروں کے علاوہ اولیاء اللہ اور اہل حقیقت کو بھی پیدا کرے گا۔ حضرت داؤد نے ان بیٹیوں کی خبر گیری کی۔ مدت پوری ہونے پر خدائے تعالیٰ نے ان دونوں کو دو بیٹے عطاء کئے اور داؤد نے طالوت کی وصیت کے مطابق ایک کانام بر خیاہ اور دوسرے کانام ار میاء رکھا۔ دونوں کی خوب تربیت و سرپرستی فرمانے کے بعد ہر ایک کو بنی اسرائیل کے ایک ایک گروہ کا سردار مقرر کیا۔ انکی محنت و لیاقت سے بنی اسرائیل کو ہر طرح کی خوشی نصیب ہوئی۔ حق تعالیٰ نے ہر ایک کو ایک ایک سالم لڑکا عطاء کیا۔ بر خیاہ نے اپنے جگر گوشے کانام ”آصف“ اور ار میاء نے اپنے لخت جگر کانام ”آفغہ“ رکھا۔ حضرت داؤد کے بیٹے حضرت سلیمان نے آصف کو وزارتی انتظام اور آفغہ کو فوج کا سربراہ مقرر کیا۔ آفغہ کے رعب و دبدبہ سے جن و انس سب پناہ مانگنے لگے۔ ان کی آل اولاد ملک شام میں آباد تھی۔ ایک عرصہ گزرنے کے بعد نخت نصر مجوسی جو ملک عزاری کا منشی و کاتب تھانے بیت المقدس کو فتح کر کے مسمار و ویران کر دیا۔ بے شمار مردوں خاص کر لڑکوں کو قید و بند میں ڈال دیا۔ باقی قوم کو جو تورات خوان اور مسلمان تھی وہاں سے نکال کر غور، غزنی، قندھار، کابل اور کوہ فیروزہ کے پہاڑی علاقوں کی طرف دھکیل دیا۔ اسی طرح آفغہ کی اولاد نے ایران و افغانستان کے علاقوں میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کی اولاد بڑھتی گئی اور کثرت سے کافر قبیلوں کے خلاف متواتر جنگیں لڑتی رہیں اور اکثر و بیشتر ہر دفعہ فتح حاصل کر کے کوہستان کا سارا علاقہ اپنے زیر نگیں کر لیا“ (14)۔

شیر محمد کے خیال میں طائفہ افغان ملک ساؤل (طالوت) بادشاہ اسرائیل اولاد بن یامین بن حضرت یعقوب (اسرائیل) سے ہیں جو امتداد زمانہ سے افغان اور سلیمان کے نام سے مشہور ہیں۔ افغان مؤرخین کی معتبر تاریخیں ”مراۃ الافاغنه“ ”مخزن افغانی“ ”تاریخ ابراہیم شاہی“ نظام شاہی اور افغانوں کی قدیم تحریر کردہ نوشہ جات یعنی یہ کہ افغانہ اسرائیل کے بارہ خاندانوں سے ہے۔ اس شریف قوم کے لوگ ابتداء سے آج تک نسل در نسل باپ بیٹے سب اسرائیلیت کے نسبت کے دعوے پر متفق ہیں۔ اس قوم اور اس کے اسلاف میں ہمیشہ نامور سلاطین، علماء، باوقار اور صالح و قابل اعتماد افراد ہوتے چلے آ رہے ہیں اور سب بنی اسرائیل ہونے پر متفق ہیں۔ ہر قوم اور ہر گروہ کو غیروں کے مقابلے میں اپنے حسب و نسب اور اصلیت سے زیادہ واقفیت ہوتی ہے۔ چونکہ ہر ملک اور ہر دیار میں بنی آدم کے فرقہ کا اپنے حسب و نسب کے متعلق دعویٰ اور محبت کافی ہے۔ لہذا اس گروہ کا دعویٰ جو پشت ہاپشت سے اپنے دعوے پر قائم ہیں کیوں قابل قبول نہیں اور یہ کہ ہر فرقے کی عادات، خصلت، غصہ و غیرت اور رسم و رواج میں بہت فرق ہوتا ہے۔ افغانہ کی عادت، خصلت، مروت، غصہ اور رسم و رواج اور لباس کو بنی اسرائیل سے کافی مماثلت حاصل ہے۔ چنانچہ جس زمانے میں یہ ناچیز (شیر محمد) خراساں (افغانستان) و ترکستان کی سیاحت کر رہا تھا۔ اس قوم کے یہود علماء و شرفاء سے جو ایران و ترکستان میں رہتے ہیں اور کتب تواریخ کا خاصہ ذخیرہ رکھتے ہیں ملاقات اور بات چیت کرنے کا موقع ملا۔ ان سے افغانہ کی نسل کی تحقیق کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے بھائی ہیں اور حضرت اسرائیل کی نسل سے ہیں۔ نخت نصر کے حادثہ کے زمانے میں وہ شام سے ترک وطن کر کے خوارستان کے پہاڑوں میں چلے آئے اور وہیں اقامت پذیر ہو گئے اور امتداد زمانہ سے ان کی ذریات میں زبردست اضافہ ہو گیا (15)۔

جنرل جارج میکن کے خیال میں غالباً ظہور اسلام سے تھوڑا قبل قندھار کے علاقہ میں ایسے لوگ وارد ہوئے جنہوں نے بلاآخر غور کے پہاڑوں کو اپنا مستقر بنالیا۔ وہ میں آباد ہونے والے بہت سے قبائل میں سے ایک قبیلے کے نام پر ملک کانام افغانستان یا افغانہ مشہور ہوا۔ جس قبیلہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ اپنے آپ کو افغانہ بن ساؤل اسرائیل کی اولاد بتاتا ہے جو اس کی روایات کے مطابق اسرائیل عسا کر کا سپہ سالار تھا۔ انکا قابل شناخت مورث کش یا گیس (قیس) تھا۔ یہ قبیلہ بڑھتے ایک نسل بن گیا اور آج تک افغان کہلاتا ہے۔ چونکہ یہ قبیلہ صاحب

قوت و افتخار تھا، موجودہ افغانستان کے بہترین حصے پر متصرف تھا۔ اس کے ایک سردار نے افغانیادری سلطنت قائم کی تھی۔ لہذا ترکی کے نژاد قبائل کے سوا دیگر مسلمان قبائل بھی اس نسل میں ضم ہو گئے۔ افغان ماہرین انساب نے بہت خوشی سے انہیں شجرات میں شامل کر لیا۔ حتیٰ کہ اب ہر پٹھان قبیلہ اس نسل سے انساب کا دعویٰ رکھتا ہے۔ انکا بنی اسرائیل ہونے کا دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے اگر لفظ اسرائیل کو عبرانی کے معنی میں لیا جائے کہ وہ ”قبائل گمشدہ“ میں سے ہیں جن کی ایرانی وادیوں کے ذریعے ہجرت ایک عام نقل و حرکت سے زیادہ نہ تھی۔ یہ بھی یکساں طور پر ممکن ہے کہ وہ ”بابل قیدیوں“ کی کسی شاخ سے پھوٹے ہوں۔ دیگر مسلمانوں کی نسبت ان میں انجیلی نام زیادہ ہیں۔ یوسف، یعقوب، یحییٰ، موسیٰ اور ابراہیم جیسے نام ان میں زیادہ سننے میں آتے ہیں۔ انکی ایک اور رسم بھی اس خیال کو تقویت دیتی ہے کہ وہ یہودیوں کی عید کی طرح تہوار مناتے ہیں۔ بہر کیف افغانوں کے ورثاء نے دور حاضر میں ملک کو ایک نام دیا ہے جو اس سے پہلے بلستان، ازبکستان اور خراسان کہلاتا تھا (16)۔

ایچ ڈبلیو بیلیمو کے خیال میں افغان اپنے آپ کو نسب کے اعتبار سے بنی اسرائیل تصور کرتے ہیں۔ ساول افغان نسل کا جد امجد ہے اور افغان اپنے رسم و رواج کے تابع لوگ ہیں۔ ماضی میں افغان یعنی پشتون کے اکابرین اپنا نسب حضرت یعقوب (اسرائیل) کے ساتھ منسلک کرتے رہے ہیں۔ مصر اور بابل سے اخراج کے بعد میں یہ لوگ قندھار کی حدود تک محدود تھے۔ لیکن بعد میں سلطان محمود غزنوی کے ساتھ بہت سارے ہند آئے اور رفتہ رفتہ اپنی حیثیت منوانے میں کامیاب رہے (17)۔ جی پی ٹیٹ کے خیال میں افغان یہود بن اسرائیل نسب سے تعلق پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ہجرت کے نتیجے میں پنجاب کے میدانی علاقوں میں پھیل گئے اور بعض نے کوہ ہندو کش کی طرف ہجرت کی۔ ہجرت کے وقت اہم شاہراہوں میں درہ کرم، درہ ٹوچی، درہ گول اور درہ بدلان قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے اکثریت نے افغانستان میں رہنا پسند کیا۔ یہی سامی قبائل ہیں جو اپنے آپکو افغان کہتے ہیں (18)۔

افغان یا پشتون نسل کے بارے میں مسٹر سپین لکھتے ہیں ”انڈیا آف آسٹریا لائیڈ لندن میں پرانی دستاویزات کی جلدوں کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ انیسویں صدی کے درجنوں انگریز اور دوسرے قابل قدر مؤرخین اس بات پر متفق تھے کہ افغان قوم کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے۔ مزید یہ کہ ان کی مضبوط جسمانی ساخت، اکھڑ اور سخت رویہ، غیر معمولی سامی خصوصیات، سردار قبیلہ کے احترام کی پہچان اور آدم، ابراہیم، موسیٰ، داؤد، سلیمان، یعقوب اور عیسیٰ جیسے نام رکھنے کا رواج اس نظر سے نظر آتا ہے کہ افغانوں کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے (19)۔ پشتون یا افغان قوم کی اصلیت کے بارے میں متضاد نظریات پائے جاتے ہیں لیکن یہ لوگ اپنے آپ کو مضبوط دلائل کے ساتھ صرف براہ راست ساول کی نسل سے تعلق پر یقین رکھتے ہیں بلکہ دوسروں سے بھی انہیں یقینی طور پر ایسا سمجھنے کی خواہش بھی رکھتے ہیں۔ اس بارے میں ان کی قومی خصوصیات اور روایات بھی بڑی مددگار ثابت ہو سکتی ہیں اور ان میں سامی نسل کی خصوصیات کے متعلق سیاحوں کے مطالعہ میں عمومی اتفاق بھی پایا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ افغانوں کے ناک یہودیوں کی طرح لمبے اور ٹیڑھے ہوتے ہیں اور یہ کہ ان میں روایتی طور پر کثرت سے مقدس نام مثلاً یوسف، اسرائیل (یعقوب) اور آریہ وغیرہ نام سے اس نسل کے یہود کیساتھ تعلق کے متعلق نظریے کو مزید تقویت ملتی ہے (20)۔

پٹھانوں کی روایات کے مطابق انکا جد امجد افغانہ بن ارمیہ بن ساول تھا۔ جس نے ہیکل سلیمان (مجدد اقصیٰ) تعمیر کی تھی۔ تحریک شاہی کے بیان کے مطابق غت نصر کے یروشلم (بیت المقدس) پر حملے کے نتیجے میں یہودیوں کو اپنے گھر بار سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ جن میں افغانہ کی اولاد بھی شامل تھی۔ انہیں سے ایک قبیلہ نے خراسان کے جنوب میں ہری رود کے علاقہ میں سکونت اختیار کی۔ ان روایات کے مطابق عرب میں ان کے ایک یہودی قبیلہ کے پیغام پر عمر اول قیس کی قیادت میں ایک وفد آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں ایمان کے شرف اور جہاد کی سعادت سے مشرف ہوا تھا۔ حضور اقدس نے جہاد میں قیس کی شاندار کارکردگی سے خوش ہو کر آپکو بطان کا لقب دیا جو بعد میں رفتہ رفتہ پٹھان میں تبدیل ہو گیا (21)۔

مشہور محقق عزیز جاوید کی رائے میں افغان یا پٹھان ایک قوم کے دو نام ہیں۔ اس جھگڑے میں غیور اور بہادر قوم کے بارے میں مختلف ادوار میں مختلف رائے قائم کی گئی ہیں، مگر محققین کی اکثریت نے مدلل انداز میں ان کو بنی اسرائیل ثابت کیا ہے۔ افغان سامی النسل اور ساؤل کے پوتے افغانہ کی اولاد ہیں جو حضرت سلیمان کی فوج کا کمانڈر انچیف تھا۔ قیس ساؤل کی اٹھارویں پشت میں سے تھا۔ جس نے ۹ھ بمطابق ۶۳۰ء میں پیغمبر خدا کے سامنے اسلام قبل کیا اور حضور ﷺ نے آپ کو بطلان کا خطاب دیا۔ یہی بطلان بعد میں پٹھان کے نام سے مشہور ہوا اور اسکی نسل پٹھان کہلائی۔ جب نادر شاہ ہندوستان کو جاتے ہوئے پشاور پہنچا تو پشاور میں یوسف زئی بنے عبرانی زبان میں لکھی ہوئی کتاب اور کچھ کاغذات پیش کئے۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ افغان بنی اسرائیل ہیں۔ قیس کو آنحضرتؐ نے بطلان کا نام دیا، ہندوستان کے لوگوں نے پٹھان کا نام دیا ہے۔ قدیم تاریخ نے اسرائیل کا نام دیا، افغان نے اپنے آپ کو پشتون یا پختون کا نام دیا، تاتاریوں اور ایرانیوں نے اوغان نام دیا اور عربوں نے انکا نام سلیمان رکھا (22)۔

روشن خان کی رائے میں سخت نصر جو قیدی بابل لائے تھے۔ انکو کچھ بابل کے نواح میں اور بعض کو ایران کے ملک میں آباد کیا گیا۔ ابتداء میں یہ لوگ موساپان اور سلیمان کے نام سے یاد کئے جاتے تھے کچھ مدت بعد افغان کے نام سے موسوم ہوئے۔ بعد میں ساسانیوں کے ظلم سے تنگ آکر جب یہ لوگ ایران اور بابل سے یہاں خراسان وغیرہ پہنچے تو انہیں افغان کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ دونوں جتھوں کے باہم ملاپ سے پختون اور افغان دونوں نام اس علاقے میں رائج ہوئے۔ افغان اکبر و مشائخ اور مورخین زمانہ قدیم سے بتواتر اس پر متفق ہیں کہ اس قوم نے اپنا نام افغان بن ارمیاء بن طالوت کی نسبت اختیار کیا ہے۔ صحابی جنہوں نے افغان قوم کے سحر ہائے نسب قوم کے صلاح و مشورے سے مرتب کئے تھے اور جس کا سلسلہ حضرت یعقوب اور حضرت ابراہیم تک پہنچایا گیا تھا۔ انہی شجروں پر افغان قوم میں مفتوحہ ملک تقسیم کیا گیا۔ ۱۸ء میں جب انگریز نے اس ملک کا ہندوستان کرنا چاہا تو قوم کے ہر طبقہ کے معمر اشخاص اور جڑگوں سے صلاح مشورے کے بعد ان شجروں پر اتفاق کیا گیا جو شیخ ملی نے مرتب کئے تھے۔ اس وقت ان پر چار صدیاں گزر چکی تھیں مگر کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ اخوند درویشہ جو سید علی ترمذی المعروف پیر بابا کے مرید اور خلیفہ تھے نے پیر بابا اور مغل شہنشاہ اکبر کی ایماء پر ”تذکرہ“ نام سے ایک کتاب لکھی جس میں دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے کہ افغان بنی اسرائیل ہیں۔ آپ کا مدتوں بایزید انصاری (پیر روشن) کے ساتھ اختلاف رائے رہا۔ انکے مابین کئی مناظرے ہوئے لیکن کبھی بھی ان میں اس بات پر یعنی افغان کا بنی اسرائیل ہونے پر اختلاف نہیں ہوا۔ شاہ افغان امیر عبدالرحمان خان اپنی تصنیف دبدبہ آمیری میں لکھتے ہیں ”میرے چچن سے اب تک کوئی ایسا دن نہیں گزرا جس روز کسی نہ کسی ملک و قوم کی تاریخ میں نے خود نہ پڑھی ہو یا مجھے پڑھ کر سنائی نہ گئی ہو۔ کل افغانی سنی مسلمان ہیں اور بنی اسرائیل کی نسل سے ہیں۔“ نواب محمد اکبر خان (رئیس یوسف زئی) جنگی لائبریری لاٹانی حیثیت رکھتی تھی اور نسب کے بارے میں سخت تحقیق کرنے والے شخص تھے انکا بھی یہی عقیدہ تھا کہ افغان بنی اسرائیل ہیں۔ حضرت میاں عمر چمکنی جو کئی کتابوں کے مصنف تھے اور تمام افغان قوم کے ہیر و مانے جاتے تھے۔ ”المعال شرح امالی“ کے دیباچے میں فرماتے ہیں یہ فقیر حسب و نسب سے مشہور افغان ہے اور واقعات و حقیقت میں افغان ہونے کے علاوہ اپنی طرف کسی دوسری قسم کی نسبت کرنے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ میرے والد کا نام ابراہیم ہے۔ نسب سے افغان ہے اور افغان ملک طالوت کی اولاد سے اور ملک طالوت بنی اسرائیل سے ہے (23)۔ اسرائیل ایک ایسا نام ہے جو عبارت ہے یعقوب سے جو اسحاق کے فرزند ہیں اور اسحاق حضرت ابراہیم کے فرزند ہیں۔ روشن خان اپنی تصنیف ”تذکرہ“ میں یوں رقم طراز ہیں۔ میں خود انتہائی تحقیق و جستجو کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بلا شک و شبہ روہیلہ، سلیمانی، پٹھان اور افغان سب ایک قوم کے مختلف نام ہیں۔ یہ ان گمشدہ اسرائیلیوں کی اولاد ہیں۔ جنہیں شوریوں اور بابل والوں نے باری باری شام کے علاقے سے مشرق کی طرف جلا وطن کیا تھا۔ افغان یا پختون کو آپ جس نام سے یاد کریں وہ اصلاً سامی ہیں اور نسل ابراہیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہی وہ قوم ہے جو پہلے شریعت موسوی پر پھر دعوت عیسوی پر قائم تھی۔ جب ان تک حضرت محمد ﷺ کی دعوت اسلام پہنچی تو بلیک کہتے ہوئے مشرف بہ اسلام ہو گئے اور دین اسلام کی

تبلیغ میں کٹھن مراحل سے گزرتے ہوئے اسے مختلف ممالک تک پہنچایا۔ یہ پشتوتوں کی روشن تاریخ ہے جو صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا کوئی گوشہ تاریکی میں نہیں ہے اسکی تاریخ کا ہر دور اور واقعات روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ یہ ایک دوکانیں بلکہ پوری قوم کا بیان ہے جو لاکھوں انسانوں کا مجموعہ ہے اور تو اتر سے پشت بہ پشت گواہی دیتے چلے آ رہے ہیں (24)۔

سکندر خان نے دامن لبا سین میں زمانہ حال کے مورخ و محقق سید عبدالقدوس ہاشمی ”تمتہ البیان فی تاریخ الافغان“ مصنفہ سید جمال افغانی کا یوں حوالہ دیا ہے۔ ایک مسلمہ طریقہ تاریخ معلوم کرنے کا یہ ہے اگر منضبط قدیم تاریخ نہ مل سکے تو کسی قوم کی اپنی روایات میں سے ناممکنات اور بے جا مبالغہ کو خارج کر کے قبول کی جائے۔ اب تک ساری دنیا کی بلکہ ایک ایک مقام کی تاریخ مرتب کرنے میں یہی مسلمہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ اگر یہ اصول ترک کر دیا جائے تو دنیا میں کوئی بھی کسی قوم کی تاریخ نہیں لکھ سکے گا۔ اسلئے کوئی وجہ نہیں کہ افغانوں کی اپنی قومی روایات ٹھکرا کر دوسروں کے قیاسات کو قبول کر لیا جائے جبکہ ان قیاسات کی تائید آثار قدیمہ، نسب یا کسی اور ذریعہ سے کہیں بھی نہ مل سکے گی۔ حق یہ ہے کہ افغانوں کی اپنی قومی روایات اس پر متفق ہیں کہ سارے افغان حضرت یعقوب کے چھوٹے فرزند بن یا مین کی اولاد ہیں۔ جسکی صداقت افغانوں کے چہرے مرے اور ان کے بعض رسم و رواج سے ہوتی ہے۔ قرین انصاف اور اصول علمی کا تقاضہ ہے کہ افغانوں کا دعویٰ تسلیم کر لیا جائے اور تحقیق کے نام سے جو لغو باتیں پروفیسران یورپ نے پیش کر کے انکو آریائی نسل سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ سب رد کی کر دی جائیں۔ مزید یہ کہ کتاب ”دی جیوش وار“ کے صفحات ۷۳-۷۴ میں بنی اسرائیل کے رسم و رواج کے بارے میں جو باتیں لکھی گئی ہیں۔ وہ اب بھی پٹھانوں میں موجود ہیں۔ مثلاً جرگے کا فیصلہ لازماً ماننا چاہئے خواہ نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ رفا حاجت کیلئے دور جا کر گڑھا کھودنا اور چادر کندھوں پر ڈال کر پردہ کرنا اور بڑوں کی محفل میں چھوٹوں کا نہایت باادب رہنا وغیرہ وغیرہ (25)۔

اکثر مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ پٹھان یا افغان بنی اسرائیل سے ہیں جو شروع میں کوہستان غور میں آباد ہوئے اور بعد میں آہستہ آہستہ کابل، قندھار، خراسان، سوات، باجوز، دیر، بلوچستان، پنجاب اور ہندوستان تک پھیل گئے۔ حضرت سلیمان کے زمانے میں بن یا مین کی نسل سے ایک مشہور شخص افغانہ نے شہرت حاصل کی۔ اس کی نسل کے لوگ بعد میں افغان کہلائے۔ افغان اب غن، آیو کین، پٹھان، پلتسیان، پشتون، پٹھان لیاکان ایک ہی نام ہیں۔ ان لوگوں کے لئے جو کتاب مقدس کے حوالے ملک ساؤل (طالوت) کی بیویوں کا حضرت داؤد کی حفاظت میں رہنے کے بارے میں شک و شبہ کا ظہار کرتے چلے آ رہے ہیں کتاب مقدس کا مختصر اقتباس پیش خدمت ہے۔ ”تب نائن نے حضرت داؤد سے کہا کہ وہ شخص تو ہی ہے۔ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میں نے تجھے مسیح کر کے اسرائیل کا بادشاہ بنایا اور میں نے تجھے ساؤل کے ہاتھ سے چھڑ لیا اور میں نے تیرے آقا ساؤل کا گھر تجھے دیا اور تیرے آقا کی بیویوں تیری گود (حفاظت) میں کر دیں۔ اسرائیل اور یہودہ گھر انہ تجھ کو دیا۔ اگر یہ سب کچھ تھوڑا تھا تو تجھ کو اور چیزیں بھی دیتا“ (26)۔

خلاصہ

مختصر یہ کہ افغان، پشتون یا پٹھان کی نسل بنی اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ السلام) سے ہے۔ ان کے جد امجد کا نام افغانہ تھا جو بنی اسرائیل کے مشہور بادشاہ طالوت کا پوتا تھا۔ افغانہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں فوج کا کمانڈر انچیف تھا۔ تقریباً سات سو سال قبل مسیح میں بابل کے حکمران نخت نصر نے شام پر حملہ کیا اور بڑی تباہی مچا کر بنی اسرائیل کا قتل عام کیا۔ کچھ لوگوں جو وہاں سے جان بچانے میں کامیاب ہوئے ان کا ایک حصہ حجاز میں پناہ گزیں ہوا اور بقیہ نے کوہستان، غور، فیروز کوہ اور خراسان (افغانستان) کا رخ کیا۔ افغان روایات کے مطابق حضرت خالد بن ولید مکہ مکرمہ کے قریب آباد ہونے والے افغانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ سید البشر حضرت محمد ﷺ کے دور میں جب آپ نے اسلام قبول کیا تو ایک خط کے ذریعے ”غور“ کے عزیزوں کو بھی مشرف بہ اسلام ہونے کی دعوت دی۔ افغانوں نے اس دعوت کو قبول

کر لیا اور قیس کی قیادت میں ستر افراد پر مشتمل ایک وفد حضور اکرمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور لشکر اسلام میں شامل ہو کر کفار کے خلاف جہاد میں شریک ہوا۔ حضور اکرمؐ نے قیس کے عبرانی نام کی جگہ عبدالرشید تجویز فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ چونکہ وہ ”ملک“ طالوت بادشاہ کی نسل میں سے ہے اسلئے انہیں ملک بھی کہا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر پٹھان قبیلے کا سردار ملک کہلاتا ہے۔ آپؐ نے توشن گوئی فرمائی کہ ملک عبدالرشید کی آل اولاد میں اللہ تعالیٰ اتنی برکت عطا فرمائے گا کہ وہ تعداد میں تمام قبیلوں کو پیچھے چھوڑ جائے گی۔ کہا جاتا ہے کہ اسی دن ملک عبدالرشید کی اولاد کو پشتون یا پٹھان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسکے چار اہم طبقے ہیں۔ سڑبن بٹن، غور غشت اور کرلانی یا کرلانی۔ ان میں سے تین (سڑبن بٹن اور غور غشت) قیس عبدالرشید کی نسل سے ہیں۔ جبکہ کرلانی الحاق ہے یعنی قیس کی نسل سے نہیں ہے مگر اسم میں ضم ہو گیا ہے موجودہ پٹھان قبائل کے مختلف قبیلے انکی اولاد میں سے ہیں۔

نوٹ:- کرلانی کا قیس کے ساتھ الحاق کے بارے میں مختصر یہ کہ سخت نصر کے یرو شلم پر حملے کے نتیجے جو لوگ ہجرت کر کے یہاں آئے تھے۔ ان میں قیس کے آباؤ اجداد کے ساتھ کرلانی کے آباؤ اجداد بھی شامل تھے۔ لیکن قیس چونکہ اسلام لانے اور جہاد میں شرکت کے باعث زیادہ مشہور ہوئے۔ اس لئے جب ان لوگوں کو اپنا شجرہ نسب مرتب کرنے کا خیال آیا تو دوسروں نے بھی اپنا شجرہ نسب قیس کے ساتھ ملا لیا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نسل کے اعتبار سے ان کے آباؤ اجداد کا تعلق ایک ہی نسل بنی اسرائیل سے تھا۔

قیس (عبدالرشید)

قیس کے بارے میں شیر محمد خان تاریخ پشتون میں لکھتے ہیں کہ خالد بن ولید کے مشرف بہ اسلام ہونے غزوات میں شرکت کرنے اور امارات جیوش پر فائز ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے ایک روز ان سے فرمایا کہ اے خالد جب تمہاری قوم بنی اسرائیل سخت نصر بائلی کے واقعہ کے بعد شام سے جلا وطن ہوئی تو ان میں ایک چھوٹا سا گروہ جس میں تمہارے اجداد بھی شامل تھے ملک عرب کی طرف آ گیا اور زمین یرث میں اقامت گزریں ہو گیا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ جب ہم شامت اعمال سے بیت المقدس سے جو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کا تعمیر کردہ تھا محروم ہو گئے ہیں کیوں نہ بیت اللہ کی زیارت کریں جو پہلا خانہ خدا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنا کردہ ہے۔ دوسرے یہ کہ کتب سماوی سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر آخر الزمان جو خاتم الانبیاء ہوں گے اور نسل قیدار اور قوم عرب سے ہوں گے قرین قیاس یہ ہے کہ ان کا مولد قریہ مکہ ہو گا اور ہجرت گاہ مدینہ ہو گی اور ان کی متابعت و نصرت پر نجات منحصر ہو گی اور اگرچہ ابھی ان کا زمانہ دور ہے اور کم سے کم ہماری اولاد ان کی متابعت اور نصرت سے مشرف ہو گی کیوں نہ ہم ولایت یرث و حجاز میں مقیم ہو جائیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے اسلاف کی امیدوں کے مطابق اس سعادت سے مشرف کیا۔ لیکن ایک گزوہ کثیر نے سخت نصر کے واقعے کے بعد جبل غور و فیروزہ واقع ولایت خراسان کا رخ کیا اور صدیاں گزر جانے کے باعث اور کثیر تعداد میں ہو جانے کی وجہ سے احکام دین موسوی کو چھوڑ کر جہالت اور گمراہی میں گرفتار ہو گئے اور ابھی تک اس سے بے علمی اور ظلمت کے مرض میں گرفتار ہیں اس لئے تم کو چاہیے کہ انہیں بعثت نبی آخر الزماں سے آگاہ کرو اور دین اسلام کی دعوت دو وغیرہ۔

اس کے بعد حسب فرمان نبویؐ خالدؓ نے اس گروہ کو ایک مکتوب لکھ کر بھیجا جب خالد کا مکتوب اس صادق القلوب گروہ کو ملا انہوں نے اسے قبول کر لیا اور اس گروہ کے چند بزرگ ترین اشخاص جن میں قیس نامی ایک فرد بھی شامل تھے۔ جبل غور سے روانہ ہوئے اور قطع منازل طے کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے اور خالد سلیمانی کے وسیلہ سے حضرت خیر البریہؓ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دین اسلام قبول کرنے میں تامل اور تاخیر نہ کرنے سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ”قیس عبرانی اسم ہے اور میں عربی ہوں۔“ میں ان کا نام عبدالرشید تجویز کرتا ہوں اور اس گروہ سے فرمایا کہ تم ملک طالوت کی اولاد سے ہو اور اللہ تعالیٰ

نے اپنے کلام پاک میں ان کو ملک کے نام سے نوازا ہے اور ان کے حق میں ”طاوت ملک“ فرمایا ہے۔ لہذا تمہارے گروہ کے لوگ ان کو ملک کے نام سے پکاریں گے۔“

کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے عرب کے لوگ ان کو ملک عبدالرشید کے نام سے پکارتے تھے۔ چونکہ اس زمانے میں حضرت محمد ﷺ عازم فتح مکہ تھے۔ ملک عبدالرشید کو مع نو مسلم افغانوں کے خالد بن ولید کے ہمراہ اس غزوہ میں متعین فرمایا اور روز فتح مکہ جب عکرمہ بن ابو جہل اور دوسرے شیخان قریش نے خالد کے لشکر پر حملہ کیا جو ایک بت خانے میں ٹھہرا ہوا تھا اور جسے اب دیر خالد کہتے ہیں سلیمانیوں کی ضرب شمشیر کی تاب نہ لا کر مکہ کی جانب بھاگے اور خالد اور ان کے لشکریوں نے گلی کو چوں تک ان کا تعاقب کیا اور اس معرکہ میں چند کافراہل قریش ملک عبدالرشید کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے۔ جب قیس عبدالرشید کی شجاعت اور ہمت کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، آپ کی زبان وحی ترجمان سے نکلا کہ اس شخص کی نسل سے ایک عظیم سلسلہ جاری ہو گا جو میرے دین کے استحکام کی کوشش کرے گا۔ استحکام اور قوت میں اس شخص کی مثال کشتی کے بطن کی ہے کہ کشتی کی ہندش و مضبوطی کا اس پر انحصار ہوتا ہے اور وہ میرے دین کی کشتی کا بطن ہے۔ چنانچہ اس کے بعد عرب کے لوگ عبدالرشید کو بطن کہنے لگے۔ لفظ بطن لغت عربی ہے اور فارسی میں اس کے معنی زیریں کے ہیں اردو میں اسے پیندا کہتے ہیں۔ بطن عربی میں ”بطن بیطن“ سے بنا ہے اور اس کا اطلاق ان تمام چیزوں پر ہوتا ہے جو نیچے ہو اور پوشیدہ ہو۔ مثلاً زیر جامہ جو لباس کے نیچے پہنا جاتا ہے اور کشتی کا وہ چوٹی حصہ جو پانی کے نیچے ہوتا ہے ہندی زبان میں اس تختہ کو ”سخان کشتی“ کہتے ہیں۔ بطن عربی میں عام طور پر مستعمل ہے جب یہ لفظ عجم میں اور خصوصاً مملکت ہند میں پہنچا تو ب۔ پ سے بدل گئی اور ط ت ہو گیا اور بعد میں ”ٹ“ ہو گیا۔ اور پٹھان ہو گیا۔ بائے عربی کا بائے فارسی میں طائے مملہ کا تائے ثقیل یعنی ”ٹ“ میں بدلنا خاص عجیبی قاعدہ ہے۔ عربی میں اس کے برعکس یعنی اس طریقے سے الفاظ مہند مفرس اور معرب ہوتے ہیں۔

جس وقت آنحضرت ﷺ نے قیس عبدالرشید کو بطن سے مشابہت دی اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس شخص کی نسل سے شجاع و بہادر قتال و جلا اور صاحبان حال و قال اور اہل معرفت پیدا ہوں گے۔ چنانچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق ان صفات مذکورہ سے متصف افراد تا قیامت پیدا ہوتے رہیں گے۔ نیز حضرت اشموئیل کے فرمانے کے مطابق جس کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ دنیا کا دار و مدار تیری لولاد پر ہو گا بالکل صحیح ثابت ہوا چنانچہ مصنف رسالہ ہذا کے زمانے میں وسیع سلطنتوں کے شاہنشاہوں مثلاً ہندوستان، انگلستان، روم و روس و ایران نے اپنے اپنی اس گروہ کے امراء اور بادشاہوں کے پاس دارالسلطنت کابل بھیجے اور ہر ایک نے اس گروہ سے روابط اور تعلقات قائم کرنے کی استدعا کی اور زمانہ قدیم میں شاہان ہندوستان و ایران و ترکستان سے ان کی جو جنگیں ہوئیں اور اس کے بعد سرکار گردوں و قار انگلیشیہ کی افواج کثیر سے جو جنگیں ہوئیں۔ ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد مدینے تشریف لائے تو ملک عبدالرشید کو جملہ احکام شریعت کی تعلیم اور تلقین فرمائی اور اپنے وطن جانے کی اجازت دی اور فرمایا کہ غورستان میں جا کر لوگوں کو دین اسلام قبول کرنے کی ترغیب دیں اور منکروں سے قتال و جہاد کریں۔ چنانچہ انہوں نے بی بی ساراد ختر خالد بن ولید بن عکرمہ سے عقد کیا اور انہیں مع اپنے ساتھیوں کے لے کر غورستان واپس چلے گئے اور تبلیغ دین کا سلسلہ جاری کیا۔ غورستان کے کثیر باشندوں نے جن میں افغان اور ضحاک کی نسل کے غوری شامل تھے اور ان کے علاوہ گرد و پیش کے علاقوں کے لوگوں نے ان کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا اور قیس عبدالرشید پٹان کی اس وجہ سے کہ انہیں صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل تھا اور بارگاہ رسالت سے لقب بھی عطا ہوا تھا بڑی عزت کرتے تھے اور واجب التعظیم سمجھ کر ان کی اطاعت دل و جان سے کرتے تھے۔ چنانچہ کوہستان اور دامن کوہ کے کفار سے برابر جنگیں لڑیں اور ہاؤ کیا اور حدود ہرات سے قندھار تک پہاڑوں اس کی وادی کو ضرب شمشیر سے کفار سے پاک کیا۔ یہ لوگ بار بار حملے کرتے۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے بڑے پہاڑ کے وسط تک پہنچ گئے اور

تخت سلیمان کو جسے کوہ قیسی بھی کہتے ہیں قیس کے زیر نگین آ گئے، اور پورا علاقہ دین اسلام کے مخالفوں سے خالی ہو گیا۔ اس وجہ سے اس علاقہ کو ”قیسی غر“ کہنے لگے۔ ایک روایت یہ ہے کہ قیس نے وہیں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے اور غازی افغان اپنے وطن غورستان جہاں وہ سکونت پذیر تھے واپس چلے گئے۔ چونکہ قیس عبدالرشید کے نام کے ساتھ پٹان کا لقب استعمال زیادہ ہوتا تھا اس لئے ان کو زیادہ تر پٹان کہتے تھے اور ان کی اولاد پٹھان کہلانے لگی۔

افغانہ کی تاریخ کی جو کتابیں موجود ہیں۔ متذکرہ بالا سطور ان کا خلاصہ ہے اور قیس کا سلسلہ نسب ملک طالت بادشاہ اسرائیل تک اس ترتیب سے تمام کتب انساب اور تواریخ افغانہ میں درج ہے کہ قیس بن عیض بن سلول بن عتبہ بن نعیم بن مرہ بن جندرن سکندر بن رمان بن حنین بن بہلول بن شلم بن صلاح بن قارو بن عقیق بن فہلول بن کرم بن تھل بن حدیفہ بن منہال بن قیص بن علیم بن اشموئل بن رون بن قمرود بن آبی بن صلیب بن طلل بن لوی بن عامیل بن تارج بن ارزند بن مندول بن سلم بن ارمیا بن ساؤل ملقب بہ طالت۔

REFERENCES

1. ظفر شاہ بہادر "پشتون تاریخ کے آئینے میں" ۵۵۰ ق م سے ۱۹۶۲ء تک "اردو ترجمہ سید انوار الحق جیلانی یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ۱۹۸۱ء ص ۱۲۸۴-۱۱۲۔
2. O Bray , Devan Chand "The evaluation of North West Frontier Province" , 1939, p.47.
3. حبیبی عبدالحی "دشتوادیا توں تاریخ" پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی ص ۲۲۴-۲۲۱۔
4. حبیب محمد "تاریخ و تمدن ہند" عمدہ قدیم "پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی ۱۹۵۳ء اور ۶۹۔
5. اسر قاضی عبدالحکیم رسالہ "پشتو" مضمون "ار" پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی ص ۱۲۰-۱۱۰۔
6. Caroe, Sir Olaf "The Pathans 550 be to 1957" , Oxford University Press Karachi 1958, pp.44-45.
7. Khan, Ghani, "The Pathans-A Sketch", University Book Agency Peshawar 1958, pp.45-46
8. خان شیر محمد "تاریخ پشتون" اردو ترجمہ سراج احمد علوی شیخ علی ایڈ سنز، جناح روڈ کراچی ۱۹۷۹ء ص ۱۷۵-۱۷۳۔
9. پریشان خٹک "پشتون؟" پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی ۱۹۸۲ء ص ۱۱۳-۱۱۲۔
10. خان شیر محمد "تاریخ پشتون" ص ۱۷۳-۱۷۲۔
11. عبدالقادر "دیباچہ پٹھان" کیر و ترجمہ ۱۹۸۸ء ص ۳۳۔
12. صدر شفیق محمد "تاریخ صوبہ سرحد" یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ۱۹۸۶ء ص ۸۳۔
13. پریشان خٹک "پشتون کون ہیں؟" ص ۱۲۶-۱۲۳۔
14. بروی نعمت اللہ "تاریخ خان جمالی و مخزن افغانی" اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد بحر حسین اردو سائنس بورڈ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۹۱۵-۸۳۔
15. خان شیر محمد "تاریخ پشتون" ۱۹۷۹ء ص ۱۷۱-۱۶۶۔
16. نیکن سرہارچ، شمال مغربی پاکستان لورہ طانوی ساسراج "نیا سٹریڈرز ۱۹۷۹ء ص ۷۱-۷۶۔
17. Bellow, H.W. "A Political Mission to in 1957 "pp. 146-147 and "A General Report of the Yousafzai" Sang-e-Meel publications Lahore, 1978, pp. 154-55.
18. Tate, G.P. "The Kindom of Afghaistan" Indus Publications 1973, pp. 12-13.
19. Spain, J.W. "The Way of the Pathans" Oxford University Press Karachi 1990, p.19.
20. Devies, C.C. "The Problem of North west Frontier 1890-1901" Curzon Press London 1974, pp. 42-43 and T.L. Pannell "Among the Wild Tribes of the Afghan Frontier" 1909, pp. 31-32.
21. Syed Abdul Qaddus "The Pathans" Feroz Sons (Ltd) Lahore 1987, p. 25.
22. جاوید عزیز "سرحد کا آئینی ارتقاء" ادارہ تحقیق و تصنیف پشاور ۱۹۷۵ء ص ۲۵۴-۲۴۳۔
23. شاہ مجید معظم "تواریخ حافظ رحمت خانی" ترجمہ مدد حواشی روشن خان پشتو اکیڈمی یونیورسٹی ۱۹۷۹ء ص ۲۹۶-۲۹۵ اور ۳۳۴-۳۳۳۔
24. خان روشن "تذکرہ پٹھانوں کی اصلیت اور ان کی تاریخ" روشن خان ایڈ کمپنی جوٹمار کیٹ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۶۶۵-۶۶۴۔
25. خان سکندر "دامن با سین" ملی کتب خانہ دیرہ انک ۱۹۹۳ء ص ۱۰۹-۱۰۷۔
26. "کتاب مقدس" پرائیوٹ نیامہ نامہ۔ بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۰۴۔

قبائلی معاشرت

اپنے مخصوص مزاج، احساسات اور اطوار کے علاوہ دنیا سے الگ تھلگ رہنے والے قبائل اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہمیشہ انفرادیت کے حامل رہے۔ تاہم روایتی اور معاشرتی عوامل ان کی اجتماعی زندگی پر ہمیشہ اثر انداز رہے ہیں۔ جغرافیائی اور معاشرتی اٹھان میں بعد کی وجہ سے یہ ممکن نہیں کہ قبائلی باشندوں کے لئے ایک یکساں ضابطہ قابل عمل بنایا جائے۔ لیکن بعض ہمہ گیر عوامل کو بروئے کار لا کر قبائلی باشندوں میں سیاسی اور معاشرتی یکسانیت پیدا کی جاسکتی ہے۔ قبائلی زندگی میں بلایا کی صورت گری اور اس کے کردار و اثرات کا ان عوامل سے گہرا تعلق ہے۔

پشتونولی

غیرت کے تقاضوں کو ”پشتونولی“ میں سمویا گیا ہے جس کو بعض اوقات ”نگ پشتون“ یا پشتون ضابطہ حیات بھی کہتے ہیں۔ یہاں پشتونولی کے تقاضوں سے سبھی اچھی طرح آگاہ ہوتے ہیں۔ اس کا آغاز اتنا پرانا ہے جتنی پشتون تاریخ۔ وسیع تر فلسفیانہ تصورات جن پر دنیا کے بیشتر نظام ہائے قانون مبنی ہیں زیادہ تر پشتون کے افق سے باہر ہیں اور روزمرہ کے عام قوانین جن کے ساتھ ”یہ کردار یہ نہ کر“ لگی ہوتی ہے وہ حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی زندگی چند سادہ اصولوں کے مطابق گزارتا ہے (1)۔ جن میں ایک اصول ”بدل“ ہے۔

بدل (انتقام)

پشتون ولی میں اولین اصول ”بدل“ ہے یعنی نقصان اور نتائج سے بے پرواہ انتقام۔ شروع میں بدل صرف مظلوم نے یا قتل کی صورت میں مقتول کے ورثاء نے اس شخص سے لینا تھی جس نے یہ کام کیا ہے یا کسی کی ہتک کی ہے۔ تاہم ایک طویل عرصہ تک بدل کا فریضہ مظلوم یا مقتول کے خاندان پر مجموعی طور پر عائد ہوتا ہے جس کی ادائیگی جارح خاندان یا متعلقہ جارح فرد کے خلاف کارروائی کرنے پر ہو جاتی ہے۔ اس نے خونی جھگڑوں کو جنم دیا ہے۔ یہ نہ صرف قبائل کے باہمی تعلقات پر چھایا رہتا ہے بلکہ اس کے نتیجے میں پورے کے پورے خاندان اور شاخیں صفہ ہستی سے مٹ جاتی ہیں۔ بدل کیلئے زمان و مکان کی کوئی قید نہیں ہے۔ یہ فریضہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک خاندان کا ایک رکن زندہ باقی ہو (2)۔ اگر مرد و بزرگ نکل آئے تو ایسے مرد کو پشتون عورت بدل کی ترغیب دیتی ہے۔

میلستیا (مہمان نوازی)

مہمان کی خاطر تواضع اور اس کے تحفظ کو میلستیا کہتے ہیں۔ قبیلے کے لوگ اس پر اس حد تک عمل کرتے ہیں کہ اکثر اوقات مہمان کے لئے پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ اس کی ذمہ داری اس لئے ختم ہو جاتی ہے جس لئے مہمان میزبان کے علاقائی ذمہ داری کی حدود سے باہر نکل جاتا ہے۔ کسی اجنبی یا کسی خاص مشن پر آئے ہوئے پیغام رساں کو اس کے تحفظ کی ضمانت کی خاطر مہیا کیا ہوا حفاظتی دستہ ”بدرگہ“ کہلاتا ہے۔ یہاں مہمان کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ جس کا ایک سبب میلستیا کی اونچی قدر ہے دوسری وجہ بدل کی ذمہ داری ہے جو میزبان پر عائد ہو جاتی ہے۔ ہر چند کہ انگریز پشتونولی کا احترام کرتے تھے لیکن بسا اوقات میلستیا مشکلات کی سبب بھی بن جاتی تھی۔ مشترکہ قبائلی ذمہ داری کے فرنگی اصول کے تحت حکومت اصرار کرتی تھی کہ قبائل ان افراد کو تحفظ نہ دے جو آباد اضلاع میں جرائم کر کے پہاڑی علاقوں میں پناہ لیتے ہیں۔ لیکن فریقین میں سے کوئی بھی اپنا اصول چھوڑنے کو تیار نہ ہوتا۔ چنانچہ مواجب بند کر دیے جاتے، فوج کشی شروع کر دی جاتی، پل اڑ جاتے، پیکٹوں پر حملے ہوتے اور سرحد پر آگ بھڑک اٹھتی (3)۔

نوائے (غلطی کا اعتراف)

کیرو اور ڈیولیس جیسے مستند لکھنے والے نوائے کو میلیسیا کی توسیع سمجھتا ہے یعنی ایک فعلی رسم جو اندر آنے کے معنی لئے ہوتے ہیں۔ قبائل اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ نوائے آجکل بہت مختلف چیز ہے مثلاً اگر کوئی فرد کسی دوسرے کے خلاف ایسی حرکت کرے جس کی وجہ سے وہ انتقام کا نشانہ بن سکتا ہو اور اس کے خاندان والے اتنے کمزور ہوں کہ اس کے نتائج کا سامنا نہ کر سکتے ہوں تو وہ اپنے دشمن کے پاس جا کر اپنے جرم کا اعتراف کرتا ہے اور اپنے آپ کو دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑتا ہے (4)۔ اگر غلطی میں کسی سے کوئی قتل یا اقدام قتل سرزد ہو جائے تو قاتل یا ملزم اپنے خاندان کے معمر خواتین، قریب کے رشتہ دار اور جرگہ ممعہ قران شریف اور دبنے کے مقتول یا مظلوم کے گھر جاتا ہے اور اس طرح خون بہادے کر بدل کا حق اور ذمہ داری ترک کر دی جاتی ہے۔ پس نوائے اعتراف شکست ہے نہ کہ مقدس جائے پناہ۔ تاہم کسی کو جان بوجھ کر قتل کرنا عورت کے تقدس کو پامال کرنے کی صورت میں نوائے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

ہمسائیگی

ایک کمزور شخص جو کسی طاقتور شخص، خاندان یا شاخ سے خوفزدہ ہو کر جان کا خطرہ محسوس کرے تو اس صورت میں وہ مضبوط شخص خاندان یا شاخ کا نوائے کرتا ہے۔ فرد یا خاندان سے تحفظ کی صورت میں وہ ان کے گھر کے دروازے پر دنبہ ذبح کرتا ہے جبکہ شاخ سے تحفظ کی صورت میں گاؤں کی مسجد کے دروازے پر دنبہ ذبح کیا جاتا ہے جو کبھی نا منظور نہیں کیا جاتا۔ لہذا ہمسائیگی ایک کمزور شخص کے لئے ایک مضبوط شخص، خاندان یا شاخ کا غیر مشروط اور مضبوط تحفظ ہوتا ہے (5)۔ اسے ضرر پہنچانے کی صورت میں تحفظ فراہم کرنے والے پر بدل کا فرض عائد ہوتا ہے۔ تاہم وہ دوسرے گاؤں میں بے گھر اور بے جائیداد ہوتا ہے۔ وقتی طور پر یا خاص مدت تک وہ ایک طاقتور مالک کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے جو اسے چھوڑنے کو بہت کم اپنے مفاد میں سمجھتا ہے۔

بر آمتہ

اس کا بہترین ترجمہ اولے کا بدلہ ہے۔ یہ اس آدمی کو جس کا کوئی جانور وغیرہ چوری ہوا ہو اختیار دیتا ہے کہ وہ چور یا اس کے خاندان سے کسی بھی طریقے سے اسی قسم کی چیز ہتھیالے گویا چوری برآمد کر لی گئی پھر اس کا تبادلہ کر دیا جاتا ہے۔ اگر مجروح فریق ایسا نہیں کر سکتا تو وہ قاضی کو اس چیز کی قیمت کا تہائی حصہ ”ہگا“ (قدیہ) دے کر چھوڑا جاسکتا ہے۔

ژاغ، تور اور تربور والی

یہ تصورات اکثر صنف نازک کے تعلقات سے متعلق ہوتے ہیں۔ ایک آدمی جو ایک خاص لڑکی کو اپنی شادی کے لئے پسند کرتا ہے اور اسے اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ وہ اس اہلیت پر پورا نہیں اترتا جو لڑکی کے والدین کو مطلوب ہے تو رات کی تاریکی میں لڑکی کے گھر والوں کو دور سے تین دفعہ پکارتا ہے کہ اس کا فلاں لڑکی پر ژاغ (دعویٰ) ہے۔ ایسا کرنے سے اکثر وہ لڑکی اس کو حاصل نہیں ہو جاتی چونکہ بعد میں سفید ریش بزرگ مداخلت کر کے والدین پر کچھ رکھ کر اس معاملے کو ختم کر دیتے ہیں۔

تور کا معنی کالا ہے یہ قصور یا بدنامی کی ایک حالت ہوتی ہے۔ یہاں عورت کی حساس حیثیت کے پیش نظر تور کا معمولی سا الزام قتل کا سبب بن سکتا ہے۔ مثلاً اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ایک عورت عام آدمی کے ساتھ ناجائز ملوث رہی ہے تو اس کو تور قرار دیکر دونوں کا قتل کرنا پشتو یعنی غیرت کا تقاضا قرار دیا جاتا ہے۔ تربور کے معنی چچازا بھائی کے ہیں۔ بدل اور میلیسیا کے تقاضوں کو پورا کرنا اور بالخصوص عورت پر تور کے الزام کی صورت میں ایک پشتون کے لئے سب سے بڑی بات ”تربور بہ حدہ وائی“ (تربور کیا کہے گا) ہوتی ہے۔ مذکورہ تمام صورتوں میں غیرت

کے تقاضوں کو پورا کرنا تریور والی ہے۔ قبائلی روایت کے تحت کوئی بھی فرد قانون اور رواج سے بالاتر نہیں ہوتا۔ خاص کر تور کی صورت میں ماں باپ، بہن بھائی، پٹا بیٹی یا بیوی اور شوہر کے رشتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ کیا اہم ہے وہ صرف بدل ہے۔ تور کے الزام کی صورت میں باپ، پٹا، بھائی اور شوہر پر بدل یعنی تور عورت اور تور مرد دونوں کو قتل کرنا لازمی قرار دیا جاتا ہے۔ کسی نے تور بیٹی یا بیوی کو قتل کیا گویا اس نے تریور والی کے تقاضوں کو پورا کر کے پشتو نبھایا اور تور (کالا) کو سپین (سفید) میں بدل دیا اور برادری میں ننگ تریور کھلائے گا (6)۔ اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو اس نے پشتو کو چھوڑ دیا جبکہ پشتو چھوڑنا برادری چھوڑنے کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔

پشتونولی کی اقدار

پشتونوں نے اپنے ماحول اور ضروریات کے مطابق اپنے لئے تہذیب و اخلاق اور تمدن و معاشرت کے کچھ اصول و ضوابط مقرر کئے ہیں۔ جو ہزاروں برس کے مشاہدے اور تجربے کا نچوڑ تھا۔ اس آئین، طور طریقے یا دستور کو زبان کی وسعت، پختگی اور قدامت نے دوام بخشا اور آج تک اس قوم نے اسی زبان (پشتو) اور ضابطہ اخلاق کو اپنی زندگی پر حاوی کر رکھا ہے۔ پشتو اور پشتونولی کا تعلق آپس میں روح اور جسم کا ہے۔ پشتون پشتونولی کے بغیر نہ تو زندہ رہ سکتا ہے اور نہ پہچانا جاسکتا ہے۔ سارے ضابطے کے لئے صرف ایک لفظ ”پشتو“ مخصوص ہے۔ لہذا پشتونان کی زبان، رسم و رواج اور قانون، تہذیب و ثقافت اور پشتو ہی ان کا اوڑھنا بھوننا اور یہی پشتون بننے کا معیار بھی ہے اور ترازو بھی۔ اس حقیقت کے باوجود کہ اس نے خونی جھگڑوں کو دوام بخشا ہے مگر پشتون مرد ممکنہ حد تک امن عامہ کے قیام کا سامان مہیا کرتا ہے۔ زیادہ تر یہ فرد ہی ہوتا ہے جو اس ضابطہ پر عمل کرتا ہے۔ لیکن ارد گرد کے لوگ عام طور پر حیرت انگیز اتفاق رائے سے اس فرد کی حرکات کا جائزہ لیتے ہیں اور اسی بناء پر اس کی حمایت یا مخالفت کرتے ہیں۔ پشتونولی قبائلی معاشرے کی مضبوط ترین قوت ہے۔ وہ اس قانون کے علاوہ کسی دوسرے قانون کو قبول نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ پہاڑی باشندوں نے دوری کے باوجود اپنی قوت کے بل بوتے پر قبائلی معاشرے کو سالم و محفوظ رکھا ہوا ہے۔ بلاشبہ اقتصادی، سماجی اور سیاسی تقاضے وقت کے ساتھ ساتھ اس صورتحال کو تبدیل کریں گے۔ لیکن ان عوامل کی رفتار خاصی سست رہے گی۔

پشتونوں کی بھروسہ مندی پر برطانوی اور پاکستانی قبائلی انتظامی کے نقاد گاہے بگاہے معترض ہوئے ہیں۔ انکے خیال میں پشتونولی بنیادی طور پر تمدنی روایت ہے جو زیادہ رسمی قانون کی جگہ نہیں لے سکتا۔ اسکو موجودہ اہمیت بھی اس لئے حاصل ہو گئی ہے کہ فوجی حربے اور سلامتی کے پیش نظر برطانوی اور پاکستانی حکام نے انیسویں اور بیسویں صدیوں کے آئینی ترقیات کے فیض سے پشتونوں کو محروم رکھا۔ قبائلی ضابطے (ایف سی آر) کو قانونی طور پر تسلیم کیا گیا۔ دراصل قبائلی علاقے میں پشتونولی کی حیثیت وہاں کسی قابل قبول نظام کی عدم موجودگی ہے۔ قانونی نظام کی عدم موجودگی کی وجہ مروجہ قوانین کے ظالمانہ طریقہ کار سے انکار ہے جن کا مقصد قبائل کی ترقی سے زیادہ قبائل کو دبائے رکھنا تھا (7)۔ درحقیقت قبائل تعلیم، صحت، سماجی انصاف اور دیگر جمہوری سہولتوں کے خواہاں ہیں جبکہ جدید تہذیب کے فوائد کے بارے میں وہ اپنے میدانی بھائیوں کے برعکس اب بھی اس پوزیشن میں ہیں کہ ان میں سے اپنی مرضی کے مطابق انتخاب کریں۔ پشتونولی کی اقدار کے اہم عناصر درج ذیل ہیں۔

زبان

پشتون پٹھانوں کی زبان ہے۔ یہ قندھار کے جنوب میں کوئٹہ اور وادی پشین سے شمال میں کافرستان تک اور مغرب میں ماروائے ہند سے لیکر مشرق میں وادی سندھ تک کے طول و عرض میں بولی جاتی ہے۔ اس کی دو بولیاں ہیں، سخت یا پشاور پختو اور نرم قندھاری پشتو۔ اول الذکر کو اکثر شمالی مشرقی بولی کہا جاتا ہے اور موخر الذکر کو جنوبی یا مغربی۔ دونوں کے درمیان حد فاضل کوہاٹ کے خشک علاقہ کی شمالی سرحد اور ضلع پشاور کا جنوب مشرقی حصہ ہے۔ اس خطہ کے شمال میں پختو بولی جاتی ہے جبکہ اس کے جنوب میں پشتو کا دور دورہ ہے۔ اس نے فارسی، ہندوستانی

اور ان کے توسط سے عربی سے بہت استفادہ کیا ہے (8)۔ یہ ایک مضبوط اور جاندار زبان ہے جو خیالات کا صحیح اور صاف ستھرا اظہار کرنے کی اہل ہے اور اپنی صوتی کڑھنگی کے باوجود بولنے والوں کی فطرت اور اپنے پہاڑی وطن کے ماحول سے ہم آہنگ ہے۔

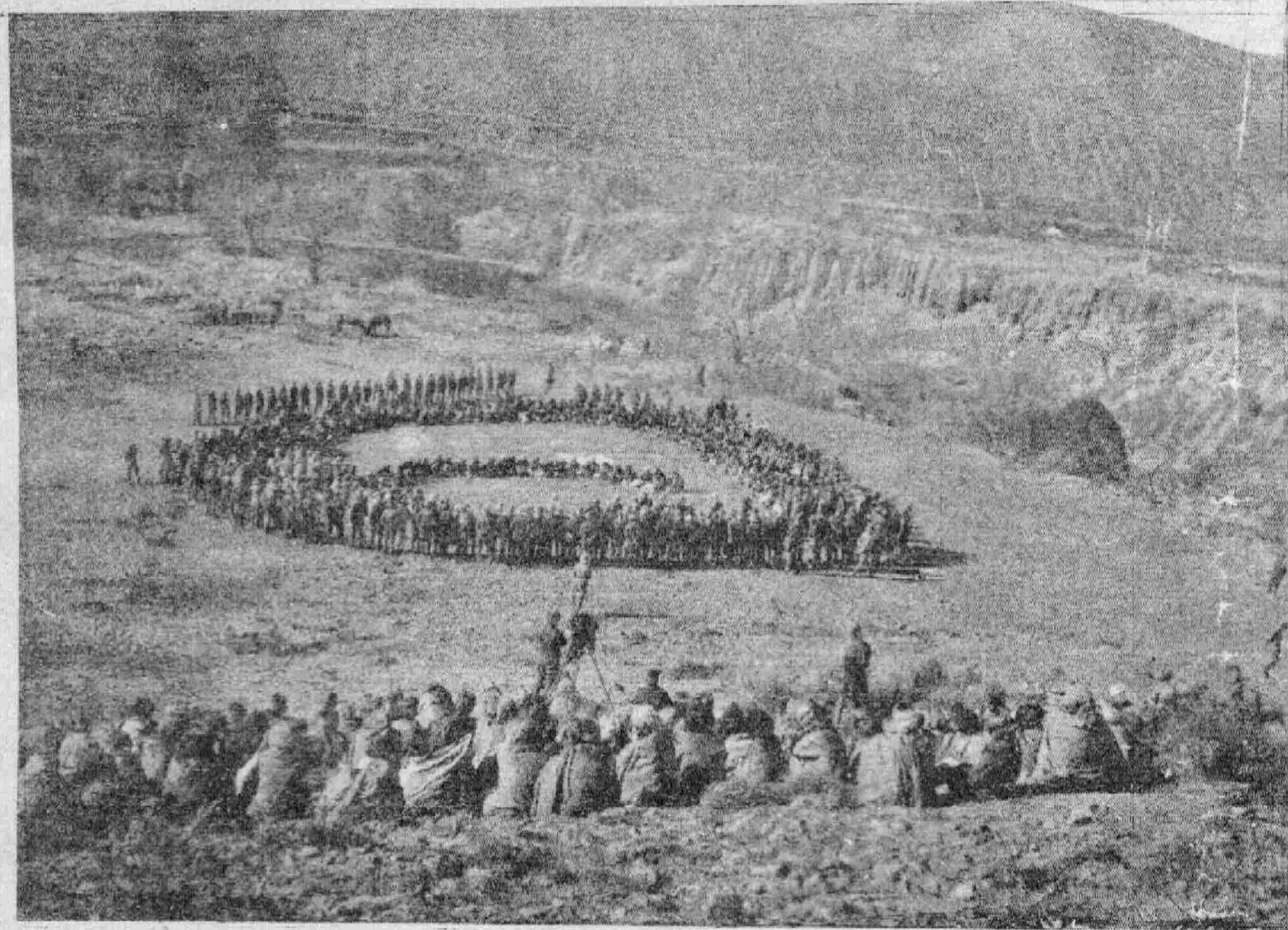
جرگہ سسٹم

چونکہ قبائلی معاشرہ پشتون مسلمانوں پر مشتمل ہے اس لئے فطری طور پر اس معاشرے میں پلنے والے نوجوانوں کی تربیت بھی اسلام اور پشتونوں کے شاندار اصولوں کے مطابق ہوتی ہے۔ یہاں کا نظم و نسق ملک کے دیگر حصوں یا اضلاع کے نظم و نسق سے بالکل جدا اور قطعاً مختلف ہے۔ یہاں پولیس ہے نہ فوج اور نہ عدالتیں۔ حکومت ان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرتی، یہ لوگ صدیوں سے وضع کردہ اصولوں اور رسم و رواج کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ اندرونی معاملات، باہمی لین دین، آپس کے جھگڑے و تنازعات، تقسیم اراضی، جائیداد اور جنگلات، قتل و قاتلے، چوری اور روزہ مرہ نوعیت کے دیگر امور کو ان علاقہ جات کے اپنے رواج اور روایات کے مطابق جرگہ کے ذریعے نمٹائے جاتے ہیں۔

جرگہ اپنی سادہ ترین شکل میں ایک محدود اجتماع (Limited Assembly) ہے۔ عملاً سماجی کاروبار ہو، نجی ہو یا اجتماعی اس کے دائرہ کار میں آتا ہے۔ یہ انتظامی عدالتی اور قانون سازی کا کردار ادا کرتا ہے۔ ایک جرگے میں ہر کندی، خیل یا قبیلے کی نمائندگی لازمی ہوتی ہے۔ کوئی شخص جس کے مفاد متاثر ہوں جرگہ میں بولنے کا حق رکھتا ہے۔ فیصلے لازماً اتفاق رائے سے ہوتے ہیں۔ جرگے میں رائے شماری (ووٹنگ) نہیں ہوتی۔ مل بیٹھنے کا احساس عام طور پر واضح ہوتا ہے۔ قبائلی معاشرے کے پیچیدہ رویوں اور بالخصوص آجکل بھاری اور تباہ کن اسلحہ اور اس سے پیدا شدہ غیر یقینی صورتحال کے پیش نظر جرگے کی اہمیت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ جرگے کے فیصلے کی حکم عدولی کی روایتی سزاء قصور وار کا گھر جلانا ہے۔ یہ سزاء خصوصی طور پر مؤثر ہے کیونکہ پشتون قبائل کا گھر سچ سچ اس کا قلعہ ہوتا ہے۔ برطانوی دور میں بعض اوقات بڑے بڑے فوجی دستے اور ہوائی جہاز صرف ایک باغی ملک کے گھر تباہ کرنے اور اس کو نیچا دکھانے کے واحد مقصد کے لئے بھیج دیے جاتے تھے۔ سیاسی نقطہ نظر سے جرگے کے کئی اہم پہلو ہیں۔ جرگہ میں بیٹھنے کا ایک آدمی کا حق اس کے خیل یا قبیلے کی رضامندی اور ہر آدمی کی اپنی دلیری اور قبائلی روایات سے واقفیت پر منحصر ہے۔ وہ ایک خاندان، شاخ یا خیل کے اندر کے ایک موقف یا قبیلے کے اپنے ملے جلے جرگے کا ایک حقیقی لحاظ سے نمائندہ ہوتا ہے جو اپنے اس گروپ کے خیالات اور نقطہ نظر پیش کریگا جس کی وہ نمائندگی کرتا ہے (9)۔ اس سے یہ توقع بھی کی جاتی ہے کہ اس کے بولنے سے پہلے اس نے اپنے گروہ کے خیالات کا تعین کیا ہے۔ اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کا گروہ اسے لائق کا اظہار کر سکتا ہے۔ جرگے کا خاص وظیفہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس امر کا تعین کرے کہ جو کچھ کیا گیا ہے، کیا صحیح کیا گیا ہے؟ اگر نہیں تو جس فریق نے خلاف حرکت کی ہے دوسرے کو کیا حق پہنچتا ہے تاکہ حساب بے باک ہو جائے۔ تلافی کی ایک عام طور پر قابل قبول مقدار بھی ہوتی ہے جو بحروح فریق باعزت طور پر قبول کر سکتا ہے۔ بھر طیکہ وہ ایسا پسند کرے بجائے اس کے کہ اسی نوع کا بدلہ لیا جائے۔ فیصلے عام طور پر بہت سادہ ہوتے ہیں۔ محمود کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ افضل کو قتل کرے کیونکہ افضل نے محمود کے چچا کو قتل کیا تھا۔ اسکے بعد اس معاملے میں اور کچھ نہیں کرنا۔ عالمگیر نے اپنی بیوی کو قتل کر کے ٹھیک کیا تھا کیونکہ اس سے بد فعلی سرزد ہوئی تھی اور اس کے سر کو اس کے خلاف کوئی شکایت نہیں تھی۔ حکمت نے بشیر کو بغیر کسی وجہ کے قتل کر کے نا انصافی کی ہے اور بشیر کے رشتہ داروں کو اس وقت تک حق پہنچتا ہے کہ وہ حکمت کو قتل کریں جب تک وہ اس پر تیار نہ ہو کہ خون یہاں سے وصول کرے اس صورت میں معاملہ ختم ہو جائے گا (10)۔

جرگے کو یہاں ایک پارلیمنٹ کی حیثیت بھی حاصل ہے اور ایک جیوری کی بھی۔ بڑے سے بڑا مالدار آدمی بھی جرگے کا اس طرح رکن تصور ہوتا ہے جس طرح ایک غریب اور نادار شخص۔ جرگہ کو اپنا فیصلہ نافذ کرنے کا پورا اختیار حاصل ہے۔ جرگہ کی روایت یہی ہے کہ صلاح و

مشورہ کے وقت نظم و ضبط کا خیال رکھا جائے۔ جب ایک بولتا ہے تو باقی سب بالادب اور خاموش رہتے ہیں۔ ان کے یہ طریقے کسی بھی سنجیدہ اسمبلی کے نمونہ کا کام دے سکتے ہیں اور اخلاق و ادب میں جدید پارلیمنٹ محسوس جرگہ سے سبق سیکھ سکتی ہے (11)۔ جرگہ یہاں تمام قابل توجہ سطحوں پر زندگی کو باقاعدہ بنانے کا کام کرتا ہے۔ نئی مسجد کے لئے جگہ کا انتخاب اور چندہ مقامی بے راہروی پر سزاء، جھگڑے و فساد اور تنازعات کا تصفیہ یا کسی پڑوسی قبیلے کے خلاف کارروائی کا فیصلہ جیسے اقدامات جرگہ کے دائر اختیار میں شامل ہیں۔ یہاں جرگہ قدیم زمانہ سے روایتی اور مثالی انصاف کا ایسا طریقہ چلا آ رہا ہے جس میں شادی غمی سے لے کر پورے معاشرے کا نظام چلانے تک سب باتوں کے لئے رواج کے نام فطری طور پر خود ساختہ ایسے قوانین موجود ہیں جن کے ذریعے ایک مفلس سے مفلس آدمی کو بھی گھر کی دبلیز پر بغیر کسی صبر آزما انتظار اور مالی اخراجات کے عزت و وقار کے ساتھ ایسا انصاف ملتا ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ اس طریقہ کار میں سب انصاف کے حصول کے ساتھ فریقین کے دلوں کے اندر کدورتیں اور نفرتیں بھی ختم ہو کر رہ جاتی ہیں۔ مختصر یہ کہ قبائل ایک جسم ہیں اور جرگہ اس جسم کا دماغ۔ اگر دماغ سالم و توانا ہے تو باقی جسم متحرک اور مستعد رہتا ہے۔ جرگہ کی ایک صورت سرکاری جرگہ بھی ہے مگر اس کے فیصلوں کو عوامی سطح پر پذیرائی حاصل نہیں ہوتی۔ انگریزوں نے جرگوں سے استفادہ حاصل کرنے کی خاطر یہ ڈھونگ رچایا کہ وہ قبائل کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے اور انکے ساتھ معاملات کی صورت میں فیصلے ان کے بڑوں کے ذریعے کئے جاتے ہیں۔

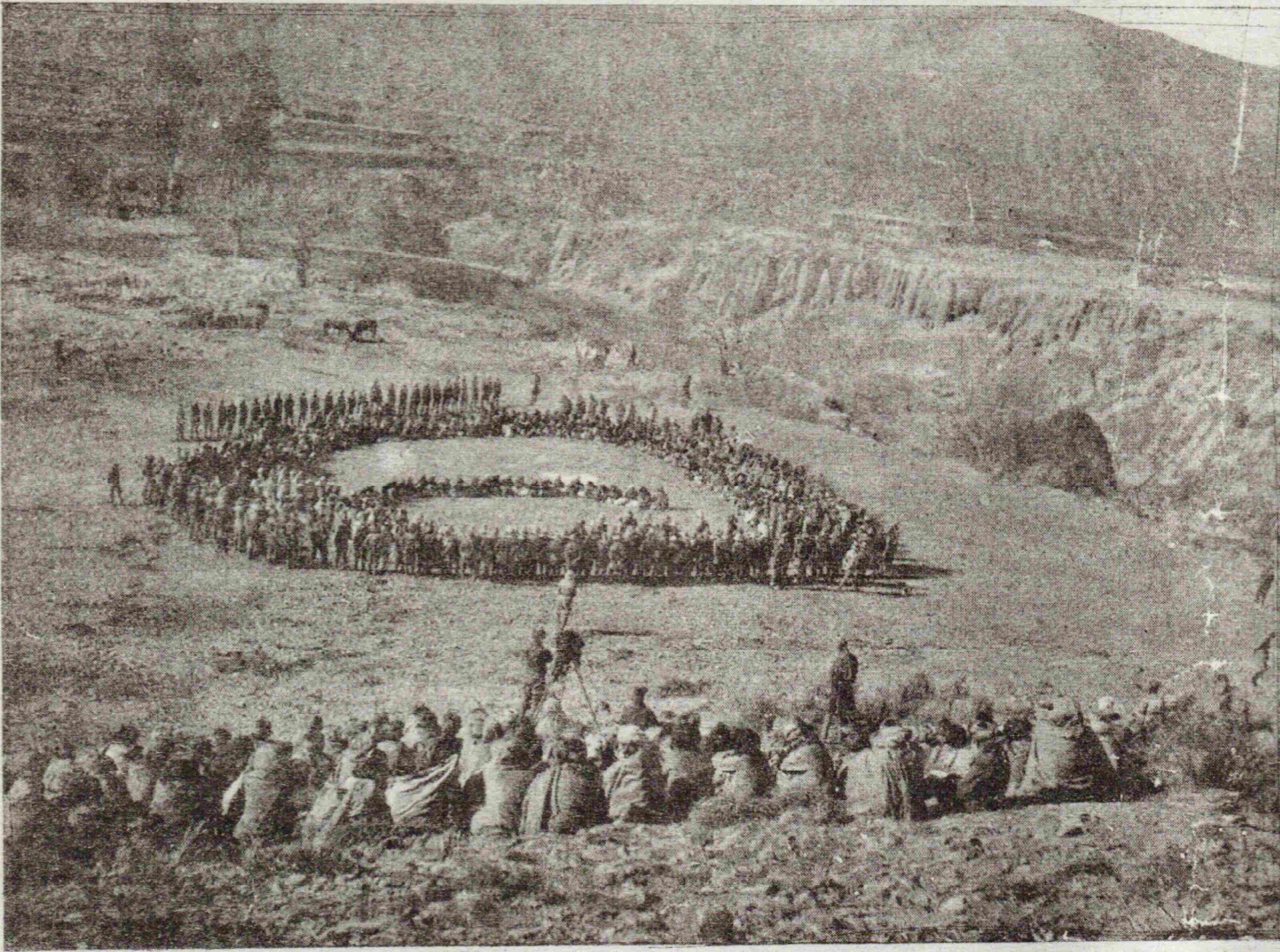


1919-20 میں مہمات کے دوران کانیکرم میں دشمن کے خلاف صلح و مشورے کیلئے قبائلی جرگے کا منظر

اب ذہن میں
جو سوال ابھرتا ہے وہ
یہ کہ ان پتھر پیلے
پہاڑوں اور نکلی
چٹانوں اور سرسبز و
شاداب وادیوں میں
رہنے والے شاہینوں
میں جرگے کا تصور
کب اور کیسے پیدا ہوا؟
ریکارڈ کی حد تک تاریخ
کے حوالے سے اس
کے سن اور سال کا
تعیین کرنا ناممکن سی
بات ہے۔ جبکہ قبائلی

روایات کے امین یعنی بہت سارے سفید ریش (جو اس بارے میں بہت وسیع معلومات رکھتے ہیں) کے ساتھ بات چیت سے صرف یہ رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ یہ سلسلہ صدیوں سے ہمارے آباء و اجداد سے ہمیں ورثہ میں ملا ہے۔ تاہم سید عبدالقدوس (دی پٹھانز ۱۹۸۷ء) کے خیال میں جرگہ کا آغاز خان آف قلات ناصر خان کے دور (۱۹۵-۱۷۳۱ء) میں ہوا۔ ناصر خان جو احمد شاہ ابدالی کا تربیت یافتہ جر نیل تھا جس نے پانی پت کے معرکہ میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد قلات واپسی پر آس پاس کے سرکش قبائل کو مغلوب کر کے قبائلی طرز زندگی کے عین مطابق ایک نیم وفاقی ریاست کی بنیاد ڈالی۔ اس سسٹم کے تحت قبائل کے مختلف قبیلے یعنی بلوچی، برابھی، پٹھان، جٹ اور داوڑ وغیرہ کے نمائندوں پر

متحرک اور مستعد رہتا ہے۔ جرگہ کی ایک صورت سرکاری جرگہ بھی ہے مگر اس کے فیصلوں کو عوامی رجحان پر پذیرائی حاصل نہیں ہوتی۔ امریزوں نے جرگوں سے استفادہ حاصل کرنے کی خاطر یہ ڈھونگ رچایا کہ وہ قبائل کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے اور ان کے ساتھ معاملات کی صورت میں فیصلے ان کے بڑوں کے ذریعے کئے جاتے ہیں۔



1919-20 میں مہمات کے دوران کانینگرم میں دشمن کے خلاف صلح و مشورے کیلئے قبائلی جرگے کا منظر

اب ذہن میں
جو سوال ابھرتا ہے وہ
یہ کہ ان پتھریلے
پہاڑوں اور نکیلی
چٹانوں اور سرسبز و
شاداب وادیوں میں
رہنے والے شاہینوں
میں جرگے کا تصور
کب اور کیسے پیدا ہوا؟
ریکارڈ کی حد تک تاریخ
کے حوالے سے اس
کے سن اور سال کا
تعیین کرنا ناممکن سی
بات ہے۔ جبکہ قبائلی

روایات کے امین یعنی بہت سارے سفید ریش (جو اس بارے میں بہت وسیع معلومات رکھتے ہیں) کے ساتھ بات چیت سے صرف یہ رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ یہ سلسلہ صدیوں سے ہمارے آباء و اجداد سے ہمیں ورثہ میں ملا ہے۔ تاہم سید عبدالقدوس (دی پٹھانز ص ۱۹۸ء) کے خیال

مشمول ایک اجلاس منعقد کیا گیا جس میں ناصر خان نے ان سب پر واضح کیا کہ ہر قبیلے کا سربراہ اپنی برادری کے عمل کا ذمہ دار ہو گا اور ساتھ ہی ہر سردار کے حقوق و فرائض کا تعین کر کے ہر ایک کو اپنے قبیلوں کے معاملات کو نمٹانے کے لئے محدود اختیارات دئے گئے۔ اس طرح وہ اپنے قبیلوں کے اندرونی معاملات میں ٹالشیں کا کردار ادا کرنے لگے۔ ناکامی پر مسئلہ سپریم کورٹ جس کا سربراہ ناصر خان تھا کے حوالے کیا جاتا تھا جبکہ خارجی معاملات کو ”شاہی جرگہ“ جو مختلف قبیلوں کے نمائندوں پر مشتمل ہوتا تھا کے سپرد کئے جاتے تھے اس بنیاد پر جرگہ سسٹم کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

عبدالقدوس کی خدمت میں صرف اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ جرگے کا تصور اس سے بھی پہلے موجود تھا اور دوسرا یہ کہ انہوں نے ناصر خان کے حوالے احمد شاہ ابدالی کا جو ذکر کیا ہے ان کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے تھا کہ احمد شاہ ابدالی خود بھی ایک جرگہ کے ذریعے بادشاہ بنا تھا۔ لہذا تاریخی حوالے سے جرگہ کے متعلق حتمی طور پر یہ رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ جب سے یہ لوگ (قبائل) ان علاقہ جات میں آباد رہے ہیں تب سے ان میں جرگے کا تصور بھی موجود رہا ہے۔ چونکہ اتنے طویل عرصہ میں ان لوگوں پر کسی نے بھی حکمرانی نہیں کی اس لئے ان کی سوجھ بوجھ کسی بھی ریاست کی دہلیز پر کبھی بھی نہیں پہنچ سکی اور خاص بات یہ کہ یہاں کے پہاڑوں کے بیچ ان لوگوں تک نہ کسی نبی کی تعلیمات پہنچ سکی ہیں اور نہ کسی بادشاہ کی ہدایات۔ اس لئے فطری طور پر نظریہ ضروریات کے تحت ان میں رسم و رواج کے نام سے از خود کچھ قاعدے اور قوانین بنے ہیں جن کو آسان الفاظ میں پشتو ضابطہ اخلاق کہہ سکتے ہیں۔ اسلام سے قبل یہ لوگ اس ضابطے کے تحت اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ بعد میں ان لوگوں نے اسلام کو اپنی مرضی سے اپنایا لیکن پھر بھی اسلامی حکومت کے زیر اثر نہیں رہے۔ البتہ اسلام اور پشتو میں بعض اقدار (مثلاً آزادی، مساوات، انصاف، جان و مال اور آبرو کا تقدس، قاتل اور زانی کے لئے سزائے موت وغیرہ) کی روشنی میں اپنے معاشرے کے عمومی مفادات کی دیکھ بھال اور باہمی تعلقات و تصادم کی ایک ادارے (جرگہ) کے ذریعے قدر و قیمت کا تعین کرتے رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں جرگہ سسٹم آج ہمارے سامنے نہایت ہی ترقی یافتہ شکل میں موجود ہے۔

جرگہ ممبر بننے کیلئے اہلیت

جرگہ کی تشکیل اور طریقہ کار نہایت ہی واضح اور سہل ہے۔ قبائلی رسم و رواج سے واقفیت، اچھے کردار و اعمال کے حامل ایسے افراد جو دوسروں کے لئے قابل تقلید ہوں جرگہ کے ممبر بن سکتے ہیں۔ جرگہ کی تشکیل اور طریقہ کار بڑے قبیلوں میں جب کوئی تنازعہ، جھگڑا یا فساد برپا ہوتا ہے۔ آس پاس کے دوسرے قبیلے ڈھول جاکر لشکر کی صورت میں متعلقہ فریقین کے پاس جاتے ہیں اور مرد جو جھگڑا نمٹانے کے لئے بیٹھ کر بڑے ماراکا (جس میں تمام بالغ مرد حضرات شامل ہوتے ہیں) کا اہتمام کرتے ہیں۔ سب سے پہلے فائر بندی عمل میں لائی جاتی ہے جسے موثر بنانے اور امن و سکون کی حالت میں بات چیت کا سلسلہ آگے بڑھانے کے لئے فریقین سے بھاری شویٹائی (زر ضمانت) اس شرط پر لیا جاتا ہے کہ جب تک جرگہ کسی حتمی فیصلے پر نہیں پہنچ پاتا تب تک طرفین کسی قسم کی خلاف ورزی یا گڑبڑ نہیں کریں گے۔ خلاف ورزی کی صورت میں شویٹائی خود بخود محقق جرگہ ضبط تصور کیا جاتا ہے۔ شویٹائی کے بعد ماراکا میں شامل مختلف قبیلوں سے برابری کے اصول کے تحت نمائندگی کی خاطر ہر قبیلہ سے ایک یا دو دو نمائندوں کا انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے۔ اس طرح جرگہ تشکیل دیا جاتا ہے۔ فوجداری مقدمات مثلاً قتل، ڈکیتی یا کسی جسمانی تشدد کی صورت میں جرگہ نواتے کا اہتمام کرتا ہے یعنی جرگہ قبیلہ کی پوری برادری سمیت مجرم کے خاندان و قریبی رشتہ داروں کے مرد حضرات اور معمر خواتین دبنے و قرآن شریف مظلوم یا مقتول کے خاندان کے گھر کی دہلیز پر معافی کی نیت سے جاتا ہے جو منظور کیا جاتا ہے۔ نواتے کے تمام اخراجات ملزم یا مجرم کے خاندان کے ذمہ ہوتے ہیں۔ نواتے کے دوسرے دن جرگہ فریقین کے ساتھ کئی روز تک تفصیل سے بات چیت اور سوال و جواب کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ جب فریقین صلح کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں تو جرگہ ان سے واق (اختیار) لیتا ہے۔

واقع کے بعد جرگہ کے ارکان آپس میں مل بیٹھ کر باہمی صلاح و مشورے سے متفقہ فیصلے پر پہنچ جاتے ہیں۔ فیصلہ سنانے کے لئے ایک دفعہ پھر بڑے ماراکا کا اہتمام کیا جاتا ہے مگر فیصلہ سنانے سے قبل جرگہ فریقین سے بھاری خالوت (اجرت) اور دوبارہ شیونائی لیتا ہے۔ خالوت کا مقصد مقدمے کے فیصلے میں اجتماعی گواہی کا ہوتا ہے جبکہ دوبارہ شیونائی جرگہ کے فیصلے کو ہر صورت میں قابل قبول اور مؤثر بنانے کے لئے پیشگی ضمانت کے طور پر لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد جرگہ کا چیف فیصلہ سنتا ہے۔ تاہم بہت ہی حساس اور جذباتی قسم کے معاملات میں جرگہ نواتے کرنے کے بعد فوری فیصلہ کرنے کی بجائے فریقین کو پرامن رکھنے خاطر کو نزائی یعنی (بھاری رقم) رکھ کر کم از کم چھ ماہ کے لئے معیاد (مدت) رکھ لیتا ہے۔ معینہ مدت کے دوران جو بھی کو نزائی کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرتا ہے جرگہ اس سے سزا کے طور پر بھاری جرمانہ وصول کرتا ہے۔ دیگر دیوانی مقدمات میں نواتے یا ڈھول جاکا ماراکا کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ معاملے کی صورت میں فریقین یا کوئی ایک فریق جرگہ کے کسی بھی رکن کے پاس جا کر مداخلت کی اپیل کرتا ہے وہ دوسرے ارکان جرگہ (یہاں ہر خیل یا شاخ سے ایک ایک نمائندہ شامل ہوتا ہے) کو مطلع کر کے بہت کم وقت میں جرگہ تشکیل پاتا ہے بلکہ اکثر معاملوں میں جرگہ خود مداخلت کرتا ہے۔ ایسے مقدموں میں جرگہ ہر ایک فریق کا نہایت صبر و تحمل کے ساتھ مدعا سننے کے بعد متنازعہ زمین، جائیداد یا جنگلات کا موقع پر جا کر تحقیق کرتا ہے۔ تحقیق کے بعد متنازعہ علاقے یا حصوں کی حدود کا تعین کر کے جرگہ کے ارکان باہم مل بیٹھ کر عمومی اتفاق رائے سے فیصلے کرتے ہیں۔ فیصلے غیر تحریری ہوتے ہیں تاہم اگر کوئی ایک فریق یا فریقین ریکارڈ کی خاطر تحریری فیصلہ پر اصرار کرتے ہیں تو جرگہ ان کا یہ حق تسلیم کرتا ہے۔

سرکاری جرگوں کے نمائندے گو کہ ہمارے لوگ (سرکار کے وظیفہ خوار) ملک حضرات ہوتے ہیں لیکن ان کے اختیارات بہت ہی محدود ہوتے ہیں۔ اصل ریموٹ کنٹرول یا ماسٹر مائنڈ سرکار یعنی پولیٹیکل حکام ہوتے ہیں۔ اس کی تاریخ کوئی ایک صدی پر محیط ہے یعنی انیسویں صدی کے تقریباً اسی کے دہائی میں انگریز نے بڑی حکمت عملی سے قبائل کو زیر کرنے کی جہاں بہت سارے حربے اور پالیسیاں آزمانے کی ہر ممکن طریقے سے کوشش کی وہاں انہوں نے ملکوں کے ذریعے اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کی خاطر بھرپور طریقے سے قبائل میں مروجہ جرگہ سسٹم سے مستفید ہونے کی بھی کوشش کی۔ تاریخی حوالوں کے ذریعے تفصیل میں جانے سے موضوع کا سمیٹنا مشکل ہو جائے گا اس لئے اختصار کے ساتھ تعارف کے طور پر عزیز جاوید کی تصنیف (سرحد کا آئینی ارتقاء) سے مختصراً اقتباس پیش خدمت ہے۔ انگریز اپنی سیاسی حکمت عملی کے ذریعے جرگہ سسٹم کو باقاعدہ بنانے کے لئے ۱۹۰۱ء میں قوانین جرائم سرحد جسے عام طور پر غازی ایکٹ بھی کہا جاتا ہے کا اجراء کیا جو نہ صرف زیر انتظام ضلعوں میں بلکہ قبائلی علاقوں میں بھی رائج رہا لیکن ان علاقوں میں اس پر عمل درآمد کرنے سے پہلے حکومت ہند ہمیشہ یہ واضح کرتی رہی کہ اس کا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ قبائلی جرگوں کے اختیارات، ذمہ داری یا اثر و رسوخ میں یا اس طریقہ کار میں مداخلت کرے جس میں معاشرے کے بزرگ ذاتی طور پر قبائلی علاقوں میں وہاں کے باشندوں کے کئے جانے والے جرائم کی تحقیقات کرتے ہیں۔ فرنیئر کرائمر ریکولیشنز کا تعلق فوجداری حوالوں سے تھا جس کے تحت حکومت کے خیال میں کسی جرم میں ملزم کے ملوث ہونے یا معصوم ہونے کے بارے میں اگر عدالت میں تحقیقات موزوں نہ ہوں تو ایسے مقدموں کو جرگہ کے سپرد کیا جاتا تھا۔ ملزم کو یہ حق حاصل ہوتا تھا کہ وہ اپنے بارے میں تحقیقات کرنے والے جرگہ کے ارکان پر اعتراض کرے۔ جرگہ کا فیصلہ عام طور پر ایک سادہ بیان ہوتا تھا اگر جرگہ کے خیال میں ملزم معصوم ہوتا تو معاملہ یہاں ختم ہو جاتا تاہم اگر جرگہ ملزم کو قصور وار تصور کرتا تو وہ اپنے فیصلے میں سزا کا تعین بھی کرتا جو زیادہ سے زیادہ چودہ سال قید با مشقت ہو سکتی تھی۔ یہ انگریز کی بہترین ڈپلومیسی تھی جو قبائل پر آزمانا شروع کی۔ بنیادی مقصد قبائلی علاقوں کے ”مخصوص حالات“ کے بہانے سے قبیلے کے مقتدر آدمی کو سردار بنا کر اس کے ذریعے فرنگی کے خلاف سرکشی کرنے پر غازیوں کو رام کرنا تھا گو کہ اس طریقہ کار میں ان کو اکثر موقعوں پر کامیابی بھی حاصل ہوئی مگر جب بھی انہوں نے مروجہ قبائلی رواج سے ہٹ کر طاقت یا زبردستی سے معاملات طے کرنے کی کوشش کی تو مجموعی طور پر یہاں ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

انگریز یہ حربہ بلوچستان میں آزمانے کے بعد جب سرحد قبائل پر آزمانے لگے تو بہت دلچسپ واقعات پیش آئے۔ مثلاً کیر و ساق گورنر سرحد کے خیال میں ”انگریز نے یہ بہتر سمجھا کہ بلوچستان میں سنڈیمین کا بلواسطہ حکومت (مالکان کے ذریعے معاملات طے کرنے) کا تجربہ یہاں پر بھی آزمایا جائے۔ ۱۸۹۳ء میں ژوب کے علاقہ میں ایک انگریز اور سیر کیلی اور اسی سال جنڈولہ کے نزدیک زام کے درہ میں چار سپاہیوں کو قتل کیا گیا۔ فرنگی کی طرف سے محسود مالکان پر شدید دباؤ کے نتیجے میں ایک بڑے جرگے میں کیلی اور دوسرے سپاہیوں کے قاتلوں کو انگریز کے حوالے کیا گیا۔ مجرموں کو سات سال قید کی سزائیں دی گئیں۔ انگریز کے خیال میں یہ بہت بڑا کارنامہ تھا لیکن یہ کامیابی قطعاً غرضی ثابت ہوئی۔ ملاپانندہ اور مجاہد جگو کی قیادت میں لڑنے والے محسودوں نے ان پانچ ملکوں میں تین سے کو قتل اور دو کو جلاوطن کیا جو جرگہ میں پانچ مجرموں کو قانون کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر چکے تھے۔ بلواسطہ حکومت کا تجربہ ناکام ثابت ہوا اور لڑائی دوبارہ زور و شور سے شروع ہوئی۔ ایک موقع پر مسٹر ہاول کی بلواسطہ حکومت کے بارے میں جگو محسود سے بات ہوئی جس میں جگو کو نواب بنانے کی پیشکش بھی شامل تھی مگر ان کے جواب میں جگو کا جواب یہ تھا ”فیصلہ ایک ہو سکتا ہے یا تو فیلڈ (میدان جنگ) میں ہونے دیجئے اور ہم سب کو توپوں سے اڑا دیجئے یا اٹھارہ ہزار محسودوں کو نواب بناد دیجئے“۔ جگو کا مطلب یہ تھا کہ تمام قبائل مساوی حیثیت کے مالک ہیں ہر قبائل ایک ہی جیسا ہے۔ وہی راستے ہیں یا تو سب مرجائیں یا پورا قبیلہ عظمت کا مالک بنے یہ سوچنا غلط ہے کہ چند قبائل سردار پورے قبیلے کی ترجمانی کر سکتے ہیں کوئی بھی سر پھرا نوجوان سرداروں کے فیصلہ پر پانی پھیر سکتا ہے۔

خیر یہ تو ماضی کے قصے پارینے ہیں جن کی بنیادیں دشمنی پر قائم تھیں۔ آج قبائل اور پاکستان ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں پھر بھی دشمن کے دئے ہوئے نظام پر دشمن کے طرز پر عمل کیا جاتا ہے جبکہ اوپر سے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ قبائلیوں کے ساتھ معاملات قبائلی رواج کے عین مطابق جرگہ کے ذریعے نمٹائے جاتے ہیں۔ حالانکہ اندرونی صورت حال کی حقیقت کچھ یوں ہے کہ ملزم کے بیان کو صحیح صورت میں جرگہ کے سامنے پیش ہی نہیں کیا جاتا اور نہ ملزم کو جرگہ کے ارکان پر اعتراض کا حق دیا جاتا ہے بلکہ ملزم کی شاخ یا خیل کے دوسرے بے خبر اور بے گناہ افراد کو شدید نفسیاتی دباؤ میں جو اذیت ناک سزائیں دی جاتی ہیں وہ الگ داستان ہے۔ پولیٹیکل حکام شک کی بناء پر کسی بھی فرد کو گرفتار کر کے اس کے خلاف مقدمہ قائم کر سکتے ہیں۔ حکام کے اس فعل کو مروجہ قوانین سے ہم آہنگ کرنے کے لئے ایک طرفہ طور پر سرکاری کارندے ”ملک حضرات“ پر مشتمل جرگہ کی تشکیل عمل میں لائی جاتی ہے۔ مقدمے کے سماعت کے دوران نہ وکیل پیش کرنے کی اجازت ہے اور نہ کوئی شہادت یا دلیل سنی جاتی ہے جرگہ میں شامل مالکان صاحبان کے پولیٹیکل حکام کے ساتھ بہت سارے مالی مفادات وابستہ ہوتے ہیں اس لئے یہ متعلقہ حاکم کے زیر لٹا ہوتے ہیں۔ سرکار کے یہ جرگے موقع پر جا کر نہ تفتیش کرتے ہیں اور نہ ملزم کے خلاف کوئی ثبوت فراہم کرتے ہیں نہ تو وہ قانون شہادت کو مد نظر رکھتے ہیں اور نہ کسی اور ضابطے کو۔ بہت پیچیدہ معاملات کو حکام کی خواہشات کے مطابق آنا فانا حل کر کے انگوٹھے لگا دیتے ہیں۔ پھر المیہ تو یہ کہ ان فیصلوں کو مروجہ قانون یعنی ایف سی آر کے تحت ایسا قانونی تحفظ حاصل ہو جاتا ہے کہ ملزم ہمارے ملک کی کسی بھی عدالت میں اپیل کرنے کا کوئی حق ہی نہیں رکھتا۔ عام فہم کی بات ہے کہ اس طرح جانبدارانہ فیصلے کسی بھی لحاظ سے انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتے۔ نتیجتاً ملزم اور پولیٹیکل حکام کے درمیان وقتی طور پر معاملات نمٹائے جاتے ہیں لیکن سزا یافتہ فرد یا افراد قید کاٹنے اور جرمانہ ادا کرنے کے بعد جرگہ کے ارکان کو اپنی سزا کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اور پھر انتقام لینے کے لائق ہی سلسلے شروع ہو جاتے ہیں جو پشت در پشت چل کر قبائلی حسد، فساد، کینہ پروری اور دشمنی کے باعث بنتے ہیں۔ مختصر یہ کہ مروجہ قوانین پر برائے نام جرگہ کے ذریعے مذکورہ علاقہ جات کے باسیوں کے ساتھ زیادتیاں تو ہوتی ہیں مگر معاملات کو سلجھانے اور خوش اسلوبی سے طے کرنے میں کبھی بھی مدد نہیں ملی ہے۔

رہا یہ سوال کہ جرگہ سسٹم کو مزید موثر اور فعال کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ تو ہمارے خیال میں قبائل کے اندرونی معاملات میں سفید ریش بزرگوں پر مشتمل جرگہ کا جاندار کردار بہت ہی مؤثر ہے۔ چونکہ یہاں جرگہ قدیم زمانے سے روایتی اور مثالی انصاف کا طریقہ چلا رہا ہے۔ یعنی

جرم کے ایک ایسا مکمل نظام ہے جس میں شادی غمی سے لے کر پورے معاشرے کا انتظام چلانے تک سب باتوں کا رواج کے نام فطری طور پر خود ساختہ ایسے قوانین موجود ہیں جن کے ذریعے ایک مفلس سے مفلس آدمی کو بھی گھر کی دہلیز پر بغیر کسی صبر آزماء انتظار اور مالی اخراجات کے عزت و وقار کے ساتھ انصاف ملتا ہے جس کی مثال بہت ہی مذہب اور ترقی یافتہ معاشروں میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ چونکہ اس طریقہ کار میں معاملہ یا تنازعہ کا انصاف سے تصفیہ کے ساتھ دلوں کے اندر کدورتیں اور نفرتیں بھی ختم ہو کر رہ جاتی ہیں مختصر یہ کہ قبائل ایک جسم ہے اور جرم اس جسم کا دماغ ہے اگر دماغ سالم و توانا ہے تو باقی جسم متحرک و مستعد رہتا ہے لیکن اگر دماغ کمزور اور ناتواں ہے تو باقی جسم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ قبائلی معاشرہ یا افراد یہ خود ساختہ قوانین کس سے سیکھتے ہیں نیز ان تعلیمات اور رسم و رواج کی حفاظت کے لئے کون سے ادارے موجود ہیں آیا کوئی ایسا ہے جو جرم کے تقاضوں سے بے خبر ہے؟ ان سب سوالوں کا جواب ہے کہ یہ قبائل کا قدیم آئین (جرم سسٹم) ہے جو یہاں کے پہاڑوں، چٹانوں اور گھروں بلکہ یہاں کی مٹی اور پتھروں میں موجود ہے اس لئے نوجوان نسل کو چاہیے کہ وہ اپنے بزرگوں کی قدر کرے ان کے فیصلوں کو دل و جان سے مان کر اپنے لئے قابل تقلید بنائے۔

عمران خان کا تبصرہ

جب میں نے ”غیرت مند مسلمان“ کے نام سے کتاب لکھنے کا فیصلہ کیا تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں اپنے آپ کو بہت بڑا عالم اور مایہ ناز ادیب سمجھتا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ قبائلی علاقے کے اتفاقیہ دورے کے دوران مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ اپنی سن کالج اور آکسفورڈ کی تعلیم کے زیر اثر میں جس چیز کو نہایت قدیم اور فرسودہ سمجھتا تھا حقیقت میں وہ نہایت مذہب اور ترقی یافتہ ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان میں جمہوریت کامیابی کے ساتھ روبہ عمل رہے تو ہمیں قبائلی علاقوں میں رائج جرم سسٹم کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ جرم کے کا کوئی فیصلہ بھی لوگوں کی خواہشات کو ملحوظ رکھے بغیر نہیں کیا جاتا۔ جمہوریت کی نمایاں خصوصیات ہی یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے معاملات کے چلانے میں اپنی شرکت کا پورا احساس ہوتا ہے۔ نوآبادیاتی دور میں انگریزوں نے اپنے مفادات کے لئے وزیرستان کے بعض محسود ملکوں کو رشوت دی۔ جوں ہی قبائلیوں کو اس بات کا علم ہوا کہ ان کے ملک قبائلی مفادات سے غداری کر رہے ہیں انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

اب اس بات کا موازنہ آپ پاکستان میں نوٹوں کی جمہوریت سے کر کے دیکھیں۔ یہاں کس بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ ہارس ٹریڈنگ ہوتی ہے۔ جہاں ارکان پارلیمنٹ اپنے حلقہ انتخاب کے لوگوں کے جذبات کی ذرا سی پروا کئے بغیر اپنے مالی مفاد کی خاطر وفاداریاں بدلتے ہیں۔ اس پر متنازعہ یہ کہ آبادی کی اکثریت یہ محسوس کرتی ہے کہ پارلیمنٹ میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا عوام کے مسائل سے سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس قبائلی جرم میں عوام کے ایسے معزز نمائندے شامل ہوتے ہیں جن کا معاشرے میں بہت احترام ہوتا ہے جبکہ پاکستان میں پارلیمنٹ تک پہنچنے کے لئے صرف وافر مقدار میں پیسہ درکار ہوتا ہے جو عام طور پر ناجائز ذرائع سے لوٹا گیا ہوتا ہے یا پھر انتظامیہ کے بل بوتے پر پارلیمنٹ کا رکن بنا جاسکتا ہے۔ جرم میں صرف کمیونٹی کے مفادات کی بات ہوتی ہے جبکہ ہماری پارلیمنٹ کے ارکان صرف اپنی ذات کا خیال رکھتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ قبائلی جرم میں بدعنوانی اس وقت داخل ہوتی ہے جب ہماری حکومت اپنے ”مہذبانہ“ اثر و رسوخ کو وہاں تک پھیلانے کی کوشش کرتی ہے۔ ڈاکٹر ترمذی نے ضلع دیر میں اقوام متحدہ کے لئے جو تحقیقاتی کام کیا ہے اس میں انہوں نے یہ دلچسپ انکشاف کیا ہے کہ قبائل کا انتہائی متوازن جمہوری نظام اس وقت سے مادہ پرست اور بدعنوان ہونے لگا ہے جب سے حکومت پاکستان نے اپنے قوانین اس علاقے پر مسلط کئے ہیں۔ مختلف حکومتوں نے ملکوں کی سیاسی حمایت حاصل کرنے کے لئے انہیں انتہائی منفعت بخش ٹھیکوں اور پرکشش مراعات سے نوازا۔

قبائلی علاقوں میں رائج زبردست جمہوری نظام کے نتیجے میں ہر شخص اپنے حقوق سے آگاہ ہے اور وہ اپنے ان حقوق کی قدر کرتا ہے اور

ان کا تحفظ کرتا ہے۔ حقوق کی پامالی ہر گز برداشت نہیں کی جاتی۔ یہ ان کا جذبہ حریت ہی تو ہے کہ جس طاقت نے بھی انہیں دبانا چاہا انہوں نے اس کی مزاحمت کی خواہ وہ طاقت مغلوں کی ہو، سکھوں انگریزوں یا روسیوں کی ہو۔ ان علاقوں میں آزادی کو تمام دوسرے مادی مفادات پر ترجیح دی جاتی ہے اور دیہاتی چوں کی تربیت اس نہج پر کی جاتی ہے کہ انہیں اپنے ان بہادر آباؤ اجداد کی داستانیں سنائی جاتی ہیں۔ جنہوں نے اپنی آزادی کے تحفظ کی خاطر عظیم قربانیاں پیش کی تھیں۔ پاکستان میں یہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ پاکستان اور قبائلی علاقے کے درمیان جس شعبے میں سب سے زیادہ واضح تضاد پایا جاتا ہے، وہ نظام عدل ہے۔ پاکستان کے مقابلے میں قبائلی علاقے میں جرائم کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔ ان دنوں جب ہم غلام تھے جرائم کی شرح پورے ہندوستان میں خاصی کم تھی اس کے باوجود اولف کیرو کے مطابق جو ۱۹۳۰ء کے عشرے میں صوبہ سرحد کا گورنر تھا، تمام قبائلی علاقے میں سال بھر میں بھی اتنے جرائم نہ ہوتے ہوں گے۔

میں کئی سال سے بہت سے پاکستانی دانشوروں کے یہ خیالات پڑھ رہا ہوں جو پاکستان میں جرائم کی شرح میں اضافے کا الزام افغان جنگ اور اس سے جنم لینے والے کلاشنکوف کلچر کے سر منڈھتے ہیں۔ اب یہ دانشور اس حقیقت کی کیا توجیہ فرمائیں گے کہ قبائلی علاقے میں جہاں ہر شخص کے ہاتھ میں بدوق ہوتی ہے پھر بھی وہاں مکمل امن رہتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کا نظام غیر مرتکز ہونے کی وجہ سے ہر شخص کی رسائی میں ہے۔ چوپیس گھنٹے کے اندر اندر جرگہ جائے واردات پر پہنچ جاتا ہے، فریقین کا موقف سنتا ہے، سزا سناتا ہے اور ابھی پر عملدرآمد کو یقینی بناتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ قبائلی علاقے کی پوری تاریخ میں عورت کے ساتھ زیادتی کے کسی واقعہ کا ذکر نہیں ملتا۔

سوات اور مالاکند میں حال ہی میں جو واقعات رونما ہوئے ہیں وہ پاکستان کے جدید نظام عدل ہی کے پیدا کردہ ہیں۔ وہاں کے لوگوں کو ابھی ان سہانے دنوں کی یاد ستاتی ہے جب ریاست کا نظام عدل جرگہ کے تحت تھا۔ انصاف سنا بھی تھا اور ہر ایک اسے حاصل بھی کر سکتا تھا۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو یہاں کے عوام نے انگریزوں کا وضع کردہ نظام نظام دل سے کبھی قبول نہیں کیا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کا نفاذ انگریزی زبان کے ذریعے ہوتا ہے کسی کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ ایک غریب آدمی کو انصاف حاصل کرنے کیلئے کیسے کیسے ہفت خواں عبور کرنے پڑتے ہیں نہ ہی کسی کو یہ معلوم کرنے کا خیال آتا ہے کہ قبائلی نظام جسے حکمران فرسودہ خیال کرتے ہیں وہ تاریخی اور ثقافتی اعتبار سے نظام عدل کے کہیں زیادہ قریب ہے، بہتر اور مؤثر ہے اور شہریوں کی زندگی کو آسان سے آسان تر بنانے کیلئے اس میں مسلسل اصلاحات بھی کی جاتی ہیں جبکہ پاکستان میں نظام مشکل اور پیچیدہ تر ہوتا چلا گیا ہے کیونکہ عدالتی طریقہ کار طویل اور بدعنوانی نے مستقل طرز زندگی کا روپ دھار لیا ہے۔ اب ہم اس مرحلے پر پہنچ گئے ہیں کہ پوری قوم کا اعتماد اس نظام سے اٹھ گیا ہے کیونکہ یہ اگر کسی حد تک کارآمد ہے بھی تو اونچے طبقے کیلئے ہے۔

قبائلی عمائدین نے انگریزی نظام تعلیم کو اس عذر کی بناء پر مسترد کر دیا تھا کہ ایک تو یہ ذہنی غلامی کا باعث بنے گا اور دوسرے اس نظام تعلیم سے قبائلی سماجی ڈھانچہ بکھر کر رہ جائے گا چنانچہ انگریزوں کے نظام تعلیم نے ہمارے معاشرے میں جو فساد برپا کیا ہے اور ہمارے مغرب زدہ امراء میں تشخص کا جو بحرام پیدا کیا ہے اس کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو آدمی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ قبائلی سردار پاکستان کے ماہرین تعلیم سے کہیں زیادہ باشعور تھے۔ قبائلی علاقوں میں تعلیم کی کمی اور خاص طور پر تعلیم نسواں کے فقدان نے کچھ ایسے مسائل کو بھی جنم دیا ہے جن کی وجہ سے قبائلی علاقے کے لوگ اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو پوری طرح بروئے کار نہیں لاسکے۔ قبائلی علاقے میں زندگی کا ایسا پہلو ہے جو میرے لئے بہت زیادہ کشش رکھتا ہے جو مجھے بہت اچھا لگتا ہے وہ پہلو انسانی وقار، عزت و شرف کا ہے جو وہاں کا نظام ان لوگوں کو عطاء کرتا ہے۔ قبائلی لوگ امیر ہوں یا غریب، طاقتور ہوں یا کمزور، انسانی عظمت کا تصور سب کے لئے یکساں ہے۔ وہاں کا نظام فرد کے خداداد حقوق کو تحفظ دے کر سب کو عزت دیتا ہے اور ایسی معاشی مساوات کو یقینی بناتا ہے جو میں نے کسی اور ثقافت میں نہیں دیکھی۔

قبائلی علاقے کا ہر مرد اور ہر عورت اپنی ناموس کی حفاظت میں کسی حد تک بھی جاسکتی ہے انکے اسی رویے کی وجہ سے باہر سے آنے والوں نے خواہ مغل ہوں یا سکھ، انگریز ہوں یا روسی سبھی نے قبائلیوں کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ ابھی وہاں پر وسائل کی کمی سے پیدا

ہونے والی غربت و افلاس کے باوجود کوئی بھکاری نظر نہیں آئے گا۔ بعض مثالیں ایسی بھی ہیں کہ میں نے ایسے قبائلیوں کو جو انتہائی مفلس نظر آئے اور کئی دنوں کے بھوکے معلوم ہوئے، کچھ پیسے دینا چاہے لیکن ہر دفعہ میری پیشکش کو حقارت کے ساتھ مسترد کر دیا گیا۔ یہ ہے ان کی عزت نفس کا عالم اصل میں غریب وہ ہوتا ہے جو امیروں سے حسد کرتا ہے۔

اب ذرا پاکستان کی صورت حال کا جائزہ لیں جب حکومت کو بھیک مانگنے پر کچھ تھوڑا بہت غیر ملکی قرضہ یا امداد مل جاتی ہے تو ہمارے قومی ذرائع البلاغ شرم کے مارے ڈوب مرنے کی بجائے شہ سرخیوں کے ساتھ اس ”عظیم کامیابی“ کا جشن مناتے ہیں۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ عام آدمی کو عزت نفس سے اس کے حقوق دے کر پھر سے محال کیا جائے اور ریاستی جبر سے اسے تحفظ فراہم کیا جائے۔ اسی وجہ سے ہمیں قبائلی علاقے پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے کیونکہ وہاں صدیوں سے انسان کے حقوق کو ملکی اور غیر ملکی دباؤ سے تحفظ فراہم کیا جا رہا ہے۔ وہاں کے لوگ آج بھی اس چیز کے مالک ہیں اور اس پر انہیں فخر بھی ہے اور یہ چیز ہے غیرت! جسے ہم ایک زمانہ ہوا کھو چکے ہیں۔ قبائل علاقے کو اردو میں آزاد علاقہ کہتے ہیں کتنا موزوں نام ہے یہ اس علاقے کیلئے! (روزنامہ جنگ ۷ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

چلویشٹائی

چالیس افراد کے ٹولہ کو چلویشٹائی کہتے ہیں۔ یہ مصلح ارکان پر مشتمل خالصتاً عارضی فورس ہوتی ہے۔ لشکر کشی کے وقت مختلف خیلوں سے نکالت (میراث) کی بنیاد پر برابری کے اصول کے تحت اس کے ممبران کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ امن و عامہ کی فضاء برقرار رکھنا، جرگوں کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانا، متعین شدہ ٹینگوں کی پاسداری کرنا اور خلاف ورزی کی صورت میں بلا امتیاز کو نثرائی (جرمانہ) وصول کرنا جیسی ذمہ داریاں اس کے دائرہ اختیار میں شامل ہیں۔ چلویشٹائی کے ممبران جرگہ اکابرین کے ماتحت ہر وقت مسلح اور متحرک رہتے ہیں۔ پہچان کی خاطر اپنی بدوق کی نالی پر سرخ کپڑا لگاتے ہیں۔

ٹینگھ

قبائلی معاشرے میں ٹینگھ کو ایک ذیلی اور موثر قانونی حیثیت حاصل ہے۔ مختلف خیل یا قبیلے مشترکہ ملکیت اور جنگلات وغیرہ کی حفاظت اور مشترکہ دیکھ بھال کی خاطر باہمی صلاح مشورے سے ٹینگھ (بھاری جرمانہ) کا تعین کرتے ہیں۔ شاخ، خیل اور قبیلے کا ہر فرد اور خاندان اس کا پاس رکھتا ہے۔ ٹینگھ کی خلاف ورزی پورے خیل یا قبیلے کے مفادات سے غداری کے مترادف سمجھی جاتی ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں ملزم سے بلا امتیاز کو نثرائی (جرمانہ) وصول کیا جاتا ہے۔

رواج اور شریعت

پشتون معاشرہ ایک قدامت پرست اور روایت پسند معاشرہ ہے۔ یہاں پر آباء اجداد کے طور طریقوں، خاندانی رسم و رواج اور علاقائی روایات کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ قبائل کے ہاں رسم و رواج پر شریعت سے زیادہ عمل ہوتا ہے اور عام طور پر اسی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ مختلف قبیلوں کے رواجوں میں تھوڑا بہت فرق موجود ہے۔ کئی برطانوی کوششیں اس کا نمائندہ نقشہ بنانے میں ناکام رہی۔ کیرو کے خیال میں پٹھان معاشرے میں قانون کو رسم و رواج سے اور رسم و رواج کو قانون سے کس طرح اور کس کس موقع پر کس حد تک برتر سمجھا جائے یہ ہم حل نہیں کر سکے (12)۔ جزوی وجہ اس حقیقت میں یہ مضمحل ہے کہ مسلمان پشتون کو برصغیر کے مسلمانوں سے جلد اپنی قربت داری کا احساس ہوا اور انگریزوں کے پوچھنے پر اصرار کرتے تھے کہ کوئی ”رواج شیواج“ نہیں ہے۔ صرف عالمگیر اسلام کا ضابطہ حیات ہے۔ اس کے علاوہ ان کے بڑے بزرگ اور ملک ذاتی قانون کو ممکنہ حد تک لچھرار رکھنے کی حکمت عملی سے ہمیشہ واقف رہے۔ شادی اور وراثت کے قواعد

آج بھی رواج سے متاثر ہیں۔ تمام بیٹوں کو وراثت میں برابر کے حقدار ہونے کے اسلامی تصور میں اس طرح ترمیم کی گئی ہے کہ بڑے بڑے کے خصوصی حق کو رواج کی مدد سے تسلیم کیا گیا ہے اور ساتھ ہی آرائشی طور پر وہ اپنے باپ کی قومی ذمہ داری بھی لے لیتا ہے (13)۔ رواج کے مطابق بیٹی کو وراثت سے کچھ نہیں ملتا صرف چیز یا تحفے کی شکل میں کچھ مل سکتا ہے لیکن اس کے نام انتقال نہیں ہو سکتا۔ رواج کی رو سے ایک بیوہ صرف گزارے کے خرچے کی حقدار ہے۔ جو اسے اپنے خاوند کی جائیداد میں اس کی موت یا اس کی دوسری شادی تک مل سکتی ہے۔

فرد یا معاشرہ

قبائلی معاشرہ فرد سے شروع ہو کر ختم ہوتا ہے۔ وہ حقیقی یا فطری طور پر قبائلی جائیداد اور مراعات میں سے حصے اور جرگہ میں بولنے کا حق رکھتا ہے۔ ”کول“ سے لے کر مکمل قبیلے تک ہر گروہ کی اہمیت بلا واسطہ طور پر ان افراد کی تعداد پر ہوتی ہے جو اس کی وفاداری کا دم بھرتے ہیں۔ اس وفاداری کا انحصار عام طور پر خونی رشتہ ہوتا ہے۔ یہ وفاداری قبیلے سے ہوتی ہے نہ کہ کسی خاص سربراہ شخصیت سے۔ فرد کے اپنے خیل یا قبیلہ کے ساتھ بلا شرط لا محدود وفاداری خوشی یا غمی ہر صورت میں یکساں رہتی ہے۔ یعنی ہر فرد اپنے خیل یا قبیلہ کے جائز یا ناجائز فعل کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ یہ ایک تصور ہے جو ذہنی یگانگت بقائے باہمی اتفاق اور یک جہتی کا احساس پیدا کرتا ہے (14)۔ یہی طور طریقے قبائل کی عزت نفس اور احساس برتری کے جذبہ کو تروتازہ رکھنے میں بڑے معاون ثابت ہوئے ہیں۔ دراصل ماضی کا شاندار قبائلی ریکارڈ انہی جذباتوں سے عبارت ہے۔

ورودہ (شادی بیاہ)

منگنی، شادی بیاہ اور حق مہر کے سلسلے میں بھی قبائلی روایات کو بالادستی حاصل ہے۔ شادی بڑوں کی رضامندی سے ہوتی ہے۔ لڑکے اور بالخصوص لڑکی کی پسند کو بڑا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ لڑکے اور لڑکی کی بات پکی کرنے کے لئے سکڑائی دیا جاتا ہے۔ یعنی منگنی کی رسم میں دلہا کے رشتہ دار دلہن کے اپنوں کو کچھ رقم ادا کرتے ہیں اور چند عزیز واقارب کی موجودگی میں لوس نیوائی (بطور دعا ہاتھ اٹھانا) ہو جاتا ہے۔ موقع پر موجود لوگوں کو خالوت دیا جاتا ہے جو اس رسم کی ادائیگی کے گواہ بن جاتے ہیں۔ اس رسم کی ادائیگی کے بعد ورودہ کا پروگرام بنایا جاتا ہے۔ ورودہ نام کے ساتھ بغیر بتائے سندرے (گیت گانا) ڈھول بجانا، فارتنگ کرنا اور ناچنے کا مفہوم پہلے سے رچا ہوا ہوتا ہے۔ دور دراز کے علاقوں میں اب بھی جس لڑکے کی شادی ہوتی ہے۔ اس کو شرمنا پڑتا ہے اور شادی کے دن گاؤں کے مال مویشی کو جنگل میں چرانا اس کے ذمے ہوتا ہے۔ اس طرح لڑکی کے لئے شادی کے وقت رونار و اجا ضروری ہے۔ ورنہ بڑی بے شرمی کی بات سمجھتی جاتی ہے۔ ظاہر ہے سب کچھ عجیب لگتا ہے مگر علاقے میں اپنی ساکھ رکھنے کے لئے ایسا کرنا پڑتا ہے (15)۔

شادی خانہ آبادی کا قانون پوری دنیا میں رائج ہے۔ دنیا کا کوئی ملک، کوئی قوم اور کوئی مذہب شادی بیاہ کی قید و بند سے آزاد نہیں۔ دنیا کے ہر خطے میں مرد و زن کو یکجا کرنے کے لئے شادیاں ہوتی ہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف اتنا کہ شادی کرنے کا طریقہ جدا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو شادی کرنے کا حکم دیتا ہے اور اسلام میں شادی کرنے کا علیحدہ طریقہ ہے۔ اسلام کے اندر پھر مختلف علاقوں کے لوگوں کی شادی کی رسوم جدا جدا ہیں۔ یہاں پر میں وزیرستان کے محسود اور وزیر قبائل کی شادیوں کے متعلق لکھنا چاہتا ہوں۔ ان رسوم میں مختلف قسم کا امتزاج ہے۔ اسلامی رسوم بھی ہیں اور غیر اسلامی بھی اچھے رواج بھی ہیں اور برے بھی دلچسپ ہیں غیر دلچسپ بھی۔

منگنی

جس لڑکے اور لڑکی کو شادی کے بندھن میں باندھنا مقصود ہو ان کے خاندان والے ایک دوسرے کے ہاں جاتے ہیں۔ فریقین لڑکی

اور لڑکے کو پسند کرتے ہیں۔ پسند کرنے کے بعد لڑکے والوں کی طرف سے چند افراد لڑکی والوں کے گھر جاتے ہیں۔ وہاں پر جا کر رشتے کی بات کرتے ہیں۔ سب سے پہلے مہر کی بات طے کرتے ہیں جس میں لڑکی کا باپ بطور مہر بہت بڑی رقم طلب کرتا ہے۔ جو لاکھوں میں ہوتی ہے۔ لڑکے والے حق مہر کم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں اور دوسرے رشتہ دار درمیان میں ثالثی کا کردار ادا کرتے ہیں۔ اس طرح آخر کار ایک لاکھ سے لیکر دو لاکھ روپے حق مہر مقرر کرتے ہیں۔ لیکن لڑکے کا والد یہ رقم دینے پر مجبور ہے۔ کئی بار اس چیز کو ختم کرنے کی علاقائی سطح پر کوششیں ہوئیں لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر اس پر ستم یہ کہ یہ رقم لڑکی کے حوالے نہیں کی جاتی۔ اس رقم سے لڑکی کے بھائی کی شادی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی جب لڑکی دیتے ہیں تو اتنی ہی رقم بطور حق مہر طلب کرتے ہیں۔ اس طرح حق مہر کے نام پر ایک بہت بڑی رقم لینا اور پھر بیٹی کو وہ رقم نہ دینا ایک غیر اسلامی فعل ہے اور بہت بڑے گناہ کا موجب ہے۔ لڑکی کا باپ بھی رقم لینے پر مجبور ہے اور لڑکے کا باپ بھی دینے پر مجبور۔ کیونکہ اگر ایک باپ بیٹی کے مہر کی رقم نہیں لیتا اور مفت میں اپنی بیٹی کی شادی کر لیتا ہے کل کو وہ اپنے بیٹے کی شادی کے لئے اتنی بڑی رقم کہاں سے ادا کرے گا۔ لیکن میرے خیال میں اس کے حل کے دو طریقے ہیں۔

(۱) یہ کہ حق مہر کی رقم لینا بالکل پورے علاقے میں ختم کر دیا جائے نہ کوئی لینے والا رہے اور نہ کوئی دینے والا ہو۔ اس طرح فریقین گناہ اور مالی پریشانی دونوں سے بچ سکتے ہیں۔

(۲) اگر حق مہر لینا ہی ہے تو پھر چاہیے کہ علاقہ کے تمام لوگ اکٹھے ہو کر اور قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر یہ فیصلہ کریں کہ آئندہ کے لئے اتنی رقم بطور حق مہر مقرر کی جائے کہ دینے والا با آسانی یہ رقم دے سکے اور تمام لوگ مل کر متفقہ طور پر اتنی رقم بطور حق مہر مقرر کر لیں جو سب کے بس کی بات ہو اور یہ رقم بوڑھے جوان، شاہ و گدا، امیر و غریب تمام کے لئے ایک مقدار میں ہو، کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہ ہو۔ اس میں خدا کی خوشنودی بھی ہے اور لوگ بھی خوش ہوں گے۔

تو میں بات کر رہا تھا منگنی کی اس طرح حق مہر مقرر کرنے کے بعد منگنی کی کامیابی کے لئے اجتماعی دعا مانگی جاتی ہے۔ دعا کے بعد فریقین کی طرف سے کچھ رقم بطور خالوت حاضر مجلس میں تقسیم کی جاتی ہے اور لڑکے کی طرف سے تیس یا چالیس ہزار روپے بطور پیشگی لڑکی کے باپ کو دے دی جاتی ہے۔ اگر خدا نخواستہ شادی اور منگنی کے درمیان عرصے میں لڑکی کی موت واقع ہو جاتی ہے تو یہ پیشگی والی رقم واپس کرنا ہوگی۔ منگنی ہونے کے بعد اگر یہ شادی ناکام ہو جائے اور طلاق ہو جائے تو اس لڑکی کی دوبارہ شادی جب ہوگی تو دوسرے خاوند سے بطور حق مہر لی ہوئی رقم پہلے والے خاوند کو ملے گی اور اگر دوبارہ شادی نہیں کرتی تو سابقہ خاوند کی دی ہوئی رقم قابل واپسی نہ ہوگی۔

خالوت

کسی سودے کے طے ہونے پر کچھ رقم تیسرے شخص کو دی جاتی ہے۔ یعنی چیز لینے والا اور بیچنے والا مل کر سودا بنانے والوں کو کچھ رقم دیتے ہیں۔ بڑی قیمت والے سودے کا خالوت زیادہ ہوتا ہے اور چھوٹے سودے پر خالوت کی رقم بھی معمولی ہوتی ہے۔ اسی طرح منگنی بھی ایک قسم کا سودا سمجھا جاتا ہے۔ جس پر خالوت کی رقم تقسیم کی جاتی ہے۔ اس میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو سودے میں موجود نہیں ہوتے لیکن وہ خالوت کے مستحق قرار دئے جاتے ہیں۔ مثلاً لڑکی کی دادا، چاچا، ماموں اور اس قسم کے دوسرے قریبی رشتہ دار اس کے علاوہ سودے میں شریک لوگوں کو خالوت کی رقم دی جاتی ہے۔ شریک مجلس کو اس لئے بھی خالوت کی رقم دی جاتی ہے کہ کسی گڑبڑ کی صورت میں یہ لوگ گواہی دے سکیں کہ یہ فلاں بات ہمارے سامنے ہو گئی تھی۔ خالوت کی تقسیم منگنی کے علاوہ، شادی کے موقع پر بھی ہوتی ہے۔ شادی کے بعد جب دلہن پہلی بار میکے آتی ہے تو واپسی پر سسرال جاتے ہوئے خالوت خور رشتہ داروں کا فرض بنتا ہے کہ دلہن کے لئے کچھ خریدیں اور جاتے وقت دلہن کو دے دیں۔ اس موقع پر عام طور پر جو چیزیں دینے کا رواج ہے وہ یہ ہیں دودھ دینے والی بکری، بھیر، مسمہ، چھ، گائے، سوٹ، دوپٹہ، یا اس

قسم کی دوسری چیزیں۔

حق مہر

وہ روپیہ یا جنس جو مسلمانوں کے نکاح کے وقت مرد کے ذمے عورت کو دینا مقرر کیا جاتا ہے مہر کہلاتا ہے۔ کم سے کم مہر کی مقدار تخمیناً پونے تین روپے ہے اور اصل مقدار دس درہم ہے اور یہ بات مسلمہ ہے کہ دس درہم کا وزن سات مثقال ہے اور مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہے۔ اس لئے دس درہم کا وزن دو تولہ سات ماشہ چار رتی ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا تخمینہ کم سے کم مہر کا ہے۔ اس سے کم مہر شریعت میں نہیں ہے اور زیادہ کی کوئی مقدار اسلام میں مقرر نہیں ہے۔ لیکن مہر کا زیادہ بڑھانا اچھا نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کے بقول ”خبردار مہر بڑھا کر مت ٹھہراؤ“ اس لئے کہ اگر یہ عزت کی بات ہوتی دنیا میں اور تقویٰ کی بات ہوتی اللہ کے نزدیک تو تمہارے پیغمبر ﷺ اس کے زیادہ مستحق تھے۔ مجھ کو معلوم نہیں رسول اللہ ﷺ نے کسی بی بی سے نکاح کیا ہو یا کسی صاحبزادی کا نکاح کر لیا ہو بلکہ اوقیہ سے زیادہ مہر اور بعض روایتوں میں ساڑھے بارہ اوقیہ آیا ہے۔“

اسلام ایک ایسا ضابطہ حیات پیش کرتا ہے جس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور زندگی کے ہر میدان میں انسانوں کی راہنمائی کرتا ہے، اور پھر مثال دے کر ہمیں مزید رہنمائی عطاء کرتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ سردار دو عالم ﷺ کی صاحبزادی سے کسی بھی دوسرے شخص کی بیٹی اچھی ہو۔ امت محمدیہ ﷺ کی تمام بیٹیوں پر حضور ﷺ کی صاحبزادی کو فوقیت حاصل ہے۔ زندگی کے کسی بھی پہلو سے آپ ﷺ کی صاحبزادی سے مقابلہ کیا جائے تو کوئی بھی ہم پہلہ نہیں ہو سکے گی۔ حضرت فاطمہ الزہراءؓ کی ہم پہلہ ہمارے معاشرے میں نہ کوئی لڑکی ہے اور نہ پیدا ہوگی۔ جبکہ حضرت فاطمہؓ کا مہر چار سو مثقال چاندی مقرر ہوا تھا۔ دوسرے الفاظ میں مہر فاطمی ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی ہے۔ اس سے زیادہ مہر رکھنا کوئی جرم تو نہیں ہے لیکن یہ اچھا فعل بھی نہیں کیونکہ اگر زیادہ مہر رکھنا کوئی مسنون کام ہو تا تو حضور ﷺ کیوں نہ رکھتے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ بہت زیادہ رکھ لیتے لیکن چونکہ یہ اچھی بات نہیں ہے اس لئے آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ لیکن ہمارے ہاں تو معاملہ ہی مختلف ہے۔ لڑکی کے والد چار لاکھ میں بات شروع کرتا ہے اور آخر میں بات دو لاکھ پر آ کر ٹھہرتی ہے اور یہ کہ یہ مہر نہیں بلکہ لڑکی کی قیمت لیتے ہیں۔ مہر کا تو کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ اس میں یہ فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ بہن بیٹی ہے یا کہ گائے اور بھری ہے۔ جس کی قیمت لی جا رہی ہے اور اس کو قیمتاً فروخت کیا جا رہا ہے فروخت کا لفظ میں نے اس لئے لکھا کہ اس رقم پر اس لڑکی کو کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ لڑکی کا وارث اس رقم کو اپنے مصرف میں لاتا ہے۔ اگر یہ رقم بطور مہر لیتے ہیں تو پھر یہ رقم لڑکی کو خود لینے اور خود خرچ کرنے کا حق ہے۔ لڑکی کی مرضی ہے کہ اس رقم کو جس طرح چاہے خرچ کرے یا پھر اپنے لئے رکھے یا خاوند کو واپس کر دے لیکن ایسا نہیں ہوتا البتہ پھر اس رقم میں سے لڑکی کے لئے تھوڑا بہت سامان لیکر جہیز میں دے دیا جاتا ہے۔ یہ کس کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ جہیز کا سامان اس کی مہر کے رقم سے خرید کر دے دو وہ بھی اس کی مرضی کے بغیر۔ والدین بھی اس دن فخر سے سینہ تان کر کہتے ہیں کہ اپنی بیٹی کو ہم نے جہیز میں فلاں فلاں سامان لے کر دے دیا ہے۔ یہ تو کوئی فخر کی بات نہیں کونسا حصہ آپ نے اپنی جائیداد میں سے بیٹی کو دیا ہے؟ جتنے برتن ہیں اور گھر کا دوسرا سامان ہے الگ کر کے دے دو۔ عرض یہ کہ منقولہ غیر منقولہ جائیداد میں اس کا جو حصہ بنتا ہے وہ بھی دے دو، اس کے مہر کے پورے پیسے اس کے حوالے کر دو۔ اس کے علاوہ بھی اگر استطاعت ہے تو اپنی طرف سے بھی دے دو پھر جا کر فخر کرو کہ میں نے ایسا کارنامہ انجام دیا ہے۔ واضح رہے کہ لڑکی کو باپ کی جائیداد میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جاتا بلکہ جائیداد صرف لڑکوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔

پشا خلوسے

”پشا“ پشتو میں ٹانگ کو اور ”خلوسے“ کھولنے کو کہتے ہیں۔ جب کسی کی منگنی ہو جائے تو دونوں خاندانوں کے درمیان آنا جانا بند ہو

جاتا ہے۔ تاوقتیکہ کہ پشاخو سے کی رسم ادا نہیں کر دی جاتی۔ لڑکے کے خاندان والے کسی ایک دن جمع لڑکے کے لڑکی والوں کے گھر جاتے ہیں۔ لڑکی والے مہمانوں کی تعداد کو مد نظر رکھ کر ایک یا ایک سے زیادہ جانور ذبح کر کے ان کی خاطر مدارت کرتے ہیں۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد ایک برتن درمیان میں رکھا جاتا ہے۔ مہمانوں پر لازم ہوتا ہے کہ وہ حسب توفیق برتن میں پیے ڈالیں۔ کوئی دس روپے کوئی بیس کوئی سو اور اس سے کم یا زیادہ سب سے آخر میں داماد ایک یا دو ہزار کم و بیش رقم ڈال دیتا ہے۔ اس کے بعد میزبان خاندان والے مہمانوں میں آئی ہوئی خواتین اور لڑکیوں میں دوپٹے تقسیم کرتے ہیں اور پھر انہیں رخصت کر دیا جاتا ہے۔ رخصت کرتے وقت لڑکی کا باپ اپنے داماد کی خاطر کچھ رقم معاف کرتا ہے۔ اسی طرح پھر چند دنوں بعد لڑکی کے خاندان والے لڑکے کے گھر جاتے ہیں لیکن منگنی والی لڑکی ساتھ نہیں ہوتی۔ وہاں پر جا کر مذکورہ بالا طریقہ دہرایا جاتا ہے۔ برتن رکھ لیا جاتا ہے اور حسب توفیق اس میں تمام مہمان پیے ڈالتے ہیں۔ خواتین اور لڑکیوں کے ساتھ دونوں گھرانوں کی ٹانگیں ایک دوسرے کی طرف کھل جاتی ہیں۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں خاندانوں کے درمیان جان پہچان ہو جاتی ہے۔

شادی

شادی سے تقریباً ایک ماہ پہلے داماد سر کو مر کی بقیار قم میں سے کچھ رقم دیتا ہے۔ جس سے زیورات اور دوسری چیزیں جو مرد و جہ ہیں خرید کر تیار کر لیتا ہے۔ سامان مکمل ہونے کے بعد شادی کی تاریخ مقرر کر دی جاتی ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بدھ کو باراتی جاتے ہیں۔ جمعرات کو بارات واپس آتی ہے اور جمعہ کی شب کو دعوت ولیمہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ تاریخ مقرر کرنے کے ساتھ یہ بات بھی طے کرتے ہیں کہ باراتیوں کی تعداد اتنی ہونی چاہیے۔ وہ اپنے بہت دوست کو مد نظر رکھتے ہوئے باراتیوں کی تعداد کا اندازہ کرتے ہیں تاکہ پھر ان کے کھانے پینے اور سونے سنانے کا بھی انتظام ہو سکے۔ مقررہ دن کو صبح سے گاؤں والوں کا شادی والے گھر آنا جانا شروع ہو جاتا ہے۔ گاؤں کی عورتیں شادی والے گھر میں اپنے گھروں سے چینی اور چائے بھی ساتھ لے جاتی ہیں جو ایک قسم کی مالی امداد ہوتی ہے۔ بچی ہوئی تیار چائے بھی اپنے ہمراہ لاتی ہیں تمام لوگ جو گاؤں سے آجاتے ہیں اور دور دراز کے آئے ہوئے رشتہ دار شادی والے گھر میں جمع ہو جاتے ہیں چائے پیتے ہیں خوشی مناتے ہیں اور شادی کے گانے گائے جاتے ہیں اور اگر ڈھول ہوں تو تمام مرد ڈھول کے ساتھ قبائلی رقص کرتے ہیں اور خواتین تماشہ دیکھنے میں مگن نظر آتی ہیں۔ بارات کے ساتھ جانے والوں کو نامزد کر دیا جاتا ہے کہ فلاں فلاں مردوں اور عورتوں کو بارات کے ساتھ جانا ہو گا۔ وہ اپنے گھروں سے تیار ہو کر آتے ہیں اور گاؤں کے تمام افراد ہتھیاروں سے مسلح ہو کر آجاتے ہیں۔ بارات تیار ہو کر شادی والے گھر سے روانہ ہو جاتی ہے۔ تمام رہ جانے والے اور ساتھ جانے والے گاؤں کی حدود تک اکٹھے ڈھولوں کی تھاپ اور فائرنگ کی گھن گرج میں روانہ ہو جاتے ہیں۔ اس طرح باراتی آگے نکل جاتے ہیں اور رہ جانے والے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ لیکن جب بارات والے آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں تو گاؤں والے ڈھولوں کے ساتھ واپس آجاتے ہیں۔ اس وقت سے لے کر آدھی رات تک لوگ قبائلی رقص کرتے ہیں۔ شادی کے گانے گائے جاتے ہیں اور پھر صبح سویرے پھر وہی کام شروع ہو جاتا ہے۔ باراتی جاتے ہیں جب دلہن کے گاؤں میں داخل ہوتے ہیں تو ہتھیاروں سے فائر شروع کر دیتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی اطلاع ہوتی ہے کہ ہم آرہے ہیں۔ گاؤں میں داخل ہوتے ہی گاؤں کے بچے اور چچیاں کنکریاں، گوبر، راکھ گندے انڈے وغیرہ باراتیوں پر پھینک کر ان کا استقبال کرتے ہیں۔ یہ شرارت تب تک جاری رہتی ہے جب تک باراتی دلہن کے گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ لیکن جو نہی باراتی دلہن کے گھر میں داخل ہو جاتے ہیں تو گاؤں والے شرارت بند کر کے ان کی خدمت کرنے میں لگ جاتے ہیں اور بارات میں آئی ہوئی خواتین کی خدمت گاؤں کی عورتیں کرتی ہیں اور مردوں کی خدمت مرد کرتے ہیں۔ دلہن کے گھر سے قریبی گھروں میں آنا تقسیم کیا جاتا ہے اور شام کو روٹی تیار ہو کر تمام گھروں سے آجاتی ہے۔ مغرب کی نماز کے بعد کھانا شروع ہو جاتا ہے۔ مہمانوں کو کھانا کھانے کے بعد گاؤں والے خود کھانا کھا لیتے ہیں۔ اس کے بعد مرد مردوں کے ساتھ اور عورتیں عورتوں کے ساتھ گپ شپ اور چھیڑ چھاڑ میں مصروف ہو جاتے

ہیں۔ شادی کے گانے اور علاقائی گانوں میں باراتی اور گاؤں والے لوگ مقابلہ کرتے ہیں۔ گاؤں والے ایک طرف ہوتے ہیں اور باراتی دوسری طرف۔ اس طرح اس محفل کے اختتام پر تمام باراتی مرد ایک یا دو دو تقسیم کر دیے جاتے ہیں اور سونے کے لئے گاؤں کے دوسرے گھروں میں چلے جاتے ہیں۔ جبکہ خواتین اسی گھر میں رہ جاتی ہیں۔ صبح ناشتے کے بعد باراتی مرد اور گاؤں کے لوگ دلہن کے گھر میں جمع ہو جاتے ہیں۔ دلہن تیار کی جا رہی ہوتی ہے۔ تیار ہونے کے بعد گاؤں والے آکر کہتے ہیں کہ دلہن تیار ہے لیکن نشانہ مارنے سے پہلے دلہن نہیں ملے گی۔ بارات میں آئے ہوئے مسلح افراد آکر بیٹھ جاتے ہیں اور گاؤں والے دور فاصلے پر ایک سفید پتھر رکھ دیتے ہیں۔ باراتی اس پتھر پر نشانہ باندھتے ہیں۔ جب تک وہ پتھر پر صحیح نشانہ نہیں باندھتے تب تک انہیں دلہن نہیں ملتی۔ نشانہ توڑنے کے بعد باراتی دلہن کے گھر آ جاتے ہیں۔ اس رسم سے فراغت پر ایک دفعہ پھر دلہن کے رشتہ داروں میں خالوت کی رقم تقسیم کر دی جاتی ہے اور یہ رقم لڑکی اور لڑکے دونوں گھرانوں کی طرف سے مشترکہ طور پر دی جاتی ہے۔ بارات کے ساتھ آئی ہوئی لڑکیوں اور خواتین کو دلہن کے گھر والے دوپٹے اور چادریں دیتے ہیں۔ اس کے بعد دلہن باراتیوں کے حوالے کر دی جاتی ہے۔

اگر دلہن کے گھر سے دولہا کے گھر تک سڑک کا راستہ ہو تو دلہن کو کاریا ڈانسن میں اور باقی باراتیوں کو بس یا دو چار ڈانسنوں میں بٹھا دیا جاتا ہے اور اگر راستہ پیدل ہو تو باراتی پیدل آتے ہیں جبکہ دلہن کے لئے لونٹ یا گھوڑے کا بندوبست کر دیا جاتا ہے۔ راستہ چلتے ہوئے باراتی گانے گاتے اور فائرنگ کرتے جاتے ہیں۔ راستے میں جن جن گھوڑوں سے بارات گزرتی ہے گاؤں والے فائر کر کے بارات کا استقبال کرتے ہیں اور باراتی فائرنگ کا جواب فائرنگ سے دیتے ہیں۔ جب بارات اپنے گھوڑوں کے قریب پہنچ جاتی ہے تو دور سے بارات کے نظر آتے ہی گاؤں والے فائر شروع کر دیتے ہیں اور جو باراتی بھی فائر کرتے ہیں۔ گھوڑوں میں بارات داخل ہونے پر فائرنگ بہت تیز اور لگاتار شروع کی جاتی ہے۔ گاؤں میں بارات جس جس گھر کے سامنے سے گزرتی ہے بوڑھی عورتیں باراتیوں پر پانی چھڑکتی جاتی ہیں۔ دلہن کے پہنچنے ہی فائرنگ بند کر دی جاتی ہے۔ دلہن گھر کے دروازے پر پہنچ کر اندر جانے سے پہلے تین سے سات کیل چوکھٹ میں ٹھونکتی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جیسے یہ کیل مضبوطی سے اس چوکھٹ میں لگائے گئے دلہن کے پاؤں ان سے بھی زیادہ مضبوطی سے اس گھر میں جمنے رہیں۔ اس رسم کی ادائیگی کے ساتھ دلہن گھر میں داخل ہو جاتی ہے لیکن گھر کے رہائشی کمرے کے دروازے پر پہنچ کر رک جاتی ہے۔ اس جگہ رکنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دلہن اپنی ساس سے گھر کا اختیار مانگتی ہے اس گھر میں ایک مالکن کی حیثیت سے داخل ہونا چاہتی ہے۔ ساس اسی وقت پہلے کہتی ہے کہ گھر کی گائے دلہن کو دیتی ہوں لیکن اس پر وہ داخل نہیں ہوتی۔ آخری بار ساس اسے پورے گھر کا اختیار دے دیتی ہے۔ اس کے بعد دلہن جا کر اندر داخل ہو جاتی ہے۔ کمرے کے وسط میں دلہن کو بٹھا دیا جاتا ہے۔ باراتیوں کی ٹھنڈے اور گرم مشروبات سے تواضع کی جاتی ہے۔ عورتیں اور بچے تمام دلہن کے پاس چلے جاتے ہیں۔ علاقائی رواج کے مطابق بچے دلہن کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں اور عورتیں اپنے گھروں سے ساتھ لائے ہوئے کھیل دلہن کے اوپر بکھیرتی ہیں اور یہ کھیل بچے سمیٹتے رہتے ہیں۔ اس رسم کے ختم ہونے پر دلہن اور اس کے ساتھ آئے ہوئے رشتہ داروں کو دوپہر کا کھانا کھلایا جاتا ہے اور باراتیوں اور دوسرے مہمانوں کو بھی دوپہر کا کھانا کھلانے کے بعد مرد جانور ذبح کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ عورتیں اکٹھی ہو کر دلہن کا چہرہ دیکھنے کے لئے جمع ہو جاتی ہیں۔ سب سے پہلے اس گھر کا ایک نو عمر بچہ دلہن کو دیکھتا ہے۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے تمام عورتیں دلہن کا دیدار کر لیتی ہیں۔ دولہا کے گھر سے تمام گھروں میں پکانے کے لئے آٹا تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ جو شام تک تمام گھروں سے پک کر واپس آ جاتا ہے اور مغرب کی نماز سے پہلے گاؤں کی عورتیں روٹی پکا کر لے آتی ہیں۔ نماز کے بعد ولیمہ کا کھانا شروع ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے مرد کھاتے ہیں اس کے بعد بچے اور سب سے آخر میں عورتیں کھا کر چلی جاتی ہیں۔ واضح رہے کہ ظہر کی نماز کے بعد اور جانوروں کے ذبح ہونے سے پہلے مولوی صاحب کو بلایا جاتا ہے جو دو گواہوں کی موجودگی میں دولہا اور دلہن کا نکاح پڑھاتا ہے اور اس طرح انہیں رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا جاتا ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ دولہا کی غیر موجودگی میں اس کی شادی ہوتی ہے چونکہ گھر میں ضرورت ہوتی ہے اور جب دولہا گھر آتا ہے

پھر نکاح کی رسم ادا کی جاتی ہے۔

شادی کا تیسرا دن

شادی کا پہلا دن بہت ہی مصروف اور بے آرام گزر جاتا ہے۔ جبکہ دوسرا دن بالکل پرسکون ہوتا ہے اور تیسرا دن پھر مختلف رسم و رواج کے ادا کرنے میں گزر جاتا ہے۔ پہلے دن سے لیکر تیسرے دن کے آغاز تک دلہن شال لوڑھے ہوئے رہتی ہے۔ تیسرے دن منہ کھلائی کی رسم ہوتی ہے اس روز گاؤں کے مرد آکر مردان خانے میں جمع ہو جاتے ہیں جبکہ عورتیں زمین خانے میں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور دلہن کھلے منہ عورتوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ اس روز دلہن کی سر کھلائی ہوتی ہے۔ اس کے بعد تین عورتیں دلہن کا سر گوندھتی ہیں۔ سر گوندھنے کے بھی پیسے لئے جاتے ہیں جو ان عورتوں کو دئے جاتے ہیں۔ تمام عورتیں جب گھروں سے آتی ہیں تو اپنے ساتھ چائے لاتی ہیں اور جن عورتوں کے گھر قدرے دور ہوتے ہیں وہ اپنے ہمراہ چینی اور چائے لاتی ہیں جو ایک قسم کی امداد ہوتی ہے۔ اس روز شادی والے گھر میں گھنگنی پکائے جاتے ہیں اور دلہن کے لئے قمیص کاٹ کر تیار ہوتی ہے۔ اسی قمیص کے کپڑے سے چھوٹے چھوٹے رومال پھول اور عورتوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ سارا دن مردوں اور عورتوں کی چائے، گھنگنی اور مٹھائی سے خاطر مدارت کی جاتی ہے۔ دلہن کی ساس، سر مبارکباد وصول کرتے ہیں اور آنے والوں کا استقبال کیا جاتا ہے۔ گھنگنی کی بجائے آج کل پلاؤ اور سویوں کا رواج بھی عام ہو رہا ہے۔ شادی والے گھر میں گھنگنی کھانے کے علاوہ گھروں میں بھی بھیجی جاتی ہے۔ عورتیں کھلے عام دلہن کا دیدار کرتی ہیں۔ دلہن کے بال جب گوندھ کر تیار ہو جاتے ہیں۔ تو دلہن کی ماں دلہن کا بکس اور جینز میں لایا ہوا سامان کھول کر عورتوں کو دکھاتی ہے۔ جینز میں عموماً درج ذیل سامان ہوتا ہے۔ زیورات جو سونے اور چاندی کے بنے ہوئے ہوتے ہیں، کشیدہ کاری کا سامان، گھر کے استعمال والے برتن، نقد روپوں کے ہار، دلہن کا بستر، پٹنگ، میز کرسیاں، واٹر سیٹ، ٹی سیٹ، سلائی مشین، ٹیپ ریکارڈر، کپڑوں کے جوڑے، جوتیاں، جراب، شالیں، دوپٹے، ٹافیاں، بسکٹ، چوکنگم، زیب وزینت کا سامان وغیرہ وغیرہ۔ اس دن ٹافیاں، بسکٹ اور چوکنگم وغیرہ پھول اور خواتین میں تقسیم کر دی جاتی ہیں۔ جبکہ نوہیا ہوتا عورتیں اور نوجوان لڑکیاں دلہن کو پانی لانے کے لئے چشمے پر لے جاتی ہیں۔ پانی لانے والے برتنوں میں پہلے پہل چمڑے کے مشکیزے ہوتے تھے بعد میں گھڑوں کا رواج ہوا اور آجکل گھی کے کنستریا چھوٹے چھوٹے ڈول استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ تمام خواتین اور لڑکیاں سمعہ دلہن ایک ایک برتن اپنے ساتھ اٹھا کر چشمے پر جاتی ہیں۔ گھر میں اس دن گھنگنی بھی دلہن اپنے ساتھ چشمے پر لے جاتی ہے۔ یہ ایک ٹوٹا یا شکون ہی سمجھ لیں کیونکہ کہتے ہیں کہ دلہن کا چشمے پر خالی ہاتھ جانا اچھا نہیں ہوتا۔ وہاں پر جا کر دلہن انانج کے دانوں کو بھتے ہوئے پانی میں بہاتی ہے اس کے بعد تمام برتن ایک قطار میں رکھ دئے جاتے ہیں اور دلہن اپنے دست مبارک سے سب کے لئے برتن پانی سے بھر لیتی ہے۔ اس کے بعد عورتوں لڑکیوں اور بچوں کے جلوس میں دلہن کو گھر واپس لایا جاتا ہے۔ اس طرح دلہن کا تیسرا دن ختم ہو جاتا ہے۔

شادی کا تیسرا دن گزرنے کے بعد گاؤں کی خواتین دلہن کی مہمان نوازی کا فریضہ ادا کرتی ہیں۔ یہ رسم ضروری سمجھی جاتی ہے کہ ہر گھر سے باری باری دلہن کو کھانے کی دعوت دی جاتی ہے۔ چونکہ دلہن گاؤں میں جان پہچان نہیں رکھتی اس لئے دلہن کی ہندیا کوئی چوہہ ہر گھر میں دلہن کے ساتھ بطور رہبر جاتا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد دلہن بطور پاؤں کھلائی کچھ رقم چنگیر میں ڈالتی ہے اور میزبان خاتون دلہن کو حسب توفیق بھری، مرغی یا دوپٹہ دیتی ہے۔ اس طرح تقریباً تمام گھروں میں دلہن کو مہمان بنایا جاتا ہے۔ جس سے تمام خواتین اور لڑکیوں کے ساتھ دلہن کی جان پہچان ہو جاتی ہے اور دلہن گاؤں والوں کے ساتھ گھل مل جاتی ہے جس سے اجنبیت کا احساس دلہن کے دل سے نکل جاتا ہے۔

دلہن سسرال میں عشرہ دو گزارنے کے بعد میکے جاتی ہے۔ سسرال سے مٹھائی، فروٹ، پراٹھے وغیرہ اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ ایک مرد ہمراہ جاتا ہے جو عموماً دلہن کا دیور ہوتا ہے۔ پہلی رخصتی پر یہ نہیں بتایا جاتا کہ کتنے دن گزار کر واپس آتا ہے۔ پندرہ بیس دن بعد سسرال

کی طرف سے اطلاع مل جاتی ہے کہ فلاں دن ہم آئیں گے۔ اس دن سسرال کی طرف سے دلہن کا دیور جاتا ہے اور واپسی پر دلہن کا بھائی ہمراہ ہوتا ہے اور اسی طرح میکے سے پر اٹھے، منٹھائی، بڑی بڑی روٹیاں جن کو فغان اور کوک کہتے ہیں اپنے ساتھ اتنی مقدار میں لاتی ہیں کہ گاؤں کے ہر گھر کا حصہ پورا ہو سکے۔ اس کے علاوہ میکے سے دلہن اپنے ساتھ جہیز میں مال مویشی بھی اس دن ساتھ لاتی ہے جن میں بکریاں، بھیریں اور گائیں ہوتی ہیں۔ یہ مال دلہن اپنے لئے سسرال میں پالتی ہے اور سارے مال میں سے وہ زکوٰۃ، خیرات اور قربانی و عیدالضحیٰ کے موقع پر کی جاتی ہے اور یہی مال دلہن کے لئے دودھ، دہی اور مکھن کے حصول کا ذریعہ بھی ہوتا ہے۔

بچے کی پیدائش

اسلام بتاتا ہے کہ جب کسی کو اللہ بچے جیسی نعمت سے نوازے تو نہلانے دھلانے کے بعد بچے کے دائیں کان میں آذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھ لینی چاہیے تاکہ بچے کو اطمینان ہو جائے کہ میں ایک مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہوں۔ لیکن ہماری ہاں پہلے بچے یا دو چار لڑکیوں کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی پیدائش پر بڑی خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ بچے کے پیدا ہوتے ہی سب سے پہلے ہتھیاروں سے فائرنگ کی جاتی ہے اسی طرح نو مولود کے کان میں پہلے پڑنے والی آواز گولی کے فائر کی طرح ہوتی ہے۔ جس سے وہ سمجھ جاتا ہے کہ میں ایک پشتون کے گھر میں پیدا ہوا ہوں۔ یہ عمل آنے والے بچے کے لئے بیہادری اور دلیری کا پہلا سبق ہوتا ہے جو اسے دیا جاتا ہے۔ جہاں تک آذان اور اقامت والی بات ہے تو یہ زیادہ سے زیادہ سو میں سے دس بچوں کے کان میں دی جاتی ہے۔ پہلے تین دن بچے کو چنگیر کے اندر رکھتے ہیں اور بلاؤں سے محفوظ رہنے کے لئے تیغ یا لوہا ساتھ ضرور رکھتے ہیں۔ بلکہ تیغ کافی عرصے تک پنگوڑے میں بھی رکھتے ہیں۔ تیسرے دن گاؤں کی عورتیں بچے کو دیکھنے کے لئے آتی ہیں اور زچہ کی خیریت معلوم کی جاتی ہے۔ اسی دن گاؤں کی تجربہ کار خاتون بچے کا خنہ بھی کر لیتی ہیں۔ اس دن جو بھی عورت بچے کا منہ دیکھتی ہے اس پر لازم ہوتا ہے کہ بچے کو قمیص دے یا پانچ دس روپے بچے کے پورے مال دے اور کوئی عورت خالی ہاتھ بچے کا منہ دیکھ لے تو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس دن بچے کے تھوڑے بال کاٹ لئے جاتے ہیں اور بچے کے گھر والے انج کے دانے پانی میں لال کر تقسیم کرتے ہیں۔ اناج کی جگہ آجکل چاول بھی پکائے جاتے ہیں۔ اسی دن بچے کا نام بھی رکھ لیا جاتا ہے۔ پہلے زمانے میں تو لائسنی کی وجہ سے جو بھی نام زبان پر آجاتا رکھ لیتے لیکن آجکل اچھا نام رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تقریب میں آئی ہوئی خواتین جب واپس اپنے اپنے گھروں کو جاتی ہیں تو بچے کے گھر والے انہیں خالی ہاتھ جانے نہیں دیتے۔ حسب توفیق انہیں کچھ رقم دی جاتی ہے کم از کم پچھتر روپے اس نے بچے کو دئے ہوتے ہیں اس کے دگنا تو ضرور دئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دائیوں کا توجہ سمجھا جاتا ہے۔ دائیوں میں سے کسی کو بھری، کسی کو جوڑا اور کسی کو چادر دی جاتی ہے اگر نہیں دی جاتی تو ان کی ناراضگی یقینی ہوتی ہے۔

عقیدہ جو اسلام کا حکم ہے کہ بچے کا حقیقہ دو بحرے اور مچھی کے لئے ایک بچرا جو کہ باعث ثواب ہے۔ لیکن ہمارے ہاں بہت کم لوگ اس سے واقف ہیں اور جو واقف ہیں وہ بھی اس کار خیر میں سستی کرتے ہیں۔ بہت کم لوگ جو کرتے ہیں ان میں بھی عقیدہ کی نیت بہت کم ہوتی ہے اور زیادہ تر پوست حاصل کرنے کے لئے تیسرے روز ایک بحری ذبح کر لیتے ہیں۔ زچہ کو پوست پہنانا ایک لازمی عمل تصور کرتے ہیں۔ مذبحہ جانور کا گوشت خیرات کر دیتے ہیں اور پوست میں پہلے ایک گھنٹہ کے لئے نو مولود کو رکھتے ہیں۔ اور بعد میں زچہ کو پہنا دیا جاتا ہے جو آٹھ دس گھنٹے پہنے رکھتی ہے۔

جب کسی کی موت واقع ہو جائے

زندگی اور موت تو لازم و ملزوم ہیں۔ جب زندگی ہے تو موت کا آنا گزیر ہے۔ ہمارے ہاں جب کسی کی موت واقع ہو جائے تو سب سے پہلے قریب کے پڑوسیوں کو اس کی خبر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد پڑوسی گاؤں کے دوسرے لوگوں کو یہ اطلاع کرتے ہیں۔ جب پورے گاؤں

کو پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں آدمی انتقال کر گیا ہے تو گاؤں والے مرد آتے ہیں مرنے والے کے ورثاء سے معلوم کرتے ہیں کہ کس کس کو اطلاع کرنی ہے وہ انہیں بتاتے ہیں کہ ہمارے فلاں عزیز اور فلاں رشتہ دار جو فلاں جگہ پر ہے کو اطلاع دینی ہے۔ اب گاؤں والے اس کے لئے آدمی بھیجتے ہیں انہیں اطلاع کر دیتے ہیں۔ اسلام تو کہتا ہے کہ جب کوئی مر جائے تو فوراً اس کے کفن و دفن کا انتظام کر لیا جائے۔ لیکن ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں مردے کو عجلت میں اس لئے نہیں دفناتے کہ پھر دور دراز کے رشتہ دار اس کا چہرہ دیکھنے سے رہ جائیں گے۔ اس ناراضگی سے بچنے کے لئے جب تک دور دراز کے رشتہ داروں کے آنے کی امید ہوتی ہے تب تک انتظار کرتے رہتے ہیں۔ خواہ اس انتظار میں میت ایک رات پڑی رہے یا اس سے زیادہ۔ جب رشتہ داروں کے آنے کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو گاؤں والوں پر لازم ہوتا ہے کہ ارد گرد کے قریبی دو چار گاؤں کو خبر کر دی جائے کہ فلاں آدمی کا انتقال ہوا ہے اور آج اس کو دفناتے ہیں۔ اس طرح اطراف کے گاؤں سے لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں اور وفات شدہ شخص کے گاؤں والے قبر کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔ آس پاس کے گاؤں والے پہلے مردے کے گھر آتے ہیں۔ مردے کے ورثاء کے لئے فاتحہ پڑھتے ہیں، اس کے بعد قبر پر چلے جاتے ہیں۔ مرنے والا اگر مرد ہے تو اس کو مرد نہلاتے اور کفن و دفن کا انتظام کرتے ہیں اور اگر عورت ہے تو اسے عورتیں نہلاتی اور کفنیاتی ہیں۔ اس دن رشتہ داروں کے علاوہ اپنے گاؤں اور اطراف کے گاؤں کی عورتیں تو روتی ہی ہیں اس کے علاوہ باہر سے آئی ہوئی عورتیں بھی جھوٹ موٹ کے آنسو بہاتی رہتی ہیں اور غم و اندوہ کے اشعار کہتی ہیں۔ اصولاً تو انہیں چاہیے کہ رونے کی بجائے سو گواروں کا حوصلہ بڑھائیں، انہیں صبر دلانیں اور مرنے والوں کیلئے دعائے مغفرت کریں، لیکن یہ تو الٹا سو گواروں کا رہا سہا صبر بھی غارت کر دیتی ہیں۔ ہر طرف ہچکیاں، سسکیاں اور آنسوؤں کا منظر ہوتا ہے۔ جس سے پورا سماں غمگین اور بوجھل ہو جاتا ہے۔ پھر یہ منظر اس وقت بہت ہی دل خراش صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جب جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو اس وقت مردے کی دھانیاں جنازے کو اٹھانے نہیں دیتیں۔ مرد حضرات جو خود غم سے نڈھال ہوتے ہیں ان عورتوں کا حوصلہ بندھاتے ہیں۔ اس طرح آہوں، ہچکیوں اور آنسوؤں کے سمندر میں جنازہ اٹھا لیتے ہیں اور قبر کی طرف لے جاتے ہیں۔ دوسری طرف مرد حضرات میں سے جنازے کے ثواب کی نیت سے بہت کم لوگ آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ اپنے اوپر سے الزام اتارنے کی نیت سے آتے ہیں کہ کل کو کوئی یہ نہ کہے کہ آپ ہمارے مردے کے جنازے میں نہیں آئے تھے۔ کچھ لوگوں کی نیت یہ بھی ہوتی ہے کہ اس بہانے لوگوں سے ملاقات ہو جائے گی، کوئی نیا تازہ حال احوال معلوم ہو جائے گا، کچھ کی نیت یہ ہوتی ہے کہ قبر کی تیاری میں مدد دیں گے اور ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس دن جرگہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کیونکہ جرگہ کے لئے اتنے سارے لوگ پھر اکٹھے نہیں ملتے۔ ایسے بھی ہوتے ہیں جو حلقہ بنا کر خوش گپیوں میں مصروف ہوتے ہیں اور علاقائی حالات پر تبصرے کرتے ہیں ارد گرد کے حالات سے بے بہرہ ہو کر ہنستے مسکراتے ہیں۔ جن کے دیکھنے سے گمان ہوتا ہے کہ جیسے جنازے میں نہیں بلکہ شادی کی تقریب میں آئے ہوئے ہیں۔ بہت کم لوگ یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چند حقوق ہیں یعنی جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرے، جب مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرے اور اس کے لئے دعائے خیر کرے۔ جنازے میں آئے ہوئے لوگوں کو چاہیے کہ اگر وہ بالکل ہی غمگین نہیں تو بھی ضروری ہے کہ غزدوں جیسی صورت بنائے یا کم از کم ہنسنے مسکرانے سے تو پرہیز کریں۔ اس گاؤں کے تمام گھروں سے روٹی قبر پر لائی جاتی ہے۔ گاؤں والے اور باہر سے آنے والے مل کر کھانا کھا لیتے ہیں۔ (یہ رسم صرف چند علاقوں میں رائج ہے پورے وزیرستان میں نہیں)

ہمارے لوگ قبر کو کندھوں کے برابر کھودتے ہیں۔ پھر اس میں چاروں طرف سے تقریباً ایک گز اونچی دیوار کھڑی کرتے ہیں۔ قبر کے اندر نرم مٹی یا ریت چھاتے ہیں۔ ایک گز اونچائی والی پتھر کی بنی اس دیوار پر لمبے لمبے پتھر رکھتے ہیں۔ میت کو قبر کے اندر اتارنے کے لئے سر کی طرف سے قبر کو کھلا چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کے بعد مردے کی میت لوگوں کے سامنے رکھ کر تمام لوگ ایک امام کے اقتداء میں نماز جنازہ پڑھ لیتے ہیں۔ اس کے بعد تمام لوگ ایک بڑا حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ مردے کے ورثاء میں سے ایک آدمی اعلان کرتا ہے کہ مرنے والے کے

ذمہ اگر کسی کا کوئی قرضہ ہو یا کوئی حق اس کی طرف باقی ہو۔ تو وہ شخص بتا دے تاکہ ہم اس کا حق اس کو دے دیں۔ اس کے بعد تمام لوگ مردے کی بخشش کے لئے دعا کرتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر سوگواروں کے لئے دعا مانگی جاتی ہے اور آخر میں جنازے میں شریک لوگوں کے لئے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ تمام لوگ مردے کو اپنا اپنا حق بخشتے ہیں۔ اس کے بعد مردے کے ورثاء آئے ہوئے لوگوں میں خیرات (اسقات) نقد روپوں کی صورت میں تقسیم کرتے ہیں۔ کم سے کم دو اور زیادہ سے زیادہ دس روپے فی کس دئے جاتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ اگر اس مردے نے کسی کا حق ناجائز طریقے سے کھایا ہو تو اس کے ذریعے کا اس ازالہ کیا جاسکے۔ آخر میں خیرات کی قبولیت کے لئے اجتماعی دعا مانگی جاتی ہے۔ دعا کے بعد اطراف کے گاؤں سے آئے ہوئے لوگ رخصت ہو جاتے ہیں۔ اور قریب قریب کے لوگ میت اٹھا کر قبر میں رکھ لیتے ہیں۔ قبر کا کھلا حصہ بند کر کر دیا جاتا ہے اور اس پر مٹی ڈال دی جاتی ہے۔ لیکن تیسرے دن کے لئے قبر میں تھوڑا کام چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس کام سے فارغ ہو کر تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔

شام کا کھانا کھلانے کے لئے ہمارے ہاں ایک رواج ہے کہ جس کے ہاں کسی کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس کو شام کا کھانا ضرور دیا جاتا ہے۔ یہ کام پڑوسیوں میں پہلے سے متعین شدہ ہوتا ہے کہ اگر آپ کے ہاں موت ہو تو میں کھانے کا بندہ دست کروں گا اور جب میرے ہاں ایسا واقعہ پیش آئے تو جس آدمی کو میں نے کھانا دیا ہو وہ آدھی لازماً مجھے کھانا دے گا اور یہ رواج بہت پرانے زمانے سے چلا آ رہا ہے اور جن جن لوگوں نے آپس میں طے کیا ہو وہ ہوتا ہے۔ وہی ہمیشہ طے شدہ طریقے کے مطابق یہ فرائض انجام دیتے ہیں۔ کھانے میں ایک جانور ذبح کر دیا جاتا ہے اور کھانا تیار کر دیا جاتا ہے۔ پھر سوگوار خاندان کے بچے بوڑھے، جوان، عورتیں، لڑکیاں تمام افراد کو کھانے پر بلایا جاتا ہے۔ مردوں کو ایک جگہ اور عورتوں کو دوسری جگہ بٹھا کر پورے کا پورا گوشت ان کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے۔ گوشت کھالینے کے بعد کھانا دے دیا جاتا ہے۔ سوگوار خاندان میں سے اگر کوئی اس گھر میں آنے سے قاصر ہے جہاں پر ان کے کھانے کا انتظام ہو چکا ہے تو اس کے لئے اس کے گھر کھانا اور گوشت بھجوا دیا جاتا ہے۔ اس کھانے کو مقامی زبان میں شال کہتے ہیں۔ یہ ایک اچھی رسم ہے۔ لیکن خرائی اس میں صرف اتنی ہے کہ ادلے کا بدلہ دیا جاتا ہے۔ جس کو آج آپ نے کھانا دیا کل وہ آپ کو کھانا ضرور دے گا۔ اگر وہ خود نہیں دیتا تو اس سے مانگا جاتا ہے اس وجہ سے ثواب نہیں ملتا۔ دوسرا دن خاموشی سے گزرتا ہے جبکہ تیسرے دن پھر عورتیں اس گھر میں جمع ہو جاتی ہیں۔ گاؤں کی تمام عورتیں اپنے ساتھ چائے لاتی ہیں جو سوگواروں اور اطراف کے گاؤں سے آئی ہوئی عورتوں کو پلائی جاتی ہے۔ گاؤں کے تمام مرد قبر پر جاتے ہیں اور نامکمل قبر کو مکمل کر لیا جاتا ہے۔ اس دن مردے کے ورثاء کی طرف سے بطور خیرات آجکل مٹھائی اور چائے قبر پر دی جاتی ہے۔ کام سے فارغ ہونے کے بعد یہ تمام لوگ دائرے کی شکل میں بیٹھ جاتے ہیں۔ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں اور آخر میں ایک دفعہ پھر ان میں نقد خیرات تقسیم کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد تین بار اجتماعی دعا مانگی جاتی ہے اور پھر لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ دوسرے دن سے آئے ہوئے رشتہ دار جو وہاں پر رہ جاتے ہیں ان کو گاؤں والے ایک ایک دودھ کر کے دوپہر کے کھانے کے لئے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ شام کا کھانا سوگوار خاندان کو پھر شال کی صورت میں دے دیا جاتا ہے۔ لیکن اس میں یہ ہوتا ہے کہ جس شخص نے پہلے دن دیا ہوتا ہے وہ دوبارہ نہیں دیتا۔ بلکہ کوئی دوسرا شخص دے دیتا ہے یہ بھی ادلے بدلے کا کھانا ہوتا ہے۔ تیسرے دن کے بعد پھر گاؤں کے اندر جتنے گھر ہوں تمام باری باری سوگوار خاندان کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ کافی دنوں تک جاری رہتا ہے لیکن اس میں یہ اچھائی ہے کہ یہ ادلے کا بدلہ نہیں ہوتا۔

لشکر

کسی بھی تعداد میں جب مرد حضرات کسی مشترکہ دشمن کے خلاف لڑنے یا مشترکہ مقصد کے حصول کے لئے اکٹھے ہو جائیں تو لشکر کہلاتا ہے۔ جرگہ کے طرز پر اس کا بھی چھوٹا بڑا غیر منطقی بات ہے۔ اس کا اطلاق ایک درجن افراد جو قریب کے کسی گاؤں سے بھیریا بکری

چورائے کے لئے جائیں پر بھی ہوتا ہے اور ان ہزاروں افراد پر بھی جو ۳۸-۱۹۴۷ء میں جہاد کشمیر میں کود پڑے تھے۔ لشکر منظم منصوبہ بندی کی صلاحیت رکھتا ہے جس کو عام طور پر تین گروپوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا اور بہترین مسلح گروہ اپنے ”نشانہ“ پر حملہ آور ہوتا ہے اور دوسرے گروہ کی طرف لوٹ آتا ہے جو کچھ فاصلے پر انتظار کر رہا ہوتا ہے۔ دوسرے گروہ کو مال غنیمت سپرد کر کے پہاڑوں میں منتشر ہو جاتا ہے۔ تیسرا گروہ جس کو گاؤں سے کچھ فاصلے پر چھوڑا جاتا ہے۔ دوسرے گروہ سے آگے اور پیچھے حرکت میں رہتا ہے۔ یہ لوگ مال غنیمت اور قیدی گاؤں تک لے آتے ہیں۔ پھر سب گروہ ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اور دوبارہ حملہ آور ہونے کے لئے اپنے آپکو مسلح کر دیتے ہیں۔ از سر نو ترتیب دیا ہوا لشکر اب بلا خوف تعاقب کرنے والوں پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ جس سے تباہ کن نتائج نکلتے ہیں (16)۔

حجرہ

یہ پٹھانوں کا کلب بھی ہے اور دارالشارب بھی، تفریح گاہ اور اٹھنے بیٹھنے کی جگہ اور مہمان خانہ و شادی ہال بھی۔ محلے یا خیل کے مرد حضرات اپنا زیادہ وقت یہیں گزارتے ہیں۔ حجرہ نوجوان نسل میں اجتماعی سوچ پیدا کرنے کا وسیلہ ہے۔ یہ پشتون کردار کے لئے ایک زیادہ نرم اور ملنسار پہلو کی نمائندگی کرتا ہے۔ روایتی طور پر حجرہ غیر شادی شدہ نوجوانوں کے سونے کی جگہ، مہمانوں کا قیام گاہ اور گاؤں کی سرگرمیوں کا مرکز ہوتا ہے۔ یہاں ہر قسم کے عوامی معاملات اور گپ شپ کا تبادلہ ہوتا ہے (17)۔ ایک دور افتادہ گاؤں کے حجرے میں بیٹری سے چلنے والا ریڈیو اور بعض علاقوں میں بجلی کی سہولت بہم پہنچانے کے باعث ٹیلی وژن معلومات کے ذریعے سمجھے جاتے ہیں۔ یہاں علاقائی، قومی اور بین الاقوامی معاملات کے متعلق گرما گرم بحث ہوتی ہے۔ انگریز کے خلاف جدوجہد میں حجرہ کے کردار کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی۔ اس لئے جرائم سرحد قواعد میں ایسے جرموں کو مسمار کرنے کا حکم درج ہے جو انگریز کے خیال میں حکومت کے خلاف نفرت پھیلانے کے مراکز تھے۔

ملا

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ قبائلی روایات و ثقافت میں مذہبی رنگ گہرا ہوتا ہے۔ ایک عام قبائل اپنے مذہب و عقیدے کے ساتھ اندھا اعتقاد رکھتا ہے۔ اس کی وجہ خاندانی اور گھریلو ماحول ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عام قبائلی مذہب کی روح سے نا آشنا ہیں۔ مذہبی شعائر سے اعتقاد اور روح مذہب سے عدم واقفیت کی وجہ سے مسجد کا امام یا مولوی عام قبائل کی سوچ اور طرز عمل پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ ملا قبائلی علاقوں میں (Opinion Leader) کی حیثیت سے اہم مقام و منصب رکھتا ہے۔ تمام سماجی امور میں ملا کو قبائلی معاشرے میں خاص درجہ حاصل ہے۔ ایک انتہائی قابل آدمی ملک اور ملا کے وظائف کو یکجا کر کے مذہبی اور عوامی معاملات میں قبیلے کے سربراہ کی حیثیت سے اپنے آپ کو منوا سکتا ہے۔ مسجد کا سب سے بڑا شخص اور نماز کی اجتماع کی قیادت کرنے والا ملا کہلاتا ہے۔ ایک عام آدمی جو ایک مخصوص مکتب فکر کے لئے وقف ہوتا ہے شیخ کہلاتا ہے۔ رسمی طور پر اپنے آپ کو مذہب کے مطالعے کے لئے وقف کرنے والا طالب علم کہلاتا ہے۔ پیر، پریزگار اور میاں ہوتے ہیں جو قدیم زمانے کے عالم و فاضل لوگوں کی اولاد سمجھے جاتے ہیں۔ چند ایک فقیر اور درویش ہوتے ہیں۔ مذہبی توہمات کے غلبہ کے باوجود ملک کی طرح ان تمام لوگوں کی حیثیت و مقام بھی بہت حد تک قبیلے کے اہم لوگوں کی ان کے متعلق رائے پر منحصر ہوتا ہے۔ انہیں معاشرے میں اونچے مقام کے حصول کے لئے نیک زندگی کے ذریعے مذہبی لگن کے ثبوت فراہم کرنا ہوتا ہے (18)۔ ملانے قبیلوں اور انگریز کے تعلقات کے ضمن میں ایک نمایاں اور بلاشبہ تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ ملا پاونده، حاجی آف ترنگزئی، ملا مستانہ اور فقیر ایپسی جیسی شخصیات نے انگریزوں کے خلاف آزادی کی جنگ میں جہاد کا جذبہ اور فکر سمو کر اسے ناقابل شکست بنایا اور برطانوی راج کو قبائلی علاقوں میں بے پناہ عزیمت اٹھانا پڑی۔

ملک

بعض افراد کو گروہ کے سربراہ اور ترجمانی کے طور پر قبول کر لیا جاتا ہے جو قابلیت اور تجربے کی بنیاد پر اپنے قبیلوں کی سرگرمیوں کو بہت محدود حد تک منظم رکھتے ہیں ایسے افراد کو ملک کہا جاتا ہے۔ ملک کے عربی معنی بادشاہ کے ہیں جو غلط فہمی پیدا کرتا ہے۔ ملک یہاں زیادہ سے زیادہ مساوی لوگوں میں پہلا آدمی ہے۔ تاہم دولت خاندانی اثر و رسوخ اور حکومت کی شہس کی شخصیت پر قرار رکھنے کیلئے غیر اہم نہیں ہوتے۔ لیکن اس کا ذاتی کردار ہی اس کے اثر کی حد کا تعین کرتا ہے۔ اس کے باوجود بھی وہ قبیلے کی ملکیتوں اور جڑگوں میں کسی دوسرے آدمی سے زیادہ حصہ دار نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ قبیلے کے تمام مردوں کی رضامندی کے بغیر قبیلے کو کسی کام پر مجبور کر سکتا ہے (19)۔ انگریزوں نے یہاں کے بااثر افراد کو ملک بنا کر ان سے کافی کام لیا۔ جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

نکات

پشتوں میں اس لفظ کے معنی دادا کے ہیں۔ یعنی دادا کی میراث یا وراثت میں اولاد کا حصہ یہ آہستہ آہستہ تبدیل ہونے والا قانون ہے۔ جس کے تحت پورے قبیلے کے نفع اور نقصان میں ہر شاخ و خیل اور گھرانے کا حصہ متعین کیا جاتا ہے۔ اس طریقے سے منافع تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور تاوان (نقصان) وغیرہ کا بوجھ بھی مقرر کیا جاتا ہے۔ حکومت سے ملنے والی رقوم اور مراعات بھی نکات کے ذریعے تقسیم کی جاتی ہیں۔ قبائلی معاشرے اور بالخصوص محسود قبیلہ کی تنظیم بڑی گہری اور مفصل ہے۔ اس تنظیم کی بنیاد میراث ہے۔ نکات پہلے کی طرح اب بھی ایک طرح کا قبائلی شجرہ نسب ہے جس کے ہر تنے ہر شاخ اور ہر پتہ سے قبیلے کا بچہ واقف ہے۔ یہ نظام اتنا مضبوط ہے کہ اس سے مفر ممکن نہیں ہے۔ انگریز دور میں اگر کسی فرد کو اس کے نکات کی پروا کئے بغیر ترقی دی جاتی تو غم و غصہ پھیل جاتا اور پھر خون خرابے کی نوبت آتی۔ انگریز افسران کو شروع سے ہی دشواری کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں شکست کا اعتراف کرنا پڑا۔ انہوں نے اس بات کی کوشش کی کہ منافع پورے قبیلے میں مناسب طریقے سے تقسیم کیا جائے۔ اسے کم و بیش قبائلی تصور پر مجبور کیا جاتا تھا۔ بیشتر حالات میں کارکردگی کا صلہ نہیں ملتا تھا اور عدم مساوات کا بول بالا رہا جس سے مشکل نتائج کا سامنا کرنا پڑتا تھا (20)۔ آجکل آبادی میں اضافہ کے ساتھ ضروریات زندگی میں اضافہ کے باعث بعض اوقات نکات کے مسلمہ اصولوں سے روح گردانی قبیلوں میں ایک دوسرے کے خلاف غم و غصہ اور جھگڑے اور فساد کا سبب بنتی ہے۔ جس سے نوبت خون خرابے تک بھی پہنچتی ہے۔

عورت کا کردار

قبائلی معاشرے میں عورتیں عام طور سماجی اور عوامی معاملات میں کوئی حصہ نہیں لیتیں۔ تاہم رسم و رواج کی حدود کے اندر ذہین اور تند خو ہوتے ہوئے بھی اپنے مردوں کے بیشتر گھریلو معاملات پر دسترس رکھتی ہیں۔ شادی بیاہ اور خاندانی تعلقات کے فیصلے کرنے میں ان کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ بعض دوسرے خاندان کی عورتوں کے ساتھ بات چیت کے ذریعے اور بعض اوقات چھپی پیغام رساں عورتوں کے ذریعے ایسا کرتی ہیں۔ بہت سے ملکوں کے وقار میں اضافہ ان کی بیویوں کے باورچی خانہ چلانے کی اہلیت پر منحصر ہوتا ہے۔ عورتیں پشتونولی کے ساتھ اتنی ہی والمانہ عقیدت رکھتی ہیں جتنے ان کے مرد حضرات۔ اکثر اپنے ست اور غیر رضامند مردوں کو ”بدل“ کے تقاضوں پر مجبور کرنے کے لئے اہم عوامل کے طور پر کام کرتی ہیں۔ ان میں چند بدوق، پستول یا خنجر چلانا جانتی ہیں۔ ہر طبقے کی عورتیں جنگ میں صفوں کے پیچھے مدد کرتی نظر آتی ہیں۔ یہاں بیشتر عورتیں کام کرتی ہیں۔ کھانا پکانا اور سب گھر والوں کو کھانا، چشمے سے پانی لانا، گھر کی صفائی کرنا، جنگل سے لکڑی لانا، مویشیوں کی دیکھ بھال کرنا اور ان سے دودھ دوہنا، کھیتی باڑی کرنا، فصل اور گھاس کاٹنا اور کپڑے دھونا جیسی ذمہ داریاں ان کے فرائض میں شامل ہیں۔ عورتیں

یہاں روایتی پردہ نہیں کرتیں لیکن کسی اجنبی مرد کے آجانے پر ایک طرف کو ہو جاتی ہیں۔ طلاق لینے کا عورت کو کوئی حق حاصل نہیں ہے اور نہ شادی میں عورت کی مرضی کا کوئی عمل دخل ہوتا ہے۔ گھریلو اشیاء کی خریداری میں ان کا کردار کم ہی ہوتا ہے۔ غلط کام پر سزا دی جاتی ہے۔ عورتوں کے کام کاج اور بالخصوص پانی لانے کیلئے الگ راستے متعین ہوتے ہیں۔ ”زنان لاردا“ عورت کا راستہ ہے۔ جس پر مرد کا آنا جانا بڑا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ قبائلی علاقوں میں آج بھی یہ غیر منصفانہ رسم جاری ہے کہ عورتیں مرد کی جاگیر کی حیثیت سے مکمل طور پر اس کے رحم و کرم پر ہوتی ہیں۔ معمولی لغزش کی صورت میں بھیانک سزا دی جاتی ہے (21)۔ گھر کے اندر مرد حضرات کی موجودگی میں عورت کا ننگے سر ہونا یا چارپائی پر بیٹھنا بڑا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ یہاں تفریح کے مواقع کا کوئی تصور نہیں ہے۔ تاہم عصر کے وقت چشموں پر جانا، جنگلات سے مشترکہ لکڑی لانا، پن چکی اور مقبروں پر جانا شادی بیاہ کی تقریبات عورتوں کے تفریحی مواقع ہوتے ہیں۔ ضروریات زندگی مثلاً خوراک، صفائی، آرام اور آسائش کے سلسلے میں آج بھی یہاں عورت کو دوسرے درجے کا انسان تصور کیا جاتا ہے۔ خاص بات یہ کہ یہاں کم عمری میں شادی کے رواج اور مروجہ خاندانی منصوبہ بندی کے طریقہ کار سے عدم واقفیت کے باعث شادی کے بعد عورتیں مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اس بارے میں حفظانِ صحت کے اصولوں کو سمجھنے اور اپنانے کی شدید ضرورت ہے چونکہ اگر ماں کی صحت اچھی ہے تو بچے بھی صحت مند ہوں گے جو خاندان اور معاشرے کے لئے بہتر کردار ادا کر سکنے کے قابل ہوں گے۔

پکوان

قدیم زمانے کے انسان کو پیٹ بھرنے کے لئے اگر کچھ مل جاتا تو کافی سمجھا جاتا کیونکہ کپڑے کا وہ محتاج نہیں تھا اس لئے کہ درختوں کے پتوں سے اپنا جسم ڈھانپ لیا کرتا تھا۔ اسی طرح مکان کی بھی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ مکان کی بجائے وہ کسی غار میں گھس کر رات گزار لیتا تھا۔ لیکن فی زمانہ ہر انسان اس کوشش میں سرگرداں ہے کہ کھانے کو اچھی روٹی ملے، پینے کو اچھا کپڑا ملے اور رہنے کے لئے بہتر سے بہتر مکان میسر ہو۔ کیونکہ زندگی کی بنیادی ضروریات میں سے یہ چیزیں سرفہرست ہیں۔ دوسرے لوگوں کی طرح وزیرستان کے لوگ بھی ان چیزوں کے حصول کی تگ دو میں مصروف ہیں۔ پکوان کی تفصیل۔

روٹی

وزیرستانی لوگ کئی قسم کی روٹیاں کھاتے اور پکاتے ہیں۔ مثلاً ویشلیے، نغان، کوک، چپاتی، پراٹھ، ڈوڈے اور سامیٹ وغیرہ۔

۱۔ ویشلیے

یہ روٹی گندم کے آٹے سے پکائی جاتی ہے۔ گندم کے آٹے کو گوندھ کر بہت پتلا اور نرم کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد توے پر ڈال کر اس پر پھیلا دیا جاتا ہے۔ جس سے چپاتی سائز کی روٹی تیار ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد پھر اسی روٹی کے اوپر مزید گوندھا ہوا نرم آٹا ڈال دیا جاتا ہے اور اس پر پھیلا کر دوسری تہہ بنا کر الٹا کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ نغان

یہ بھی روٹی کی ایک قسم ہے اس کے لئے جب گندم کا آٹا گوندھتے ہیں تو ویشلیے کی طرح پورا نرم نہیں بناتے بلکہ اسے تھوڑا سخت رہنے دیتے ہیں۔ پھر اس کو چند گھنٹوں تک خمیر لینے کی خاطر رکھ دیتے ہیں اس کے بعد تقریباً کلو بھر گندھے ہوئے خمیر شدہ آٹے کو خشکے میں بنا کر توے پر پھیلا دیتے ہیں۔ پھیلانے کے بعد بھی نغان کی موٹائی کم از کم ایک انچ ہوتی ہے۔

۳۔ کوک

کوک تقریباً چھ قسم کا پکایا جاتا ہے۔

(۱) خالص گندم کا آٹا گوندھ کر ویٹھلے اور نغان سے اس کا آٹا سخت رہنے دیا جاتا ہے۔ آٹا گوندھنے کے بعد اسکے خشک آٹے میں گولہ بنا دیا جاتا ہے اسکے بعد توے پر ڈال کر پھیلا دیا جاتا ہے۔ نجلی طرف توے پر ہوتا ہے اور اوپر والی طرف کو ایک لکڑی کی مدد سے سورنخ دار کر دیا جاتا ہے تاکہ پھولنے نہ پائے۔ ایک طرف پکنے کے بعد دوسرے رخ کو توے پر بدل لیتے ہیں۔ دونوں اطراف پکنے کے بعد توے یا تیغہ پر دوبارہ نہیں رکھتے۔ لیکن اس وقت تک آگ کے سامنے باری باری بدلتے رہتے ہیں جب تک کہ کوک مکمل طور پر پک نہ جائے۔ مکمل پکنے پر کوک ایسا سخت بن جاتا ہے کہ توڑنے میں بھی تھوڑی بہت دقت محسوس ہوتی ہے۔ یہ روٹی پورا مہینہ کارآمد رہتی ہے اور خراب نہیں ہوتی۔

۴۔ گاروٹائی

گاروٹائی کوک مندرجہ بالا ترتیب کے مطابق تیار کرنے کے بعد آگ زمین کے اوپر جلائی جاتی ہے۔ خوب انگار تیار ہونے کے بعد اس زمین سے انگارے اور راکھ صاف کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس گرم زمین پر کوک پھیلاتے ہیں۔ پھیلانے کے بعد اس کے اوپر انگارے رکھ لیتے ہیں انگاروں کے بعد اس کے اوپر گرم راکھ بھی ڈال دیتے ہیں۔ اس طرح نیچے گرم زمین کی تپش اور اوپر سے انگار کی گرمی سے خوب پکنے کے بعد نکال لیا جاتا ہے اس طرح گاروٹائی تیار ہو جاتا ہے جو کھانے میں بہت لذیر ہوتا ہے۔

۵۔ ساربانی کوک

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کوک ساربان لوگ اس وقت پکاتے ہیں۔ جب آبادی سے دور کہیں رات گزاری پڑ جائے۔ اس کے لئے بھی مندرجہ بالا طریقے کے مطابق آٹا گوندھ کر تیار کر دیا جاتا ہے۔ پھر گرم کرنے کے بعد آگ سے نکال کر اور راکھ وغیرہ سے صاف کر کے تیار کئے ہوئے آٹے کے اندر رکھ لیتے ہیں اور اطراف سے اس کو گندھے ہوئے آٹے میں چھپا لیا جاتا ہے۔ جب گول بن کر تیار ہو جائے تو اس کو آگ کے سامنے لایا جاتا ہے۔ پکنے کے بعد اس کو توڑ دیا جاتا ہے اس میں سے پتھر کو نکال لیا جاتا ہے۔ اس طرح سے ساربانی کوک تیار ہو جاتا ہے۔

۶۔ گڈواڈلانی

اس کے لئے مکئی اور گندم کے آٹے کو برابر مقدار میں ملا کر گوندھ لیا جاتا ہے اور مندرجہ بالا طریقے سے پکاتے ہیں۔

۷۔ مصری کوک

گندم کے آٹے کو گھی میں ملا کر چینی کے شربت میں گوندھتے ہیں اور مرغی کے انڈے بھی اس میں ملا لئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد توے پر پکاتے ہیں اس طرح مصری کوک تیار ہو جاتا ہے اور خالص کیک معلوم ہوتا ہے۔

۸۔ ڈوڈوئے

مکئی کے آٹے کو گوند کو ویٹھلے کی طرح نرم بنا دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد توے کے اوپر ڈال کر پھیلا دیا جاتا ہے۔ اس کی ایک تہہ ہوتی ہے لیکن ویٹھلے کی دونوں تہہ ملا کر بھی کم پتلے ہوتے ہیں جبکہ ڈوڈوئے موٹائی میں زیادہ ہوتی ہے پکنے کے بعد ڈوڈوئے کو آگ کے سامنے کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ ڈوڈوئے کو اکثر لسی کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔

۹۔ شامیہ

یہ روٹی پرانے زمانے کے لوگ پکاتے تھے۔ اس کے لئے چاول بیاجرے کا آٹا گوندھ کر ڈوڈوئے کی طرح پکاتے تھے۔

۱۰۔ روٹا

یہ روٹی بھی پرانے زمانے میں پکائی جاتی تھی آج کل مٹروک ہو چکی ہے۔ یہ پننے کے آٹے کو گوندھ کر ڈوڈوئے کی ترتیب کے مطابق پکائی جاتی تھی۔

۱۱۔ ورغوستی

ماضی میں مکئی کے آٹے کو پانی میں لبال کر خوب پکایا جاتا تھا۔ پھر اس کو چمچے کی مدد سے پریس کر کے گھی کے لئے جگہ بنالی جاتی تھی۔ اس طرح پھر نوالے بنا کر گھی میں ڈبو کر مزے مزے سے کھا لیتے تھے۔ ان کے علاوہ پراٹھ اور چپاتی تو ہر علاقے کی عام روٹیوں میں شامل ہیں اس لئے ان کی ترتیب اور تفصیل درج نہیں کی جا رہی۔

چاول

چاول میں پلاؤ سفید اور پلاؤ زردہ عام ہیں۔ سادہ چاول نمک میں ملا کر پانی میں پکایا جاتا ہے۔ جسے تھال میں ڈال کر چمچے سے پریس کیا جاتا ہے اس کے بعد تھال کے درمیان میں گھی کے لئے جگہ بنائی جاتی ہے اس طرح چاول سے نوالے بنا کر اور گھی میں ڈبو کر کھایا جاتا ہے۔

گھنگنی

خاص خاص موقعوں (جیسے شادی، ولادت وغیرہ) پر گندم مکئی اور پننے کی گھنگنی پکانے کا رواج عام ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا دانوں میں سے کسی ایک کو نمک ملا کر پانی میں لبال لیتے ہیں۔ خوب گلنے کے بعد گھنگنی کھانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

کھیل (نانے)

وزیرستان میں کھیل پکانے کا بھی رواج ہے۔ شادی کے موقع پر جس دن دلہن کو لا کر بٹھاتے ہیں تو اس کے سر پر کھیل بکھیرنے کا رواج ہے۔ مکئی اور گندم کے دانوں سے اکثر کھیل بناتے ہیں۔ زیادہ لذیذ بنانے کے لئے گرم گرم دانوں میں غڑ کا بروہ بھی مکس کر لیا جاتا ہے۔ جس سے ذائقہ دوچند ہو جاتا ہے۔

خیرات و صدقات

دعوت ولیمہ ہو یا عقیقہ، شال کسی دینا کو دنیا ہو یا کسی کی مہمان نوازی کرنی ہو تو ان تمام موقعوں پر ایک سے زیادہ جانور ذبح کر لئے جاتے ہیں۔ گوشت کو اندام در اندام کاٹ دیا جاتا ہے۔ تمام چربی گوشت سے تراش کر الگ برتن میں دیا جاتا ہے۔ خیرات کے لئے ایسے دنبے اور بھرے پالے جاتے ہیں۔ جن کی چربی میں سے تقریباً بیس سے پچیس کلو گھی نکلتا ہے۔

گوشت

گوشت کو دیگ کے اندر ڈال دیا جاتا ہے۔ پانی اور نمک ڈال کر پکانے کے لئے آگ پر رکھ لیتے ہیں۔ اس طریقے سے پکا ہوا گوشت قبائلی روایت کا نرالا نمونہ تصور کیا جاتا ہے جس سے قبائلی لطف اندوز ہوتے ہیں۔

چربی (کشمیری)

چربی کو چھوٹا چھوٹا کاٹ کر کڑاھی (لودنڈی) میں ڈال کر آگ کے اوپر رکھتے ہیں۔ ایک خشک اور صاف لکڑی یا چمچے کی مدد سے چربی کو الٹے پلٹے رہتے ہیں جس سے گھی نکل آتا ہے۔ گھی نکال کر دوسرے برتن میں رکھ دیا جاتا ہے۔ دوبارہ چربی کو گرم کر لیا جاتا ہے۔ پھر اس سے گھی

نکال لیتے ہیں اور پھر تیسری اور آخری بار گرم کر لینے سے تمام گھی اس میں سے نکل آتا ہے اور بقیہ چربی کارنگ زردنی مائل ہو جاتا ہے۔ جس کو مقامی زبان میں کشکری کہتے ہیں۔ کشکری سے نکلا ہوا گھی پھر آگ پر رکھ کر خوب پکاتے ہیں تاکہ کھانے کیلئے بالکل تیار ہو جاتے۔

لڑمین

دل، گردے اور پلکی کو بھی چھوٹا چھوٹا کاٹنے کے بعد ایک دینگے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ تھوڑا سا گھی اور نمک بھی ڈال کر آگ پر رکھ کر پکاتے ہیں۔ جب بالکل پک جاتا ہے تو کشکری اور لڑمین کو ایک برتن میں مکس کر دیا جاتا ہے۔ جب کھانے کیلئے مدعوئین آکر بیٹھ جاتے ہیں تو سب سے پہلے ان کے ہاتھ دھلوائے جاتے ہیں اس کے بعد ان کو (اگر زیادہ ہوں) سات سات کے گروپوں میں بٹھا دیا جاتا ہے۔ ان سات سات کے گروپوں کو پینڈا کہتے ہیں۔ بٹھانے کے بعد ایک چنگیز (شکور) میں ویٹلیے رکھتے ہیں۔ چنگیز کے درمیان میں ایک برتن میں کشکری ملا ہوا لڑمین رکھ کر تمام لوگوں کو کھلاتے ہیں۔ لڑمین کھانے کے بعد اگر خیرات میں پلاؤ ہو تو پلاؤ سے بھرے ہوئے ٹرے کے اوپر پانی میں پکا ہوا گوشت رکھ لیا جاتا ہے۔ اگر پلاؤ نہ ہو تو لڑمین کے بعد گوشت دیا جاتا ہے۔ لڑمین کھانے کے بعد مذکورہ ترتیب سے دوسرے برتنوں میں ان کے لئے گوشت رکھا جاتا ہے۔ گوشت کے پکانے کے اس طرز کو قبائلی گوشت کہتے ہیں۔ گوشت کھانے کے بعد دوسری چنگیزوں میں ان کے لئے ویٹلیے رکھتے ہیں اور چربی سے نکلا ہوا گھی ان ویٹلیے بھرے ہوئے چنگیزوں کے درمیان میں ایک ایک جام بھر کر رکھتے ہیں۔ اس طرح مدعوئین ویٹلیے کے نوالے توڑ کر گھی کے ساتھ کھاتے ہیں۔ آخر میں تین بار اجتماعی دعا مانگی جاتی ہے اور دعوت ختم ہو جاتی ہے۔

طرز تعمیر و تمدن

وزیرستان چونکہ ایک پس ماندہ اور غریب علاقہ ہے اس میں سے بڑے محلات اور یادگار عمارتیں نہیں ہیں۔ لیکن علاقائی ضروریات کے تحت ایک جداگانہ طرز تعمیر کے مالک ضرور ہیں۔ قدیم دور میں وزیرستان لوگ زیادہ تر تغیر پذیر زندگی بسر کرتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ تمام لوگ گلہ بانی کا کاروبار کرتے تھے۔ ذریعہ معاش گلہ بانی تھا جس میں اچھی چراگاہ مل جاتی، اس طرف نقل مکانی کر جاتے تھے۔ پورا سال اسی گردش میں گزر جاتا۔ اس کے لئے آسان نہ تھا کہ وہ کسی ایک جگہ پر مستقل رہائش اختیار کر لیتے۔ لہذا وہ گھاس پھوس کی جھونپڑیاں بنا کر گزارہ کر لیتے تھے۔ ان کی پوری زندگی تقریباً ایک ڈگر پر چل رہی تھی لیکن انگریز دور اقتدار میں ان کی یہ پرسکون زندگی مرتفع ہوئی۔ کیونکہ ایک طرف انگریز پورے برصغیر کو اپنے قبضہ قدرت میں رکھنے کا عہد کر چکا تھا اور دوسری طرف وزیرستان کے غیور عوام اپنی پاک سرزمین پر کسی کے ناپاک قدموں کو برداشت کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

چنانچہ انگریزوں اور قبائل کے درمیان خونریز معرکوں کا آغاز ہوا اور قبائل کے لئے جھونپڑیوں میں رہنا محال ہو گیا۔ انگریز جہازوں کی بمباری سے بچنے کے لئے محسودوں اور وزیروں نے پہاڑوں کے سینوں کو کاٹ کر ان کے اندر اپنے لئے کمین گاہیں تیار کرائیں۔ ان پہاڑی غاروں کے اندر رہ کر وہ جہازوں کی بمباری اور بھاری توپوں کی گولہ باری سے محفوظ رہنے لگے۔ اس دور کے غار ابھی تک موجود ہیں اور کچھ علاقوں میں آج تک لوگ انہی غاروں میں رہائش پذیر ہیں۔ ان غاروں میں رہنے کے کئی فائدے ہیں مثلاً جاڑے اور بارشوں کے دنوں میں ان کی چھت ٹپکنے کی فکر نہیں ہوتی۔ گرمیوں میں اندر سے ٹھنڈے ہوتے ہیں جبکہ سردیوں میں گرم ہوتے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد زیادہ تر لوگوں نے ان غاروں کے اندر رہنا چھوڑ دیا اور زمین کے اوپر مکان بنائے۔ ان مکانوں کو وزیرستان میں کوٹ کہتے ہیں۔ کوٹ کچھ اس انداز سے تعمیر ہوتے ہیں۔

کوٹ

کوٹ مختلف سائز کے بنائے جاتے ہیں۔ چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی لیکن اوسطاً چالیس گز کوٹ بنانے کا رواج ہے۔ دیواریں

مٹی سے بناتے ہیں۔ شروع کی بنیادیں تقریباً ایک فٹ تک پتھروں سے شروع کر لیتے ہیں اس کے بعد مٹی کا کچڑ اور پتھر ملا کر دیوار بنائی جاتی ہے۔ سب سے پہلے ۴۰ مربع گز کی چار دیواری مکمل کرتے ہیں چار دیواری کی اونچائی آٹھ سے بارہ گز تک ہوتی ہے۔ چار دیواری مکمل ہونے پر کوٹ کے مخالف کونوں میں دو پکٹ بنائے جاتے ہیں جسے ڈیر کی کہتے ہیں۔ یہ اس طرح بناتے ہیں کہ ان کے اندر بیٹھ کر کوٹ کی بیرونی چار دیواری نظر آسکے۔ اور باقی دو کونوں میں ایک ایک کمر بناتے ہیں۔ جو تین چار منزلہ ہوتا ہے۔ اس کی پہلی منزل بطور بیٹھک استعمال کرتے ہیں اور اوپر کی منزلوں کو بطور مورچہ کام میں لایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ دشمنی رکھتے ہیں جب کبھی ان پر کسی طرف سے حملہ ہوتا ہے۔ تو یہ اپنے کوٹ کے چاروں مورچوں میں بیٹھ کر دشمن پر کارگر فائر کر سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ کوٹ میں ایک طرف بند کمرے تعمیر کئے جاتے ہیں جو سردیوں میں زیر استعمال لائے جاتے ہیں اور دوسری طرف برآمدے قسم کے کھلے کمرے تعمیر کئے جاتے ہیں جنہیں گرمیوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ رہائشی کمروں کے علاوہ مال مویشیوں کے لئے علیحدہ کمرے بنائے جاتے ہیں۔ گھاس ذخیرہ کرنے کے لئے بھی کم از کم ایک کمرہ ضرور ہوتا ہے۔ گھاس اس لئے ذخیرہ کیا جاتا ہے کہ جب سردیوں میں برف باری ہوتی ہے تو مال مویشی چرانے کے لئے باہر نہیں جاسکتے۔ ان دنوں میں ذخیرہ کی ہوئی گھاس کام آتی ہے۔ حالیہ چند برسوں میں یہاں طرز تعمیر کی صورت حال یکسر تبدیل ہوئی ہے۔ دور دراز کے علاقوں میں بڑے بڑے گھر بنانے کا رواج عام ہو چکا ہے۔ ان گھروں میں مہمانوں کے علیحدہ کئی کمروں پر مشتمل مہمان خانہ بنایا جاتا ہے۔ جنوری ۱۹۷۰ء میں مجھے دری خیلہ گورویک اور شکتوئی ارسل کوٹ وغیرہ کے علاقوں میں جانے کا موقع ملا۔ اس دور ان یہاں کے مہمان خانوں کا طرز تعمیر اور ان میں دستیاب سہولیات دیکھ کر حیران رہ جاتا تھا۔ ان لوگوں نے مہمان خانوں میں لوہے کی چاروں کھنڈے ہوئے خٹارے نصب کئے ہیں۔ نیچے قالین بچھائی ہوتی ہے جس پر فوم کے گدے ڈالے گئے ہیں۔ پیچھے دیواروں کے ساتھ بڑے سائز کے ٹیکے رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ شام کی نماز کے بعد خٹارے کو گرم کیا جاتا ہے جس کے دو حصے ہوتے ہیں اوپر حصہ میں پانی گرم کرنے کے لئے ڈالا جاتا ہے جبکہ نچلے حصے میں آگ جلانے کے لئے لکڑی رکھ دی جاتی ہے۔ اس میں آگ جلانے کے چند منٹ بعد کمرے کا درجہ حرارت اتنا گرم ہو جاتا ہے کہ کھانا کھاتے وقت ہمیں ہلکا سا پسینہ آ جاتا تھا۔ حالانکہ ان علاقوں میں دسمبر سے فروری تک بخمسہ ہوائیں اور برف باری کے باعث ناقابل برداشت سردی پڑتی ہے۔

وزیرستانی لباس

دوسری چیزوں کے ساتھ ساتھ لباس بھی قوموں کی پہچان کی ایک علامت سمجھا جاتا ہے۔ لباس ایک قوم اور قبیلے کو دوسرے سے جدا کرنے کا اور بہت سے لوگوں میں منفرد بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہاں کے لوگ بھی اپنے لباس کی وجہ سے ایک الگ پہچان رکھتے ہیں۔

مردانہ لباس

مرد عام طور پر پاؤں میں چمڑے کے جوتے پہنتے ہیں۔ جن میں رنگ اور ڈیزائن کی کوئی قید نہیں ہوتی۔ تمام لوگ شلوار قمیص پہنتے ہیں اور قمیص کے اوپر صدری پہننے کا رواج ہے۔ سروں پر بڑی پگڑیاں باندھنے کا رواج ہے، جن کی قیمت ہزار سے دو ہزار روپے تک ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ سرخ رنگ کو چھوڑ کر باقی تمام رنگوں میں سادہ رنگ کی چادر بھی پگڑی کی جگہ باندھتے ہیں۔ نوجوان لڑکے چترالی ٹوپی زیادہ شوق سے استعمال کرتے ہیں۔ بائیں ہاتھ میں سونے یا چاندی کی انگوٹھی اور گھڑی لباس کا حصہ شمار کئے جاتے ہیں۔

داڑھی

زیادہ تر لوگ اسلامی طرز کی داڑھی رکھتے ہیں۔ بہت کم لوگ بلوچی طرز کی چھوٹی چھوٹی داڑھی رکھتے ہیں۔ نوجوان لڑکے نوکدار مونچھیں رکھتے ہیں۔ یہاں کا ہر مرد مونچھ رکھتا ہے۔ مذہبی ٹائپ کے لوگ داڑھی رکھتے ہیں اور مونچھیں صاف کرتے ہیں۔ لیکن کلین شیو کا

بالکل رواج نہیں ہے۔ صرف ایک فیصد یا اس سے بھی کم کلین شیو کرتے ہیں۔ کلین شیو والے کو مرد کم اور عورت زیادہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ مرد کی ظاہری پہچان یا تو داڑھی ہے یا پھر مونچھ۔

اسلحہ

مرد جب گھر سے باہر جاتے ہیں تو اسلحہ ساتھ ہوتا ہے۔ کمر بند کارٹوس کے علاوہ خنجر، دو عدد ہینڈ گرنیڈز، دو عدد ہینڈ گرنیڈز (Cleaning Kit) ضرور اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ کمر بند میں کارٹوس کے علاوہ خنجر، دو عدد ہینڈ گرنیڈز، دو عدد ہینڈ گرنیڈز (Cleaning Kit) ضرور ساتھ لے جاتے ہیں۔

خواتین کا لباس

خواتین پاؤں میں پلاسٹک کے چپل پہنچتی ہیں۔ شلوار قمیص جو پورے پاکستان میں رائج ہے استعمال کرتی ہیں۔ اسکے علاوہ جو چیز تمام پٹھان قبائل میں منفرد ہے وہ محسود اور وزیر خواتین کی ایک بڑی اور بھاری بھر کم قمیص ہے۔ عورتیں ایک بڑی قمیص زیب تن کرتی ہیں جس کے اندر وہ گردن سے لیکر ٹخنوں تک چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ دوسری پٹھان خواتین جو قمیص پہنتی ہیں اس کی لمبائی گھٹنوں تک ہوتی ہے۔ محسود اور وزیر خواتین کی قمیص لمبائی میں زیادہ لمبی ہوتی ہے۔ اس کی لگری پر کم و بیش تیس میٹر تک کپڑا خرچ ہو جاتا ہے۔ آستین اور گریبان وغیرہ کا کپڑا اس کے علاوہ ہوتا ہے۔ اس قمیص کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر عورت زیادہ باپردہ رہتی ہے اور فاصلے سے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ آنے والی عورت کس عمر کی ہے۔ جس دن لڑکی کی شادی ہوتی ہے اس دن پہلی بار اس کو پہنایا جاتا ہے اور مرتے دم تک وہ یہ قمیص پہنے رہتی ہے۔ خواتین سر پر دوپٹہ یا چادر اوڑھتی ہیں۔

خواتین کے زیورات

مذکورہ قمیص کی چھاتی پر پانچ بڑے زیور لگائے جاتے ہیں۔ جنہیں بیجے کہتے ہیں۔ قمیص کی چھاتی پر بیجے کے علاوہ دوسرے زیورات بھی سجائے جاتے ہیں۔ جسے روپے اور آٹھ آنے کہتے ہیں۔ قمیص کی آستینیں لمبی اور کھلی ہوتی ہیں۔ آستینوں کے سرے کو چوڑائی میں چھ چھانچ تک کشیدہ کاری سے مزین کئے جاتے ہیں۔ اسی کے اوپر ایک دوسرا زیور لگایا جاتا ہے جسے گھماختی (چوانٹی) کہتے ہیں۔ یہ تعداد میں کم و بیش پچاس ہوتے ہیں۔ قمیص گریبان اور پشت بھی کشیدہ کاری سے بہت خوبصورت بنایا جاتا ہے۔ پشت کے حصے کے زلفوں کے میل سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کے اوپر موتیوں سے بنایا ہوا جال لگادیا جاتا ہے جو قمیص کی خوبصورتی میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ کھلے اور لمبے آستینوں کو کنٹرول کرنے کے لئے لوگ اور موتیوں سے بنائے گئے دوہار دونوں کندھوں کے ساتھ باندھ دئے جاتے ہیں جو کام کرنے کے دوران آستینوں کو اوپر روکے رکھتے ہیں۔ خواتین پاؤں میں کوئی زیور نہیں پہنتیں۔ انگلیوں میں انگوٹھیاں، کلائیوں میں سونے یا چاندی کے کنگن، چوڑیاں اور گھڑی، گلے میں زنجیروں اور گھنگروؤں سے بنا ہوا چاندی یا سونے کا ہار ہوتا ہے جو گلے سے لیکر چھاتی تک تقریباً ۶ انچ پھیلا ہوا ہوتا ہے اور ٹائی کا کام دیتا ہے۔ کانوں میں سونے یا چاندی کی بالیاں اور ساتھ ساتھ ایک وزنی زیور ڈیڈے ہوتے ہیں۔ ناک کے بائیں جانب سونے کی ٹکی ہوتی ہے جس کا وزن نو ماشے تک ہوتا ہے۔

عورتوں کے اجتماعات

بچے یا سچی کے پیدا ہونے کے تیسرے دن عورتیں آکر اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ زچہ اور بچہ کی خیریت معلوم کرتی ہیں اور مختلف رسمیں کرتی ہیں۔ دو چار گھنٹوں کے بعد اجتماع ختم کر لیتی ہے۔ کسی کے مرجانے پر عورتیں دوبارہ جمع ہوتی ہیں۔ پہلے اور تیسرے دن کے مشاغل

میت پر رونا سو گواروں کو ہمدردی جتنا، چندر سم ادا کرنا اور اپنے اوپر سے الزام اتارنا شامل ہوتا ہے۔

شادی بیاہ کے موقع پر بھی پہلے اور تیسرے دن عورتوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ جس میں چندر سوم ادا ہوتی ہیں۔ آپس میں ملاقاتیں بھی ہو جاتی ہیں۔ ایک دوسرے کا حال احوال معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حسن، بناؤ سنگار اور اچھے لباس کی تشہیر کرنے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ ان اجتماعات کے موقع پر مندرجہ بالا مقاصد کے علاوہ ان کا خاص موضوع بحث یہ ہوتا ہے کہ تمام عورتیں چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بٹ کر بیٹھ جاتی ہیں اور عموماً ان عورتوں کو زیر بحث لایا جاتا ہے جو مجلس میں موجود نہ ہوں۔ ان میں سے کسی سے حسد کا اظہار، کسی سے بغض کا اظہار، کسی کی غیبت، کسی پر بہتان غرض کہ غائبین کے ہر فعل اور معمولی سے معمولی لغزش کو بھی معاف نہیں کرتیں۔ مجال ہے کسی کی تعریف میں ایک لفظ بھی سننے کو ملے۔ بقول ایک مفکر جب میں کسی عورت کے منہ سے دوسری عورت کی تعریف سنتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا کسی مندر سے اللہ اکبر کی صدا آرہی ہے۔ لیکن بذات خود میں عورتوں کو اس پر الزام نہیں دیتا وجہ یہ ہے کہ وزیرستان کی ۹۹ فیصد عورتیں بالکل ان پڑھ ہیں اور ایک فیصد وہی عورتیں ہی ہو سکتی ہیں جو وزیرستان سے باہر کہیں شہری علاقے میں یو دو و باش رکھتی ہوں، ہو سکتا ہے کہ انہوں نے تعلیم حاصل کی ہو۔ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی وزیرستان کی عورتیں بے بہرہ ہیں۔ لہذا ناخواندہ ہونے کی بدولت ان کے پاس زیر بحث لانے کے لئے کوئی موضوع نہیں ہوتا جس پر وہ آپس میں باتیں کر سکیں۔ مجبور ہو کر مندرجہ بالا موضوع کو مشقِ سخن بنالیتی ہیں۔

تنازعات

نکات کے تصور کی بنیاد پر جائیداد، جنگلات اور دیگر جملہ مراعات کی غیر منصفانہ تقسیم گونا گوں تنازعات کا سبب بنی رہتی ہے۔ آبادی کے تناسب کی بجائے نکات کی بنیاد پر تقسیم کے تحت زیادہ آبادی والے خیل یا قبیلے کو کم آبادی والے خیل یا قبیلوں کے برابر حصہ ملتا ہے۔ جس سے ان کی ضروریات زندگی پوری نہیں ہوتیں۔ اس لئے وہ آبادی کے تناسب کے تحت تقسیم کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جبکہ کم آبادی والے خیل یا قبیلے نکات کی بنیاد پر تقسیم کے حق میں ہیں۔ اس طرح مشترکہ قطععات پیچیدہ لڑائی جھگڑے کا سبب بنتے ہیں (22)۔ مثلاً جنوبی وزیرستان کے محسود قبائل گذشتہ صرف دو عشروں کے دوران مشترکہ اور متنازعہ زمین یا جنگلات کے حصول کی خاطر سالوں تک ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما رہے۔ وادی مکین میں عبدالائے قبیلہ کے شمشک خیل اور لالے خیل، سلیم کائی، غزیکائی اور شمشک خیل، ہمد خیل اور عمر خیل قبیلے آپس میں طویل عرصہ تک بے مقصد لڑتے رہے۔ سراروند کے نواح میں وچہ غرہ میں خوان خیل اور بدر خیل اور کانگرم میں ارمر اور ملک دینائی ایک دوسرے کے خلاف نہ صرف دست و گریباں ہوئے بلکہ ہر قسم کا بھاری اسلحہ بھی استعمال میں لایا گیا۔ جن سے سینکڑوں انسانی جانیں ضائع ہو گئیں۔

مزید برآں حکومت کی طرف سے جملہ مراعات نکات کے مذکورہ تصور کے تحت تقسیم کے علاوہ دیگر ترقیاتی سہولیات مثلاً سڑک، سکول، ہسپتال وغیرہ بمعہ جملہ نوکریاں سرکار کے منظور نظر افراد کو دی جاتی ہیں۔ جس سے عمومی طور پر محکوم اور حاکم طبقات کے تصور نے جنم لیا ہے۔ مراعات یافتہ طبقات کے خلاف محروم طبقوں میں شدید نفرت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ حکومت کے ساتھ معاملات کی صورت میں سرکاری جرگوں کے جانبدارانہ فیصلے بھی عوام میں تشویش کا باعث بنے رہتے ہیں۔ اس لئے محروم طبقے مراعات یافتہ طبقوں سے حساب لینے کے مناسب موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں ہر فرد کی اپنے خیل یا قبیلہ کے ساتھ لامحدود وفاداری کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلے میں بہتر اور برتر تصور کرتا ہے۔ جس کے سبب اکثر اوقات معمولی سا معاملہ سنگین صورت اختیار کر جاتا ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ افغانستان میں روسی فوجی مداخلت سے جہاں قبائلی علاقے اسلحہ اور دیگر تباہ کن بارود اور نشہ آور چیزوں کے استعمال اور خرید و فروخت کے اڈے بن گئے ہیں وہاں تنازعات نے بھی نئی شکل اختیار کر لی ہے۔

اس وقت یہاں کے بیشتر نوجوان کلاشنکوف کے دلدادہ اور نشہ کے عادی ہیں۔ لیکن ان چیزوں کے حصول میں یہاں کے معاشی

حالات حائل رہتے ہیں۔ نتیجتاً ہر جائز و ناجائز ذریعہ اختیار کیا جاتا ہے بالآخر افراد ذاتی مفاد کی تکمیل کی خاطر قلیل رقم کے عوض ایسے لوگوں کو خریدتے ہیں اور کرائے کے یہ غنڈے معمولی سی رقم کی خاطر کسی کے گھر میزائل داغنے یا کسی کو قتل کر دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ ایسی متعدد مثالیں ہیں مگر یہاں صرف ایک واقع سے صورت حال سمجھنے میں مدد ملے گی۔ جنوبی وزیرستان میں ملین کے علاقہ سین کمر میں مارچ ۱۹۹۵ء میں آفسر خان کے گھر میزائل داغنے سے مکان کی چھت گر گئی۔ جس سے ایک نوجوان لڑکی ہلاک اور دو خواتین شدید زخمی ہوئیں۔ ملزم محمد افضل جس کا تعلق بد خیل قبیلے سے تھا ہاتھ میں دھماکہ خیز مواد پھٹنے کی وجہ سے موقع پر جاں بحق ہو گیا اور باقی ملزمان بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ اس پر عبداللہ قبیلہ نے ملزمان کے گھروں کو جلانے کے لئے لشکر جمع کیا۔ بد خیل قبیلہ نے مزاحمت کی، نوبت خون خرابے تک پہنچ گئی۔ تین دن کی لڑائی کے دوران دیگر اسلحہ کے علاوہ ۱۲۴۰ تباہ کن میزائل استعمال کئے گئے۔ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو آس پاس کے قبیلوں میں پناہ لینی پڑی۔ فریقین اور بالخصوص بد خیل کے اکثر مکانات مساریا ناکارہ بنائے گئے۔ کل ۱۱۰ افراد جن میں تین مستورات بھی شامل تھیں ہلاک ہو گئے اور بہت سارے زخمی ہوئے۔ یعنی صرف تین چار افراد کی غلطی کا خمیازہ پورے کے پورے خیلوں کو بھگتنا پڑا۔ مزید المیہ یہ کہ ایک پاؤبارود سے بہت ہی لرزہ خیز قسم کا مواد تیار کیا جاتا ہے۔ پانچ سو روپے میں کرائے کا غنڈہ دستیاب ہوتا ہے۔ اس مواد سے قلعہ نما گھروں کی مضبوط دیواریں اور آہنی دروازے محفوظ نہیں۔ بل بھر میں بربریت کا ایسا مظاہرہ ہوتا ہے کہ عام حالات میں کسی کے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ شریف اور کمزور لوگوں کا جینا کسی عذاب سے کم نہیں ہے۔

موسیقی اور ڈھول

یہاں شادی بیاہ اور خوشی کے موقع پر گیت بڑے شوق سے گائے بھی جاتے ہیں اور پسند بھی کئے جاتے ہیں۔ تاہم کوئی یہ نہیں چاہتا کہ اس کا بھائی یا بیٹا پیشہ ور گلوکار بنے۔ پھر بھی گزشتہ ایک عشرے کے دوران موسیقی کے حوالے سے بعض قبیلوں اور بالخصوص محسود قبیلہ میں بہت بڑی تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ یہاں کئی ایک گلوکار پیدا ہوئے ہیں جن میں کمال ایوب اور جہانگیر محسود کی کیمشیں گھر گھر سنی جاتی ہیں۔ زیر انتظام علاقوں میں شادی بیاہ کی تقریبات کے علاوہ تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم قبائلی طلباء کے تمام تفریحی پروگراموں میں ان کو باقاعدہ پیسے دیکر مدعو کیا جاتا ہے۔

ڈھول بنیادی طور پر قبائلی خوشی و مسرت کے اہم ترین اور آسان ترین ذریعہ بھی ہے اور مختلف خیلوں یا قبیلوں کے مابین اتحاد اور یگانگت اور اجتماعی تفریح کا وسیلہ بھی۔ شادی بیاہ کے موقع پر ڈرم (Drumer) مخصوص جگہ ڈھول جاتا ہے۔ نوجوان میدان میں نکل کر ڈھول کے ارد گرد دائرے کی شکل میں اجتماعی رقص کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ پھر چار پانچ افراد پر مشتمل گروپوں کی صورت میں بہترین نظم و ضبط کے ساتھ رقص کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ تین دن تک چلتا ہے۔ اس دوران دولہا کے رشتہ دار باری باری رقص کرنے والے نوجوانوں کو کھانے کے لئے اپنے گھر لے جاتے ہیں۔ اور دولہا کے گھر والوں کی خوشی میں شامل ہونے کی خاطر اپنے گھروں کی چھتوں پر ڈھول جاتے اور فائرنگ کرتے ہیں۔ اس طرح عیدین کے موقع پر مختلف خیلوں کا مشترکہ لندورہ (تماشہ) ہوتا ہے۔ نماز عید کے ایک گھنٹہ بعد ہر خیل کے مرد ڈھول کی تھاپ پر مقررہ جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ پہلے سب نوجوانوں کا مشترکہ رقص ہوتا ہے اور متعلقہ خیل کے تماشین اپنے نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کی خاطر فائرنگ کرتے ہیں۔ اس دوران مشترکہ ڈھولوں کی آواز کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ آخر میں ایک دفعہ پھر مشترکہ رقص کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس طرح لندورہ خوشگوار طریقے سے اختتام پذیر ہوتا ہے۔ سکولوں کے طلباء کے مابین سالانہ کھیلوں کے مقابلے اور یونیورسٹی و کالجوں میں قبائلی طلباء کی استقبالیہ الوداعی اور دیگر تفریحی تقریبات ہو تو اجتماعی تفریح کی غرض سے ڈھول ہی واحد ذریعہ تفریح تصور کیا جاتا ہے۔ تحریک آزادی کے دوران بلال غام کی حیثیت سے ڈھول کے کردار کے متعلق تفصیلی تبصرہ اگلے باب میں آئے گا۔

انگریز نے پشتون ضابطہ حیات کو تبدیل کرنے کی بہت کوشش کی۔ ان کا خیال تھا کہ جب تک یہاں کی طرز زندگی میں تبدیلی نہیں لائی جاتی تب تک ان پر حکمرانی نہیں کی جاسکتی۔ جنرل کیتھ وگرم جو مہمند آپریشنز ۱۹۲۳ء اور ۱۹۳۵ء کے دوران حکومت ہند کے چیف آف آرمی اسٹاف جنرل تھے نے ۱۸ نومبر ۱۹۳۶ء کو رائل سنٹرل ایشیاء سوسائٹی لندن میں فرنیئر کے دفاع پر لیکچر کے دوران کہا کہ ”ہر قبائلی بد معاش (Villian) اور چھپا ہوا شیطان ہے۔ ذہنی طور پر سچا مشرقی ہے جو سازش کو پسند کرتا ہے۔ وہ یقیناً بہت ظالم ہے جو اس کی بے وفابیوں کے ساتھ سلوک سے ظاہر ہے جس کی وہ ناک کاٹ ڈالتا ہے۔ ان کی مذہبی دیوانگی کی کوئی حد نہیں۔ ایک بار جہاد کا اعلان ہو جائے تو یہ عقل و ہوش کھو بیٹھتا ہے اور باؤلا کتائن جاتا ہے۔ سب قبائل اپنے مذہب اور خودداری (پشتو) کی بناء پر فرنگی مداخلت سے اپنے علاقے کی حفاظت کرنا لازم سمجھتے ہیں۔ یہ ایک ایسا شخص ہے جس کی قوت برداشت حیران کن ہے۔ وہ نہایت عمدہ لڑائی لڑنے والا ہے جو فطری طور پر لڑنے کا شعور رکھتا ہے۔ وہ اپنے خاندان اور وطن پر فخر کرتا ہے۔ پہلے اس کی آزادی محبت کی طفیل ہے اور دوسری وجہ اس کی رائفل ہے۔ میں قبائل کے قتل مقابلے کا صرف ایک علاج سمجھتا ہوں کہ اس ذریعے کو ہٹایا جائے جس سے کہ ”پور“ بدلہ لینا قائم رہتا ہے“ (23)۔ اس ذریعے کو ختم کرنے کے لئے انہوں نے جو حربے استعمال کئے یا جو مظالم ڈھائے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

REFERENCES

1. پھین 'جے ڈبلیو' "پختون سرزمین" اردو ترجمہ سید وہاب مدق "نودار الکتاب لکچر چوک پشاور ۱۹۹۱ء" ص ۹۸ تا ۹۹۔ اور رجوے "پٹھان" اردو ترجمہ ایم انور رومان ماسٹر پریس کوئٹہ ۱۹۸۶ء ص ۳۱۔
2. Ahmed, A.S. "Pukhtoon Economy and Society" Oxford University Press, Karachi 1980, p.90 and
پھین "پختون سرزمین" ترجمہ سید وہاب مدق ص ۱۰۰ تا ۹۹
3. پھین "پختون سرزمین" ترجمہ سید وہاب مدق ص ۱۰۰ تا ۱۰۲ اور کیر و "پٹھان" اردو ترجمہ سید محبوب علی پشتوا کیدی پشاور یونیورسٹی ص ۴۹۰۔
4. Syed Abdul Qaddus "The Pathans" Feroz Sons (Ltd) Lahore 1987. pp.67-68.
5. عارف مسعود "وزیرستان کرم سے گول تک" سلطان پرنٹنگ پریس ڈیرہ اسماعیل خان (تان) ۲۳۲۲۔
6. Ahmed, A.S. "Pukhtoon Economy and Society" 1980, pp. 202-04 and
پھین "پختون سرزمین" ص ۴۰ تا ۱۰۶ اور عارف مسعود "کرم سے گول تک" ص ۳۵۔
7. Syed Abdul Qaddus "The Pathans" 1987, p. 87 and
پیشانی ٹنک "پشتون کون ہیں" ص ۴۰ تا ۱۳۱ اور پھین "پختون سرزمین" ص ۶۰ تا ۱۰۸۔
8. رجوے آئی آر "پٹھان" ترجمہ ایم انور رومان ص ۳۱۳۔
9. پھین "پختون سرزمین" ص ۱۱۰ تا ۱۱۲۔
10. Ahmed, A.S. "Pukhtoon Economy and Society" 1980, pp.90-91 &
پھین "پختون سرزمین" ص ۱۲۳۔
11. صابر شفیق محمد "تاریخ صوبہ سرحد" یونیورسٹی بک اینڈ پرنٹری ۱۹۸۶ء ص ۲۳ اور کیر و "پٹھان" ترجمہ سید محبوب علی ۱۹۸۸ء ص ۵۹ تا ۶۰۔
12. کیر و "اولف" "پٹھان" ترجمہ سید محبوب علی ص ۴۹۵۔
13. پھین "پختون سرزمین" ترجمہ سید وہاب مدق ص ۱۱۳ تا ۱۱۵۔
14. ایضاً ص ۱۱۶ تا ۱۱۷۔
15. خان رسول "دردہ" سہ ماہی ترجمان وزیرستان "جلد اول شمارہ نمبر ۱ ۱۹۹۳ء ص ۱۷۔
16. پھین 'جے ڈبلیو' "پختون سرزمین" ص ۱۲۰ تا ۱۲۱۔
17. صابر شفیق محمد "تاریخ صوبہ سرحد" ۱۹۸۶ء ص ۲۵۔
18. Ahmed, A.S. "Pakistan Society" Oxford University Press Karachi 1966, pp. 76-90 and Ahmed, Pukhtoon
Economy and Society 1980, pp.165-67.
19. پھین "پختون سرزمین" ص ۱۱۶ تا ۱۱۷۔
20. کیر و "اولف" "پٹھان" ترجمہ سید محبوب علی ص ۶۰ تا ۶۲۔
21. Ahmed, A.S. "Pakistan Society " 1986. pp.29-32 Pannell, Among the Wild Tribes of the afghan frontier
1909, pp. 17-18 and Muhammad Ali "And Then The Pathan Murder " 1966, pp. 71-74.
22. عارف مسعود "کرم سے گول تک" ص ۹۵ تا ۱۰۲۔
23. ترین عبدالحمد "فقیر ایسی" تاج کینی بلڈ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۵۴ تا ۵۵۔

تحریک آزادی اور طریقہ ہائے ابلاغ

انگریز اور قبائلی عوام کے درمیان ایک صدی تک مسلح جدوجہد پر مبنی معرکہ آرائی جاری رہی۔ انگریز نے ظلم و تشدد، مکر و فریب، مذاکرات، مال و زر کی پیشکش، پکڑ دھکڑ، جانی و مالی نقصانات، مراعات و سہولیات کی فراہمی اور دیگر کئی ہتھکنڈوں سے قبائلی باشندوں کو اپنے دام فریب میں الجھانے کی کوششیں کیں مگر مذہب پرست اور روایت پسند جنگجو پہاڑی باشندوں نے انگریز کی ہر چال ناکام بنا کر اپنی آزادی قائم و دائم رکھی۔ اس معرکہ آرائی میں قبائلیوں اور انگریز حکام کے درمیان بات چیت کے کئی دور ہوئے اور کئی مرتبہ نوبت جنگ و جدل تک بھی جا پہنچی۔ اس باب میں یہ دیکھنا ہے کہ قبائلی عوام دور دراز پسماندہ علاقوں میں امن یا جنگ کی حالت میں کون سے طریقہ ہائے ابلاغ روبہ عمل لاتے تھے؟ اور انگریز مذکورہ دونوں صورتوں میں قبائل کے ساتھ اور خود آپس میں کون سے طریقہ ہائے ابلاغ استعمال کرتے تھے۔

انگریزوں کے طریقہ ہائے ابلاغ

سرداران اور جرگے

انگریز کا جب قبائل سے واسطہ پڑا تو ابتداء میں ان لوگوں کو حرص و لالچ کے ذریعے اعتماد میں لیا گیا جو سرحدی دیہات کے خان یا معتبر ہوتے تھے اور جن کے آباؤ اجداد کا اپنے گاؤں سے ملنے والے یا غستان (آزاد قبائل، باغیوں کا علاقہ) کے لوگوں سے کئی پشتوں سے تعلق چلا آ رہا تھا۔ پشاور کے آس پاس کے دیہات میں رہنے والے خلیل اور مہمند ارباب جو آفریدوں سے واقف تھے۔ ہوتی، مردان اور سدرم کے خان جو دیر، سوات اور یونیر کے یوسف زئیوں سے واقف تھے۔ ہنگو کے خان جو اورکزئی کو جانتے پہنچاتے تھے۔ سواہان خان وزیر کے سردار تھے اور ٹانک کا نواب شاہنواز کئی خیل محسود کو جانتے تھے۔ یہ اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ قبائل کے ساتھ معاملات طے کرانے کے فرائض انجام دیتے تھے۔ انیسویں صدی کے اسی کے عشرے میں انگریز نے اپنی مخصوص فاروڈپالیسی کے تحت قبائلی علاقہ میں اپنا اثر و رسوخ قائم کرنے کے لئے یہاں کے سرکردہ لوگوں کے لئے بھاری وظیفے یا مواجب مقرر کر کے ان پر واضح کیا کہ تم کو ملکی یا سرداری اس لئے دی جاتی ہے کہ تم انگریز کے مفاد کے لئے کام کرو گے اور حکومت کے مخالف عناصر کا ڈٹ کا مقابلہ بھی کرو گے۔ انگریز حکومت سالانہ دو کروڑ سے بھی زیادہ روپیہ اس طرح خرچ کرتی تھی (1)۔ اس پالیسی نے قبائل کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک سرکاری وظیفہ خوار اور دوسرے مجاہدین۔

مشرکہ قبائلی ذمہ داری کے تحت سرحد میں امن عامہ کی فضاء برقرار رکھنے، شاہراہوں اور سرحدات کی نگرانی میں مدد دینے، نقل و حمل کے لئے دروں کو کھلا رکھنے، زیر انتظام علاقوں کو قبائلی قانون شکنوں سے محفوظ بنانے اور لوٹے ہوئے مال و متاع کی بازیابی کی خاطر مختلف قبیلوں کے ملکوں کی معاونت و مدد کو بروئے کار لایا جاتا تھا۔ قبائلیوں کے خلاف فوجی مہمات کے دوران متعلقہ قبیلوں کے ملکات فوج کے ساتھ ہوتے تھے۔ فوج کو معلومات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت اور قبائل کے مابین پیغام رسانی کا کردار بھی ادا کرتے تھے۔ یہ لوگ (ملکان) اگر اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے میں ناکام ہو جاتے تو ان کے الاؤنسز منسوخ کر دیے جاتے تھے۔ کبھی کبھار ان کو کامیابی بھی حاصل ہو جاتی تھی مگر بعض قبیلوں کے ساتھ معاملات طے کرنے میں انہیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مثلاً محسود قبیلے کا مزاج جمہوری تھا اور ملک حضرات اس قابل نہیں تھے کہ وہ اپنے قبیلے کے سر پھرے نوجوانوں پر گرفت حاصل کر سکیں۔ اکثر موقعوں پر انگریز اور ملک حضرات ایک دوسرے کو بے بسی کے عالم میں دیکھتے اور درمیان میں معاملات تشنہ رہ جاتے تھے (2)۔

تنازعات کو مٹانے کیلئے عدالت اور پولیس تو نہیں تھی، ملکوں کے ذریعے افریقہ کے نمونہ کو سامنے رکھتے ہوئے بالواسطہ حکومت میں

پولیسٹیکل ایجنٹ جرگوں کے مشوروں سے مروجہ قاعدوں (ایف سی آر) پر عمل درآمد کرتا تھا جس میں یہ بھی ضروری تھا کہ اگر کوئی جرگوں (ملکوں) کی بات ماننے سے انکار کرے تو اس کے خلاف طاقت استعمال کی جائے۔ اس طرح انگریزوں نے قبائل کے ناقابل رساں پہاڑی سلسلوں تک رسائی کی خاطر سرکاری ملکوں پر مشتمل جرگوں کی خدمات کو بروئے کار لایا۔ تاہم بعض انگریزوں کے خیال میں قبائل کے ساتھ ملکوں کی وساطت سے معاملات طے کرنے کا طریقہ اتنے دنوں تک جاری رہنے کے باوجود مطلوبہ مقاصد کے حصول میں ناکام رہا۔ واربرٹن جیسے تجربہ کار منتظم نے لکھا ہے ”میرا پختہ یقین ہے کہ سرحد پار رہنے والے قبائل اور حکومت کے درمیان جتنی بھی لڑائیاں ہوئیں ان میں بیشتر ارباب اور ان دوسرے لوگوں کی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ تھیں جو سرحد پار قبائل سے معاملات طے کرانے کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔ خفیہ رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ قبائل کے خلاف فوجی مہمات کے دوران ملک اپنے قبیلے کے لوگوں کو انگریز کی طاقت سے ڈراتے تھے اور لڑائی کے دوران کیمپوں میں اپنے آقاؤں کیساتھ ہر وقت موجود ہوتے تھے۔ فرنگی شرائط قبائل کو پہنچاتے تھے مقامی حالات مجاہدین اور ان کے اکابرین کی سرگرمیوں سے انگریز کو باخبر رکھتے تھے۔ مقامی طور پر چھوٹے چھوٹے واقعات کی خبریں تحصیلدار اور پولیسٹیکل محرر کو پہنچاتے تھے (3)۔ ہنگامی حالت میں ملکوں کے ساتھ فوری رابطے کے حصول کے لئے ہر تحصیل ہیڈ کوارٹر میں مقامی قبائل پر مشتمل گھوڑ سوار دستہ رکھا گیا تھا۔ اس کی مزید تفصیل آگے باب نمبر ۷ میں آئے گی

عیسائی مبلغین

صوبہ سرحد میں عیسائی مبلغین کو بلاشبہ شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔ صوبہ سرحد اور بالخصوص قبائلی باشندوں کو عیسائیت کی طرف راغب کرنے اور انہیں تاج برطانیہ کے وفادار بنانے کیلئے عیسائی مبلغین بھیجے گئے۔ قبائلی علاقے سے اپنے رسم و رواج، دشمنی یا کسی اور وجہ سے جو مستورات نکل کر مقبوضہ علاقے میں پہنچتی یہ مبلغین ان کی ٹوہ میں لگے رہتے اور ایسی عورت جب ان کے ہاتھ چڑھتی پھر اس کا پتہ نہ چلتا۔ اس قسم کے اغواء کرنے کے بنوں، مردان اور ہزارہ میں تین بڑے مراکز تھے۔ ان میں کمال یہ تھا کہ وہ مسلمانوں میں جاتے تو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے، ہندوؤں میں جا کر ہندو بن جاتے۔ وہ ہمیشہ اپنی مقصد رازی کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ انگریز کا خیال تھا کہ اگر یہ سرکش اور جنگجو قبائل عیسائیت کی طرف راغب ہو جائیں تو یہ خود بخود نہ صرف تاج برطانیہ کے وفادار بن جائیں گے بلکہ یہ بہادر لوگ برطانیہ کے دشمنوں کو دشمن سمجھ کر ان کے خلاف بھی لڑیں گے۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر جن عیسائی مبلغین کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ان میں ڈاکٹر پینل، ایڈورڈز، ہربرٹ اور ڈاکٹر کلارک قابل ذکر ہیں۔ ان کی خدمات کے صلے میں پشاور میں ایڈورڈز مشن ہائی سکول، ایڈورڈز کالج اور بنوں میں پینل ہائی سکول کے نام سے انہیں زندہ رکھنے کی کوشش کی گئی۔ انگریز کا خیال تھا کہ قبائل کو ”مذہب“ اور ”پرامن“ بنانے میں مشن سکول اور ہسپتال اہم کردار جالائیں گے۔ بنوں میں ڈاکٹر پینل نے مشن کی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ اس کے بارے میں ایک انگریز حاکم نے یہاں تک لکھا کہ ”بنوں میں ڈاکٹر پینل کا وجود فوج کی دور جہنٹوں کے ہونے سے بھی کہیں زیادہ موثر ہے۔“ وہ اور ڈاکٹر کلارک اسلامی علوم سے بھی واقف تھے۔ وہ مسلمانوں میں بیٹھ کر فقہ و حدیث اور قرآن مجید کی تلاوت کر کے پٹھان لوگوں کو دلائل کے ساتھ سمجھاتے تھے کہ خدا ان لوگوں کو حکومت عطاء کرتا ہے جو ان کے ماننے والے ہوں۔ عیسائی مذہب کے لوگ چونکہ آپ پر غالب آچکے ہیں اس لئے آپ عیسائی حکمرانوں کی اطاعت کریں اور اس کے مذہب کو اپنائیں جس کے ماننے والے اس وقت تمام دنیا پر چھاپکے ہیں (4)۔

مال بردار جانور (Pack Animals)

ہندوستان کے حوالے سے ۱۹۱۹ء میں تیسری افغان جنگ سے پہلے وزیرستان میں موٹر گاڑیوں کی آمدورفت کے لئے کہیں بھی سڑک کی نشاندہی نہیں ہوتی۔ یہاں کے لوگ ضروریات زندگی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لئے اونٹوں اور گدھوں کا استعمال عمل میں

لاتے تھے بہت کم لوگوں کے پاس گھوڑے ہوتے تھے۔ جنگلوں سے آباد اضلاع میں لکڑی لانے اور وہاں روزمرہ استعمال کی اشیاء لے جانے کے لئے اونٹوں کے کارروان ہوتے تھے جن کے ذریعے دور دراز علاقوں کے لوگ کسی نئے واقع کے متعلق آگاہی حاصل کرتے تھے۔ انیسویں صدی کے وسط میں جب پیرنگی کا یہاں کے لوگوں سے واسطہ پڑا تو یہاں نقل و حمل کے ذرائع نہ ہونے کے باعث روزمرہ استعمال کی اشیاء کی سخت قلت تھی۔ ہزاروں کی تعداد میں فوج کے سپاہیوں کے لئے راشن اور جنگی سازوسامان لے جانے کے لئے مال بردار جانور نقل و حمل کی ضروریات پوری کرنے کے واحد ذرائع تھے۔ ڈیرہ اسماعیل خان، بنوں اور ٹانک میں راشن اور اسلحہ کے بڑے بڑے ڈپو ہوتے تھے۔ جنوبی وزیرستان فیلڈ فورس کو راشن اور اسلحہ فراہم کرنے کے لئے جٹولہ اور منتری جبکہ شمالی وزیرستان فیلڈ فورس اور ٹوپچی کالم کے لئے راشن اور اسلحہ مہیا کرنے کے لئے کھجوری کچھ اور عیدک کے مقامات پر ڈپو قائم کئے گئے تھے۔ فوج کشی کے دوران ہزاروں کی تعداد میں گھوڑے خچر اور اونٹ مال برداری کے لئے نہ صرف ناگزیر تصور کئے جاتے تھے بلکہ ان کارروانوں کے ذریعے راشن اور اسلحہ کے ذخائر سے قبائل کو نفسیاتی طور پر خوف و ہراس میں مبتلا کرنا بھی مقصود ہوتا تھا۔ ۹۵-۱۸۹۲ء میں محسود قبیلہ کے خلاف فوج کشی کے وقت گھوڑوں کے علاوہ تین ہزار سرکاری خچر اور چھ ہزار اونٹ جو مقامی طور پر پاندہ سے کرائے پر حاصل کئے مذکورہ مقاصد کی تکمیل کی خاطر استعمال میں لائے گئے۔ (5)۔ بیسویں صدی کے دوسرے عشرے کے دوران جب بعض علاقوں میں شاہراہوں کی تعمیر عمل میں لائی گئی تو اونٹوں کا استعمال قدر کم رہا مگر گھوڑے اور خچر کی ضرورت میں کوئی خاص کمی واقع نہیں ہوئی۔ دور دراز علاقوں میں جانے یا ملکوں کے ساتھ رابطوں کے حصول کے لئے گھوڑ سوار دستے ہوتے تھے۔ جٹولہ، سرارو، لدھا، تیارزہ، وانا اور سرویکتسی قلعوں میں موجود ان دستوں کے ذریعے ملک حضرات کو یہ پیغام پہنچا دیا جاتا تھا کہ سرکار نے آپ کو فلاں جگہ فلاں وقت یاد کیا ہے۔ جبکہ پہاڑی چوٹیوں پر واقع میلیہا پکنٹوں کو راشن پانی اور ضرورت کی دوسری چیزوں کو بہم پہنچانے کیلئے خچر استعمال کئے جاتے تھے۔

جنرل میکملن کا تبصرہ

افواج ہند کے پاس مجموعی طور پر منظم نقل و حمل کے ذرائع بہت کم تھے۔ فرنٹیر فورس کے پاس اعلیٰ نسل کے فوجی جانور تھے۔ ملک کے بڑے اور اونچے مقامات پر بہت تھوڑے سے خچر اور خچر چھکڑے رکھے جاتے تھے۔ قلعے کے اندر فوج کا کاروبار ٹھیکے دار عموماً دیہاتیوں کے چھکڑے اور اونٹوں سے چلاتے تھے۔ غیر فوجی زندگی کو منظم کرنے کے لئے کوئی نظام نہیں تھا۔ اس لئے کئی نسلوں تک نقل و حمل کا یہ سلسلہ ہندوستانی مہمات میں ایک بھیانک سایہ بنا رہا اور ہندوستانی خزانے کے لئے ایک بارگراں ثابت ہوتا رہا۔ ۸۰-۱۹۷۸ء کی افغان جنگ کی کمائی بھی زیادہ تر نقل و حمل کی کمائی ہے اور ۱۸۹۷ء کی بغاوت کے دوران سرحد میں حالات کچھ بہتر نہ تھے۔ کیونکہ ایام خطرہ میں کرائے پر جانور لینا آسان نہیں ہوتا تھا۔ مالکوں اور رکھوالوں کے بغیر ناکارہ عارضی رکھوالے بھلا پھسلا کر بھرتی کر کے جانور دیئے جاتے تھے اور انہیں صدر کیمپوں میں بھیج دیا جاتا تھا۔ سپاہی جو لڑ سکتے تھے ہمیشہ دستیاب ہوتے تھے مگر پس پردہ رہ کر تنظیم کرنے والے کم دستیاب ہوتے تھے (6)۔

ریلوے لائن اور سڑکیں

ناقابل رساں پہاڑی سلسلے اور قبائل کے جنگی مزاج کے پیش نظر امن اور جنگ ہر دو صورتوں میں سلسلہ مواصلات کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی۔ ریلوے لائن اور سڑکوں کی نایابی کے باعث نقل و حمل کے بارے میں انگریزوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس مشکل پر قابو پانے کی خاطر ۱۹۱۳ء میں کالا باغ سے عیسیٰ خیل اور لکی مروت سے ہوتی ہوئی بنوں تک ریلوے لائن بچھائی گئی۔ دوسری لائن پیر و سے ٹانک ہوتی ہوئی منتری تک بچھائی گئی۔ ۱۹۱۹ء میں اس لائن کو گول میں مرتھے کے مقام تک وسعت دی گئی۔ ۱۹۲۲ء میں ٹانک سے کاوڑ تک لائن عام لوگوں کی آمد و رفت کے لئے کھول دی گئی اور منتری لائن کو صرف فوجی سازوسامان کے لئے مخصوص کی گئی۔ ان دونوں لائنوں پر

ایک مسافر اور ایک مال بردار گاڑی چلتی تھی۔ ۲۰-۱۹۱۹ء میں محمود قبیلہ کے خلاف وسیع پیمانے پر فوجی مہمات کے دوران ۶۵۰ ٹن فوجی سازو سامان اور ۱۲۰۰ افراد روزانہ پہنچنے کی سہولت دستیاب تھی۔ اس طرح دریائے سندھ کے مغربی کنارے پشاور سے جنوب کی طرف کوہاٹ سے ہوتی ہوئی بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان تک اہم نوعیت کی حامل سڑک دستیاب تھی۔ بنوں سے میر علی ایشا اور دوسلی سے ہوتی ہوئی رزمک تک ہم سڑک تعمیر کی گئی۔ بالائی ٹوچی تک رسائی کی خاطر میر انشاہ سے دتہ خیل تک شاہراہ کی تعمیر عمل میں لائی گئی۔ جبکہ کرم تک رابطے کے قیام کے لئے براستہ پمین وام ایک اور سڑک تعمیر کی گئی۔ دوسری جانب ڈیرہ اسماعیل خان سے براستہ ٹانک، منزئی، جندولہ، سروکئی، تنائی اور وانا تک سڑک کی تعمیر عمل میں لائی گئی۔ جندولہ کے مقام سے براستہ سراروغہ، مکین اور رزمک تک ایک اور اہم مرکزی سڑک بنوائی گئی۔ رزمک سے براستہ لدھا، کانگرم، تیارزہ، وانا، گل کچھ اور فورٹ سنڈیمین سے ہوتی ہوئی کوئٹہ تک بنیادی نوعیت کی حامل سڑک تعمیر کی گئی۔ یہ تمام شاہراہیں اور پل چارٹن وزنی ٹینک اور دیگر فوجی گاڑیوں کی آمدورفت کے لئے قابل بنادئے گئے تھے۔ ان کی حفاظت مقامی باشندوں پر مشتمل خاصہ دار فورس، فرنٹیر کانسٹیبلری اور ملک حضرات کی مشترکہ ذمہ داری تھی۔ ان شاہراہوں کو طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ بعد ٹریفک کے لئے کھول دیا جاتا تھا جبکہ غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل بند کر دیا جاتا تھا۔ ۱۹۳۱ء کے اعداد و شمار کے مطابق بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان سے ملحقہ قبائلی علاقوں میں ۳۱۷ میل پکی اور ۲۰۲ میل پکی سڑکیں تعمیر کی گئیں تھیں (7)۔

آرمی سگنلز (Army Signals)

انگریزوں نے آپس میں ضروری پیغامات کے تبادلے کے سلسلے میں آرمی سکاؤٹس اور ایئر فورس کے لئے الگ الگ طریقہ ابلاغ واضح کیا تھا مگر جنگ کی حالت میں مربوط رابطوں کے قیام کیلئے ان سب کو ملا کر ایک مرکب بنادیا جاتا تھا۔ جغرافیائی لحاظ سے ناموافق صورت میں فعال طریقہ سے پیغامات کے تبادلے کے لئے مندرجہ ذیل سروس سسٹم (Service System) استعمال کیا جاتا تھا۔

ملٹری وائرلیس ٹیلی گراف (Military wireless telegraphy w/t)

سکاؤٹس وائرلیس ٹیلی گراف (Scouts wireless telegraphy)

ایئر فورس وائرلیس ٹیلی گراف (Airforce wireless telegraphy w/t)

وژول اور کبوتر (Visual and Pigeons)

سروس سسٹم کے ان ذرائع سے اہم مقامات پر قائم چوکیوں اور قلعوں تک ضروری معلومات بہم پہنچائی جاتی تھیں۔ جن کا ڈیرہ اسماعیل خان، بنوں، رزمک اور وانا میں مستقل آرمی سٹیشنوں کے ساتھ رابطہ ہوتا تھا۔ شدید موسمی حالات کے باعث غیر یقینی ماحول میں اکثر پیغامات کی ترسیل میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ خاص کر گرمی کے موسم میں میڈیم ویو ڈبلیو ٹی سیٹ (Medium wave w/t) بند کرنا پڑتا تھا۔ نتیجتاً شارٹ ویو ڈبلیو ٹی (Short Wave W/T) کے ذریعے رابطوں کا سلسلہ قائم کرنا پڑتا تھا۔ تاہم پھر بھی حائل رکاوٹوں سے مکمل چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہوتا تھا۔ ایسی صورت میں متبادل ذریعے ٹیلی فون وغیرہ کا استعمال ضروری ہوتا تھا۔ رابطوں کے ان سلسلوں کی نگرانی کیلئے ڈائریکٹنگ سٹیشن ہوتے تھے۔ سرد موسم میں ڈائریکٹنگ سٹیشن (Directing Station) ڈیرہ اسماعیل خان جبکہ گرم موسم میں رزمک ہوتا تھا۔ اسکے ذریعے سکاؤٹس اور ایئر فورس ٹیلی گرافی سٹیشنز کو ہدایت جاری کر دی جاتی تھیں۔ ایمر جنسی کی صورت میں ان مراکز سے شارٹ ویو ڈبلیو ٹی کے ذریعے کوئٹہ شاخ سے رابطہ قائم کیا جاسکتا تھا جبکہ وانا ڈبلیو ٹی سٹیشن سے براہ راست فورس سنڈیمین سٹیشن تک میڈیم ویو ڈبلیو ٹی کے ذریعے رابطہ قائم کر سکتے تھے۔ ڈیرہ اسماعیل خان اور رزمک ملوئی سٹیشنز میڈیم اور شارٹ ویو ڈبلیو ٹی کے ذریعے ہیڈ کوارٹر کیساتھ روزانہ رابطے قائم کر سکتے تھے۔ نارتھرن کمانڈر رابطہ کے ذریعے سرکاری ملٹری پیغامات بغیر کسی خرچہ ہندوستان کے تمام اہم مراکز تک

پہنچائے جاسکتے تھے۔ دو عدد موبائل (Mobile) ڈبلیو ٹی سیٹ رزمک، وانا اور بنوں بریگیڈ سگنل سیکشنز کو دیئے گئے تھے جن کا تمام موبائل کالموں کے ساتھ رابطہ ہوتا تھا۔ شدید ضرورت میں فوری رابطہ کیلئے ریزرو ڈبلیو ٹی سیٹ وزیرستان سگنل ہیڈ کوارٹر کو فراہم کئے گئے تھے۔ یہ تمام ملٹری میڈیم ویو سیٹ تھے۔ موافق صورتحال میں انکی مستقل رینج ۱۵۰ میل تھی۔ موبائل کالم سٹیشن ڈبلیو ٹی کی رینج ۵۰ میل تھی (8)۔

وزیرستان سکاؤٹس کو جنوبی وزیرستان سکاؤٹس اور ٹوچی سکاؤٹس کے ناموں سے دو گروپوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور ہر گروپ کے مزید تین حصے (Wings) ہوتے تھے جن کو ڈبلیو ٹی کے ذریعے رابطوں کے لئے آپس میں ملا دیا گیا تھا۔ سکاؤٹس ڈبلیو ٹی کے ذریعے رابطوں کی سہولت کے باعث میرانشاہ ٹوچی سکاؤٹس سٹیشن سے پاڑا چنار کرم ملیشیاء ہیڈ کوارٹر تک رابطوں کے قیام کی سہولت بہم پہنچادی گئی تھی۔ جبکہ جنوبی وزیرستان سکاؤٹس ڈائریکٹنگ سٹیشن کافورٹ سنڈیمین، ژوب، ملیشیاء ہیڈ کوارٹر کے ساتھ رابطہ قائم رہتا تھا۔ جنوبی وزیرستان سکاؤٹس کو گشت کے دوران سفری ریڈیو (Portable W/T) کی سہولت بھی بہم پہنچادی گئی تھی۔ ۱۹۲۳ء میں بعض چوکیوں کو وائرلیس ٹیلی فون سیٹ (4.B2 Type Wireless Telephone Sets) فراہم کئے گئے تھے مگر زیادہ اخراجات کے باعث اس سسٹم کو جلد ختم کیا گیا۔ رائل ایئر فورس ہیڈ کوارٹر میرانشاہ میڈیم ویو ڈبلیو ٹی کے ذریعے ملٹری ڈائریکٹنگ سٹیشن ڈیرہ اسماعیل خان اور رزمک کے ساتھ رابطوں کا کام سرانجام دیتا تھا (9)۔

سمعی و بصری اشاراتی رابطہ

ان طریقہ ہائے ابلاغ کیلئے انگریزوں نے امن کی حالت میں مقامی معلومات اور نقشہ جات کی مدد سے نشان زدہ راستوں (Visual Signal in Routs) کا تعین کیا تھا۔ ان کے خیال میں یہاں کے پہاڑی سلسلوں کے پیش نظر شیشہ کے ذریعے بصری رابطہ (Visual Communication) کامیاب طریقہ ابلاغ ہو سکتا تھا۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر پہاڑی چوٹیوں پر سکاؤٹس کیمپوں اور چوکیوں میں باقاعدہ تربیت یافتہ سگنلرز (Signallars) کو تعینات کیا جاتا تھا۔ ۹۵-۱۸۹۳ء میں کل ۷۰ سگنلرز کو تربیت دی گئی جن میں ۲۰ نے اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ اس طرح ۳۱-۱۹۳۰ء میں کل ۸۸ سگنلرز کو تربیت دی گئی تھی۔ ان میں جو اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتا اس کو ہیڈ کوارٹر بھیج دیا جاتا تھا۔ شیخ بدین کی چوٹی جو ڈیرہ اسماعیل خان اور بنوں کے وسط میں واقع ہے کی اونچائی ۵۴۱۳ فٹ ہے۔ یہ گرم موسم میں ہیڈ کوارٹر ہوتا تھا جس کو ضلع بھر کی تمام پہاڑی چوٹیوں کے ساتھ بصری رابطوں کے قیام اور پیغامات کے تبادلے کے لئے قابل عمل سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے اس چوٹی کو کئی سالوں تک پنجاب فرٹیلر فورس، ڈیرہ جات ڈسٹرک، ڈیرہ جات بریگیڈ ایریا اور بنوں بریگیڈ ایریا کے علاوہ وزیرستان میں اکثر فوجی مہمات کے دوران سگنل ہیڈ کوارٹر کے طور پر استعمال میں لایا جاتا تھا۔ تخت سلیمان کو بھی موافق موسمی حالات میں ژوب ایریا اور وزیرستان ڈسٹرکٹ کے مابین بصری رابطوں کے لئے استعمال میں لایا جاتا تھا (10)۔

بصری رابطوں کے قیام کے سلسلے میں بنیادی طور پر چار اہم راستوں بنوں رزمک، رزمک منزئی، جندولہ وانا اور رزمک وانا کا تعین کیا گیا تھا۔ جن کو مختلف سکاؤٹس چوکیوں کے ذریعے ایک دوسرے کو آپس میں ملا دیا گیا تھا۔ تاہم بارش، برف، دھند اور گردوغبار عارضی طور پر بصری رابطوں کے قیام میں حائل ہوتے تھے۔ بنوں سے رزمک کو بنوں فورٹ، شنکئی ڈیفائل پچٹ، کچھوری پوسٹ اور الیکٹرانڈر رینج کے ذریعے ملایا گیا تھا۔ رزمک سے منزئی کو رزمک کیمپ براستہ ہونج پچٹ (کوند اٹیپ) پیاڑہ پچٹ، سرکئی غری پچٹ (بارڈنگلی) خوجک کوندے پچٹ، سب کئی نزائی پچٹ، سرکئی پچٹ، فتح پچٹ (انٹی تنگی) اور خیر گئی پچٹ کے ذریعے ملایا گیا تھا۔ جندولہ سے وانا کو جندولہ پوسٹ، چک ملے پچٹ، سپیلوئی کھر پچٹ، ممرز، سروکئی، درگئی اور پاونہ شیشہ پچٹ کے ذریعے ملایا گیا تھا۔ جبکہ وانا اور فورٹ سنڈیمین کے درمیان براہ راست بصری رابطہ کا قیام ممکن تھا۔ رزمک سے وانا کیمپ کے ساتھ براستہ کوند اٹیپ، لدھامکانگر، شراوگی نزائی، توروام، تیارزہ نزائی اور شیشہ پچٹ کے ذریعے رابطہ

قائم کیا جاسکتا تھا۔ ان میں طویل ترین لائن کمین سے شیخ بدین تک ۵۸ میل تھی۔ جبکہ کوٹ خون سے دماندی تک ۳۸ میل کا فاصلہ تھا۔ راپٹوں کے قیام کے لئے پیغام دینے کی طرف مقام پر ۱۲ انچ شیشہ لگا ہوتا تھا دوسری جانب ۵ انچ کا شیشہ ہوتا تھا۔ پہلے شیشے کے ذریعے مخصوص ہندسوں کے ذریعے پیغام دیا جاتا تھا بعد میں ہندسوں کی بجائے انگریزی حروف استعمال ہونے لگے (11)۔

لیمپ، جھنڈے اور پیغام رساں کبوتر

رات کو خطرے کی صورت میں مختلف پیکٹوں کے مابین لیمپ کے ذریعے مخصوص اشاروں سے اہم پیغامات کا تبادلہ کیا جاتا تھا۔ مگر حتیٰ الوسع اس کا استعمال اس لئے کم کیا جاتا تھا کہ ایک تو اس طریقے سے پیغام دینا بہت مہنگا پڑتا تھا اور دوسرا خاص سبب مجاہدین کی طرف سے سنگین پرفارمنگ کرنے کا شدید خطرہ ہوتا تھا۔ اس طرح جھنڈوں کا استعمال بھی بہت سستا اور مؤثر طریقہ ابلاغ تھا۔ بڑے سائز کے جھنڈوں کے ذریعے بارہ میل تک پیغام بہم پہنچایا جاسکتا تھا۔ کم فاصلے پر راپٹوں کے لئے چھوٹے سائز کے جھنڈے استعمال کئے جاتے تھے۔ ایک سفید اور ایک سرخ جھنڈا الہامی کے مقصد یہ ہوتا تھا کہ حالات تشویشناک ہیں مگر گرفت سے باہر نہیں ہیں۔ حالات مکمل طور پر تسلی بخش ہوتے تو پھر دو عدد سفید جھنڈوں کو لہرایا جاتا تھا۔ اگر حالات مجاہدین کی گرفت میں ہوتے تو اس صورت میں دو عدد سرخ جھنڈے لہرائے جاتے تھے۔ ہوائی جہازوں کے ذریعے مہماری کرتے وقت جھنڈوں کی وساطت سے مجاہدین کے ٹھکانے اور سمت بتانے کیلئے رابطہ قائم کیا جاتا تھا اور سرخ کپڑے کے ذریعے مخصوص حروف بنائے جاتے تھے۔ مثلاً "X" نشان کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ مجاہدین اس نشان سے ایک ہزار گز کے فاصلے پر ہیں جبکہ "U" نشان کے ذریعے مجاہدین کا سمت بتانا مقصود ہوتا تھا (12)۔ ضروری اور انتہائی اہم پیغام کو مخصوص ہدف تک پہنچانے کے لئے پیغام رساں کبوتر کو استعمال میں لایا جاتا تھا۔ ساؤتھ وزیرستان سکھٹس کے زیر اہتمام جھنڈوں، سروکٹی، سروغہ اور لدھا میں پیغام رساں کبوتر رکھے گئے تھے۔ ضرورت کے وقت مختصر اور اہم پیغام کو کاغذ پر لکھ دیا جاتا تھا جس کو کبوتر کے پاؤں کے ساتھ باندھ کر اڑا دیا جاتا تھا۔ بعض اوقات باز کی طرف سے خطرہ لاحق رہتا تھا (13)۔ مگر شدید ضرورت میں اس طریقہ ابلاغ کی بڑی افادیت ہوتی تھی۔

پوسٹ، ٹیلی گراف، ٹیلی فون اور نقشہ جات

۱۹۱۹-۲۰ء کے بعد قبائلی علاقوں اور بالخصوص وزیرستان میں کئی نئے پوسٹ آفس، ٹیلی گراف اور ٹیلی فون لائنوں کے بچھانے کا کام کیا گیا۔ ہر کیمپ اور پوسٹ کے پاس ٹیلی گراف اور ٹیلی فون کی سہولت دستیاب تھی اور خاصہ دار کے چھوٹے چھوٹے کچے پکے پکٹوں تک ٹیلی فون کی لائن بہم پہنچائی گئی تھی۔ جنگ کے دوران یہ تمام سہولیات آرمی کنٹرول میں ہوتی تھیں جبکہ عام حالات میں سول شخصیات معمول کے عام راپٹوں کے قیام کے لئے ان سہولیات کو استعمال میں لاتے تھے۔ قبائلی مجاہدین کی طرف سے راپٹوں کے ان ذرائع کو اکثر نقصان پہنچا دیا جاتا تھا۔ بنوں اور منرئی کے مقامات پر ایک ہیج بنا دیئے گئے تھے۔ جب کسی وجہ سے لائنوں میں رکاوٹ پیدا ہوتی تو اس صورت میں ان ایکٹو کچھنوں کا بالواسطہ لائنوں کی وساطت سے طویل فاصلے تک آسانی سے راپٹوں کا قیام ممکن ہو سکتا تھا۔ ٹیلی گراف کا سب ڈویژنل دفتر ڈیرہ اسماعیل خان میں تھا جس کے ذریعے مذکورہ تمام لائنوں کی نگرانی کی جاتی تھی۔ ۱۹۳۵ء کے اعلانِ شہ کے مطابق وزیرستان میں کل پوسٹوں کی تعداد ۵۸ تھی۔ ان سب کو آپس میں ملانے کے لئے ۵۰۰ میل ٹیلی گراف لائن، ۱۳۴۴ میل وائر جبکہ ۲۶۰ میل ٹیلی فون لائن اور ۳۰۶۰ میل وائر لیس کا قیام رو بہ عمل لایا گیا تھا۔ وزیرستان میں فوجی مہمات کے دوران ہر آفیسر کو ۳۰ میل سکیل نقشہ دیا جاتا تھا جس میں تمام اہم مقامات کی نشاندہی اور وہاں تک رسائی کی خاطر مختصر خفیہ راستوں سے متعلق ضروری معلومات درج ہوتی تھیں (14)۔ ان نقشوں کی افادیت بہت ہی غیر معمولی اہمیت کی حامل تھی اس لئے ان کو آج تک بہت ہی خفیہ رکھا گیا ہے۔

اشتہارات

مجاہدین کے اکابرین اور بالخصوص فقیر ایپی جس علاقے میں جاتے سرکار کو فوراً اطلاع مل جاتی اور وہ ان پر فوراً ہوائی جہازوں کے ذریعے بمباری شروع کرتے لیکن بمباری سے قبل اس علاقہ کے لوگوں کو پمفلٹ کے ذریعے اطلاع دی جاتی تھی۔ ۹ فروری ۱۹۴۴ء کو علاقہ شکتو کی پر بمباری سے قبل ایک پشتو پمفلٹ کا ترجمہ

اعلان بنام باشندگان گڑھی وام

”سرکار کو معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ فقیر ایپی آپ کے علاقہ میں ہیں۔ آپ کو خبردار کیا جاتا ہے کہ ابھی آپ پر بمباری کی جائے گی۔ اس لئے بے گناہ لوگ فوراً گڑھی وام سے تین میل دور چلے جائیں اور تا حکم ثانی واپس نہ آئیں۔ بمباری اس وقت تک جاری رہے گی جب تک فقیر ایپی آپ کے علاقہ میں ہیں۔ آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ ان کو اپنے علاقے سے نکال دیں۔“ (حکم سرکار عالیہ ۹ فروری ۱۹۴۴ء)

ریڈیو

گو کہ اس زمانے قبائل میں ریڈیو کا استعمال انتہائی کم تھا لیکن انگریز اور جرمن نے دوسری جنگ عظیم کے دوران ان علاقہ جات کیلئے پشتو میں ریڈیو پروگرام شروع کر رکھے تھے۔ ڈاکٹر شاہ جہان کی تحقیق کے مطابق پاکستان اور افغانستان کو اہمیت دینے کی خاص وجہ اس علاقے کی جغرافیائی، سیاسی اور لشکر کشی کیلئے موزونیت تھی۔ یہ بھی سچ ہے کہ آج کے ڈیورینڈ لائن کے دونوں پار پشتون قوم آباد تھی۔ جو اپنی جنگجوئیانہ صلاحیت کے لئے مشہور تھی۔ بلوچستان، شمال مغربی پاکستان اور افغانستان کے بہت سارے علاقے وسطی ایشیاء کے زیر تسلط تھے اور سامراج نے ہمیشہ ان علاقوں کے باسیوں پر اپنے خیالات ٹھونسنے کی کوشش کی ہے اور یہ ایک منظم پروپیگنڈہ کے تحت کیا جاتا رہا۔ ان رجحانات اور نظریات کی تشہیر کے لئے آل انڈیا ریڈیو کا استعمال کیا۔ اس علاقے کے لوگوں کو اکسانے کے لئے پشتو زبان کی بیرونی سروس کے ذریعے متعینہ مہم شروع کی۔ یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء کو آل انڈیا ریڈیو سے پشتو زبان کا پہلا پروگرام نشر کیا۔ مجموعی طور پر اس پروگرام کا مقصد انگریزوں کے مفادات کو پوری طرح سے بروئے کار لانا اور افغانستان کے اندر سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھنا تھا۔ اس ترغیب پر ایک انگریز افسر مامور تھا۔ آغاز میں اس پروگرام کا دورانیہ ۱۵ منٹ تھا بعد ازاں اس کا دورانیہ ۳۰ تک بڑھایا۔ پروگرام کا طریق کار یہ تھا کہ

- ۱۔ انگریزوں کے نقطہ نظر کی تشریح کرنا۔
- ۲۔ افغانیوں کو اس نقطہ نظر کے تحت اپنے ساتھ ملا لینا۔
- ۳۔ جنگی محاذ پر اتحادیوں کی فتح میں خبریں اور معلومات کی تشہیر کرنا اور
- ۴۔ ان پروگرامز کا دوسرے محوری حمایتی ریڈیو سٹیشن، جن میں ریڈیو برلن اور کچھ دوسرے خفیہ ریڈیو سٹیشن (جرمنی، جاپان) سے رابطہ پیدا کرنا شامل تھا۔

۱۹۴۰ء کے آخر میں ”آل انڈیا ریڈیو“ کے پشتو نشریات میں بنیادی تبدیلی متعارف کروائی۔ جس کی وجہ پاک و ہند کی تقسیم تھی اب ”آل انڈیا ریڈیو“ کا نقطہ عماسکہ نوزائیدہ ملک (پاکستان) کے اس پار اور اس پار کی پشتون آبادی تھی۔ اس مہم کا خاص مقصد پشتونوں کی آزاد ریاست ”پشتونستان“ کا قیام تھا۔ ان نشریات میں کھلے عام ”پشتون“ ریاست کی وکالت کرنا شروع کر دی۔

ریڈیو ”آزاد وزیرستان“

عراق، شام اور لبنان کی سرکوبی کے بعد جرمن ہٹلر کے لئے افغانستان کا علاقہ بہت اہمیت اختیار کر چکا تھا۔ اس لئے برٹش انڈیا پر حملہ آور ہونے کے لئے جرمن فوجوں کی افغانستان میں صف بندی ضروری تھی۔ ۱۹۴۱ء کے موسم سرما میں جرمن کے قانونی مشیر برائے کابل کو

برلن سے ایک خفیہ تحریر ملی جس میں بتایا گیا تھا کہ وہ قبائلی علاقہ کے اندر عسکری نقل و حرکت سے متعلق معلومات روانہ کریں۔ ان ساری کڑیوں کو ملانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ بالآخر جرمن اور اٹلی کے بیچے ہوئے مشن مرزا علی خان (فقیر ایپی) کے ساتھ رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔ چونکہ فقیر ایپی اس علاقے کے ایک متحرک لیڈر اور جنوبی ایشیاء میں انگریز سامراج کے کٹر دشمن تھے۔ اس حوالے سے مہمند علاقے کے قبائلی ملکوں کے ساتھ رابطہ استوار ہو چکے تھے۔ ان تمام عوامل کا بغور جائزہ لینے کے بعد جرمن نے یکم جنوری ۱۹۴۲ء کو برلن سے ایک خفیہ ریڈیو پروگرام کا آغاز کیا جس کا ضوابطی نام ”متفقہ رائے“ تھا۔ اس ”متفقہ رائے“ کو نیا نام ”آزاد ہند ریڈیو“ دیا گیا۔ شروعات میں پروگرام ہفتے میں دو بار پیش کیا جاتا رہا۔ لیکن ۲ مارچ سے اس کا دورانیہ ۳۰ منٹ روزانہ کر دیا گیا جبکہ اپریل ۱۹۴۲ء سے اس کا دورانیہ ۲ گھنٹے روزانہ پر پہنچ گیا۔ ۱۹۴۲ء ہی کو ”آزاد وزیرستان ریڈیو“ (گاہے گاہے آزاد مسلم ریڈیو) کی ”آزاد ہند ریڈیو“ میں استقرائی ہوئی جن کے مقاصد درج ذیل تھے۔

۱۔ انڈیا کے اندر سیاسی حالات کا پھانسنہ اپنے حق میں کرنا اور انگریزی نوآبادیات کے متضاد بیانات کا توڑ تلاش کرنا۔

۲۔ انگریز آرمی کو غلط راہ پر لگانا۔

۳۔ ہندوستان کے شمال مغرب میں گڑبڑ کی حوصلہ افزائی کرنا اور

۴۔ انگریز آرمی کی جڑیں اندر سے اندر کھوکھلی کرنا۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران ریڈیو نے پروپیگنڈہ سمیت افواہ پھیلانے اور رائے عامہ ہموار کرنے میں بلاشبہ حیران کن کردار ادا کیا۔ قبائلی علاقہ اور بالخصوص وزیرستان کے حوالے سے ریڈیو کے کردار سے متعلق جب فقیر ایپی کے دیرینہ ساتھیوں سے رابطہ قائم کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ اس وقت وزیرستان میں ریڈیو سیٹ کیس بھی دستیاب نہیں تھا۔ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ریڈیو کی ہمہ گیری افادیت سے یہاں کے لوگ واقف ہی نہیں تھے، مذہبی اور قبائلی اقدار اور نامصائب معاشی حالات بھی ریڈیو کے استعمال میں حائل رہے۔ تیسری خاص وجہ یہاں ناخواندگی تھی۔ اس لئے ریڈیو پروگراموں کے اہم پیغامات کے اثرات یا ان کی افادیت سے یہاں کے لوگ محظوظ نہیں ہو سکے۔

انگریز چونکہ تعلیم، تنظیم اور طاقت جیسی صلاحیتوں سے بالکل تھے چنانچہ انہوں نے بڑا فعال اور مؤثر ابلاغی سسٹم متعارف کیا۔ لیکن قبائلیوں کے ساتھ معاملات طے کرنے میں انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اس کے برعکس قبائلی عوام نے نامساعد حالات اور افرادی قوت کی نایابی کے باوجود جو خود ساختہ طریقہ ہائے ابلاغ استعمال کئے وہ حیران کن تھے۔ مندرجہ بالا حقائق سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جدید طریقہ ابلاغ اور اس کے ذرائع فی الحقیقت انگریزوں کے مرہون منت ہیں۔ جنہوں نے اپنی ساری ضروریات کیلئے تمام نوآبادیات کو ابلاغ کے جدید ذریعوں سے متعارف کیا۔ برصغیر پاک و ہند اور دیگر فرنگی نوآبادیات کی طرح قبائلی علاقوں میں بھی ابلاغ کے منضبط ذرائع انگریز ہی اپنے ساتھ لائے۔

قبائل کے طریقہ ہائے ابلاغ

ڈھول کا کردار

دشمن کے خلاف رابطوں کے حصول کے لئے قبائل جن خود ساختہ طریقہ ہائے ابلاغ استعمال میں آئے ان میں ڈھول کو بنیادی فوقیت حاصل تھی۔ پشتون قوم کے اکابرین نے اپنے ملی تقاضوں کو ایسا ترتیب دیا ہے جس سے ہر دور میں قوجو قوں کے احساسات اور جذبات کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے۔ ان میں ایک اہم ذریعہ ابلاغ ڈھول کا استعمال ہے جو بالعموم خوشی، غم اور جنگ کی حالت میں پیغام عام کے لئے خصوصیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ پشتونوں میں ڈھول جانے کی رسم اتنی پرانی ہے جتنی ان کی تاریخ۔ پہلے پہل ڈھول کی آواز کے ساتھ ہاتھ پاؤں کی حرکات و سکنات، اٹھنے اور بیٹھنے کا انداز اجتماعی ورزش کا نمونہ ہوتا تھا۔ بنیادی مقصد دشمن کے خلاف لڑنے کے لئے اعضاء کو مضبوط اور توانا رکھنا تھا۔

ڈھول کی آواز کے ساتھ تیزی سے آگے پیچھے جانا اس بات کی غمازی کرتا تھا کہ دشمن پر حملہ کرتے وقت انہیں کاری ضربیں لگانے کی خوب مشق ہو سکے۔ دائیں بائیں آگے اور پیچھے منہ پھرنے کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ دشمن کے خلاف لڑتے وقت تمام اطراف کا بغور جائزہ لیا جاسکے۔ لڑنے سے پہلے تیز ڈانس کے ذریعے دشمن پر نفسیاتی طور پر یہ تاثر قائم کرنا مقصود ہوتا تھا کہ پشتون نوجوان لڑتے وقت بھی خوشی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ڈھول جاتے وقت ہاتھوں کو اوپر اٹھانے کا مفہوم یہ ہوتا تھا کہ دشمن کے خلاف لڑتے وقت تلوار کا نہ صرف مضبوطی کے ساتھ استعمال کر سکیں بلکہ اپنے دفاع کی خاطر مضبوطی سے ڈھال کا استعمال بھی کر سکیں۔ جب تک لڑنے کے لئے تلوار اور ڈھال کا استعمال عام رہا تب تک پشتون نوجوان تلوار اور ڈھال کے ساتھ رقص کرتے رہے لیکن جب سے درمیان میں ہندو متعارف ہوئی تو یہ لوگ ہندو کے ساتھ رقص کرنے لگے (15)۔ ڈھول کے ساتھ جسمانی حرکات (Body Movements) بھی البلاغ کا اہم وسیلہ تھیں۔

برطانوی سامراج کے خلاف قبائلی علاقوں میں مسلح جدوجہد کے دوران ڈھول کو بلاغ عامہ کے کامیاب ذریعے کے طور پر استعمال کیا گیا۔ جرجوں، اجتماعات، جلسوں کے انعقاد اور لشکر کشی کے لئے کم سے کم سے وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو پیغام بہم پہنچانے کے لئے مؤثر اور آسان ترین ذریعہ ڈھول ہی رہا ہے۔ چونکہ فطری طور پر ڈھول جانے کی آواز عام لوگوں کو نہ صرف چونکار کھتی ہے بلکہ سامعین میں واقع سے متعلق تجسس کا عنصر بھی ابھارتی ہے۔ پس تحریک جہاد کے قائدین نے ڈھول کو بلاغ عام کی حیثیت سے ماہرانہ طریقے سے استعمال میں لایا۔ ڈھول کے استعمال سے دلچسپی اور غیر معمولی واقعات رونما ہوئے جن کی تفصیل اگلے ابواب میں آئے گی۔ یہاں صرف ایک واقعہ سے ڈھول کے ہمہ گیر کردار پر روشنی پڑتی ہے۔

مالاکنڈ کی پہاڑی پر قبضہ کی خاطر انگریز فوج جب بھی نیچے سے چوٹی پر چڑھنے کیلئے حرکت کرتی تو چوٹی پر بیٹھا ہوا ایک پشتون نقارہ جاتا اور دیکھتے ہی دیکھتے بے شمار غازی چوٹی پر نمودار ہوتے اور فوج پر اوپر سے وہ قیامت ڈھاتے کہ دشمن کے پاس پسپائی کے علاوہ کوئی راہ فرار نہ رہتی۔ آخر انگریز اس نتیجے پر پہنچے کہ اس ٹھنڈورچی کا کوئی انتظام کرنا چاہیے۔ چنانچہ ہندوستان سے ایک سارجنٹ کو بلایا گیا جو بہترین نشانہ باز تھا اسے بتایا گیا کہ نقارچی کو نشانہ بنائے اور اطلاع کے اس ذریعہ کا خاتمہ کر دے۔ رات کی تاریکی میں اس سارجنٹ کو پہاڑ کے اس مقام پر پہنچایا گیا جہاں سے اس کی گولی نقارچی تک پہنچ سکتی تھی۔ صبح انگریز نے اوپر جانے کے لئے حرکت کی۔ چوٹی پر بیٹھے نقارچی نے جو نہی اپنے دائیں ہاتھ سے نشانہ جانے کے لئے دستہ اٹھایا تو سارجنٹ کی گولی اس کے دائیں ہاتھ پر لگی۔ نقارچی نے دستہ فوراً بائیں ہاتھ میں پکڑا اور دوسری گولی اس کے بائیں ہاتھ کو لگی۔ دونوں ہاتھ بے کار ہو جانے پر اس نے دستہ اپنے منہ میں پکڑ لیا۔ اب سارجنٹ کے لئے کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس لئے اس نے تیسری گولی ڈھنڈورچی کے سینے میں پیوست کر دی۔ جب انگریز وہاں پہنچے تو یہ لاش اس نقارے پر ایسے جھکی ہوئی تھی کہ جیسے زندہ ہو اور نقارہ جانے کی کوشش میں ہو (16)۔ اس مجاہد کا نام محمد شاہ تھا۔

قبائلی علاقوں میں آج بھی ڈھول کو بلاغ عام کی حیثیت سے آسان اور موثر ترین ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ شادی بیاہ یا کسی اور معاملے کی صورت میں مختلف خیلوں یا قبیلوں کے مابین مشترکہ لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے بڑے ماراکا (جرگہ) کا اہتمام کرنا ہو 'اجتماعی طور پر کوئی کام سرانجام دینا ہو' پر امن بقائے باہمی کی خاطر مشترکہ ٹیچہ لگانا ہو یا پہلے سے متعین شدہ ٹیچہ کی خلاف ورزی کی صورت ہو یا لشکر کشی کے لئے عام لوگوں کو اکٹھا کرنا مقصود ہو تو ان تمام صورتوں میں ڈم (ڈھولچی Drumer) کو بلایا جاتا ہے۔ ڈم واقع کی نوعیت کے مطابق ڈھول جانے کا ماہر ہوتا ہے۔ خطرے کی صورت میں جب ڈم ڈھول کو مخصوص سر (چیغہ غوڑا) میں جاتا ہے تو اس پاس کے لوگ حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے متعلقہ جگہ بھاگنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح تازعات کی صورت میں ہر خیل یا قبیلہ آپس میں عمومی اتفاق و اتحاد کے حصول کی خاطر ڈھول جانے پر انحصار کرتا ہے۔ جب تک معاملہ جاری رہتا ہے ڈھول جتا رہتا ہے لیکن جب معاملات سنگین صورت اختیار کر جاتے ہیں تو

گرد و نواح کے دوسرے غیر جانبدار خیل یا قبیلے ان تنازعات کو نمٹنے کے لئے جرگوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ جرگوں میں زیادہ لوگوں کی شرکت کی غرض سے ڈھول ہی واحد وسیلہ بلاغ سمجھا جاتا ہے۔ لڑائی کی صورت میں فریقین مورچہ بندی کر کے ایک دوسرے کے خلاف لشکر کشی کرتے ہیں لشکر میں شامل نوجوانوں کے جذبہ میں شدت اور جوش پیدا کرنے کی خاطر ڈھول جانے کے لئے ڈم ساتھ ہوتا ہے اور مخالف فریق پر حملہ کرتے وقت وہ ڈھول کو نہایت جوشیلے سروں میں جاتا ہے۔

جر نیل (پیغام رساں / قاصد)

دور دراز علاقوں میں رابطوں کے قیام کے سلسلے میں جو شخص آگے اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے اسے قبائلی اصطلاح میں جر نیل کہتے ہیں۔ یہ ایک طرح کا پیغامبر بھی ہوتا ہے۔ جنگ آزادی کے دور ان شدید اور ناموافق موکمی حالات اور دشوار گزار راستوں کے باوجود بھی جر نیل صحیح وقت پر پیغام پہنچانے کی اہمیت سے غافل نہ ہوتا تھا۔ اکابرین مجاہدین کے مابین خفیہ خطوط اور پیغامات کے تبادلے میں جر نیل کا کردار خصوصی اہمیت کا حامل تھا۔ قبائلی علاقہ میں برطانوی راج کے خلاف پہلی منظم اور ہمہ گیر تحریک ملاپاوندہ کی تھی۔ انہوں نے اپنی تحریک کے پیغام کو دور کے علاقوں میں عام لوگوں تک پہنچانے کے لئے طالبان مقرر کئے تھے جو پیغام بہم پہنچانے کیساتھ ساتھ لوگوں سے تحریک جہاد کے لئے چندہ بھی جمع کرتے تھے۔ بعد کے دور میں فقیر ایسی کو جب امیر جہاد مقرر کیا گیا تو انہوں نے زیادہ منظم طریقے سے پیغامات اور خطوط کے تبادلے کے لئے کئی جر نیل مقرر کئے جن کے باعث گوریلہ کارروائیوں میں ان کی تحریک نے حیرت انگیز کامیابی حاصل کی (17)۔ موجودہ وقت میں اکثر قبائلی علاقوں میں مواصلات کی سہولت نہ ہونے کے باعث ضرورت کے وقت پیغامات کے تبادلے کے لئے ہر قبیلہ یا خیل نے جر نیل مقرر کئے ہیں۔ کسی مشترکہ مقصد کے حصول کے لئے جرگے کا اہتمام کرنا ہو یا کوئی خیل یا قبیلہ کسی دوسرے خیل یا قبیلہ کے خلاف لشکر کشی کا ارادہ رکھتا ہو یا کسی کی موت واقع ہو جائے تو ایسی صورتوں میں دور افتادہ علاقوں میں ان خیلوں یا قبیلوں کے رشتہ داروں کو اطلاع پہنچانے کی ذمہ داری بھی جر نیل کی ہوتی ہے۔ حالات جیسے بھی ہوں جر نیل اپنے کام میں سستی یا غفلت کا سر تکب نہیں ہوتا۔

لوگ گیت

بوجے آزادی پٹھان قبائل میں پیدائش کے وقت سے ہی اس کے دماغ کو معطر کرنا شروع کر دیتی ہے۔ ہوش سنبھالتے ہیں تو اپنے آپ کو آزاد فضاء میں دیکھ کر فطرتاً اپنی آزادی کے قیام و بقاء کے لئے ہمہ تن مصروف ہو جاتا ہے۔ لوگ گیت کے ذریعے جب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کہ بزرگ آزادی وطن کے لئے کس طرح قربانی دے چکے ہیں تو اس میں بھی وہی جذبہ پیدا ہوتا ہے وہ بھی تحفظ آزادی اور ننگ و ناموس کی خاطر اپنے آپ کو ہر وقت مسلح رکھنے کی فکر کرتا ہے چونکہ چٹن سے اس کی ماں تیری ماں اس کو گود میں تلقین کرتی ہے۔

تسدا باپ جنگ کرنے گیا ہے محمد شمشیر لٹکائے ہوئے

اپنے ناموس کے لئے سر دے دے گا وطن پر خرقی چڑھ آئے ہیں

تم خالد کے پوتے ہو اور تم غوری کے بیٹے ہو پھر دل کیوں گھبرائے (18)

پشتون دوشیزائیں بیویوں ماؤں کی طرف سے بنائے ہوئے پشتونوں کا خصلہ کے ساتھ ترجمہ :-

۱۔ جب تجھے چمکتی ہوئی تلوار کا سامنا پڑے گا تو ناچنے ہوئے اس کی طرف نہ دیکھ رشتہ داروں کے پیٹھ دکھانے کی بناء پر میں نے ہمیشہ اپنی ہجولیوں کی تضحیک کی ہے۔

۲۔ بہتر ہو گا کہ تو کالی بدوق سے قتل ہو جائے اور تیری لاش لائی جائے لیکن خدا نہ کرے کہ تیری پسپائی (ہزدلی) شکست کی خبر آئے۔

۳۔ میرے محبوب نے میدان جنگ میں جو بھاری دھماکی اس لئے تو میری ہجولیاں میرے جوتے سیدھے کر لی ہیں۔

- ۴۔ میرا محبوب جنگ کے دوران پیچھے ہٹا کاش میں گزشتہ رات اس سے محبت نہ کرتی۔
- ۵۔ خدا کرے کہ تیرا جسم بارود سے کالا اور خون سے لال ہو جائے لیکن یہ نہ ہو کہ سالم وجود کے ساتھ بزدل کی حیثیت میں واپس آجائے
- ۶۔ میں ایسے بہادر کی محبت پر قربان ہو جاؤں جو اپنے وطن کی ناموس کی خاطر سر قربان کر دیا کرتے ہیں۔
- ۷۔ پشتون نوجوان کی باری ہے۔ بہادر جوان اپنے وطن کے ناموس کی خاطر سر قربان کر دیا کرتے ہیں۔
- جب میوند کے مقام پر انگریز جرنیل براون کی کمان میں لڑنے والی فوج کے خلاف پشتون لڑائی کے عین سچ میں لڑتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے تو ساتھ کی پہاڑی پر بیٹھی ہوئی پشتون خواتین میں سے ملائہ نامی ایک دو شیرہ نے با آواز بلند یہ غیہ گایا:- ”اگر میوند کے میدان میں شہادت کی سعادت سے محروم رہے تو قسم ہے اے میرے محبوب تیری اس کے بعد کی زندگی بزدل کی ہوگی“ اور فوراً دوسری خواتین کیساتھ میدان جنگ میں کود پڑی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اتنی زبردست طاقت سے پیچھے ہٹنے والے پشتون بھی نہایت برق رفتاری سے انگریز فوج پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ آنکھ جھپکنے میں نہ صرف فرنگیوں کی شکست ہوئی بلکہ جنرل براون نے ہتھیار بھی ڈال دیئے اس سے پہلے تاریخ میں بہت کم مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ کسی فل جرنیل نے ہتھیار ڈالے ہوں (19)۔

لوگ گیتوں کا تعلق براہ راست غیرت کے تقاضوں سے ہوتا تھا اس کے مزید حوالے بعد کے ابواب میں موقع کی مناسبت سے دیئے گئے ہیں۔ مختصر یہ کہ فرنگی کے خلاف لڑتے وقت اگر کوئی بزدلی کا مظاہر کرتا تو یہ نہ صرف بڑا معیوب سمجھا جاتا تھا بلکہ لوگ گیتوں کے ذریعے طعنوں کے باعث اس کی زندگی اجیرن بھی بنا دی جاتی تھی۔

ملا کا کردار

قبائلی روایات و ثقافت میں مذہبی رنگ گہرا ہوتا ہے۔ مذہبی شعائر سے اعتقاد اور روح مذہب سے عدم واقفیت کے باعث یہاں مسجد کا امام اہم مقام و منصب کا حامل ہوتا ہے۔ فرنگی کے خلاف جنگ آزادی کے وقت ننگ کے حامل قبائلی معاشرے میں ملا نے مبلغین کی حیثیت سے مثالی قیادت کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ ملا عبد الغفور ولی سوات، اڈہ ملا، مٹکی ملا، پالام ملا، فضل واحد المعروف حاجی ترنگ زئی، ملا سعید اکبر، ملا گلاب دین، ملا حمزہ اللہ، ملا پاونڈ اور فقیر ایسی ایسی ہستیاں گزری ہیں جنہوں نے ملا کے روایتی کردار سے ہٹ کر مجاہدانہ انداز میں پورے قبائلی معاشرے کو فرنگی کے خلاف مسلح جہاد کے لئے متحرک کیا۔ ملا عبد الغفور نے تمام قبائلی علاقوں میں علماء کرام سے خفیہ رابطوں کا سلسلہ قائم کیا ہوا تھا۔ ضرورت کے وقت انہیں اسلحہ بھی فراہم کرتے تھے اور دیگر ہر ممکن تعاون بھی کرتے تھے (20)۔ ۱۸۹۷ء کی سرحدی شورش کے دوران ملا پاونڈ، اڈہ ملا، مستان ملا اور ملا سعید اکبر نے آزادی کے دلدادہ قبائل کی قیادت کا جو جرات مندانہ مظاہرہ کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ وزیرستان کی سطح پر مولوی گلاب دین، ملا پاونڈ، ملا حمزہ اللہ، شہزادہ فضل دین، بادی فقیر، شیر علی خان اور بالخصوص فقیر ایسی نے وزیرستان کے قبائل کو جہاد کے جذبہ سے سرشار کر کے فرنگی سامراج کے لئے غیر معمولی مشکلات پیدا کیں۔

خلفاء یا ناسین کا کردار

انگریز کے خلاف ابتدائی معرکوں کے دوران مختلف قبیلوں کے مابین آپس میں پیغامات کے تبادلے یا رابطوں کے قیام کے لئے واضح طریقہ ہائے ابلاغ دستیاب نہیں تھے۔ آس پاس کے قبیلوں کے حریت پسندوں کے مابین بہت ہی محدود اور غیر منظم قسم کے رابطے ہوتے تھے جبکہ دور دراز علاقوں میں رابطوں کا کوئی طریقہ کار دستیاب نہیں تھا۔ انیسویں صدی کے ۸۰ کے عشرہ میں مولوی گلاب دین المعروف وزیر ملا اور دیگر وزیر نے دشمن کے خلاف منظم جہاد کا آغاز کر کے دور افتادہ علاقوں سے چند خلفاء کا انتخاب کیا جن کے ذریعے لوگوں کو فرنگی کے خلاف لڑنے کی ترغیب دی جاتی تھی۔

۱۸۹۰ء عشرے کے ابتداء میں جب ملاپانندہ کو فرنگی سامراج کے خلاف تحریک جہاد کے لئے وزیرستان کا تاحیات بادشاہ مقرر کیا گیا تو انہوں نے دشمن کے خلاف برسر عام اور بالخصوص گوریلا طرز پر جہاد شروع کیا۔ جس سے فرنگی صرف وزیرستان میں نہیں بلکہ پورے سرحد میں آرام کی نیند نہیں سو سکتے تھے۔ ان کارروائیوں میں آپ کے نائبین کا بہت بڑا عمل دخل ہوتا تھا۔ انہوں نے دور کے علاقوں میں لوگوں تک پیغامات بہم پہنچانے اور تحریک جہاد کے لئے چندہ جمع کرنے کیلئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ بعد کے دور میں فقیر ایپی کو امیر المجاہدین منتخب کیا گیا تو آپ نے فرنگی پر ”مداخلت فی الدین“ کا الزام لگا کر ان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور وزیرستان بھر کا طوفانی دورہ کر کے دور افتادہ علاقوں میں تمام بااثر شخصیات کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کی۔ کامیاب دورے سے واپسی پر جہاد کی تحریک میں تسلسل کی غرض سے رابطوں کے لئے ایک مربوط طریقہ کار وضع کیا۔ جس کے باعث دور کے علاقوں میں مختلف قبیلوں کے بااثر افراد کو خلفاء اور علماء کرام کو نائبین مقرر کیا۔ لوگوں کو جہاد کے لئے تیار کرنا سیاست المال کے لئے چندہ اکٹھا کرنا مجاہدین کی گوریلا کارروائیوں کی نگرانی کرنا اور اپنے علاقوں کی عمومی صورتحال سے فقیر ایپی کو باخبر رکھنا جیسی ذمہ داریاں ان کے فرائض میں شامل تھیں۔ خلفاء یا نائبین کے انتخاب میں قائدانہ صلاحیت مردانگی اور اپنے حلقہ میں ان کے اثر و رسوخ کو مد نظر رکھا جاتا تھا۔ وہ موقع کی نزاکت کے مطابق جارحانہ یا دفاعی حکمت عملی مرتب کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ غازیوں کی ضروریات اور کردگی کے علاوہ دشمن کے ارادوں اور گوریلا طرز جنگ کے لئے منصوبہ بندی مرتب کرنا جیسے امور سے متعلق فقیر ایپی کے ساتھ تفصیلی مذاکروں میں انکی تجاویز اور رائے کو بنیادی فوقیت دی جاتی تھی (21)۔ دشمن کے خلاف گوریلا طرز جنگ کے دور ان امیر المجاہدین کے ساتھ جتنی کے ذریعے رابطے بھی قائم رکھتے تھے۔

دعوتی خطوط

اکابرین مجاہدین اور دور افتادہ علاقوں میں سرکردہ قبائل علماء کرام اور روحانی شخصیات کے مابین رابطوں کے قیام کے سلسلے میں دعوتی خطوط کا بنیادی کردار رہا ہے۔ وہ فارسی، پشتو اور اردو میں ایک دوسرے کو خطوط لکھا کرتے تھے جن کے ذریعے جہاد کی عمومی صورتحال سے آگاہی حاصل کرنے کے ساتھ ہر ممکن تعاون اور بالخصوص گوریلا طرز جنگ کیلئے حکمت عملی واضح کی جاتی تھی۔ ان میں بعض (ملاپانندہ) حکومت کے کارندوں کے انتباہ کیلئے خطوط کا سہارا لیتے تھے۔ پوری تباہی پٹی میں ملاپانندہ جاتی تر تھرتی اور فقیر ایپی کی جہاد پر مبنی تحریکوں کو تاریخ میں جو ممتاز مقام حاصل ہے اسکی نظیر نہیں ملتی۔ یہاں ان قائدین کے خطوط کا اختصار کے ساتھ جائزہ پیش خدمت ہے۔

۱۸۹۳ء میں وانا کیمپ پر ملاپانندہ کی قیادت میں شب خون کے بعد فرنگی نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے ۹۵-۱۸۹۴ء میں محمود قبیلہ کے خلاف وسیع پیمانے پر فوج کشی کی اور ہندوستان کے شمال میں سرکردہ علاقوں کے مکانات اور برجوں کو مسمار کیا گیا۔ ملاپانندہ امیر کابل کی حمایت حاصل کرنے کابل تشریف لے گئے۔ ان کے بعد وانا کیمپ پر قبضہ کر کے وانا کیمپ کو اپنے قبیلہ کا گڑھ بنایا۔ وانا اور تحصیلدار کے نام دو خطوط بھیجے۔ تحصیلدار کے ہم خط میں انہوں نے لکھا کہ ”میر کابل کے جرات مندانہ اقدام کے باعث مسلمانوں کے حوصلے بلند اور دلوں میں نئی لگن پیدا ہوئی ہے۔ اگر حکومت عدل کے علاقے میں جبر و ستم کی خاطر کسی قسم کی کوئی حرکت کرے تو پھر مسلمان اور فرنگی کے مابین بڑا خوفناک فساد برپا ہو جائے گا۔“ جبکہ پولیٹیکل ایجنٹ گرات کے ہم خط میں اس پر واضح کیا کہ ”ہم نے اپنے وطن کے دفاع کیلئے اسلام کے بادشاہ عبدالرحمن کو فرنگی مظالم کے خلاف درخواست دی ہے جس پر امیر کابل اور وائسرائے ہند کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ مزید پیش قدمی سے اجتناب کریں گے۔ بلوچ آفریدی اور سواتی سب مسلمانوں نے اپنے اپنے علاقوں کے متعلق امیر کابل کو درخواستیں دی ہیں اور امیر کابل نے منظور کی ہیں۔ اس سے مسلمانوں کے دلوں میں جرات پیدا ہوئی ہے اس لئے بہتر ہو گا کہ خون ریز تصادم سے بچنے کیلئے مزید پیش قدمی سے پرہیز کیا جائے“ (22)۔

بعد کے دور میں فقیر ایپی نے جہاد فی سبیل اللہ کے دوران وزیرستان کے علاوہ آس پاس کے قبائلی علاقے اور سرحد کے قریب افغانستان کے مشرقی علاقوں میں علماء کرام، قبائلی زعماء اور بالخصوص روحانی شخصیات تک اپنی تحریک کے پیغام کو پہنچانے کے لئے دعوتی خطوط کو موثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ دشمن کے خلاف عمومی اتفاق اور عام لوگوں کو جہاد کے اغراض و مقاصد سے باخبر رکھنے اور متفقہ لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے جلسوں کا انعقاد بھی روبہ عمل لایا جاتا تھا۔ جلسوں میں مختلف خیلوں کے لوگوں کی شرکت کی غرض سے ہر خیل کے بااثر افراد کو امیر جہاد کی جانب سے باقاعدہ خطوط بھیج دیئے جاتے تھے اس سلسلے میں فقیر ایپی کے ایک خط کا جائزہ ملاحظہ فرمائیے۔

برادران اسلام ملک حیات خان نظر خیل، مولوی صاحب سوندی کوٹ کائی اور ملک ولی خان ملک شانی
اسلام علیکم! کے بعد مفہوم یاد کہ آج کل اقوام میں مفسدین اور بے دین لوگوں نے فساد شروع کیا ہے۔ حلال و حرام کا فرق گم ہو گیا ہے لہذا لازم ہے کہ سرندگان اور غاوران دین محمدی خواب غفلت سے اٹھ کر جلسہ بمقام ”سمل“ بتاریخ یکم ذوالعقد منعقد کر کے تجویز کریں۔ کوئی مہاجر غیر حاضر از عوام خواص نہ ہو جائیں ورنہ کل کوئی عذر منظور نہ ہو گا۔ چند روز کیلئے ”سمل“ میں خرچہ بیت المال سے مقرر ہو گا (23)۔

پروپیگنڈہ

پہلی جنگ عظیم میں جب سلطان ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا تو فرنگی کے خلاف قبائلی جذبات کو بھڑکانے کیلئے ملاچینج کر پکارتے رہے کہ ”اسلام خطرے میں ہے“ جس کے باعث قبائلی علاقے برطانیہ ترک جرمن نمائندے افغانستان اور ہندوستان کے باشعور علماء کرام کی پروپیگنڈہ مہم کی آماجگاہ بنے رہے۔ ان سب میں جیادی کردار افغانستان کے حکمرانوں کا رہا۔ امیر عبدالرحمان کے بعد حبیب اللہ افغانستان کے بادشاہ بنے۔ انکے بھائی سردار نصر اللہ خان کو ولی عہد مقرر کیا گیا۔ انگریز امیر کابل کو بھاری وظیفہ دیتے تھے اور ان کی وساطت سے قبائلی مجاہدین میں بے شمار روپیہ تقسیم کیا جاتا تھا۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو تحریک مجاہدین ہند کے اکابرین ترک جرمن اور قبائلی اکابرین کی طرف سے حبیب اللہ پر زور ڈالا گیا کہ وہ انگریزوں کا ساتھ چھوڑ دے۔ اس پر امیر نے یہ پروپیگنڈہ شروع کیا کہ مجاہدین میں روپیہ تقسیم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ مالی لحاظ سے مطمئن ہو کر مکمل طور پر جہاد کے لئے تیار ہو سکیں۔ سردار نصر اللہ خان اور مجاہدین کو یہ راز معلوم نہ ہو سکا کہ ان حربوں کے ذریعے امیر کابل قبائلی مجاہدین کو اپنی گرفت میں لے رہے ہیں۔ امیر نے قبائلی مجاہدین سے جہاد کے لئے بیعت نامے حاصل کئے تاکہ وہ انکی اجازت کے بغیر جہاد نہ کر سکیں۔ ادھر انگریز نے چند ملا کو اپنا آلہ کار بنا کر ان سے فتوے لکھوائے کہ ”جہاد مسلمانوں پر اس وقت فرض ہوتا ہے جب مسلمان بادشاہ جہاد کا اعلان کرے لیکن بادشاہ کے حکم کے بغیر جہاد جائز نہیں“۔ قبائلی علاقہ میں یہ پروپیگنڈہ چند زر خرید ملا اور ملک حضرات مل کر کر رہے تھے۔ اس پروپیگنڈہ کا اثر یہ ہوا کہ کئی قبائلی مجاہدین جہاد سے کنارہ کش ہو گئے۔ اس اثر کو ختم کرنے کیلئے حاجی ترنگ زئی نے مولانا محمود الحسن کو پیغام بھیجا کہ جس طرح بھی ہو ترکی حکومت سے جہاد کا فرمان حاصل کر کے امیر کابل کے پاس بھیجا جائے تاکہ وہ اسکی تائید کرے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ۱۹۱۷ء میں شیخ الہند محمود الحسن مکہ شریف تشریف لے گئے۔ جہاں انکے اصرار پر خلیفۃ المسلمین کے نمائندے محمد کاظم نے قبائلی عوام کے لئے فرمان جاری کیا۔

اس وقت خدا نے آپ کو نہایت قیمتی مہلت عطاء کی ہے اگر آپ ذرا ہاتھ پاؤں چلائیں تو ممکن ہے کہ افغانستان اور دریائے انک کے درمیان واقع علاقہ تھوڑی سی زحمت سے قبضہ میں لے آئیں اور آئندہ انگریزوں کے گزند سے محفوظ ہو جائیں۔ انگریز اور انکے ساتھی شکست کھا کر دل برداشتہ ہو چکے ہیں۔ انکے بدن زخموں سے چور ہیں اور ہمت ہار چکے ہیں۔ لیکن جرمنوں، ترکوں، اسٹرویوں اور بلغاریوں کے دل قوی اور حوصلے بلند ہوئے ہیں۔ انگریز کی اس پریشان اور خطرناک حالت میں اگر سرحدی قبائل متفق ہو کر شمال سے جنوب تک بیک وقت غارت گردانہ حملوں کا آغاز کر دیں بڑی جنگ کی بجائے شب خونوں اور چھاپوں کا تاننا باندھ دیں تو چند مہینوں میں ان حملوں کا اثر ظاہر ہو جائے گا۔ انگریز کو شکست دینے کے بعد خلیفہ

معظم اپنی دوست حکومتوں سے متحدہ قبائلی مسلمانوں کے لئے استقلال و آزادی کی سند حاصل کر لیں گے اور مدد پہنچائیں گے۔ اسکے بعد کسی کو قبائلی مسلمانوں کیخلاف لڑائی کی جرات نہ ہوگی۔ وقت بہت کم ہے اگر آپ اس وقت نہ جا کے تو تمہارا تیر گرفت سے نکل جائے گا۔ مہلت کی حیثیت نو بیمار کی سی ہے۔ شخصیتوں اور قوموں کی زندگی میں وہ ایک بار چلی جائے تو پھر نہیں آتی۔“ اے خدا تو ان لوگوں کا مددگار ہو جو دین محمد کے مددگار ہیں (24)۔ (دکیل سید المرسلین)

اس سے پہلی ترک جرمن نمائندے کابل اور سارے قبائلی علاقوں میں فرنگی اور ان کے اتحادیوں کے خلاف جنگ میں قبائلیوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے پروپیگنڈہ مہم میں مصروف رہے اور سردار نصر اللہ خان کی مالی مدد بھی کرتے رہے۔ جون ۱۹۱۶ء میں تیراہ ترک فوج کے شاف کرل خاں دے (Khired Bey) اور محمد عابد (عبدین) سرگرم رہے۔ ایک اور نمائندے میر مست نے آفریدیوں سے رابطوں کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا۔ بعد میں اس نے اور کزئی اور کرم کے علاقوں کا دورہ بھی کیا تھا۔ وزیرستان کے محسود اور وزیر قبائل کو جہاد کے لئے عملی طور پر تیار کرنے کے لئے برل میں بھی نمائندے پہنچ چکے تھے۔ ان تمام سرگرمیوں کی نگرانی کاظم بے کر رہے تھے۔ چیف کمشنر سرحد روس کینیل ان تمام صورتحال پر نہ صرف گہری نظر رکھے ہوئے تھے بلکہ اپنے وظیفہ خوار ایجنٹوں کے ذریعے یہ پروپیگنڈہ بھی شروع کر رکھا تھا کہ جب تک ترک فوج یہاں نہیں آجاتی اور امیر کابل باقاعدہ جہاد کا اعلان نہیں کرتے تب تک قبائل انگریز کے لئے کوئی مشکل پیدا نہیں کریں گے۔ تاہم مہمند میں حاجی ترنگزئی اور دیگر علماء کرام کی حمایت کی وجہ سے ترک جرمن مشن کو کسی حد تک کامیابی حاصل ہوئی جبکہ وزیرستان میں محسود قبائل پر ترک عناصر کے پروپیگنڈہ کا زیادہ اثر ہوا۔ انہوں نے ٹانک میں پولیٹیکل ایجنٹ میجر ڈاؤ اور دوسرے آفیسر اور تین سپاہیوں کو قتل کر کے حکومت کی پکٹوں اور کانوائیوں پر حملے جاری رکھے ہوئے تھے (25)۔

اس دوران امیر کابل کا رویہ بڑا مایوس کن رہا۔ ایک طرف وہ انگریزوں کے اشاروں پر قبائلی مجاہدین اور اپنی رعایا کو یہ تاثر دے رہے تھے کہ وہ انگریز کے خلاف ہے اور وقت پڑنے پر جہاد کا حکم دیدیں گے۔ دوسری طرف ترک جرمن اور ہندوستانی وفود سے ملاقات میں انہوں نے کہا کہ جس وقت ترکوں کی امدادی فوجیں افغانستان پہنچ گئیں تو اس دن انگریز کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جائے گا۔ وہ یہ طفل تسلیاں انگریزوں کے اشاروں پر دے رہے تھے۔ کیونکہ انہوں نے امیر کو بتا دیا تھا کہ روس اور برطانیہ نے ترک جرمن افواج کے افغانستان میں آنے کے تمام راستے بند کر دیے ہیں۔ اس طرح نومبر ۱۹۱۸ء میں پہلی جنگ عظیم ختم ہو گئی مگر قبائلی مجاہدین کو جب یہ راز معلوم ہوا کہ جو روپیہ امیر کی طرف سے ان میں تقسیم کیا جا رہا تھا وہ انگریز کی طرف سے تھا۔ جس کا مقصد قبائلی مجاہدین کو امیر پر ہر قسم کا اعتماد پیدا کرنا تھا تو انہوں نے سردار نصر اللہ خان، لمان اللہ خان اور دوسرے سرداران کے زیر قیادت متحد ہو کر عہد کیا کہ افغانستان کی سر زمین کو برطانوی سائے سے نجات دلانے کے لئے امیر حبیب اللہ کا خاتمہ ضروری ہے۔ ۱۹۱۹ء کو جلال آباد میں وہ ایک رات محفل عیش و طرب میں مشغول تھا کہ کسی نے گولیوں کی بوچھاڑ سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس وقت جنگ عظیم اول ختم ہو چکی تھی۔ لمان اللہ خان نے تخت نشینی کے بعد افغانستان کی آزادی کا اعلان کیا اور ساتھ ہی قبائلی علاقہ جات کے عوام اور بالخصوص وزیرستانی مجاہدین کے اکابرین کے ساتھ خصوصی مراسم قائم کئے۔ جس کے باعث انگریزوں کو وزیرستان میں پھر سے اذیت ناک صورتحال کا سامنا کرنا پڑا (26)۔ لمان اللہ خان کے ۹ سالہ دور اقتدار میں وزیرستان کے اکابرین مجاہدین کو ضرورت کے وقت پناہ بھی دی گئی اور مدد بھی۔ تاہم انہیں اقتدار سے الگ کرنے میں انگریز سامراج کی پروپیگنڈہ مہم کا جیاد کر دار رہا جس کی تفصیل اگلے باب ۹ میں دی گئی ہے۔

اشاراتی / سنگنل رابطے

دشمن کیخلاف گوریلا کارروائی یا لشکر کشی کے دوران مجاہدین آپس میں رابطوں کے قیام کے لئے جن سمعی و بصری رابطے یا سنگنل طریقہ ہائے بلاغ روبہ عمل لاتے تھے ان میں شیشہ، آگ، سرخ کپڑا، جھنڈے، سیٹی اور قارنگ کا استعمال شامل ہے۔ شیشے کا استعمال گوریلا کارروائیوں

میں بڑا مؤثر ثابت ہوتا تھا۔ چھاپہ مار کارروائیوں سے پہلے چند مخصوص بندوں کو مغربی کیلئے پہلے پہاڑی چوٹیوں پر بھیج دیا جاتا تھا۔ وہ انگریز فوج کی حرکات سے چھاپہ مار گروپ کو باخبر رکھتے تھے یا رکھا جاتا تھا۔ جس جگہ حملہ کرنا مقصود ہوتا وہاں فرنگی فوج کی حرکات سے چھاپہ مار گروپ کو باخبر رکھا جاتا تھا یا جس جگہ حملہ کرنا مقصود ہوتا وہاں فرنگی فوج کے پہنچنے ہی چوٹیوں سے شیشہ کے ذریعے اطلاع دی جاتی تھی۔ گوریلا کارروائیوں میں یہ بڑا کامیاب طریقہ ابلاغ تھا۔ مگر اس کے لئے مطلع کا صاف ہونا ضروری تھا ورنہ رابطہ قائم نہیں ہو سکتا تھا۔

آگ اور فائرنگ

رات کے وقت مجاہدین کے مابین رابطوں کے لئے آگ کو کثرت سے استعمال میں لایا جاتا تھا۔ فقیر ایپی کے ایک سپاہی عبدالقدوس شاکر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ شام کے وقت مائیزر (شمالی وزیرستان) میں فقیر ایپی نے جیب سے ماچس نکال کر فرمایا ”تم یہاں رکو اور شام کا انتظار کرو جیسی ہی تاریکی چھا جائے یہاں آگ جلاؤ۔ تھوڑی دیر بعد کچھ لوگ تمہارے پاس آئیں گے ان کو میرے پاس گاؤں کی مسجد میں لے آنا۔“ شام کے بعد میں نے ویسا ہی کیا۔ آدھے گھنٹے بعد سات افراد میرے پاس آئے اور میں انہیں فقیر ایپی کے پاس لے گیا۔ اکابرین مجاہدین جس گاؤں میں جاتے رات کو یہ تاثر دینے کے لئے کہ ان کی حفاظت کی جاتی ہے آگ جلائی جاتی تھی۔ ۱۹۳۵ء میں رمضان کے مہینے میں فقیر ایپی ملکن میں باٹے گل بند خیل کے ہاں قیام پزیر تھے۔ فضل جان بند خیل نے عشاء سے سحری تک سامنے پہاڑی پر آگ جلائے رکھی۔ سہری کے وقت فقیر ایپی نے اس کو اپنے پاس بلوایا تھا۔ بہت ساری دعاؤں کے علاوہ انعام کے طور پر ایک پرانا افغانی روپیہ بھی دیا تھا۔ آگ کے علاوہ رات کے وقت مجاہدین ایک دوسرے کو اپنی سمت بتانے اور اعتماد میں لینے کی غرض سے رابطے کے قیام کے لئے فائرنگ بھی کرتے تھے۔ ایک گولی چلنے کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ حملہ آور گروپ متعلقہ جگہ پر پہنچ چکا ہے جبکہ دودفعہ فائرنگ کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی پوزیشن چھوڑ رہا ہے۔ تین دفعہ فائرنگ سے دفاعی گروپ کی طرف حملہ آور گروپ کو واپس آنے کا پیغام مقصود تھا (27)۔

جھنڈے اور سرخ کپڑا

سرخ کپڑا یا جھنڈے بھی ان مقاصد کے حصول کے لئے استعمال میں لایا جاتا تھا جس کا ذکر شیشہ کے حوالے سے ہو چکا ہے۔ مگر ان کی افادیت شیشہ سے اس لئے زیادہ تھی کہ یہ ابر آلود موسم میں بھی استعمال میں لایا جاسکتا تھا۔ ابتدائی دور میں قبائل کو جھنڈوں کے استعمال کا کوئی خاص علم نہیں تھا۔ مگر ۱۹۳۸ء میں فقیر محمد عرف فقیر پنجابی جب ملیشیا سے بھاگ کر فقیر ایپی کے پاس پہنچے تو انہوں نے مجاہدین کو جھنڈے کے استعمال کے گر سکھائے۔

سیٹی بجانا

تمام مجاہدین کے پاس کمر بندوں میں کارٹوس کے ساتھ پیتل کی ایک بڑی سیٹی ہوتی تھی۔ جس کے ذریعے چھاپہ مار کارروائیوں کے دور ان مجاہدین ایک دوسرے کیساتھ رابطہ قائم کیا کرتے تھے۔ فرنگی پر اچھا ٹک بلہ بولنے سے پہلے مجاہدین کا قائد (کمانڈر) سیٹی بجاتا تھا سیٹی کی آواز کے ساتھ فائرنگ گروپ فوراً دشمن پر فائر کھول دیتا تھا جس کے ساتھ ہی حملہ آور گروپ دشمن کے کیمپ یا مورچہ پر حملہ آور ہوتا تھا۔ کارروائی کے بعد جب واپس جانا مقصود ہوتا تھا تو کمانڈر پھر سیٹی بجاتا تھا۔ اس طرح دشمن پر یلغار کرتے وقت لشکر کے مختلف گروپوں کے مابین بہترین تنظیم قائم رہتی تھی۔

خلاصہ

انگریز اور حریت پسند اور مذہب پسند قبائل کے مابین ایک صدی پر محیط معرکہ آرائیوں میں فریقین نے جنگ اور امن دونوں

صورتوں میں جو طریقہ ہائے ابلاغ کثیر المقاصد اہداف کے حصول کے لئے بروئے کار لائے ان میں جرگوں کے ذریعے معاملات نمٹانے کا طریقہ ابلاغ کثرت سے استعمال میں لایا گیا۔ انگریزوں نے جب قبائلی علاقوں کا رخ کیا تو ابتدا میں ان لوگوں سے حرص و لالچ کے ذریعے تعلقات استوار کئے جو سرحد دیہاتوں کے خان یا معتبر ہوتے۔ ان میں وزیرستان کے حوالے سے سوہان خان جو وزیر قبیلے کے قد آور شخص تھے اور نواب ٹانک جن کے محسود قبیلہ سے خاص مراسم تھے شامل تھے۔ ۱۸۳۹ء میں سکھوں سے پنجاب کا اقتدار اپنے ہاتھوں میں لینے کے بعد جب انگریز بنوں میں وارد ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلے سوہان خان کے ساتھ دوستی قائم کی سوہان کی مدد سے دوسرے بااثر افراد کو بھی اعتماد میں لے کر انہیں اپنا ہمنوا بنایا۔ ان افراد کو دوستی کے بدلے بنوں میں کافی زمین الاٹ کی گئی اور دوسری بہت ساری مراعات سے نوازا گیا۔

قبائلی علاقہ جات سے ملحقہ سرحدات میں امن عامہ کی فضا برقرار رکھنے، شاہراہوں کی نگرانی میں مدد دینے، فوجی نقل و حمل کے لئے دروں کو کھلا رکھنے، زیر انتظام علاقوں کو قبائلی حریت پسندوں سے محفوظ بنانے، فوج کے سپاہیوں سے لوٹے ہوئے مال و متاع برآمد کرنے اور مختلف قبیلوں کے ساتھ معاملات و تنازعات کو نمٹانے میں انگریز ان افراد کی خدمات سے مستفید ہوتے تھے۔ مزید برآں قبائل کے خلاف فوج کشی کے دوران متعلقہ قبیلوں کے ملکان فوج کو راستے دکھانے اور انگریزوں کی ہدایت اپنے اپنے قبیلوں کے لوگوں تک پہنچانے کیلئے بھی ساتھ ہوتے تھے۔ فوج کی رہنمائی اور انہیں مقامی لوگوں کے بارے میں معلومات بہم پہنچانے کے علاوہ یہ حضرات فرنگی حکومت اور قبائل کے مابین گڑ بڑ یا جنگ کی صورت میں پیغام رسانی کا کردار ادا کرتے تھے۔ اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر انہیں انعامات سے نوازا جاتا جبکہ ناکامی کی صورت میں انکے الاؤنسز بند کر دیئے جاتے تھے۔ انگریز کبھی کبھار اس طریقہ ابلاغ کے ذریعے کامیابی حاصل کر لیتے تھے مگر بعض قبیلوں کے ساتھ اس طریقہ ابلاغ کے استعمال کے باوجود معاملات نمٹانے میں ناکامی کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا۔ ملک حضرات اکثر موقعوں پر اس قابل نہیں ہوتے تھے کہ وہ اپنے قبیلے کے سر پھرے حریت پسندوں پر گرفت حاصل کر سکیں۔ اس لئے اکثر موقعوں پر انگریز اور ملک حضرات ایک دوسرے کی طرف بے بسی کے عالم میں دیکھتے اور درمیان میں معاملات تشنہ رہ جاتے تھے۔ انگریزوں نے اپنی سیاسی حکمت عملی کے ذریعے جرگہ سسٹم کو باقاعدہ بنانے کے لئے ۱۹۰۱ء میں قوانین جرائم سرحد جسے عام طور پر غازی ایکٹ بھی کہا جاتا ہے کا اجراء کیا۔ حکومت ہند ہمیشہ واضح کرتی رہی کہ اس کا کوئی ارادہ نہیں کہ قبائلی جرگوں کے اختیارات، ذمہ داری یا اس طریقہ کار میں مداخلت کرے جس میں معاشرے کے بزرگ ذاتی طور پر قبائلی علاقوں میں وہاں کے باشندوں کے لئے جانے والے جرائم کی تحقیقات کرتے ہیں۔ اس طریقہ کے اجراء کے بعد کسی جرم میں ملزم کے ملوث ہونے یا معصوم ہونے کے بارے میں معاملہ جرگہ کے سپرد کیا جاتا تھا۔

انیسویں صدی کے آخر میں روس کی جانب سے وسطی ایشیاء ممالک میں پیش قدمی اور بالخصوص افغانستان کی سرحد تک ریلوے لائن بچھانے کے منصوبے کے باعث برصغیر میں سامراج کے عہد کو قرار دیتے ہوئے مغربی سرحدات تک مواصلات کے دائرے کو وسیع کرنا ضروری تصور کیا گیا۔ اس تصور کو ایک مضبوط مواصلاتی نظام کی بدولت عملی جامہ پہنایا جاسکتا تھا۔ اس سلسل میں ڈیورنڈ لائن کی حفاظت ناگزیر قرار دی گئی۔ چونکہ مغرب کی جانب روس سے خطرہ محسوس ہوا تھا اور اس کے ممکنہ خطرے سے نمٹنے کیلئے انگریزوں نے کئی ایک اقدامات اٹھائے جن میں فوج کی نئی صف بندی، خندقیں کھودنا، سڑکوں پر رکھ رکھاؤ، موبائل شفاخانے شامل تھے۔ ان تمام مقاصد کے حصول کیلئے انہوں نے فارورڈ پالیسی متعارف کروائی جس میں پشاور سے لڑائی کوئلہ آگے طور خم سرحد تک ریلوے لائن بچھانے کو مرکزی فوقیت حاصل تھی لیکن ایسا کرنے میں مشکل یہ درپیش تھی کہ مجوزہ لائن لڑائی کوئلہ کے قریب ایک ٹنگ گھاٹی میں سے گزرتی تھی۔ اس گھاٹی میں ایک بزرگ کی قبر تھی جو لائن بچھانے میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ یہاں کے قبائل اس بزرگ سے خصوصی عقیدت رکھتے تھے۔ فرنگی یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ اس نازک موقع پر قبائل کے جذبات کو ابھارا جائے جو عہد قبائل کے مذہب یا مذہبی شخصیات کے ساتھ جذباتی وابستگی سے بخوبی آگاہ تھے۔

اس لئے وہ اس معاملے کو خوش اسلوبی سے طے کرنا چاہتے تھے اور اس کا حل ڈھونڈ نکالنے کے لئے سرحد کی ایک مشہور شخصیت کی خدمات حاصل کر لی گئی۔ اس کے ذمے یہ کام سونپ دیا گیا کہ مقامی لوگوں کی رائے کو کس طرح تبدیل کرنا چاہیے کہ بزرگ کی جسد خاکی کو بھی یہاں سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے اور لوگ بھی برانہ مانیں۔ انگریزوں کا یہ وفادار شخص جس کا نام ظاہر نہیں کیا گیا لنڈی کوتل ریسٹ ہاؤس میں سرکاری مہمان کی حیثیت سے رہائش پذیر رہا اور عبادت میں مشغول ہو گیا۔ لوگوں کے سامنے خود کو ایک برگزیدہ انسان کے طور پر پیش کیا۔ گلے میں منے ہاتھ میں تسبیح اور ہمیشہ ذکر و فکر میں مصروف شخص کو دیکھ کر مقامی لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چند دن بعد جب اس شخص کو یقین ہو گیا کہ مقامی لوگوں میں اس کی ساکھ قائم ہو چکی ہے تب ایک رات صبح صادق ہونے سے پہلے ریسٹ ہاؤس کے ملازمین کو اپنے پاس بلوا کر کہا کہ اس نے چند لمحے پہلے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ اس نے خواب سناتے ہوئے کہا ”خواب میں ایک بزرگ نے مجھے کہا کہ اس گھاٹی میں میرا دم گھٹ رہا ہے لہذا مجھے کسی دوسرے پر فضا مقام پر منتقل کیا جائے۔“ دو دن انتظار کے بعد اس نے پھر ریسٹ ہاؤس کے ملازمین کو اسی وقت بلوایا اور کہا کہ وہی بزرگ پھر خواب میں آئے تھے وہ مجھ پر بہت ناراض تھے کہ ان کے حکم کی تعمیل کیوں نہیں کی گئی۔ بات چونکہ قبائلی نفسیات کے عین مطابق تھی اس لئے ریسٹ ہاؤس کے ملازمین نے اس شخص کے خواب سے مقامی قبائلی کو آگاہ کیا۔ اس طرح یہ خواب بہت جلد مقامی لوگوں کی زبان عام و خاص بن گیا۔ معاملے کو باقاعدہ جرگہ کے حوالے کیا گیا۔ جرگہ نے متفقہ طور پر فیصلہ دیا کہ بزرگ کی جسد خاکی وہاں سے نکال کر کسی کھلی جگہ منتقل کیا جائے اور اس پر ایک عالی شان مقبرہ بھی تعمیر کیا جائے۔ اس طرح انگریز نے پبلک ریلیشنز کو صحیح وقت اور صحیح طریقہ سے استعمال میں لا کر پس پردہ مقصد کے حصول میں کامیابی حاصل کی۔

اس کے برعکس جب جنوب میں صورتحال کا جائزہ لیتے ہیں تو بالکل مختلف صورت سامنے آتی ہے۔ یہاں پر فاروڈ پالیسی کو رو بہ عمل لانے کیلئے جو طریقہ کار استعمال کیا گیا اس سے بڑے بھیانک نتائج سامنے آئے۔ انگریزوں کا خیال تھا کہ روس کی ہوس گری کو روکنے کیلئے ضروری ہے کہ درہ گول کو آگے پشین اور ژوب تک سڑک کے ذریعے ملایا جائے۔ اس کیلئے بروس کو پولیٹیکل آفیسر مقرر کیا گیا۔ اس نے اپنے آفیسر سنڈیمین کی سکیم یعنی ملک کے ذریعے معاملات طے کرنا وزیرستان میں اس خیال سے آزمانا چاہا کہ بلوچستان میں کامیابی کے بعد شمالی علاقوں میں بھی کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ انہوں نے درہ گول میں سڑک کی تعمیر پر کام شروع کیا۔ لیکن مقابل میں ملاپاوندہ قبائل میں عوامی اور روحانی شخصیت کے طور پر ابھرے تھے۔ انکے پیروکاروں نے پبلک ورکس کے ایک آفیسر مسٹر کیلی کو قتل کیا۔ اس واقعہ کے بعد بروس نے کیلی کے قاتلوں کو قانون کے سامنے لانے کے لئے ملک پر دباؤ ڈالا۔ جسکے نتیجے میں بروس ملزمان کو سرکاری جرگہ کے سامنے لانے میں کامیاب ہوا۔ انگریز کے نزدیک محسود قبیلہ کے خلاف یہ حیرت انگیز کامیابی تھی۔ دوسری طرف محسود قبیلہ میں اندیشہ پیدا ہوا کہ انگریز قانون کے آگے سر جھکانا آزادی سے محرومی کی ابتداء ثابت ہو گا۔ انہوں نے ملاپاوندہ کی قیادت میں ان ملکوں کو قتل کیا جنہوں نے ملزمان کو قانون کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا تھا۔ ان غیر متوقع حادثات نے مؤرخین اور محققین کیلئے غیر معمولی دلچسپی کی صورت حال پیدا کی۔ انگریز حاکموں کے خیال میں مذکورہ طریقہ کار میں ناکامی کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ سنڈیمین کو بروہی اور بلوچ قبائل سے واسطہ پڑا تھا جن پر چند سرداروں کا حکم چلتا تھا۔ اس کے برعکس شمال میں اس کو ایسے دو معاشروں سے واسطہ نہیں پڑا تھا جو ایک ہی نسل سے تھے ایک معاشرہ جس میں جدید قوانین نافذ تھے اور دوسرا معاشرہ جہاں قبائلیت ساری وطاری تھی بالکل الگ تھا۔ یہاں مذکورہ طریقہ غیر موثر رہا۔ وجہ یہ تھی کہ محسود قبائل کو نئے تقاصے اپنانے کیلئے لاکار نہیں جاسکتا۔ انگریز یہ دعویٰ تو کر سکتا ہے کہ جہاں اسے پٹھانوں سے واسطہ پڑا اس نے ایک مشعل روشن کی مگر حالات میں اس چنگاری نے بھڑک کر آگ لگا دی۔

مزید برآں انگریزوں نے یہاں کے لوگوں کو عیسائیت کی طرف راغب کرنے اور انہیں تاج برطانیہ کے وفادار بنانے کیلئے عیسائی مبلغین بھی بھیجے۔ انگریز کا خیال تھا کہ اگر یہ سرکش اور جنگجو قبائل عیسائیت کی طرف راغب ہو جائیں تو یہ لوگ تاج برطانیہ کے وفادار بن جائیں

گے۔ اس مقصد کیلئے جن عیسائی مبلغین کی خدمات حاصل کی گئی ان میں ڈاکٹر پینل، ایڈورڈز، ہربرٹ اور ڈاکٹر کلارک قابل ذکر ہیں۔ جنگ کی حالت میں مربوط رابطوں کے قیام کے لئے آرمی، سکاؤٹس اور ایئر فورس کو ملا کر ایک مرکب بنادیا جاتا تھا۔ ناموافق جغرافیائی صورت حال میں فعال طریقہ سے پیغامات کے تبادلے کے لئے ملٹری وائرلیس ٹیلی گراف، سکاؤٹس وائرلیس ٹیلی گراف اور ایئر فورس وائرلیس ٹیلی گراف پر مشتمل ایک مربوط سروس سسٹم استعمال کیا جاتا تھا۔ ان طریقوں سے اہم مقامات پر قائم چوکیوں اور قلعوں میں رابطہ قائم کیا جاتا تھا جن کا ڈیرہ اسماعیل خان، بنوں، رزمک اور وانا میں مستقل آرمی سٹیشنوں کے ساتھ رابطہ ہوتا تھا۔ رابطوں کے ان سلسلوں کی نگرانی کے لئے ڈائریکٹنگ سٹیشنز ہوتے تھے۔ جن کے ذریعے سکاؤٹس اور ایئر فورس ٹیلی گرافی سٹیشنز کو ہدایات جاری کر دی جاتی تھیں۔ ان کے علاوہ سمعی و بصری اشاراتی رابطوں کے لئے انگریز نے حالت امن میں مقامی معلومات اور نقشہ جات کی مدد سے نشان زدہ راستوں کا تعین کیا تھا۔ اس کے لئے پہاڑی چوٹیوں میں قائم کردہ سکاؤٹس کیمپوں میں باقاعدہ تربیت یافتہ سنگرز تعینات کئے گئے۔ پھر رابطوں کے لئے چار اہم شاہراہوں بنوں، رزمک، منزئی، جنڈولہ، وانا اور وانا رزمک کا تعین کیا گیا تھا جن کو مختلف سکاؤٹس چوکیوں کے ذریعے ایک دوسرے کو آپس میں ملا دیا گیا تھا۔ تاہم بارش، برف، دھند اور گردوغبار عارضی طور پر بصری رابطوں کے قیام میں حائل ہوتے تھے۔

بوقت ضرورت رات کو لیمپ کے ذریعے بھی قریب کی چوٹیوں پر مختلف چوکیوں کے مابین مخصوص اشاروں سے اہم پیغامات کا تبادلہ کیا جاتا تھا۔ اس طرح جھنڈوں کا استعمال بھی بہت سستا اور موثر طریقہ ابلاغ تھا۔ ملکان فوج کشی کے دوران فوج کے آگے ہاتھوں میں سرخ جھنڈے لئے جاتے تھے اور ہوائی جہازوں کے حملوں کے دوران بھی چوکیوں سے سرخ جھنڈوں کے ذریعے متعلقہ مقام وغیرہ کی نشاندہی کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ قبائل لشکر کے ارادوں سے متعلق پیغامات کے تبادلے کے لئے مختلف ساز اور رنگ کے جھنڈے استعمال کئے جاتے تھے۔ انتہائی ضروری اور اہم پیغامات کے تبادلے کے لئے انگریزوں نے سکاؤٹس کے زیر اہتمام چوکیوں اور قلعوں میں تربیت یافتہ کبوتر پال رکھے تھے۔

علاوہ ازیں مختلف آرمی اور سکاؤٹس یونٹوں کے مابین فوری رابطہ کے حصول کے لئے پوسٹ ٹیلی گراف اور ٹیلی فون کی سہولیات بھی دستیاب تھیں۔ عام حالت میں سول شخصیات بھی ان سہولیات سے مستفید ہوتی تھیں لیکن جنگ کی صورت میں مذکورہ تمام سہولیات فوج کے کنٹرول میں ہوتی تھیں۔ انگریزوں نے خطرے یا بالخصوص ہوائی بمباری کے وقت جو طریقہ ابلاغ سب سے زیادہ استعمال کیا وہ اشتہارات تھے۔ مجاہدین کے سرکردہ رہنما اور خاص کر فقیر ایپی جس علاقے میں جاتے۔ دوسرے دن اس علاقے کے بایسیوں پر اشتہارات گرا دیئے جاتے تھے کہ یا تو فقیر ایپی کو اپنے علاقے سے نکال دیں یا پھر بمباری کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس طرح سامراج نے دوسری جنگ عظیم کے دوران یہاں کے لوگوں کیلئے پشتو زبان میں ریڈیو پروگرام شروع کر رکھے تھے۔ گو کہ اس وقت قبائلی علاقوں میں ریڈیو کا استعمال نہ ہونے کے برابر تھا۔ تاہم ان علاقہ جات کی جغرافیائی، سیاسی اور لشکر کشی کیلئے موزونیت کے باعث پہلے انگریز اور پھر جرمن نے آل انڈیا ریڈیو اور آزاد وزیرستان کے نام بالترتیب ریڈیو پروگرام نشر کرنا شروع کئے تھے۔ انگریزوں نے سامراجی مقاصد کے حصول کے لئے جدید طریقہ ہائے ابلاغ کے باعث بڑا فعال اور موثر ابلاغی نظام متعارف کیا۔ بلاشبہ یہ کہنا حق بجانب ہو گا کہ برصغیر پاک و ہند اور دیگر فرنگی نوآبادیات کی طرح قبائلی علاقوں میں بھی ابلاغ کے منضبط ذرائع انگریز ہی اپنے ساتھ لائے۔

اس کے برعکس قبائلی اکابرین نے دشمن کے خلاف جہاد کے دوران روایتی اور جن خود ساختہ طریقہ ہائے ابلاغ استعمال کئے ان سے حیران کن مثبت نتائج حاصل کئے۔ ان میں سب سے زیادہ تواتر سے جس ذریعہ کو ابلاغی ضرورت کیلئے استعمال کیا گیا وہ ڈھول تھا۔ جرگوں، اجتماعات، جلسے یا جلوسوں کے انعقاد اور لشکر کشی کیلئے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو پیغام بہم پہنچانے کیلئے موثر اور آسان ترین ذریعہ ڈھول ہی رہا ہے چونکہ فطری طور پر ڈھول جانے کی آواز عام لوگوں کو نہ صرف چوکنار کھتی ہے بلکہ سامعین میں واقع سے متعلق تجسس کا عنصر

گرد و نواح
غرض سے
ہیں لشکر میر
رتے وقت
نیل
یہ ایک
نق وقت پر
موصی امیر
م کو دور
چندہ بھی
لے کے
میں اکٹ
مقرر
ارادہ رکھ
ری بھی
گیت
یو
فضاء
ہے کہ ا
کی خاط
شیرانی
جب
ہمیشہ
بہتر
میر۔

بھی ابھارتی ہے۔ اس لئے تحریک جہاد کے قائدین ملاپاوندہ اور فقیر ایپی نے ڈھول کو ابلاغ عامہ کی حیثیت سے ماہرانہ طریقے سے استعمال کیا۔ ملاپاوندہ نے واناوندری کیمپ پر حملہ کرتے وقت لشکر میں شامل نوجوانوں کے جذبات کو جوش میں لانے اور دشمن پر خوف کی فضا طاری کرنے کیلئے ڈھول کو موثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ اس طرح فقیر ایپی کے دور میں ڈھول موثر ابلاغ رہا ہے۔ ایک دفعہ عصر کے وقت ڈھول جبار ہا تھا ایک مولوی نے ڈھم کو ڈھول بند کرنے کیلئے کہا مگر اس نے انکار کیا معاملہ فقیر ایپی تک پہنچا۔ آپ نے مولوی کو بتایا کہ یہ جہاد کا ڈھول ہے اسے بجھنے رہنے دو تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ جہاد کا ڈھول بج رہا ہے۔ دور دراز کے علاقوں تک پیغامات بہم پہنچانے کیلئے قائدین نے پیغام رساں جرنیل مقرر کر رکھے تھے۔ جرنیل قائدین کے زبانی پیغامات یا دعوتی خطوط کو دور کے علاقوں میں معتبر شخصیات اور علماء کرام تک پہنچاتے تھے۔ یعنی دور کے علاقوں کے لوگوں کو جہاد میں شرکت کرنے یا تعاون پر آمادہ کرنے کے لئے جرنیل بھیج دیئے جاتے تھے۔ اس طرح لوک گیت کے ذریعے یہاں کے لوگوں کو جب معلوم ہو جاتا تھا کہ ان کے اسلاف نے آزادی کی خاطر کس طرح قربانی دی ہے تو ان میں بھی وہی جوش و جذبہ بیدار ہو جاتا تھا۔ تحریک جہاد کے قائدین کی تعریف میں بھی لوک گیت گائے جاتے تھے اور جو مجاہد غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کرتا انکے کارناموں کو بھی لوک گیتوں میں بڑھا چڑھا کر پیش کئے جاتے تھے۔ جس سے آزادی کے دلدادہ نوجوانوں کے خون میں جذبہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اس طرح قائدین جہاد کے ملا اور خلفاء کے دعوتی خطوط کا دشمن کیخلاف جہاد کی تنظیم سازی اور پیغامات کے تبادلے میں مرکزی کردار رہا ہے۔ دور کے گاؤں کی مساجد کے مولویوں کا اکابرین جہاد کیساتھ خفیہ اور خصوصی مراسم ہوتے تھے۔ مقامی مجاہدین کو جہاد کیلئے کمر بستہ کرنے اور انہیں فقیر ایپی کی دعوت جہاد پہنچانے میں علماء کرام نے غیر معمولی کردار کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس طرح گوریل کارروائیوں کی نگرانی یا مجاہدین کی ضروریات اور تربیت کا خیال رکھنے کیلئے خلفاء نے بڑا موثر کردار ادا کیا ہے۔ وہ اکابرین جہاد کے احکامات کے تحت غازیوں کی قیادت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ ضرورت کے وقت اپنے قائد سے ہدایات لینے کے لئے خطوط کا سہارا بھی لیا جاتا تھا۔ ملاپاوندہ اور بالخصوص فقیر ایپی کا سب سے مؤثر اور آسان ذریعہ ابلاغ دعوتی خطوط تھا۔ فرنگی کیخلاف قبائل کی مدد کے حصول کیلئے اکثر شخصی ابلاغ کا ذریعہ بہت موثر ثابت ہوا لیکن ضرورت کے وقت چونکہ ہر جگہ قائدین کا بذات خود پہنچنا ممکن نہیں ہوتا تھا۔ لہذا انہوں نے بااثر افراد کے تعاون کیلئے کثرت سے دعوتی خطوط کا طریقہ ابلاغ استعمال میں لایا۔ مزید برآں حکومت وقت کے ساتھ بھی انہوں نے بعض موقعوں پر خطوط کے ذریعے پیغام کا تبادلہ کیا۔

پروپیگنڈہ کی اہمیت و افادیت سے بھی اکابرین مجاہدین ڈھول آگاہ تھے۔ خاص کر پہلی جنگ عظیم کے موقع پر قبائلی علاقہ جات حکومت ہند ترک جرمین مشن اور قبائلی اکابرین کی پروپیگنڈہ مہمات کی آماجگاہ رہے۔ فرنگی نے فقیر ایپی کے مرکز جہاد گورو دیک پر کئی ماہ مسلسل شدید ہوائی جہازوں کی بمباری جاری رکھی۔ مجاہدین جب بمباری سے سخت تنگ ہوئے تو انہوں نے پروپیگنڈہ مہم چلائی کہ گورو دیک پر گرائے گئے بموں میں سے ایک جو پھٹ نہ سکا بحری بن گیا۔ بحری کو ذبح کیا گیا اور فقیر ایپی کے دم سے بحری کے گوشت میں اتنی برکت پیدا ہوئی کہ بہت سارے غازیوں نے اس کا گوشت کھایا مگر پھر بھی گوشت ختم نہیں ہوا۔ اس پروپیگنڈہ کو مخصوص آدمیوں کے ذریعے وزیرستان بھر میں پھیلایا گیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ فرنگی کو جب اس پروپیگنڈہ کے بارے میں علم ہوا تو انہوں نے گورو دیک مرکز پر بمباری بند کر دی۔ علاوہ ازیں اشاراتی یا سنگنل راپٹوں جن میں شیشہ، آگ، سرخ کپڑا، جھنڈے، شیشی جانا اور فائر کرنا شامل تھے کو مؤثر ابلاغی ضرورت کے طور پر موقع کی مناسبت سے روبہ عمل لایا گیا جن سے بہت مثبت نتائج کا حصول ممکن ہوا۔ مختصر یہ کہ انگریز کے مقابلے میں قبائلی اکابرین نے روایتی طریقہ ہائے ابلاغ کو ”ضرورت ایجاد کی ماں“ کے مصداق کے مطابق استعمال میں لایا مگر وہ چونکہ اپنے مقصد میں مخلص تھے اور اپنا ذاتی عمل بھی قابل رشک تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی باتوں میں غیر معمولی کشش ہوتی تھی اور قبائلی جانبازان کے حکم کی تعمیل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نہ صرف وقت کی ایک بڑی قوت کے خلاف طویل عرصہ تک نبرد آزما رہے بلکہ منتشر قوتوں کو ایک جگہ پر خاص مقصد کیلئے جمع کر کے اسے غیر معمولی نتائج حاصل کئے۔

REFERENCES

1. کیر وولف "پٹھان" اردو ترجمہ سید محبوب علی پشتوا کیڈمی پشاور یونیورسٹی ۱۹۸۸ء ص ۳۸۵۔
2. Kappel, Arnold "Gun Running and the Indian North West Frontier" Sang-e-Meal Publications Lahore 1997, pp64067 and "General Staff Branch Report of the Frontier Committee Simla", 1945, p.21.
3. جاوید عزیز "حاجی ترکزئی" ۱۹۸۲ء ص ۲۱۹۔
4. "Notes on Wana" 1903, p. 19 and "Operations in Waziristan 1919-20" p. 25 and 14.
5. کیر وولف "پٹھان" اردو ترجمہ سید محبوب علی ص ۳۹۷۔
6. Osbray, Dewan Chand " The evaluation of NWFP " 1938, p.61.
7. یو سنی اللہ بخش "سرحد اور جدوجہد آزادی" مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۸۳۔
8. "General Staff Branch . Operation against Mahsud Waziri 1894-95 " Appendix xvi and " Operaions in waziristan 1919-20" pp.89 and 179.
9. "General Staff Branch "Military Repot on Wazirisan 1935" pp. 246-247.
10. "Operaion in Waziristan 1919-20 " pp. 179-180.
11. "Military Report on Waziristan 1935"pp.246-247.
12. "Annual Administraion Report o the Frontier Corp1940-41"pp. 16-17.
13. امیر اللہ خان رٹائرڈ ٹائیک ملیشیا تحصیل لدھالہ رینواز رٹائرڈ صوبہ اریلیشیہ ساکن کرمہ جنوبی وزیرستان۔
14. "Military Report on wazistan 1935" pp. 247-248
15. "Routs in Waziristan, Bannu and Derajat" 1939, p. 6 & 33 and "Annual Administraion Report of the Fron- tier corp 1940-41"pp. 29-30.
16. "Operation against Mahsud Waziri 1894-95" Appendix xv and "Military Report on Waziri- stan,1935"pp.249-50.
17. "Military Report on Waziristan 1935" pp. 251-253. and "Routs in Wazirstan, Bannu and derajat" 1939,pp.6-33 and
18. ماہانہ کھدیج "جلد اول شمارہ نمبر ۳ پشتو سنٹر طوخی روڈ کوئٹہ جون ۱۹۹۳ء ص ۱۲۴۔
19. پریشان خٹک "پشتون کون ہیں" پشتوا کیڈمی پشاور یونیورسٹی ۱۹۸۳ء ص ۱۵۱۔
20. جرنیل فقیر محمد پنجابی تحصیل میر علی شاہی وزیرستان اور جرنیل روغان بنشی ساکن گبر جنوبی وزیرستان۔
21. شاہ معظم "تواریخ حافظہ دست خانی کوئٹہ ترجمہ روشن خان پشتوا کیڈمی پشاور ص ۳۴۱۴۳۴۰۔
22. پریشان خٹک "پشتون کون ہیں" ص ۱۶۵۴۳۶۔
23. Ahmed, A.S. "Pakistan Society" Oxford University Press Karachi, 1986, pp.86-87.
24. خلیفہ لطیف خان طوری خیل تحصیل روتک خلیفہ گاجان تحصیل دیر خیل شمالی وزیرستان اور ظہور الدین محمود تحصیل لدھالہ جنوبی وزیرستان۔
25. لائق شاہ "ماہانہ" المطبعت العربیہ ۳۰ ایک روڈ پرانی انارکلی لاہور ۱۹۹۳ء ص ۸۸۴۸۷۔
26. مولوی احمد حسن والد نجیب اللہ سوہی ساکن کوٹ کئی جنوبی وزیرستان۔
27. جاوید عزیز "حاجی صاحب ترکزئی" مولفہ تحقیق و تصنیف سرحد پشاور ۱۹۸۱ء ص ۲۱۰۴۶۰۷۔
28. Lal Baha, N.W.F.P Administration Under British Rule 1901-1919. National Commission on Historical and culture Research Islamabad. 1978, pp. 94-97 and Mohammad Tufall, "Journalism in Tribal Areas" M.A. Thesis, Dept: of Journalism Peshawar University, pp. 135-38.
29. جاوید عزیز "ملکی صاحب ترکزئی" ص ۲۲۲۴۲۲۱۔
30. غازی ظریف خان اور غازی علی حبیب خان ساکن برمل عید القدوس شاکر ساکن خٹک اور فضل چان محمود تحصیل مکین جنوبی وزیرستان۔

تحریک آزادی اور وزیرستان

کیرو کے خیال میں صوبہ سرحد کے جنوب میں تربیا کرم اور گول دریاؤں کے درمیان جو علاقہ واقع ہے ہمیں بالکل نئے اور مختلف قبائلی نظام سے واسطہ پڑتا ہے۔ یہ علاقہ وزیرستان کہلاتا ہے۔ جہاں تاریخ ہمارا ساتھ دیتی ہے، کبھی کوئی سلطنت وزیرستان کے قبائل کو زیر کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ ان لوگوں نے اپنی گردن پر کبھی جو انہیں رکھوایا اور یہ قبائل ہر دور میں بڑی میٹھی کھیر عالت ہوئے ہیں۔ محمود غزنوی نے اپنی فوج کیلئے ان قبائل میں سے سپاہی ضرور بھرتی کئے ہوں گے۔ چنگیز خان، تیمور اور دوسرے حملہ آور اس علاقہ کے آس پاس کے بڑے دروں سے ضرور گزرے ہوں گے۔ احمد شاہ درانی نے یہ تخمینہ ضرور لگایا تھا کہ ان قبائل میں سے کتنے سپاہی بھرتی کئے جاسکتے ہیں۔ انگریز ان کی ہر وادی میں بار بار گئے اور انہوں نے سڑکوں اور قلعوں کا جال بچھایا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی یہاں کے قبائل سے ہتھیار چھیننے، ان کے علاقہ کو معمول کے نظم و نسق کے تحت لانے یا ان پر ٹیکس لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس پورے علاقے کا مرکز اور قلب وہ حصہ ہے جو اب وزیرستان کہلاتا ہے (1)۔

۱۹۳۵ء کی ملٹری رپورٹ

ملٹری رپورٹ آن وزیرستان ۱۹۳۵ء کے تحت وزیرستان کی غیر یقینی صورت حال اور کثرت سے قانون شکنی کے واقعات کے باعث وزیر اور بلخصوص محسود علاقہ سرکاری ملازم کے لئے فوج کے بغیر سفر کے لئے ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ صدیوں سے مروجہ گھمبیر اور نامساعد حالات اور مشکل طرز زندگی نے یہاں کے قبائل کے عمومی رویوں پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ ان کا خانہ بدوش طرز زندگی، بے برگ و بار اور لاحاصل وطن، آزاد اور جنگجو فطرت، قانون شکنی کے بے شمار واقعات اور ان کے نتیجے میں فوجی مہمات اور بالخصوص ان کے ناقابل تسخیر پہاڑ ایسے عوامل تھے جن کے باعث پورے سرحد میں وزیرستان کو جد اگانہ اور نمایاں مقام حاصل تھا۔ ”ایک زخمی وزیر یا محسود کے قریب جانے سے پہلے یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یہ زندگی کے آخری سانس تک دشمن پر بھرپور وار کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے (2)۔

۲۰-۱۹۱۹ء کی سرکاری رپورٹ

۲۰-۱۹۱۹ء کی سرکاری رپورٹ کے مطابق وزیر اور محسود اپنے علاقے میں جس انداز سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس کے پیش نظر ان کو دنیا بھر میں عمدہ ترین جنگجو نسل قرار دیا جاسکتا ہے۔ ”تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ ان کے خلاف لڑتے وقت اگر کوئی تمام تر ممکنہ احتیاطی تدابیر نظر انداز کر دیتا ہے تو اس کو انتہائی دہشت ناک صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لڑتے وقت یہ شاذ ہی ایسی غلطی کرتا ہے جو شکست کا باعث بنے۔ اس لئے ان کو دنیا کا بہترین امپائر مانا گیا ہے (3)۔

۱۹۳۵ء کی فرنٹیر کمیٹی رپورٹ

۱۹۳۵ء کی فرنٹیر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق وزیرستان کی حساس اہمیت کو ہمیشہ فوری توجہ کے لئے کلیدی حیثیت حاصل تھی۔ ”فوجی نقطہ نظر سے تمام قبائلی علاقے غیر معمولی اہمیت کے حامل تھے مگر ان میں بھی انگریز کے لئے گہری سوچ اور تدبیر کا حامل علاقہ وزیرستان ہی تھا۔ کئی سالوں سے ہر ممکن طریقہ اختیار کرنے کے باوجود یہاں کی عمومی صورت حال میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں لائی جاسکی۔ ۱۹۳۶ء کے بعد کے حالات اتنے بدتر ہو گئے کہ ہمارے بہت ہی تجربہ کار آفیسر بھی صورت حال کو معمول پر لانے میں پریشان اور بے بس ہو گئے، حالانکہ فوج کے ساتھ علاقہ کے تحفظ کی خاطر مقامی طور پر خاصہ دار فورس بھرتی کی گئی ان کی مدد کے لئے ملیشیاء کے پخت قائم کئے گئے۔ خاص بات یہ کہ

شورش زدہ علاقوں پر گرفت حاصل کرنے کی خاطر رزمک اور وانا میں فوج کے مستقل کیمپ قائم کئے گئے اور ساتھ ضرورت کے وقت ہوائی جہازوں سے بروقت استفادہ کے لئے میرانشاہ میں ہوائی اڈے کا قیام بھی عمل میں لایا گیا مگر پھر بھی مطلوبہ نتائج کا حصول ممکن نہ ہو سکا (4)۔

جنرل سکین (Skeen) کی رائے

جنرل سکین نے یہاں کے قبائل کی عمومی تصویر کشی ان الفاظ میں کی ہے:-

قبائل پیدائشی طور جنگجو ہیں یہ لوگ اپنی ڈھلوان چٹانوں میں صبر اور چالاکی سے حیران کن دفاعی تدابیر روبہ عمل لا کر جس نرالے انداز میں لڑتے ہیں اس کو بہت شہرت حاصل ہے۔ اگر انہیں معینہ حدود کے اندر کامیابی کا یقین نہ ہو تو بڑی چابھد سستی سے پہاڑ کے دامن کی طرف چھلانگیں لگاتا شروع کر دیتے ہیں۔ موقع کی نزاکت سمجھنے میں بہت ماہر ہیں۔ لڑتے وقت کچھ کار توں روایتی چھری اور محدود خوراک ساتھ رکھتے ہیں۔ پیچھے ہٹتے وقت ان کے مابین فائرنگ کا مثالی تبادلہ ہوتا ہے۔ ایسے موقع کی تاک میں رہتے ہیں جہاں اپنے مخالفین کو زیادہ نقصان پہنچا سکتے ہوں۔ ان کی نظر ہمیشہ میدان جنگ یا اپنے ساتھی پر جمی رہتی ہے۔ ہندوستانی فوج کے سپاہیوں کے لئے بہت ضروری تھا کہ ان کے خلاف لڑنے سے پہلے ماحول اور حالات کے تقاضوں کے عین مطابق اپنی نظر کا صحیح استعمال سیکھیں (5)۔

کیپٹن فریڈی گیٹ (Freedy Gat) کا تبصرہ

کیپٹن فریڈی گیٹ لکھتا ہے ”ہمیں حکم ملا کہ نشاہ بازی میں خوب مشق کریں کیونکہ آپ دنیا کے اول درجے کی جنگجو نسل کے خلاف لڑنے جا رہے ہیں۔ ہمارا مقابلہ وزیر اور محسود قبائل کے ساتھ تھا جن کے پاس سب سے خطرناک اسلحہ چھری موجود تھا۔ ہم نے بہت سارے سپاہیوں کے جسموں پر چھری کے نشانات دیکھے تھے۔ اس لئے ہر ایک کے دل میں اس اسلحہ کا خوف موجود تھا۔ ایک دن غروب آفتاب سے پہلے ۲۲ سپاہی پانی کی تلاش میں بھیجے گئے، آدھے گھنٹے بعد ۱۶ سپاہی بغیر بدوق اور اسلحہ کے نہایت خوف کی حالت میں واپس آئے۔ انہوں نے بتایا کہ تنگ گھاٹی میں پیچھے سے ہم پر حملہ ہوا اور ایک ہی وار میں چھ سپاہی مارے گئے۔ جب پیچھے دیکھا تو پندرہ بیس عورتوں نے ہاتھوں میں چھریاں اٹھائی ہوئی تھیں ہمارے اوسان خطا ہو گئے۔ پشتوں عورتیں مردوں کی طرح بہادر ہوتی ہیں۔ ان کا کردار مکمل طور پر پاک ہوتا ہے اور اپنی عزت کے لئے اپنی اولاد کو بھی قربان کر دیتی ہیں (6)۔

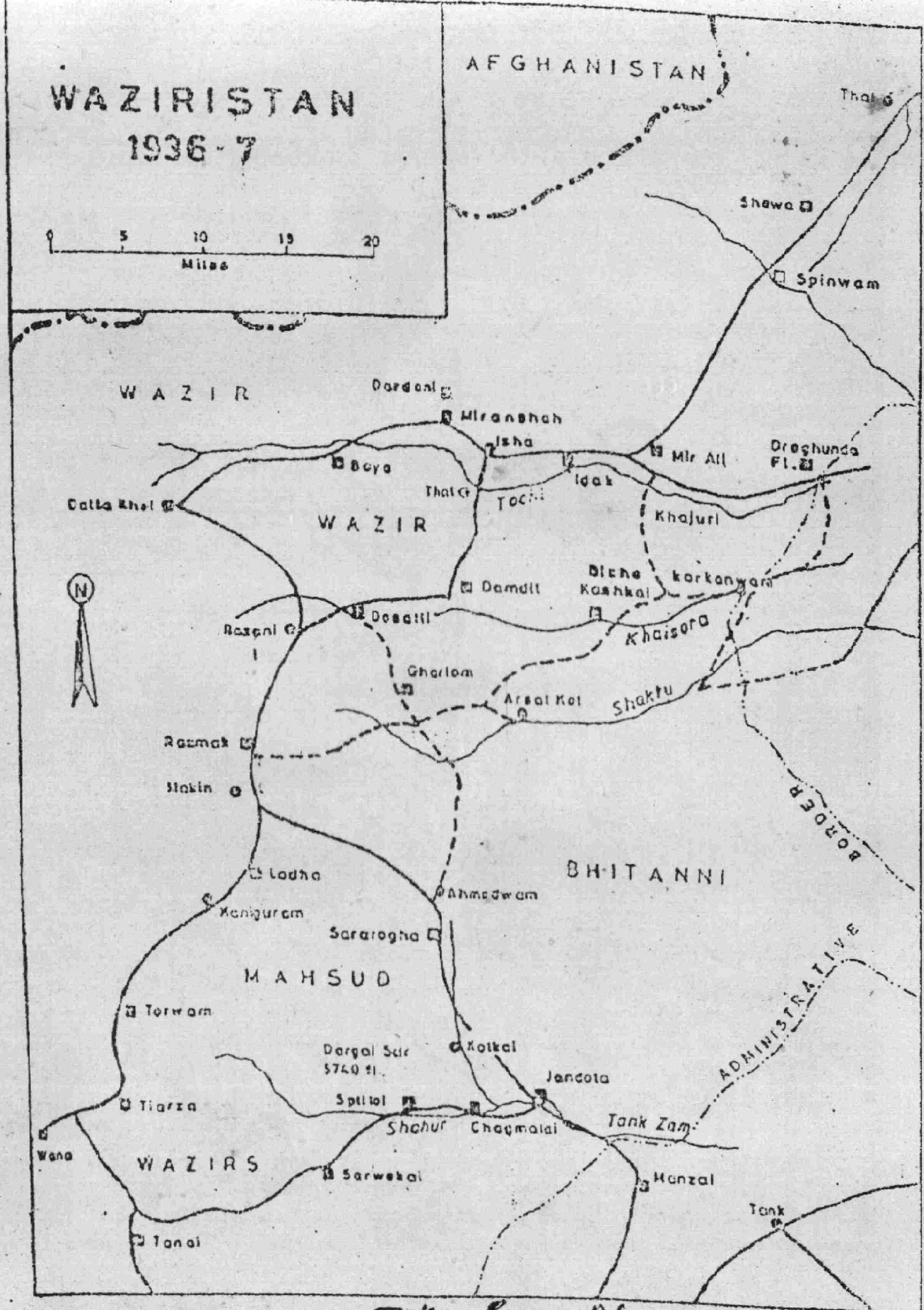
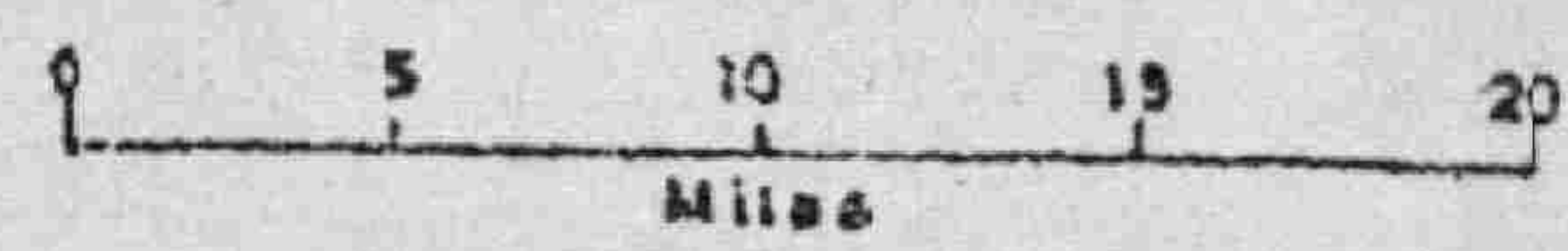
جنرل سٹاف براؤنچر پورٹ

جنرل سٹاف براؤنچر پورٹ کے مطابق ۱۹۱۹ء میں تیسری افغان جنگ کے دوران وزیرستان کے علاقہ سے تمام افواج واپس ہٹالی گئیں مگر پھر بھی یہاں کے قبائل نے انگریز کالموں پر حملے جاری رکھے۔ مئی سے نومبر ۱۹۱۹ء تک صرف چھ مہینوں میں انگریز کالموں پر وانا وزیر نے ۳۲ ٹوچی وزیر نے ۵۶ جبکہ محسود قبیلہ نے ۱۰۰ حملے کئے۔ عمومی طور پر حالات اتنے گھمبیر ہو گئے تھے کہ انگریز کو بالامر مجبوری ان کے مشکل اور پیچیدہ علاقہ میں اتنی فوج بھیجنا پڑی کہ سرحد کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی (7)۔ وزیرستان کے قبائل نے تو اتر سے دہشت گردی پھیلارکھی تھی۔ انہیں گرفت میں لانے کے لئے صرف تعزیری مہمات واحد ذریعہ نہیں تھیں۔ کئی بار ناکہ بندی کے ذریعے انہیں فاقہ کشی پر مجبور کیا گیا۔ ۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۲ء تک مسلسل دو سال محسود قبیلہ کی مکمل ناکہ بندی کی گئی مگر پھر بھی انگریز ان کا جذبہ آزادی دبانے میں ناکام رہے۔ محسود بلاشبہ بہت ہی سرکش اور باغی قبیلہ ہے اور خاص بات یہ کہ اپنے علاقے میں لڑنے کے فن سے واقف ہیں (8)۔

چیف کمشنر سر حدروس کیپل (Rose Kappal) کی رائے

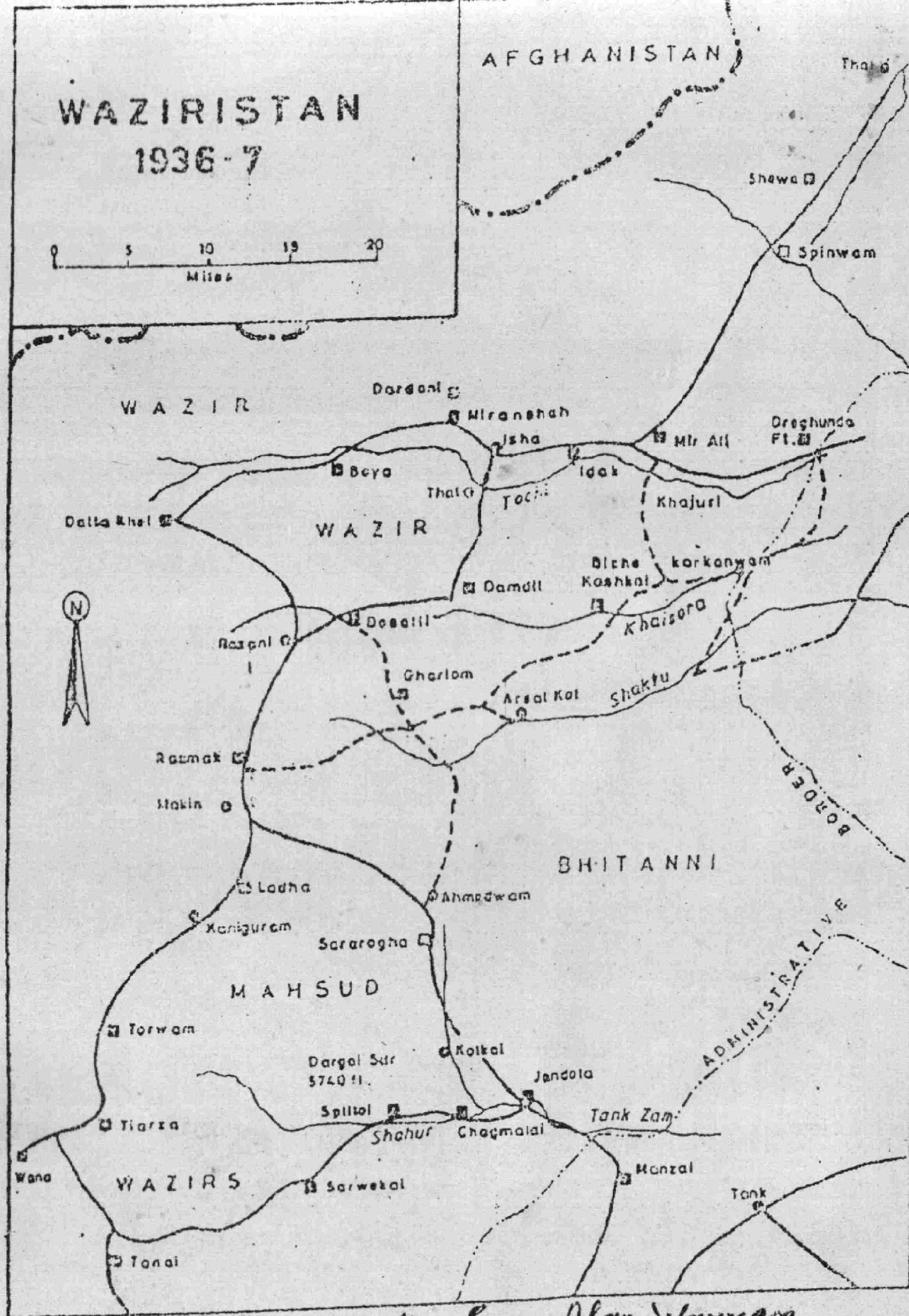
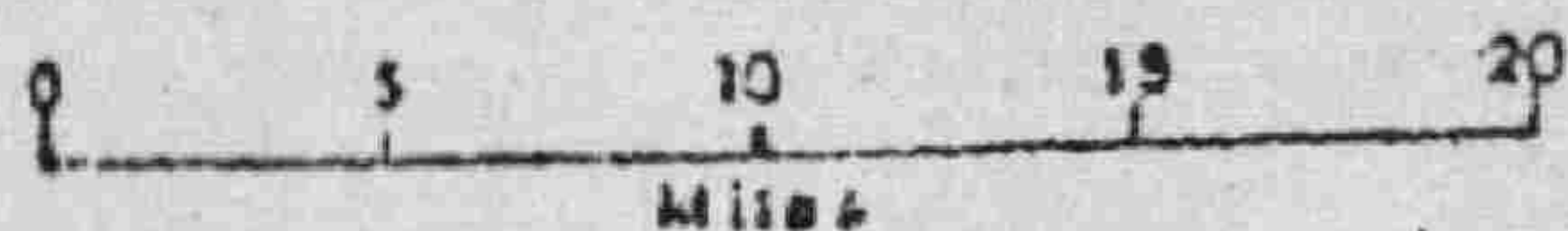
روس کیپل کے خیال میں ”پہاڑی نسل کے ان سخت گیر لوگوں کا صدیوں سے آزادی کے ساتھ ناقابل تسخیر اٹوٹ اور جذباتی رشتہ چلا

WAZIRISTAN 1936-7



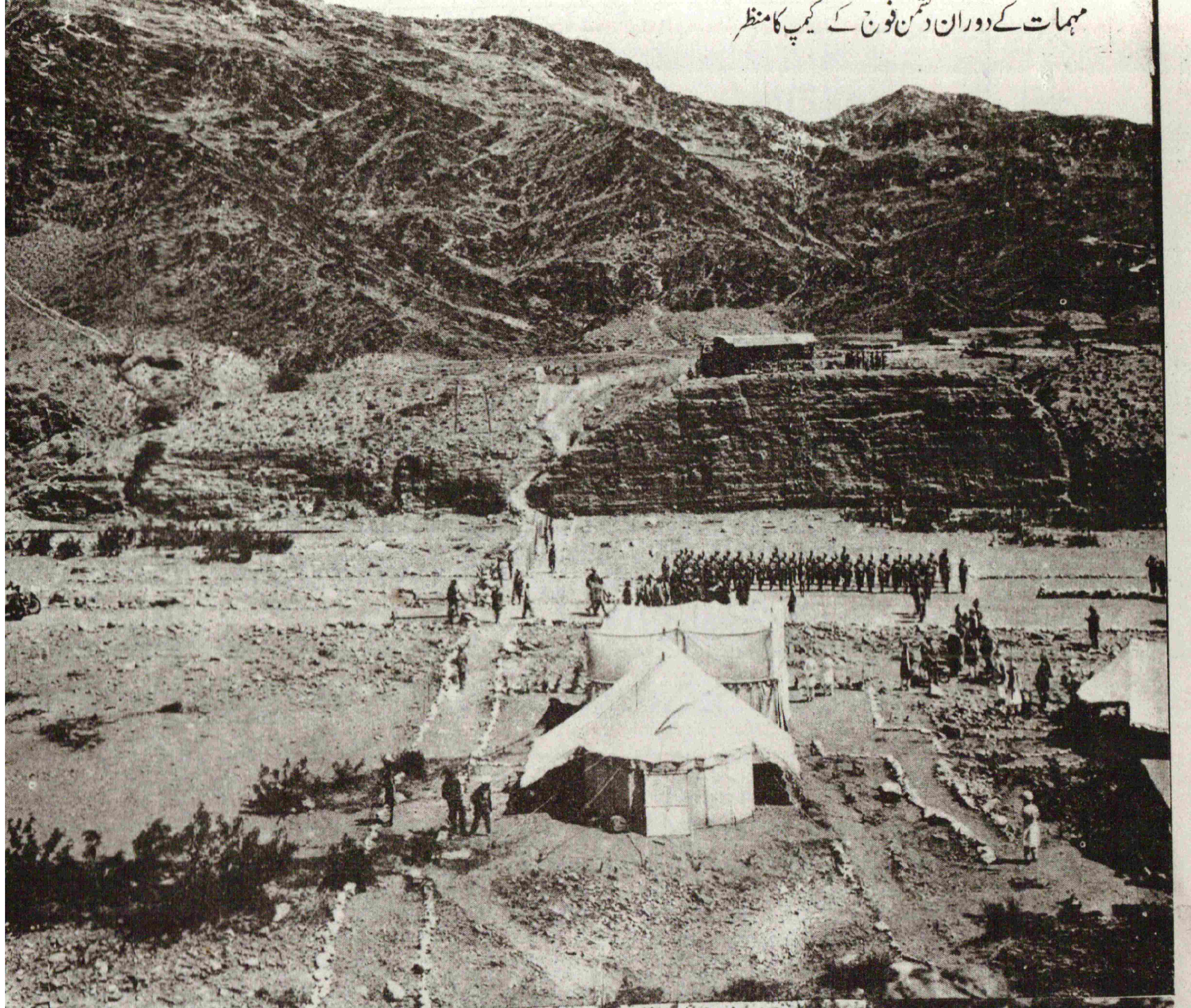
Taken from Alan Warren

WAZIRISTAN 1936-7

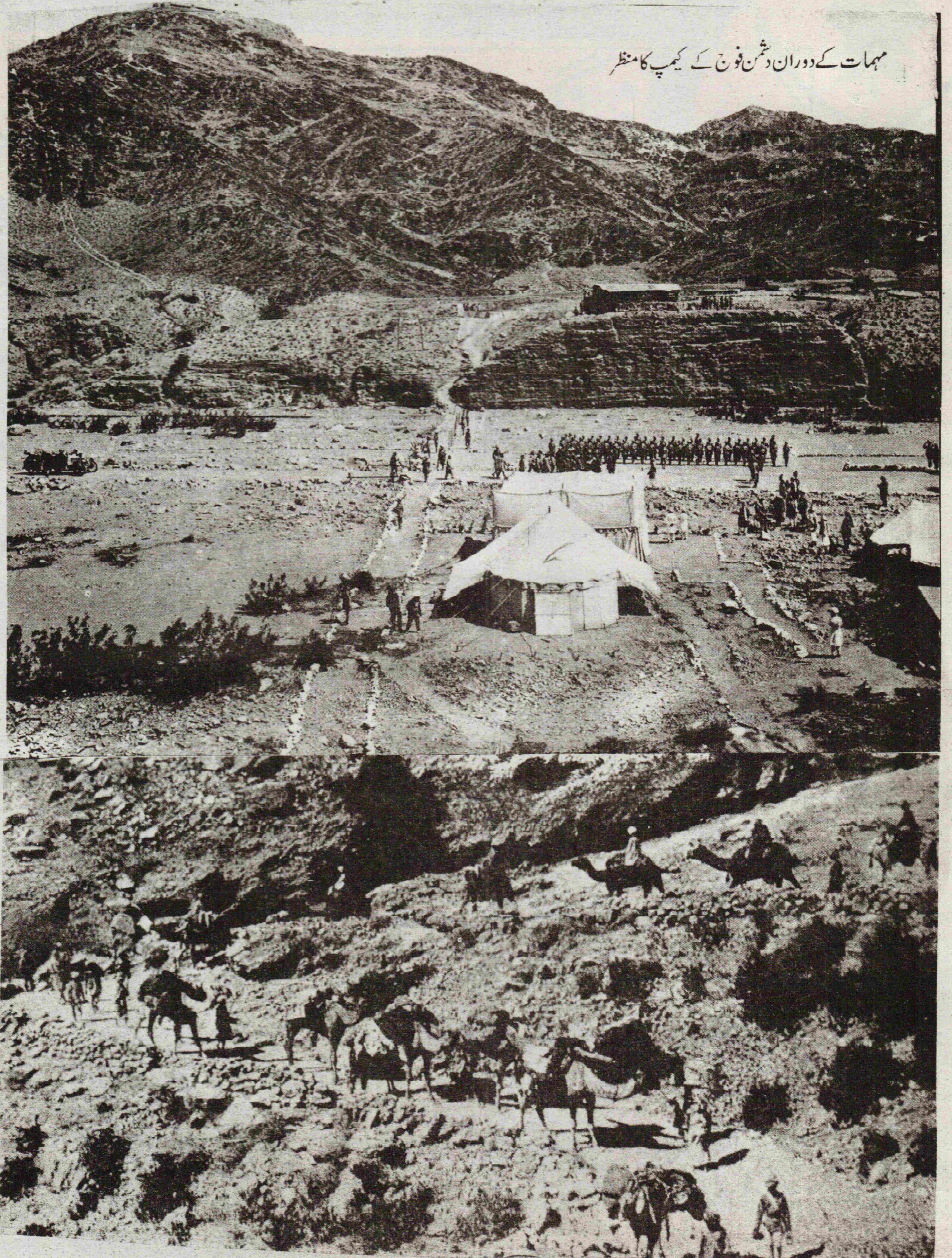


Taken from Alan Warren

مہمات کے دوران دشمن فوج کے کیمپ کا منظر



مہمات کے دوران دشمن فوج کے کیمپ کا منظر



آ رہا ہے۔ گو کہ ان کی زندگی مشکلات اور مصائب سے بھری پڑی ہے پھر بھی کوئی حملہ آور ان پر سبقت نہیں لے سکا۔ آزادی ان کے خون میں سرایت کر چکی ہے۔ جس انگریز نے بھی وزیرستان میں خاصاً وقت گزارا ہے اس کو اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ لوگ اپنے علاقے کی تنگ گھاٹیوں میں اجنبی باشندوں کے لئے جنگی بلاؤں کی طرح کتنے دہشت ناک ثابت ہوتے ہیں“ (9)۔ کسی بھی حکمران نے وزیرستان کو مسخر نہیں کیا۔ اس خطہ کے لوگ غلامی کے نام سے نا آشنا ہیں۔ انگریز نے دفاعی نقطہ نگاہ سے وزیرستان کو اپنے تسلط میں لانا چاہا اور اپنی فوجوں کو پہاڑی طرز جنگ سکھانے کے لئے اس علاقہ کو ایک تربیت گاہ بنائے رکھا۔ گوراپلٹن جس میں زیادہ تر لندن کے شہری اور تاجر پیشہ لوگ بھرتی ہوئے تھے سب سے زیادہ عذاب میں مبتلا تھے۔ ۱۹۱۶ء میں ہندوستان پہنچتے ہی انہیں وزیرستان میں خدمات انجام دینی پڑیں تو سب کے سب بیمار پڑ گئے۔ جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد فرنگی نے سارازور وزیرستان کے قبائل کے خلاف صرف کیا۔ ”جٹوولہ اور پلو سینا“ کے محاذوں پر اتنی فوجیں اور اسلحہ بھیجا گیا جو اس سے پہلے کسی بھی سرحدی مہم پر نہیں بھیجا گیا تھا۔ ایئر فورس کے طیاروں نے اندھا دھند بمباری کی۔ ایک ماہ میں بیس بار فوج کشی کی گئی۔ وزیرستان کے محاذ پر شجاعت کے کارنامے بجالانے والے افسران اور سپاہیوں کو خصوصی تمغے جاری کئے گئے۔ کئی بار یہاں کے لوگوں کی ناکہ بندی کی گئی (10)۔

اکبر الیس احمد (Akbar S. Ahmed) کی رائے

وزیرستان پر کئی برسوں سے مسلسل بمباری اور آتشیں اسلحہ سے حملہ آور ہونے کے باوجود فرنگی کو جب یہاں کی ٹکیلی چٹانوں نے راستہ نہ دیا تو انہوں نے ۱۹۳۰ء میں شملہ سے اعلان جاری کیا کہ ”یہاں کے پرامن باشندوں کو چند بد معاشوں سے نجات دلانے کے لئے حکومت ہند اس علاقے کا بندوبست اپنے ہاتھوں میں لے رہی ہے۔ حکومت کے نزدیک سب سے زیادہ قیمتی چیز امن ہے۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر حکومت یہاں کے قانون شکنوں کو سخت سزا دینے کا فیصلہ کر چکی ہے (11)۔ وزیرستان کو سرکشی کے باعث پورے برصغیر میں بہت ہی نمایاں مقام حاصل تھا۔ یہاں کے انتظامات براہ راست انڈین آرمی سنٹرل کمانڈ کے ہاتھ میں دیئے گئے تھے۔ ۱۹۲۲ء تک یہ سرگرم عسکری علاقہ (Active Service Area) تصور کیا جاتا رہا۔ ۱۹۲۳ء میں ۷۱ بٹالین کو وزیرستان میں تعینات کیا گیا۔ جبکہ ۱۹۳۰ء میں اس کی تعداد ۲۸ بٹالین تک بڑھادی گئی جو برصغیر کے کسی بھی علاقے کی نسبت سب سے زیادہ فورس تھی مگر پھر بھی ناقابل رساں پہاڑوں اور تنگ و دشوار گھاٹیوں کے باعث یہاں کے قبائل نے فرنگی فوج کو سخت مشکل میں رکھا۔ ترہ کئی آنٹی تنگی، وانا، کلین، خیسورہ ڈوڈیل اور شہور تنگی میں بے شمار خونی معرکے ہوئے۔ لا تعداد سول اور ملٹری آفیسر قتل کئے گئے حتیٰ کہ وزیرستان میں ۳۴ انگریز پوٹیکل ایجنٹوں میں سے چار کو قتل کر دیا گیا۔ وزیرستان کی حساس اہمیت کے پیش نظر سرحد کی تاریخ میں پہلی بار ۱۸۶۰ء میں محمود قبیلہ کے خلاف فوج کشی کی گئی۔ تب سے لیکر حصول آزادی تک یہ لوگ تو اتر سے ایک سو سال تک سامراجی قوت کے خلاف برسر پیکار رہے (12)۔

جے ڈبلیو سپن (J. W. Spain) کی رائے

۱۸۶۰ء سے لے کر ۱۸۹۳ء تک جنوبی وزیرستان کے قبائل نے انگریز کو سخت مشکل صورتحال سے دوچار کر دیا تھا۔ ۱۸۹۴ء میں ان کے خلاف وسیع فوجی مہمات سے کچھ بہتری کی صورت نظر آتی مگر ۱۸۹۷ء کو مایزر (شمالی وزیرستان) کا خوفناک دھماکہ پوری سرحدی شورش کا باعث بنا۔ ۱۹۱۹-۲۰ء کی مہمات کے دوران یہاں خون کی جو ہولی کھیلی گئی اس کی نظیر ہی نہیں ملتی۔ ۱۹۲۹ء میں نادر شاہ کو کابل کے تخت پر بٹھانے میں انہی قبائل نے کلیدی کردار ادا کیا۔ یہاں ۳-۶-۱۹۳۶ء کے دوران انگریز کی پچاس ہزار فوج کو مسلسل دو سال گوریل جنگ میں مصروف رکھا گیا۔ ان کی مدافعتی قوت کے پیچھے وہ سنگلاخ اور ناقابل رساں پہاڑ ہیں جو قدرت نے اس سرزمین کو عطاء کئے ہیں (13)۔

وزیرستان کا انتخاب

ان تمام عوامل کے علاوہ تحقیقی مطالعے کیلئے وزیرستان کے انتخاب کی خاص وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں کے لوگ پیدائشی سپاہی اور حریت پسند ہیں۔ یہاں ملاپاوندہ اور فقیر ایسی کی حیرت خیز قیادت میں عوامی سطح پر منظم اور فعال تحریکوں کے ذریعے فرنگی کو کئی بار میدان جنگ اور میدان سیاست ہر دو محاذوں پر ذلت اور شکست سے دو چار ہونا پڑا۔ اس تحقیقی مطالعے کے ذریعے وزیرستان کی اہم اور حساس اہمیت اور ان قائدین کی غیر معمولی تحریکوں کے دور ان طریقہ ہائے لبلاغ سے متعلق پس پردہ معلومات کو صحیح تناظر میں منظر عام پر لانے کی سعی کی گئی ہے۔ وزیرستان صوبہ سرحد کے جنوب میں واقع ہے۔ وزیرستان کا علاقہ شمال میں دریائے کرم اور جنوب میں دریائے گومل کے درمیان واقع ہے۔ مغرب میں ڈیورنڈ لائن اور مشرق میں بنوں اور ٹانک اضلاع کی انتظامی حدود ہیں۔ شمال سے جنوب تک اوسطاً لمبائی ۱۳۰ میل اور مشرق سے مغرب تک اوسطاً چوڑائی ۱۰۰ میل ہے۔ انتظامی سہولت کی خاطر وزیرستان کو شمالی اور جنوبی وزیرستان ایجنسیوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ آبادی اور رقبہ کی تفصیل پہلے باب میں دی گئی ہے۔

مشہور پہاڑ

وزیرستان کا زیادہ تر حصہ بلند و بالا پہاڑوں اور چٹانوں پر مشتمل ہے۔ جنگلات سے بھرے ہوئے ان پہاڑی سلسلوں سے گرتی ہوئی آبشاریں اور ان کے مابین بستی ندیاں اور نالیاں قدرت کے شاہکار کا حسین نظارہ پیش کرتی ہیں۔ ان پہاڑوں کے مابین تنگ گھاٹیاں اور گھنی جھاڑیاں ہیں جو بیرونی جارحیت کی صورت میں علاقے کے جبلی دفاعی تقاضوں اور گوریلا کارروائیوں کے لئے بے حد اہمیت کی حامل ہیں۔ مغرب میں ڈیورنڈ لائن کے اس پار مشہور چوٹیاں خواجہ حیدر ۷۰۲۷ فٹ، بیک ۱۰۰۸۴ فٹ اور خوکریا چارخیل ۹۹۲۵ فٹ سطح سمندر سے بلند ہیں۔ جبکہ وزیرستان کے اندر رزمک سے شمال کی طرف ویردہ ۷۳۷۷ فٹ اور شوئدر ۱۰۹۵۵ فٹ بلند ہیں۔ مکین سے مغرب میں دس میل کے فاصلے پر پیرغل ۱۱۵۵۶ فٹ بلند چوٹی واقع ہے جو کہ وزیرستان کی بلند ترین چوٹی ہے جس کے جنوب مغرب میں وانا سے لے کر شمال میں گورویک تک دو میل چوڑی مشہور اور خوبصورت ترین وادی شوال واقع ہے۔ رزمک سے مشرق میں واقع نیشہ غر ۷۳۵۲ فٹ اور کبرغر ۶۳۸۰ فٹ بلند ہے۔ وانا سے شمال مغرب میں مومن ۷۶۶۷ فٹ، سرور گل ۱۰۶۸۴ فٹ، جانی میلہ ۹۶۹۵ فٹ، کوئٹہ ۷۸۹۷ فٹ اور زاتیرائی ۸۳۸۶ فٹ بلند ہے۔ جبکہ مشرق میں مچن بللا ۶۱۵۰ فٹ اور گرخی ۵۸۵۰ فٹ بلندی پر واقع ہیں (14)۔

دریا

وزیرستان کے مشہور دریا ٹوچی، گومل اور ٹانک زام ہیں۔ ٹوچی اور گومل کا تذکرہ پہلے باب میں آچکا ہے۔ جبکہ ٹانک زام کوہ پیرغل سے نکل کر رزین اور تنگ درہ سے ہوتا ہوا وادی مکین کے وسط میں داخل ہوتا ہے۔ راستے میں بہت سارے برساتی نالے اور ندیاں اس کی معاون بنتی ہیں۔ مکین میں تاودا چنہ اور داگے کے برساتی دریا اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ دو اتوئی کے مقام پر لدھا لکھڑ اور بدر کے دریا اس سے آن ملتے ہیں۔ اس سے مشرق میں کوٹ کئی اور جنڈولہ کے مقامات پر کڑمہ اور شہور تنگی کے برساتی دریا اس کے معاون بنتے ہیں۔ خرگنی سے مشرق میں بہتا ہوا ضلع ٹانک میں داخل ہوتا ہے۔ دسمبر سے مارچ تک پیچھے سے پہاڑی سلسلوں میں برف باری کے باعث اس دریا میں سال بھر خاصا پانی ہوتا ہے (15)۔

جنگلات اور معدنیات

وزیرستان کے جنوب مغرب سے لے کر شمال تک سطح سمندر سے اوسطاً سات ہزار فٹ سے دس ہزار فٹ بلند گھنے جنگلات پائے

جاتے ہیں۔ جن میں دیار، نندر، چپڑ، صنوبر اور زیتوں کے درخت بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ مشہور ترین جنگلات کوہ شوال میں ہیں جہاں سے میرانشاہ اور درہ مکین کے راستے لکڑی پاکستان بھر کی منڈیوں میں پہنچائی جاتی ہے۔ اسی طرح ان جنگلات کے چلغوزے بھی ملک بھر میں مشہور ہیں۔ شکتوی اور شہور تنگی کے بعض علاقوں میں زیتون اور مزری بھی پائے جاتے ہیں اس طرح شمالی وزیرستان میں داوڑ کے علاقہ شین کنڈی کے مقام پر کرومائیٹ کے دو بڑے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ اس کے نزدیک بویہ میں شینکی پخت میں ایسٹاس (Asbastas) کے ذخائر موجود ہیں۔ داوگر اور ویرڈے کے آس پاس پریمانہ میگنیز موجود ہیں۔ میروغہ منظر خیل کے کمکی نومریز کے مقام پر کافی مقدار میں تور و گنو دریافت ہوئے ہیں۔ نومر ہز الکاڈ میں سرمایہ کے مقام پر تانبے (Copper) کا ایک بڑا پہاڑ ہے۔ میرانشاہ سے مشرق میں زیرغر میں کافی مقدار میں گندھک موجود ہے۔ میر علی میں غوری غری چشمہ میں قدرتی گیس کے نمایاں آثار دکھائی دیتے ہیں۔ جنوبی وزیرستان میں سپین کمر میں سفید سنگ مرمر بہت بڑی مقدار میں پائے گئے ہیں (16)۔ یہاں دیگر معدنیات کے آثار بھی دکھائی دیتے ہیں۔ اگر معدنیات سے متعلق شعبہ جات کے ماہرین کے ذریعے سروے کر دیا جائے تو قوی امکان ہے کہ دیگر بہت ساری معدنیات دریافت ہو سکتی ہیں۔

مختلف قبیلے

وزیر، محسود اور داوڑ یہاں کے بڑے قبیلے ہیں۔ ان کا جد امجد کران (کرلانی) ہیں جن کا مختصر تعارف تیسرے باب کے آخر میں دیا گیا ہے۔ کرلانی کے دو بیٹے مکے اور کودی تھے۔ مکے کے دو بیٹے شینک اور سلیمان تھے۔ سلیمان کے بیٹے کا نام وزیر تھا۔ وزیر کے دو لڑکے خضری (خزری) اور لالائی تھے۔ لالائی نے شینک کی اولاد کا ایک شخص قتل کر کے انتقام کے خوف سے نندہار کے علاقہ میں بھاگ کر وہاں اس نے شادی کی۔ آج کل اس کی اولاد میں سے قبیلہ لیلایا لال وزیر کوہ سفید میں آباد ہے۔

وزیر کے پہلے بیٹے خضری سے موسیٰ عرف درویش، محمود اور مبارک تین بیٹے تھے۔ موسیٰ بڑا پرہیزگار اور برگزیدہ انسان تھا اور درویش کہلاتا تھا۔ موسیٰ درویش کے دو بیٹے اتمان اور احمد تھے۔ محمود کے بیٹے کا نام محسود تھا جبکہ مبارک کا بیٹا گرہ تھا۔ تیرھویں صدی عیسوی تک ان کا مولد (مسکن) پیر مل تھا۔ ابتداء میں ملک وزیری کی تقسیم اس طرح ہوئی کہ اتمان، احمد اور محسود نے اپنے مورثی پہاڑ کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ جب محسود اپنے ان دونوں چچا زاد بھائیوں سے جدا ہو کر ارمر اور بنشی کے علاقوں پر قابض ہو گئے۔ تو ان کا کوہ مورثی کے حصہ سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ احمد زئی اور اتمان زئی درویش خیلوں نے نصف نصف حصہ آپس میں تقسیم کر لیا۔ اگر کوئی نیا علاقہ ملکر فتح کرتے تو وہ مورث اعلیٰ کے نسب نامے کی بجائے تولیخ کے لحاظ سے آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔ تولیخ سے مراد خرچہ تو رہے یعنی لشکر کشی اور مہمان نوازی میں کس طرح اخراجات کسی شاخ نے ملک گیری کے وقت کئے۔ اسی نسبت سے اس کا حصہ ہوتا تھا۔ درویش خیل کے مختلف قبیلے موسیٰ چرایا کرتے تھے اور نمک بچتے تھے۔ علاقہ تھل اور درغر کی حدود میں واقعہ علاقے پرانے زمانے میں غیر آباد تھے اور اندرونی کوہ زراعت کے لئے زمین بہت کم تھی۔ اس لئے احمد زئی اور اتمان زئی کی شاخیں موسیٰ چرانے کی غرض سے تھل اور درغر میں آیا کرتی تھیں۔ اس زمانے میں یہاں کی زمین پر مروت کے لوگوں کا دعویٰ ملکیت تھا اور مغربی حصہ بنوچی کے سورانہ قبیلہ کے قبضہ میں تھا۔ موسم گرما میں وزیر قبائل خیسے اکھاڑ کر اہل و عیال اور موسیٰ لے کر پہاڑ پر چلے جاتے تھے۔ وہ مروت، سورانہ اور خٹک قبیلوں کے ساتھ اکثر تھل کی زمین کے لئے لڑائیاں لڑتے تھے۔ بعد میں بنوچی ملکوں نے عمر زئی وزیروں سے بادشاہوں کے خراج کیلئے قرض لیا تھا اور اپنی زمین بادشاہوں کے پاس رہن کر دی تھی۔ اس طرح وزیر قبائل کا اس زمین پر عرصہ دراز تک قبضہ رہا اور بنوچیوں کے پاس زمین رہن رکھنے کے کاغذات بھی نہیں تھے اس بناء پر وزیر اسکے جدید مالک تصور کئے گئے (17)۔

اس طرح محسود قبیلہ کی جوں جوں نسل بڑھتی گئی توں توں اپنی ہمسایہ قوموں پر اتفاق و اتحاد کی بنیاد پر غلبہ حاصل کرتے رہے۔ سب سے پہلے انہوں نے شوال کے علاقے میں کوہ سلیمان پر قبضہ کر لیا جہاں قبیلہ شینک آباد تھا۔ اس زمانے میں قحط کے باعث قبیلہ ارمر کے لوگ (جو شہر کانگرہ اور اس سے ملحقہ علاقوں میں آباد تھے) اسے چھوڑ کر علاقہ سوگر کابل اور دوسرے علاقوں میں منتقل ہو گئے۔ یہاں بہت تھوڑے

لوگ رہ گئے تھے۔ محسود قبیلہ نے موقع پا کر علاقہ بدر پر قبضہ کر لیا۔ علاقہ کانگرم اور مکین پر قبضہ کرتے وقت جب ارڑ کا یہ چھوٹا گروہ مقابلے کے لئے نکلا تو محسودان پر غالب آگئے۔ اس کے بعد محسود نے رختہ و سنج علاقے پر قبضہ جمالیا (18)۔

کیرو نے وزیر کو چیتا اور محسود کو بھیڑ یا سے تعبیر کیا ہے۔ چیتا زیادہ مکار، پھر تیل اور زیادہ شاندار ہوتا ہے۔ لیکن بھیڑیوں کا غول دھن کا پکا زیادہ متحد اور زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے عہد کی تصنیفات میں وزیر اور محسود قبائل کا تذکرہ ۸۰۰ء میں تیمور شاہ درانی کے عہد میں ملتا ہے وہ لکھتا ہے۔ ”وزیر افغان ایک بڑا طاقتور قبیلہ ہے۔ تقریباً ایک لاکھ خاندانوں پر مشتمل ہے۔ وہ جانوروں سے بہتر نہیں ہیں کیونکہ کھانے پینے اپنے پہاڑی علاقہ میں گھومنے پھرنے کے راستوں پر اپنا شکار تلاش کرنے اور مرجانے کے سوا انہیں اور کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ قبیلہ بالکل آزاد ہے اور کسی کو اپنا حاکم تسلیم نہیں کرتے۔ یہ کسی ایک خاندان یا سردار کو اپنا رہنماء بھی تسلیم نہیں کرتے البتہ قبیلے میں تھوڑے اختیارات کے متحد ملک ہیں۔ لیکن جب کوئی جنگی مہم درپیش ہو تو پھر ایک قائد چن لیا جاتا ہے۔ جس کی اطاعت سب پر لازم ہوتی ہے۔ یہ بات بھی یقینی ہے کہ انہیں اپنی طاقت کا احساس ہے اور اس پر فخر کرتے ہیں“ (19)۔

شمالی وزیرستان کے قبائل

اتمازئی

یہاں اتمازئی کی تعداد زیادہ ہے یہ ٹوپچی کے گرد و نواح شوال، خیسورہ، کیٹواور کرم دریاؤں کے کنارے آباد ہیں۔ اسکے تین ذیلی قبیلے ابراہیم خیل، والی خیل اور محمود خیل یا مامت خیل ہیں۔ ابراہیم خیل مزید چار بڑے خیلوں میں تقسیم ہے: توری خیل، عیسیٰ خیل اور منظر خیل میں تقسیم ہیں۔ ولی خیل کے تین بڑے خیل بکا خیل، جانی خیل اور کابل خیل ہیں۔ بکا مامت خیل کے چار بڑے خیل حسن خیل، خدر خیل، برہ خیل اور وزی خیل ہیں۔ یہ سب خیل مزید بے شمار چھوٹی چھوٹی شاخوں میں تقسیم ہیں جس کی تفصیل باب کے آخر میں دی گئی ہے۔ ان کے اہم علاقوں میں رزک، دوسلی میرانشاہ، خیسورہ، دتہ خیل، مائیزر، میر علی، تھل اور سپین وام شامل ہیں (20)۔ قبیلہ نے فقیر ایپی کی قیادت میں فرنگی کے خلاف جہاد میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اس سے پہلے جون ۱۸۹۷ء میں مائیزر میں فرنگی فوج کے مسلح دستے کے افسروں اور سپاہیوں کو خوف و ہراس کی حالت میں نہ صرف جہنم رسید کیا بلکہ ۱۸۹۷ء کی عظیم سرحدی بغاوت کے لئے جیاد بھی فراہم کی۔

داوڑ، گریز، خر سین اور سید گئی

داوڑ دوسرا بڑا قبیلہ ہے، داوڑ اور بنوچی شینگ بن سکے بن کر لانی کی نسل ہے۔ یہ دریا ٹوپچی کے دونوں کنارے غریبی سے لیکر شیچی تنگی تک ہموار اور زر خیز علاقوں میں آباد ہیں۔ ان کی تقسیم یوں ہے ملی زاد (سپین کوند) اور پتی زار (تور کند)۔ سپین کوند میں حو خیل، موسکی، ہرمز زیر کی، دوزی محمد، فندی، عیدک، مبارک شاہی، حکیم خیل، ازغوند، درپہ خیل اور ہمزولی شامل ہیں۔ تور کند میں حیدر خیل، ایپی خیل، خیسوڑی، دولت خیل، بڑو خیل پتی اور بویہ شامل ہیں۔ اس قبیلہ نے مجاہدین کے اکابرین مولوی گلاب دین، ملا پانڈہ اور فقیر ایپی کی مہمان نوازی کے حوالے سے گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ گریز خدری، خر سین اور سید گئی بھی یہاں آباد ہیں۔ گریز خدری کے تیسرے بیٹے مبارک کی اولاد سے ہیں۔ تین سو سال قبل انہوں نے بٹنی علاقہ گبر پر محسودوں کی حمایت سے قبضہ کیا۔ لیکن بیٹنیوں نے بہت جلد اپنا علاقہ آزاد کر لیا۔ ان لوگوں نے خوست کی طرف ہجرت کی۔ آج کل یہ خوست کے علاوہ کھجوری، شکی تنگی، مشہ، گلام خان، ڈانڈے، جن شورہ، لایشرے اور کونڈے کلمہ میں آباد ہیں۔ خر سین اپنا شجرہ نسب حضرت بلالؓ سے منسوب کرتے ہیں۔ ان کے جد امجد کا نام غر شین تھا۔ چالاک اور تورہ واک ان کے دولڑکے تھے۔ چالاک کی اولاد وڑکی میں اور تورہ واک کی اولاد زنگوٹی میں آباد ہیں۔ سیدگی کا تعلق وزیر سے ہے۔ اس کے دو ذیلی قبیلے جیبو خیل اور مکہ خیل ہیں۔ جو مزید چھوٹی چھوٹی شاخوں میں تقسیم ہیں۔ یہ وادی ٹوپچی، داوگیر، مائیزر، ڈانڈے اور برمل میں آباد ہیں (21)۔

جنوبی وزیرستان کے قبائل

محسود

یہاں محسود، احمد زئی، درویش، ارمز، سلیم خیل اور دو تانی قبائل آباد ہیں تاہم محسود اکثریت میں ہیں۔ محسود قبیلہ کے تین ذیلی قبیلے علی زئی، ٹمن خیل اور بلو زئی ہیں۔ اس لئے محسود کو ”درے ماسید“ کہتے ہیں۔ یہ تمام قبیلے نفع و نقصان میں برابر کے حصہ دار ہوتے ہیں۔ علی زئی کے دو بڑے خیل منزئی اور شامی خیل ہیں۔ منزئی کے ذیلی خیل ملک دینائی، پلی خیل اور گدی خیل ہیں۔ تینوں خیل مزید بہت ساری چھوٹی چھوٹی شاخوں میں تقسیم ہیں۔ شامی خیل کے پانچ بڑے خیل استونئی، بارومئی، سلطانی، پاٹونئی اور بیڑائی ہیں۔ ان کے بھی بے شمار چھوٹی شاخیں ہیں۔ اس طرح ٹمن خیل کے پانچ بڑے خیل ظلیل خیل، چار خیل، گلیشیائی، بد زائی اور شہور ٹمن خیل ہیں۔ یہ سب خیل کئی چھوٹی چھوٹی شاخوں میں منقسم ہیں۔ تیسرے بڑے قبیلے بلو زئی کے چار بڑے خیل اسمل خیل، نانو خیل، ٹنگی اور ہند خیل ہیں۔ یہ بھی مزید بے شمار چھوٹی چھوٹی شاخوں میں منقسم ہیں (22)۔ ان کے مرکزی مقامات سر وکئی، کانگرم اور مکین ہیں دیگر علاقوں میں تیارزہ، بندر، ماننتو، لدھا، شکتوئی، سراروغہ، کوٹ کائی، چین کائی، رغرانی اور شیور تنگی قابل ذکر ہیں۔

اس قبیلہ نے فرنگی کے خلاف پورے سو سال تک شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ مؤرخین اور محققین نے بہت سارے مستند حوالوں کی مدد سے ان کو تمام قبائل میں بہت ہی باغی، سرکش اور جنگجو قبائل قرار دیا ہے۔ تحریک آزادی کے حوالے سے ان کے لازوال کردار اور گرانقدر خدمات سے متعلق وافر مقدار میں مواد دستیاب ہے۔ کیرو ”پٹھان“ کے صفحہ ۵۵۲ اور ۵۴۶ میں لکھتا ہے ”شمال مغربی سرحد کے طول و عرض میں تمام قبائل میں محسود بلا خوف و تردد سب سے زیادہ ضد کے پکے ثابت ہوئے“۔ ان کے خیال میں محسود قبائل نے نہ صرف آتشیں اسلحہ کے مفید اور ماہرانہ استعمال کا مظاہرہ کیا بلکہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ نئے ہتھیاروں کے ایجاد کے باوجود دست بدست لڑائی میں شمشیر زنوں کی حیثیت سے ان کی روایتی بہادری میں کوئی فرق نہیں آیا۔ محسود کے ساتھ میدان جنگ کی طرح دوسرے میدانوں میں بھی پنپنا مشکل ہے وہی شخص جس نے سارا دن محسود کے دلائل سنے ہوں اندازہ لگا سکتا ہے کہ محسود کی درخواست نامنظور کرنے کی کوشش سے کتنی تھکن ہو جاتی ہے اور اس کی باتوں کا معقول جواب دینے کے لئے کتنی جدوجہد درکار ہوتی ہے۔

ہاول ”میو“ میں لکھتے ہیں ”سرحدی علاقہ کی ایجنسی ایک ایسی ذمہ داری ہے جو اس علاقے میں متعین آفیسروں پر ذہنی اور جسمانی دباؤ کے ساتھ اخلاقی دباؤ بھی ڈالتی ہے۔ بہترین فوجی دستہ کا بھی ہر آفسر اپنے مزاج کے اعتبار سے اس قابل نہیں ہوتا یا اس میں اتنی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ اپنے آپ کو حالات کے ترنگ میں ڈال کر یہ ذمہ داری پوری کر سکے۔ جو محدود چند آفیسر اس علاقے میں متعین ہیں ان میں سے بھی کچھ ایسے ہیں جو یہ بوجھ طویل عرصہ تک برداشت کر سکتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ محسود قبائل کی تاریخ حکومت کی پالیسی میں اتنا تلون ظاہر کرتی ہے۔“ عمر آفریدی ”محسود مونو گراف“ کے تعارف میں لکھتا ہے ”آزادی کے حصول میں تمام قبائل میں محسود قبیلہ نے جو ناقابل فراموش کردار ادا کیا ہے اسے کوئی نظر انداز نہیں کر سکتا۔ سخت نامساعد حالات کے باوجود ان کے مورثی امتیازی وصف ”مردانگی“ نے تاریخ پر ایسے گہرے نقوش مرتب کئے ہیں جس کی مثال نہیں ملتی۔“

احمد زئی

احمد زئی درویش خیل دوسرا قبیلہ ہے۔ اس کے دو بڑے قبیلے چین خیل اور کلو خیل ہیں۔ چین خیل کے تین بڑے خیل ہاتھی خیل، سرکی خیل اور عمر زئی ہیں۔ کالو خیل کے دو بڑے خیل نصری خیل اور سپر کئی خیل ہیں۔ نصری خیل کے دو بڑے خیل بوی خیل اور شادی خیل

ہیں۔ جبکہ سرکئی خیل کے تین بڑے خیل محمد خیل، سدی خیل اور سوئٹ خیل ہیں۔ یہ تمام خیل مزید بے شمار چھوٹی چھوٹی شاخوں میں تقسیم ہیں۔ ہاتھی خیل، درویش خیل، ضلع بنوں کے شمال مشرق کے علاوہ قتلہ نرگنتوں اور سپین دام میں آباد ہیں۔ گرمی میں وانا اور شکسی جاتے ہیں۔ سرکئی خیل بنوں اور وانا میں رہائش پذیر ہیں۔ عمر زئی بنوں سے شمال میں مندوام کے سپری اور گڑانگ کے علاقوں میں آباد ہیں۔ باقی ماندہ سارے خیل وانا شکسی کے علاقوں میں آباد ہیں (23)۔ خول محمد احمد زئی کا سردار تھا۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹے کریم خان نے احمد زئی کا لشکر لیکر ڈوگ کے مقام پر قلعہ نما گھر بنایا اور چاروں طرف سے خندقوں سے بھرا تاکہ دشمن خندقیں پار نہ کر سکے۔ اس وقت لڑائی میں تیر اور پتھر استعمال ہوتے تھے۔ یہاں پر ناصر غلزی قبیلہ کا غلبہ تھا انہوں نے قلعے پر حملہ کیا جس میں انہیں شکست ہوئی۔ احمد زئی کا وانا پر قبضہ ہوا۔ محسود قبیلہ نے بھی غلزی کے خلاف احمد زیوں کی مدد کی تھی۔ کریم خان نے بعد میں قتلہ کے علاقہ میں آباد احمد زئی قبیلہ کو بلا کر وانا میں آباد کیا۔ اس قبیلہ نے ملا حزولہ کی قیادت میں محسود قبائل کے ساتھ مل کر فرنگی کے خلاف جہاد میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔

ارمڑ (برکی)

ارمڑ کا شمار گوکہ محسود قبیلہ میں ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ لوگ الگ شجرہ نسب رکھتے ہیں۔ یہ قیس کے بڑے بیٹے سڑبن کی اولاد سے ہیں۔ انکے پانچ بڑے خیل بیکسی، خار میزوئی، خیمین، ملا قون اور پیران ہیں۔ ارمڑ تین خطوں کانگرم، لوگر (افغانستان) اور پشاور کے نزدیک آباد ہیں۔ جنوبی وزیرستان میں آباد ارمڑ دو زبانیں بولتے ہیں۔ غیر ارمڑوں سے وہ پشتو میں گفتگو کرتے ہیں۔ آپس میں گفتگو کے لئے ان میں ابھی تک ارمڑی رائج ہے۔ جو درجہ بندی کے لحاظ سے شرقی برکی زبان ہے اور کسی دوسری زبان کی بجوی ہوئی شکل نہیں ہے۔ یہاں صدیوں سے ہندو، چھری اور ہر قسم کے زرعی آلات بنائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ شعوری سوچ کے ساتھ تعلیم سے والہانہ وابستگی رکھتے ہیں یہاں انکے ساتھ بہت سے سید بھی رہتے ہیں جو ارمڑ زبان بولتے ہیں اور سادات ہونے کے دعوے کے باوجود یہ ان ہی ارمڑوں کے بڑے خاندان ہیں (24)۔

ماضی میں اس قبیلہ کے بھائیوں نے تاریخ صوبہ سرحد پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ سولہویں صدی کے وسط میں بایزید انصاری (پیر روشن) نامی ایک شخص وزیرستان کے علاقہ کانگرم کے پہاڑوں میں ظاہر ہوا۔ جن کا دعویٰ تھا کہ وہ مدینہ کے عرب انصار قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص تھے انہوں نے اپنے لئے پیر روشن یعنی روشنی پانے والا پیر کا لقب پسند کیا۔ ۱۲۳-۱۵۲۵ء میں پشتونوں میں ایک نئے تصور کی بنیاد رکھی۔ ان کا خیال تھا کہ الوہیت کا عظیم ترین اظہار روئے زمین پر ”پیر“ کی ذات میں ہوتا ہے اور پیروں میں سب سے بڑا ”پیر روشن“ ہے۔ بہت تھوڑے عرصے میں سرحد کے تمام لوگوں نے اسے پیر قبول کیا۔ تاہم ان کا سب سے بڑا مخالف پشاور کا اخوند درویش تھا جنہیں مغل حکمرانوں کی پشت پناہی حاصل تھی۔ اخوند نے پیر روشن کو ”پیر تاریک“ یعنی اندھیروں کا پیر کے نام سے موسوم کیا۔ پیر روشن سولہویں صدی کے آخری نصف میں پشتونوں کے تمام مسائل میں ایک متحرک قوت کی حیثیت رکھتے تھے۔ مغل قوت کے خلاف کئی بڑے منظم حملے کئے اور کئی بین القبائل معاملات و جذبات کو ابھارا۔ ۱۶۱۱ء میں ان کے پیروکاروں کے خلاف مغل شہنشاہ جہانگیر کی ایک بڑی مہم کے دور ان اس فرقے کا تقریباً صفایا کیا گیا تاہم بہت مدت تک تیراہ اور کوہ سلیمان کی دور دراز وادیوں میں اس کے مضبوط گڑھ باقی رہے۔ تیراہ اور کوہاٹ میں پیر روشن کی اولاد میں سے کچھ لوگ انیسویں صدی کے وسط تک اپنے عقائد پر سختی سے قائم رہے (25)۔ پیر روشن نے اغیار کی مداخلت کے خلاف جو فعال کردار ادا کیا ہے۔ اس کا ذکر کئے بغیر تاریخ سرحد مکمل نہیں ہوتی۔

سلیمان خیل اور دوتانی

یہ جنوبی وزیرستان کے جنوب مغرب میں درہ گول میں آباد ہیں۔ عرصہ دراز سے ہندوستان اور پاکستان میں داخل ہونے کے لئے اس درے کو استعمال میں لاتے ہیں اور یہ اپنے آپ کو دے گول خلق (گول کے لوگ) کہتے ہیں۔ یہ تعداد میں بہت کم ہیں زیادہ اکثریت

افغانستان کے جنوب مشرق میں ہے۔ یہاں پر ان کی زیادہ تعداد زر میلان کے میدانی علاقہ میں ہے۔ سلیمان خیل کا تعلق غلجی (غلزئی) کی نسل سے ہے جو ملی متوبنت بن کی اولاد سے ہیں۔ دو تانی غلزئی نہیں ہیں اور قدرے کمزور قبیلہ ہے اور افغانستان سے ہجرت کر کے یہاں آئے ہیں۔ ماضی میں سلیمان خیل اور احمد زئی وزیر کے مابین پانی وغیرہ کے مسئلوں پر لڑائیاں ہوتی رہی ہیں (26)۔

بیٹنی

بیٹنی وزیرستان کے مشرق میں گبر غر کے شمال سے لیکر جنوب میں درہ گول کے علاوہ بنوں اور ٹانک کے اضلاع کی حدود میں آباد ہیں۔ ان کا شجرہ نسب قیس کے تیسرے بیٹے بن سے ہے۔ یہ لوگ پہلے کوہ سلیمان کے پہاڑوں میں رہتے تھے۔ جب سکندر لودھی نے اس جگہ پر قبضہ کیا تو یہ لوگ مشرق میں کسے غر کے دامن میں آگئے اور دریائے گول کے کنارے ٹانک کی زمین میں آباد ہو گئے۔ ان کے تین بڑے خیل نہ وانا اور وٹ سپون ہیں (27)۔ بیٹنی بڑے بہادر اور جفاکش لوگ ہیں فرنگی کے خلاف جہاد میں ان کا بڑا کردار رہا ہے۔

صنعت و حرفت

وزیرستان میں ہندو قیس، چھریاں، تلواریں اور قدیم زرعی اوزار صدیوں سے بنائے جاتے رہے ہیں۔ اونی کپڑے، شالیں اور دیسی قالین بنانے کا رواج بھی خاصا پرانا ہے۔ مزری کے جوتے، چٹائیاں، ٹوکریاں اور رسیاں وغیرہ بھی مدتوں سے بنائے جاتے ہیں۔ قبائلی ترقیاتی ادارے (FATA DC) کے زیر نگرانی چمڑا رنگنے اور جوتے بنانے کے علاوہ ماحوش بنانے کے کارخانے قائم کر کے وزیرستان کو کسی حد تک جدید صنعت سے متعارف کرایا گیا مگر سپین کئی مرغزی میں چمڑے کا کارخانہ متعلقہ ذمہ دار اہل کاروں کی غبن اور غفلت کے باعث آج کھنڈرات میں بدل چکا ہے۔ کروڑوں روپے کی مشینری اور عمارات جن میں رہائشی جگہ بھی شامل ہیں فوری توجہ کے متقاضی ہیں۔

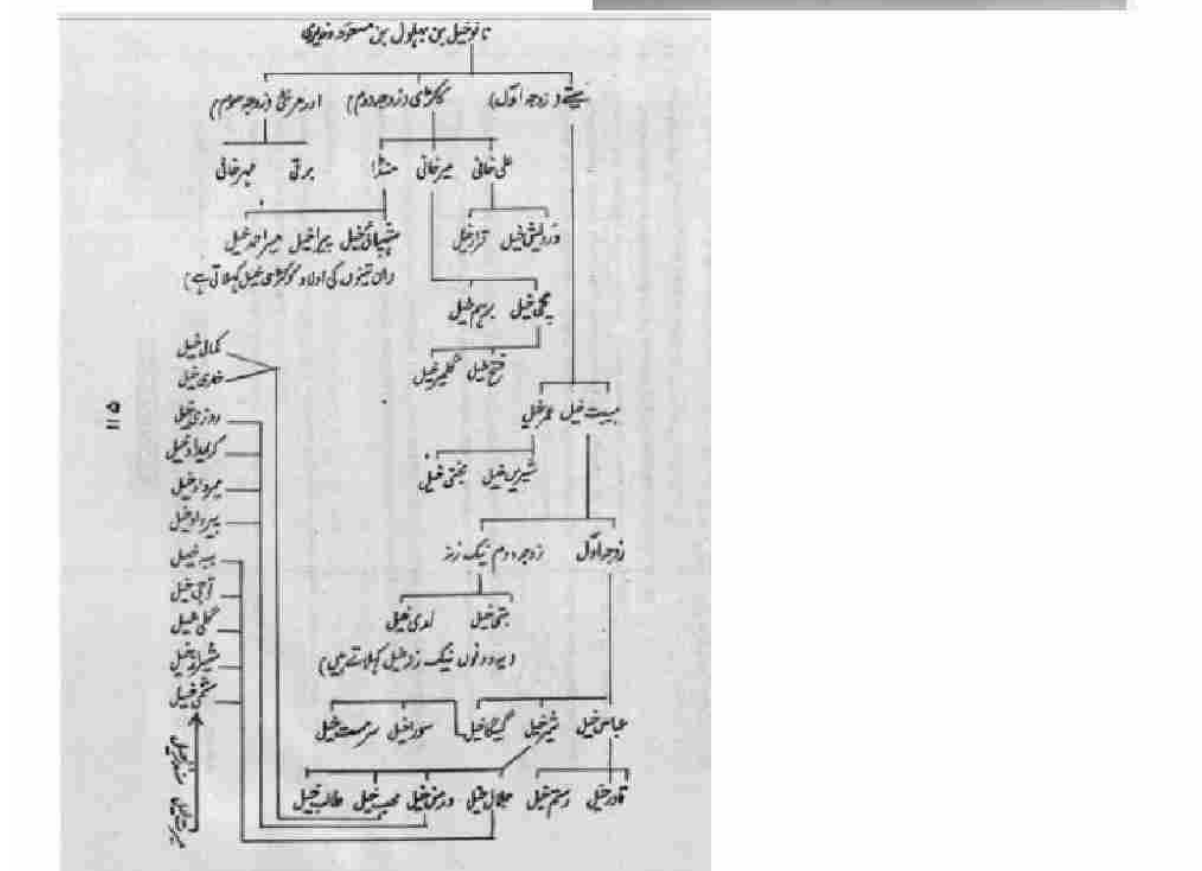
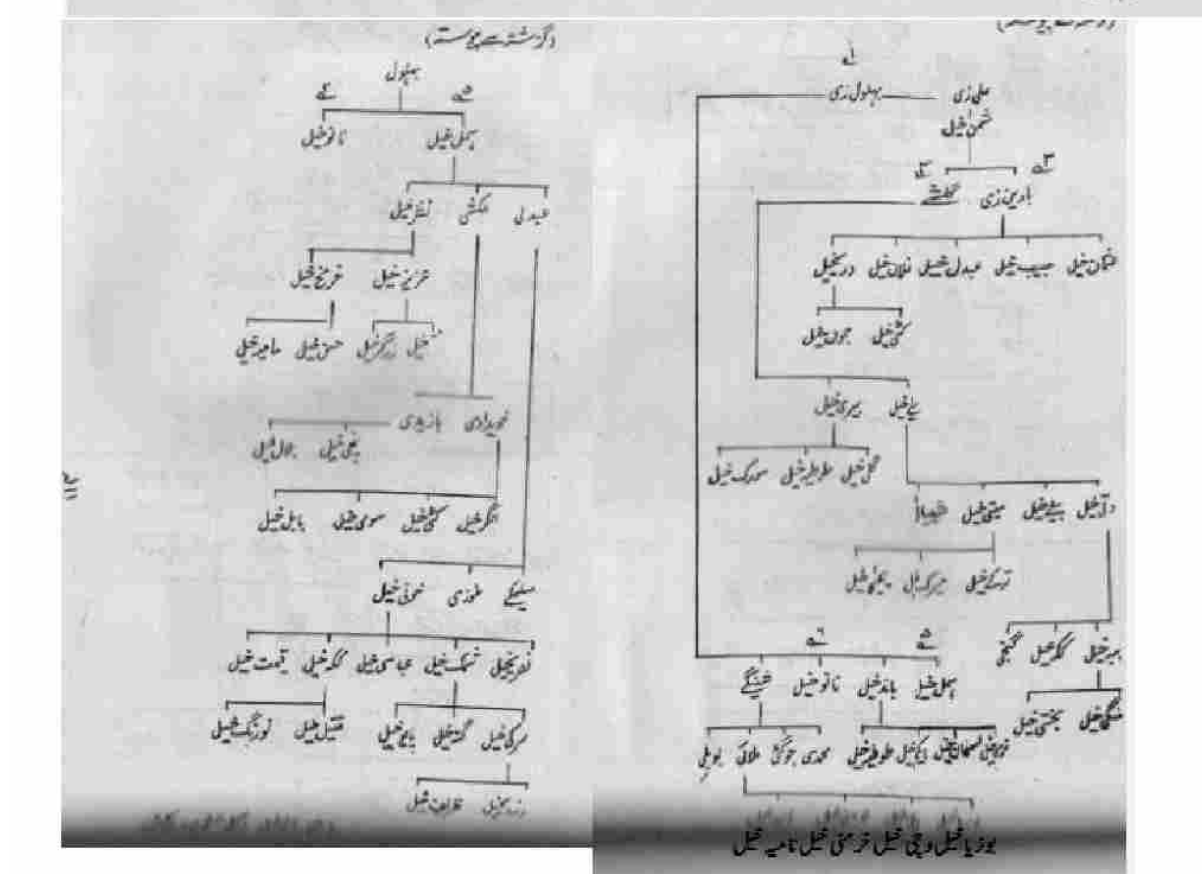
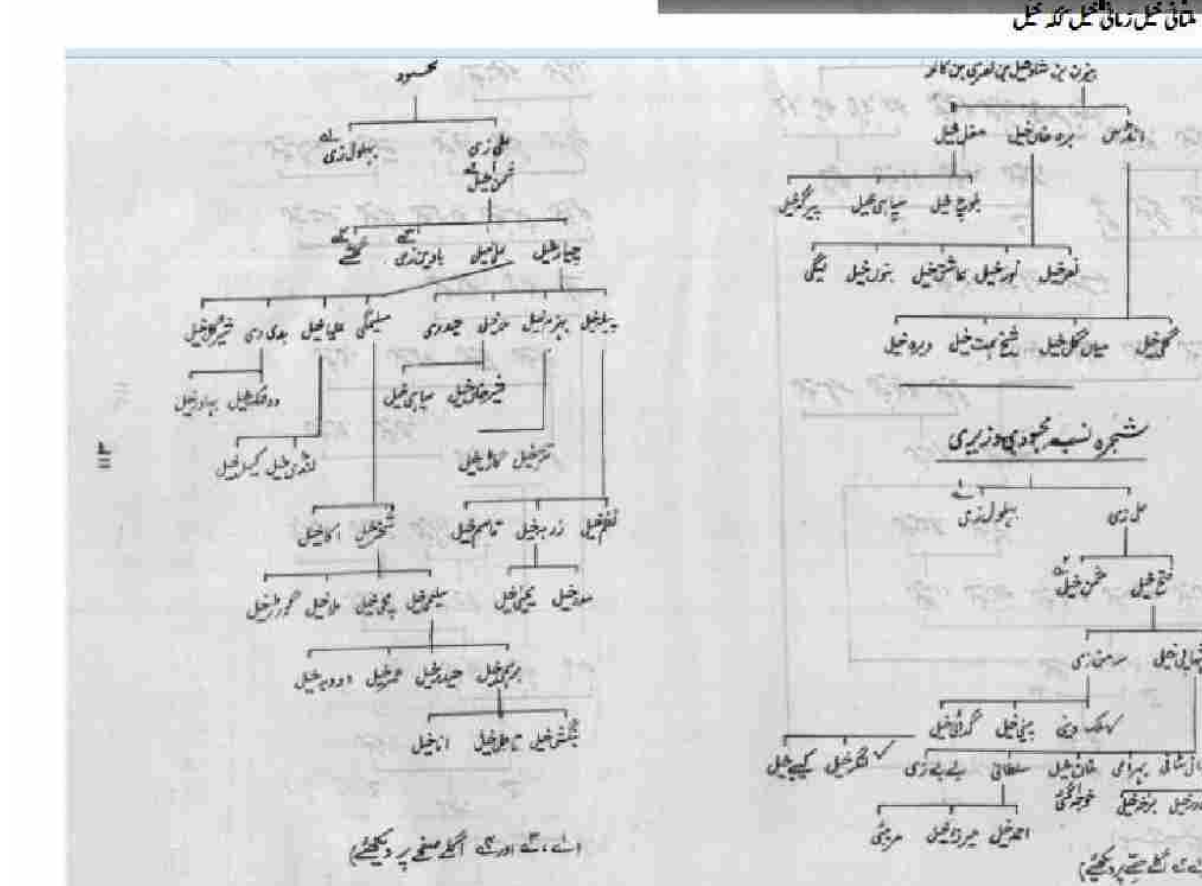
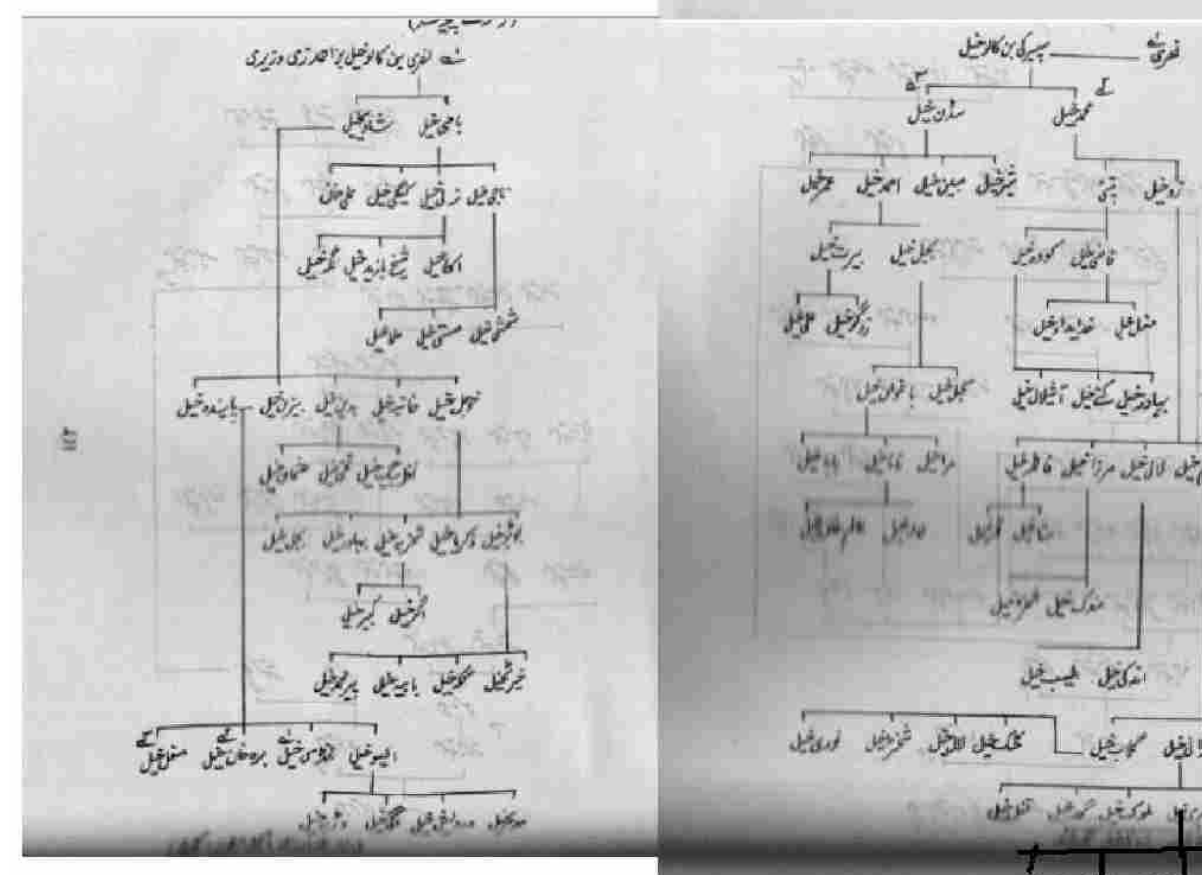
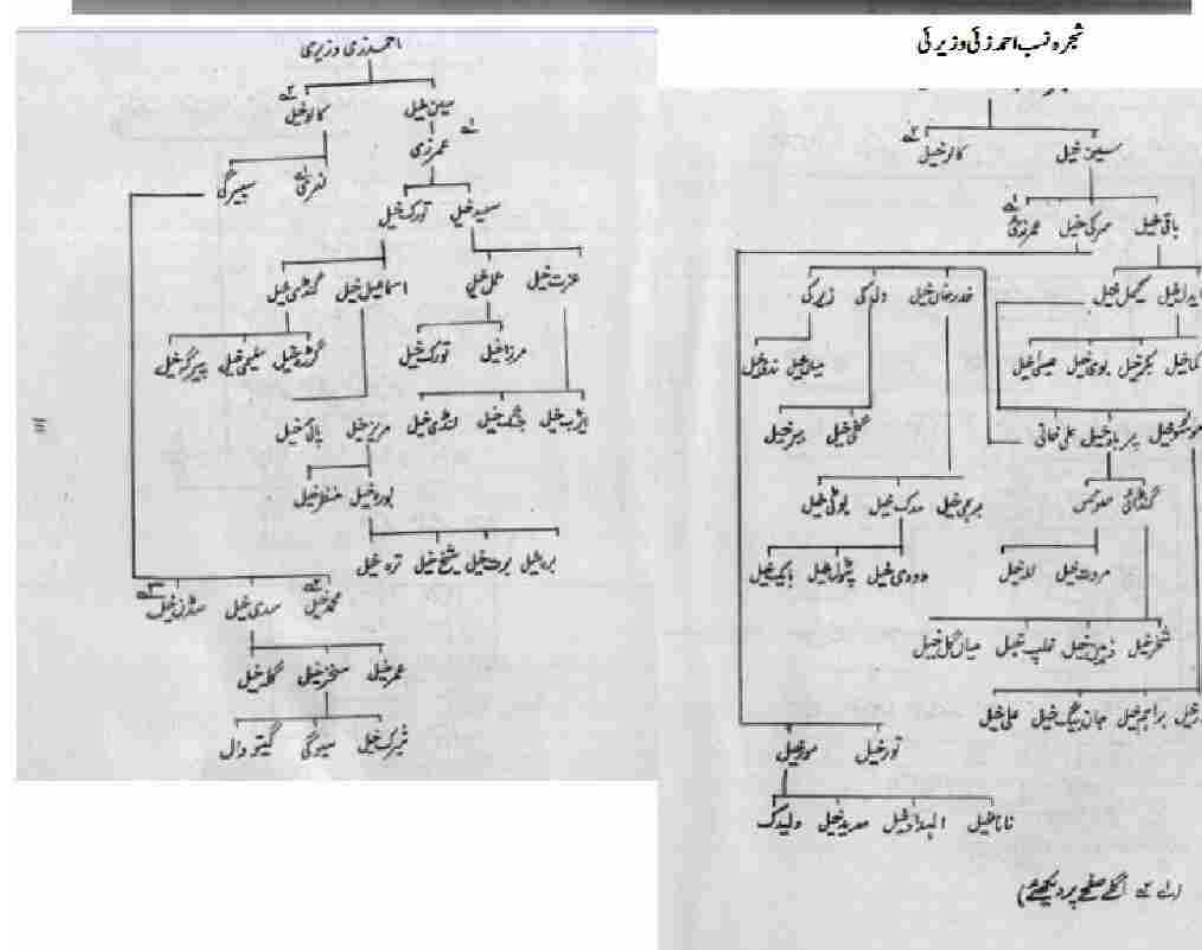
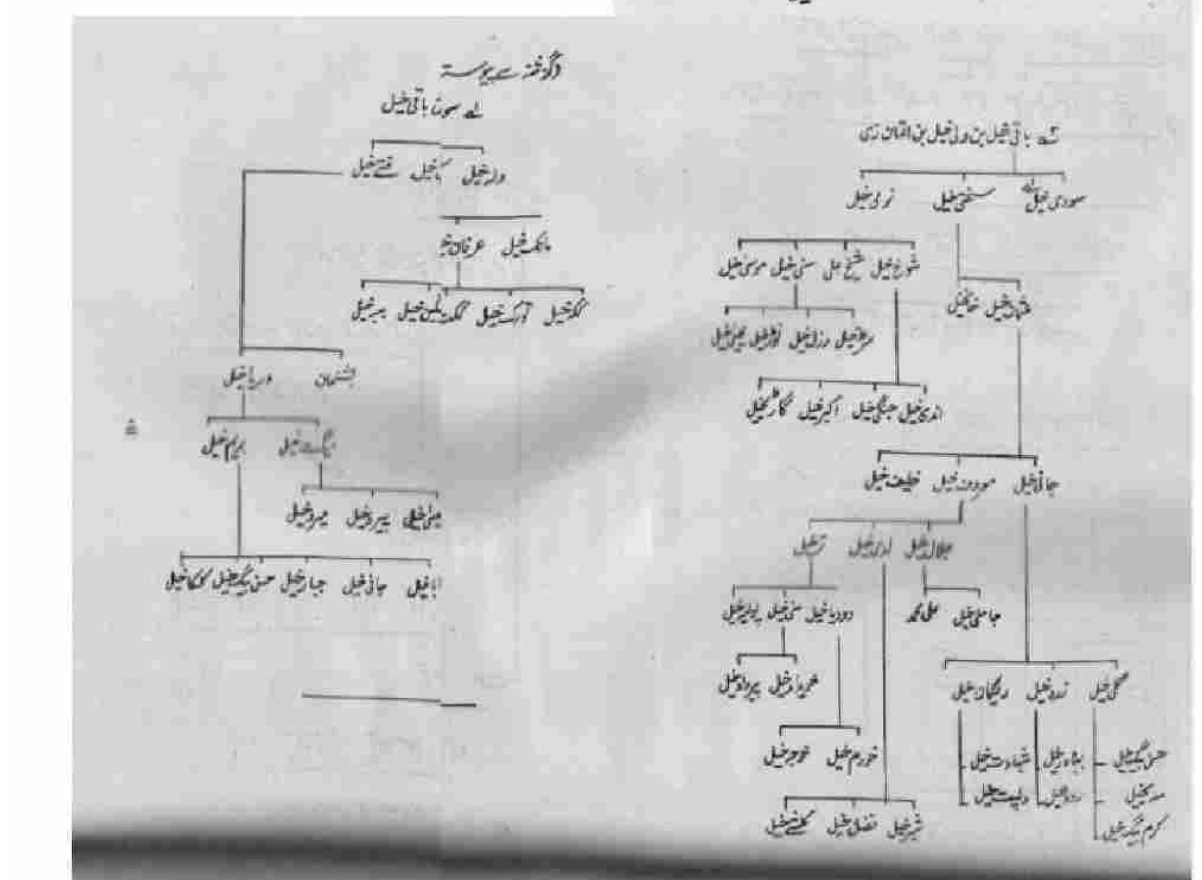
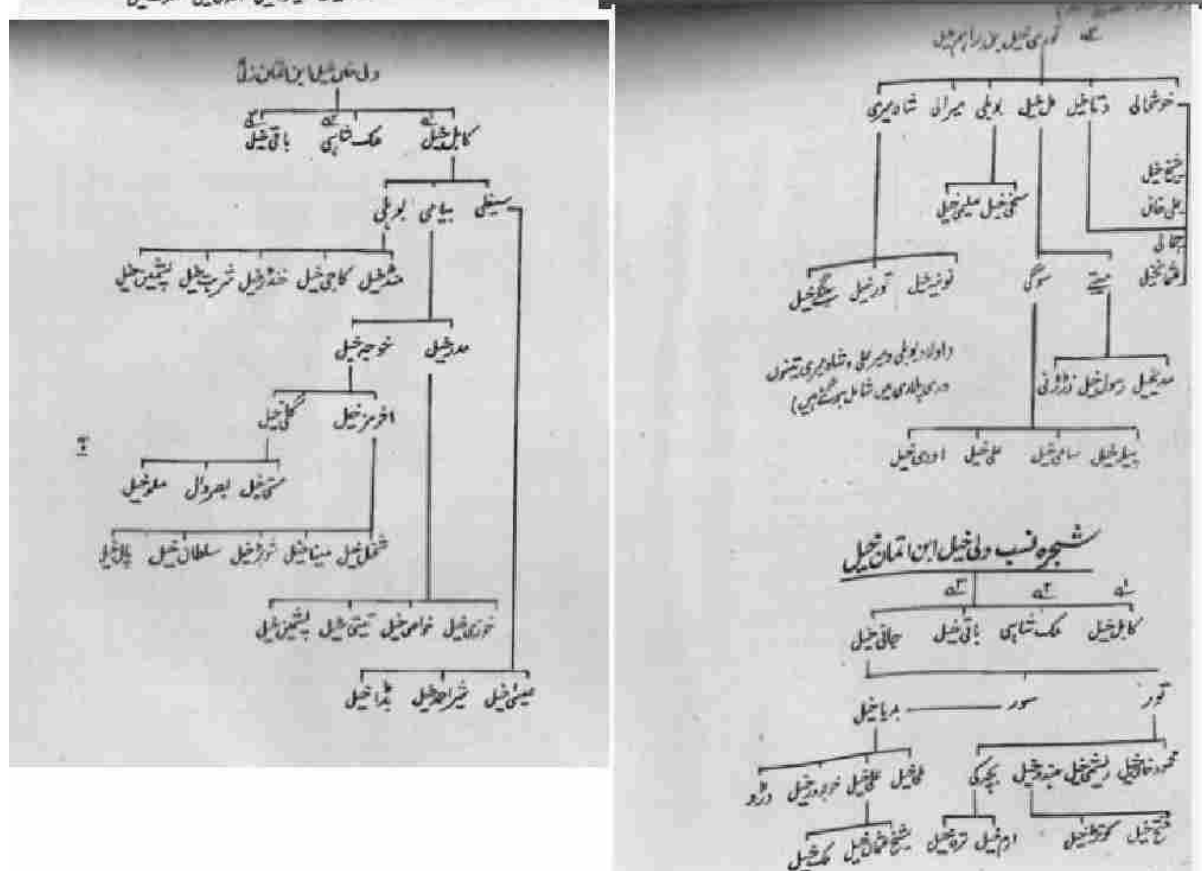
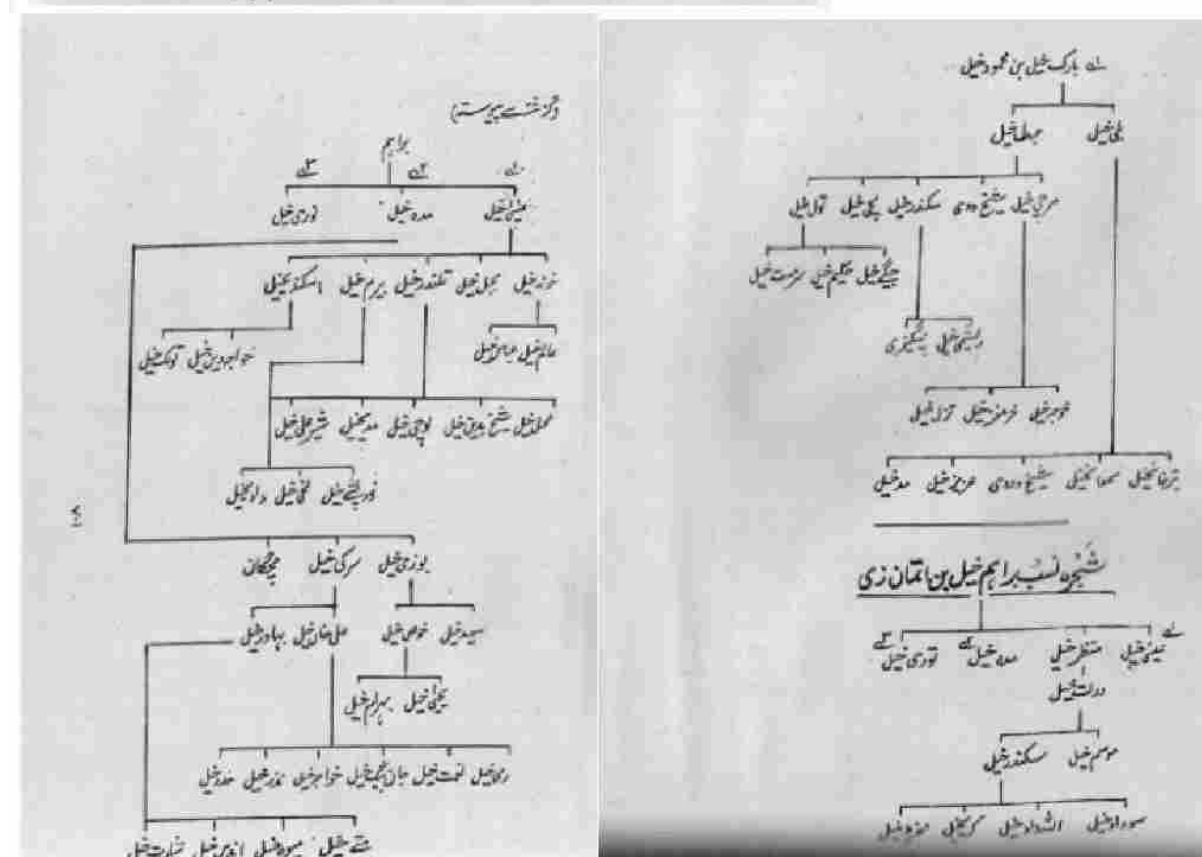
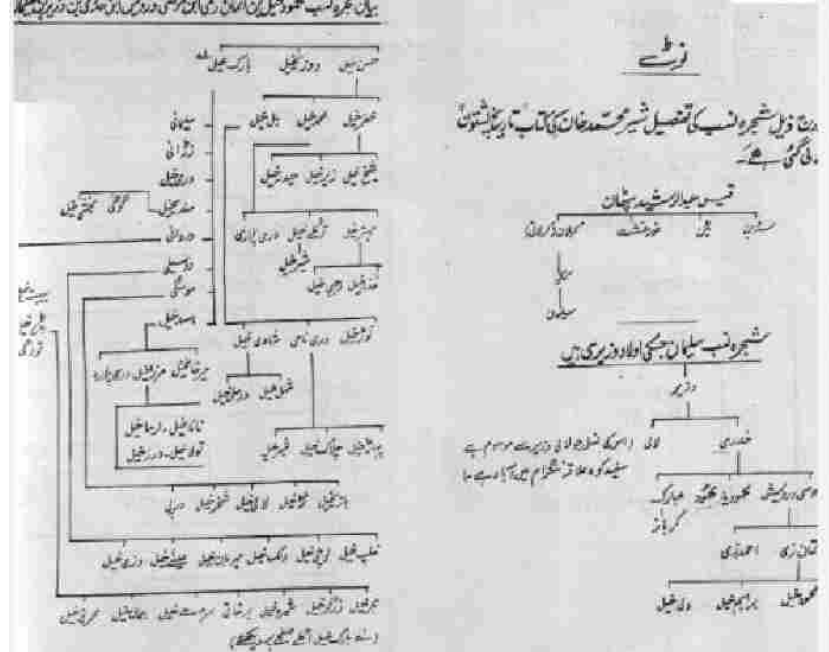
سماجی تبدیلی

آزادی کے وقت تعلیم، تجارت، ملازمت اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں قبائل کی شرح ترقی صفر تھی۔ آزادی کے حصول کے بعد بنیادی توجہ تعلیم پر دی گئی۔ آج صرف جنوبی وزیرستان میں دو کالج اور ۲۳ ہائی سکول ہیں جن میں لڑکیوں کے دوہائی سکول بھی شامل ہیں۔ دور دراز علاقوں میں مڈل اور پرائمری سکول قائم کئے گئے ہیں۔ یہاں کے قبائل نے ان سے بھرپور فائدہ اٹھا کر بہت قلیل عرصہ میں حیرت خیز کامیابی حاصل کی۔ آج ملک بھر میں محسود آرمی اور سول سروس میں بہت اہم اور حساس عہدوں پر فائز ہیں اور ملک کے مختلف شعبہ جات میں ہزاروں محسود اور وزیر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ملازمت ایک ایسا عنصر ہے جو انسانی رویوں اور دیگر تمام طور طریقوں میں تبدیلی لاتی ہے اس لئے یہاں کے قبائل پہلے کے مقابلے میں کافی نرم خو ہو گئے ہیں۔ ٹانک اور ڈیرہ اسماعیل خان میں ان کی دوکانیں، جائیداد اور گھر ہیں۔ بہت ہی کثیر تعداد ٹرانسپورٹ کے شعبہ سے وابستہ ہے۔ آباد اضلاع میں زمینیں ہیں۔ تعلیمی ادارے، سڑکیں، ملازمتیں اور تجارت عمومی طور پر یہاں کے سماجی رویوں میں بڑی تیزی سے تبدیلیاں لا رہی ہیں۔ مزید یہ کہ ایک کثیر تعداد روزگار کے سلسلے میں خلیج کے ممالک میں ہے۔ کراچی میں وزیرستان کے قبائل اور بالخصوص محسود قبیلہ ہر شعبہ زندگی میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ محسود دفعہ کراچی میونسپل کارپوریشن کے چیئرمین کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ تاہم ان سہولیات سے ان لوگوں نے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے جو آباد اضلاع میں کاروبار، ملازمت اور جائیداد کے مالک ہیں۔ جن کو اکبر الیس احمد نے ”فلنگ“ گروپ یعنی ٹیکس ادا کرنے والے سے تعبیر کیا ہے اور مذکورہ سہولیات سے محروم دور افتادہ علاقوں کے قبائل کو ”نگ“ گروپ سے تعبیر کیا ہے جو اب بھی اپنی روزمرہ زندگی ان اصولوں کے تحت گزارتے ہیں۔ جن کا چوتھے باب میں تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے۔ نگ گروپ کے حامل قبائل کے ہاں اجتماعی فلاحی منصوبوں کے بارے میں منفی سوچ پائی جاتی ہے۔ جس کی سب سے

بڑی وجہ انتظامی، سیاسی و جمہوری اور فلاحی منصوبوں کے حوالے سے ان کی مسلسل نظر اندازی ہے۔ تاہم غالب امکان یہ ہے کہ مستقبل قریب میں قبائل کو بالغ رائے دہی کا حق دینے سے یہاں طرز زندگی (Life Style) میں نہ صرف مثبت تبدیلی آجائے گی بلکہ اس سے قبائل اور حکومت کے مابین خوشگوار تعلقات کی راہ بھی ہموار ہوگی۔

تحریک آزادی میں کردار

برطانوی راج کیخلاف آزادی کے حصول میں سب سے زیادہ قربانی مسلمان برصغیر نے دی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران صرف دس ہزار سے زیادہ علماء کرام نے جام شہادت نوش کیا ہے۔ مسلمانوں میں بھی پشتون قوم کی قربانی لازوال ہے۔ پشتون قوم میں سرحدی قبائل نے آزادی کے حصول کی خاطر جو کردار ادا کیا ہے وہ سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ چونکہ ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کی ناکامی کے بعد پورے برصغیر میں فرنگی راج کیخلاف مسلح تصادم کی غیر معمولی مثال نہیں ملتی۔ یہ سرحدی قبائل ہی تھے جنہوں نے پورے ایک سو سال تک انگریزوں کو ناکوں چنے چبوائے اور انکی طاقت کو پاش پاش کر دیا۔ تاہم قبائل میں بھی وزیرستان کے قبائل سامراج کیلئے بڑی ٹیڑھی لکیر ثابت ہوئے۔ جس کا اعتراف خود انگریزوں نے کیا ہے۔ یہاں کے قبائل نے بڑی بے جگری سے لڑ کر انگریز کو پوری ایک صدی تک مسلسل گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس دوران انہوں نے ہزاروں کی تعداد میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ان کے گھر مسمار ہوئے، جنگلات تباہ ہوئے، کھیت اور چراگاہیں برباد ہوئیں۔ لیکن اسلام اور اپنی روایتی آزادی پر آنچ نہیں آنے دی۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس سرزمین نے ملایاوندہ اور فقیر ایپی کی صورت میں ایسی بے مثال قیادت فراہم کی جس کی نظیر آزادی کی تحریکوں کے حوالے سے کم ملتی ہے۔ ان ہستیوں نے یہاں کے قبائل میں جانثاری کا ایسا جذبہ بیدار کیا کہ ان کے ایک اشارے پر وہ اپنی جانیں قربان کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہتے۔ حالانکہ یہاں کے حالات بہت ہی ناگفتہ بہ تھے۔ لیکن ان کی انمول قیادت کے باعث اس علاقے کو بہت بڑا نام ملا، الگ تشخص ملا اور ایک نئی پہچان ملی۔ ان اکابرین کی قیادت میں جہاد کی خاطر جو تحریکیں چلائی گئیں اگلے ابواب میں ان کے پس پردہ کار فرما عوام اور خاص کر نامساعد حالات میں پیغام جہاد کو دور افتادہ علاقوں میں پہنچانے اور جہاد کیلئے قبائل کو ترغیب کے ذریعے متحرک کرنے کیلئے جن ذریعوں کو بروئے کار لایا گیا انہیں صحیح تناظر میں مستند حوالہ جات کی روشنی میں منظر عام پر لایا گیا ہے۔



REFERENCES

1. کیر و لوف "پٹھان" ترجمہ سید محبوب علی پشتو اکیدی پشاور یونیورسٹی ۵۴۶۳۵۳۔
2. "Military Report on Waziristan 1935" General Staff Branch Govt of India Calcutta 1966, pp. 104, 161 and 181.
3. "Operation in Waziristan 1919-20" General Staff Army Head quarter India, 1921, p. 5.
4. "Report of the Frontier Committee 1945" pp. 3-5.
5. Skeen, Andrews "Passing It on Short Talks on Tribal Fighting on North West Frontier of India" Gale and Polden Ltd.
6. لائق شاہ "وزیرستان" پرانی لاری لاهور ۱۹۹۳ء ص ۱۰۷-۱۰۵۔
7. General Staff Branch "Summary of the Chief Events in North West Frontier Province Tribal Territory from 8th august 1919 to 31st december 1920" Govt of India 1921, p. 13 and "Story on the North West Frontier Province 1930" p. 53.
8. Nevill, H.L. "Campaigns on The north West Frontier" Saeed book Arbab Road Peshwar 1977, p. 325.
9. Keppel, Arnold "Gun Running and The Indian Frontier" Gosha-e-Abad Quetta 1977, p. 105.
10. صدر شجاع محمد "صوبہ سرحد یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ۱۹۸۶ء ص ۶۷-۶۶ اور ۶۷-۶۶۔
11. مرزا جانباز "تاریخ آزادی ہند" ص ۱۳۰۔
12. Ahmed, A.S. "Pakistan Society" Oxford University Press karachi 1986, pp. 140-42 and "Mizh" mahsud Monograph, Oxford University Press Karachi 1979 forward pp. vi-vii.
13. Spain, J.W. The Way of The Pathan Oxford University Press Karachi 199, p. 131.
14. "Military Report on Waziristan 1935" General Staff branch Govt of India, p. 109.
15. Ibid pp. 166-67.
16. لائق شاہ "وزیرستان" پرانی لاری لاهور ۱۹۹۳ء ص ۸۶۳۸۳۔
16. Khan, Omar Afridi "Mahsud Monograph" Tribal Research Cell, Home and Tribal Affairs Prshwar 1980, p. 71.
17. خان شیر محمد "تاریخ پشتون" ترجمہ سر لاج احمد علوی شوکت علی اینڈ سنز کراچی ۱۹۷۹ء ص ۱۳۷-۱۳۶۔
18. ایضاً ص ۶۵۴۔
19. کیر و لوف "پٹھان" ترجمہ سید محبوب علی ص ۵۵۰۷۵۳۔
20. "Gazetteer on North Waziristan and Dawar, Adjoin in Afghan Territory" Govt of India simla 1894, pp. 5-40.
21. Ibid pp. 41-55 and لائق شاہ "وزیرستان" ۱۹۹۳ء ص ۶۰۷۵۸۔
22. Johnson, H.H. "Mahsud Notes 1934", pp. 2-4 and Omar Khan "Mahsud Monograph" p. 71.
23. Johnson, H.H. "Notes on Wana 1934" pp. 3-8.
24. کیر و لوف "پٹھان" ترجمہ سید محبوب علی ۱۹۸۸ء ص ۳۸۴۳۔
25. عین "پختون سرزمین" ترجمہ سید بہار حق ۱۹۹۱ء ص ۱۳۶۳۱۳۵۔
26. Johnson H.H. "Notes on wana 1934" pp. 9-11.
27. لائق شاہ "وزیرستان" ص ۷۱۔

ابتدائی دور اور طریقہ ہائے ابلاغ

(۹۲-۱۸۴۹ء)

۱۸۴۹ء میں اقتدار پر قابض ہونے سے بہت پہلے انگریز سرحد میں سرگرم ہو گئے تھے۔ بزنس (Busnes) اور ایلفنٹن (Elphinston) کی طرح بعض راہ گیر اسپاڑسیا تھے۔ لیکن ان کا اصلی تعلق اپنی سلطنت کے اعلیٰ معاملات سے تھا۔ دوسرے جیسے ولیم مور کرافٹ (Moorcroft) جو ۱۸۲۴ء میں وزیر علاقے میں داخل ہوا اور چارلس مسن (Massan) جو ۱۸۲۰ء اور ۱۸۳۰ء کی دہائیوں میں تمام علاقہ میں پھرتا رہا۔ اس طرح کے افراد طویل عرصے تک پشتونوں کے درمیان رہے اور ان کی تاریخ اور طریقوں کا بغور مطالعہ کیا (1)۔

ایڈورڈز (Edwards) کی بنوں آمد

ان ابتدائی آنے والوں میں سے کوئی سکھوں کے انتظام سے متاثر نہیں ہوا۔ چونکہ سکھوں کا واحد مقصد لگان کے نام سے مال پیسہ اکٹھا کرنا تھا۔ ان علاقوں میں جن کو سکھ اپنے قابو میں لاسکتے تھے، خوانین پر سالانہ دس ہزار روپے لگان مقرر کر دیا گیا اور کاشت کاروں سے ان کے پیداوار کا تین چوتھائی حصہ لیا جاتا تھا۔ زمین کے قطعات پنجاب سے آئے ہوئے ہندو سود خوروں کے نام کر دئے جاتے اور ان میں سے بعض کو اپنا خراج رقم کی جائے پشتونوں کے سروں کی شکل میں دینے کی اجازت تھی۔ یہ وہ صورت حال تھی جو ۱۸۴۳ء سے پہلے انگریز حکام نے دیکھی۔ یہ لوگ ایسٹ انڈیا کمپنی کی نمائندگی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ناٹھین کے طور پر لاہور ”دربار“ بھیجا گیا تھا تاکہ رنجیت سنگھ کی موت کے بعد زوال پذیر سکھ سلطنت کو سارا دیا جاسکے۔ ان میں سے ایک ہربرٹ ایڈورڈز ۱۸۴۶ء میں بنوں میں داخل ہوئے۔ ایک سال بعد عمومی صورتحال کی یوں تصویر کشی کی ”آزادی سے متعلق خصوصی طور پر وحشیانہ خیالات کے نتیجے میں کئی برسوں تک یہ ناممکن رہا کہ ایک مستقل سکھ گورنر مقرر کیا جائے“ اس لئے 65 ہزار روپے کی رقم سالانہ لگان کا بیشتر حصہ بٹایا تھا۔ ایڈورڈز کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ سکھ سپاہیوں کی معیت میں جائے زیادہ سے زیادہ رقم وصول کرنے اور زیادہ سے زیادہ پشتونوں کو موت کے گھاٹ اتارنے میں ان کی مدد کرے۔ لیکن ایڈورڈز کے دل میں پہلے سے سلطنت کے حصول کی چنگاری پھوٹ رہی تھی۔ انہوں نے بنوں میں داخل ہوتے وقت سپاہیوں کو سخت نظم و ضبط میں رکھ کر کسی کو ہراساں کرنے کی اجازت نہیں دی (2)۔ ایڈورڈز نے بنوں میں پہلی فرصت میں وزیر قبیلے کے سردار سوہان خان سے رابطہ قائم کیا۔ بعد میں اس نے سوہان خان کا ذکر ان الفاظ میں کیا۔ ”میں نے پہلی مہم میں سوہان خان کو جو اپنے قبیلے کا طاقتور شخص تھا دوست بنایا۔ سوہان خان نے مجھے ایک خط دکھایا جو انگریز جاسوس ولیم کرافٹ نے ۶ اپریل ۱۸۴۳ء کو لکھا تھا۔ اس خط میں کرافٹ نے سوہان خان کی میلستیا اور انگریز کے ساتھ ہمدردی کا ذکر کیا تھا۔ سوہان خان نے اس خط کو بڑی ہوشیاری کے ساتھ ۲۲ سال تک محفوظ رکھا تھا۔“

سوہان خان وزیر

سوہان خان احمد زئی وزیر کے قبیلہ سر کی خیل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے دادا عالم خان نے بنوں میں مغل حکمران اوٹکزیب کی فوج کا مقابلہ کیا تھا۔ اس کے برعکس سوہان خان سادہ پشتون تھا۔ ۱۸۴۳ء میں ایک مشہور انگریز سپاہی اور جاسوس ولیم کرافٹ نے وزیرستان کے علاقہ میں اپنی خفیہ سیاسی سرگرمیوں کے دوران ملک سوہان خان کے ہاں مہمان کی حیثیت سے قیام کیا تھا اور سوہان خان کو دوست بنانے میں کامیاب ہوا تھا۔ سوہان خان نے انگریز کے خلاف وزیر قبیلہ کی جدوجہد کی ناکامی اور وزیرستان کی سرزمین فرنگی کی گرفت میں لانے کے لئے گرانقدر

خدمات انجام دیں۔ جن کے صلے میں انہیں ۱۸۷۳ء میں وزیر قبیلہ کے ”وزیر بہادر“ کا خطاب ملا۔ انگریزوں نے سوہان خان کی مدد سے بنوں سے ۷ میل دور گمبستی کے مقام پر فوجی کیمپ لگوانے میں کامیاب ہو گئے (3)۔

سوہان خان نے انگریزوں کی دوستی سے خوب فائدہ اٹھلیا۔ ایڈورڈز اور اس کے بعد نکلسن کے زمانے میں بنوں کی زمین کے بہت بڑے حصے کے موقع پر سوہان خان کو ہزاروں کنال زمین الاٹ کی گئی اور اس کی سفارش پر نکلسن نے عظیم خان وزیر جس کے نام پر عظیم محلے آباد ہے کو کرم کے پادہزاروں کنال زمین الاٹ کی اس طرح زمین قبیلے کے دیگر سرکردہ رہنماؤں کو بھی بنوں کے ارد گرد زمین الاٹ کی گئی۔ گوکہ انگریز بار بار یہ باور کراتے رہے کہ وہ قبائلی علاقوں پر توجہ دیتی کرتے ہیں مگر وہ ان کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں، وہ اگر چاہیں تو کابل سے مل سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو آزار دہ سکتے ہیں۔ مگر یہ ان کے دکھانے کے دھت تھے کھانے کے دانت اور تھے۔

ایڈورڈز (Edwards) کی تجویز

ایڈورڈز نے سوہان خان اور بنوں کے درمیان سے سرکردہ افراد کی مدد سے ایک جرگہ بلا کر اپنی تجویز پیش کی ”تمہارا لگان ۵۶ ہزار روپے سالانہ ہے اور ادا کرنے سے انکار کرتے ہو تو کھائے آتے ہیں اور دس تیس ۵۰ گنا زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ خوبصورت وادی جو خدا نے تم لوگوں کو عطاء کی ہے جہنم بن گئی ہے، آخر کیوں؟ تم لوگ کہتے ہو کہ یہ تمہاری آزادی ہے۔ میں تمہیں آزادی دیتا ہوں۔ تم اپنی مرضی سے کسی بھی خزانے میں سالانہ چالیس ہزار روپے جمع کرتے ہو تو کوئی فوج تمہاری وادی میں داخل نہیں ہوگی اور نہ کوئی سکھ تمہاری حدود کے اندر شکل دکھائے گا۔ تم اپنے علاقے میں رواج کے مطابق خوشی سے رہو گے۔“ تاہم ان تمام کوششوں کے باوجود جرگہ نے اس تجویز کو رد کرتے ہوئے کہا کہ وہ آزاد رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ جس پر ایڈورڈز نے کہا کہ میں آپ کے سارے علاقے میں پھر آہوں اور آپ کے سارے چور راستے معلوم کر لئے ہیں۔ میں ایک نئے راستے سے نئی فوج داخل کروں گا۔ آپ کے قبیلوں سے اسلحہ چھین لوں گا اور آپ کے وطن پر قبضہ کر لوں گا۔ آپ پر انصاف سے حکومت کی جائے گی لیکن آپ سے آپ کی آزادی چھین لی جائے گی (4)۔

یہ رعب اور دھمکیاں اس لئے دی جاتی تھیں کہ فرنگی کو مقامی طور پر بالاعتماد دوست مل گئے تھے۔ ایڈورڈز ان کے دوستی کے متعلق لکھتا ہے ”ملک سوہان خان میری دعوت پر میرے کیمپ مجھ سے ملنے آیا۔ اس کا گلا شیر جیسا اور ہاتھ برافانی ریچھ جیسے تھے۔ وہ سیدھے طریقے سے سلام علیکم کہہ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس پر یہ بات چلائی کہ انگریز قبائل کو گرفت میں لانے کی خاطر وزیرستان میں داخل ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اس کے ساتھ ملاقات سے میں نے یہ بات بھائی کی کہ اگر وزیر قبیلے کا اعتماد حاصل ہو گیا تو بنوں میں بہت بڑے کام میں مدد بھی ملے گی اور جنگ کی صورت میں بنوچی وزیر قبائل کے قلعوں سے محروم بھی رہیں گے۔“ ایڈورڈز نے مزید لکھا ہے کہ ”یہ اکھڑا سردار جب ہمارے کیمپ میں ہوتا تھا تو وزیر قبائل کی چراگاہوں میں اپنے آپ کو ایسے محفوظ سمجھنے لگتے تھے گویا لاہور کے قلعہ میں بیٹھے ہیں“ (5)۔

بنوں پر انگریزوں کا قبضہ

۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء کو انگریزوں نے بنوں میں سکھوں سے مکمل اختیارات حاصل کئے اور نکلسن بنوں کے پہلے ڈپٹی کمشنر مقرر ہوئے۔ اس وقت عمر زئی وزیر اپنی زمین کا خراج بنوچی ملک جہان کو لواتے تھے لیکن ان میں اکثر فصل کی کٹائی کے بعد خراج ادا کے بغیر پہاڑ کو چلے جاتے تھے۔ بازید خان ان کی زمینوں کا خراج ادا کر کے ان کی زمینیں اپنے نام الاٹ کرتا تھا۔ اس پر بازید خان کے ساتھ عمر زئیوں کا تنازعہ پیدا ہوا اور عمر زئیوں نے بازید خان کے گاؤں پر حملہ کر کے کئی توپیں کو قتل کر دیا اور ساتھ ہی غازی بنوں اور گمبستی کیمپوں پر یلغار کرتے تھے۔ انگریز اور وزیر قبائل کے مابین پہلا مشہور معرکہ گمبستی کا ہے۔ جس میں ۳۵۰ سپاہی ہلاک اور ۹۳ غازی شہید ہوئے۔ مگر انگریز کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آیا۔ اس کے بعد قبائل میں فرنگی کے خلاف نفرت بھوک مچی اور عمر زئی انگریز کے خلاف کھلی بغاوت پر اتر آئے۔ ۱۸۵۲ء تک

بنوں مسلسل ان کے حملوں کے زد میں رہا۔ اس دوران کوہاٹ نمک کی کان پر ٹیکس نے معاملے کو اور بھی سنگین بنادیا۔ اکتوبر ۱۸۵۰ء میں غازیوں نے طوطی کے مقام پر فرنگی فوج پر بھرپور حملہ کیا۔ ۱۹ دن لڑائی جاری رہی نتیجتاً فوج پسپا ہو گئی۔ اس لڑائی میں ۳۴ غازی شہید اور ۶۰۳ سپاہی قتل ہوئے۔ جون ۱۸۵۲ء میں پنجاب افسری کی فوج نے ٹکسن کی قیادت میں بہادر خیل خٹک پر حملہ بول دیا۔ جواب میں خٹک بھی ڈھولوں کی تھاپ پر جمع ہو گئے۔ وزیر اور داوڑ بھی خٹک کے شانہ بشانہ لڑتے رہے مگر اس دفعہ گاؤں کے تمام مکانات پیوند زمین کر دیے گئے۔ ۱۸۵۱ء میں وزیر قبیلہ کی ناکہ بندی کی گئی مگر جب یہ حربہ ناکام ثابت ہوا تو ۲۲ ستمبر ۱۸۵۲ء کو عمر زئی قبیلہ کے خلاف مختلف سمتوں سے تین کالموں کے ساتھ آپریشن کا فیصلہ کیا گیا۔ فوج کو رہنمائی فراہم کرنے اور اجتماعی قبائلی بغاوت کی روک تھام کی خاطر جھنی خیل اور پکا خیل کے ملک حضرات کالموں کے ساتھ تھے (6)۔ فوج نے سپری اور گڑانگ گاؤں پر حملہ بے خبری میں کیا۔ تاہم عمر زیوں نے ۳۰۵ سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مقابل میں ۸ غازیوں کو شہید کیا گیا اور ۱۷۰ مکانات بھی مسمار ہو گئے۔

پکتان پٹم (Mitcham) کا قتل

صورتحال میں ڈرامائی تبدیلی اس وقت رونما ہوئی جب محبت خان اور زنگی خان احمد زئی وزیر نے نومبر ۱۸۵۹ء کو بنوں کوہاٹ روڈ پر ستمبر کے مقام پر پکتان پٹم کو قتل کر دیا۔ اس واقعے نے تاریخ کو ایک نیا موڑ دیا۔ واقعے کے بعد دونوں مجاہدین کابل خیل وزیر کے علاقہ میدانی غرہ کرم بھاگ نکلے۔ ملزموں کو انگریز کے حوالے کرنے کے لئے عمر زئی قبیلہ کے جرگے بلائے گئے۔ مگر جرگوں نے محبت خان اور زنگی خان کو انگریز کے حوالے کرنے سے معذوری ظاہر کی۔ ۱۵ ستمبر ۱۸۵۹ء کو جنرل چمبرلین کی قیادت میں کوہاٹ سے براستہ ہنگو فوج روانہ ہوئی۔ مذکورہ علاقہ اس وقت افغانستان کی حدود میں شامل تھا مگر امیر کابل نے انگریز کو فوج کشی کی اجازت دی تھی۔ فوج ۲۱ ستمبر کو میدانی غرہ پہنچ گئی۔ فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں عمر زیوں نے پتھر اور خنجر کا بے دریغ استعمال کیا۔ فوج کے بہت سارے سپاہی اور قبائل اس لڑائی میں کام آئے۔ لڑائی کے بعد شیوا کے مقام پر انگریز اور مختلف قبیلوں کے سرکردہ افراد کے مابین شرائط طے کی گئیں (7)۔ محبت خان کو پکڑ کر انگریز کے حوالے کیا گیا اور ان کو اسی جگہ پھانسی دے دی گئی جہاں پٹم کو قتل کیا گیا تھا۔

زنگی خان اور محسود قبیلہ

زنگی خان نے محسود قبیلہ میں ملک صدر الدین شانی خیل کے ہاں پناہ لی اس نے جنگی خان محسود کے حوالے کیا۔ جنگی خان اور صدر الدین نے ملکر زنگی خان کو کانگرم میں محسود جرگہ کے حوالے کیا۔ جرگہ نے زنگی خان کو پھر جنگی خان محسود کے حوالے کیا۔ لیکن جنگی خان نے جرگہ کو بتایا کہ وہ محسود قبیلہ کے تعاون کے بغیر زنگی خان کو پناہ نہیں دے سکتا۔ جرگہ نے پھر فیصلہ کیا کہ جس طرح محبت خان کو وزیر قبیلہ نے فرنگی کے حوالے کیا اسی طرح ہم بھی زنگی خان کو فرنگی کے حوالے کریں گے۔ اس موقع پر زنگی خان کی بیوی نے اٹھ کر کہا۔ ”اے وزیرستان کے غیور مشران (ملکان) مجھے اپنے خاوند سے ملنے کا موقع دو تا کہ میں اس کو سمجھاؤں کہ جب فرنگی پھانسی کے وقت آپ سے آخری خواہش کے متعلق پوچھے تو بتا دینا کہ وزیرستان کے قبائل کو چوڑیاں بھیج دو چونکہ یہاں مرد کم اور عورتیں زیادہ ہیں۔“ ایک کمزور اور ننگے سر عورت کا طعنہ سن کر محسود نے نتائج سے بے پرواہ ہو کر متفقہ طور پر زنگی خان کو پناہ دینے اور اس پر سب کچھ قربان کر دینے کا عہد کر کے کہا ”زنگی خان کی زندگی اور موت ہم درے ماسید (تین محسود) کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ جب تک ہمارا ایک مرد بھی زندہ ہے زنگی خان کی بیوی کو بیوہ نہیں ہونے دیں گے (8)۔

جنگی خان کی شہادت

فرنگی کو جب محسود قبیلہ کے فیصلے کا علم ہوا تو انہوں نے بھی نواب ٹانک شاہ نواز کی مدد سے بدلہ لینے کے منصوبے بنانا شروع کئے۔

نواب ٹانک کے محسود قبیلہ کی قد آور شخصیات سے مراسم تھے۔ انگریز جب ڈیرہ اسماعیل خان کی سر زمین میں وارد ہوئے تو یہاں پر جتنے بڑے بڑے خان اور نواب تھے اور جن کے درانی اور سکھ حکمرانوں کے ساتھ معاہدے تھے انہوں نے انگریز کی آمد پر ان کے ساتھ معاہدے کر کے اپنے اقتدار کو تحفظ دیا۔ ان میں سے ایک نواب ٹانک بھی شامل تھے۔ ان کی ٹانک میں نوابی تھی مگر انہوں نے انگریز کو کافی مراعات دے رکھی تھیں۔ ٹانک کی حفاظت نواب اور انگریز دونوں کی مشترکہ ذمہ داری تھی۔ ٹانک جنوبی وزیرستان کا دروازہ ہے۔ نواب ٹانک نے انگریز اور محسود قبائل کے درمیان صلح کرانے کی بہت کوشش کی مگر محسود اپنا عہد توڑنے پر تیار نہ ہوئے۔ نواب کے ذریعے مذاکرات کی ناکامی کے بعد جنرل چیمبرلین کی قیادت میں محسود قبیلہ کے خلاف فوج کشی کے ذریعے تادمی کارروائی کا فیصلہ کیا گیا۔ مگر اس سے پہلے جنگی خان نے جو محسود قبیلہ کا سب سے بڑا ملک تھا مارچ ۱۸۶۰ء میں تین ہزار محسود لشکر کے ساتھ ٹانک شہر پر بھرپور حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ بد قسمتی سے نواب ٹانک کے ایجنٹوں نے محسود لشکر کے خطرناک ارادوں کی اطلاع نواب کی پہنچادی تھی۔ ۱۲ مارچ کو مقامی فوج کے کمانڈنٹ سعدالہ خان نے نواب کے گھوڑ سوار دستہ کے ساتھ مل کر حکمت عملی واضح کی۔ ۱۳ مارچ کو ٹانک سے مغرب کی طرف ۵ میل دور پہاڑی سے لشکر نے مسلح دستہ پر فائرنگ شروع کی۔ رسالدار نے سپاہیوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ لشکر نے دستے کا پیچھا کیا۔ جب لشکر میدانی علاقہ میں نیچے اتر آیا تو رسالدار نے لشکر پر بھرپور فائرنگ کا حکم دیا۔ نتیجتاً تین سو محسود مجاہدین مع جنگی خان اس موقع پر شہید ہوئے (9)۔

محسود قبیلہ کے خلاف پہلی فوج کشی

محسود قبائل نے انگریز کو ابتداء ہی سے بہت ساری پریشانیوں میں مبتلا رکھا۔ چیف کمشنر پنجاب لارنس (Lawrance) نے ۱۸۵۵ء اور ۱۸۵۷ء کے دوران دو دفعہ محسود قبائل کی سرکشی کو دبانے کی خاطر فوج کشی کی سفارش کی تھی۔ لیکن غیر تسلی بخش صورتحال کے باعث لارنس کی تجویز پر عمل درآمد نہیں کیا جاسکا۔ مگر ٹانک شہر پر جنگی خان کی قیادت میں حملے کے بعد جنرل چیمبرلین کی خواہش پر لارڈ کیننگ (Canning) نے پہلی بار محسود علاقہ میں فوج کشی کی اجازت دے دی۔ ۱۶ اپریل ۱۸۶۰ء کو نواب ٹانک کی مدد سے بعض سرکردہ محسود ملکان کو ان کے علاقہ میں فوج کشی کے مقاصد کا باضابطہ اعلامیہ پڑھ کر سنایا گیا۔ "گزشتہ آٹھ سال کے دوران تمام نقصانات کا محسود قبائل سے بدلہ لینے اور مستقبل میں پرامن رہنے کی یقین دہانی کی خاطر سرکار نے تہملے علاقے میں فوجی کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس دوران تم (ملک) ہمارے کمپ میں گفت و شنید اور اپنے قبیلوں تک انگریز کی شرائط پہنچانے کے لئے آسکتے ہو۔ اگر تم لوگوں نے ان شرائط کی تعمیل نہیں کی تو تم سب کو سخت سزا دی جائے گی۔" عام حالات میں پولیٹیکل آفیسر قبائلیوں کے ساتھ معاملات نمٹانے کے ذمہ دار ہوتے تھے مگر فوجی مہمات کے دوران مارشل لاء نافذ کیا جاتا تھا۔ متعلقہ علاقہ میں ہر قسم کی آمدورفت پر پابندی عائد کی جاتی تھی۔ تمام اختیارات پولیٹیکل آفیسر کی جگہ فوج کے ہاتھ میں ہوتے تھے۔ سول حکام صرف بات چیت کیلئے ساتھ ہوتے تھے۔ لیکن حتمی فیصلہ کرنا فوج کے اختیار میں ہوتا تھا (10)۔

جب انگریزوں کی دھمکیوں سے محسود ٹس سے مس نہ ہوئے تو ۷ اپریل کو جنرل چیمبرلین کی قیادت میں فوج ٹانک زام کے راستے محسود علاقہ میں پیش قدمی کے لئے روانہ ہوئی۔ سب سے پہلی سپاہیوں کو راشن اور اسلحہ پہنچانے کی خاطر جنڈولہ پر قبضہ کیا گیا جن کے لئے اونٹ، خچر اور ہاتھی استعمال میں لائے گئے۔ جنڈولہ سے آگے فوج جو حصوں میں تقسیم ہوئی۔ جنرل چیمبرلین کی قیادت میں فوج شہر خٹکی کے راستے باروندروانہ ہوئی۔ جبکہ جنرل لیمڈن کی قیادت میں فوج پلو سین (ترکئی) کے مقام پر کیمپ لگانے کے لئے روانہ ہوئی۔ مقابل میں محسود نے بھی بھرپور تیاری کے ساتھ پلو سینہ میں پوزیشن سنبھال لی تھی۔ اس دفعہ انگریز بہت کوشش کے باوجود لشکر کے ارادوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ ۲۳ اپریل کی رات کو تین ہزار لشکر نے فوج کے کیمپ پر پانچ بجے کر ایک بجے میں حفاظت پر مامور سپاہیوں کا خاتمہ کر دیا۔ لشکر نے کیمپ پر زبردست فائرنگ شروع کی۔ پانچ سو غازی نہایت پھرتی سے ہاتھ میں تلواریں اور چھریاں لئے کیمپ میں داخل ہوئے۔

دست بدست خوفناک لڑائی شروع ہوئی۔ اچانک حملے کے باعث سپاہیوں پر خوف طاری تھا۔ نتیجتاً ۲۲۹ سپاہی قتل یا شدید زخمی ہوئے اور محسود کی طرف سے ۱۲۰ آغازی شہید ہوئے (11)۔ جنرل جرج یگ جو اس معرکے میں کپتان کی حیثیت سے شریک ہوا تھا نے اس واقعہ کی یوں تصویر کشی کی ہے ”ایک ہی دفعہ نہ معلوم کہاں سے آسمان یا زمین سے ہزاروں محسود وزیر نکل کر انگریز فوج پر ٹوٹ پڑے۔ تلواروں اور ہمدوقوں سے مسلح اور مذہبی جوش میں دیوانہ لشکر اس بازو پر حملہ آور ہوا جہاں گارڈ تعینات تھے۔ ان سفید پوش شمشیر زنوں کو کہ آندھی کی طرح چڑھے چلے آتے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے روایتی چھریوں کے ساتھ دست بدست لڑائی شروع ہوئی۔ اب جنگ کا ہنگامہ گرم ہوا۔ گھوڑے اور خچر ہسنانے اور چیخنے لگے اور اپنی گاڑی بھٹائی توڑ ڈالتے تھے۔ کتے بھونکنے لگے، آدمی چلانے لگے، تلواروں کی کھٹاکھٹ اور ہمدوقوں کی گڑگڑاہٹ، زخمیوں کی چیخ و پکار اور مرنے والوں کی ہائے ہائے سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی (12)۔ اس حملے کے بعد محسود لشکر آہنی تنگی میں دفاعی پوزیشن سنبھالنے کی خاطر پیچھے ہٹا۔ اس دوران محسود ملک شرائط طے کرنے آئے۔ انہیں ایک دفعہ پھر فوج کشی کا اعلامیہ پشتو میں پڑھ کر سنایا گیا کہ حکومت محسود علاقہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ ملکوں نے امن قائم کرنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود، محسود انگریز کی شرائط ماننے کو تیار نہ ہوئے۔

فوج نے ۲ مئی کو پیش قدمی شروع کی لیکن اس سے پہلے جنرل جیمبر لین کی قیادت میں فوج کا بڑا کالم بھی جنرل لیمسڈن کی فوج سے آن ملا۔ راستے میں فوج کو اطلاع ملی کہ محسود لشکر نے آہنی تنگی گھاٹی کو چھوڑ کر سراروغہ سے آگے بارڈہ تنگی کی پتھرلی چٹانوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ انگریز نے ایک دفعہ صلح کی خاطر احمد زئی وزیر ملک کو محسود لشکر کے پاس بھیجا۔ لیکن محسود جنگ کے لئے تیار بیٹھے تھے اور انگریز پیغام رساں کو دھمکیاں دیں اور ان کی توہین بھی کی گئی۔ پلو سین اور انہی تنگی کی جائے بارڈہ تنگی گھاٹیاں اور سنگلاخ پہاڑ دفاعی پوزیشن کی حیثیت سے زیادہ خطرناک ہیں۔ گشت پارٹی کی اطلاع کے مطابق لشکر نے حملہ آور ہونے کی بجائے دفاعی پوزیشن سنبھالی ہوئی تھی۔ فوج جیسے ہی تنگ گھاٹی میں پہنچی تو اس پر دائیں طرف مورچوں سے شدید فائرنگ شروع کی گئی۔ فوج نے گھاٹی کی بائیں طرف پوزیشن سنبھالی۔ جنرل جیمبر لین نے مزید بائیں طرف چوکی پر قبضہ کی خاطر فوج کو لشکر پر شدید حملہ کرنے کا حکم دیا۔ لشکر بھی بے جگری سے فوج پر ٹوٹ پڑا اور فوج کو شدید افراتفری کے عالم میں منتشر کر دیا۔ اس دوران پنجاب افطری کے ۲۰ تجربہ کار آفیسر کام آئے اپ فوج کے پاس آس پاس کی چٹانوں کے پیچھے پناہ لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ لشکر میں نیا ولولہ پیدا ہوا اور وہ ایک دفعہ پھر تلواروں اور خوفناک چھریوں کے ساتھ محسود جان باز فوج پر بھوکے شیروں کی طرح ٹوٹ پڑے اور ایک ہی وار میں ۴۲ سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اسی اثناء میں فوج کے ایک کالم نے بائیں طرف چوٹی پر قبضہ کر کے دائیں طرف محسود لشکر پر فائرنگ شروع کی۔ لیکن محسود فوج پر عقاب کی طرح ٹوٹنے کے بعد پہاڑی سلسلوں میں منتشر ہو گئے۔ فوج میدان کے راستے ۶ مئی کو کانگرم پہنچ گئی۔ محسودوں کے ارادوں کو بھانپنے کی خاطر ایک دفعہ پھر پیغام رساں بھیجے گئے لیکن بہت ہی غیر تسلی بخش جواب موصول ہوا۔ اطلاع کے مطابق وہ لوگ دوبارہ کسی معقول حملے کے متعلق مشورے کر رہے تھے (13)۔ فوج کے پاس راشن اور اسلحہ کا ذخیرہ ختم ہونے کو تھا اس لئے فوج نے واپسی میں عافیت سمجھی۔ ۱۰ مئی کو فوج بدستہ مکین رزمک اور خیمسورہ بنوں واپس ہوئی مگر جاتے جاتے مکین شہر کو جلا ڈالا۔

نواب ٹانک اور ملک

اس مہم کے دوران بہت کوشش کے باوجود محسود لشکر کے ارادوں کے متعلق معلومات کا حصول بہت مشکل ہو گیا تھا۔ فوج کشی سے پہلے بیٹنیوں کے ذریعے معلومات حاصل کی جاتی تھیں مگر محسود علاقہ میں بیٹنی سپاہی غیر موثر رہے۔ تاہم چند محسود افراد جو نواب کے دوست تھے فوج کیساتھ رہے لیکن ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا تھا۔ رقم کے لالچ اور مستقبل میں انگریز فوج کی ممکنہ کامیابی کے پیش نظر نواب ٹانک اس قابل ہو گیا تھا کہ وہ محسود ملک کی وساطت سے محسود قبائل کی سرگرمیوں اور ارادوں سے متعلق ہر وقت معلومات حاصل کر سکیں (14)۔ محسود قبیلے کے ۱۸۳ چیدہ چیدہ سرکردہ افراد ٹانک میں ہوتے تھے۔ جو ملک انگریز کی خدمت کرتا اس کو زمین الاٹ کی جاتی تھی۔ لہذا ملک حضرات لالچ

میں آ کر فرنگی کی وفاداری میں ایک دوسرے سے پر سبقت لینے کی کوشش کرتے رہے۔ تین ماہ کے دوران محسود اور انگریزوں کے مابین کئی خوفناک معرکے ہوئے۔ پہلے معرکے میں محسود حملہ آور ہوئے لیکن کامیابی انگریز کو حاصل ہوئی ان کی کامیابی میں محسود لشکر کے ارادوں کے متعلق نواب ٹانک کے ذریعے بروقت معلومات کا حصول تھا۔ جس کی روشنی میں فوجی دستے نے پہلے دفاعی پھر ہتھیاری اور آخر میں بھرپور حملہ کرنے کی حکمت عملی اپنائی۔ ایک خاص سبب یہ تھا کہ محسود اپنے علاقہ سے نکل کر میدانی علاقہ میں لڑتے تھے۔ اس کے برعکس دوسرے معرکے میں انگریز حملہ آور تھے۔ وہ چند ملکوں کے ذریعے محسود قبائل کو صلح پر آمادہ کرنے اور ان کی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں ناکامی کے باعث شکست سے دوچار ہوئے۔ باوجود یہ کہ محسود لشکر زیادہ تر روایتی چھریوں کے ذریعے دست بدست لڑائی لڑتے رہے۔ مگر انہوں نے اپنی گوریلا کارروائیوں کو خفیہ رکھ کر انگریز پر فتح حاصل کی۔ انگریز اپنی شرح قتل کے مکر یہاں کے قبائل کو فاقہ کشی پر مجبور کرنے کی خاطر ان کی ناکہ بندی کی گئی (15)۔

اسکے باوجود قتل و غارت گری لوٹ مار اور چوری کے بے شمار واقعات ہوتے رہے۔ ۱۸۷۳ء سے ۱۸۸۱ء کے دوران اس قسم کی کل ۱۸۸ وارداتیں ہوئیں جن کے سبب کی خاطر پوری انتظامی مشینری میں بنیادی تبدیلیاں آئی گئیں۔ ۱۸۷۳ء میں مینکاولے (Machaulay) نے ڈپٹی کمشنر ڈیرہ کی حیثیت سے محسود قبائل کے معاملات نواب ٹانک سے اپنے ہاتھ میں لے لئے جو درہ گوٹل کی حفاظت کی خاطر دوس ہزار روپے سے وسیع زمین حاصل کی گئی۔ ۱۸۷۸ء میں اس نے شاہراہ کھولنے اور حالات کا جائزہ لینے کی خاطر درہ گوٹل کا دورہ کیا۔ مگر اس سے پہلے ۱۸۷۷ء میں ایک دفعہ پھر پورے محسود قبیلے کی ناکہ بندی کی گئی۔ سر ہڈی رپورٹ کے مطابق عمر خان ولد جنگلی خان ۱۸۷۸ء میں انیسرے کابل تیر علی خان کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے وزیرستان واپس لوٹ آئے اور محسود قبائل کو فرنگی کے خلاف تحریک کیا۔ انگریز نے حالات پر گرفت حاصل کرنے کے لئے تمام ممکن تدابیر اور وسائل کو بروئے کار لانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر پھر بھی کم جنوری ۱۸۷۹ء کو دوسے تین ہزار تک لشکر نے عمر خان، متین خان، یارک خان، عظمت خان، یوہاک خان اور ملک عالم خان محسود کی قیادت میں ٹانک شہر پر دھاوا بول کر شہر کے تمام مکانات اور دکانیں نذر آتش کر دیں۔ کئی سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور بہت سہولتوں پر اپنے ساتھ لے گئے۔ ٹانک شہر کا لوٹاؤ اور پھر جلا نا انگریز کے لئے بہت بڑی بغاوت کی وارنگ تھی (16)۔ ٹانک شہر پر حملہ کرنے کے کئی سبب تھے جن میں اہم سبب نواب ٹانک کا کردار تھا۔ وہ انگریز کے ساتھ ایک معاہدہ کے تحت نہ صرف فرنگی فوج کی مدد کرتے تھے بلکہ محسود قبیلے کے سرکردہ افراد کو فرنگی کے آل کار بھی بناتے تھے۔ دوسرا سبب ۱۹ سال پہلے محسود شہداء کا بدلہ لینا تھا اور آخری سبب فرنگی پر واضح کرنا تھا کہ محسود قبیلہ میں اتنی طاقت ہے کہ وہ فرنگی کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکتا ہے۔

اس دوران شمالی وزیرستان میں بھی فرنگی کے خلاف مزاحمت جاری رہی۔ ۱۸۷۰ء میں مہمند خیل وزیر نے بویہ میں فرنگی چوکیوں پر حملہ کیا۔ اسکے جواب میں جون ۱۸۷۰ء میں فرنگی نے حیدر خیل گاؤں پر فوج کشی کی۔ جواب میں وزیر پور داوڑ قبائل نے کھجوری قلعہ کے نزدیک ترکئی پہاڑی کے دامن میں مورچے سمجھال لئے۔ یہاں فریقین کے مابین سخت محسوس ہو جس میں انگریز کے ۲۵۰ سپاہی قتل اور ۳۰۰ غازی شہید ہوئے۔ انگریز نے ۱۸۷۱ء میں داوڑ پر جرمانہ عائد کیا جس پر داوڑ نے نہ صرف فرنگی محسود کو قتل کیا بلکہ جرمانہ ادا نہ کرنے کے بارے میں فرنگی کو ایک سخت خط بھی لکھا۔ فرنگی فوج نے ایک دفعہ پھر جنرل کی (Key) کی قیادت میں ۱۸۷۱ء میں حیدر خیل گاؤں پر حملہ کیا۔ مقابل میں داوڑ جوان بھی ڈھول کی تھاپ پر میدان جنگ میں کود پڑے۔ اس معرکے میں ۳۰۰ انگریز سپاہی ہلاک اور ۲۳ غازی شہید ہوئے (17)۔ انگریز نے بڑھتی ہوئی بے چینی پر قابو پانے اور دور افتادہ علاقوں تک رسائی حاصل کرنے کی خاطر مواصلات کا سلسلہ بڑھانے کی ضرورت محسوس کی۔ اس سلسلے میں ان کی پہلی ترجیح بنوں سے شاہراہ کے ذریعے تھل کو ملانا تھی۔ لیکن انہوں نے تھل کا علاقہ افغانستان کی حدود میں شامل تھا۔ چنانچہ امیر کابل سے اجازت لینے کی خاطر مانی خان ولد سوہان خان جو معاملات کی صورت میں انگریز کی مدد کرتا تھا کو افغانستان بھیجا گیا۔ امیر کابل نے اجازت

دی اور انگریز نے مانی خان کی خدمت کے صلے میں اس کا سالانہ وظیفہ چھ سو روپے سے بڑھا کر ایک ہزار روپے کر دیا (18)۔

وزیر مملکت

دوسری طرف وزیرستان کے اکابرین جن میں ملا ادگیر، مولانا گلاب دین المعروف وزیر ملا، وزیر خان داوڑ، ملا حمزہ اللہ، کا صاحب وزیر اور باذی فقیر نے ۸۰ کے عشرے میں فرنگی کے خلاف متحدہ محاذ بنایا۔ تبلیغ جہاد کی خاطر وزیرستان میں اہم مقامات پر جہاد کے مراکز قائم کر کے جوانوں کو فرنگی کے خلاف جہاد کے لئے ترغیب دینا شروع کی۔ ان کی دعوت پر وزیرستان کے مجاہدین جہاد کے لئے کمر بستہ ہوئے۔ مولوی گلادین نے جہاد کی خاطر بنوں سے داوڑ کے علاقہ میں ہجرت کی تھی۔ مگر عملی طور پر جہاد میں کوئی خاص حصہ نہیں لیا تھا۔ عبدالحمید افغانی، عارف محسود اور عبدالحمید ترین نے ان کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کے متعلق لائق شاہ درپہ خیل (وزیرستان ۱۹۹۳ء) میں لکھتے ہیں ”۱۸۸۰ء میں فرنگی کے خلاف لڑائیوں میں غازیوں کی قیادت ملا ادگیر وزیر اور وزیر خان داوڑ نے کی تھی۔ مقامی تحقیق کے مطابق مولانا گلاب دین ۱۸۹۳ء میں جاں بحق ہوئے ہیں۔ مولانا ظاہر شاہ (فقیر ایسی کے دست راستہ) نے مجھے یہ بھی بتایا کہ مولانا نے جہاد کی خاطر بنوں سے ٹوچی ہجرت کی تھی۔ ان کا توپ خانہ اور دیگر اسلحہ تیار کرنے کے لئے کارخانہ لگانے کا پروگرام تھا لیکن بد قسمتی سے جلد وفات پا گئے اور سب منصوبے نامکمل رہ گئے“ (19)۔

محسود کے خلاف دوسری فوج کشی

۱۸۶۰ء کے بعد غارت گری اور لوٹ مار کے لاتعداد واقعات اور بالخصوص ۱۸۷۹ء میں ٹانک شہر پر محسود لشکر کے حملے کے بعد انگریز نے پھر ان سرکش قبائل کے خلاف فوجی مہمات بھیجنے کا فیصلہ کیا مگر ۸۰-۸۷ء میں افغان کی دوسری جنگ میں پھنسنے کے باعث وہ اپنے فیصلے کو رو بہ عمل نہیں لاسکے۔ ۱۸۸۱ء میں افغان جنگ سے فراغت کے بعد فوج نے محسود علاقہ میں پیش قدمی شروع کی۔ لیکن اس سے پہلے محسود ہلکوں کو سمجھایا گیا کہ اگر محسود پہلے سے طے شدہ جرمانہ ادا کر دیں اور مستقبل میں پرامن رہنے کے لئے حکومت کے ساتھ خوش اسلوبی سے نئی شرائط طے کریں تو انگریز محسود علاقہ میں فوج کشی نہیں کریں گے۔ فرنگی کی اس دعوت پر محسود قبیلہ نے کانگریز میں ایک بہت بڑا جرگہ بلایا۔ کافی غور و خوض کے بعد محسود قبیلہ نے جرمانہ ادا کرنے اور انگریز کے ساتھ شرائط طے کرنے سے انکار کیا۔ یاد رہے کہ نئی شرائط طے کرنے میں ان چھ سرکردہ رہنماؤں کی رہنمائی بھی شامل تھی جنہوں نے ۱۸۷۹ء میں ٹانک شہر پر حملہ کرتے وقت محسود لشکر کی قیادت کی تھی۔

۱۸۸۱ء کو بریگیڈیئر جنرل کینڈی (Kennedy) کی قیادت میں فوج نے پھر محسود علاقہ میں پیش قدمی کی۔ مکاؤلے (Mechaulay) پولیٹیکل آفیسر کی حیثیت سے فوج میں شامل تھا۔ جنڈولہ سے آگے ایک کالم کینڈی کی قیادت میں شہر ننگی سے ہوتا ہوا توران چنہ پہنچا۔ دوسرا کالم سر وکٹی اور دیلاوٹ سے ہوتا ہوا باروند پہنچا۔ دونوں کالموں نے راستے میں مخالف قبائل کے گھروں کو مسمار کر کے ان کی کھڑی فصلوں کو تباہ کیا۔ باروند سے دونوں کالموں نے ٹھیسورہ کی طرف پیش قدمی کی۔ تیارزہ میں فوج پر دھواؤں لگنے کے لئے محسود کا بہت بڑا لشکر جمع تھا۔ لیکن انگریز کے ایجنٹوں نے لشکر میں نفاق ڈالا اس لئے فوج کو کسی عزیمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ تاہم شاہ عالم کے مقام پر نظر خیل لشکر نے محمد امیر کی قیادت میں فوج پر سخت حملہ کیا جس میں محمد امیر سمیت چند غازیوں کے شہید ہوئے۔ شراوگی کے مقام پر غازیوں نے پھر فرنگی فوج پر حملہ کیا مگر کوئی خاص نقصان نہیں پہنچایا۔ ۵ مئی کو فوج کانگریز پہنچی۔ ۸ مئی کو جنرل گارڈن (Gardon) کالم جو بنوں سے براستہ ٹھیسورہ رزمک تک پہنچا تھا نے شیشہ کے ذریعے رابطہ (Helio Graphic Communication) قائم کیا۔ جس میں جنرل گارڈن کے ساتھ راشن اور اسلحہ کے متعلق پیغامات کا تبادلہ کیا۔ ۱۰ مئی کو دونوں کالم مکین میں اکٹھے ہوئے۔ ۱۲ مئی کو جنرل گارڈن کی فوج براستہ دو سلی بنوں روانہ ہوئی اور جنرل کینڈی کی فوج براستہ سراروندہ جنڈولہ کے لئے روانہ ہوئی۔ مہم کے دوران انگریز کے کل ۳۲ سپاہی ہلاک ہوئے۔ غازیوں کی تعداد اس سے

زیادہ تھی۔ اس مہم کے دوران راشن اور بارود کے ذخائر لے جانے کے لئے کل ۸۹۵۷ مال بردار جانور (Pack Animals) جن میں ۲۳۸۹ خچر (Mules) ۱۳۳۶ ٹو (Ponies) اور ۶۳۲۲ اونٹ (Camels) استعمال کئے گئے۔ فوج کشی کے بعد محسود قبیلہ کی پورے دو سال تک پھرنا کہ مندی کی گئی اور مستقبل میں پر امن رہنے کی خاطر ۸۰ افراد کو یرغمال لے لیا گیا (20)۔

جنگیں اسلحہ اور راشن کے بل بوتے پر لڑی جاتی ہیں۔ محسود نہتے تھے، امیر کابل کو اس کا جی علم تھا۔ اس لئے انہوں نے محسود علاقہ میں پکٹوں کے قیام کے سلسلے میں اپنا ایجنٹ وزیرستان بھیجا مگر محسود نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ ۱۹۸۳ء میں پھر دو ایجنٹ بھیجے لیکن محسود راضی نہ ہوئے۔ ۱۹۸۱ء کی فوجی مہم کے دوران مالی اخراجات جانی نقصانات درہ گومل میں تو اتارے لوٹ مار اور ذہنی کے واقعات اور بالخصوص ممکنہ روسی خطرے کے باعث انگریز نے درہ گومل کو سڑک کے ذریعے ڈوب سے ملانے کی شدت سے ضرورت محسوس کی۔ ان کی خیال میں دانش مندی کا تقاضا یہی تھا کہ قبائل کے ساتھ معاملات میں کامیابی کے لئے قبائلی تنظیم سے کام لیا جائے اور قبائلی رہنماؤں کو اپنے انداز میں کام کرنے دیا جائے۔ بیس سے ایک پالیسی کی بنیاد رکھی گئی جو نفاق ڈالو اور حکومت کرو (Divide and Rule) کے نام سے مشہور ہے جس کے تحت قبائل کو لالچ کے ذریعے تقسیم کر کے آپس میں لڑنے کے لئے کمر بستہ کیا گیا تاکہ ان کی طاقت منتشر ہو جائے اور وہ انگریز کے لئے کوئی خطرہ نہ رہے۔ درہ گومل پر قبضہ انگریزوں کا ایک دیرینہ خواب تھا۔ ان کے خیال میں اس خوب کو عملی شکل دینے کا وقت آ گیا تھا۔ عجیب صورت حال تھی افغانستان اپنا کھیل کھیل رہا تھا، انگریز اپنے حربے استعمال کر رہے تھے جبکہ محسود قبائل نے اپنے نظریے یعنی درے ماسید (تین محسود) کی مطبق العنان آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔

درہ گومل

درہ گومل زمانہ قدیم سے وسط ایشیاء اور ہندوستان کے درمیان پونہ کے لئے تجارت کی اہم شاہراہ رہی ہے۔ اس وجہ سے انگریز کے ہاں ملٹری لائن آف کمیونیکیشن (Militray Line of Communication) کیلئے اس درے کی غیر معمولی اہمیت تھی۔ ۱۸۷۸ء میں مکاولے نے درے کا دورہ کر کے یہاں کے قبائل کے ساتھ اسے کھولنے کی بات کی لیکن ۸۰-۱۸۷۸ء کے دوران دوسری افغان جنگ کی بدولت اس سکیم پر مزید پیش رفت روک دی گئی۔ ۱۸۸۳ء میں ایک سرکاری سرورے اور مقامی معلومات پر مبنی نقشہ تیار کیا گیا مگر ۱۸۸۳ء میں ڈوب مہم کی وجہ سے مزید کام پھر بند کرنا پڑا۔ ۱۸۸۷ء میں حکومت ہند نے فیصلہ کیا کہ سرد موسم کے دوران گومل شاہراہ کے تفصیلی جائزہ کے لئے انگریز افسران کی زیر نگرانی مقامی باشندوں کی خدمات بروئے کار لایا جائے۔ اسی سال ڈی سی ڈیرہ او جیلوی نے درہ گومل کا دورہ کر کے تجویز پیش کی کہ ”درہ کھولنا ممکن ہے مگر اب ایسا کرنے میں بہت بڑا خطرہ درپیش ہے۔“ ایک سال بعد ۱۸۸۸ء میں او جیلوی کی قیادت میں ایک فوجی دستے نے ملکان کے ہمراہ ٹانک کے راستے درہ گومل کا پھر دورہ کیا۔ لیکن محسود غازیوں کی جانب سے شدید خطرے کے باعث دستے کے لئے کام آگے بڑھانا مشکل ہو گیا تھا اس لئے دستہ ناکام ہو کر واپس لوٹ آیا۔ اس طرح مکاولے کی سکیم دس سال تک ہوا میں لٹکتی رہی۔ ۱۸۸۹ء میں رابرٹ سنڈمین (Robert Sandeman) جو بلوچستان میں گورنر جنرل کا ایجنٹ تھا کو ہدایت کی گئی کہ وہ ڈوب گومل اور پشین کو شاہراہ کے ذریعے ملانے کے متعلق تجاویز پیش کرے اور ساتھ گورنر پنجاب کو ہدایت کی گئی کہ درہ گومل کو کھولنے کے اہم کام کا آغاز کیا جائے (21)۔

سنڈمین کی تجویز پر گورنر جنرل گورنر پنجاب کمانڈر انچیف اور سنڈمین نے ڈیرہ جات میں طویل بحث کے بعد فیصلہ کیا کہ سنڈمین وزیر محسود اور گومل کے باشندوں کے ساتھ درہ کھولنے کے امکانات کا جائزہ لینے کے لئے گومل کا دورہ کریں گے۔ ۱۹ دسمبر ۱۸۸۹ء کو سنڈمین ایک مضبوط فوجی دستے کے ساتھ لورالائی سے روانہ ہو کر ۲۶ دسمبر کو پہنچی (ڈوب) پہنچے۔ یہاں پر انہوں نے محسود ذیلی خیل شیرانی اور دو تانی قبائل کا جرگہ بلایا۔ جس میں بروس جو اس وقت ڈیرہ کا ڈپٹی کمشنر تھا شریک تھا۔ محسود ملکوں نے بروس کو درخواست دی۔ ”سرکار کے

بلاوے پر ہم درے ماسید کے تمام سرکردہ ملک اپوزنی میں حاضر ہوئے ہیں۔ سرکار کے ذریعے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سرکار درہ گول کو سڑک کے ذریعے ژوب تک ملانا مقامی باشندوں سے اس کی حفاظت کرنا اور مستقبل میں یہاں امن عامہ کی فضاء قائم کرنا چاہتی ہے۔ ہم ان اقدامات سے بہت خوش ہیں۔ ہم سرکار کے ساتھ خوشگوار اور پائیدار تعلقات برقرار رکھنے کی حتی المقدور کوشش کریں گے۔ ہمیں امید ہے کہ حکومت بھی ہمیں اپنی رعایا تصور کر کے ہمارے ساتھ مہربانی سے پیش آئے گی۔ سرکار کو جب بھی ضرورت ہوگی ہم (ملک) اور لیوی کے جوان ہمیشہ حاضر خدمت رہیں گے“ (22)۔ اس جرگہ میں محسود قبیلہ کے کل ۲۵ ملکوں نے شرکت کی تھی۔ آخر قبائل کے لئے موجب منظور کئے گئے۔ درہ گول اور ژوب کو ملانے کے لئے شاہراہ کی منظوری دی گئی جس کی حفاظت یہاں کے قبائل کے ذمے قرار دی گئی۔ سنڈیمین جنوری ۱۸۹۰ء میں گوالری کویل تک سڑک کا جائزہ لینے کے لئے کھجوری کچھ پہنچے۔ وہاں سے نیلی کچھ کے راستے ٹانک گئے جہاں ایک بڑے محسود جرگہ میں محسود قبیلہ پر ۱۸۸۱ء میں آباد اضلاع میں داخلے کے لئے جو ٹیکس عائد کیا گیا تھا اسے ملکوں کی وفاداری کے باعث ختم کر دینے کا اعلان کیا۔ اس مہم کی کامیابی کے بعد گول شاہراہ کی حفاظت کی خاطر میر علی خیل کے مقام پر فوجی کیمپ کے قیام اور مقامی لیوی فورس بھرتی کرنے کے احکامات جاری کئے گئے اور محسود قبیلہ کے لئے سالانہ پچاس ہزار روپے کے الاؤنسز منظور کئے گئے۔ ۹۱-۱۸۹۰ء میں یہاں ریلوے لائن بچھانے کی خاطر سروے کیا گیا۔ وزیر اور محسود ملکوں نے پبلک ورکس اور ریلوے لائن کو افرادی قوت فراہم کی اور شاہراہ کا کام بغیر کسی نقصان کے جاری رہا۔

کابل ایجنٹ

ان تمام اقدامات سے امیر کابل خوفزدہ رہے۔ انہوں نے ۱۸۹۲ء میں وانا سپین اور گل کچھ پر قبضہ کرنے کی خاطر ایک مضبوط گھوڑ سوار دستہ بھیجا۔ اس دور ان انگریز کے وہ وفادار ملک جنہوں نے درے کی ذمہ داری کے لئے موجب قبول کئے تھے کو خبردار کیا گیا کہ اگر امیر کابل تمہارے علاقہ میں پیش قدمی کرنا چاہے تو انہیں بتادینا کہ تمہارے انگریز حکومت کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں اس لئے کسی اور کے ساتھ تعلقات استوار نہیں کر سکتے۔ اگر امیر کابل طاقت کے ذریعے تمہارے علاقے پر قبضہ جمانے کی خاطر پیکٹوں کا قیام رو بہ عمل لانا چاہے تو اس صورت میں حکومت ہند آپ لوگوں کا بھرپور ساتھ دے گی (23)۔

اس اثناء امیر کابل کا ایجنٹ گل محمد مضبوط فوجی دستے کے ساتھ وانا پہنچا جس سے صورتحال نے مزید پریشان کن صورت اختیار کی۔ افغان ایجنٹ نے محسود اور درویش خیل وزیر پر زور دیا کہ انگریز کے ساتھ کئے گئے تمام معاہدے منسوخ کریں اور اپنے علاقے کو امیر کے حوالے کریں تاکہ تمہیں کوئی ٹیڑھی آنکھ سے نہ دیکھے۔ انہوں نے وانا میں محسود قبیلہ کا جرگہ بھی طلب کیا مگر محسود کی طرف سے کوئی مثبت جواب نہیں ملا۔ جولائی میں حکومت ہند نے امیر کابل کو ایک دھمکی آمیز خط بھیجا کہ حکومت ہند کے وزیرستان کے قبائل کے ساتھ دیرینہ تعلقات ہیں اسلئے وہ یہاں کے قبائل کے امیر کے ساتھ گٹھ جوڑ کو کسی صورت برداشت نہیں کرے گی۔ اس خط کے متن سے وزیرستان کے قبائل کو بھی آگاہ کیا گیا کہ انگریز افغانستان کے ساتھ جلد ہی سرحدات کے تعین کا معاہدہ کرنے والے ہیں۔ اس لئے آپ امیر کی دھمکیوں کو خاطر میں نہ لائے۔ بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کو بھی ہدایت کی گئی کہ سردار گل محمد کو بھی امیر کے نام خط سے آگاہ کیا جائے تاکہ بعد میں صورتحال کی نزاکت کی تمام تر ذمہ داری ان پر عائد کی جائے۔ سردار گل محمد محسود قبیلہ کے چند قابل ذکر افراد کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ بادشاہ خان، بد الدین، غازی خان، مشک خان، مظہر خان، جمعہ خان اور افضل خان محسود سردار گل محمد کے ہراول دستے کی حیثیت سے خدمات سرا انجام دے رہے تھے (24)۔

۱۵ جولائی ۱۸۹۲ء کو مغل کوٹ اور میر علی خیل میں انگریز کے تین فوجی سواروں پر قاتلانہ حملہ ہوا اور ژوب لیوی فورس کا ایک شیرانی جوان کو بھی قتل کیا گیا۔ ۲۰ جولائی کو بلوچستان لیوی کے چار سواروں کو کھجوری کچھ اور مغل کوٹ کے درمیان قتل کیا گیا۔ ۲ اگست کو میر

علی خیل اور گل کچھ کے درمیان پانچ سو اوروں میں سے تین کو قتل کیا گیا۔ اسی دن سردار گل محمد کے پاس گورنر جنرل کا خط لے کر جانے والی پارٹی پر حملہ کیا گیا۔ سردار گل محمد کا رویہ خاصا جارحانہ تھا۔ انہوں نے مذکورہ تمام وارداتوں میں ملوث ملزموں کو کامیاب حملوں پر مبارکباد دی۔ محسود ملکوں کی رپورٹ کے مطابق ان تمام واقعات میں سردار گل محمد اور اسٹمٹ ٹوٹ تھے اور ان کے کہنے پر زری بندوڑیر، جمہ خان، ستار خان اور عید محمد خان محسود غازیوں کی سرگرمیوں کی نگرانی کرتے تھے۔ سردار گل محمد کی توجہ دہلی میں محسود قبیلہ کے ایک بڑے جرگے کے انعقاد پر مرکوز رہی۔ انہوں نے اپنے ایک خاص نمائندے خلیفہ نور محمد کو محسود علاقہ میں بھیج دیا۔ جنہوں نے محسود قبائل کو کھلے عام بغاوت پر اکسانے کی کوشش کی۔ وہ پہلے کانگرم اور بعد میں جٹولہ گئے تاکہ محسود کے ساتھ بنشی قبائل کو بھی امیر کابل کی اطاعت قبول کرنے پر راغب کیا جائے۔ بنشی علاقہ انگریز کے کنٹرول میں تھا۔ انگریز نے نور محمد کو بنشی علاقہ بھجوانے کی ہنگامی دی۔ اس لئے وہ یہاں سے ناکام واپس چلا گیا۔ دریں اثناء محسود ملکوں نے برطانوی حکام کو در خواست دی کہ گل محمد کی سرگرمیوں کو روک دیا جائے۔ اس پر حکومت پنجاب نے کرنل داوید سون کی قیادت میں ایک کھجوری کچھ یونٹ پر نفری کی تعداد بڑھا دی جائے (25)۔ اس درخواست کی روشنی میں حکومت پنجاب نے کرنل داوید سون کی قیادت میں ایک مسلح دستہ بھیجا۔

سردار گل محمد کے چار حانہ رویے اور بنشی قبیلہ میں اعتماد بحال کرنے کے لئے ۳ اگست کو ایک بڑا دستہ جٹولہ بھیجا گیا۔ ۲۹ اگست کو وائسرائے نے امیر کابل کو خط بھیجا کہ وہ سردار گل محمد اور ان کی فوج کو وانا اور گل کچھ سے واپس کابل بلا لیں ورنہ حکومت ہند انہیں زبردستی نکال دینے پر مجبور ہو جائے گی۔ سردار گل محمد اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھے۔ ان کی مخالف سرگرمیوں سے درہ گول اور ژوب کے تحفظ کو نہ صرف خطرہ لاحق تھا بلکہ آباد اضلاع میں لوٹ مار اور ڈکیتی کے واقعات میں مزید اضافہ بھی ہو گیا تھا۔ اس لئے انگریز بڑی سنجیدگی سے گل محمد کے خلاف فوجی مہم بھیجنے پر غور کر رہے تھے۔ لیکن ۲۲ ستمبر کو امیر کی طرف سے گل محمد کو وانا اور گل کچھ چھوڑنے کا حکم ملا۔ اس طرح وزیر اور محسود قبائل کا وفد کوئی خاص امید لئے بغیر کابل سے واپس لوٹ آیا۔ انگریز وفادار ملکوں کا حوصلہ بڑھا دیا۔ انہوں نے وانا پر مستقل قبضہ کی خاطر انگریز کو باقاعدہ دعوت دی۔ محسود قبیلہ کے انگریز وفادار ملکوں نے جرگہ بلا کر تجویز پیش کی کہ برطانوی حکومت کی مزید مخالفت نہیں کرنی چاہیے (26)۔

خلاصہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ۱۸۷۸ء میں لنن کے وائسرائے ہند نے ہندوستان آنے سے چند دن پہلے حکومت ہند سرحد کے اس حصے کے انتظامات سے متعلق بمبئی اور پنجاب حکومت کے متضاد نظریات پر غور کر رہی تھی۔ رابرٹ سنڈیمین اس بات پر مصر تھا کہ خان قلات کے ساتھ ایسا سمجھوتہ کر لیا جائے جس کے تحت ریاست قلات کا اقتدار قائم رہے لیکن کوئٹہ کے مقام پر شال کے مرتفع میدان میں انگریز فوج متعین کی جائے۔ اس کے ذہن میں پورے ہندوستان کا دفاع تھا اور اس بات کے لئے بے قرار تھا کہ روس کی ہوس گیری کو روکنے کے لئے خان قلات کی مدد سے آگے چوکی قائم کی جائے اور دریائے سندھ کے کنارے پیچھے ہٹ کر روس کے حملے کا انتظار نہ کیا جائے۔ ۱۸۷۶ء میں خان قلات کے ساتھ معاہدہ کے تحت کوئٹہ اور آس پاس کے علاقے جس میں سرحد بھی شامل تھا کسی معاہدے کے بغیر برطانوی حکومت کو پیشہ پردیئے گئے۔ ۱۸۷۰ء میں شیر علی خان کابل کے تخت سے دستبردار ہوئے۔ انگریز نے ان کے بیٹے یعقوب خان کے ساتھ گندمک کے نام سے ایک معاہدہ کیا جس کے تحت یعقوب خان نہ صرف خیبر اور کرم سے دستبردار ہو گیا بلکہ کوئٹہ کے شمال اور مشرق میں پشین، سی اور لورالائی کے وہ پٹھان علاقے بھی انگریز کے ہاتھ آ گئے جن کا نئے صوبے کی تشکیل میں شامل کرنا ضروری تھا۔ سنڈیمین نے رخصت ہونے سے پہلے ۱۸۸۰ء سے ۱۸۹۰ء کے درمیانی عرصہ میں پشین سے آگے بڑھ کر لمبی و غیر مستقیم ژوب (فورٹ سنڈیمین) میں ہو کر ہیڈ کوارٹر قائم کر

دیا تھا۔ دریائے ژوب، دریائے گول کا معاون ہے اور بڑے عرصے سے یہ خیال چلا آ رہا تھا کہ بالائی علاقہ تک ٹنگ راستہ بنائے جانے کے لئے گول کو کھول دیا جائے۔ یہ سکیم سب سے پہلے میکاؤلے نے ۱۸۷۸ء میں اٹھائی تھی۔ اب یہی سکیم سنڈیمین نے اپنائی اور اس کے شاگرد بروس نے آگے بڑھایا (27)۔

۱۸۹۲ء کے اختتام پر وزیرستان، انگریز افغانستان اور روس کی ترجیحات کا کلیدی مرکز بنا رہا۔ تاہم صورت حال انگریز کے حق میں بہتر رہی۔ مگر روس کی طرف سے وسط ایشیاء کے ممالک مختار، سمرقند، تاشقند میں پیش قدمی اور افغان سرحد تک ریلوے لائن بکھانے (جس کے ذریعے افغانستان میں بہت بڑی فوج کو لانا اور حکومت ہند پر حملہ کرنا مقصود تھا) جیسے منصوبے نے انگریز کو غیر معمولی پریشانی میں مبتلا کئے رکھا انہوں نے از خود اس معرکہ کو حل کرنے کا یہ طریقہ نکالا کہ افغانستان کے ساتھ حد بندی کا تعین کیا جائے اور یہ کہ دفاعی اور جارحانہ دونوں صورتوں میں حالات سے بھرپور احسن نمٹنے کے لئے درہ گول کو بالائی ژوب اور پشین سے شاہراہ کے ذریعے ملایا جائے (28)۔ ان مقاصد کے حصول کی خاطر انہوں نے ایک ایسی پالیسی تیار کی جس سے یہاں کے قبائل میں چیدہ چیدہ افراد کو اپنے ساتھ ملا کر انہیں بے پناہ مراعات سے نوازا گیا اور ان کی مدد سے درہ گول کی حفاظت باقاعدہ فوج کی جائے ان یونٹوں کے حوالے کی گئی جو مقامی قبائلی نوجوانوں پر مشتمل ہوتے تھے۔ بلوچستان میں فارورڈ پالیسی کی کامیابی کے بعد وزیرستان میں آزمانے کی خاطر سنڈیمین کے شاگرد بروس کو پولیٹیکل آفیسر تعینات کر کے بھیجا گیا۔ یہ تمام صورت حال مایوس کن تھی۔ ایسے حالات میں ایک ایسے مرد مجاہد کی ضرورت تھی جو نہ صرف انگریز کی مکاریوں کو سمجھ سکے بلکہ قبائل کو مثالی قیادت کے ذریعے قائل بھی کر سکے کہ انگریز قابل تسخیر ہیں۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے وزیرستان کی سرزمین کو ایک ایسا فرزند عطاء کیا جنہوں نے فرنگی کو نہ صرف ناکوں چنے چبوائے بلکہ ان کی تمام تدبیریں ناکام بنا کر سرحد کی تاریخ پر ایسے انمٹ نقوش بھی چھوڑے جن کا ذکر کئے بغیر سرحد کی تاریخ مکمل نہیں ہوتی۔ اس عظیم فرزند اور مجاہد کا نام ملا پاونڈہ تھا۔ اگلے باب میں ان کے شاندار کارنامے اور تحریک جہاد کی کامیابیوں اور طریقہ ہائے ابلاغ کے عوامل کا جائزہ لیا گیا ہے۔

طریقہ ہائے ابلاغ کا عمومی جائزہ

انگریز نے قبائلی علاقہ جات میں مداخلت سے بہت پہلے یہاں کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے جاسوس بھیج دیئے تھے۔ جن میں ایک ولیم کرافٹ نے ۱۸۲۴ء میں وزیرستان میں ملک سوہان خان وزیر کے ساتھ نہ صرف رابطہ قائم کیا تھا بلکہ اس کو دوست بنا کر ایک سفارشی خط بھی دیا تھا۔ ۲۲ سال بعد ۱۸۴۶ء میں سکھ سلطنت کے آخری ایام میں جب ایڈورڈز بنوں آئے تو اس نے پہلی فرصت میں وزیر قبیلے کے سردار سوہان خان کے ساتھ رابطہ قائم کیا۔ سوہان خان نے ایڈورڈز کو کرافٹ کا سفارشی خط دکھایا جس میں کرافٹ نے سوہان کی انگریز کے ساتھ ہمدردی کا ذکر کیا تھا۔ ایڈورڈز نے سوہان خان کی دوستی کے متعلق لکھا ”سوہان خان سے ملنے کے بعد میں نے یہ بات بھانپ لی کہ اگر وزیر قبیلے کا اعتماد حاصل ہو گیا تو بنوں میں ہندوہست اراضی کے کام میں نہ صرف مدد ملے گی بلکہ جنگ کی صورت میں بنوچی قبیلہ وزیر قبیلے کے تعاون سے بھی محروم رہے گا۔ یہ اکھڑ سردار جب ہمارے کیمپ میں موجود ہوتا تھا تو ہم اپنے آپ کو ایسا محسوس کرتے تھے گویا لاہور کے قلعہ میں بیٹھے ہیں۔“ ایڈورڈز کے بعد نکلسن ڈپٹی کمشنر بنوں نے بھی سوہان خان کے ساتھ دوستی برقرار رکھی۔ بنوں میں ہندوہست اراضی کے موقع پر سوہان کو ہزاروں ایکڑ زمین الاٹ کی۔ بعد میں سوہان کی سفارش پر عظیم خان وزیر اور دیگر چیدہ چیدہ افراد کو بھی زمینیں الاٹ کی گئیں۔ اسی طرح قبائل میں انگریزوں کا اثر و رسوخ بڑھتا گیا۔ انگریز سوہان خان کی مدد سے گمبستی میں فوجی کیمپ لگوانے میں کامیاب ہو گئے جس کے صلے میں سوہان خان کو ۱۸۷۴ء میں ”وزیر بہادر“ کا خطاب دیا گیا۔ اسی طرح محسود قبیلے کے ساتھ نواب ٹانک شاہ نواز کی وساطت سے معاملات چلانے لگے۔ نواب ٹانک کے محسود قبیلے کے قد آور شخصیات کے ساتھ اچھے مراسم تھے۔ جو ملک اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتا اس کو زمین الاٹ کی جاتی

تھی۔ اس لالچ میں ۱۸۳ سر کردہ ملک ٹانک میں موجود ہوتے تھے اور انگریز کی وفاداری اور اطاعت گزاری میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

۱۸۵۹ء میں بنوں کو ہاٹ روڈ پر زنگی خان اور محبت خان نے ایک انگریز کپتان پٹم کو قتل کیا۔ شیوہ کے مقام پر انگریز اور وزیر ملکوں کے مابین ایک سمجھوتے کے تحت محبت خان کو فرنگی کے حوالے کیا گیا۔ زنگی خان نے محسود قبیلہ میں پناہ لی۔ محسود جرگہ نے زنگی خان کو محبت خان کی طرح حکومت کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا لیکن جرگہ میں موجود زنگی کی بیوی نے اٹھ کر کہا ”مجھے اپنے خاوند سے ملنے کا موقع دو تاکہ میں اس کو سمجھاؤں کہ پھانسی کے وقت جب فرنگی تم سے آخری خواہش کے متعلق پوچھے تو بتا دینا کہ محسود قبیلہ کو چوڑیاں بھیجیں چونکہ یہاں مرد کم عورتیں زیادہ ہیں۔“ ایک کمزور اور ننگے سر عورت کا طعنہ سن کر محسود نے کہا ”زنگی خان کی زندگی اور موت ہم درے ماسید کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ جب تک ہمارا ایک بھی مرد زندہ ہے زنگی خان کی بیوی کو بیوہ نہیں ہونے دیا جائے گا۔“ نواب ٹانک نے صلح کرانے کی بہت کوشش کی مگر محسود اپنا عہد توڑنے پر تیار نہیں تھے۔ جس پر فرنگی نے محسود قبیلہ کے خلاف فوج کشی کا فیصلہ کیا۔

اس کے فوراً بعد انگریزوں نے نواب ٹانک کی مدد سے محسود ملکوں کو فوج کشی کا اعلامیہ پڑھ کر سنایا ”گذشتہ نقصانات کا بدلہ لینے اور مستقبل میں پرامن رہنے کیلئے سرکار نے تمہارے علاقہ میں فوج بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مہمات کے دوران گفت و شنید اور اپنے اپنے قبیلوں تک انگریز کی شرائط پہنچانے کے لئے تم لوگ (ملکان) انگریز کمپ میں موجود رہو گے۔“ محسود قبائل نے بھی آپس میں رابطے قائم کر کے بڑا لشکر جمع کیا اور نواب ٹانک کے ایجنٹوں سے لشکر کی حکمت عملی مخفی رکھی۔ ۲۴ اپریل ۱۸۶۰ء کو پولو سینہ (ترہ کئی) میں محسود غازیوں نے فرنگی فوج پر حملہ کرنے اور حملہ کے بعد پھرتی سے واپس ہٹنے میں جو اعلیٰ تنظیم کا مظاہرہ کیا۔ اس میں سیٹی بجانے کا بیادی کردار رہا تھا۔ فرنگی نے ایک دفعہ پھر محسود ملکوں کو بتایا کہ تم لوگ لشکر کو بتا دو کہ حکومت تمہارے علاقے پر قبضہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ لیکن ملکوں نے لشکر کو قائل کرنے میں ناکام رہے۔ لشکر کے پاس پھر احمد زئی وزیر ملکوں کا جرگہ بھیجا گیا مگر لشکر نے ملکوں کو دھمکی دی اور انہیں برا بھلا بھی کہا۔ رابطوں میں ناکامی کے بعد فرنگی فوج جب تنگ کھائی میں پہنچی تو لشکر پھر فرنگی فوج پر ٹوٹ پڑا۔ اس طرح فرنگی فوج کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۸۷۳ء میں میکالے ڈپٹی کمشنر ڈیرہ نے نواب ٹانک سے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ ۱۸۷۸ء میں عمر خان ولد جنگلی خان نے کابل میں امیر شیر علی سے فرنگی کے خلاف مدد کیلئے رابطہ قائم کیا اور امیر شری علی خان کی مدد سے وزیرستان واپسی پر بڑا لشکر تیار کیا۔ ۱۸۷۹ء کو ٹانک شہر پر حملہ بول کر شہر کو لوٹنے کے بعد جلاؤ والا۔ اس دوران شمالی وزیرستان میں ملا دنگر، مولانا گلاب الدین وزیر خان داوڑ کا صاحب اور بادی فقیر نے فرنگی کے خلاف متحدہ محاذ بنایا اور تبلیغ جہاد کیلئے مختلف مقامات پر مراکز قائم کر کے جوانوں کو فرنگی کے خلاف جہاد کرنے کی ترغیب شروع کی۔ ۱۸۸۱ء میں محسود قبیلہ سے بدلہ لینے کیلئے پھر فوج کشی کا فیصلہ کیا گیا۔ مقابل میں محسود بھی میدان میں نکلے مگر اس دفعہ ملک حضرات لشکر میں نفاق ڈالنے میں کامیاب رہے اس لئے فوج کسی عزیمت کے بغیر کانگریس میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔

فرنگی فوجی مہمات کے باعث امیر کابل نے محسود علاقہ میں پکٹوں کے قیام اور محسود قبائل کے ساتھ رابطوں کے لئے اپنے ایجنٹس بھیجے۔ لیکن محسود اپنا علاقہ امیر کے حوالے کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ دوسری طرف انگریز کے نزدیک درہ گول کی ملروی لائن آف کمیونیکیشن کے نقطہ نگاہ سے بہت ہی غیر معمولی اہمیت تھی۔ اس کو ژوب کے ساتھ سڑک کے ذریعے ملانے کی غرض سے ۱۸۸۸ء میں سنڈیمین نے ایوزئی (ژوب) میں محسود ذیلی خیل وزیر شیرانی اور دو تانی قبائل کے ساتھ جرگہ کیا۔ اس موقع پر محسود ملکوں نے ڈپٹی کمشنر بروس کو درخواست دی کہ ”ہم درہ گول کو سڑک کے ذریعے ژوب کے ساتھ ملانے کی حکومتی کوشش میں بھرپور ساتھ دیں گے اور ضرورت کے وقت ہم ملکوں اور لیوی کے جوان ہمیشہ حاضر خدمت رہیں گے۔“ قبائل کیلئے جواب منظور کئے گئے۔ سنڈیمین نے جنوری ۱۸۹۰ء میں ٹانک میں محسود قبیلہ کے ملکوں کے ساتھ پھر جرگہ کیا۔

دوسری جانب امیر کابل نے ان تمام اقدامات سے خوفزدہ ہو کر ۱۸۹۲ء میں وانا، سین وام اور گل کچھ کے علاقوں میں پیش قدمی شروع کی۔ انگریزوں نے ملکان کو دھمکی دی کہ امیر کابل کو اپنے علاقے میں مداخلت سے باز رکھے۔ امیر کابل نے اپنا ایجنٹ سردار گل محمد کو ایک مضبوط فوجی دستے کے ہمراہ وانا بھیجا۔ انہوں نے وزیر اور محسود قبائل کے ساتھ رابطے قائم کر کے ان پر زور دیا کہ فرنگی کے ساتھ کئے گئے تمام معاہدے منسوخ کریں اور اپنا علاقہ امیر کے حوالے کریں۔ سردار گل محمد کی مخالف سرگرمیوں کے باعث حکومت ہند نے امیر کابل کو ایک دھمکی آمیز خط کے ذریعے وارننگ دی کہ انگریز اور وزیرستان کے قبائل کے مابین دیرینہ تعلقات ہیں اسلئے آپ کی طرف سے کسی بھی سازش کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ گل محمد محسود قبیلے کے سرکردہ افراد بادشاہ خان بدرالادین، شیخ امیر خان، غازی خان، فقیر خان، مشک خان، مظہر خان، جمعہ خان اور افضل خان کے ساتھ پائیدار تعلقات استوار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

گل محمد نے وانا میں محسود قبیلہ کے ساتھ ایک بڑے جرگے کے انعقاد کے لئے اپنا ایجنٹ نور محمد کو محسود علاقہ میں بھیجا۔ اس نے محسود علاقہ میں پروپیگنڈہ مہم شروع کی کہ امیر نے سردار گل محمد کو تمہارے علاقے کی حفاظت کے لئے وانا بھیجا ہے اس لئے تم لوگ بھی ان کی مدد کرو۔ محسود کے ساتھ رابطوں کے بعد نور محمد نے بٹنی قبیلہ کو بھی امیر کابل کی اطاعت قبول کرنے کے لئے جنڈولہ کا دورہ کیا۔ لیکن انگریزوں نے انہیں بٹنی علاقہ میں حکومت مخالف سرگرمیوں کی اجازت نہیں دی۔ ۲۹ اگست کو وائسرائے نے امیر کابل کو خط بھیجا کہ گل محمد کو وانا سے واپس بلا دو ورنہ حکومت ہند ان کو زبردستی نکالنے پر مجبور ہو جائے گی۔ فرنگی دھمکی کے باعث امیر نے ۲۲ ستمبر ۱۸۹۲ء کو سردار گل محمد سمیت فوجی دستے کے کابل واپس بلایا۔ ان واقعات کے بعد وزیر ملکوں نے انگریز کو وانا پر قبضہ کرنے کی باقاعدہ درخواست دی جبکہ محسود ملکوں نے جرگہ بلا کر تجویز پیش کی کہ برطانوی حکومت کی مزید مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔

جنگی خان محسود شہید

فرنگی مخالف سب سے پہلے ٹکرائے والے جنگی خان محسود تھے۔ آپ کا تعلق منزئی قبیلہ سے تھا۔ ۱۸۵۹ء میں زنگی خان وزیر نے محبت خان کے ساتھ مل کر پکتان پٹن کو لٹمر میں قتل کیا۔ محبت خان کو فرنگی کے حوالے کیا جبکہ زنگی خان نے محسود قبیلہ میں جنگی خان کے ہاں پناہ لی۔ فرنگی نے زنگی خان کا مطالبہ کیا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر فرنگی محسود قبیلے پر فوج کشی کا پروگرام بنا رہے تھے۔ مگر اس سے پہلے جنگی خان ایک بڑے لشکر کے ساتھ ٹانک پر حملہ آور ہوئے اور بہت سارے محسود مجاہدین کے ساتھ انہوں نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ جنگی خان محسود قبیلہ کے بہت بڑے ملک تھے۔ آپ کی شہادت کے بعد آپ کے بیٹے عمر خان کو ملک بنا دیا گیا۔ عمر خان محسود نے دل میں جذبہ آزادی کی لگن اور اپنے باپ کا بدلہ لینے کے باعث ۱۸۷۹ء میں ٹانک شہر پر تین ہزار کے لشکر کے ساتھ ہلہ بول دیا۔ تمام شہر کو لوٹ لیا گیا، گھروں اور دوکانوں کو آگ لگا دی گئی۔

اس غیر معمولی کامیابی کے بعد عمر خان نے بہت شہرت پائی اور انگریزوں کے لئے درد سر بن گئے۔ فرنگی نے آپ کو بہت ساری مراعات کا لالچ دیا مگر آپ نے ٹھکرادیا۔ پھر آپ پر اتنا دباؤ ڈالا کہ ان کو افغانستان ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا۔ وہاں چند سال قیام کے بعد پھر واپس وزیرستان آئے۔ اس دوران آپ کے رشتہ داروں نے مانجی ملٹری پوسٹ پر حملہ کر کے بہت ساری ہندو قیں چھین لی۔ فرنگی نے مسروقہ ہندو قیں کی بازیابی کا کام عمر خان کے سپرد کیا۔ عمر خان اور ان کے رشتہ داروں کے درمیان تلخ کلامی ہوئی اور عمر خان کو قتل کیا گیا۔ عمر خان کی وفات کے بعد سرداری کی پگڑی آپ کے بیٹے بادشاہ خان کے سر باندھی گئی۔ بادشاہ خان کے انتقال پر آپ کے بیٹے قطب خان کو ملک بنایا گیا۔ قطب خان ۱۹۱۹ء کی مشہور مہمات کے دوران افغانستان میں تھے۔ اس کے بعد وزیرستان آئے اور فرنگی کے خلاف خفیہ طریقے سے سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ آپ ۱۹۲۵ء تک فرنگی کے مخالف رہے بعد میں ان سے صلح کی اور تمام محسود قبیلہ کے سردار بنائے گئے۔

REFERENCES

1. سید ذہلیو "پختون سرزمین" ترجمہ سید وہاب برق ۱۹۹۱ء ص ۱۳۵۔
2. ایضاً ص ۱۶۳ تا ۱۶۴۔
3. افغانی، عبدالحلیم اثر "زمونڈ مجاہدین" نشر و اشاعت پشاور ۱۹۶۹ء ص ۱۲۳ تا ۱۲۴ لائق شاہ وزیرستان ص ۳۵۳ تا ۳۵۴ اور گل ایوب سیفی "بنوں اودے وزیرستان تاریخ" ص ۱۹۹۔
4. سید "پختون سرزمین" ص ۱۶۴ تا ۱۶۶۔
5. کیرولوف "پٹھان" ترجمہ سید محبوب علی ۱۹۸۹ء ص ۳۶۹ تا ۳۷۷۔
6. "Frontier and Overseas Expeditions from India" Nisa Traders Quetta 1979, vol.2, pp.236-39.
7. Ibid pp.343-48 and Nevill, H.L. "Campains on the North West Frontier" pp.43-44.
8. افغانی، عبدالحلیم اثر "زمونڈ مجاہدین" ص ۱۳۱ تا ۱۳۲ لائق شاہ وزیرستان ص ۱۳۵ تا ۱۳۳۔
9. Nevill, H.L. "Campains on the North West Frontier" Saeed Book Arbab Road Peshawar 1977, pp.44-45 and "Frontier and Overseas Expeditions from India"
10. General Staff Branch "North West Army, Martial Law Instructions" pp.8-9.
11. "Frontier and Overseas Expeditions from India" pp. 369-71.
12. افغانی، عبدالحلیم اثر "زمونڈ مجاہدین" ص ۱۲۵ تا ۱۲۶۔
13. "Frontier and Overseas Expeditions from India" pp.373-76.
14. Nevill, H.L. "Campains on the North West Frontier" pp.46-48 and Howell "Mizh" Mahsud Monograph, Oxford Vniversity Press Karachi 1979, p.12.
15. "Frontier and Overseas Expeditions from India" pp. 377-80.
16. افغانی، عبدالحلیم اثر "زمونڈ مجاہدین" ص ۱۲۳۔
17. لائق شاہ وزیرستان ص ۱۵۱ تا ۱۵۰۔
18. Secret Record "Malik Mani Khan, Note on Precies" File No.83, 1893, p.4.
19. لائق شاہ وزیرستان ص ۱۶۳ تا ۱۶۵۔
20. "Frontier and Overseas Expitions from India" pp.491-99.
21. "Mahsud Weziri Operatons 1894-95" General Staff Branch Govt of India, pp.3-5.
22. Howell, E. "Mizh" Mahsud Monograph p.12 and Note No.7, P.105.
23. Foreign Frontier Department "Proposed Increase to the Mailik and Service Allownces of the Mahsud and Derwesh Khel Waziri 1893" pp. 1-3 and "Arrangements for Escorts in the Gomal Pass 1894" p.1.
24. Foreign Frontier Department "Waziri Affairs" File No.294, 1893, p.2.
25. Foreign Frontier Department "Wazirie Affairs" Amir Attitude Between the Mahsud and Derwesh Khel" File No.1, 1893. pp.4-5 and "Mahsud Waziri Operations 1894-95" pp.5-6.
26. "Waziri Affairs: Amir Attitude Between the Mahsud and Derwesh Khel" p.5.
27. Foreign Frontier Department "Waziri Affairs" Annual File No.1, p.4 and "Mahsud Waziri Operatins 1894-95" pp.7-8.
28. Sykes, Percy "The Right Honourable sir Mortimer Durant: A Biography" Al-Biruni 65, The Mall Road Lahore 1979, p. 134.

ملاپاوندہ کے دور میں طریقہ ہائے ابلاغ

(۱۸۸۳ء سے ۱۹۱۳ء تک)

ابتدائی حالات زندگی

ملاپاوندہ جنوبی وزیرستان کی خوبصورت وادی مکین کے ایک چھوٹے سے گاؤں مروٹی میں ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ اصلی نام محی الدین تھا۔ پاوندہ جیسے ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنتے تھے اس لئے ملاپاوندہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ محمود قبیلہ کے ذیلی قبیلہ شاہی خیل کی شاخ سلطانی سے تعلق رکھتے تھے۔ بارہ سال کی عمر میں دینی علوم کے حصول کیلئے بنوں چلے گئے۔ وہاں زمانہ طالب علمی ہی میں اس گروہ میں شامل ہوئے جو رات کو فرنگی کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف ہوتا تھا۔ ۸۷-۸۸ء میں آپ کے دو ساتھی گرفتار کئے گئے۔ آپ نے جیل کے داروغہ اللہ آباد کورات کے وقت اس کے گھر میں قتل کیا۔ اس کے بعد آپ کریم شریف میں مولوی انور شاہ کے پاس چلے گئے۔ ایک دن مولوی کو کسی نے اطلاع دی کہ دو آب کی پہاڑی پر انگریز سپاہیوں نے پٹ لگائی ہے۔ اس پر مولوی انور شاہ بہت برہم ہوئے۔ دوسرے دن ملاپاوندہ اپنے استاد کی ہدایت پر پہاڑی مورچہ میں سپاہیوں کے پہنچنے سے پہلے جا کر بیٹھ گئے۔ جب سپاہی مورچے کے قریب آئے تو آپ نے فائر کر کے دونوں کو ہلاک کیا اور ان سے دونوں بندوقیں اٹھا کر اپنے استاد کے پاس چلے آئے۔ مولوی انور شاہ نے آپ کو دونوں بندوقیں دے کر کہا کہ مانگوں کیا مانگتے ہو آپ نے کہا تھا کہ بادشاہی۔ اس پر مولوی انور شاہ نے آپ کو وزیرستان ہجرت کرنے کی ہدایت کی۔

آپ وزیرستان میں داوڑ کے علاقہ عیدک آئے جہاں مولوی گلاب دین کے مرید بنے۔ داوڑ نے آپ کے لئے یہاں گھر بنایا اور ملک گل حیدر نے اپنی بہن بھی آپ کے نکاح میں دی۔ آپ نے عام لوگوں میں فرنگی کے خلاف وعظ و نصیحت کا آغاز کیا لوگ آپ کے گرد جمع ہونے لگے تو آپ نے انگریز کے خلاف باقاعدہ اعلان جہاد کیا۔ انگریز نے چند زر خرید ملا کے ذریعے وزیرستان میں جگہ جگہ منعقد کر کے فتوے صادر کروائے کہ جہاد کا اعلان صرف اسلام کا بادشاہ ہی کر سکتا ہے اور اسلام کی رو سے ملاپاوندہ جہاد کا اعلان نہیں کر سکتا۔ اس معرکہ کو حل کرنے لئے مائے روغہ (شمالی وزیرستان) کے مقام پر ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ سرکاری ملاؤں کا موقف درست قرار دیا گیا۔ اس موقع پر جرگہ میں موجودہ ملک موسیٰ خان محمود عبدالائے نے اٹھ کر کہا کہ ”وزیرستان کے عوام ملاپاوندہ کو اپنا بادشاہ منتخب کرتے ہیں۔ اس لئے میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ لوگ بھی اپنی رائے کا اظہار کریں۔“ مجمع میں موجود ہزاروں لوگوں نے موسیٰ خان کی قرارداد کی تائید کی۔ اس طرح آپ وزیرستان کے تاحیات بادشاہ منتخب ہو گئے۔

آپ کیلئے فی گھر سالانہ دو روپے خراج منظور کیا گیا۔ لوگ لنگر کیلئے شکرانہ دیتے تھے اور احتراماً ”ماما بھی کہتے تھے۔ آپ سردی کے موسم میں عیدک چلے آتے تھے۔ جب فرنگی نے گومل سے ژوب تک سڑک بنانے اور افغانستان کے ساتھ سرحدات کے تعین کا معاہدہ کیا تو آپ محمود علاقہ میں آئے۔ شکستی اور مروٹی آپ کی تحریک جہاد کے خفیہ ٹھکانے تھے (۱)۔ ۱۸۹۳ء سے ۱۹۱۳ء تک فرنگی کے خلاف ساری وارداتیں یا تو آپ کی رہنمائی میں ہوئیں یا آپ کی ایماء پر۔ آپ نے جہاد کی تنظیم پر خصوصی توجہ دی۔ دور افتادہ علاقوں میں لوگوں کے ساتھ رابطوں کے قیام اور تحریک جہاد کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کے لئے طالبان مقرر کئے۔ اس لئے تاریخ میں آپ کو ”بادشاہ طالبان“ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ صلاح و مشورہ کے میدان میں آپ کی رہنمائی آپ کے استاد ملا حمزہ اللہ فرماتے ”خط و کتابت کے سلسلے میں عبدالحکیم معاونت کرتے جبکہ فرنگی کیخلاف گوریلا کارروائیوں کی نگرانی جگہ اور میاں جی کرتے تھے۔“

دشمن کے خلاف سرگرمیاں

۱۸۹۲ء کے اختتام تک عمومی صورت حال کا مختصر خاکہ گذشتہ باب کے آخر میں دیا گیا ہے۔ انگریز کے خیال میں وزیرستان کے معاملات سے نمٹنے اور بالخصوص روس کی ہوس گیری کو روکنے کے لئے ضروری تھا کہ درہ گول کو ژوب اور آگے پشین تک سڑک کے ذریعے ملایا جائے۔ لیکن اس وقت مقابل میں ملاپاوندہ ایک عوامی اور روحانی شخصیت کا درجہ حاصل کر چکے تھے۔ آپ دشمن کے اس منصوبے کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے۔ اس لئے ۱۸۹۳ء کے آغاز سے آپ کے پیروکاروں نے کھجوری کچھ، جٹولہ، گول اور ژوب میں انگریز پکٹوں پر حملے اور شاہراہوں پر وارداتیں شروع کیں۔ ۷۱ مئی کو کھجوری کچھ میں ایک پارٹی پر حملے میں نصر خان کے بھتیجے اور ایک سوانٹ ہلاک کئے گئے۔ ۲۱ جون کو مغل کوٹ سے ۶ میل دور پبلک ورکس کے ایک ماتحت آفیسر مسٹر کیلی (Kelly) اور ایک سوار قتل ہوئے۔ خفیہ رپورٹ کے مطابق ان تمام وارداتوں میں صرف ایک بد معاش (ملاپاوندہ) کا ہاتھ تھا (2)۔

ملکان کا قتل

امیر کابل کے ساتھ ۱۸۹۳ء میں ڈیورنڈ معاہدہ کے تحت یہ بات واضح طور پر تسلیم کر لی گئی کہ محسود قبیلہ انگریز کے دائرہ اثر میں شامل ہے۔ اس لئے بروس نے اپنے آفیسر سنڈمین کی سکیم (ملکان کے ذریعے معاملات طے کرنا) وزیرستان میں اس خیال سے آزمانا چاہا کہ بلوچستان میں کامیابی کے بعد شمالی علاقوں میں بھی کامیابی حاصل ہو جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وزیرستان کے قبائل بلوچستان کے قبائل سے مختلف تھے اس لئے ان سے نمٹنا مشکل تھا لہذا درہ گول کھولنے کی نوبت نہیں آئی (یہ درہ آج بھی بند ہے)۔ مذکورہ واقعات کے بعد بروس نے ہدایت کی کہ قبیلہ میں سے ملک جو پہلے سے موجود تھے آگے لائے جائیں۔ انگریز کو جاسوسوں کے ذریعے پتہ چلا تھا کہ مذکورہ واقعات کا ذمہ دار پانچ محسود قبائل کا ایک گروہ ہے۔ مسٹر کیلی کے قتل میں ملوث ملزمان غازی جمیل خان اور کرام خان کا تعلق عبدالرحمان خیل سے تھا۔ جبکہ دیگر سپاہیوں کے قتل میں ملوث تین ملزمان شازر خان، نامدار خان اور نارگانی کا تعلق عبدالائے قبیلہ سے تھا۔ طویل مدتی کرات ہوئے جنگی پشت پر برآمدہ ذاتی اثر و رسوخ اور ملکان پر شدید دباؤ کارفرما تھا۔ بروس پانچوں ملزمان کو مقدمہ کے لئے سرکاری جرگہ کے سامنے لانے میں کامیاب ہو گیا۔ ان پر مقدمہ چلایا گیا جمیل خان اور کرام خان کو سات سات سال قید با مشقت اور شازر خان، نامدار خان اور نارگانی کو دو دو سال قید اور پانچ پانچ ہزار روپے جرمانے کی سزائیں دی گئیں (3)۔

انگریز کے نزدیک محسود قبیلہ کی خلاف یہ حیرت انگیز کامیابی تھی لیکن دراصل یہ کامیابی عارضی ثابت ہوئی۔ محسود قبیلہ میں یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ قانون کے آگے سر جھکانا آزادی سے محرومی کی ابتدا ثابت ہوگا۔ انہوں نے عہد کر لیا کہ ایسا نہیں ہونے دیا جائے گا۔ ملاپاوندہ اور جھوک کی قیادت میں ان پانچ ملکوں کو جنہوں نے قتل کے ملزمان کو قانون کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا تھا پورے قبیلہ کے غم و غصہ کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں سے تین ملک داوگیر خان، ملک کریم خان اور ملک چا پیرائی کو قتل کر دیا گیا۔ ملک میر لعل خان اور ملک برامت خان کو جلاوطن کیا گیا جبکہ دیگر ملک جان کے خوف سے روپوش ہو گئے (4)۔ ان غیر متوقع حادثات نے مؤرخین و محققین کے لئے غیر معمولی دلچسپی کی صورت اختیار کر لی۔ ڈاکٹر ڈیوس کے خیال میں وزیرستان میں ملکی سسٹم متعارف کرانے میں بروس سے تین غلطیاں سرزد ہوئیں۔ اول یہ کہ ضرورت کے وقت ملکوں کی مدد کے لئے وزیرستان میں مرکزی مقامات قبضہ میں نہیں لئے گئے۔ دوسرا یہ کہ بلوچ اور بروہی کے ہاں سردار بڑے طاقتور تھے جبکہ وزیرستان میں سردار اس قابل نہیں تھے کہ اپنے اپنے قبیلوں پر قابو پا سکیں۔ آخری بات یہ کہ بلوچ کی نسبت محسود زیادہ جمہوریت پسند ہیں۔ ان عوامل کے باعث محسود پر ملکوں کے ذریعے کنٹرول حاصل کرنے میں سخت مشکلات پیش آئیں (5)۔

کیرو کے خیال میں بلو اسطہ حکومت اس صورت میں کامیاب ہو سکتی تھی کہ قبائلی ملکوں کی پوری حفاظت کی جاتی۔ محض ملک مقرر

کرنے کا انتظام کافی نہیں تھا۔ بلوچستان میں سنڈیمین کے طریقہ کار کے نفاذ کے ساتھ ساتھ چھاؤنیاں، قلعے اور سڑکیں تعمیر کی گئی تھیں اور قبائل حاکموں کی مدد کے لئے اہم مقامات پر فوج بھیجنے کا بندوبست بھی کیا گیا تھا۔ بلوچستان ایک مفتوحہ علاقہ تھا جبکہ اس زمانے میں وزیرستان محض پہاڑوں کا مجموعہ تھا جس میں راہ گزرتک کا نام و نشان نہیں تھا۔ سنڈیمین کے طریقہ کار میں قلات اور دیگر قبائلی علاقے بھاری فوج کی مدد سے قبضہ میں لیکر ان کو ایسی سڑکوں کے ذریعے جو اچھے موسم میں کھلی رہتی تھیں ایک دوسرے سے ملا دیا گیا تھا۔ قبائل کو آزادی دی گئی تھی کہ وہ اپنے معاملات اپنے سرداروں کی معرفت طے کریں۔ ملکوں پر ذمہ داری ڈالی گئی تھی کہ وہ خاصہ دار اور لیوی فورس میں قبائلی جوان بھرتی کرائیں گے جنہیں تنخواہیں حکومت ادا کرے گی۔ لیکن وہ قبائلی ملازم تصور کئے جائیں گے۔ خاص بات یہ کہ سنڈیمین کو بروہی اور بلوچ قبائل سے واسطہ پڑا تھا جن پر چند سرداروں کا حکم چلتا تھا۔ مگر وہ شمال میں رہنے والے اپنے بھائیوں کی طرح جنگجو نہیں تھے۔ ان کا مقابلہ آفریدی یا محسود سے کیجئے تو دوسری صورت نظر آتی ہے۔ سنڈیمین کو ایسے دو معاشروں سے واسطہ نہیں پڑا تھا جو ایک ہی نسل سے تھے۔ ایک معاشرہ جس پر جدید قوانین نافذ تھے اور دوسرا معاشرہ جہاں قبائلیت ساری وطاری تھی بالکل الگ تھا۔ دونوں علاقوں کے حالات ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ یہاں مذکورہ طریقہ غیر مؤثر ثابت ہوا۔ محسود قبائل کو نئے تقاضے اپنانے کیلئے لاکڑا نہیں جاسکتا۔ انگریز یہ دعویٰ تو کر سکتا ہے کہ جہاں اسے پٹھانوں سے واسطہ پڑا اس نے ایک مشعل روشن کی لیکن حالات میں اس چنگاری نے بھڑک کر آگ لگادی (6)۔

دونوں فریقوں کے مابین کشمکش جاری تھی۔ اسی دوران ۱۲ نومبر ۱۸۹۳ء کو ڈیورنڈ نام سے امیر کابل اور انگریز کے درمیان سرحدات کا معاہدہ طے پایا۔ مقابل میں ملاپانندہ کے پیروکاروں نے دشمن کیخلاف گوریلا کارروائیاں برابر جاری رکھی ہوئی تھیں۔ ۱۳ اکتوبر کو خاروٹی کارروان پر حملے کے نتیجے میں ۴ افراد کو ہلاک کر کے غازی بہت سارے اونٹ اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہوئے۔ ۱۸۹۴ء کے آغاز میں جمعدار قادر بخش کو قتل کیا گیا تاہم اس کے قتل میں ملوث ملزمان کو تین ہزار جرمانے کے عوض اس لئے رہا کیا گیا کہ قادر بخش بغیر اجازت کے محسود علاقہ میں گیا تھا۔ کھجوری پوسٹ پر ۱۸ فروری کو ایک اور سوار قتل ہوا۔ اس کے دوسرے دن تین سپاہیوں کو ہلاک کیا گیا۔ قتل کے بدھتے ہوئے واقعات کے سبب کے لئے حکومت نے جنڈولہ اور گول پوسٹوں میں نفری کی تعداد میں خاصہ اضافہ کیا۔ لیکن اس کے باوجود غازیوں نے گول میں ۱۰ اپریل کو سلیمان خیل کارروان پر حملہ کر کے ۱۴ افراد کو ہلاک کیا اور دو سواونٹ بھی چھین لئے۔ ۱۲ مئی کو کھجوری کوئل کے مقام پر خاروٹی کارروان پر پھر حملہ کیا گیا جس میں ۹ افراد کو قتل اور ۸ کو شدید زخمی کیا گیا۔ حکومت چونکہ اس دوران سرحدات کے تعین سے متعلق انتظامات میں مصروف تھی اس لئے محسود قبیلہ کے خلاف فوج کشی سے کترات رہی۔ ۱۸۹۴ء کے آغاز سے وزیرستان میں حد بندی کے سلسلے میں انتظامات کو آخری شکل دے دی گئی (7)۔ مسٹر بروس کو افغان وزیرستان بوٹری کمیشن کا کمشنر مقرر کیا گیا اور ساتھ بریگیڈیئر جنرل ٹرنر (Turner) کی قیادت میں وانا میں بوٹری کمپ کے قیام کے لئے بھاری فوج بھی دے دی گئی۔

جروگوں کے ذریعے رابطے

بروس نے مذکورہ صورت حال پر تفصیلی بحث کے لئے ٹانک میں ۹ اکتوبر ۱۸۹۴ء کو محسود جرگہ طلب کیا۔ جرگہ نے بروس کو بتایا کہ ”جب تک وزیرستان میں شاہراہوں کی تعمیر اور مرکزی مقامات پر چوکیوں کے قیام کو رو بہ عمل نہیں لایا جاتا تب تک ہم (ملک) اطمینان بخش طریقے سے سرکار کے لئے خدمات سرانجام نہیں دے سکتے اور یہ کہ مسٹر کیلی اور دیگر سپاہیوں کے پانچ محسود قیدیوں کو پشاور سے ڈیرہ اسماعیل خان منتقل کیا جائے تاکہ محسود قبیلہ میں مروجہ بے چینی کا سدباب کیا جاسکے“۔ وانا رواں لگی سے قبل بروس نے احمدزی وزیر کی درخواست سے متعلق ۱۱ اکتوبر کو حکومت پنجاب کو ٹیلی گرام بھیجا۔ ”احمدزی وزیر نے مسٹر گرانت کو وانا پر قبضہ کرنے کی دعوت دی ہے اور حکومت کے منشاء کے مطابق خدمت گزار رہنے کی خواہش بھی ظاہر کی ہے۔ انہوں نے ایک نقشہ بھی فراہم کیا ہے جس میں وانا میں کمپ کے قیام کیلئے جگہ کی نشاندہی

کی گئی ہے۔ وہ ۱۸ اکتوبر کو کھجوری کچھ میں ضروری بات چیت کے سلسلے میں میرے ساتھ پھر ملیں گے۔“

بروس ۱۳ اکتوبر کو ڈیرہ سے وانا کیلئے روانہ ہوئے۔ ۱۸ اکتوبر کو کوٹان خان اور دیگر کابل خیل ملکوں نے بروس کو خط لکھا۔ ”ہم نے آپس میں کافی غور و خوص کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ ہم اپنا وطن انگریز کے حوالے کریں گے۔ اس بارے میں ہم نے مانی خان کو اختیار دیا ہے۔ کابل سے سردار شیرین دل نے ہمیں خط لکھا تھا کہ آپ لوگ امیر کابل کی زیر نگرانی رہنا چاہتے ہیں یا انگریز کی؟ ہم نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ ہم نے ٹانک میں بروس کے ساتھ جرگہ میں اپنے وطن کو ان کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ انگریز کے ساتھ معاہدے کے بعد ہم نے لوٹ مار اور ڈکیتی کی کوئی واردات نہیں کی۔ یہ خط بند خان کے ہاتھ بھیج رہے ہیں اگر آپ نے کوئی پیغام دینا ہو تو اسی کے ذریعے بھیج دیں۔“ اس درخواست پر ملک کوٹان خان اور دیگر ملکوں نے انگوٹھے لگائے۔ اسی دن احمد زئی وزیر نے بھی بروس کو خط لکھا۔ ”ہمیں آپ کے خط کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ انگریز نے یہاں آنے کا حتمی فیصلہ کیا ہے۔ آپ نے اپوزئی میں اور لیفٹیننٹ گورنر نے لاہور میں ہمارے ساتھ وعدے کئے ہیں کہ یہاں آنے سے قبل آپ ہمیں کچھ مراعات دیں گے آپ ہمیں بلائیں تاکہ آپس میں صلاح مشورہ کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں گڑبڑ کی صورت میں ذمہ داری ہمارے سر تھوپ دی جائے۔ امیر کابل کی طرف سے بھی اطلاع آئی ہے کہ آپ میری زیر نگرانی رہیں آپ کے ساتھ بھلائی کی جائے گی۔ ہم نے کانگرم میں محسود قبیلہ کے ساتھ بھی جرگہ کیا ہے۔ محسود جرگہ کی خواہش تھی کہ انگریز سے متعلق ہمیں آپس میں متفقہ بیچ کرنا چاہیے۔ ہم نے انہیں بتایا کہ انگریز نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ اگر انہوں نے نبھایا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر آپس میں اتفاق کر لیں گے۔ یہ خط ملا سادے خان نے لکھا ہے اور بور خان کے ہاتھ بھیج رہے ہیں“ (8)۔ اس درخواست پر ۲۹ ملکوں نے انگوٹھے لگائے۔

ملاپاوندہ کا بروس کے نام خط

ملاپاوندہ تمام صورت حال پر گہری نظر رکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف وہ وزیرستان کے دور افتادہ علاقوں کے قبائل میں تحریک جہاد کی تنظیم اور تبلیغ میں مصروف تھے تو دوسری طرف وہ بروس اور ملکوں کی ملی بھگت سے بھی غوطی آگاہ تھے۔ اس نازک صورت میں وہ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ ایک بل کی غفلت صدیوں کی تاریکی کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔ انہوں نے ۲۴ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں بروس کو (جو اس وقت کرب کوٹ پہنچ چکے تھے) ایک دھمکی آمیز خط لکھا ”اگر جان کی امان چاہتے ہو تو وزیر اور محسود کی مٹی میں پیش قدمی کی کوشش ترک کر دو اور ان پانچ قیدیوں کو رہا کرو جن کو محسود ملکوں نے تمہارے حوالے کیا ہے۔“ بروس نے آپ کے خط کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ وہ ۱۲ اکتوبر کو کرب کوٹ سے وانا پہنچے۔ ملاپاوندہ نے ایک دفعہ پھر بروس کو لکھا ”پانچ محسود قیدیوں کو رہا کرو اور ساتھ یہ بھی یقین دہانی کراؤ کہ حد بندی کے کام کے بعد وزیرستان سے فوج نکال لیں گے۔“ بروس نے اس دفعہ صرف اتنا کہہ دیا کہ وہ میرے ساتھ علاقے کے متعلقہ ملکان کی وساطت سے بات کریں (9)۔ ملاپاوندہ جتنا انگریز کے جانی دشمن تھے اتنا ہی وہ قبائل پر ملکوں کے تسلط کے بھی مخالف تھے اس لئے انہوں نے بروس کے جواب کو توہین سمجھ کر بوٹری کیمپ وانا پر دھاوا بولنے کا فیصلہ کیا۔

وانا کیمپ پر شب خون

فرنگی جب بڑی شان کے ساتھ وانا میں بوٹری کیمپ لگوانے میں کامیاب ہوئے تو ملاپاوندہ نے جو شیلے جوانوں کے نعروں اور ڈھولوں کی تھاپ میں ایک بڑے قبائلی لشکر کے ساتھ کانگرم سے وانا کی طرف کوچ کیا۔ ڈھولوں کی جوشیلی اور حرارت انگیز آوازوں سے محسود علاقہ گونج اٹھا راستے میں لشکر کی تعداد بڑھتی گئی۔ ۲ نومبر کو لشکر وانا کے قرب و جوار میں پہنچ گیا۔ قائدین کے مابین صلاح مشورہ کے بعد طے پایا کہ ملاحزہ اللہ اور جگو محسود کی قیادت میں لشکرات کے آخری حصہ میں کیمپ پر حملہ کرے گا۔ بروس کو اپنے ایجنٹوں کے ذریعے لشکر کے ارادوں

کی ”اگر آپ نے دشمن پر یلغار کے دوران کھانا کھانے، نسوار کھانے اور دشمن کو گالی گلوچ دینے سے پرہیز کیا تو فرنگی توپ اور ہندوق تمہارے خلاف بے اثر رہے گی۔“ حملے کے وقت جنگل رجمنٹ سے ایک حوالدار اور دو بھگوڑے سپاہیوں نے لشکر کی بہت مدد کی۔ ۲ نومبر کو خنک سحر تھی وانا چھاؤنی میں آفیسر اور سپاہی ابھی نیند کے مزے لے رہے تھے کہ محسود مجاہدوں نے کیمپ پر دھاوا بول دیا۔ حملہ اس برق رفتاری سے کیا گیا کہ انگریز سپاہیوں کے اوسان خطا ہو گئے (10)۔ حملہ سے پہلے دو آدمیوں نے ملاپاوندہ کو کیمپ میں ڈھانپ کر مضبوطی سے پکڑ لیا تھا لیکن جب لڑائی تیز ہوئی، تلواروں کی کھٹا کھٹ اور ہندوقوں کی گڑ گڑاہٹ شروع ہوئی تو ملاپاوندہ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر کیمپ سے غائب ہو گئے اور دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ ”پائیز آلہ آباد“ کے مطابق غازیوں کی تعداد دو سے تین ہزار کے قریب تھی۔ وہ ڈھول بجاتے، اللہ اکبر کے نعرے لگاتے اور فائر کرتے ہوئے کیمپ پر ٹوٹ پڑے۔ فرنگی ابھی سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ غازی ان کے سروں پر پہنچ گئے۔ سب سے پہلے گور کھے ان کے سامنے آئے جنہیں انہوں نے بے دریغ تہ تیغ کر دیا۔ پھر جو بھی ان کے سامنے آیا نہ سکا۔ ایک پارٹی رسالے کی لائن میں پہنچ گئی اور گھوڑوں کی رسیاں کاٹ ڈالیں۔ ڈھولوں کی گونج اور خوف و ہراس کے باعث گھوڑے اپنے ہی آدمیوں کو روندتے ہوئے نکل بھاگے۔ کیمپ میں زبردست بھگدڑ مچ گئی۔ دست بدست لڑائی میں سینکڑوں آفیسر اور سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ مجاہدین بہت سی ہندوقیں کار توں گھوڑے اور ۲۶۰۰۰ ہزار نقد رقم لیکر آنا فانا کارروائی مکمل کر کے اپنے پہاڑی ٹھکانوں کو واپس جا رہے تھے۔ فرنگی فوج نے لشکر کا پیچھا کیا اور شمال میں چند میل کے فاصلے پر اللہ میں لشکر پر حملہ کیا اور لشکر کو بہت نقصان پہنچایا۔ اس لئے اس اللہ کو قتل اللہ کہتے ہیں۔ مجموعی طور پر اس معرکہ میں بہت سارے انگریز آفیسروں کے علاوہ ۶۳ سپاہی ہلاک اور ۱۸۳ کو شدید زخم آئے اور ۳۸۰ غازی بھی شہید ہوئے۔ جو نہی اس لڑائی کی خبر اخباروں میں شائع ہوئی تمام ہندوستانی چھاؤنیوں میں صف ماتم بچھ گئی۔ لندن کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا۔ فوراً ایک فوجی مہم ترتیب دی گئی (11)۔ جنگ آزادی سے متعلق پوری ایک صدی جدوجہد کی تاریخ میں یہ انوکھا واقعہ ہے جس میں فوجی کیمپ پر دھاوا بولتے وقت نوجوان مجاہدین کے جذلوں میں جوش اور ولولہ پیدا کرنے کیلئے ڈھول کو ابلاغ عامہ کی حیثیت سے مؤثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔

بروس نے اس معرکہ کے متعلق یوں لکھا:

جنرل ٹرنر نے حکم جاری کیا کہ تمام سپاہی سوتے وقت اسلحہ اپنے پاس رکھیں اور سحر ۳ بجے صف بندی کیلئے تیار رہیں۔ جس رات محسود لشکر انگریز کیمپ پر حملہ کر رہا تھا اس رات فوج نے بھی بھرپور حفاظتی بندوبست کر رکھا تھا۔ ہم میں سے کسی نے کپڑے نہیں بدلے تھے کیونکہ ہمیں پختہ یقین تھا کہ ملاپاوندہ حملہ کرنے والے ہیں۔ ہم نے اپنے خیموں کے گرد نواح میں تمام دفاعی اقدامات کر رکھے تھے اور سپاہی اسلحہ کے ساتھ سو گئے تھے۔ رات خاصی تاریک تھی۔ سحر کے وقت اچانک شیطانی ہنگامہ برپا ہوا اور کیمپ کے سامنے اچانک ڈھولوں کی فوناک آوازوں میں بے شمار لوگ ہندوقوں اور چھریوں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ سب کچھ ایسی تاریکی میں ہوا کہ اپنے پرانے کاپتہ نہیں چلتا تھا۔ طلوع آفتاب تک دست بدست لڑائی جاری رہی۔ میں نے ان آفیسروں کو جنہیں بہت ساری جنگوں کا خاصا تجربہ تھا سنا ہے کہ اس سے پہلے انہیں ایسے تلخ تجربے کا کبھی سامنا نہیں ہوا تھا (12)۔

کیمپ پر حیران کن شب خون مارنے کے بعد انگریز اور قبائل دونوں عجیب افرا تفری میں مبتلا رہے مگر ملاپاوندہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ انہوں نے کانگریس سے بروس کو خط لکھا ”وہ حکومت کے خلاف تب تک مسلح جدوجہد جاری رکھیں گے جب تک پشاور جیل سے پانچ قیدیوں کو رہا نہیں کیا جاتا اور حکومت تحریری طور پر ضمانت فراہم نہیں کرتی کہ محسود علاقہ پر قبضہ نہیں کیا جائے گا۔“ انہوں نے کمشنر ڈیرہ کو مزید مشورہ دیا کہ ”وہ ملکوں کی بات کا یقین نہ کریں چونکہ اپنے علاقہ میں انکی کوئی حیثیت نہیں ہے اور یہ کہ کرم سے گول تک مسلمانوں کا علاقہ ہے۔ اس میں غیر ملکیوں کے لئے داخلے کی کوئی گنجائش نہیں۔“ کانگریس سے وہ اپنے گاؤں مروٹی آئے۔ بروس نے ۸ نومبر ۱۸۸۳ء کو وانا میں محسود جرگہ کو بتایا۔

(۱) وانا کمپ پر حملہ کے وقت غازیوں کے ۱۹ اسر کردہ افراد کو حکومت کے حوالے کیا جائے۔ جب تک افغانستان کے ساتھ حد بندی کا کام مکمل نہیں کیا جاتا تب تک ملاپاوندہ کو محسود علاقہ سے بدر کیا جائے۔

(۲) لشکر نے جتنے گھوڑے، بندوقین اور نقد رقم چھین لیا ہے اسے واپس کیا جائے یا ہر گھوڑے اور بندوق کے بدلے نقد پانچ سو روپے ادا کئے جائیں۔

ان شرائط کی تکمیل کیلئے ۲۶ نومبر تک مہلت دی گئی۔ ملکوں نے شرائط ماننے کیلئے سر توڑ کوششیں شروع کیں۔ ادھر ملاپاوندہ نے برابر عوام سے رابطوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ انہوں نے مکین میں ایک بڑا جرگہ بلایا جس میں انہوں نے جرگہ کو یقین دلایا کہ ”اگر ہم نے فرنگی کے خلاف مزاحمت جاری رکھی تو وہ اپنی افواج واپس بلوانے پر مجبور ہو جائیں گے۔“ خفیہ رپورٹ کے مطابق جاسوسوں نے حکومت کو اطلاع بہم پہنچائی تھی کہ ملاپاوندہ پھر سے قبائل کو متحد کر رہے ہیں۔ داؤڑ اور وزیر قبائل کے علاوہ ارگین کے قبائل سے مدد لینے کیلئے طالبان کو بھیج رہے ہیں (13)۔ آپ نے داؤڑ علاقے کا دورہ بھی کیا اور اس کے بعد کانگرم جانے کا پروگرام تھا۔

ملاپاوندہ سے سرکاری جرگے کے رابطے

ملاپاوندہ ۲۲ نومبر کو کانگرم پہنچے۔ دوسرے دن محسود جرگہ کے ساتھ مذاکرات کئے لیکن سرکاری جرگہ ملاپاوندہ کو قائل کرنے میں ناکام رہا۔ ملکوں نے بروس کو در خواست دی کہ ملاپاوندہ کو قائل کرنے کیلئے محسود درویش خیل، سلیمان خیل اور دو تانی ملکوں پر مشتمل جرگہ بھیجا جائے۔ بروس نے اجازت دے دی۔ ملاپاوندہ نے ۲۸ نومبر کو جرگہ کے ساتھ شکس میں پھر بات چیت کی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ آپ اپنے دو پیروکاروں کے ساتھ مغل خیل وزیر کے ہاں قیام پذیر تھے۔ میزبان نے ان کے لئے چاول پکائے تھے جس میں زہر ملا دیا گیا تھا۔ چاول کھانے کے بعد زہر نے اثر دکھایا لیکن خوش قسمتی سے ملاپاوندہ جلد صحت یاب ہوئے۔ آپ کے پیروکاروں کو جب پتہ چلا تو انہوں نے میزبان کو قتل کرنے کا تہیہ کیا لیکن آپ نے غازیوں کو منع کرتے ہوئے کہا کہ میزبان اس گھناؤنی سازش میں شریک نہیں ہے۔ آپ کو اصل مجرم معلوم تھا مگر آپ نے اسے معاف کر دیا۔ جرگہ نے ۳۰ نومبر کو بروس کی خدمت میں رپورٹ پیش کی کہ ملاپاوندہ کے ساتھ جو شیلے جوانوں کی موجودگی اور کم وقت کے باعث مذاکرات کی کامیابی کی کوئی امید نہیں۔ اس لئے مزید مہلت دی جائے۔ بروس نے معینہ مدت میں ۱۳ دسمبر تک توسیع کر دی۔ ۱۱ دسمبر کو وانا میں محسود ملکوں نے بروس سے پھر در خواست کی کہ عظیم خان کنڈی کو جو بروس کا قابل اعتماد ایجنٹ تھا ملاپاوندہ کے ساتھ مذاکرات کیلئے ان کے ساتھ بھیج دیں۔ بروس نے اجازت دی مگر دوسرے دن جرگہ پھر ناکام لوٹ آیا۔

ادھر ملاپاوندہ کے پیروکاروں نے انگریز کے سلسلہ مواصلات کو تباہ کرنے کی کارروائیاں جاری رکھی ہوئی تھیں۔ سرکاری جرگوں اور ملاپاوندہ کے مابین مذاکرات کی ناکامی پر انگریز نے محسود علاقے میں تین اطراف وانا، جنڈولہ اور بنوں سے فوج کشی کیلئے اسکیم کو آخری شکل دے دی۔ ۱۲ دسمبر کو غازیوں نے گومل، نیلی کچھ اور کھجوری کچھ کے مابین ٹیلی گراف لائن کاٹ دی (14)۔ بنوں سے ۸ دسمبر ۱۸۹۳ء کو درویش خیل وزیر کو بذریعہ نوٹس مطلع کیا گیا کہ محسود علاقہ میں فوج کشی کیلئے خیمہ سوارہ درہ میں سے ایک کالم گزرے گا۔ آپ لوگ اس دوران کالم کی رہنمائی کیلئے حاضر ہیں۔ ۹ دسمبر کو مامیت خیل اور طوری خیل ملک فوج کی مدد کیلئے بنوں پہنچ گئے۔ ۱۲ دسمبر کو جنرل لاکھارٹ جنڈولہ پہنچ گئے۔ جہاں اسکو حکومت ہند کی طرف سے بذریعہ ٹیلی گرام اطلاع ملی تھی کہ محسود ملک ملاپاوندہ کو قائل کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں اس لئے تم فوراً جنڈولہ پہنچو۔ جنرل لاکھارٹ نے حکومت ہند کی ایما پر محسود ملکوں کو ۱۳ نومبر کو اعلامیہ پڑھ کر سنایا ”معینہ تاریخ کے اندر محسود قبیلہ نے شرائط کی تعمیل نہیں کی اس لئے سرکاری نے مجھے آپ لوگوں کو سزا دینے کے لئے مقرر کیا ہے۔ میری ذمہ داریوں میں یہ بھی شامل ہے کہ سرحدات کی حد بندی کا کام مکمل ہونے تک حالات کنٹرول میں رکھوں اس کے بعد تمہارے علاقہ میں زیادہ دیر نہیں رہوں گا۔ ہاں اگر آپ لوگوں نے

مزاحمت جاری رکھی تو پھر میں طویل عرصہ تک تمہارے علاقہ میں موجود رہوں گا“ (15)۔

۹۵-۱۸۹۴ء آپریشنز اور طریقہ ابلاغ

محسود ملکوں کی کوشش کے باوجود جب محسود قبیلہ نے انگریز کی شرائط ماننے سے انکار کیا تو ۱۸ دسمبر کو ایک کالم نے وان سے براستہ تیارزہ، شراوگی اور کانگرم تک دوسرے کالم نے جنڈولہ سے براستہ سراروند، مروئی اور مکین تک جبکہ تیسرے کالم نے بنوں سے براستہ شکتوی، خیسورہ اور رزمک سے مکین تک پیش قدمی شروع کی۔ ان کالموں نے مکین کے مقام پر ملنا تھا۔ اس لئے تاریخ میں ان کو مکین آپریشنز کا نام بھی دیا گیا ہے۔ جنڈولہ کے راستے کالم نے مروئی میں ملاپاوندہ کے آبائی گاؤں کو جلا کر رکھ کر دیا اور مغرب میں دو میل کے فاصلے پر مکین میں کیمپ لگوا دیا۔ ملاپاوندہ نے جو مند بچ بھرت کر گئے تھے انگریز کو ایک بار پھر دھمکی آمیز خط بھیجا۔ ”خبردار! محسود بچوں نیڑھوں اور مستورات پر مظالم کا سلسلہ بند کرو ورنہ انجام وانا سے بھی بدتر ہو گا۔ وانا میں لیفٹیننٹ ہارن (Hurn) کے خون سے سرخ تلوار بھیج رہا ہوں تاکہ تم لوگ اس سے عبرت حاصل کرو“ (16)۔

فرنگی اس بار بھر پور تیاری کے ساتھ آئے تھے۔ آپریشنز کے دوران تمام سرکرہ غازیوں کے گھر مسمار کئے گئے۔ دماندی سے لاڑمہ تک حد بندی کی نشاندہی کی گئی۔ پہلی بار تمام دور افتادہ علاقوں اور ناقابل رسائی پہاڑ جیسے پیر غل وغیرہ تک فوج نے رسائی حاصل کی۔ تمام محسود علاقے کا جامع سروے کیا گیا اور کئی نئے راستے دریافت کئے گئے۔ یہ آپریشنز ۱۸ دسمبر ۱۸۹۴ء سے ۱۳ مارچ ۱۸۹۵ء تک جاری رہے۔ ۱۹ جنوری ۱۸۹۵ء کو جنرل لاکہارٹ نے حکومت کو مندرجہ ذیل تجاویز پیش کیں ”محسود قبیلہ سے تمام اسلحہ لیا جائے۔ جرمانے کی رقم قبائل کے الاؤنسز سے وصول کی جائے۔ جنڈولہ سے براستہ شہور تنگی وانا تک شاہراہ کی تعمیر عمل میں لائی جائے۔ جب تک افغانستان کے ساتھ سرحدات کی مستقل نشاندہی نہیں کی جاتی ملاپاوندہ کو کسی صورت میں محسود علاقہ میں نہ آنے دیا جائے۔“ مزید ۷۰ محسود ملکوں کو مطلع کیا گیا کہ شرائط کی تکمیل تک انگریز افواج تمہارے علاقہ میں رہیں گی۔ ان مہمات کے دوران فوج کے مختلف کالوں کے مابین اشاراتی رابطوں کے لئے کل ۷۰ سگنلرز (Signallers) تعینات کئے گئے تھے۔ جن میں ۲۰ کی کارکردگی مثالی رہی۔ اکثر اوقات ناموافق موسمی حالات کے پیش نظر اشاراتی رابطوں کے دوران شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تینوں کالموں کے مابین رابطوں کے قیام کے لئے فیلڈ ٹیلی گراف سسٹم پہلے سے جنڈولہ پر نصب کیا گیا تھا۔ تمام سگنلرز کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ تسلسل سے فیلڈ ٹیلی گراف کے ساتھ رابطہ قائم رکھیں۔ سگنلرز کسی مخصوص نشان ”O“ کے ذریعے پیغام وصول کرتے پھر کسی اور نشان کے ذریعے پوسٹ آفس ارسال کرتے جہاں سے ضروری ترمیم کے بعد سگنلرز کو دوبارہ دیا جاتا تھا۔ پھر شیشے کے ذریعے دوسرے سٹیشنوں سے صاف لائن (Clear Line) کے ذریعے جنرل آفیسر کمانڈنگ تک تمام پیغامات پہنچ پاتے تھے۔ لیمپ سگنلنگ (Lamp Signalling) صرف شدید ضرورت کی صورت میں استعمال میں لایا جاتا تھا۔ بارہ میل تک پیغام پہنچانے کے لئے سرخ جھنڈے استعمال کئے گئے (17)۔ اشن اور اسلحے کے ذخائر لے جانے کے لئے تین ہزار سرکاری فخر اور چھ ہزار اونٹ جو پاوندہ سے کرائے پر حاصل کئے گئے تھے استعمال میں لائے گئے۔

سرحدات کی حد بندی اور رابطے

محسود علاقہ میں ملاپاوندہ کی عدم موجودگی کے باعث فرنگی فوج پھیل گئی اور وانا پر مستقل قبضہ بھی کیا گیا۔ ڈیورنڈ لائن کی حد بندی کے سلسلے میں خط و کتاب کا سلسلہ شروع ہوا۔ سردار گل محمد نے یکم جنوری ۱۸۹۵ء کو افغان سلطان خان، کٹی خان اور میر صفر خان کے نام مکتوب بھیجا ”۲۱ دسمبر کو امیر کی طرف سے مجھے فرمان ملا ہے کہ خوست اور دارسخ کے درمیان زر میلان اور گول کی سرحدات کی حد بندی کا کام شروع ہونے والا ہے۔ آپ مذکورہ مقامات پر بروس کے کیمپ میں شامل ہو جائیں مجھے اور سردار شریندل کو حالات سے باخبر رکھیں۔“ جنرل

لاکھارٹ نے ۱۰ جنوری کو خوست کے گورنر شریندل خان کے نام خط لکھا ”امیر کی طرف سے واسرائے ہند کو اطلاع دی گئی ہے کہ وزیرستان کی حد بندی کے وقت افغان نمائندوں کو برطانیوی کیمپ میں شامل کریں۔ آپ اپنے نمائندوں کو دو مندی میں کنڈ اور گول دریاؤں کے مقامات پر ہمارے کیمپوں میں شامل ہونے کی دعوت دیں۔ کام مقررہ وقت پر شروع کیا جائے گا۔“ جنرل لاکھارٹ کے خط کے جواب میں سردار شریندل نے ۱۹ جنوری ۱۸۹۵ء کو کرم کے انتظامی آفیسر ڈوٹل کے نام خط لکھا ”مجھے سردار لاکھارٹ کی جانب سے خط ملا ہے۔ میں نے انکا مدعا سمجھا ہے انشاء اللہ مقررہ تاریخ پر افغان نمائندے امیر کی ہدایت کے عین مطابق دو مندی پہنچ جائیں گے“ (18)۔

خط و کتابت کے بعد جنوبی وزیرستان میں حد بندی کا کام شروع ہوا اور برٹل کے علاوہ وزیرستان انگریز کے تسلط میں آگیا۔ امیر عبدالرحمن نے اپنی سوانح حیات میں یوں لکھا ہے ”سرمرٹھریورٹڈ کے ساتھ تمام بات چیت کو ریکارڈ پر لانے کے لئے میں نے چپکے سے اپنے فٹشی سلطان محمد کو پردے کے پیچھے بٹھایا تھا معاہدہ طے پایا۔ چترال اور درہ بر و غل سے لے کر ترکوہ ملک سیاہ (جہاں ایران افغانستان اور بلوچستان کی سرحدیں ملتی ہیں) حد بندی کی گئی۔ داخن کافرستان، اسہار، دلال، ممند اور ایک حصہ برٹل میری سلطنت میں شامل ہو گیا۔ چمن ریلوے سٹیشن جتنی باقی ماندہ وزیرستان، کرم، آفریدی، باجوڑ، سوات، بنیر، دیر، چلاس اور چترال سے دستبردار ہو گیا۔“ شمالی وزیرستان کی حد بندی کے لئے یکم مارچ ۱۸۹۵ء کو فرنگی فوج دیر خیل پہنچ گئی جہاں سردار شریندل کے نمائندے اور درویش خیل وزیر ملک نام خان، بنی خان، سید خان، پہاؤ خان، محمد اکبر خان، حکیم خان اور خان محمد پہلے سے شیرانے میں موجود تھے۔ فرنگی نے یہاں کے ملک حضرات کیساتھ سازباز شروع کی۔ ملکوں نے لالچ میں آکر مشترکہ درخواست پیش کی کہ ”چونکہ فرنگی ہمارے علاقہ میں داخل ہو گئے ہیں ہم آپس کے تنازعوں اور محسود قبیلہ کی شہید واردات کے باعث یہ خواہش رکھتے ہیں کہ حکومت ہمیں اپنے سائے میں رکھے اور وہ تمام مراعات دے جو دوسرے مقبوضہ علاقوں کو دی گئی ہیں“ (19)۔ اس طرح شمالی وزیرستان پر انگریز کا قبضہ ہو گیا۔

ملاپانندہ کی سرگرمیاں اور رابطے

آپریشنز کے دوران انہوں نے تنگ درہ مند بچ بھرت کی اہل و عیال یہاں چھوڑ کر خود برٹل چلے گئے۔ وہاں انہوں نے کابل خیل وزیر کو فرنگی کے خلاف جہاد پر آمادہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ فوج کی موجودگی کے باعث تحریک جہاد میں شامل ہونے پر آمادہ نہ ہوئے۔ ملاپانندہ ۱۸ جنوری ۱۸۹۵ء کو ملک سادے خان مداخیل کے چچا زاد بھائی ایوب خان کے ساتھ شیرانے میں قیام پذیر رہے۔ مارچ ۱۸۹۵ء کو لشکر جمع کرنے کی غرض سے سپین وام اور کرم کا سفر کیا پھر داوڑ کے علاقے عیدک آئے۔ وزیرستان کے مختلف قبیلوں کے ہر گھرانے سے شکرانے کے دورپے وصول کرنے کے لئے طالبان کو بھیجا۔ مزید انہوں نے شکرانے وصول کرنے اور قبائل سے رابطوں کی غرض سے داوڑ وانا اور برٹل تک اپنے پیروکاروں کو بھیجا۔ دریں اثنا ملکوں کے ذریعے حکومت کو اطلاع ملی کہ ملاپانندہ نے شہور کے قبائل سے شکرانہ لینے کے لئے آدمی بھیجے ہیں اور خود بھی آنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انگریز نے شمن خیل ملکوں کو بتایا کہ ملاپانندہ کو اپنے علاقہ میں مت آنے دو اگر وہ زبردستی کرتا ہے تو اس صورت میں حکومت تمہاری مدد کرے گی۔ ملاپانندہ نے شہور کا دورہ منسوخ کیا۔ ۲۸ جون کو اپنے پیروکاروں کے ہمراہ رزمک گئے اور ہر گھرانے سے دورپے وصول کئے۔ دوسرے دن خیوسرہ میں طوری خیل کے پاس گئے وہاں سے دو سلی اور پھر داوڑ کے علاقہ میں گئے۔ ادھر نیاز گل سے گل حسن وزیر نے انگریز کو اطلاع دی کہ ”ملاپانندہ بہت سارے طالبان کے ساتھ رزمک آئے ہوئے ہیں۔ ان کا ارادہ وزیر اور بعد میں داوڑ قبائل سے رابطہ قائم کرنے کا ہے۔ انہوں نے دو سو طالبان روزانی اور مارغہ بھیجے ہیں جہاں پر انہوں نے ۲۶۰ روپے کا شکرانہ وصول کیا ہے اور شمن خیل وزیر نے ضرورت کے وقت دس گھرانے پر ایک آدمی دینے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ طالبان پائی خیل، داوڑ دیر، خیل، مانزر، شوال اور برٹل بھیجے ہیں۔ انگریز نے علاقہ کے ملکوں پر زور دیا کہ ملاپانندہ کے ارادے خطرناک ہیں انہیں اپنے علاقے سے نکال دیں۔ انگریز کی دھمکی کے جواب

میں ملاپاوندہ نے ملک شاد امیر خان کے ہاتھ انگریز کو خط بھیجا ”داؤد اور محسود قبائل میرے ساتھ علاقہ میں شرعی احکام کی پاسداری کی خاطر اتحاد کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے پیر کاروں کے ذریعے ان کے ساتھ رابطوں کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ جو لوگ محض پیسوں کی خاطر جاسوسی کرتے ہیں انکی باتوں کا یقین نہ کرو۔ اگر آپ کو یہ پسند نہیں تو مجھے مطلع کریں تاکہ کہیں اور ہجرت کروں“ (20)۔

دوسری طرف محسود ملکوں نے پولیٹیکل آفیسر گرانٹ کو درخواست دی ”ملاپاوندہ نے وزیرستان میں کافی اثر و رسوخ حاصل کیا ہے اور کھلے عام یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ وہ محسود وزیر اور داؤد قبائل کے ہمراہ امیر کابل سے امداد کی خاطر کابل جا رہے ہیں۔ کابل سے واپسی پر انکی طاقت میں اضافہ ہو جائے گا جو حکومت اور ہم (ملک) دونوں کے لئے بہت ساری مشکلات پیدا کریں گے۔ انہوں نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ حکومت سے مراعات لینے والوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ ہمارے قبیلے کے لوگوں کو ہمارے خلاف کیا ہے جس کے باعث ہماری جانوں کو خطرہ ہے۔ آپ ہماری درخواست پر غور کر کے ہمارے علاقے پر قبضہ کریں اور کاننگرم، مکین اور دوسرے مرکزی مقامات پر چوکیاں قائم کریں۔“ گرانٹ نے ملکوں کو بتایا کہ ”محسود علاقہ پر قبضہ اور ملاپاوندہ کے خلاف تادیبی اقدامات سے حکومت کے خلاف کھلی بغاوت ابھرنے کا خطرہ ہے۔ امیر کابل ملاپاوندہ کی مدد اس لئے نہیں کریں گے کہ وہ ڈیورنڈ معاہدے کے تحت حکومت ہند سے بھاری وظیفہ لے رہے ہیں۔ ہمیں افغانستان سے ملاپاوندہ کی واپسی کا انتظار کرنا چاہیے“ (21)۔

ملاپاوندہ کی افغانستان ہجرت

آپ کا مقابلہ بہت بڑی قوت سے تھا اور خاص بات یہ کہ انگریز کو تقریباً تمام بااثر افراد کا تعاون بھی حاصل تھا اور ساتھ علاقہ میں بہت بڑی فوج بھی متحرک تھی۔ ان حالات میں خالی ہاتھ مقابلہ کیسے کیا جاسکتا تھا؟ چنانچہ امیر کابل سے امداد کی غرض سے آپ نے سات سو افراد پر مشتمل قافلہ جس میں تین سو مستورات بھی شامل تھیں کے ہمراہ ۳ اگست ۱۸۹۶ء کو کابل ہجرت کی۔ آپکی آمد سے متعلق ”خبرنامہ کابل“ میں خبر شائع ہوئی ”وہاں سے چار ہزار افراد نے افغانستان ہجرت کی ہے۔ امیر کے کہنے پر انکے لئے قلعہ بالا حصار کے گرد و نواح میں خیمے لگوائے ہیں۔ ان کا قائد ملاپاوندہ ہے۔ یہ لوگ انگریز کے زیر سایہ رہنا نہیں چاہتے۔ انکی خواہش ہے کہ ان کا علاقہ انگریز سے واپس لیا جائے۔“ ملاپاوندہ نے ۸ اگست کو امیر کابل کے ساتھ ملاقات کی جس میں آپ نے امیر پر واضح کیا ”ہم فرنگی کی رعایا نہیں ہیں۔ مسلمانوں کے بادشاہ کی حیثیت ہے اگر آپ ہماری مدد کریں تو ہم فرنگی کے خلاف آخری دم تک لڑنے کیلئے تیار ہیں۔“ امیر کابل نے کہا ”میں نے مذہب اسلام کے تحت مسلمانوں کی بہتری کیلئے انگریزوں کے ساتھ معاہدہ کیا ہے جب تک وہ خلاف ورزی نہیں کریں گے میں بھی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ اگر آپ لوگ انکی رعایا کی حیثیت سے وزیرستان میں رہنا نہیں چاہتے تو یہاں افغانستان ہجرت کریں۔“ دوسرے دن ملاپاوندہ نے امیر کو درخواست پیش کی ”ہم نے آپ کا مدعا سمجھا ہے اسلئے ہم نے افغانستان ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہم فرنگی کے ساتھ نہیں لڑیں گے اور آپ کی ہدایات پر عمل پیرا رہیں گے۔ آپ ہمیں افغانستان میں زرعی زمین اور رہائش کیلئے جگہ عنایت کریں۔ انگریز ہمارے خلاف کوئی تعرض نہ کرے اور وہ ہم سے وزیرستان میں ہماری زمین باغات اور مکانات خریدے۔ امیر نے کہا ”فی الحال آپ یہاں رہیں میں حکومت ہند کو آپ کی درخواست کے متعلق لکھوں گا پھر آپ کو آگاہ کروں گا“ (22)۔ انہوں نے مزید یہ بھی کہا کہ فرنگی کے ساتھ لڑنے جھگڑنے سے گریز کریں اگر وہ تمہارے علاقہ میں قلعہ یا شاہراہیں تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو ان کے بدلے ان سے بڑے بڑے معاوضوں کا مطالبہ کریں۔

امیر کابل نے ۱۵ اگست کو وائسرائے ہند کو لکھا ”وزیرستان کے مختلف قبیلوں پر مشتمل ایک بڑا وفد بغیر اطلاع کے افغانستان میں داخل ہوا ہے۔ انکا کہنا ہے کہ وزیرستان میں ان کے لئے رہنا ممکن ہے اس لئے افغانستان ہجرت کی ہے۔ انہوں نے ایک درخواست بھی دی ہے کہ انگریز حکام کے ہاتھوں انکے جانی و مالی نقصانات کا ازالہ کیا جائے اور وزیرستان میں انکے مکانات اور جائیداد کی قیمت ادا کی جائے۔ آپ

برائے مہربانی جواب سے جلد مطلع فرمائیں تاکہ ان لوگوں کو مطلع کیا جاسکے۔“ وائسرائے نے ۱۰ ستمبر ۱۸۹۶ء کو امیر کابل کے خط کے جواب میں لکھا ”وزیرستان کے جن قبائل نے افغانستان ہجرت کی ہے برطانوی حکومت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہم نے اپنے آفیسر کو منع کیا ہے کہ جو لوگ اپنی مرضی سے افغانستان ہجرت کر رہے ہیں انکی راہ میں کوئی مشکلات پیدا نہ کی جائیں۔ درخواست کنندگان کو مکمل آزادی ہے کہ وہ قبیلے کے لوگوں کی وساطت سے اپنی جائیداد فروخت کرنے کا اہتمام کریں۔ برطانوی حکام ان کی ذاتی جائیداد کی خرید و فروخت میں کوئی مداخلت نہیں کریں گے“ (23)۔ وائسرائے کے اس خط کے بعد ملاپانڈہ نے امیر کابل سے ایک دفعہ پھر تفصیلی بات چیت کی اور پھر واپس وزیرستان لوٹنے کا فیصلہ کیا۔

وزیرستان واپسی اور رابطے

زیرک سیاستدان ہونے کے ناطے حالات کا بغور جائزہ لینے کے بعد آپ ایک نئے جذبے اور پروگرام کے ساتھ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۶ء کو کابل سے وزیرستان کیلئے روانہ ہوئے۔ ارگین کے مقام پر سات ہزار قبائل نے آپ کا استقبال کر کے آپ کے ساتھ عہد کیا کہ اگر فرنگی حکومت نے مداخلت یا کسی اور مقام پر قلعے تعمیر کرنے کی کوشش کی تو اس کی بھرپور مزاحمت کی جائے گی۔ اکتوبر میں وہ برٹل اور شوال کے راستے اپنے گاؤں مروئی پہنچے جہاں پر مختلف سرکردہ قبائل سے رابطے قائم کر کے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا اور انہیں امیر کابل کے ساتھ بات چیت سے آگاہ کیا۔ آپ کی تمام تر کوشش یہ رہی کہ وزیرستان میں خون خرابہ نہ ہو اس لئے انہوں نے گوریل کارروائیوں پر توجہ مرکوز رکھی۔ مگر ساتھ ہی وہ میدان سیاست کے چیمپئن بھی تھے۔ ۱۱ اکتوبر کو پولیٹیکل آفیسر وانا گرانٹ کے نام خط میں اس پر واضح کیا۔ ”میں چاہتا ہوں کہ وزیرستان میں اسلام دشمنی کے باعث تشدد کا سلسلہ بند کیا جائے اور پہاڑی علاقہ پر صرف میرا قبضہ رہے۔ اس سلسلے میں قبائل کے ساتھ میرے رابطوں پر حکومت شک و شبہ نہ کرے اور یہ کہ ارگین میں سات ہزار قبائل نے قرآن شریف پر میرے ساتھ حلف اٹھایا ہے کہ اگر انگریز وزیرستان میں قلعے تعمیر کرنا چاہے تو ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ اس لئے ہمارے علاقہ میں پیش قدمی سے گریز کیا جائے۔“ گرانٹ نے ۱۴ اکتوبر کو کھٹور ڈیرہ کو لکھا ”ہمارے دوستوں کی اطلاع کے مطابق ملاپانڈہ نے اگلے جمعہ کو کانگرم میں محسود جرجہ طلب کیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق یوں محسوس ہوتا ہے کہ امیر نے ان کے ساتھ خفیہ گٹھ جوڑ کر رکھا ہے۔ اس لئے وہ دورہ کابل سے مطمئن نظر آتے ہیں۔ انہوں نے مجھے ایک خط بھی لکھا ہے کہ انہوں نے کابل میں ایک بڑے وفد کے ہمراہ امیر کابل سے ملاقات میں درخواست دی ہے کہ انگریز کو وزیرستان میں مزید خون خرابہ اور پیش قدمی سے منع کرو ورنہ بہت خون خرابہ ہوگا“ (24)۔

دفاعی حکمت عملی

آپ پہاڑی علاقہ کو انگریز سامراج سے محفوظ رکھنے کے دفاعی تقاضوں سے بھی غافل نہیں تھے۔ آپ نے خیمسورہ (شمالی وزیرستان) میں توروام کے مقام پر جنوبی وزیرستان میں شہورنگی کی شاہراہ پر وند اور جنڈولہ مکین شاہراہ میں کوٹ کئی کے مقام پر قلعے تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا اور ضروری ساز و سامان کیلئے اخلاص خان کو ۵۰ روپے بھی دیئے اور ساتھ محسود علاقہ میں یہ پروپیگنڈہ بھی شروع کیا کہ امیر کابل نے پہاڑی علاقہ کی آزادی برقرار رکھنے کے لئے ان کے ساتھ ہر قسم تعاون کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ فروری ۱۸۹۷ء میں مروئی میں لشکر کیلئے دو ہزار روپے کے عوض زمین خریدی اور ساتھ پن چکی کا قیام بھی عمل میں لایا۔ اس دوران دشمن کے خلاف گوریل کارروائیاں تسلسل سے جاری رہی جن میں ذرائع نقل و حمل پر حملہ کرنے کو فوقیت حاصل تھی۔ آپ کی ایما پر شمالی وزیرستان میں بنوں میرانشاہ شاہراہ پر ڈاک ٹانگہ پر حملہ میں ایک سرکاری ملازم اور ٹانگہ کے دونوں گھوڑے قتل کئے گئے (25)۔ دوسرا حملہ میرانشاہ قلعہ کے نواح میں فرنگی کانوائے کے اونٹوں پر کیا گیا اس کے تین دن بعد یہ قلعہ کے نواح میں اونٹوں کے کاررواں پر پھر حملہ کیا گیا۔

مانزر کا المیہ اور انوکھا بلاغی طریقہ

انگریز وزیرستان میں ۱۸۹۶ء کے اختتام پر وانا اور میرانشاہ کے مقامات پر ہیڈ کوارٹرز اور سروکئی، جٹولہ، شہور تنگی (جنوبی وزیرستان)، عیدک اور دتہ خیل (شمالی وزیرستان) میں چوکیاں قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اس طرح بعض علاقوں میں پولیٹیکل محرر مقرر کئے گئے جو متعلقہ علاقے کی صورت حال سے حکام کو باخبر رکھتے تھے۔ مانزر میں ہندرام نامی ایک ہندو کو محرر تعینات کیا گیا۔ وہ اکثر اس ویلہ (پانی کی ندی) میں نہاتا تھا جہاں خواتین مشکیزے بھرتی تھیں۔ ۹ جون ۱۸۹۶ء کو ایک مد اخیل نوجوان وارث خان نے اسے جہنم رسید کیا۔ ۱۰ جون کو پولیٹیکل آفیسر (گی) (H.A. Gee) نے ایک مسلح دستہ کے ہمراہ مد اخیل سے جرمانے وصول کرنے اور لیوی پوسٹ کے قیام کیلئے مانزر کا دورہ کیا۔ ملک سادے خان نے ان کے لئے کھانے کا بندوبست کیا تھا۔ کھانے کے بعد ”گی“ نے مد اخیل کا جرگہ بلا کر فوری جرمانہ ادا کرنے پر زور دیا۔ فوج نے فاتحانہ انداز میں بگل اور ڈھول بجائے۔ یہاں کے قبائل فرنگی کی اس حرکت پر بہت برہم ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے مسلح ہو کر فیصلہ کیا کہ جس وقت فلاں سفید ریش بزرگ اپنے برج پر تلوار لہرائے گا۔ جرگہ میں موجود فلاح شخص انگریز کرئل پر فائر کرے گا اور پھر پور حملہ کیا جائے گا۔ تیاری مکمل ہونے پر ایک بوڑھے نے برج پر چڑھ کر تلوار لہرائی ایک نوجوان نے فوراً کرئل پر فائر کر کے اسے قتل کیا پھر سب قبائل فوج پر ٹوٹ پڑے۔ نوبت دست بدست لڑائی تک جا پہنچی۔ فوج میں شامل تمام آفیسر (سوائے گی کے) اور سپاہیوں کو قتل یا شدید زخمی کر دیا۔ لڑائی کے آغاز پر ایک گھوڑ سوار وہاں سے دتہ خیل قلعہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس لئے دتہ خیل سے تازہ مک پہنچ گئی۔ فوج نے شیر نئے پر توپوں سے گولہ باری شروع کر دی (26)۔ غازیوں نے یہاں بھی ان کا پیچھا کیا اور فوج کو دتہ خیل واپس بھگادیا۔ اس واقعے کی خبر پورے قبائلی علاقہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ جس سے قبائلی پٹی میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ اسکی تفصیل دوسرے باب میں دی گئی ہے۔

فرنگی نے اس ذلت آمیز شکست کا بدلہ لینے کے لئے ۳۰ جولائی کو جنرل کوری برڈ (Corrie Bird) کی قیادت میں دو بریگیڈ فوج کے ساتھ دتہ خیل، شیر نئے اور مانزر پر حملہ کیا۔ انگریز کا خیال تھا کہ فوج پر حملہ ملاپاوندہ کی ایماء پر کیا گیا ہے۔ لیکن انہیں ملاپاوندہ کے ملوث ہونے کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔

گرانٹ (Grant) کی تجویز

مانزر کے واقعے کے بعد فرنگی مظالم کے خلاف تمام وزیرستان میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ قلعے، چھاؤنیاں اور چوکیاں محفوظ نہیں تھیں جس پر گرانٹ نے ۲۹ جون ۱۸۹۶ء کو کمشنر ڈیرہ کی تجویز پیش کی کہ ”ملاپاوندہ“ کے ساتھ ہماری ملاقات بہت ضروری ہے مگر بہتر یہ ہو گا کہ محسود ملک کی جانب سے درخواست پیش کی جائے کہ ملاپاوندہ حکومت کے ساتھ صلح کی خواہش رکھتے ہیں۔ حکومت انکی سابقہ سرگرمیوں کو نظر انداز کرے اور ان کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔ کمشنر ڈیرہ کا خیال تھا کہ ملاپاوندہ کو اہمیت دینا ان کی طاقت یا شخصیت کو تسلیم کرنے کے مترادف ہو گا اس لئے ان کے ساتھ معاملہ کرتے وقت ملک حضرات کی وساطت سے رابطہ کرنا چاہیے۔ انگریز در پردہ ملاپاوندہ کے ساتھ صلح کرنے کی شدید خواہش رکھتے تھے۔ آپ کو فرنگی کی اس کمزوری کا خوبی علم تھا اس لئے آپ اپنا مطلب نکالنے کیلئے انگریز کے ساتھ مذاکرات کے شوشے چھوڑتے تھے۔

گورنر پنجاب کے نام خطوط

آپ نے ۶ اگست ۱۸۹۶ء کو گورنر پنجاب کے نام خط میں لکھا ”میں نے سنا ہے کہ آپ قابل اعتماد اور وعدہ نبھاہ شخصیت ہیں۔ میں آپ کے ساتھ صلح کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ صلح کے بعد مسلمان اور انگریز کے مابین تنازعات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ دوسری خاص بات یہ کہ

ہمارے ایک خاص آدمی کو ملکوں کی سازش کے باعث آپ لوگوں نے جیل میں قید کر رکھا ہے اس کا نام ججو ہے وہ بالکل بے گناہ اور قابل اعتماد آدمی ہے اور سرکار کیلئے بڑا مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس کو رہا کریں گے۔“

۱۱ اگست کو دوسرے خط میں اپنا مدعا یوں واضح کیا:

مسلمانوں اور انگریزوں کے مابین مائزر کے مقام جو معرکہ رونما ہوا اس میں فرنگی مسلمانوں پر ایسے بے دردی سے حملہ آور ہوئے کہ بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ فرنگی کے لئے یہ واقعہ بدنامی کا باعث بنا۔ اس واقعہ کے پیچھے چند ملک اور سرکاری ملازمین کا ہاتھ تھا۔ ان کا منشاء اپنی تنخواہوں میں اضافہ کرنا اور حکومت کو بدنام کرنا تھا۔ اور یہ کہ وانا کمپ پر حملے کے بعد بدوس نے شیخ بدین میں محسوس جرم کو بتایا تھا کہ انہوں نے پہاڑی علاقہ ملاپانندہ کو گھس کیا ہے۔ اس کے برعکس ملکوں نے قبائل میں پروپیگنڈہ شروع کیا کہ انگریز تمہارے علاقہ پر قبضہ جمانا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم امیر کے پاس گئے اور انہیں درخواست دی کہ انگریز کو قبائل پر تشدد اور ہمارے علاقہ پر قبضہ کرنے سے منع کریں۔ افغانستان سے داہسی پر معلوم ہوا کہ انگریز فوج دہ خیل تک پہنچ چکی ہے۔ ملکوں نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ وانا کے راستے فرنگی فوج محسوس علاقہ میں پیش قدمی کرنے والی ہے۔ میں نے تمام مسلمانوں کو جمع کیا ہے سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ فوج کی پیش قدمی کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ ہمارے علاقہ پر قبضہ کرنے میں انگریز کو فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہے۔ بہتر ہوگا کہ قیام امن کی خاطر ہمارے مابین فیصلہ ہو جائے۔ میری تجویز ہے کہ مراعات (الاءسیز) ملکوں کی جائے پورے قبیلہ کو ادا کئے جائیں۔ انگریز حکام نے مجھے لکھا ہے کہ بنوں اور ٹانک میں مجھے ۹۰۰ کنال زمین دی جائے گی۔ میں نے انکی پیش کش ٹھکرا دی ہے۔ اگر آپ کی بھی یہی خواہش ہے تو پھر میں دس علماء کرام سے پوچھوں گا کہ اگر وہ اجازت دیں تو پھر مذہب کے حوالے میرے لئے جائز ہوگا (27)۔

انگریز کے ساتھ ملاپانندہ کے راجپوتوں کا مقصد یہ تھا کہ وہ وزیرستان کو بغیر کسی خون خرابہ کے آزاد رکھنا چاہتے تھے۔ حالانکہ وہ وزیرستان میں بہت مضبوط حیثیت کے مالک تھے اور سرکاری ملکوں کے علاوہ سب قبائل ان کی روحانیت اور جرات مندانہ قیادت سے بہت متاثر تھے۔ آپ نے سیاست اور گورنر پلاکارروائی کو یکجا کر کے انگریز کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا۔ ۱۹ اگست ۱۸۹۸ء کو سورکر کے مقام ڈاک ٹانگہ پر حملہ کے دوران دو سپاہی ایک سیگنلر اور کوچوان کو قتل کیا گیا۔ فروری ۱۸۹۹ء میں گمبستی جو غازیوں کا ٹھکانہ تھا پر فرنگی فوج نے حملہ کیا۔ فریقین میں گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں بہت سارا جانی نقصان ہوا۔ ادھر جنوبی وزیرستان میں آپ کے پیروکار خاصے سرگرم رہے۔ ان کی تمام کارروائیوں کے مراکز درہ گول اور ژوب تھے۔ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو آپ نے ایک دفعہ پھر بہت بڑے لشکر کے ساتھ کوٹ کئی، سپلا توئی، برونڈ، خیسورہ اور شکسی جانے کا پروگرام ترتیب دیا اور لوگوں سے کہتے رہے کہ اگر فرنگی نے کند یوام کے راستے ڈاک کی ترسیل جاری رکھی تو اس پر حملہ کیا جائے گا۔ انگریز سلسلہ مواصلات پر حملے کی دھمکی سے خاصے پریشان ہوئے۔ بوقت ضرورت حالات سے عہدہ براء ہونے کے لئے ٹانک میں فوج بھرائی۔ مگر تادمی کارروائی سے پہلے ملاپانندہ کے ساتھ صلح کرنے کی خفیہ کوشش جاری رکھی گئی۔

چیف سیکرٹری پنجاب نے ستمبر ۱۸۹۹ء میں حکومت ہند کو لکھا ”ملاپانندہ نے کئی بار حکومت کے ساتھ صلح کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ وہ محسوس قبیلہ میں بہت بااثر شخصیت ہیں۔ اگر انہیں مراعات لینے پر قائل کیا جائے تو اس طرح قبائل کے ہاں ان کی اہمیت میں کمی واقعہ ہو گی۔“ حکومت نے جواب میں لکھا کہ اگر پولیٹیکل ایجنٹ وانا کے ذریعے انہیں مراعات لینے پر قائل کیا جائے تو یہ ایک دانشمندانہ فیصلہ ہوگا۔ محسوس ملکوں کو جب گرین سگنل مل گیا تو انہوں نے ۲۲ نومبر ۱۸۹۹ء کو ہدایات کے عین مطابق سروکئی میں لیفٹیننٹ گورنر کو درخواست پیش کی۔

”ہم درے محسوس درخواست کرتے ہیں کہ ملاپانندہ محسوس قبیلے کی قد آور شخصیت ہیں۔ اس لئے حکومت کو ملاپانندہ سے متعلق فراغ دلی کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور انہیں علاقہ سرکار میں آزادانہ نقل و حمل کی اجازت دینی چاہیے۔ اگرچہ وہ حکومت کے مخالف نہیں ہیں مگر حکومت ان پر اعتماد نہیں کرتی۔ اس لئے اکثر بد معاش ان کو حکومت کے مخالف سمجھتے ہیں اور مختلف وارداتوں کے بعد ان کے ہاں پناہ لیتے ہیں۔ یہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے باعث تکلیف بنا ہوا ہے۔ لہذا حکومت ان کی سابقہ سرگرمیاں معاف کر کے ان کے ساتھ مشفقانہ رویہ اختیار کرے۔“

اس درخواست پر ۲۷ ملکوں نے انگوٹھے لگائے۔ انگریز نے اس دوران وزیرستان میں قبائلی نوجوانوں پر مشتمل ملیشیاء کے قیام کا پروگرام شروع کیا۔ ملاپاوندہ نے انہیں خبردار کیا کہ اس بارے میں ملکوں کی بجائے ان سے مشورہ کیا جائے ورنہ نتائج خطرناک ہوں گے۔ بظاہر انگریز یہ ظاہر کرتے رہے کہ ملاپاوندہ حکومت کے لئے کوئی غیر معمولی شخصیت نہیں ہیں لیکن درپردہ ان کی دیرینہ خواہش رہی کہ ملاپاوندہ حکومت کا وفادار بن جائے۔

ملاپاوندہ اور واٹسن (Watson) کی ملاقات

محسود ملکوں کی درخواست کی روشنی میں ۲۶ فروری ۱۹۰۰ء کو جنڈولہ میں دو تک خلع کے مقام پر ملاپاوندہ اور پولیٹیکل ایجنٹ وانا مسٹر واٹسن کے درمیان ملاقات طے پائی۔ ملاپاوندہ نے ملاقات سے پہلے وزیرستان کے قبائل کو صلاح مشورے کے ذریعے اعتماد میں لیا۔ ملاقات کے دن بہت سارے قبائل جنڈولہ میں جمع تھے انگریز کو خوف تھا کہ ملاقات کے یہاں انگریز حکام پر حملہ نہ کیا جائے۔ اس لئے جنڈولہ قلعہ میں ۶۳ ملک اور ۱۱۵ قبائلی پرغمال بنائے گئے۔ دو بجے مسلح دستہ کی حفاظت میں ملاپاوندہ ملائزر اللہ اور چند شیخان کے ہمراہ جائے مقرر پر پہنچ گئے۔ واٹسن کے ساتھ میجر ہارمن، لیفٹیننٹ جیوٹ اور تحصیلدار محمد اعظم موجود تھے۔ ملاقات کے دوران ملاپاوندہ نے تجاویز پیش کیں۔ ”فرنگی مجھے آزادانہ نقل و حمل کی اجازت دیں تاکہ میں مذہبی تبلیغ کو دوام بخش سکوں۔ دوئم یہ کہ جنڈولہ سرحد کئی کند یوام اور وانا میں حکومت کی مداخلت کا کوئی جواز نہیں ہے۔ حکومت ان علاقوں میں چوکیاں تعمیر نہ کریں اور کند یوام کے راستے ڈاک کی ترسیل بند کریں۔ سوئم یہ کہ حکومت محسود قبیلہ کے ساتھ حد بندی کی لائن کا تعین کریں جس کے بعد محسود علاقہ میں مداخلت سے گریز کیا جائے۔“ ان تجاویز کے بارے میں ملاپاوندہ نے محسود قبیلہ کے ساتھ حد بندی کی لائن کا تعین کریں جس کے بعد محسود علاقہ میں مداخلت سے گریز کیا جائے۔“ (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰) (۱۰۰۱) (۱۰۰۲) (۱۰۰۳) (۱۰۰۴) (۱۰۰۵) (۱۰۰۶) (۱۰۰۷) (۱۰۰۸) (۱۰۰۹) (۱۰۱۰) (۱۰۱۱) (۱۰۱۲) (۱۰۱۳) (۱۰۱۴) (۱۰۱۵) (۱۰۱۶) (۱۰۱۷) (۱۰۱۸) (۱۰۱۹) (۱۰۲۰) (۱۰۲۱) (۱۰۲۲) (۱۰۲۳) (۱۰۲۴) (۱۰۲۵) (۱۰۲۶) (۱۰۲۷) (۱۰۲۸) (۱۰۲۹) (۱۰۳۰) (۱۰۳۱) (۱۰۳۲) (۱۰۳۳) (۱۰۳۴) (۱۰۳۵) (۱۰۳۶) (۱۰۳۷) (۱۰۳۸) (۱۰۳۹) (۱۰۴۰) (۱۰۴۱) (۱۰۴۲) (۱۰۴۳) (۱۰۴۴) (۱۰۴۵) (۱۰۴۶) (۱۰۴۷) (۱۰۴۸) (۱۰۴۹) (۱۰۵۰) (۱۰۵۱) (۱۰۵۲) (۱۰۵۳) (۱۰۵۴) (۱۰۵۵) (۱۰۵۶) (۱۰۵۷) (۱۰۵۸) (۱۰۵۹) (۱۰۶۰) (۱۰۶۱) (۱۰۶۲) (۱۰۶۳) (۱۰۶۴) (۱۰۶۵) (۱۰۶۶) (۱۰۶۷) (۱۰۶۸) (۱۰۶۹) (۱۰۷۰) (۱۰۷۱) (۱۰۷۲) (۱۰۷۳) (۱۰۷۴) (۱۰۷۵) (۱۰۷۶) (۱۰۷۷) (۱۰۷۸) (۱۰۷۹) (۱۰۸۰) (۱۰۸۱) (۱۰۸۲) (۱۰۸۳) (۱۰۸۴) (۱۰۸۵) (۱۰۸۶) (۱۰۸۷) (۱۰۸۸) (۱۰۸۹) (۱۰۹۰) (۱۰۹۱) (۱۰۹۲) (۱۰۹۳) (۱۰۹۴) (۱۰۹۵) (۱۰۹۶) (۱۰۹۷) (۱۰۹۸) (۱۰۹۹) (۱۱۰۰) (۱۱۰۱) (۱۱۰۲) (۱۱۰۳) (۱۱۰۴) (۱۱۰۵) (۱۱۰۶) (۱۱۰۷) (۱۱۰۸) (۱۱۰۹) (۱۱۱۰) (۱۱۱۱) (۱۱۱۲) (۱۱۱۳) (۱۱۱۴) (۱۱۱۵) (۱۱۱۶) (۱۱۱۷) (۱۱۱۸) (۱۱۱۹) (۱۱۲۰) (۱۱۲۱) (۱۱۲۲) (۱۱۲۳) (۱۱۲۴) (۱۱۲۵) (۱۱۲۶) (۱۱۲۷) (۱۱۲۸) (۱۱۲۹) (۱۱۳۰) (۱۱۳۱) (۱۱۳۲) (۱۱۳۳) (۱۱۳۴) (۱۱۳۵) (۱۱۳۶) (۱۱۳۷) (۱۱۳۸) (۱۱۳۹) (۱۱۴۰) (۱۱۴۱) (۱۱۴۲) (۱۱۴۳) (۱۱۴۴) (۱۱۴۵) (۱۱۴۶) (۱۱۴۷) (۱۱۴۸) (۱۱۴۹) (۱۱۵۰) (۱۱۵۱) (۱۱۵۲) (۱۱۵۳) (۱۱۵۴) (۱۱۵۵) (۱۱۵۶) (۱۱۵۷) (۱۱۵۸) (۱۱۵۹) (۱۱۶۰) (۱۱۶۱) (۱۱۶۲) (۱۱۶۳) (۱۱۶۴) (۱۱۶۵) (۱۱۶۶) (۱۱۶۷) (۱۱۶۸) (۱۱۶۹) (۱۱۷۰) (۱۱۷۱) (۱۱۷۲) (۱۱۷۳) (۱۱۷۴) (۱۱۷۵) (۱۱۷۶) (۱۱۷۷) (۱۱۷۸) (۱۱۷۹) (۱۱۸۰) (۱۱۸۱) (۱۱۸۲) (۱۱۸۳) (۱۱۸۴) (۱۱۸۵) (۱۱۸۶) (۱۱۸۷) (۱۱۸۸) (۱۱۸۹) (۱۱۹۰) (۱۱۹۱) (۱۱۹۲) (۱۱۹۳) (۱۱۹۴) (۱۱۹۵) (۱۱۹۶) (۱۱۹۷) (۱۱۹۸) (۱۱۹۹) (۱۲۰۰) (۱۲۰۱) (۱۲۰۲) (۱۲۰۳) (۱۲۰۴) (۱۲۰۵) (۱۲۰۶) (۱۲۰۷) (۱۲۰۸) (۱۲۰۹) (۱۲۱۰) (۱۲۱۱) (۱۲۱۲) (۱۲۱۳) (۱۲۱۴) (۱۲۱۵) (۱۲۱۶) (۱۲۱۷) (۱۲۱۸) (۱۲۱۹) (۱۲۲۰) (۱۲۲۱) (۱۲۲۲) (۱۲۲۳) (۱۲۲۴) (۱۲۲۵) (۱۲۲۶) (۱۲۲۷) (۱۲۲۸) (۱۲۲۹) (۱۲۳۰) (۱۲۳۱) (۱۲۳۲) (۱۲۳۳) (۱۲۳۴) (۱۲۳۵) (۱۲۳۶) (۱۲۳۷) (۱۲۳۸) (۱۲۳۹) (۱۲۴۰) (۱۲۴۱) (۱۲۴۲) (۱۲۴۳) (۱۲۴۴) (۱۲۴۵) (۱۲۴۶) (۱۲۴۷) (۱۲۴۸) (۱۲۴۹) (۱۲۵۰) (۱۲۵۱) (۱۲۵۲) (۱۲۵۳) (۱۲۵۴) (۱۲۵۵) (۱۲۵۶) (۱۲۵۷) (۱۲۵۸) (۱۲۵۹) (۱۲۶۰) (۱۲۶۱) (۱۲۶۲) (۱۲۶۳) (۱۲۶۴) (۱۲۶۵) (۱۲۶۶) (۱۲۶۷) (۱۲۶۸) (۱۲۶۹) (۱۲۷۰) (۱۲۷۱) (۱۲۷۲) (۱۲۷۳) (۱۲۷۴) (۱۲۷۵) (۱۲۷۶) (۱۲۷۷) (۱۲۷۸) (۱۲۷۹) (۱۲۸۰) (۱۲۸۱) (۱۲۸۲) (۱۲۸۳) (۱۲۸۴) (۱۲۸۵) (۱۲۸۶) (۱۲۸۷) (۱۲۸۸) (۱۲۸۹) (۱۲۹۰) (۱۲۹۱) (۱۲۹۲) (۱۲۹۳) (۱۲۹۴) (۱۲۹۵) (۱۲۹۶) (۱۲۹۷) (۱۲۹۸) (۱۲۹۹) (۱۳۰۰) (۱۳۰۱) (۱۳۰۲) (۱۳۰۳) (۱۳۰۴) (۱۳۰۵) (۱۳۰۶) (۱۳۰۷) (۱۳۰۸) (۱۳۰۹) (۱۳۱۰) (۱۳۱۱) (۱۳۱۲) (۱۳۱۳) (۱۳۱۴) (۱۳۱۵) (۱۳۱۶) (۱۳۱۷) (۱۳۱۸) (۱۳۱۹) (۱۳۲۰) (۱۳۲۱) (۱۳۲۲) (۱۳۲۳) (۱۳۲۴) (۱۳۲۵) (۱۳۲۶) (۱۳۲۷) (۱۳۲۸) (۱۳۲۹) (۱۳۳۰) (۱۳۳۱) (۱۳۳۲) (۱۳۳۳) (۱۳۳۴) (۱۳۳۵) (۱۳۳۶) (۱۳۳۷) (۱۳۳۸) (۱۳۳۹) (۱۳۴۰) (۱۳۴۱) (۱۳۴۲) (۱۳۴۳) (۱۳۴۴) (۱۳۴۵) (۱۳۴۶) (۱۳۴۷) (۱۳۴۸) (۱۳۴۹) (۱۳۵۰) (۱۳۵۱) (۱۳۵۲) (۱۳۵۳) (۱۳۵۴) (۱۳۵۵) (۱۳۵۶) (۱۳۵۷) (۱۳۵۸) (۱۳۵۹) (۱۳۶۰) (۱۳۶۱) (۱۳۶۲) (۱۳۶۳) (۱۳۶۴) (۱۳۶۵) (۱۳۶۶) (۱۳۶۷) (۱۳۶۸) (۱۳۶۹) (۱۳۷۰) (۱۳۷۱) (۱۳۷۲) (۱۳۷۳) (۱۳۷۴) (۱۳۷۵) (۱۳۷۶) (۱۳۷۷) (۱۳۷۸) (۱۳۷۹) (۱۳۸۰) (۱۳۸۱) (۱۳۸۲) (۱۳۸۳

ہم ایک کینہ پرور سرکل میں متحرک ہیں۔ اکثر حالات میں ہم اور ملک بے بسی کے عالم میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں اور درمیان میں محسود قبیلہ سے متعلق معاملات تشنہ رہ جاتے ہیں۔ بہتر ہو گا کہ الاؤنسز ملکوں کی بجائے پورے قبیلہ کو ادا کئے جائیں اور افراد کی بجائے اجتماعی ذمہ داری کے تصور کی بنیاد پر محسود قبیلہ سے معاملات طے کئے جائیں۔ اس تجویز پر شملہ میں کرزن گورنر پنجاب یگ (Young) کمائنڈنٹ پنجاب فرنٹیر فورس جنرل ایجرتون (Egerton) اور مرک کے مابین دو کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ مرک کی سفارشات منظور کی گئیں لیکن فیصلہ یہ ہوا کہ سسٹم میں تبدیلی لانے سے پہلے محسود قبیلہ سے ۶۰ ہزار جرمانے کی رقم وصول کی جائے اگر محسود جرمانہ ادا کرنے سے انکار کریں تو اس صورت میں پورے قبیلہ کی ناکہ بندی کی جائے (29)۔

دریں اثناء اکتوبر ۱۹۰۰ء میں گول میں ملٹری پولیس سٹیشن پر مجاہدین کے حملہ میں لیفٹیننٹ نینسی (Nensy) سمیت ۳ سپاہی ہلاک کئے گئے۔ مرک نے ملزمان کو قانون کے سامنے لانے اور محسود قبیلہ سے جرمانے کی رقم وصول کرنے کے لئے ۷ نومبر کو ٹانک میں محسود ملکوں کے ساتھ جرگہ کیا۔ ملکوں کو ملاپاوندہ کے ساتھ مذاکرات کے لئے ۲۵ نومبر تک مہلت دی گئی۔ کانگریس میں ملاپاوندہ اور محسود ملکوں کے مابین مذاکرات ہوئے مگر بے سود۔ اس پر یکم دسمبر ۱۹۰۰ء سے ۱۰ مارچ ۱۹۰۲ء تک محسود قبیلہ کی ناکہ بندی کی گئی اور الاؤنسز بھی بند کئے گئے۔ ناکہ بندی کے باوجود محسود مجاہدین نے ڈیرہ اسماعیل خان، بنوں اور بالخصوص گول اور ژوب کے علاقوں میں پے درپے حملے جاری رکھے جن میں ۳۰ سپاہی ہلاک کر کے ان سے ہمدوق چھین لی گئیں۔ نومبر ۱۹۰۱ء میں فوج نے مکین، سپلوٹی، شہور اور شکتوئی میں پیش قدمی کی۔ اس مہم کے دوران ایک انگریز افسر سمیت ۳۶ سپاہی ہلاک اور ۳۰ آغازی شہید ہوئے۔ فوج کی بربریت سے محسود قبیلہ کو کل ڈھائی لاکھ روپے کا نقصان پہنچایا گیا۔ ۱۰ مارچ سے ۱۶ مارچ ۱۹۰۲ء تک فریقین کے مابین مذاکرات ہوئے۔ چیف کمشنر سر حد ڈین نے ۲۷ مارچ کو حکومت ہند کو لکھا کہ ”ایسا قبیلہ جس کا ماضی چوری، ذمیت اور پڑوس کے باشندوں پر مظالم کی بے شمار وارداتوں سے بھرپڑا ہو کے متعلق یہ امید رکھنا کہ انہیں ناکہ بندی کے ذریعے پر امن رہنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے غلط ہے۔ محسود قبیلہ کا مسئلہ صرف فوجی مہمات کے ذریعے ہی حل کیا جاسکتا ہے۔“ کرزن کے بھی یہی خیالات تھے لیکن مرک کا خیال تھا کہ اس قبیلہ کو الاؤنسوں کے ذریعے وفادار بنایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ۱۵ اپریل کو سالانہ ۶۱ ہزار الاؤنسز میں سے ۵۴ ہزار محسود قبیلہ کو ادا کئے گئے بقیہ پرانے ملکوں کو ادا کئے گئے اور مستقبل میں قیام امن کے لئے دو سو محسود نوجوانوں پر مشتمل چلویشٹائی فورس کا قیام روبہ عمل لایا گیا۔

نئے انتظامات کے باوجود بھی عملی طور پر صورتحال توقع کے برعکس نکلی۔ مقامی حکام کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مرک کے انتظامات کے صرف تین ماہ بعد جانسٹن (Jahnston) پولیٹیکل ایجنٹ وانا نے تجویز پیش کی کہ نئے سسٹم کے تحت ملکوں کے لئے جو الاؤنسز مقرر کئے گئے ہیں اس کے بدلے وہ تندہی سے خدمات سرانجام نہیں دے سکتے اور خاص بات یہ کہ ہزاروں مسلح افراد پر مشتمل محسود جرگہ سے معاملات طے کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ انتہائی خطرناک بھی ہے۔ اس نے سفارش کی کہ ملکوں کے لئے سالانہ مزید نو ہزار کا اضافہ کیا جائے۔ ڈین نے جانسٹن کی تجویز کے ساتھ اتفاق کیا۔ فروری ۱۹۰۳ء میں جانسٹن نے جندولہ میں محسود قبیلہ کے ساتھ بہت بڑا جرگہ کیا جس میں ملاپاوندہ بھی شریک تھے۔ جرگے میں طے پایا کہ نئے قبائلی نمائندے تھان (عوام) کے وکیل کے فرائض انجام دیں گے جن کے لئے سولہ ہزار روپے الاؤنسز مقرر کئے گئے اور چون ہزار درے محسود کے لئے مختص کئے گئے۔ ملاپاوندہ نے اس موقع پر نئے انتظامات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ جرگہ میں ان کی موجودگی سے محسود اور انگریز کے مابین ایک نئے خوشگوار دور کا آغاز ہو گا (30)۔ ملاپاوندہ کو محسود قبیلہ کی معاشی بد حالی کا خوبی اندازہ تھا ان کی کوشش سے نئی عوامی سکیم سے محسود قبائل کے معاشی حالات کسی حد تک بہتر ہو گئے۔

ملیشیا کا قیام

انیسویں صدی کے اختتام پر سرحد پولیس خوف و ہراس کے باعث بے کار ہو کر رہ گئی تھی۔ پولیس کا کوئی بھی سپاہی کسی محسود کو گرفتار یا قتل کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ حالات نے جب پریشان کن صورت اختیار کی تو کرزن نے تجویز پیش کی کہ ”علاقے کا خرگوش علاقے کا کتا ہی پکڑ سکتا ہے۔“ یعنی وہ لوگ جو پہاڑوں میں انگریز کے ساتھ لڑتے ہیں اگر وہ انگریز فوج میں آئے تو اس طرح ایجنسی حدود کے اندر سیاسی کنٹرول برقرار رکھنے اور محسود قبائل کی چھاپہ مار کارروائیوں کے سدباب میں نہ صرف مدد ملے گی بلکہ سلسلہ مواصلات کی مؤثر حفاظت اور گڑبڑ کی صورت میں فوج کی مدد کی کے لئے قبائلی نوجوانوں کی خدمات بھی حاصل ہوں گی۔ ان مقاصد کے حصول کی خاطر شمالی اور جنوبی وزیرستان ملیشیا کے نام سے خصوصی فوج کا قیام عمل میں لایا گیا۔ میرانشاہ اور وانا ہیڈ کوارٹر مقرر کئے گئے۔ ۱۲۰ محسود نوجوان شمالی وزیرستان میں ۴۰۰ جنوبی وزیرستان ملیشیاء میں بھرتی کئے گئے۔ کپتان فرگوسن کو شمالی اور کرنل ہارمن کو جنوبی وزیرستان ملیشیاء کا کمانڈنٹ مقرر کیا گیا (31)۔ ملیشیاء کے قیام سے انگریز نے سکھ کسانس لیا مگر دوسری طرف ملاپانڈہ کو سنہری موقع ہاتھ آگیا۔ ملیشیاء میں سر پھرے محسود نوجوان بھرتی کر کے ان کے ذریعے انگریز افسروں کو قتل کرنا شروع کیا اور فرنگی کی ساری امیدیں خاک میں ملا دیں۔

انگریز افسران کا قتل

وزیرستان میں انگریز کے خلاف تسلسل سے جن لوگوں نے گوریلا کارروائیاں شروع کر رکھی تھیں ان میں بلاشبہ سیلگی وزیر کا بڑا جاندار کردار رہا ہے۔ آپ کا گھر گمبستی میں تھا۔ انگریز نے آپ کو گرفتار کرنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود۔ آخر انہوں نے تنگ آکر گمبستی پر حملہ کیا۔ حملے سے پہلے پولیٹیکل آفیسر ڈونلڈ نے دوستی کی پیشکش کی مگر آپ نے جواب دیا کہ ”جس گھر میں پیدا ہوا ہوں اس میں آخری دم تک لڑوں گا۔“ فوج نے توپوں سے شدید گولہ باری شروع کی۔ غازیوں نے کرنل ٹنوپچی کے سینے میں گولی پیوست کی اور سیلگی نے کپتان وارنٹ کو قتل کیا۔ فرنگی نے گولہ باری جاری رکھی نتیجتاً سیلگی اور ۳۵ غازی شہید ہو گئے۔ فرنگی فوج کی طرف سے ۱۰۰ سے زیادہ سپاہی ہلاک کئے گئے۔ جنرل میکن سر جارج کے خیال میں سیلگی نے اپنی شیطانیت سے دنیا کو عاجز کر رکھا تھا۔ وہ فوج کے گھیرے میں تھا مگر ہتھیار ڈالنے پر تیار نہیں ہوتا تھا۔ ٹنوپچی اور ڈونلڈ آگے بڑھے تاکہ حملے کیلئے شکاف کے امکان کا جائزہ لے سکیں لیکن انہیں مار دیا گیا۔ توپوں سے شدید گولہ باری کے باعث قلعہ (برج) میں شکاف پڑ گئے حکومت کا صبر اتنا ہی طویل تھا جتنا موسم گرما کا دن تو اس کے بازو بھی اتنے لمبے تھے جتنی سردی کی رات۔ سیلگی مر گیا تھا لیکن اس کے لئے بہت بڑی قیمت ادا کی گئی۔ آج تک جہاں کہیں سرحدی آفیسر جمع ہوتے ہیں تو ٹنوپچی اور ڈونلڈ کا ماتم کرتے ہیں (32)۔ اپریل ۱۹۰۳ء میں غازیوں نے لیفٹیننٹ لانگ ہارن کو قتل کیا۔

جنوبی وزیرستان میں سروکئی کے مقام پر پولیٹیکل ایجنٹ باورنگ (Bawring) قلعہ کی طرف پاؤں کر کے سو گیا تھا۔ ملیشیا کے ایک عبدالرحمن خیل سپاہی کابل خان کی نظر اس پر پڑ گئی۔ دل میں اسلامی غیرت کا جذبہ اٹھا اور باورنگ کو قتل کر کے قلعے کی چھت پر چڑھ گیا۔ قلعہ کے عملہ میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ محسود ملکان کابل خان کو باتوں میں ورغلا کر نیچے اتارنے میں کامیاب ہو گئے۔ کابل خان پر بیچھے کی طرف سے فائر کیا گیا مگر وہ زندہ بچ گیا۔ بعد میں اسے ڈیرہ اسماعیل خان جیل میں پھانسی دے دی گئی۔ ۱۱ فروری ۱۹۰۵ء کی شام کرنل ہارمن کو وانا آفیسر ز میس میں ایک محسود سپاہی صابر خان شامی خیل نے قتل کر دیا۔ واقعہ یوں تھا کہ چار آفیسرز کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ صابر خان بدوق پر سنگیں چڑھا کر کمرے میں داخل ہوا رات سخت سرد تھی۔ سپاہی نے اون کے دستانے پہنے ہوئے تھے جس کے سبب اس نے ٹریگر کی جگہ ٹریگر کارڈ کھینچا۔ چاروں آفیسرز سپاہی پر چھپٹ پڑے۔ وہ بیچھے ہٹا ہارمن نے اس پر ہاتھ ڈالا لیکن صابر خان نے اس کے سینے میں سنگین اتار دی۔ اتنے میں دیگر افسران نے اسکو پکڑ لیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے متعلق کچھ نہیں بتایا لیکن وہ اپنا کارنامہ فخر کے ساتھ بیان کرتا رہا۔ اس نے کہا کہ اس نے

ملازمت ہی اس لئے کی تھی کہ ”سب کو قتل کر دو اور کابل خان کے مقابلے میں میری بہادری کے زیادہ اچھے گیت گائے جائیں۔ صاحب کو اس لئے مارا کہ یہ ظاہر کیا جائے کہ اس کا قبیلہ کیسے سر بھٹ جو ان پیدا کرتا ہے خاص بات یہ کہ ملاپاوندہ نے ان تمام کو بھارت بھست دی ہے جو کافروں کو مارتے ہیں۔“

اسے اسی شام پھانسی دے دی گئی۔ اس واقعہ کے چشم دید گواہ اور پولیٹیکل آفیسر ہاول نے یوں تبصرہ کیا ہے ”اس نے بڑی بہادری سے موت کا سامنا کیا۔ اپنی زندگی کا آخری نصف گھنٹہ کو ٹھڑی میں اپنی آنکھیں کا جل سے سنوارنے میں گزارا اور جنت کی حوروں کے انتظار میں بناؤ سنگار کرتا رہا۔“ وہ ملاپاوندہ کا قربت دار تھا اور انگریز کے خیال میں تحقیقات سے اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ وہ محض آلہ کار تھا اور اس کی پشت پر پوری سازش کار فرما تھی۔ وہ بھری ہوئی بدوق لیکر گولی چلانے کے ارادہ سے میس میں داخل ہوا تھا۔ گولی کی آواز کو اس کے دوسرے سازشی ساتھیوں نے جو برج میں تیار بیٹھے تھے اشارہ قرار دے رکھا تھا۔ چونکہ یہ طے پایا تھا کہ گولی کی آواز سنتے ہیں وہ کوارٹر گارڈ پر حملہ کر کے اسلحہ اور خزانہ پر قبضہ کریں گے اور تمام انگریز افسروں کو ختم کر کے افراتفری پھیلا دیں گے۔ حالات محسود کے حق میں سازگار تھے چونکہ ۱۳۵۰ نفری میں ۵۰۰ سو محسود تھے (33)۔ بہر حال رابطے میں ناکامی کے باعث منصوبہ ناکام ہوا اور تمام محسود سپاہیوں سے ہتھیار چھین کر انہیں نوکریوں سے برخاست کر دیا گیا۔ لارڈ کرزن نے ان اقدامات سے اتفاق کیا لیکن اس کی رائے میں ابھی ملاپاوندہ سے کھلم کھلا دشمنی مول لینے کا وقت نہیں آیا تھا۔ ۵ نومبر ۱۹۰۵ء کو ہٹکانی شانی خیل جو ملیشیا میں سپاہی رہ چکا تھا نے کپتان ڈونلڈ سون (Donald Son) کو بنوں میں قتل کر دیا۔ ہٹکانی کو گرفتار کر کے پھانسی دے دی گئی۔

کرزن (Curzon) اور منٹو (Minto) کی رائے

۱۹۰۵ء میں منٹو کرزن کی جگہ وائسرائے ہند بن کر آئے۔ روانگی سے قبل کرزن نے شملہ میں یونائیٹڈ سروس کلب میں تقریر کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ ان کے سات سالہ دور اقتدار میں قبائل کے خلاف ایک دفعہ بھی فوج کشی نہیں کی گئی صرف محسود قبیلہ کے خلاف ناکہ بندی کے دور ان ۲۴۸۰۰۰ روپے خرچ کئے گئے۔ منٹو نے کرزن کے دعوے کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ انہیں ورڈ میں بہت مشکل صورتحال ملی ہے۔ امیر کابل اور قبائلیوں کے ساتھ غیر مستحکم تعلقات اور بالخصوص محسود قبیلہ کے ہاتھوں برطانوی حکام کا قتل ایسے عوامل ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ منٹو کے نزدیک فوری نوعیت کا حل طلب مسئلہ انگریز افسروں کے محسود قاتلوں اور ان کی پشت پناہی کرنے والوں کو سزا دینا تھا۔ چیف کمشنر سر حد ڈین نے ملزموں کے رشتہ داروں کی پر غمالی دو سال کیلئے محسود قبیلہ کے الاؤنسز بند کرنے اور ایک ماہ کے اندر پچیس ہزار روپے بطور جرمانہ ادا کرنے کی سفارشات پیش کیں۔

منٹو نے جنوری ۱۹۰۶ء میں اپنی کونسل کے ساتھ سرحد پار ملیشیا کی کارکردگی برطانوی حکام کی حفاظت اور قتل کی سابقہ وارداتوں میں ملوث قبائل کو سزا دینے کے طریقہ کار سے متعلق تفصیلی بحث کی۔ آخر ڈین کی سفارشات منظور کی گئیں۔ محسود قبیلہ نے پانچ ملزموں میں سے چار کو حکومت کے حوالے کیا جبکہ پانچواں بڑا مجرم (مجاہد) نبی بخش جو ملاپاوندہ کا رشتہ دار تھا افغانستان (برٹل) بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا۔ پولیٹیکل ایجنٹ کر مپ کے خیال میں ملاپاوندہ کی ایماء پر ہی وہ بھاگ گیا تھا۔ لیکن وہ بغیر کسی ثبوت کے ملاپاوندہ کے خلاف اقدام اٹھانے کو جنگ کے مترادف سمجھتا تھا۔ لہذا اس نے تجویز پیش کی کہ اگر ملاپاوندہ کو علاقہ سرکار میں پلاٹ الاٹ کیا جائے تو اس طرح وہ نہ صرف حکومت کے وفادار رہیں گے بلکہ محسود قبیلہ کی نظر میں ان کی ساکھ بھی متاثر ہوگی اور ساتھ ہی یہ تجویز بھی پیش کی گئی کہ اگر پرانے ملکی سسٹم کو پھر سے متعارف کرایا جائے تو اس سے حکومت کو بارہ سو سرکردہ محسود قبائل کی حمایت حاصل ہو جائے گی اور ملاپاوندہ کے مقابلے میں قبیلہ میں متبادل قیادت بھی سامنے آجائے گی۔ ڈین ملاپاوندہ کے متعلق کر مپ کی انقلابی تجویز سے متفق نہ ہوئے مگر منٹو نے کر مپ کی تجویز سے اتفاق کرتے

ہوئے ۲۲ اگست ۱۹۰۶ء کو سیکرٹری ہند مورے کو لکھا ”ہمیں موقع ملا ہے کہ ملاپاونڈہ کو پلاٹ کے ذریعے حکومت کا وفادار بنایا جائے اگر اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا گیا تو یہ بہت بڑی غلطی ہوگی۔“ ملاپاونڈہ کو پلاٹ الاٹ کرنے کے ساتھ ہی پرانا ملکی سسٹم بھی متعارف کرایا گیا۔ خیال یہ تھا کہ محسود قبیلہ ملاپاونڈہ کا مخالف ہو جائے گا مگر ایسا نہیں ہوا (34)۔ محسود قبیلہ کی طرف سے برطانوی حکام کو قتل کرنے اور چھاپہ مار کارروائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ پورے سرحد میں انگریز شدید خطرہ محسوس کرنے لگے۔ وزیرستان میں عملی طور پر انگریز افسران قلعوں میں قیدی جیسی زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔

چیف کمشنر سرحد ڈین (Deen) نے جولائی ۱۹۰۷ء میں حکومت ہند کو رپورٹ بھیجی کہ انگریز حکام کا قتل، سرکاری پوسٹوں اور سلسلہ مواصلات پر حملے ملاپاونڈہ کی ایماء پر کئے جاتے ہیں۔ منٹو نے ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو مورے کو لکھا ”جولائی میں محسود قبیلہ کو جو الٹی میٹم دیا گیا تھا اس کے برعکس انہوں نے حسب معمول حکومت مخالف کارروائیاں جاری رکھی ہوئی ہیں اور وانا میں جو محسود سپاہی پکڑا گیا ہے اس نے اعتراف کیا ہے کہ ملاپاونڈہ نے اس کو ملیشیا میں اس لئے بھرتی کیا تھا کہ وہ کرپ کو قتل کرے۔ انہوں نے ملاپاونڈہ سے پلاٹ اور نقد الاؤنس واپس لینے کی ہدایت کی۔ ڈین نے محسود علاقہ میں فوج کشی کرنے کی سفارش کی مگر منٹو کا خیال تھا کہ محسود علاقہ میں فوج کے ذریعے ان کے گھروں کو جلانے اور فصلیں تباہ کرنے سے بھوکے قبائلیوں کے دلوں میں ہمارے خلاف نفرتیں تو ابھار سکتی ہیں لیکن مستقل طور پر بہتر نتائج حاصل نہیں کئے جاسکتے اور یہ کہ ہمارے سپاہی بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ماضی میں ان کے ساتھیوں نے وزیرستان میں کچھ حاصل کئے بغیر اپنی جانوں کی قربانی دی۔ انہوں نے مرکزی مقامات پر ملٹری پوسٹوں کے قیام اور شاہراؤں کی تعمیر پر زور دیا۔ ان کے خیال میں یہ پالیسی محفوظ بھی تھی اور قابل عمل بھی۔ دوسری طرف ایک محسود نے پولیٹیکل محرر کو قتل کر دیا۔ کرپ نے بطور برآمدہ ۴۰۰ محسود قبائل کو گرفتار کیا۔ ڈین اور منٹو نے کرپ کا یہ اقدام پسند کیا مگر مورے کا خیال تھا کہ کرپ کے اقدامات حکومت کو فوجی مہم پر مجبور کر دے گا۔ وائسرائے اور سیکرٹری ہند مورے کرپ کے اقدامات کے بارے میں بحث مباحثے میں مصروف تھے جبکہ ڈین کو ہدایت کی گئی کہ وہ ٹانک میں محسود جرگہ کے ساتھ معاملات طے کریں۔ ڈین نے اپریل ۱۹۰۸ء کو ٹانک میں محسود قبیلہ کے جرگہ کو بتایا کہ جب تک تم لوگ علاقہ سرکار میں لوٹ مار، برطانوی آفیسرز اور شہریوں کو ہلاک کرنے سے باز نہیں آئیں گے تب تک تمہارے موافق معطل رہیں گے۔ ملکوں نے قانون شکنوں (غازیوں) اور ملاپاونڈہ کو قائل کرنے میں معذوری ظاہر کی۔ اس پر ڈین نے کہا کہ حکومت کے پاس اس مسئلے کا حل صرف یہ ہے کہ تمہارے علاقے میں فوجی مہم بھیجی جائے۔ منٹو نے ڈین کی تجویز کی حمایت کی مگر مورے نے اتفاق نہیں کیا اس لئے محسود قبیلہ کے خلاف فوج کشی کا ارادہ ترک کر دیا گیا۔ جون ۱۹۰۸ء میں ڈین کی جگہ روس کپٹل (Rose Kappal) چیف کمشنر سرحد مقرر کئے گئے۔ کرپ نے ۲۲ دسمبر ۱۹۰۸ء میں کپٹل کو وزیرستان پر قبضہ کرنے کی سفارش کرتے ہوئے لکھا کہ ”تھل (کرم) سے براستہ عیدک (ٹوپچی) اور محسود کے مرکزی علاقہ میں وانا اور گول تل تک سڑک کی تعمیر عمل میں لائی جائے اور رزک میں ۲۵۰۰ نفری پر مشتمل باقاعدہ فوج متعین کی جائے“ کرپ کا خیال تھا کہ محسود علاقہ پر قبضہ کرنے سے پٹھان قبائل کا عمدہ ترین قبیلہ تہذیب کے دائرے میں آجائے گا (35)۔

نئی پالیسی

کرپ (Cromp) کی سکیم دراصل قبائلی معاملات میں عدم مداخلت کی پالیسی سے بغاوت کے مترادف تھی اس لئے کپٹل نے اس کو جنگ کی پالیسی (A War Policy) قرار دیکر مسترد کیا۔ ۱۹۰۹ء میں محسود قبیلہ سے متعلق پالیسی میں تبدیلی لائی گئی یعنی اجتماعی ذمہ داری کی بجائے محسود کے تین ذیلی قبیلوں بلوئٹی، علیزئی اور شمن خیل کی الگ الگ ذمہ داری سے معاملات نمٹانے کی پالیسی رو بہ عمل لائی گئی۔ تینوں قبیلوں سے ملکوں کی فہرستیں تیار کی گئیں جن کے مطابق موافق ادا کئے جانے لگے اور محسود نوجوانوں کی دوبارہ برطانوی فوج میں بھرتی

کے احکامات جاری کئے گئے۔ مزید تفصیلات طے کرنے کیلئے جنوری ۱۹۱۰ء کو ٹانک میں محسود جرگہ بلایا گیا۔ مقابل میں ملاپاوندہ نے نومبر ۱۹۱۰ء میں کانگریس میں جرگہ طلب کیا۔ جس میں انہوں نے محسود ملکوں پر زور دیا کہ وہ حکومت کے مجوزہ جرگہ میں شرکت نہ کریں۔ ۱۹۱۰ء کے آخر میں ہارڈیج منٹو کی جگہ وائسرائے ہند بن آئے۔ جو مورے کے خیال میں فاروڈپالیسی کے دشمن تھے۔ ان کو بھی محسود قبائل سے متعلق پیچیدہ اور پریشان کن صورتحال درشہ میں ملی۔ لیکن ان کے خیال میں اگر محسود قبیلہ کی معاشی حالت بہتر کی جائے تو مثبت نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۱۱ء میں کالا باغ سے لکی مروت، پیزو اور ٹانک تک ریلوے لائن بکھانے کی سکیم کی منظوری دی۔ جس کے لئے دو ہزار محسود مزدور بھرتی کئے گئے جبکہ اس سے زیادہ ثواب اور گول کے درمیان مغل کوٹ اور خرمہ سڑک بنانے کیلئے بھرتی کئے گئے۔ لیکن ملاپاوندہ مواسلات کی ترقی اپنے علاقے کی آزادی سلب کرنے کے مترادف سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ انگریز کے خلاف گوریلا کارروائی اور کابل میں فرنگی مخالف عناصر کے ساتھ سازباز جیسے عوامل پر کاربند رہے (36) اور ساتھ ہی انہوں نے اپنے پیروکاروں کے ذریعے انگریز افسران کو قتل کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔

کمانڈنٹ شمالی وزیرستان کنی (Knee) کو ۲۷ مئی ۱۹۰۹ء کو ایک بکاخیل وزیر سپاہی نے قلعے کے اندر قتل کیا۔ گل حسین کی قیادت میں غازیوں نے ۱۹۰۹ء کو کھجوری ملیشیہ پر حملہ کیا جس میں ۱۸ سپاہی ہلاک اور دو غازی شہید ہوئے۔ ۱۱ مارچ ۱۹۱۰ء کو کمال شاہ شمالی خیال کی قیادت میں ایک پارٹی نے باندہ ایاز خان کے مقام پر ملٹری بارڈر پولیس کے ایک دستہ پر حملہ کیا جس میں کپتان سٹرلنگ اور چھ سپاہی ہلاک اور ۸ غازی شہید ہوئے۔ ۱۹۱۱ء میں مجاہدین نے سروکئی کے مقام پر فوجی کیمپ کی ٹیلی گراف لائن کاٹ کر کئی دن تک کیمپ کا محاصرہ کیا۔ فوج نے نامعلوم کس طرح ٹانک اور مرتضیٰ تک اطلاع پہنچائی۔ امدادی فوج آئی سخت معرکہ ہوا جس میں ۲۷ سپاہی ہلاک اور ۴ غازی شہید ہوئے (37)۔ انگریزوں کا خیال تھا کہ بڑھتے ہوئے جرائم میں خلیج فارس کے راستے قبائلی علاقوں میں اسلحہ درآمد کرنے کا برا عمل دخل ہے اس لئے خلیج فارس کی ناکہ بندی ضروری ہے۔ ۱۹۱۰ء میں خلیج کی مستقل ناکہ بندی کی گئی مگر بعض انگریزوں کا خیال تھا کہ ایسا کرنے میں تاخیر سے کام لیا گیا۔ چونکہ اس عرصہ میں قبائل کے ہاتھ اتنا اسلحہ آچکا تھا کہ اب وہ نئے انداز اور نئی طاقت کے ساتھ لڑنے کے قابل ہو چکے تھے۔ ۱۹۰۷ء میں افغانستان سے درآمد شدہ ہندو قوں کی تعداد ۱۵ ہزار تھی جبکہ ۱۹۰۹ء میں بڑھ کر ۳۰ ہزار ہو گئی۔ ۱۹۰۶ء میں تیراہ میں مارٹن ہندو ق کی قیمت پانچ سو روپے تھی۔ ۱۹۰۸ء میں کم ہو کر ۳۰ روپے فی ہندو ق ہو گئی تھی۔ ۳۱ مارچ ۱۹۰۹ء سے یکم اپریل ۱۹۱۰ء تک قبائلی علاقوں میں ۱۶۵۰۰ ہندو قیں، ۳۵۲ ریوالور اور پستول، ۹۱۰۰ کارتوس اور ۱۳ بکس بارود درآمد کرنے کا تخمینہ لگایا گیا تھا (38)۔ ملاپاوندہ موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھانے کے ماہر تھے لہذا آپ نے پھر سے قبائل اور افغانستان میں مخالف انگریز عناصر سے رابطے قائم کرنا شروع کئے۔

ملاپاوندہ کے نئے رابطے

ملاپاوندہ نے اپنے علاقے کے مؤثر دفاع اور غازیوں کیلئے اسلحہ کے حصول کی خاطر ۱۹۱۰ء میں افغانستان کا دورہ کیا۔ کابل میں ملاپاوندہ اور امیر حبیب اللہ خان کے بھائی سردار نصر اللہ خان کے درمیان طویل مذاکرات ہوئے۔ جس میں ملاپاوندہ کو ۶۰ ہزار روپے اور دو ہزار کارتوس اس شرط پر دیئے گئے کہ وہ مستقبل میں گورنر خوست کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھیں گے اور محسود علاقہ میں سڑک کی تعمیر اور برطانوی فوج میں محسود نوجوانوں کو بھرتی نہیں ہونے دیں گے (39)۔ واپسی پر خوست میں قبائلیوں سے رابطے شروع کئے آپ کے پیغام کا قبائل پر کیا اثر ہوتا تھا اس بارے میں ”قیدیہ غستان“ کے مؤلف محمد اکرم خان لکھتے ہیں:

محسود قبیلہ میں ایک ملا صاحب پاونده نامی نے بہت رسوخ پیدا کر رکھا ہے۔ ہزاروں لوگ اس کے اشارے پر جان دینے کو تیار ہیں۔ انہیں علاقے میں بزرگ اور ولی مانا جاتا ہے اور ان کے حکم کی دجی کی طرح تعمیل کی جاتی ہے۔ علاقہ کی سب اقوام جو مسلمان کہلاتی ہیں اس کے آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ ان دنوں یہ خبر گرم ہوئی کہ ملاپاوندہ خوست تشریف لائے اور

حاکم خوست سے جہاد کے متعلق عہد و پیمان ہو رہے ہیں۔ اچانک عین نصف شب کے وقت مئی ۱۹۱۰ء کی بائیسویں تاریخ ملاپانندہ کا ایک نامہ بر پہنچا اور ملاپانندہ صاحب کی طرف سے فراریوں کو پیغام دیا کہ ”اسی وقت تیار ہو کر ان کے پاس چھاؤنی میں پہنچ جاؤ“ یہ کہہ کر قاصد دوسرے لوگوں کو خبر کرنے کیلئے آگے روانہ ہوا اور ہمارے گاؤں میں اس پیغام سے عجب برق رو پیدا کر گیا ”آگ سی گویا لگا دی تو وہ بارود میں“ سوائے لالہ سندر لال کے سب اٹھ بیٹھے اور جانے کی تیاریاں شروع کرنے لگے۔ آپس میں کچھوی پک رہی تھی اور طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہو رہی تھیں لیکن سب کو اتفاق تھا کہ ملاپانندہ صاحب نے ہمیں جہاد کے لئے بلایا ہے اور ہم جلد انگریزوں کو نکال باہر کریں گے۔ عورتیں اٹھ بیٹھیں اور ان کے لمبے لمبے بالوں میں گھی لگا دیا گیا۔ چپلیاں آپس میں تقسیم کر دیں گئیں، آنکھوں میں سرمہ لگایا گیا تاکہ دور بینوں کا مقابلہ اپنی تیز آنکھوں سے کر سکیں۔ خنجر تیز کر لئے گئے، رائفلیں صاف کی گئیں اور آٹھ اپنے اپنے نمبردار (مشر) کے پیچھے گاؤں سے باہر نکل کر جمع ہو گئے۔ اپنے وطن اور ملک کی خاطر قربان ہونے کے خیال سے جو مسرت ان کے چہروں پر مدس رہی تھی اور جس طرح وہ پروانہ وار جنگ کی آگ میں کودنے کے لئے آمادہ ہو رہے تھے اس سے میرے دل میں جذبہ پیدا ہوا کہ کاش میں بھی اپنی ناچیز جان ان کے نیک مقصد پر قربان کر سکتا (40)۔

ملاپانندہ خوست میں قبائل کو تعاون پر آمادہ کرنے میں مصروف تھے۔ قبائلیوں پر آپ کی بات کا کتنا اثر ہوتا تھا اس کا مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ دوسری جانب ملاپانندہ کی غیر موجودگی میں جنڈولہ کے مقام پر محسود جرگہ میں مواجب کی دوبارہ تقسیم کے لئے درے محسود سے ملکوں کی نئی فرست تیار کی گئی۔ کابل سے واپسی پر آپ نے اپنے شیخوں کے ذریعے قریب کے اضلاع میں ذبکتی اور قتل کا سلسلہ پھر سے شروع کیا اور تسلسل سے سردار شاہ گئی (گورنر خوست) ملا حمزہ اللہ اور دوسرے پالی خیل وزیر ملک جو آپ کے ساتھ کابل گئے تھے سے رابطوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کی مدد سے کانگرم میں قبائلیوں کا جرگہ طلب کیا گیا۔ جرگہ کے بعد سر و کئی پوسٹ پر حملہ کرنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا گیا۔ حکومت کو لشکر کے ارادوں کی بروقت اطلاع ملی جس کے باعث لشکر نے پوسٹ پر حملہ کرنے کا ارادہ ملتوی کیا۔ حکومت نے ملاپانندہ کی سرگرمیوں سے متعلق ملکوں کی غیر تسلی بخش کارکردگی پر انہیں سخت الٹی میٹم دیا۔ اگست ۱۹۱۲ء میں ملاپانندہ نے ایک دفعہ پھر کابل کا دورہ کیا۔ اس دفعہ وہ الاؤنسوں کے علاوہ مزید دس ہزار روپے کی مدد حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ کابل سے واپسی پر آپ نے کھلے عام اعلان کیا کہ مستقبل میں انگریز امیر کابل کی اجازت کے بغیر محسود علاقہ میں فوج کشی کی جرات کبھی نہیں کر سکیں گے (41)۔ ۱۹۱۳ء میں ملیشیا نے قتل عیدک لائن پر قبضہ کیا اس پر کابل خیل وزیر نے ملیشیا کیمپ کا محاصرہ کیا۔ ملیشیا کی مدد کیلئے کوہاٹ سے تازہ دم فوج آئی۔ فوج اور قبائل کے مابین زبردست معرکہ ہوا جس میں ۷۰ سپاہی ہلاک اور ۹ غازی شہید ہوئے۔ ملاپانندہ اس وقت خوست میں تھے اور خوست کے نئے حاکم کے ساتھ خوشگوار تعلقات تھے اور ان کے مابین ہر وقت رابطہ قائم رہتا تھا۔

ملاپانندہ کی وفات

خوست سے واپسی پر آپ ملا حمزہ اللہ اور دیگر قبائلی زعماء کے ہمراہ زرگر خیل اور منظر خیل کے مابین پرانا خونی تنازعہ ختم کرانے کیلئے شمالی وزیرستان گئے۔ قبائل کے مابین تنازعات کو ختم کرنے اور افغان حکومت کے ساتھ پائیدار تعلقات اور امداد کی بدولت آپ قبائل میں مثالی اتحاد قائم کرنے کے خواہاں تھے۔ لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ اکتوبر ۱۹۱۳ء میں آپ سخت بیمار پڑ گئے اور ۲ نومبر ۱۹۱۳ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ اپنے ہم وطنوں کے نام الوداعی خط جو انکی وفات کے بعد کانگرم میں بہت بڑے جرگہ میں پڑھ کر سنایا گیا آپ نے انہیں نصیحت کی تھی کہ ”وہ اپنی قومیت اور اتحاد برقرار رکھیں انگریز یا امیر کابل کو اپنے وطن پر قبضہ نہ کرنے دیں۔ باہمی اختلافات ختم کریں اور لوٹ مار چھوڑ دیں تاکہ برطانوی حکومت کو محسود علاقہ پر قبضہ کا بہانہ ہاتھ نہ آئے“ (42)۔ جرگہ میں آپ کے ۱۴ سالہ بیٹے فضل دین کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ ملاپانندہ کی وفات سے ایک طرف اگر انگریز خوش تھے تو دوسری طرف قبائل کے گھروں میں ماتم ہو رہا تھا۔ امیر حبیب اللہ خان نے

ایک تعزیتی پیغام میں آپ کے انتقال پر گہرے دکھ درد کا اظہار کیا اور شہزادہ فضل دین کو باپ کے الائنس جاری رہنے کے متعلق تسلی دی۔ آفریدی قبائلیوں نے تعزیتی خط میں لکھا: ”ملاپاوندہ کی وفات سے ہم سب آفریدی صحت غمزہ ہیں اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں۔ ہم شہزادہ فضل دین کو ان کا جانشین منتخب ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ یہ درخواست کرتے ہیں کہ اگر حکومت نے خیبر میں سڑک کے ساتھ ریلوے لائن بچھانے کا کام شروع کیا تو محسود ہماری مدد کریں (43)۔“

ملاپاوندہ کے دیرینہ ساتھی

ملاحمزا اللہ

آپ احمد زئی وزیر قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ فرنگی سے مخالفت کے باعث بنوں سے شکستی ہجرت کی۔ آپ ملاپاوندہ کے استاد تھے اور جہاد کے سلسلہ میں ملاپاوندہ کی رہنمائی فرماتے تھے۔ ابتداء میں ملاپاوندہ کے ساتھ جہاد کے طریقہ کار پر رقابت تھی مگر بعد میں دونوں کے درمیان مثالی رفاقت رہی۔ آپ پر افغان حکومت اندھا دھند بھروسہ کرتی تھی۔ آپ کی زندگی میں انگریز نے محسود علاقہ میں جتنی بار فوج کشی کی۔ ہر بار آپ کے پیروکاروں نے محسودوں کی بھرپور مدد کی۔ بوئڈری ٹکپ واپار حملے کے وقت لشکر کشی میں آپ کے پیروکاروں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ ۲۰-۱۹۱۹ء میں محسود علاقہ میں فوجی مہمات کے دوران آپ کے جانبازوں نے محسودوں کے ساتھ فرنگی کے خلاف جہاد میں شانہ بھانہ حصہ لیا۔ ملاپاوندہ کی وفات کے بعد آپ نے شہزادہ فضل دین کی حمایت جاری رکھی اور افغان و انگریز حکومتوں کے ساتھ معاملات میں شہزادہ فضل دین کی معاونت فرماتے تھے۔ آپ نہایت بے دخل کردار کے مالک تھے (44)۔ اس نامور مجاہد ملا نے ۱۹۲۲ء میں وفات پائی اور شکستی میں مدفون ہیں

جگڑو محسود

آپ کا تعلق محسود کے ذیلی قبیلہ عبدالرحمان خیل سے تھا۔ آپ ملاپاوندہ کے بہت جنگجو اور دلیر سپہ سالار تھے۔ واپٹمپ پر حملہ کے دوران پانچ سو شمشیرزنوں پر مشتمل حملہ آور دستہ کی قیادت کی۔ اس سے پہلے ۱۸۹۳ء میں مسٹر کیلی اور اس کے بعد محسود ملکوں کے قتل میں بھی ملوث تھے۔ ۹۵-۱۸۹۴ء میں فوجی مہمات میں چند سرکردہ قبائلی رہنماؤں میں آپ بھی شامل تھے۔ ایک رات ڈیرہ جیل سے فرار ہونے کی کوشش کے نتیجے میں آپ کو چار سال قید با مشقت کی سزا دی گئی۔ رہائی کے بعد دامن گول اور ژوب علاقوں میں پھر سے گوریل کارروائیوں کی نگرانی سنبھالی۔ ایک دفعہ پولیٹیکل ایجنٹ واپٹمپ کی جگڑو کے ساتھ بلا واسطہ حکومت کے بارے میں بات ہوئی جس میں آپ کو نواب بنانے کی پیشکش شامل تھی۔ مگر آپ کا جواب تھا کہ ”فیصلہ ایک ہی ہو سکتا ہے یا تو میدان جنگ (فیلڈ) میں ہونے دیجئے اور ہم سب کو توپوں سے اڑا دیجئے یا ہم سب محسودوں کو نواب بناد دیجئے۔“ جگڑو کا مطلب یہ تھا کہ تمام قبائل ملوئی حیثیت کے مالک بنیں۔ یہ غلط ہے کہ چند قبائلی سردار پورے قبیلہ کی ترجمانی کر سکتے ہیں۔ کوئی بھی سر پھر محسود نوجوان سرداروں کے فیصلے پر پانی پھیر سکتا ہے۔ افغان حکومت نے آپ کو غوزہ میں کافی زمین دی تھی (45)۔ آپ نے افغانستان میں ۱۹۲۵ء وفات پائی۔

میاں جی محسود

آپ کا تعلق بھی عبدالرحمن خیل قبیلہ سے تھا۔ آپ کو گوریل کارروائیوں میں کمال کی مہارت حاصل تھی۔ آپ نہایت بہادر اور حد درجہ دلیر تھے۔ موقع شناسی اور حیرت خیز جنگی مہارت کے باعث فوجی دستوں کا قتل اور قلعوں پر اتنی تیزی اور پھرتی سے حملہ آور ہوتے تھے کہ آنکھ جھپکنے میں دشمن کا صفایا کرتے اور غائب ہو جاتے۔ ۱۹۰۰ء سے لگے لگے ایک بعد دیگرے ڈکیتی قتل اور اغوا کی کئی وارداتوں

میں ملوث رہے۔ فرنگی نے آپ کے قبیلے کے لوگوں پر بہت دباؤ ڈالا تو آپ نے سروکئی کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں سر یلا میں سکونت اختیار کی۔ حکومت نے ملکوں کو دھمکی دی کہ میاں جی کو مقدمہ کے لئے پیش کرو۔ ملکوں نے میاں جی کو دھوکے سے گرفتار کیا۔ راستے میں آپ نے ملک گل داد کو اپنی چھری سے قتل کیا باقی ملک خوفزدہ ہو گئے۔ اس طرح آپ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر حکومت اور اپنے قبیلہ کے دباؤ کے باعث افغانستان ہجرت کی۔ وہاں سے دشمن پر برابر حملے جاری رکھے۔ انگریز نے امیر کابل سے احتجاج کیا۔ امیر کابل نے آپ کو محسود علاقہ میں بھیج دیا۔ آخر ۱۹۰۸ء میں تیارزہ ٹاور جھگڑے میں شہید ہوئے آپ کی وفات پر ملاپاوندہ بہت رنجیدہ ہوئے تھے (46)۔ حادل نے آپ کے متعلق لکھا ہے کہ ”اگر ملاپاوندہ اسلامی تاریخ سے واقف ہوتے تو میاں جی کو ”سیف الحق“ یعنی خالد ثانی کا خطاب دیتے“

عبدالحمید محسود

آپ کا تعلق ذیلی قبیلہ ملک دینائی سے تھا۔ آپ ملاپاوندہ کے داماد اور رازدار کاتب تھے۔ ملاپاوندہ کی وفات کے بعد انگریز کی خواہش تھی کہ آپ کے بڑے بیٹے صاحب دین کو باپ کا جانشین نامزد کیا جائے لیکن عبدالحمید نے کانگریزم میں ملا حضرت اللہ کی صدارت میں جرگہ کو بتایا کہ ملاپاوندہ نے انہیں نصیحت کی تھی کہ ”شہزادہ فضل دین کو میرا جانشین مقرر کیا جائے“ جرگہ نے تائید کی شہزادہ فضل دین کم عمر تھے اس لئے آپ نے ان کی رہنمائی کی (47)۔ اس مجاہد ملا نے ۱۹۲۹ء تک برطانوی حکومت کے خلاف جہاد میں بڑا فعال اور متحرک کردار ادا کیا اسکے بعد آپ کی صحت کمزور پڑ گئی اور ۳ مارچ ۱۹۵۱ء میں وفات پائی۔

ملاپاوندہ انگریز حاکم اور مؤرخین کی نظر میں

آپ جب تک زندہ رہے دشمن کے خلاف ہر محاذ پر متحرک رہے۔ کرزن، منٹو اور کچر کو کئی بار سخت مشکلات اور پریشانیوں میں مبتلا رکھا۔ ان کے خیال میں ملاپاوندہ ایک بے اصول بد معاش، غنڈہ اور بہت ضرر رساں شخص تھا لیکن بعد کے دور کے انتظامی اور فوجی حکام اور تاریخ دان آزادی کی خاطر آپ کے تاریخ ساز کردار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ کیرو ”پٹھان“ (ترجمہ سید محبوب علی) کے صفحہ ۵۵۸۲۵۵ میں لکھتا ہے کہ ”اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ملاپاوندہ سب سے زیادہ سربر آوردہ لیڈر تھے۔ وہ اپنے زمانے میں اس جماعت کے قائد تھے جو انگریز کی مخالف تھی۔ قبائلی علاقہ کو انگریزوں کے اثر سے محفوظ رکھنا اور قبائل کو انگریز افسروں کے قتل پر اکسانا ملاپاوندہ کی سرگرمیوں سے خارج نہیں تھا۔ انگریز نے ملاکیا ساتھ جو سلوک کیا وہ بڑا متضاد، مذہب اور توہین آمیز تھا۔ کبھی انکی خوشامد کی جاتی اور کبھی دھتکار دیا جاتا تھا۔ انہیں اس خیال سے کہ حکومت کے خلاف معاندانہ سرگرمیاں ختم کر دیں گے، موجب منظور کئے اور آپ کی خواہش پر ملکی طریقہ ختم کر دیا گیا۔ بعد میں پالیسی پھر تبدیل ہوئی اور ملا کے سب فوائد منسوخ کر دیئے گئے۔ انگریزوں کے نقطہ نظر میں ملاپاوندہ ایک چالاک شخص تھا جو کسی کے قتل سے دریغ نہیں کرتا تھا۔ حالانکہ بدلتے ہوئے حالات کے اس دور میں ایک شخص تھا جو اپنے مقصد سے پوری طرح باخبر تھا وہ شخص ملاپاوندہ تھا۔

حادل ”میر“ میں صفحہ ۶۰ پر لکھتا ہے ”انگریزوں کے سامنے جو معیار تھا اس پر ملا کے کردار کو نہیں پرکھا جاسکتا جو لوگ اس ماحول کو سمجھتے ہیں جس میں ملا زندگی بسر کر رہا تھا وہ اس کا احترام کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ملا مستقل مزاج شخص تھا لیکن یکسوئی کے ساتھ کام نہیں کر سکتا تھا۔ وہ محبت وطن اور اپنے قبیلے کی آزادی کا شیدائی تھا۔ تمام انگریز افسر جنہوں نے کبھی ملا سے ملاقات کی ہے اس بات سے اتفاق کریں گے کہ جو بھی اس سے ملتا تھا وہ اسکے پر جوش کردار، مرعوب کن شخصیت اور دل میں گھر کرنے والی تقریر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ باوجود یہ کہ ملانہ کسی بڑے خاندان سے تعلق رکھتا تھا نہ اس نے تعلیم پائی تھی پھر بھی سرحد کی تاریخ میں ان کا اتنا بڑا حصہ ہے بلکہ اس تاریخ کے کئی ابواب اسی کی سوانح حیات پر مشتمل ہیں۔ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھا۔ اس سے پہلے کبھی کوئی ایسا جو ہر قابل پیش نہیں کر سکا تھا جو محنت سے نکھر سکتا ہو۔ اگر خوش قسمتی سے ملاپاوندہ کسی اچھے زمانے میں اچھے مقام پر پیدا ہوتا تو اس کا شمار عظیم المرتبت انسانوں میں ہوتا۔“

ڈاکٹر پینل "امنک دی وائیلڈ ٹراپز آف دی فرنٹیر" کے صفحہ ۱۱۶ میں لکھتا ہے "پشتون عوام کی زندگی پر ملاؤں کا بڑا اثر ہے۔ ۱۸۹۱ء کی بغاوت سے پہلے ملاپاوندہ نامی ملا کو روحانی اور کرامتی شخصیت سے یاد کیا جاتا تھا۔ جن پشتونوں کو میں نے دیکھا ہے وہ یقین کیساتھ یہ کہتے ہیں کہ یہ بات ہم نے آزمائی بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے کہ جسکو آپ دعا فرمادیتے اس پر گولی اثر نہیں کرتی تھی۔" جنرل میکن "شمال مغربی پاکستان اور برطانوی سامراج" (ترجمہ ایم انور رومان) کے صفحہ ۲۳۳ اور ۲۳۴ میں لکھتا ہے "مکین اور کانگرم میں ایک بہت تند خو مخالف جنونی رہتا تھا۔ جسے ملاپاوندہ یعنی خانہ بدوش ملا کہتے تھے۔ اس نے مسافرت و ہجرت تو بند کر دی تھی اور وہ غنڈوں کے ایک گروہ میں شامل ہو گیا تھا۔ اچھے اور مہربان مسٹر گاندھی کی مانند انگریزوں کا سکون تباہ کرنے پر تلا ہوا تھا اور عجیب و غریب بات یہ تھی کہ اسے خرید نہیں جاسکتا تھا سوائے اسکے کہ اسکی بہت ہی گھٹیا توہین کی جائے۔" اندرے سینگر "لارڈز آف دی خیر" کے صفحہ ۱۶ تا ۱۸۰ میں آپ کے متعلق لکھتا ہے "ملاپاوندہ سرحد اور قبائلی علاقہ کے ان مذہبی اور روحانی رہنماؤں میں شامل تھے جنکے بارے عوام میں یہ مشہور تھا کہ انکی دعا ہو تو گولیاں کنکریاں بن جاتی ہیں۔ ملاپاوندہ صاحب اور انکے عقیدت مند کئی سال تک انگریز فوج کا مقابلہ کرتے رہے۔ انگریزوں نے تین سو میل پر پھیلے ہوئے بارڈر پر اپنی حفاظتی چوکیوں کے ذریعے محسودوں کی مکمل غذائی ناکہ بندی کر دی۔ اس طرح نہ تو انہیں کہیں سے غلہ آسکتا تھا اور نہ وہ کہیں باہر جاسکتے تھے۔ مگر ان مشکل حالات میں بھی بہادر محسود قبیلہ نے انگریز کا ناطقہ سالہا سال تک بند کئے رکھا۔ یہاں تک کہ انکے لیڈر ملاپاوندہ کو انگریز ایڈمنسٹریٹروں نے بھی یہ کہہ کہ خراج تحسین پیش کیا کہ انگریز اپنے ہاں کے رائج شدہ معیار کے مطابق ملاپاوندہ کے کردار کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

پروفیسر عبدالحی "افغانستان اور سرحد" یوہ تاریخی جائزہ کے صفحہ ۳۰۴ میں لکھتے ہیں "۱۸۹۲ء میں محسود علاقہ میں ایک مذہبی رہنماء ملاپاوندہ کے نام سے نمودار ہوئے۔ جگہ جگہ تقریروں کے ذریعے قبائل کو انگریزوں کے خلاف اکساتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو "بادشاہ طالبان" کہتے تھے۔ آپ کی باتوں کا قبائلیوں پر بڑا اثر ہوتا تھا۔ فرنگی پر حملہ کرتے وقت ڈھول جاتے، جنگی نعرے لگاتے اور غازیوں کو شہادش دیتے تھے۔ محسود غازی آپ کے اشارے پر فرنگی فوج پر عقب کی طرح ٹوٹ پڑتے اور شکار کے بعد پہاڑوں میں واپس چلے جاتے۔ آپ تبلیغ جہاد کی خاطر دور افتادہ علاقوں میں مساجد میں جاتے اور کافروں کو قتل کرنے پر نوجوانوں کو بہشت کی خوشخبری سناتے نوجوانوں پر آپ کی باتوں کا اتنا اثر ہوتا کہ آپ کے اشارے پر اپنی جانیں قربان کر دیتے۔"

قبائلی رہنماؤں میں جو شہرت و عزت ملاپاوندہ کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کے نصیب میں نہ آسکی۔ اگرچہ آپ بہت بڑے عالم تونہ تھے مگر واجبی علوم سے بہرہ ور تھے۔ ان میں ایک انتظامی اور عوامی رہنماء کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وزیرستان کے اکھر قبائل ان کی قیادت پر متفق ہو گئے۔ فرنگی انہیں جانی دشمن سمجھتے تھے مگر ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ ۱۸۹۳ء سے ۱۹۱۳ء تک بلاشبہ وہ پٹھانوں کے سب سے زیادہ جنگجو اور جنگ آزما قبیلے محسود کے بے تاج بادشاہ رہے۔ جب تک زندہ رہے وزیرستان فرنگی کا مرکز نگاہ رہا، کوئی ایسی پالیسی یا حربہ نہیں رہا جو انہوں نے وزیرستان کے قبائل کے خلاف نہ آزمایا۔ انگریز نے سب سے پہلے قد آور قبائل کو اپنا ہمسوا بنایا۔ پھر مختلف قبیلوں میں سے سرکردہ افراد کو حرص و لالچ کے ذریعے ملک اور سردار مقرر کئے۔ جن کے ذریعے مختلف قبیلوں اور خیلوں میں رقابتوں اور نفاق کی آگ بھڑکائی اور ساتھ جاسوسوں کا خفیہ جال بچھلایا۔ مقامی نوجوانوں پر مشتمل ملیشیا فورس کا قیام عمل میں لایا جس کے ذریعے قبائلیوں کو ایک دوسرے کے خلاف لڑنے کے لئے کمر بستہ کیا۔ خاصہ دار اور گھوڑ سوار دستہ بھرتی کیا۔ ہندوستان بھر سے بہترین انتظامی اور فوجی حکام کو یہاں تعینات کیا گیا۔ جرگوں کے ذریعے یہاں کے قبائل کو قائل کرنا چاہا اور انکار کی صورت میں دھمکیوں سے مرعوب کرنا چاہا۔ ملاپاوندہ کے پیچھے وزیرستان بھر میں فوج لگادی گئی۔ ان سارے اقدامات کا مقصد یہ تھا کہ بلوچستان میں فاروڈ پالیسی کی کامیابی کے بعد اسے وزیرستان میں روبہ عمل لانا تھا۔

مگر ان تمام حالات کا ملاپاوندہ نے جس دلیری اور مردانگی سے مقابلہ کیا اس کی بدولت آپ کی عظمت میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ آپ نے گوریلہ کارروائیوں کے ذریعے انگریز کو خوف و ہراس میں مبتلا کیا۔ جس کے باعث اس وقت کے حکمرانوں نے آپ کو غنڈہ اور بد معاش

کے نام سے پکارا جبکہ قبائل نے انہیں اپنا قومی ہیرو مانا۔ مختصر یہ کہ پورے سو سال کی جدوجہد کے دوران آپ کی پچیس سالہ دور کو تاریخ میں حیرت انگیز اہمیت حاصل رہی۔ خفیہ دستاویزات میں ان کے دور میں محسود قبیلہ کے کارناموں کو جو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ اسکی مثال نہیں ملتی۔ انگریز کا خیال تھا کہ ملاپاوندہ کی وفات کے بعد حالات پر سکون رہیں گے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ آپ کے بعد وزیرستان کی مردم خیز مٹی ایسے جیلے پیدا کرے گی۔ جو انگریز کی آنکھوں میں کانٹے بنیں گے۔ ملاکی وفات کے بعد آپ کے بیٹے فضل دین کو آپ کا جانشین اور شہزادہ وزیرستان منتخب کیا گیا۔ انہوں نے وزیرستان کے قبائل کو فرنگی کے خلاف جہاد پر متفق کیا اور آزادی کی جو شمع ملاپاوندہ نے روشن کی تھی اس کو آپ کے مجاہد فرزند نے گل نہیں ہونے دیا۔

آپ کی کرامات

ملاپاوندہ کی کرامات سے متعلق کئی داستان بیان کئے جاتے ہیں۔ جس کی تفصیل اس لئے نہیں دی گئی ہے کہ آپ کا دور قدرے پرانا ہے۔ لہذا بات ایک نسل سے دوسرے نسل تک پہنچتے پہنچتے ملاوٹ سے پاک نہیں ہو سکتی۔ اس وجہ سے کہ کہیں جھوٹ اور سچ کی ملاوٹ نہ ہو جائے بہت سارے سنے سنائے واقعات کو ریکارڈ پر نہ لاسکا تاہم ایک بات ضرور ذہن نشین کرنی چاہیے کہ ہم سے پہلے بہت سارے لوگ اس دنیائے فانی میں آئے ہیں اور پھر گئے ہیں۔ ان میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کا ذکر آج بھی ہر کسی کی زبان خاص و عام پر ہے۔ ان کم لوگوں میں بھی چند ایسے ہیں جنکے لازوال اور حیرت انگیز کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ ان رہنماؤں میں ایک عظیم رہنما ملاپاوندہ ہیں۔ جہاد کے حوالے تو مختصر طور پر یہ کہنا مناسب ہو گا کہ عظیم ہیں وہ لوگ جنہیں جہاد جیسے مقدس اور اہم اسلامی فریضہ کے لئے امت کی قیادت سونپ دی جاتی ہے ان میں کوئی ایسی بات ضرور ہوتی ہے جس کی مثال دوسرے عام لوگوں میں نہیں ملتی۔ ملاپاوندہ کو اس لئے بھی غیر معمولی اہمیت حاصل ہے کہ انہوں نے برطانوی راج کے خلاف قبائل جیسے منتشر اور غرمت کی دلدل میں پھنسے معاشرے میں سب سے پہلے انتہائی منظم، متحرک اور فعال تحریک چلائی اور ظاہر ہے کہ نصرت الہی کے بغیر اتنی بڑی قوت کے خلاف لڑنا یا کامیابی حاصل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے روحانی قوت سے نوازا تھا اس لئے آپ کی بات لوگوں کے دلوں پر اثر انداز ہوتی تھی۔ آپ کی کرامات سے متعلق چند انتہائی غیر معمولی واقعات جن کا آپ کے خاندان (وجہیہ الدین نیو شہزادہ وزیرستان آپ کے چچا زاد بھائی میراجان شاہ المعروف میراگل خان اور اس کے بیٹے علی مانشاہ سے تصدیق کرائی گئی ذیل میں پیش ہیں۔

ملاپاوندہ کو والی سوات یا سواب بلا (عبدالغفور) سے خصوصی عقیدت تھی جب سوات بلا کا انتقال ہوا تھا۔ آپ نے اس کی نماز جنازے میں شرکت کی تھی۔ جب اس کی لاش کو غسل دیا جا رہا تھا اس وقت ملاپاوندہ نے وہ پانی پیا تھا۔ موقع پر موجود لوگوں نے کہا تھا کہ والی سوات کی ساری برکت یہ آدمی لے گئے۔ آپ کا لنگر ہر وقت جاری رہتا تھا۔ مہمان اتنے زیادہ ہوتے تھے کہ ہر روز ایک دو بکرے ذبح کئے جاتے تھے۔ اس ماحول اور حالات میں لنگر کا خرچہ بھی پورا ہوتا تھا اور ساتھ ہی جہاد کی ضروریات بھی۔ کبھی ایسی تنگ دستی محسوس نہیں ہوئی جس سے لنگر یا جہاد کی ضرورتوں میں کمی واقع ہوئی ہو۔ ایک دفعہ آپ شکتوئی بوز میں تھے۔ نماز ظہر کی امامت کر رہے تھے۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے ملابادک داوڑ سے کہا تھا کہ لوگوں سے کہو کہ نماز دوبارہ پڑھیں اور مجھے بکروں کی کھالیں پہنائیں۔ میرا سارا بدن زخموں سے چور ہے۔ ملابادک نے آپ سے وجہ پوچھی تھی آپ نے خاموشی اختیار کی تھی مگر ملابادک اور ساتھ دوسرے لوگوں نے وجہ بتانے پر بہت اصرار کیا تھا۔ آپ نے انہیں بتایا تھا کہ دو جوگی پر بغل چوٹی سے بنوں برف لے جا رہے تھے انہیں حالت سجدہ میں پتہ چلا اور وہ نہیں چاہتے کہ کوئی ان کے علاقے کا برف ان کی اجازت کے بغیر لے جائے۔ ان کے ساتھ شدید لڑائی ہوئی ان میں سے ایک علاقہ سرہ درگہ میں قتل کیا جبکہ دوسرے کی ایک ٹانگ بنوں کی حدود کے اندر کاٹ کر اس سے برف چھین لیا۔ اس دوران ان کا سارا بدن بھی زخموں سے چور ہوا اس لئے انہیں بکروں کی کھالیں پہننے کی

ضرورت ہے۔ اس کے بعد وہ اتنے بیمار ہو گئے تھے کہ ان کو بڑے اپنے بھائی مروتی چارپائی پر لے آئے تھے۔

جوگی کے بارے میں ہندو مذہب میں بڑا مضبوط تصور پایا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ ہندو مذہب میں بھی اگر کوئی تزکیہ نفس اختیار کرے یعنی ہر وہ چیز ترک کرے جو نفس کو پسند ہے صرف کئے سے نہیں بلکہ عملی طور پر نفس کی قید سے اپنے آپ کو آزاد کر لیں تو ان کو مسلمان نہیں کہا جاسکتا مگر انہیں روحانی قوت ضرور مل جاتی ہے۔ ایسی قوت کے حامل فرد یا افراد کو جوگی کہتے ہیں۔ ملاپاونڈہ کے رشتہ داروں نے یہ بھی بتایا کہ بعد میں ہمارے لوگوں نے بنوں میں اس جوگی کو دیکھا تھا واقعی اس کی ایک ٹانگ نہیں تھی۔

آپؑ کی زیارت مروتی میں سڑک کے کنارے ہے۔ ۲۰-۱۹۱۹ء محسوس علاقہ میں فوجی مہمات کے دوران آپ کے رشتہ داروں نے آپؑ کی لاش اس خیال سے نکالی تھی کہ کئی فرنگی اپنے ساتھ نہ لے جائے۔ آپؑ کی لاش کو زیارت کے ساتھ قبرستان میں ایک پرانی قبر میں دفن دی گئی تھی۔ یاد رہے کہ آپؑ کا انتقال ۱۹۱۳ء میں ہوا تھا۔ تین ماہ بعد فوج کی واپسی کے بعد گاؤں کے بہت سارے لوگوں کی موجودگی میں آپؑ کی لاش دوبارہ اپنی قبر میں دفن دی گئی تھی۔ لیکن لوگوں نے جب دیکھا تھا کہ سات سال بعد بھی آپؑ کی لاش بالکل صحیح و سالم تھی تو حیران ہو گئے تھے اور آپؑ کی روحانیت سے مزید متاثر ہو گئے تھے۔ آج سے چند سال پہلے جب علاج معالجے کی سہولیات کا فقدان تھا یہاں آس پاس قبائل میں اگر کوئی بیمار ہو جاتا خاص کر چھوٹے بچے تو یہ لوگ کہتے تھے کہ ماما (ملاپاونڈہ) زیارت لے جاؤ۔ قدرت کی شان تھی کہ ایسے مریض جو لا علاج تصور کئے جاتے آپؑ کی زیارت پر آنے کے بعد صحت یاب ہو جاتے تھے۔

ہمارے سفید ریش بزرگ اور آپ کے رشتہ دار کے بقول ملاپاونڈہ کے پاس لائیکہ میں جن ہوتے تھے۔ جن کی دوستی صرف آپ تک محدود نہیں تھی بلکہ آپ کے بعد شہزادہ فضل دین کے ساتھ بھی ان کی دوستی قائم رہی۔ فضل دین گھر میں ہمیشہ نصیحت کرتے تھے کہ گوشت کھاتے وقت ہڈیوں کو منہ مت لگاؤ اور یہ بھی کہا تھا کہ جب فلاں جگہ ہڈیاں پھینکو تو پیچھے مت دیکھو۔ ایک دفعہ آپکے بھائی صالح داد کے دل میں خیال آیا تھا کہ دیکھنے سے کیا ہوتا ہے اس نے ہڈیاں پھینکتے وقت پیچھے دیکھا تو بڑے بڑے کتے نظر آئے تھے۔ کتوں کو دیکھ کر صالح داد گر گیا تھا کتوں نے اس پر حملہ کیا تھا جس سے وہ شدید زخمی ہوا تھا۔ فضل دین نے اس کو دم کیا تھا اور ساتھ سختی سے تاکید بھی کی تھی کہ دوبارہ ایسی غلطی مت کرو۔ میراجان شاہ نے یہ بھی بتایا کہ شہزادہ فضل دین کے مرنے کے بعد گاؤں کے لوگ جب شام کے بعد گھر سے نکلتے تھے تو شدید بیمار پڑ جاتے تھے۔ یہ سلسلہ کئی دنوں تک چلتا رہا جس سے گاؤں کے لوگ بہت پریشان ہوئے۔ ایک دن کسی نے مکین میں مولوی حفیظ اللہ کے ساتھ اس بارے میں بات کی تھی انہوں نے ہمارے گاؤں خبر بھیجی کہ یہ جن ہیں جو شہزادہ کی موت پر پریشان ہیں اس لئے کچھ عرصہ کے لئے شام کے بعد گھروں سے باہر نکلنے میں احتیاط سے کام لیا کرو۔

انہوں نے مزید بتایا کہ ابھی دو سال پہلے کی بات ہے مولوی حفیظ اللہ چند دوسرے طالبان کے ہمراہ ماما زیارت مروتی آئے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد ان سب کے چپل گم ہو گئے۔ وہ سارے پریشان تھے میں نے انہیں بتایا کہ فکر نہ کرو صبح تک مل جائیں گے۔ رات دو طالبان رفع حاجت کے لئے باہر گئے تھے جن انہیں اونچی کمر کے اوپر لے گئے تھے بہت ڈرایا تھا اور صبح صادق کے وقت پانی میں بھی ڈبو یا تھا۔ صبح وہ ماما زیارت میں خوف کے مارے کانپتے ہوئے آئے۔ حفیظ اللہ نے کہا کہ وہ دوبارہ یہاں نہیں آئیں گے۔

طریقہ ہائے ابلاغ کا عمومی جائزہ

ملاپاونڈہ کا دور تاریخ سرحد میں اس لئے معمولی اہمیت کا حامل ہے کہ اس دور میں انگریز ایک طرف اپنے سامراجی عزائم کی تکمیل کی خاطر نہ صرف فاروڈ پالیسی پر عمل پیرا تھے بلکہ یہاں کے قبائل کو لالچ کے ذریعے اپنا آلہ کار بنانے میں بھی مصروف تھے۔ آپ کے دور میں جو طریقہ ہائے ابلاغ نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں ان میں اہم ترین بلوچستان میں سنڈیمن کی بلواسرطہ حکومت یعنی ملک ان کے ذریعے رابطہ

اور معاملات طے کرنے کی اسکیم تھی۔ جس کو وزیرستان میں آزمانے کے لئے سنڈیمین کے شاگرد بروس کو کمشنر ڈیرہ مقرر کیا گیا۔ انگریز کی تمام ترجیحات میں درہ گول کو ژوب اور آگے پشین کے ساتھ سڑک کے ذریعے ملانے کو فوقیت حاصل تھی۔ درہ گول کی ملٹری لائن آف کمیونیکیشن کی حیثیت سے غیر معمولی اہمیت حاصل تھی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انگریز نے یہاں کے سرکردہ افراد کو مراعات کے بدلے اعتماد میں لے کر نہ صرف اپنے ساتھ ملاپاوندہ وزیرستان میں پہلی بار ”فارورڈ پالیسی“ پر عمل درآمد بھی شروع کیا۔ مقابل میں ملاپاوندہ ایسے حالات میں اپنا راستہ نکالنا خوب جانتے تھے۔ آپ نے اپنی تحریک جہاد کو متحرک اور فعال بنانے اور اس کے پیغام کو دور دراز علاقوں تک پہنچانے کے لئے خصوصی آدمی (طالبان) مقرر کئے۔ امیر کابل اور حاکم خوست کیساتھ برادر موثر رابطے قائم رکھیں۔ بذات خود وزیرستان بھر کے چپے چپے کا دورہ کیا اور اپنی جوشیلی تقریروں کے باعث قبائل کو برطانوی سامراج کے خلاف جہاد پر اکسایا۔ آزادی کے دلدادہ قبائل آپ کی باتوں کا بڑا اثر لیتے تھے۔ فرنگی پر یلغار کرتے وقت جوش و جذبہ میں لگن پیدا کرنے کیلئے ڈھول کو موثر ابلاغی ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے اور مذہبی نعرے لگاتے۔ تبلیغ جہاد کی خاطر علماء کرام اور سرکردہ افراد کے علاوہ عام قبائل کو اعتماد میں لینے کیلئے دور دراز علاقوں کی مساجد میں جاتے، فرنگی کو قتل کرنے پر نوجوانوں کو بہشت کی خوشخبری سناتے اور نوجوان آپ کے اشارے پر اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھتے۔ قبائل ان کی پرکشش شخصیت کے گرد جمع ہوتے گئے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ سارے وزیرستان بلکہ خوست تک کے قبائل کے متفقہ قائد بن گئے۔ آپ نے ہر جگہ عقیدت مند پیدا کئے اور اپنے پیروکاروں کو ملیشیا میں بھرتی کیا۔ آپ کی ایماء پر کبھی ایک جگہ کسی انگریز کو قتل کیا جاتا، کبھی دوسری جگہ دوسرے کو، کبھی ایک فوجی کیمپ پر شب خون مارا جاتا، کبھی دوسرے پر۔ محسود قبیلہ میں نہایت رازداری سے ایسے سر پھرے نوجوان پیدا کئے جن کے ذریعے نئی زیر تعمیر سڑک کی حفاظت پر معمور سپاہیوں کے علاوہ محکمہ تعمیرات کے افسر کیلی کو قتل کر دیا۔ بروس نے ملک ان کے ذریعے ملزمان کو قانون کے سامنے لانے پر مجبور کیا۔ ملاپاوندہ کے پیروکاروں نے ملک ان کے اس اقدام کو محسود قبیلہ کے مفادات کے خلاف غداری کے مترادف تصور کیا۔ انہوں نے غداری کرنے والے ملکوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، باقی ماندہ ملکوں کو جان کا خطرہ لاحق ہوا۔ انہوں نے اپنی حفاظت کی خاطر بروس سے درخواست کی کہ وزیرستان میں شاہراؤں کی تعمیر اور چوکیوں کا قیام روکے۔ عمل لایا جائے۔ ۱۸۹۴ء میں احمد زئی ملکوں نے بھی پولیٹیکل آفیسر گرانٹ کو وانا پر مستقل قبضہ کرنے کی درخواست دی۔

اس کے برعکس ملاپاوندہ نے بروس کو پیغام بھیجا ”وزیرستان میں پیش قدمی کی کوشش ترک کر دو اور محسود قیدیوں کو رہا کر دو“ بروس نے جواب دیا کہ علاقے کے ملک ان کی وساطت سے بات کرو۔ اس بات پر ملاپاوندہ نے طالبان کے ذریعے قبائل کو جہاد کی دعوت پہنچائی۔ جگہ جگہ ڈھول بجائے گئے اور بعض علاقوں میں آپ نے خود دورے کر کے اہم شخصیات کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کی۔ جس کے باعث ایک ہفتے کی قلیل مدت میں آپ تین ہزار نوجوانوں پر مشتمل لشکر ترتیب دینے میں کامیاب ہو گئے۔ ۲ نومبر ۱۸۹۴ء کی شب ڈھولوں کی تھاپ اور اللہ اکبر کے نعروں کی گونج میں بوٹری کیمپ وانا پر ایسا بلب بول دیا کہ قبائل کی پوری صد سالہ مسلح جدوجہد کی تاریخ میں بلاغ عام کی حیثیت سے ڈھول کے اس جیسا دلیرانہ اور ماہرانہ استعمال کی مثال نہیں ملتی۔ اس خوفناک معرکے کی خبر اخباروں میں چھپنے سے ہندوستانی چھاؤنیوں میں صف ماتم بچھ گئی اور ملک ان کے ذریعے بلواسطہ حکومت کی سکیم ناکام ہو گئی۔

بروس نے محسود ملکوں کے ساتھ جرگہ کیا۔ ملکوں نے شرائط کی تکمیل کے لئے ۲۳ نومبر کو کانگرم میں ملاپاوندہ کے ساتھ مذاکرات کئے مگر ملک ان ملاپاوندہ کو قائل کرنے میں ناکام رہے۔ پھر درویش خیل، دو تانی، سلیمان خیل اور محسود ملکوں پر مشتمل جرگہ نے بروس کی ہدایت پر ملاپاوندہ کے ساتھ شکستہ میں جرگہ کیا مگر کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ ملکوں نے ایک دفعہ پھر ملاپاوندہ کے ساتھ مذاکرات کئے مگر بے سود رہے۔ راپٹوں میں بار بار ناکامی کے بعد جنرل لاکھارٹ نے دسمبر ۱۸۹۴ء کو جنڈولہ میں محسود ملک ان کو محسود علاقہ میں فوج کشی کے مقاصد سے آگاہ کیا۔ محسود قبیلہ کے خلاف یہ آپریشن ۱۸ دسمبر ۱۸۹۴ء سے ۱۹ جنوری ۱۸۹۵ء تک جاری رہے۔ ان مہمات کے دوران فوج کے مختلف

کالموں کے مابین پہاڑی چوٹیوں سے سنگل ریلوں کے لئے گل ۷۰ سنگلز تعینات کئے گئے تھے۔ جنڈولہ کے مقام پر فیلڈ ٹیلی گراف سٹیشن قائم کیا گیا تھا۔ تمام چوٹیوں پر قائم پلٹوں سے مخصوص نشانات جھنڈے اور شیشے کے ذریعے فیلڈ ٹیلی گراف کے ساتھ رابطے قائم کیا کرتے تھے۔ سنگلز کے لئے عارضی طور پر ۲۴ سٹیشنز قائم کئے گئے تھے۔ جہاں سے صاف لائن کے ذریعے تمام پیغامات جنرل آفیسر کمانڈنگ تک پہنچا دیے جاتے تھے۔ شدید ایمر جنسی کی صورت میں لیمپ سنگل استعمال میں لایا جاتا تھا۔ ۱۲ میل تک پیغامات کے تبادلے کے لئے سرخ جھنڈے استعمال میں لائے گئے۔

سرحدات کی حد بندی کے لئے افغان اور حکومت ہند کے درمیان خطوط کے ذریعے ریلوں کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ ۱۸۹۵ء کو جنرل لاکھارٹ نے خوست کے گورنر سردار شریندل کے نام خط میں پیغام بھیجا کہ وہ اپنے نمائندوں کو دو مندی روانہ کریں تاکہ وقت مقررہ پر کام شروع کیا جاسکے۔ ملاپانندہ نے لشکر جمع کرنے کے لئے سپین وام اور کرم کا دورہ کیا۔ پھر دلوڑ کے علاقے عیدک آئے۔ دلوڑ کے علاوہ وانا، برمل اور خوست کے قبائل سے شکرانے کی رقم وصول کرنے کے لئے طالبان بھیجے۔ فرنگی نے ملاکی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے باعث ملکات کو ہدایت کی کہ ملاپانندہ کے ارادے خطرناک ہیں ان کو اپنے علاقہ سے نکال دو۔

ملاپانندہ نے امیر کابل عبدالرحمن پر واضح کیا کہ ”اگر آپ ہماری مدد کریں گے تو ہم فرنگی کے خلاف آخری حد تک لڑیں گے“ امیر نے بظاہر انہیں لڑنے جھگڑنے سے منع کرنے کی ہدایت کی مگر درپردہ مدد کرتے رہے۔ واپسی پر ارگین میں سات ہزار قبائل نے فرنگی کے خلاف جہاد میں ساتھ دینے کا عہد کیا۔ وزیرستان واپس لوٹنے پر آپ نے پھر سے قبائلیوں کے ساتھ ریلوں کا سلسلہ شروع کیا اور حکومت کو خط لکھا کہ وزیرستان میں اسلام دشمنی کے باعث تشدد کا سلسلہ بند کیا جائے، قلعوں اور سڑکوں کی تعمیر سے گریز کیا جائے ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ گرانٹ نے کمشنر ڈیرہ کو لکھا ”ملاپانندہ نے امیر کابل کے ساتھ گٹھ جوڑ کر رکھا ہے اور ان کی مدد سے انہوں نے اگلے جمعہ کو کانگرم میں جرگہ طلب کیا ہے۔ ان کا مدعا یہ ہے کہ وزیرستان میں مزید فرنگی پیش قدمی سے بہت خون خرابہ ہوگا۔“ ملاپانندہ نے محسود قبیلہ میں پروپیگنڈہ بھی شروع کر رکھا تھا کہ ہماری آزادی میں مداخلت کی صورت میں امیر کابل نے ہر قسم کی مدد کا وعدہ کیا ہے۔

اس طرح ۱۸۹۶ء میں ماہر میں ایک مسلح دستے کے خلاف حملہ کرنے سے پہلے جب ایک سفید ریش بزرگ نے تلوار لہرائی تو قبائل فوراً فوج پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ پورے دستے کو چند لمحوں میں نیست و نابود کر دیا۔ ملاپانندہ اپنا مطلب نکالنے کے لئے انگریز کے ساتھ مذاکرات کے شوٹے چھوڑتے تھے۔ گورنر پنجاب کو خط کے ذریعے پیغام بھیجا کہ ”سب قبائل کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وزیرستان میں فرنگی تجاوزات کاؤٹ کر مقابلہ کیا جائے گا“ اس لئے بہتر ہوگا کہ الاؤنسز ملکات کی جائے پورے قبیلہ کو ادا کئے جائیں۔“ ملاپانندہ نے ۱۹۰۰ء میں پولیٹیکل ایجنٹ وائس پر بھی واضح کیا کہ ”محسود کے ساتھ حد بندی کی لائن متعین کی جائے جس کے بعد محسود علاقہ میں مداخلت سے پرہیز کیا جائے۔“ فرنگی ملاپانندہ کی بات ماننے کو تیار نہیں تھے۔ مگر جب حالات میں بھری کی کوئی صورت سامنے نہیں آئی تو ۱۹۰۲ء میں مروجہ سیٹ اپ میں تبدیلی کر کے الاؤنسز ملکات کی جائے پورے قبیلہ کو ادا کئے جانے لگے اور جنڈولہ میں ایک بڑے جرگہ میں یہ طے پایا گیا کہ نئے قبائلی نمائندے تیمان (عوام) کے وکیل کے فرائض سرانجام دیں گے۔

۱۹۰۵ء میں ملیشیاء کے محسود سپاہیوں نے وانا کھپ پر قبضہ کرنے کے لئے ”منسوبہ“ بنایا۔ صابر خان نامی محسود کو آفیسر میس میں انگریز افسران کو قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ دیگر سب سپاہی کھپ پر دھاوا بولنے کے لئے صابر خان کی گولی چلانے کی آواز کے انتظار میں بیٹھے رہے مگر بد قسمتی سے گولی نہ چل سکی۔ جس کے باعث منسوبہ ناکام رہا۔

ملاپانندہ نے موثر دفاع اور غازیوں کے لئے اسلحہ کے حصول کی خاطر ۱۹۰۰ء میں پھر کابل کا دورہ کیا۔ امیر کے بھائی سردار نصر اللہ خان نے آپ کی بھرپور مدد کی۔ واپسی پر خوست کے گورنر کے علاوہ دیگر قبائلیوں کے ساتھ ریلوں کا سلسلہ شروع کیا۔ قبائل پر آپ کے پیغام

کے اثر سے متعلق ”قیدیاعستان“ میں یوں تبصرہ کیا گیا ہے ”ملاپاوندہ کے ایک اشارے پر ہزاروں لوگ جانیں دینے کے لئے تیار ہیں۔ ان کے حکم کی وحی کی طرح تعمیل کی جاتی ہے۔ اور سب مسلمان ان کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔“۔ کابل سے واپسی پر آپ نے پھر سے شیخوں کے ذریعے قریب کے اضلاع اور بالخصوص گول میں ڈکیتی اور قتل کا سلسلہ شروع کیا۔ خوست کے گورنر سردار شاہ گئی، ملا حمزہ اللہ، داوڑ، وزیر اور محسود قبیلوں کے دوسرے سرکردہ افراد کے تعاون سے کانٹنر میں جلسہ عام منعقد کر کے قرارداد پاس کی کہ فرنگی کے خلاف مسلح جدوجہد جاری رکھی جائے گی۔ ۱۹۱۲ء میں آپ نے ایک دفعہ پھر کابل کا دورہ کیا اور واپسی پر کھلے عام پروپیگنڈہ شروع کیا کہ مستقبل میں امیر کابل کی اجازت کے بغیر وزیرستان میں فرنگی پیش قدمی کی جرات نہیں کر سکیں گے۔ آخری ایام میں آپ افغان حکومت کے ساتھ پائیدار تعلقات قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے جس سے قبائل میں آپ کے اثرورسوخ میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ آپ فرنگی کے خلاف تمام قبائل میں مثالی اتحاد کے قیام کے خواہ تھے مگر قدرت نے انہیں مہلت نہیں دی۔ ۲ نومبر ۱۹۱۳ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ نے اپنے وطنوں کے نام دائمی پیغام میں نصیحت کی کہ ”وہ اپنی قومیت پر قرار رکھیں، انگریز یا امیر کابل کو اپنے علاقہ پر قبضہ کرنے کا موقع نہ دیں۔ باہمی اختلافات ختم کر دیں اور لوٹ مار چھوڑ دیں تاکہ فرنگی کو وزیرستان پر قبضہ کرنے کا یہمانہ ہاتھ نہ آئے۔“

REFERENCES

1. لائق شاہ "طایفہ اندہ" ص ۹۸ تا ۹۳ء مس ۱۵۰ تا ۱۴۷ عارف مسودہ حرم سے گولڈ بک مس ۱۳۶ تا ۱۳۷۔
2. Foreign Frontier Department "Merder of Mr. Kelly and a sowar near Mughal Kot" file No. 42 , October 1893. p. 3.
3. Waziri Affairs" Murder of Mahsud Waziri Malikis, Occurred in thr Recent Surrender of Their Tribesman" File No. Aug . 1894, pp. 2-3.
4. Foreign Frontier Departmen" Result of the Enquiry made Regarding the Murder of Mr. Kelly and Certian other offences Subsiquantly Committed in Zob "Pass" 1894. pp. 1-2 .
5. Devies C.C "The Problem of North West frontier 1890-1901" Curzon Press London 1974, pp.124-125.
6. کیرولولف "پٹمان" ترجمہ سید محبوب علی پشتوا کیڈ کی پشاور یونیورسٹی پبلشنگ ہاؤس ۱۳۶۲ھ۔
7. Foreign Frontier Dept. "Murder of Jamidar Kadir Balkhash by Mahsud Wazirirs" 1894, p.1. "Indo Afghan (Wazristan) Boundry" File No.1 and "Waziri offences, Khingji and Gwalri Murders and Concequent Strengthening of the Jandola and Kajurh kach Garrisons" File No.15 , 1894 , pp.6-7.
8. Foreign Frontier Dept. "Indo-Afghan (Waziristan) Boundry " File No.1 ,1894, pp.3-4.
9. Genral Staff Branch "Operations Against Mahsud Wazirs 1894 - 95 "Govt. of India, pp.18-19 and Howell, E."Mizh" Mahsud Monograph, Oxford University Press Karachi 1979, p.15.
10. "Operations Against Mahsud wazirs 1894-95" pp.21-24.
11. Foreign Frontier Dept. "Indo-Afghan(Waziritan) Boundry, Attack by Mahsud Upon the Camp at Wano" Annual File No.1, 1894, pp.3-4. -۱۳۶۲ تا ۱۳۶۱ مس ۱۹۹۲ء
12. Brunc, I. "Froward Policy and its Results" Longmans, Green and Co. London 1900. pp.269 -72.
13. "Operation Against Mahsud Wazirs 1894-95 pp. 25-26.
14. Ibid pp.27-31.
15. Ibid pp.32-34.
16. Ibid pp.47-48.
17. Ibid pp.49-53.
18. Forelgn Feontier Dept, " Demarcation of Southern Portion of the Afghan Waziristan boundry from Do-mandi to Khwaja khidar and Tribal Arrangments with Mahsud Waziris" Annual File No.2 1895, pp, 4-5 and "North Waziristan Political Diary from Jan. 31, 1895.
19. لائق شاہ "طایفہ اندہ" ص ۹۸ تا ۹۳ عارف مسودہ حرم سے گولڈ بک مس ۱۳۶ تا ۱۳۷۔
20. Foreign Frontier Dept. "Proceeding of Mullah Pownda in the Shahure Vally in the Mahsud Coutry Gener-ally " Aug, 1895, pp.1-2 and "Movements of Mullah Pawinda and His Followers"
21. Movements of Mullah Powinda and His Followers "pp.4-5.
22. Foriegn Frontier Dept. " Arrival at Kabul of Mullah Powinda and His Follower "File No. 76 September, 1896, pp.1-3
23. "Movements of Mullah Powinda and His Followers" pp.6-7.
24. Foreign Frontier Dept. " Mullah Pawinda Return from Kabul" Oct. 1896, pp1 and Attitude of Mullah Powin-da "1896, pp,1-2.
25. لائق شاہ "طایفہ اندہ" ص ۹۸ تا ۹۳ عارف مسودہ حرم سے گولڈ بک مس ۱۳۶ تا ۱۳۷۔
26. Foreign Frontier Dept. "Mahsud Waziris Affairs " File No. 38, April, 1898 ,p.5 and " Mahsud Waziris Af-fars" File No.71 from Sep. To Dec. 1899, 4-5
27. "Mahsud Waziris Affairs" File No. 25 March , 1900, 3-4. ۳۶ تا ۳۵ مس ۱۳۶۱ تا ۱۳۶۰

28. Lal Baha "N.W.F.P Adminstration Under British Rule 1901-19". National Commission on Historical and Culture Research Islamabad , 1978, pp.36-37 and Merk to Govt. of the Punjab July 24, 1900.
29. Devies, C.C. " The Problem of North West Frontier 1890-1901" pp.128-32 , Howell " Mizh" pp ,31-34, Dean to govt. of India March, 1902 and Merk to Dean April 12, 1902.
30. Lal Baha "N.W.F.P. Administratin Under British Rule 1901-19". pp.40-41.
31. "Report of the Tribal Control and Defence Committee" Govt. of India press 1931, pp .21-23 and Howell "Mizh" pp.39-40.
32. تنگن 'سر جارج' شمال مغربی پاکستان اور برطانوی سامراج "ترجمہ ایم انور رومان ۱۹۷۷ء میں ۱۲۳ تا ۱۲۴۔
33. Howell, E " Mizh" Mahsud Monograph pp .41-43۔ ۱۳۰ تا ۱۳۸۔
34. Lal Baha "N.W.F.P Administration Under British Rule 1901-19". pp. 43-45 and Memorandum of Information for December 1905 Regarding Affairs on and Beyond the NWI of India" 1905, p.13.
35. Lal Baha "N.W.F.P Administraion Under British Rule 1901-19". pp.46-47 And Crump's Note on the Settlement of Waziristan Dec.22,1908.
36. Lal Baha "N.W.F.P Administration Under British Rule 1901-19". pp.49-50
37. لائق شاہ "ملاپاوندہ" ص ۱۳۲ تا ۱۳۵۔
38. "Secret Border Report 1908 " p. 8 and " Balucistan Agency Report 1901" p. 9.
39. Howell, E. "Mizh" Mahsud MOnograph p. 57 - 58.
40. لائق شاہ "ملاپاوندہ" ص ۱۵۱ تا ۱۵۲۔
41. Howell, E. "Mizh" Mahsud MOnograph p.57-58.
42. Ibid pp. 59-60.
43. لائق شاہ "ملاپاوندہ" ص ۱۵۶۔
44. عارف مسعود کرم سے گول تک ص ۲۸ تا ۴۰ اور لائق شاہ ملاپاوندہ ص ۲۶۶ تا ۲۸۶۔
45. Howell, E. "Mizh" Mahsud MOnograph p.109 - 10۔ ۵۵۔
46. لائق شاہ "ملاپاوندہ" ص ۱۶۷ تا ۱۶۸۔
47. ایضاً ص ۱۶۷ تا ۱۶۸۔



شہزادہ فضل دین ولد ملا پاونندہ

شہزادہ فضل دین کے دور میں طریقہ ہائے ابلاغ (۱۹۱۲ء سے ۱۹۳۵ء تک)

تعارف

آپ ۱۸۹۹ء کو مروئی میں پیدا ہوئے۔ باپ (ملاپاوندہ) کے انتقال کے بعد آپ کو کانگرم میں ایک بڑے جرگہ میں ”شہزادہ وزیرستان“ منتخب کیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۴ سال تھی، عملاً تمام معاملات کی نگرانی ملا عبد الحکیم بھارہ تھے۔ ملاپاوندہ کے سات بیٹے تھے، فضل دین، مازی مرجان، گل دین، شمس الدین، صاحب دین، کریم داد اور صالح دین لیکن قیادت کی ذمہ داری شہزادہ فضل دین کو سونپ دی گئی۔ آپ نے والد کی طرح لنگر جاری رکھا۔ والد صاحب کی وفات کے بعد آپ نے نہ صرف ان کی ذمہ داریاں خوب سنبھالی بلکہ ۱۹۳۵ء تک مشکل حالات میں کمال درجہ مہارت اور مثالی قیادت بھی فراہم کی۔ آپ نے پہلی بار اکتوبر 1914ء میں کابل کا دورہ کیا اور سردار نصر اللہ خان کے ساتھ ملک سادے خان وزیر کے ہمراہ ملاقات کی۔ جس میں ملاپاوندہ مرحوم کے لئے فاتحہ خوانی کی اور پشتون قوم اور اسلام کی سربلندی کے لئے فرنگی کے خلاف ملاپاوندہ کی بے مثال جدوجہد کو خراج عقیدت پیش کیا۔ بعد میں شہزادہ فضل دین نے سردار نصر اللہ خان کو ایک قرائی اور ایک شارٹ گن تحفہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ ان کے مرحوم والد کا اثاثہ ہے۔ سردار نصر اللہ خان نے شہزادہ کے لنگر کے لئے سالانہ آٹھ ہزار فغانی روپیہ وظیفہ میں مقرر کیا بعد میں سردار نصر اللہ خان کے ساتھ ان کے محل میں خفیہ ملاقات بھی کی جس میں فرنگی راج کے خلاف جہاد کے مختلف پہلوؤں پر خوب غور و غوص کیا اور مستقبل میں ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ و تعاون برقرار رکھنے کا عہد کیا گیا۔

شہزادہ فضل دین بھی اپنے والد کی طرح وزیر اور محسود قبائل کے مابین اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ لائق شاہ درپہ خیل کے بقول 1914ء میں رزمک کے مقام پر طوری خیل اور عبدالائی قبیلوں کے مابین تنازعہ ہوا تھا شہزادہ فضل دین نے مذکورہ قبیلوں کی صلح کراتے ہوئے دونوں سے عہد لیا کہ وہ آئندہ کے لئے ایک دوسرے کے خلاف کوئی ایسی غلط حرکت نہیں کریں گے جس سے ان کے مابین اتحاد و اتفاق کو نقصان پہنچے۔ اگر کسی فریق نے معاہدے کی خلاف ورزی کی تو اسے تین ہزار روپیہ جرمانہ لیا جائے گا۔ اسی طرح شہزادہ فضل دین دوسرے قبیلوں کے مابین معاملات کو خون خرابے کی بجائے خوش اصولی طے کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ آپ ایسی ہر کشش شخصیت کے مالک تھے جس کے باعث وزیرستان کے قبائل کے علاوہ افغان اور فرنگی حکومت کے حکام بالا کے لئے غیر معمولی اہمیت اختیار کر چکے تھے۔ آپ کے متعلق امیر نیاز علی خان ایپسی نے کہا کہ فضل دین بڑے ہوشیار آدمی تھے۔

وہ قبائل کے نفسیات سے خوب واقف تھے وہ افغانیوں کو افغانی روپیہ، محسود کو روپیہ جبکہ وزیر کو پونڈ دیتے تھے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ انہوں نے فقیر ایپی کی مشکل حالت میں دل کھول کر مدد کی جس سے فقیر ایپی کو نہ صرف محسود قبیلہ کی حمایت حاصل ہوئی بلکہ شہزادہ کی حمایت سے فقیر ایپی کی تحریک جہاد فی سبیل اللہ کو بہت تقویت بھی حاصل ہوئی۔ میر دل خان طوری خیل جو شہزادہ فضل دین اور فقیر ایپی کے درمیان ملاقات کے موقع پر موجود تھے نے بتایا کہ شہزادہ نے فقیر ایپی سے کہا کہ ان کے پاس جتنے کار توں بندوق یا نقد رقم ہیں وہ سب دینے کو تیار ہیں لیکن فرنگی کے خلاف جہاد جاری و ساری رہے۔ ہمارے بزرگوں کا کہنا ہے کہ آپ کی دعاؤں میں بہت اثر ہوتا تھا جبکہ بددعا میں تو بربادی کا سبب بنتی تھیں۔ آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت تھیں اور ان میں بے پناہ کشش تھی۔ آپ دسمبر ۱۹۲۳ء میں دستار بندی کی غرض سے مشہور مذہبی رہنما مولوی انور شاہ کے ہاں کریمہ تشریف لے گئے تھے اور انہیں بطور شکرانہ ایک گھوڑا بھی دیا تھا۔

۱۹۲۹ء میں امان اللہ خان کے بعد چھ سقہ افغانستان کا بادشاہ بنا تھا۔ امان اللہ خان کے خاندان کے ایک فرد نادر شاہ نے قبائل کے ساتھ جرگوں میں وعدہ کیا تھا کہ چھ سقہ سے تخت چھیننے کے بعد اسے دوبارہ امان اللہ خان کے حوالے کیا جائے گا۔ قبائلیوں نے شہزادہ فضل دین کی قیادت میں نادر خان کا ساتھ دیا۔ چھ سقہ کو گرفتار کر کے جیل میں بند کیا گیا۔ نادر خان وعدہ خلافی کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا۔ شہزادہ فضل دین کو یہ بات اچھی نہیں لگی تھی لیکن بادشاہ کے خوف کے باعث کھلے عام اس کا اظہار بھی نہ کر سکے۔ لہذا آپ نے ایک عورت کے ذریعے جیل میں چھ سقہ کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ کو جیل سے رہائی مل جائے تو کیا وہ امان اللہ خان کی حمایت کریں گے۔ چھ سقہ نے رہائی کے بعد امان اللہ خان کی حمایت کا وعدہ کیا تھا۔ اس راز سے کابل میں مقیم بعض محسود قبائل نے نادر خان کو آگاہ کیا۔ نادر خان کے لئے شہزادہ فضل دین پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں تھا۔ لہذا دوسرے دن آپ کو بلایا گیا اور بہت سارے قبائل کے سامنے آپ سے کہا کہ مجھے آپ سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ ہمارے مائیں کوئی ایسا عہد نامہ ہونا چاہیے جس کے تحت ہم ایک دوسرے پر اعتبار کر سکیں۔ آپ نے نادر خان سے پوچھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ نادر خان نے جواب دیا تھا کہ اگر قرآن شریف پر حلف اٹھایا جائے تو پھر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے قرآن پر حلف اٹھاتے ہوئے کہا تھا کہ وہ آپ کے بارے میں تسلی بخش بندوبست کا اہتمام ضرور کریں گے۔ آپ نے اعلیٰ ذہانت سے کام لے کر یہ نہیں کہا تھا کہ وہ نادر خان کی حمایت کریں گے بلکہ بندوبست کا کہا تھا۔ نادر خان کو خود بھی معلوم تھا کہ شہزادہ بہت ہوشیار آدمی ہے۔ اس لئے اس نے چھ سقہ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ دوسرے دن چھ سقہ کو عاسکر جیل سے باہر لائے اس کا خیال تھا کہ شاید فضل دین کی اسکیم کامیاب ہو گئی ہے۔ لیکن جب انہیں پتہ چلا تھا کہ اس کو قتل کرنے کے لئے جایا جارہا ہے تو اس نے نادر خان سے کہا تھا کہ میری ایک بات یاد رکھوں۔ جب تک یہ شخص (فضل دین) افغانستان میں موجود ہیں تب تک امان اللہ خان کے سوا کوئی دوسرا بادشاہ سکون سے نہیں رہ سکتا۔ چھ سقہ کے قتل کے بعد فضل دین افغانستان سے واپس اپنے گاؤں لوٹ آئے تھے۔ ہمارے بزرگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ چھ سقہ کی معزولی کے وقت شہزادہ فضل دین کے ہاتھ بہت سارے قیمتی ہیرے و جواہرات آئے تھے۔ آپ کے عہد میں شامی پیر نے محسود علاقہ میں کافی اثر و رسوخ حاصل کیا تھا۔ آپ کے بھتیجے میراجان شاہ نے بتایا کہ آپ پریشانی کی حالت میں اپنے والد ماما زیارت گئے تھے وہاں اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اگر یہ آدمی سچا ہے تو اس کو کامیابی نصیب کرے لیکن اگر جھوٹا ہے تو اس کو یہاں سے ایسے فنا کر دیجیے وہ پہلے کبھی نہ تھا۔ آپ کی دعا کے چند دن بعد فرنگی شامی پیر کو محسود علاقہ سے خود لے گئے تھے۔

آپ ۱۹۳۶ء میں پیر ماگی شریف کی دعوت پر مسلم لیگ کی حمایت پر راضی ہوئے تھے۔ آزادی کے بعد کشمیر کے محاذ پر آپ نے محسود لشکر کی قیادت کی اور یہادری کے ایسے جوہر دکھائے جس کی مثال آزاد کشمیر کی صورت میں آج ہمارے سامنے ہے۔ جنگ بندی کے بعد سردار داؤد جو افغانستان کے وزیراعظم تھے نے راولپنڈی میں ایک کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ پشتون کا سارا علاقہ ان کا ہے اور وہ اس میں کسی دوسرے ملک کی مداخلت برداشت نہیں کریں گے۔ کانفرنس میں موجود سب لوگ حیران ہو گئے تھے کہ پاکستان کی سر زمین پر یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس موقع پر شہزادہ فضل دین نے کھڑے ہو کر کہا تھا کہ پہلے پشتون علاقہ کا سربراہ میرے والد تھے اس کے بعد وہ سارے

علاقے کا سربراہ ہے لیکن وہ کسی کو یہ حق نہیں دے سکتے کہ ان کی مرضی کے بغیر پشتون علاقہ کی قسمت کے بارے میں بات کریں۔ بعد میں سردار داؤد نے آپ سے گلہ کیا تھا مگر آپ نے اس پر واضح کیا تھا کہ وہ اپنے علاقے میں کسی غیر کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتے۔ آپ کے بچپن کے حالات کے بارے میں آپ کے چچا زاد بھائی میراجان شاہ (میراگل) نے بتایا کہ ماما پاپاوندہ کانگر جاری رہتا تھا آگ بہت زیادہ جلائی جاتی تھی جس سے بہت راکھ بن جاتی تھی۔ ماما اپنے بیٹوں سے کہتا تھا کہ اس راکھ میں کوہ پڑوسب بٹے انکار کرتے تھے لیکن فضل دین اس میں کود پڑتے۔ جس سے آپ کے والد آپ پر بہت خوش ہوتے تھے۔ آپ پختہ شعور اور غیر متزلزل ارادوں کے مالک تھے۔ زبردست قائدانہ صلاحیتوں کے باعث آپ نے جلد شاندار مقام حاصل کیا۔ اپنے دور میں اقتدار اور وقار میں اس حد تک اضافہ کیا جس حد تک آپ کے والد نے فرنگی سے دشمنی کے باعث محسود قبیلہ میں ایک عظیم لیڈر کی حیثیت سے منفرد مقام حاصل کیا تھا (1)۔

انگریز افسران کا قتل

آپ نے بھی والد کی طرح مخصوص آدمیوں کے ذریعے فرنگی افسران کا سلسلہ قتل جاری رکھا۔ ۲۹ جنوری ۱۹۱۴ء کو وانا میں ایک بٹنی سپاہی نے کپتان ٹیلر کو قتل کیا۔ ۱۲ اپریل کو ایک محسود سر فراز خان جو جنوبی وزیرستان پولیٹیکل ایجنٹ کا رولی تھانے پولیٹیکل ایجنٹ میجر ڈاڈ (Dodd) کپتان براؤن (Brown) لفٹننٹ ہیکی (Hicki) سمیت تین سپاہیوں کو قتل کیا۔ سر فراز خان کو بھی موقع پر شہید کر دیا گیا۔ بعد میں تحقیقات سے معلوم ہوا کہ سر فراز خان نے چھٹی کے دوران زیادہ تر وقت فضل دین کی رفاقت میں گزارا تھا۔ دوسرے مہینے غازیوں نے ڈیرہ اسماعیل خان ضلع میں چھ اور وزیرستان میں مختلف مقامات پر دس وارداتیں کیں۔ ۲۰ نومبر ۱۹۱۴ء کو بمبئی میں میجر انڈرسن کو اپنے رجمنٹ کے محسود سپاہی ماک خان نے قتل کیا۔ انڈرسن نے ماک خان کو غلامی کا طعنہ دیا تھا جس پر ماک خان نے اس کو قتل کرنے کی قسم کھائی تھی۔ ماک کو بھی دو دن بعد پھانسی دیدی گئی۔ رجمنٹ کے دیگر تمام محسود سپاہیوں کو اس خیال سے کہ کہ ان میں جذبہ حریت کسی بھی وقت بھڑک سکتا ہے۔ جنگ عظیم کے دوران جزیرہ ایڈمن میں نظر بند کیا گیا (2)۔ اگست ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم شروع ہوئی تو قبائلی علاقہ جات اور بالخصوص وزیرستان مختلف افواہوں کا مرکز خاص بنا۔

پہلی جنگ عظیم اور پروپیگنڈہ

پہلی جنگ عظیم کے شروع ہوتے ہی قبائلی علاقوں میں انگریز مخالف جذبات پھر بھڑک اٹھے۔ خاص کر وزیرستان انگریز ترک جرمن مشن اور تحریک مجاہدین ہند کے اکابرین کی توجہ کا مرکز خاص بنا رہا۔ دوسری جانب امیر کابل حبیب اللہ انگریز کا وفادار تھا جبکہ ان کا بھائی سردار نصر اللہ خان ترک جرمن اتحاد کا حامی تھا۔ اس طرح عوام بھی فرنگی کے خلاف ترک جرمن اتحاد کے حامی تھے۔ اس کشمکش کے دوران افغانستان میں عجیب و غریب افواہیں پھیلی رہیں اور وزیرستان کے قبائل تک برابر پہنچتی رہیں۔ ۱۹۱۴ء میں یہ افواہ پھیلی کہ ”ترک اور جرمن افواج ہندوستان پر حملہ کرنے کیلئے ہرات پہنچ چکی ہیں۔ فتح کی صورت میں پشتون کا سارا علاقہ امیر کابل کے حوالے کیا جائے گا اور باقی علاقہ ترک اور جرمن کے مابین تقسیم کیا جائے گا۔“ دوسری افواہ یہ پھیلی کہ ”امیر کابل نے جرمن بادشاہ ولیم (Wilhelm) کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہے جسے انہوں نے قبول کی۔“ تیسری افواہ یہ پھیلی ہے کہ ”حاکم ارگین محمد ہاشم سے پیغام موصول ہوا ہے کہ سلطان ترکی نے امیر کابل کو اطلاع دی ہے کہ تین لاکھ ترکی افواج عنقریب افغانستان پہنچنے والی ہیں ان کے لئے افغانستان میں قیمتاراشن کا بندوبست کیا جائے۔“ مزید ارگین میں یہ افواہ بھی ہر کسی کی زبان عام تھی کہ سلطان ترکی نے امیر کو ایک تلوار اور دو بھگڑی (چوڑیاں) بھیج دی ہیں۔ کہ مردانگی کی

صورت میں تلوار لے لوور نہ عورت کی چوڑیاں پہن لو (3)۔

افواہوں کے علاوہ ۱۹۱۵ء میں ترک جرمن مشن بھی کابل آیا تھا۔ جس نے افغانستان میں مجاہدین کا ایک ایسا ٹولہ پیدا کیا تھا جو انگریز مخالف لڑنے کیلئے تیار تھا۔ یورپ بہت تیزی سے اپنے حشر کی طرف بھٹک رہا تھا جب سلطان ترکی نے جنگ میں شامل ہو کر فرنگی اور ان کے اتحادیوں کے خلاف عالمی جہاد کا اعلان کر دیا۔ عالم اسلام کے ہر منبر و میسرے سے ”اسلام خطرے میں ہے“ کے نعرے بلند ہونے لگے۔ سرحد میں آگ بھڑک اٹھی اور ملانے ڈھول ڈھمکانا شروع کر لیا۔ طبل جنگ پر چوٹیں پڑتی رہیں، ملاپکارتے رہے ”یا اللہ، یا اللہ“ لیکن امیر حبیب اللہ جو انگریز دستور میں ماسٹر مین تھا انگریز کیساتھ دوستی اور امن کے عہد نامہ پر پور اتر اور کابل میں ڈنار ہا۔ انگریز نے پوری فوج ہند کو سات سمندر پار اتحادیوں کے مفاد کی خاطر جنگ میں جھونک دیا۔ امیر نے انگریز کو صرف ایک اشارہ بھیجا ”میرے لئے اس جنود الشیطان کو قابو کرنا آسان ہوگا بشرطیکہ سرحدی مہمات فی الحال بند کر دی جائیں“۔ اس نے ترک جرمن اور علماء ہند کے وفد کیساتھ بات چیت میں عجیب چالاکی سے کام لیا۔ ترکوں سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ہندوستان جاتے ہوئے اس سرحد پر آجائیں تو وہ انہیں ایک لشکر جرار فراہم کرے گا۔ جرمنوں کیساتھ اس نے ایسی ٹال مٹول کی کہ وہ بیزار ہو کر چلے گئے۔ علماء ہند سے کہتے رہے کہ جب ترک فوج افغانستان پہنچ جائے گی تو وہ پھر جہاد کا اعلان کر دیں گے (4)۔ حالانکہ اس کو اچھی طرح معلوم تھا کہ انگریز اور روس نے مل کر ترک فوج کے افغانستان آنے کے تمام راستے بند کر دیے ہیں۔ فضل دین نے ان حالات میں کم عمری کے باوجود جس جرات اور دانشمندی کا جو مظاہر کیا اسکی مثال نہیں ملتی۔

فضل دین کے رابطے

ستمبر ۱۹۱۴ء میں افغان حکام کی حمایت کے حصول کیلئے آپ نے ایک بڑے وفد کے ہمراہ افغانستان کا دورہ کیا۔ اس وقت ملا حمزہ اللہ کی قیادت میں احمد زئی وزیر کا ایک اور بڑا وفد بھی کابل میں موجود تھا۔ کابل میں امیر کے بھائی سردار نصر اللہ خان کے ساتھ بڑے خوشگوار ماحول میں جہاد سے متعلق گفت و شنید ہوئی۔ ان کے مابین سمجھوتے طے پایا کہ وزیر اور محسود مکمل ہم آہنگی کے ساتھ فرنگی کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ سردار نصر اللہ خان نے انہیں اسلحہ کے علاوہ ۲۱۵۰۰۰ روپے بھی دیئے (5)۔ اس دوران مہمند میں حاجی ترنگزئی ہندوستانی مجاہدین کے قائد امیر نعمت اللہ کے ساتھ حملہ میں مجاہدین کے حملوں کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ انہوں نے ۲۹ اگست ۱۹۱۵ء کو ایک اطلاع نامہ چھپوا کر شائع کیا۔ جس کی کاپیاں تمام قبائلی علاقوں میں تقسیم کی گئیں۔ ”سونے والوں اٹھو! اب صبح ہو رہی ہے۔ آزاد علاقے کے بہادر اور غیور مجاہدین نے مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ وہ ایک ظالم اور جاہل حکومت کی غلامی سے ہندوستان کو آزاد کرانے کیلئے جہاد کی خاطر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے مظلوموں کی مدد کیلئے اپنی تلواریں نیام سے نکالی ہیں۔“

حاجی ترنگزئی کے سردار نصر اللہ کے ساتھ خوشگوار تعلقات تھے۔ حاجی صاحب نے مولانا سیف الرحمن اور مولانا فضل ربی کو اکتوبر ۱۹۱۵ء میں کابل بھیجا اور سردار نصر اللہ خان کو کہلا بھیجا کہ وزیرستان کے قبائل کو اسلحہ کی امداد دی جائے۔ نیز اعلان جہاد پر مشتمل فرامین بھی بھیجے جائیں تاکہ وہ منظم ہو کر انگریز فوج پر یلغار شروع کریں۔ چنانچہ نصر اللہ خان کی طرف سے جہاد پر مشتمل تحریری فرامین کے علاوہ حاجی ترنگزئی نے بھی فضل دین کے ذریعے وزیرستان کے علماء کرام کو پیغام بھیجا کہ وہ اس مقدس جنگ میں شامل ہو کر اپنا اسلامی فرض پورا کریں۔ ان رابطوں کے مثبت اثرات کے نتیجے میں فضل دین نے اپنی سرگرمیاں مزید تیز کر دیں اور زیادہ سے زیادہ قبائل کو اپنا ہمسوا بنانے کے لئے ۱۲ اکتوبر کو کانگرم میں جلسہ عام منعقد کیا۔ جس میں محسود اور احمد زئی وزیر کے علاوہ خوست کے روحانی رہنماء لالا پیر نے بھی شرکت کی۔ جرگہ میں فیصلہ کیا گیا کہ جب جہاد کا آغاز ہو تو اس وقت بلا کسی تاخیر کے فوری طور پر احمد زئی مجاہدین وانا چھاؤنی پر اتمانزئی وزیر ٹوچی پر کرم کے محاذ پر زدران اور منگل کے مجاہدین اور سروکئی، جندولہ اور ٹانک پر محسود مجاہدین حملے شروع کریں گے۔ دوسرے قبائل کو کہا گیا کہ وہ اپنی اپنی

سرحدوں اور علاقوں میں ان مجاہدین کی ہر ممکن مدد کرنے کیلئے کمر بستہ رہیں۔ مجاہدین کو بتایا گیا کہ انہیں اسلحہ سردار نصر اللہ خان اور حاجی ترنگزئی کی طرف سے بہم پہنچایا جائے گا۔ فضل دین نے سراروغہ کے میدان میں اپنا خیمہ نصب کرنے کا اعلان کیا اور قبائل سے کہا کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں سراروغہ پہنچیں۔ چنانچہ سراروغہ کے مقام پر جہاد کے تین جھنڈے لہرائے گئے۔ جو مجاہدین وہاں آتے تھے ان میں اسلحہ تقسیم کیا جاتا تھا (6)۔ فضل دین اجتماعی جہاد کیلئے مناسب موقع کی تاک میں انتظار کرتے رہے۔ لیکن ساتھ ساتھ چھاپہ مار کارروائیوں پر بھی بھرپور توجہ مرکوز رکھی۔ ۱۹۱۴ء کے اختتام پر سرحد میں یہ افواہ پھیلنے لگی کہ انگریز قبائلی علاقوں میں قائم چوکیوں اور پوسٹوں کو خالی کرنے والے ہیں قبائلیوں نے مخالف کارروائیاں تیز کر دیں۔ ۲۹ نومبر کو خوست قبائل کے ایک بہت بڑے لشکر نے میرانشاہ میں سراروغہ پر حملہ بول کر اسے لوٹ لیا۔ جنوری ۱۹۱۵ء کو انہوں نے پھر سپنہ خیمہ میں ملیشیا پوسٹ پر یکے بعد دیگرے کئی حملے کئے لیکن میرانشاہ سے تازہ دم فوج کے پہنچنے سے لشکر منتشر ہو گیا۔ ۲۳ مارچ کو زدران گریز اور تانیز قبائل پر مشتمل ایک اور بہت بڑے لشکر نے میرانشاہ سے چار میل شمال میں مورچے سنبھال لئے۔ ۲۶ اپریل کو ملیشیا اور بنوں کالم نے ملکر لشکر پر حملہ کیا جس میں بہت سارے غازی شہید ہوئے۔

عالمی جنگ میں مصروفیت کے باعث برطانوی حکومت قبائل کے خلاف تادیبی کارروائی سے گریز کرتی رہی۔ مقابل میں افغان حکام اور قبائلیوں کے مابین گٹھ جوڑ کے باعث ملا اور افغان ایجنٹس متحرک رہے۔ انہوں نے محسود علاقہ میں ترکی افواج کی حیرت انگیز کامیابیوں کی خبر پھیلائی جس کے باعث محسود قبیلہ کے حملوں میں مزید اضافہ ہوا۔ جس پر ۲۳ مارچ ۱۹۱۶ء کو وائسرائے نے ایک پبلک تقریر میں اعلان کیا کہ ”محسود کی مخالف سرگرمیوں سے حکومت کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے۔ لیکن انہیں سبق سکھانے کے لئے صرف مناسب وقت کا انتظار ہے۔“ فضل دین نے امداد کی خاطر نصر اللہ خان کے پاس کابل میں اپنے ایجنٹ بھیجے۔ وہاں سے خصوصی پیغام ملنے پر انہوں نے ملا حقزادہ کی حمایت سے ایک بڑا لشکر تیار کر کے سر وکئی پوسٹ پر حملہ کیا جس میں تین افسروں سمیت ۱۸ سپاہی ہلاک کئے گئے (7)۔ محسود غازیوں نے گول میں کانوائے پر حملہ کر کے ۲۳ سپاہیوں کو ہلاک کر دیا اور ۳۰ ہمدوقیں بھی چھین لیں۔ یکم مئی کو مجاہدین نے مذکورہ علاقے میں کانوائے پر پھر حملہ بول دیا جس میں ۵۵ سپاہیوں کو ہلاک اور ۵۳ کوزخمی کر کے ان سے ۲۶ ہمدوقیں چھین لیں۔ مئی ۱۹۲۶ء میں سر وکئی ملیشیا اور محسود لشکر کے معرکہ میں ملیشیا کے ۱۰۹ سپاہی ہلاک اور ۷۰ غازی شہید ہوئے۔

انگریزوں کے رابطے اور تیتنرائی معرکہ

قتل کے بڑھتے ہوئے واقعات کے پیش نظر انگریزوں نے منزئی اور شالی خیل ملکوں پر زور دیا کہ وہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے فضل دین کو حکومت مخالف کارروائیوں سے منع کریں۔ ملکوں نے فضل دین پر زور دیا کہ یا تو وہ حکومت کے ساتھ عارضی سمجھوتہ کرے یا کم از کم کچھ عرصہ کے لئے حکومت سرگرمیوں سے باز آجائے۔ دوسری طرف امیر کابل کے ذریعے بھی فضل دین پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ ۲۹ مئی کو کانگرم میں فضل دین نے جرگہ میں امیر حبیب اللہ کا خط پڑھ کر سنایا۔ ”قبائل فرنگی مخالف سرگرمیوں سے باز آجائیں ورنہ افغانستان سے کسی قسم کی مدد کی امید نہ رکھنا“ لیکن محسود مجاہدین نے اپنا کام جاری رکھا۔ ۳۰ مئی ۱۹۱۷ء کو مشہور مجاہد موسیٰ خان کی قیادت میں محسود لشکر نے تیتنرائی میں ملیشیا قلعہ پر بڑی حکمت کے ساتھ حملہ کیا۔ موسیٰ خان نے دو غازی عورتوں کے لباس میں سنتری کے پاس قلعہ سے مٹھائی خریدنے کے بہانے بھیجے۔ سنتری کی توجہ ہٹنے پر غازیوں نے اس کو مار ڈالا۔ چھاپہ مار دستہ نے قلعہ پر دھاوا بول کر پہلے ہی وار میں ٹیلی گراف آفس کے کلرک کو قتل کیا۔ لیکن مرنے سے پہلے اس نے ٹیلی گراف کے ذریعے دتہ خیل قلعہ کو پیغام بھیجا ”Please help raiders are plundering“ دتہ خیل سے میرانشاہ رابطہ قائم کیا گیا (8)۔ لیکن تازہ دم فوج کے پہنچنے سے پہلے مجاہدین نے ۶ سپاہیوں کو ہلاک اور ۸ کوزخمی کر کے ۵۹

بہدوقیں '۶۰۰۰' اکارتوس اور ۵۸۱ روپے نقد چھین لئے۔ لشکر کی تعداد ۶۰۰ تھی جس میں ۵۰۰ مکین کے قبائل شامل تھے۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق محسود لشکر کی کامیابی میں بہترین منصوبہ بندی، قلعہ کے متعلق معلومات اور حملہ کے لئے صحیح دن کا تعین شامل تھا۔ سرحد کی تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا بہت جرات مندانہ حملہ تھا۔ جس نے انگریز گورنرستان اور بالخصوص ٹوپچی میں فوج کے کردار کے متعلق سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کیا۔ چیف کسٹمر سرحد نے تجویز پیش کی کہ "ہمیں دیکھنا چاہیے کہ قلعوں کو خالی کرنا دینا چاہیے اور ان علاقوں کے موثر دفاع کی خاطر میرانشاہ میں فوج متعین کرنی چاہیے اور محسود علاقہ میں بالائی ٹوپچی اور جنڈولہ کے راستے بریگیڈ بھیج دینا چاہیے۔

جنگ عظیم اول کے شروع ہوتے ہی محسود قبیلہ کے ہاتھوں انگریز قلعوں، چوکیوں اور کانوائیوں پر حملوں میں تشویشناک حد تک اضافہ ہوا۔ ۱۵-۱۹۱۴ء میں ۹۹ حملے کئے، ۱۱۰۰ افراد کو ہلاک، ۷۰ کوزخمی اور ۹۳ کو اغواء کیا گیا۔ ۱۸-۱۹۱۷ء میں ۷۴ حملے کئے، جن میں ۷۵ افراد کو ہلاک، ۷۰ کوزخمی اور ۱۳۲ کو اغواء کیا گیا۔ ۱۹-۱۹۱۸ء کے دوران ۱۳ حملے کئے، ۵ افراد کو ہلاک، ۲ کوزخمی اور ۲۰ کو اغواء کیا گیا۔ مذکورہ پے درپے وارداتوں میں کامیابی کے باعث محسود قبائل کے حوصلے بلند ہوتے گئے اور جیسے جیسے عالمی جنگ پھیلتی رہی ویسے ویسے محسود بھی پرزے نکالتے رہے۔ زیادہ سے زیادہ اسلحہ حاصل کر کے بے پناہ ہوتے رہے اور پھر یہ بے فوجی حملوں میں بدل گئے۔ حکومت ہند نے امیر کو کہلا بھیجا "ہمیں افسوس ہے کہ ہمیں اس گروہ کو بند کرنا ہو گا" امیر نے جواباً کہا "یہ خنزیر ہیں واقعی! کیا میں نہیں جانتا؟ مجھے اتفاق ہے کہ آپ ضرور ان کی سرکوبی کریں گے لیکن میری خاطر ایسا جرنیل نہ بھیجیں جو بہت سفاک ہو" (9)۔

محسود کے خلاف فوج کشی

۱۲ جون ۱۹۱۷ء کو ڈیرہ جات فیلڈ فورس اور بنوں بریگیڈ نے میجر جنرل بینون (Beynon) کی قیادت میں محسود علاقہ میں پیش قدمی شروع کی۔ قبائل سے رابطوں کے لئے ڈونلڈ (Donald) کو پولیٹیکل آفیسر کی حیثیت سے شامل کیا گیا۔ جبکہ تین ہتھیار کو جنرل بارہ شمشیر جنگ کی قیادت میں ذرائع نقل و حمل کی حفاظت پر مامور کیا گیا۔ فوج نے پہلے مرحلے میں شہر میں کئی مکانات اور فصلوں کو تباہ کیا۔ ۱۹ جون کو بروند کی طرف پیش قدمی شروع کی اور ہوائی جہازوں کے ذریعے محسود لشکر کے ارادوں کے بارے میں معلومات بھی حاصل کی۔ فوج نے بروند میں کیمپ لگولیا۔ رات کو لشکر نے کیمپ پر دھاوا بول دیا۔ ایمپ سگنل کے ذریعے کیمپ اور سرحد کی پکٹ کے مابین رابطہ قائم کیا گیا۔ جس کی روشنی میں دوسرے دن کیمپ کو لشکر کے محاصرے سے آزاد کر دیا گیا۔ دریں اثناء شمال کی جانب پہاڑوں میں لشکر کشی کے لئے ڈھولوں کی آواز سنائی دینے لگی۔ فوج نے خسورہ، عباس خیل، وارزہ، منزئی، نانو خیل اور غازی کوٹ میں اکثر مکانات کو جلا ڈالا اور فصلوں کو تباہ کیا۔ مجاہدین جگہ جگہ فوج کا مقابلہ کرتے رہے۔ لیکن ہوائی جہازوں کی شدید بمباری کے باعث فوج کا پلڑا بھاری رہا۔ ۱۰ اگست کو فورس کمانڈنٹ کے ساتھ سرحد کی طرف لوٹنے میں شکوک طے کیں جن کے تحت ۲۹ سرکاری رائلٹیں اور قیدی فوج کے حوالے کئے گئے (10)۔ ان آپریشنز کے دوران سرحد کی تاریخ میں پہلی بار محسود قبیلہ کے خلاف ہوائی جہازوں کو استعمال کیا گیا۔ بروند کے علاوہ مکین اور مروٹی پر بھی شدید بمباری کی گئی نتیجتاً وزیرستان میں اگلے ایک سال کے دوران حالات قدرے پرسکون رہے۔ لیکن جنگ عظیم کے اختتام اور تیسری افغان جنگ کے آغاز سے ہی محسود مجاہدین نے پھر سرکشی شروع کی۔

تیسری افغان جنگ اور وزیرستان

عالمی جنگ کے خاتمے پر امیر حبیب اللہ کو جمال آباد میں قتل کر دیا گیا۔ غازی امان اللہ کو افغانستان کا بادشاہ مقرر کیا گیا۔ تخت نشینی کے بعد انہوں نے سفیر برطانیہ ٹیم کابل کو اپنے دربار میں بلایا اور ان سے کہا "آج سے افغانستان آزاد و خود مختار ہے اور کسی بیرونی طاقت یا حکومت کو ہمارے کاموں میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں رہتا۔ تم لوگ اس اعلان سے اپنی حکومت کو مطلع کر دو"۔ غازی امان اللہ خان نے اپنی قوم کے

نام پیغام جاری کرتے ہوئے کہا ”اے میری غیرت مند قوم اور بہادر سپاہیو! میں نے افغانستان کی آزادی کا اعلان کر دیا ہے۔ ہماری سلطنت آج سے اندرونی اور بیرونی امور میں مکمل طور پر خود مختار ہے۔ آج کی تاریخ سے افغانستان کو وہی حقوق حاصل ہیں جو دینا کی دوسری آزاد حکومتوں کو حاصل ہیں۔ اعلان آزادی اہم تاریخی واقعہ کے ساتھ اہل ملک کے لئے بہت بڑی خوشخبری بھی ہے“ (11)۔

غازی امان اللہ خان کے اس اعلان کے بعد افغانستان سے انگریزوں کی بالادستی کا خاتمہ ہو گیا انگریزوں نے اسے قائم رکھنے کے لئے افغانستان کے ساتھ ۶ مئی ۱۹۱۹ء سے جنگ شروع کی۔ قبائلیوں کا رد عمل فطری تھا امان اللہ خان کے جرات مندانہ اقدام سے ان میں ایک نیا ولولہ پیدا ہوا۔ قبائلی علاقہ اور بالخصوص وزیرستان کے قبائل فرنگی کے خلاف کھلے عام بغاوت پر اتر آئے۔ ۱۰ مئی کو پشاور سے جنوبی وزیرستان ملیشیاء کو حکم ملا کہ ”افغانستان کے ساتھ جنگ کا اعلان ہو چکا ہے۔ جنوبی وزیرستان ملیشیاء کے لئے ایک ”جنگی کور“ تصور ہو گا اور سپاہیوں کو راشن مفت ملے گا۔“ ۱۸ مئی کو اطلاع ملی کہ افغانستان کے دستے سمعہ توپ خانہ وانا سے ۲۵ میل دور موسیٰ نیکانہ پوسٹ پر پہنچ چکے ہیں۔ ۲۲ مئی کو کمشنر پشاور کی طرف سے یہ تاریخ ”افغان فوجی دستے سرحد پار کر کے وزیرستان کے قبائل سے مل گئے ہیں۔ چونکہ مدد پہنچنے کا کوئی امکان نہیں ہے اس لئے ملیشیاء قلعوں میں بند رہنے کی بجائے وزیرستان خالی کر دیں۔“ مقامی انگریز حکام کے ماتین مشورہ طے پایا کہ وانا اور سروکئی قلعوں کو ۲۷ مئی کی رات گیارہ بجے خالی کر دئے جائیں اور اس کے بعد دیگر پوسٹوں کو خالی کر دیا جائے۔ ۲۵ مئی کو خبر پہنچی کہ جنوبی وزیرستان ملیشیاء نے ۲۷ مئی کو وانا چھوڑا۔ صبح سات بجے توئے خولہ پوسٹ سے ان پر گولیاں چلنی شروع ہوئیں تو انہیں معلوم ہوا کہ مقامی قبائلی سپاہیوں نے بغاوت کر دی ہے۔ شدید گرمی، تھکاوٹ اور خوف کے باعث ملیشیاء کے جوانوں کے حوصلے پست ہو رہے تھے۔ نظم و ضبط ختم ہو چکا تھا اور سپاہی غیر منظم طریقے سے دریائے گول میں پھیل گئے۔ صرف ۵۰ سپاہیوں نے مرتضیٰ اور ٹانک میں رپورٹ دی اور باقی ماندہ سب بھگوڑے ہو گئے۔ وزیر اور محسود سپاہیوں نے بغاوت کر کے سمعہ اسلحہ لشکر میں شامل ہو گئے۔ راستے میں افراتفری کے عالم میں یہ اندازہ لگانا کہ کون مارا گیا مشکل تھا؟ دوسری طرف جنرل نادر خان کی قیادت میں غازیوں نے کرم کو فتح کیا۔ ۹ جون کو افغان ایجنٹ شادولہ ایک بڑے لشکر اور دو سیکس پونڈر گن کے ساتھ وانا میں داخل ہوا۔ وانا اور گول کے علاقہ میں خالی ملیشیاء قلعوں پر قبضہ کیا۔ شادولہ نے وانا کے علاوہ کاننگرم، سروکئی اور گول کے علاقوں کے دورے کر کے قبائلیوں میں پیسے اور اسلحہ تقسیم کیا اور ان میں فرنگی کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا (12)۔

۸ اگست ۱۹۱۹ء کو افغان اور برطانوی حکومت کے درمیان امن معاہدہ طے پایا جس کی رو سے افغانستان کی خود مختاری کو تسلیم کیا گیا۔ شرم ناک شکست کے بعد افغانستان کے ساتھ معاہدہ کرنے پر جب انگریز حاکموں نے چیف کمشنر ہملٹن کو براہ کرا کہا تو اس نے کہا ”میں نہ تو سردار احمد خان (افغان وفد کا قائد) کی بارعب شخصیت سے گھبراتا ہوں اور نہ زنجن داس (وفد کا ممبر) کی ٹیڑھی تلوار ہی مجھے متاثر کر سکتی ہے۔ مگر میرے پاس ان ۳۰ ہزار جنگجو قبائل کی رائفلوں کا کوئی جواب نہیں جن کا رخ ہندوستان کی طرف تھا۔“ اکتوبر کے اوائل میں شادولہ وزیر اور محسود قبائل کے ایک بڑے وفد کو افغان کمانڈر انچیف نادر خان کے پاس متون لے گیا۔ نادر خان نے وفد میں سے ۱۶ افراد کو امیر امان اللہ سے ملاقات کے لئے کابل لے گئے۔ کابل میں امیر نے وفد کو نہایت گرمجوشی سے خوش آمدید کہا اور فرنگی کے خلاف اسلامی جذبہ کے تحت شاندار کردگی پر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ ان کی مالی مدد کی اور ملیشیاء کے بھگوڑے سپاہیوں کو تین تین سو روپے بطور انعام دئے۔ شادولہ انگریز مخالف سرگرمیوں کی نگرانی کے لئے پھر وزیرستان واپس لوٹ آئے۔ محسود اور وزیر غازیوں نے فرنگی کے خلاف وارداتیں جاری رکھیں۔ ۶ مئی سے ۲ نومبر ۱۹۱۹ء تک ٹوپچی وزیر قبیلے نے کل ۵۰ حملے کئے جن میں ۳۰ سپاہیوں کو ہلاک اور ۶۰ کو زخمی کیا۔ وانا وزیر نے ۳۲ حملے کئے، ۱۳۸ سپاہیوں کو ہلاک اور ۱۰۶ کو زخمی کیا۔ محسود قبیلہ نے کل ۱۱۰ حملے کئے جن میں ۷۶ سپاہیوں کو ہلاک اور ۱۱۰ کو زخمی کیا (13)۔ مزید یہ کہ ۲۶۰ رائفلس اور ۸۰۰۰۰۰ کارتوس بھی قبائل کے ہاتھ آئے جنگ عظیم اول اور تیسری افغان جنگ کے باعث انگریز افواج سخت تھک گئی تھیں اور مزید کسی قسم کی مہم جوئی نہیں چاہتی تھیں۔ مگر اس دور ان وزیرستان کے قبائل نے افغان حکومت کی مدد سے انگریز کا جو حشر کیا اس کا بدلہ

لینے کے لئے سیکرٹری آف سٹیٹ اور حکومت ہند کے درمیان طے پایا کہ محسود قبائل کے خلاف جو بھی آپریشن مزید کسی تاخیر کے شروع کئے جائیں۔ آپریشنز سے پہلے ۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو خیرگی میں محسود جرگہ کو بتایا گیا ”تمہارا علاقہ امیر کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ برطانوی حکومت تمہارے علاقہ میں سڑکیں اور فوج کے لئے قلعوں کی تعمیر شروع کرے گی۔ ۶ مئی سے اب تک انگریز فوج سے لوٹا ہوا اسلحہ واپس کرنا ہو گا۔ انگریز فوج کی نقل و حمل اور ہوائی جہازوں کے خلاف چھیڑ چھڑ ہر گز برداشت نہیں کی جائے گی۔“ شرائط کی تعمیل کے لئے ۱۱ نومبر کو میجر جنرل کلیمو (Climo) کی قیادت میں فوج دہ خیل پہنچ گئی اور اسی دن ہوائی جہازوں کے ذریعے پمفلٹ گرائے گئے۔ جو قبائل فرنگی احکامات کی تعمیل نہیں کریں گے ان پر بمباری کی جائے گی۔“ ۷ نومبر کو جنرل کلیمو نے مد اخیل، حسن خیل اور دوسرے قبیلوں کے جرگے دہ خیل طلب کئے اور تفصیلی بحث مباحثے کے بعد وزیر نے شرائط کی تعمیل کی۔ محسود نے مقرر مدت تک شرائط ماننے سے انکار کیا۔ ۷ نومبر سے ان پر جہازوں سے شدید گولہ باری کی گئی۔ جس میں ایک ہزار پونڈ وزنی بم گرائے گئے (14)۔

۲۰-۱۹۱۹ء آپریشنز

جب بمباری سے محسود مرعوب نہ ہوئے تو جنرل سکین کی قیادت میں تاریخ کی ہیبت ناک فوجی مہمات کے ذریعے محسود علاقہ کو نیست و نابود کرنے کیلئے جنڈولہ پر کثیر فوج جمع کی گئی۔ مخالف میں شہزادہ فضل دین اور موسیٰ خان محسود کی قیادت میں محسود اور احمد زئی وزیر مجاہدین سروں پر کفن باندھ کر پھر پور مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں کود پڑے۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۱۹ء کو جنڈولہ سے سپین کئی رگزی تک سڑک بناتے وقت انہوں نے ۳۶ سپاہیوں کو جہنم رسید کیا۔ ۷ دسمبر کو ٹانک زام الکا میں دست بدست لڑائی میں فوج کے ۳۰ سپاہی ہلاک اور ۲۰ محسود غازی شہید ہوئے۔ غازیوں نے سپین کئی رگزی میں کھمپ پر پھر دھاوا بول کر ۵ سپاہیوں کو مار ڈالا۔ ۲۰ دسمبر کو مانڈانہ چوٹی پر پمفلٹ لگواتے وقت قرب وجوار سے غازیوں نے فوج پر ایک فیصلہ کن وار کیا۔ دست بدست لڑائی کے دوران چھری اور تلواروں کے حیرت انگیز استعمال کے باعث ۹۵ سپاہیوں کو ہلاک اور ۱۳۰ کو شدید زخمی کر دیا گیا۔ اس موقع پر ۱۳ محسود غازی بھی شہید ہو گئے۔ ۲۱ اور ۲۲ دسمبر کو مجاہدین پھر فوج پر ٹوٹ پڑے۔ ان دونوں میں فوج کے کل ۹۷ سپاہیوں کو ہلاک اور ۳۵۶ کو زخمی کر دیا گیا جبکہ ۲۵۰ محسود غازی بھی شہید ہو گئے۔ سرکاری رپورٹوں میں محسود مجاہدین کی بے جگری سے لڑنے سے متعلق اعتراف کیا گیا کہ ”اخلاقی طور پر محسود فتح یاب رہے ترہ کئی میں خون کی اس ہولی میں محسودوں نے فائر طاقت اور پھرتی کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ خاص کر اس وقت انہوں نے زبردست ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا جس وقت سر پھرے نوجوان ہاتھوں میں تلواریں لئے جنگی بلاؤں کی طرح فوج پر ٹوٹ پڑے اور دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ وہ ایسے انداز میں لڑے کہ اس سے پہلے وہ کبھی نہیں لڑے تھے۔ ان کے حملے بڑے منظم اور فعال تھے۔ شاید اس لئے کہ ان میں انگریز کے تربیت یافتہ سابقہ میلشیا کے سپاہی شامل تھے۔ مجموعی طور پر جنگ کا پلڑا محسودوں کے حق میں رہا (15)۔ ۱۳ سے ۲۱ دسمبر کے پہلے مرحلے میں فوج کے ۵۳۵ سپاہی ہلاک اور ۶۵۱ زخمی ہوئے جبکہ ۲۸۳ غازی شہید اور ۲۳۸ زخمی ہوئے اس دوران ہوائی جہاز اور مشین گنوں سے غازیوں پر برابر گولہ باری ہوتی رہی۔

محسود نے تازہ دم ہونے اور لشکر کشی کے لئے حکمت عملی مرتب کرنے کی غرض سے انگریز کے ساتھ مذاکرات شروع کئے لیکن شرائط ماننے سے انکار کیا۔ فوج نے ۲۹ دسمبر سے کوٹ کئی کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ یہاں ایک دفعہ پھر لشکر نے فوج پر حملہ کر دیا جس میں ۷۵ سپاہی ہلاک اور ۷۷ غازی شہید ہوئے اس کے بعد آئینی تنگی کا تاریخ ساز معرکہ ہوا۔ یہ تنگی پہاڑوں کے پچ ایک تنگ گھاٹی ہے جس کی ۸۰ گز لمبائی، ۳۰ گز چوڑائی اور ۱۵۰ فٹ اونچائی ہے۔ یہاں لشکر فوج پر کاری ضرب لگانے کی تاک میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب فوج برابر آئی تو لشکر نے اچانک فوج پر بلہ بول دیا کئی بار دست بدست لڑائیاں ہوئیں جن میں مجموعی طور پر ۱۱۹ انگریز افسران سمیت ۳۷۳ سپاہی ہلاک کر لئے گئے۔ مجاہدین کی طرف سے ۲۷۰ محسود اور ۷۰ وزیر شہید ہوئے۔ انگریز کے خیال میں آئنی تنگی معرکہ تمام فوجی مہمات کے مقابلے میں سخت ترین تھا

اور قبائل جس مردانگی سے لڑے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مجاہدین نے ایک دفعہ پھر فائرنگ اور پھر حملہ آور ہونے میں اعلیٰ مثالی تنظیم کا مظاہرہ کیا اور فوج کے مقابلہ میں اپنے آپ کو برتر ثابت کیا (16)۔ ۱۴ فروری کو فوج نے مکین کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ اب محسود غازیوں نے براہ راست تصادم کی بجائے گوریلا کارروائیوں پر توجہ مرکوز رکھی۔ ۱۶ فروری کو بارڈنگلی میں پھر ۳۳ سپاہی ہلاک کئے گئے۔ فوج نے مروٹی میں فضل دین کے گاؤں کو جلا ڈالا۔ ۱۹ فروری کو مکین معرکہ میں ۶۱ سپاہی ہلاک اور ۴۴ غازی شہید ہوئے۔ ہوائی جہازوں اور توپ خانہ کی شدید گولہ باری سے مکین میں ۲۸ مرد جوں اور ۴۵۰ مکانوں کو مسمار کیا گیا۔

زار خان شہید

مکین کے قبائل نے آخر وقت تک شرائط ماننے سے انکار کیا۔ موسیٰ خان سمیت دوسرے قبائل نے منہ بچ ہجرت کی۔ لیکن زار خان عمر خیل چند ساتھیوں کے ہمراہ ڈنارہا۔ انہوں نے قسم کھائی کہ وہ عیدل خیلہ (زار خان کے برج کا نام) کو چھوڑ کر زندہ نہیں جائے گا۔ انہوں نے برج کے سامنے پتھر پل چٹان میں بڑے پتھروں کے مابین چھوٹے سے غار میں دفاعی پوزیشن اختیار کر کے کئی انگریز سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ فوج نے پیچھے سے آکر غار میں ہینڈ گرنیڈ پھینکا جس سے زار خان شہید ہوئے۔ زار خان سے متعلق محسود دو شیراؤں کے ننگ و غیرت اور بہادری کے کئی دل ہلا دینے والے پٹے مشہور ہیں۔ مثلاً ”زار خان اٹھو ہندو اٹھاؤ“ فرنگی مکین آئے ہیں۔ زار خان اٹھو ہندو اٹھاؤ فرنگی فوج نے مکین کو گھوڑوں تلے روند ڈالا ہے۔ زار خان نے قسم کھائی ہے کہ جس دن عیدل خیلہ (برج) مسمار کیا جائے گا اسی دن زار خان بھی زندہ نہیں رہیگا۔ زار خان جب سخت گولہ باری میں برج سے مورچے کی طرف جارہا تھا تو اپنے ساتھیوں سے کہا ”افسوس کا مقام ہے میرے برج نے آڑے وقت میں میری حفاظت کی ہے لیکن آج اس کو خطرے کی حالت میں گولہ باری کے لئے تہما چھوڑ رہا ہوں“ (17)۔ زار خان کی زندگی اور کارناموں پر ”عشرت“ نام سے ایک فلم بھی بنائی گئی ہے۔

یکم مارچ ۱۹۲۰ء کو فوج نے کانگرم کی طرف پیش قدمی کی۔ کانگرم میں فوج نے ایک ماہ تک قیام کیا۔ ۱۶ اپریل کو فوج نے بالائی بدر میں بہت سارے مکانات مسمار کئے۔ مقابل میں غازیوں نے بھی ۲۵ سپاہیوں کو ہلاک اور ۴۳ کو زخمی کر دیا۔ فوج نے لدھا سے کانگرم تک ۱۶ فٹ چوڑی سڑک بنائی۔ محسود ملکوں نے برابر مذاکرات جاری رکھے ہوئے تھے۔ کانگرم کو چلانے کے لئے ۲۵۰ ہندو قیس واپس کی گئیں۔ ۷ مئی کو فوج واپس ڈیرہ اسماعیل خان لوٹ آئی۔ ۱۹۲۰ء کا بقیہ حصہ قدرے پرسکون رہا۔ شرائط کی تکمیل تک محسود قبیلے کی پھر سے ناکہ بندی کی گئی۔ عبداللہ، عبدالرحمن خیل، بند خیل اور جلال خیل قبائل آخر تک مخالف رہے۔ افغان نمائندے ۱۹۲۱ء تک وانا میں رہے۔ اس طرح تاریخ کی ایک منفرد فوجی مہم اختتام پذیر ہوئی۔

مہمات کے دوران طریقہ ہائے ابلاغ

ان مہمات کے دوران محسود اور وزیر قبائل کو پہلی بار افغان حکومت کی طرف سے کھلے عام مکمل حمایت حاصل رہی۔ جس کے باعث قبائل کے ہاتھ کافی حد تک جدید اسلحہ آگیا تھا اور خاص بات یہ کہ افغان حکام بھی ان کی مدد کیلئے وانا میں موجود تھے۔ ان کے ملازمز اللہ، فضل دین اور موسیٰ خان کے ساتھ دیرینہ تعلقات تھے اور ان کے تعاون سے مجاہدین میں برابر اسلحہ اور پیسہ تقسیم کرتے رہے اور ان میں شاہ دولہ کے علاوہ ایک متحرک اور فعال شخص حاجی عبدالرزاق تھے۔ اس نے ۱۹۱۹ء میں باجوڑ مہمات کے دوران پروپیگنڈہ ایجنٹ کی حیثیت سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں تھیں۔ جنوری ۱۹۲۰ء میں وانا پہنچنے پر پولیٹیکل ایجنٹ کو خط لکھا ”امن کی خاطر ان کی تعیناتی عمل میں لائی گئی ہے۔ اس لئے قیام امن کے لئے آئندہ راپلوں کے تمام سلسلے ان کی وساطت سے طے ہونے چاہیں۔“ مارچ میں ۶۰ افراد پر مشتمل ہندوستانی ملا کاؤفہ جلال آباد تیرہ اور خوست سے ہو کر شکسئی (وانا) پہنچ گیا تھا جس میں لاہور سے بھگنڈہ ایک طالب علم محمد حسن بھی شامل تھا۔ اس نے بغاوت پر مبنی

اشتمار تیار کر کے وزیرستان بھر میں تقسیم کیا اور غلزی پاونده کے ذریعے بہت ساری کاپیاں ہندوستان بھی بھیج دیں۔ چند دن بعد ۱۵ افراد پر مشتمل ہندوستانی فوج سے ایک اور باغی سید علی عباس المعروف بخاری کی قیادت میں ایک اور وفد کابل سے شکس پھنچا تھا۔ کانگرم میں ڈیرہ جات کالم کے پہنچنے پر حاجی عبدالرزاق کی ترغیب پر احمد زئی لشکر نے شیرانی علاقہ دراندہ پوسٹ پر بلہ بول دیا۔ برطانوی حکام اور احمد زئی کے مابین معاملات طے کرتے وقت وانا میں افغان حکام نے مخالف عناصر سے مل کر ہر ممکن کوشش کی کہ ان کے مابین سمجھوتہ نہ ہونے پایا جائے۔ افغانستان کا نوائے جمعہ اسلحہ اور پیسہ وانا پہنچنے پر عبدالرزاق اور شادولہ کے ہاتھ اور بھی مضبوط ہو گئے لیکن بعد میں انگریز فوج کے خوف سے دونوں پسپا ہو کر چلے گئے۔ اس کے علاوہ خوست کے مشہور مذہبی رہنماء **اللائی** نے کئی بار وزیر اور محسود علاقوں کا دورہ کیا اور قبائل میں خطرہ رقومات اور اسلحہ تقسیم کیا (18)۔ افغان حکام کی مخالف سرگرمیوں سے **حلقہ انگریز** نے کئی بار امیر کابل سے شکایت بھی کی مگر ہر بار امیر انہیں اپنا ایجنٹ ماننے سے انکار کرتے رہے۔ وزیرستان میں افغان حکام کی سرگرمیوں کو خوست اور ارگین کے گورنروں کی مکمل سرپرستی حاصل رہی۔ محسود اور وزیر قبائل کے ساتھ خوست کے گورنر شاہ محمد نے کئی بار جرگے بھی کئے اور ملیشیاء کے سابقہ سپاہیوں کے لئے ماہانہ ۶۰ روپے وظیفہ بھی مقرر کیا۔

ان مہمات کے دوران انگریزوں نے تمام وزیرستان فورس کو ذرائع نقل و حمل کی حفاظت پر مامور کیا تھا۔ راشن اور جنگی ساز و سامان لے جانے کے لئے ۱۳۸۲ گھوڑے ۲۲۸ خچر اور ۵۰۸ اونٹ استعمال میں لائے گئے۔ فوج کے مختلف کالموں اور پہاڑی چوٹیوں پر قائم پکٹوں کے مابین پیغامات کے تبادلے کیلئے وہی طریقے استعمال کئے گئے جن کا ذکر گذشتہ باب میں کیا گیا۔ ۱۹۲۱ء کے آخر تک وزیرستان کے لئے کوئی مستقل پالیسی روبہ عمل نہیں لائی گئی جبکہ انگریز حکومت کے خلاف محسود غازیوں کی سرگرمیاں جاری رہی۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق اس دوران سرحد پولیس خوف و ہراس میں مبتلا رہی اور دو سال میں پولیس کے ہاتھوں ایک بھی محسود ہلاک یا زخمی نہیں کیا گیا۔ جس سے یہ بات ظاہر ہوتی تھی کہ سرحد ملٹری پولیس کسی محسود پر فائریا سے قتل کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ حکومت کے الاؤنسز اور افغان حکام کی طرف سے مدد کے باعث عملی طور پر محسود علاقہ بد معاشی کا ڈھن گیا تھا (19)۔ فوج لدھا میں مقیم رہی۔ ۱۹۲۱ء کے بعد مقامی اور قبائلی ذمہ داری پر مبنی اصولوں کا از سر نو تعین کیا گیا اور وزیرستان کے لئے رزمک پالیسی کے نام سے خصوصی پالیسی کا نفاذ روبہ عمل لایا گیا۔

خاص حکمت عملی (رزمک پالیسی)

۱۹۱۸ء کے بعد وزیرستان میں اضطراب نے حکومت ہند کو ایک نیا تجربہ کرنے پر اکسایا جس کے نتائج خوشگوار نکلے۔ محسود قبیلوں کی یکے بعد دیگرے بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے گرم خطوں کے ذریعے فوج کشی کی صعوبتوں سے تنگ آ کر حکومت نے ۱۹۲۲ء میں رزمک جیسی اونچی اور مرکزی جگہ پر ایک بہت بڑی چھاونی قائم کرنے کا فیصلہ کیا جو قبائلی طوفانی مراکز پر نگرانی کر سکیں۔ نئی پالیسی کی ترجیحات میں رزمک پر بھاری فوج کے تعین کے علاوہ رزمک وانا اور ٹانک زام کے ساتھ پختہ سڑک کے ذریعے ملانا، تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ملیشیاء یونٹوں اور مقامی قبائل پر مشتمل خاصہ دار فورس اور قبائلی الاؤنسز میں اضافہ کرنا شامل تھا (20)۔ نئی پالیسی کی ترجیحات میں ذرائع نقل و حمل یعنی شاہراہوں کی حفاظت کو خصوصی اہمیت دی گئی۔ جس کے لئے خاصہ دار فورس بھرتی کر کے ان شاہراہوں پر قائم پکٹوں میں متعین کیا گیا۔ ان کی کل تعداد ۵۳۸۶ محسود ۴۲ سی ۲۳۹۳ وزیر اور ۵۰۶ داؤڑ قبائل شامل تھے۔ قبائل پر حکام کے احکامات کی تعمیل ملزمان کا سراغ لگانے میں مدد دینا شاہراہوں کی حفاظت اور افسروں کے دوروں کے دوران سیکیورٹی خدمات سرانجام دینا ان کے فرائض میں شامل تھا۔ خاصہ دار کے ساتھ ساتھ سکاوٹس کے ۵۰۰ جوان کو سراروغہ ۸۰ کو آئی ٹنگی ۱۲۰ کو کوٹ کٹی ۸۰۰ کو سرود کٹی ۱۲۰ چھملائی اور ۸۰۰ کو ہیڈ کوارٹر جنڈولہ میں تعینات کیا گیا۔ اس طرح شمالی وزیرستان میں ملیشیاء کی تعداد بھی بڑھادی گئی۔ ہر دو ایجنسیوں میں ایک ایک چست و چابک سوار دست

بھی بھرتی کیا گیا (21)۔

موسیٰ خان کی سرگرمیاں

نئی پالیسی کے تحت المارچ کو کمانڈنٹ وزیرستان فورس نے تودا چٹنا میں محسود جرگہ کو وزیرستان میں سڑکوں کی تعمیر سے متعلق حکومت کے پروگرام سے آگاہ کیا۔ سراروغہ کو رزمک اور سروکئی کو جنڈولہ سے ملانے کے لئے سڑک پر کام شروع ہوا۔ مقابل میں افغان حکام کا وزیر اور محسود قبائل کے ساتھ گٹھ جوڑ جاری رہا۔ خوست کے رہنماء لالا پیر نے ۱۴ اپریل کو کانگرم میں محسود کے ساتھ جرگہ کیا اور ان میں اسلحہ اور پیسہ تقسیم کیا اور خاصہ دار کو نوکری چھوڑنے کی ترغیب دیتے رہے۔ مارچ سے اکتوبر تک سراروغہ رزمک سڑک تعمیر کی گئی۔ ایشا رزمک سرکلر سڑک اگست میں مکمل ہو گئی اور ساتھ ہی خاصہ دار اور سکاؤٹس پوسٹوں کے قیام کا سلسلہ بھی مکمل کر لیا گیا۔ مخالف



ملک موسیٰ خان محسود

میں قبائل نے تمام پالیسیوں، تادیبی مہمات اور ہوائی جہازوں کی اندھا دھند ہماری کے باوجود انگریز کے خلاف چھاپہ مار کارروائیوں کا سلسلہ برقرار رکھا۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۵ء تک موسیٰ خان عبداللہ محسود مجاہدین کی گوریلا کارروائیوں کی نگرانی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ انہیں افغان حکام کی بھرپور مدد حاصل رہی اور افغانستان سے مجاہدین کے لئے اسلحہ، پیسہ اور گرم کپڑا مکین میں آپ کے ہاں آتا رہا (22)۔ آپ کی مخالف سرگرمیوں کے باعث مکین کو کئی بار ہوائی جہازوں اور توپ خانوں کی شدید گولہ باری کا نشانہ بنایا گیا۔

جولائی ۱۹۲۰ء میں لدھا اور پیاتھ کے درمیان فریقین کے مابین دست بدست لڑائی میں ۱۸ سپاہی ہلاک اور ۱۵ اغازی شہید ہوئے۔ ستمبر میں کاوڑ پوسٹ پر حملہ میں ۴۰ سپاہی اور تین انگریز آفیسر ہلاک کر دیے گئے۔ حملہ کرنے سے پہلے مجاہدین نے ٹیلی فون لائن کاٹ دی تھی تاکہ مرتفع اور ٹانگ کے ساتھ رابطہ قائم نہ رہے۔ نومبر میں جنڈولہ اور سراروغہ کے درمیان کانوائے پر حملہ میں ۲۳ سپاہیوں کو ہلاک کیا گیا۔ دسمبر میں غازیوں نے کل ۱۵ حملے کئے جن میں ۱۱۵ سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ان حملوں میں بے شمار اسلحہ اور مال بردار جانور بھی

بھرتی کیا گیا (21)۔

موسیٰ خان کی سرگرمیاں

نئی پالیسی کے تحت مارچ

کمانڈنٹ وزیرستان فورس نے تودا

میں محسود جرگہ کو وزیرستان میں

رکوں کی تعمیر سے متعلق حکومت

لے پروگرام سے آگاہ کیا۔ سراروغہ کو

مک اور سروکئی کو جنڈولہ سے ملانے

لے لئے سڑک پر کام شروع ہوا۔

اہل میں افغان حکام کا وزیر اور محسود

نل کے ساتھ گٹھ جوڑ جاری رہا۔

ست کے رہنماء لالا پیر نے

پرل کو کانگرم میں محسود کے

تھ جرگہ کیا اور ان میں اسلحہ اور پیسہ

سیم کیا اور خاصہ دار کو نوکری

ڑنے کی ترغیب دیتے رہے۔ مارچ

اکتوبر تک سراروغہ رزمک سڑک

ر کی گئی۔ ایشا رزمک سرپلر سڑک

ت میں مکمل ہو گئی اور ساتھ ہی

دار اور سکاؤٹس پوسٹوں کے قیام



ملك موسى خان محسود

کی ایک جھلک

بھی بھرتی کیا گیا (21) :-

موسیٰ خان کی سرگرمیاں

نئی پالیسی کے تحت مارچ

کو کمانڈنٹ وزیرستان فورس نے تودا

چٹا میں محسود جرگہ کو وزیرستان میں

سڑکوں کی تعمیر سے متعلق حکومت

کے پروگرام سے آگاہ کیا۔ سراروغہ کو

رزک اور سر وکئی کو جنڈولہ سے ملانے

کے لئے سڑک پر کام شروع ہوا۔

مقابل میں افغان حکام کا وزیر اور محسود

قبائل کے ساتھ گٹھ جوڑ جاری رہا۔

خوست کے رہنماء لالا پیر نے

۱۴ اپریل کو کانگرم میں محسود کے

ساتھ جرگہ کیا اور ان میں اسلحہ اور پیسہ

تقسیم کیا اور خاصہ دار کو نوکری

چھوڑنے کی ترغیب دیتے رہے۔ مارچ

سے اکتوبر تک سراروغہ رزک سڑک

تعمیر کی گئی۔ ایشا رزک سرپلر سڑک

اگست میں مکمل ہو گئی اور ساتھ ہی

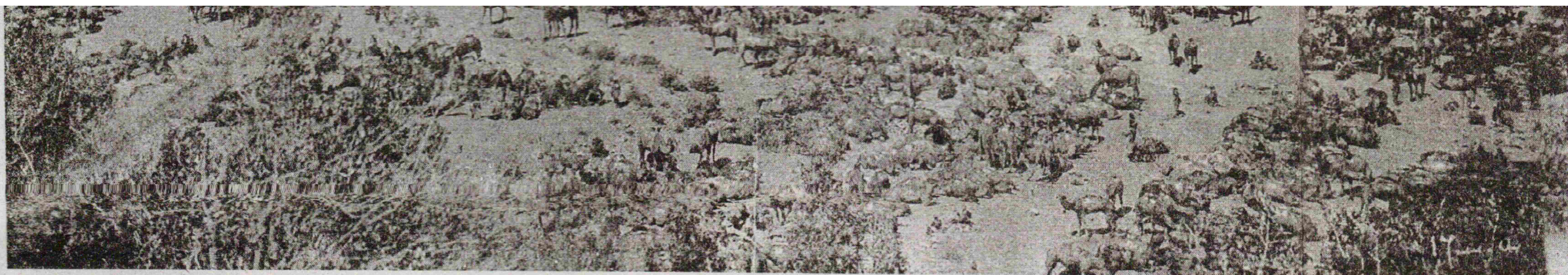
خاصہ دار اور سکاؤٹس پوسٹوں کے قیام

کا سلسلہ بھی مکمل کر لیا گیا۔ مخالف



ملك موسیٰ خان محسود

میں قبائل نے تمام پالیسیوں، تادیبی مہمات اور ہوائی جہازوں کی اندھا دھند مہماری کے باوجود انگریز کے خلاف چھاپہ مار کارروائیوں کا سلسلہ برقرار رکھا۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۵ء تک موسیٰ خان عبداللہ محسود مجاہدین کی گوریلا کارروائیوں کی نگرانی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔



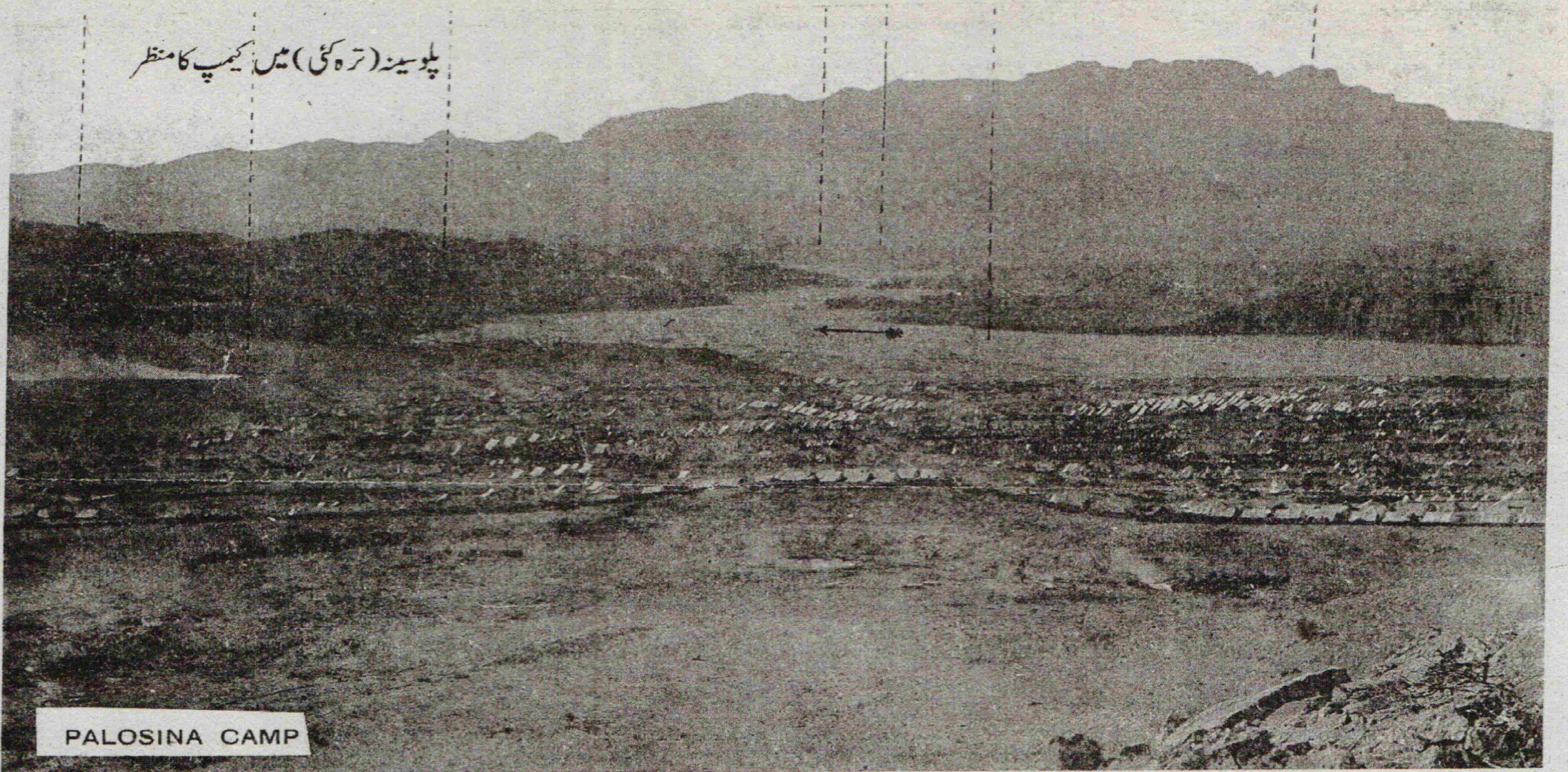
کانگرم میں محسود جگہ





آپریشن کے دوران مال بردار جانور

پلوسینا (ترہائی) میں کیمپ کا منظر

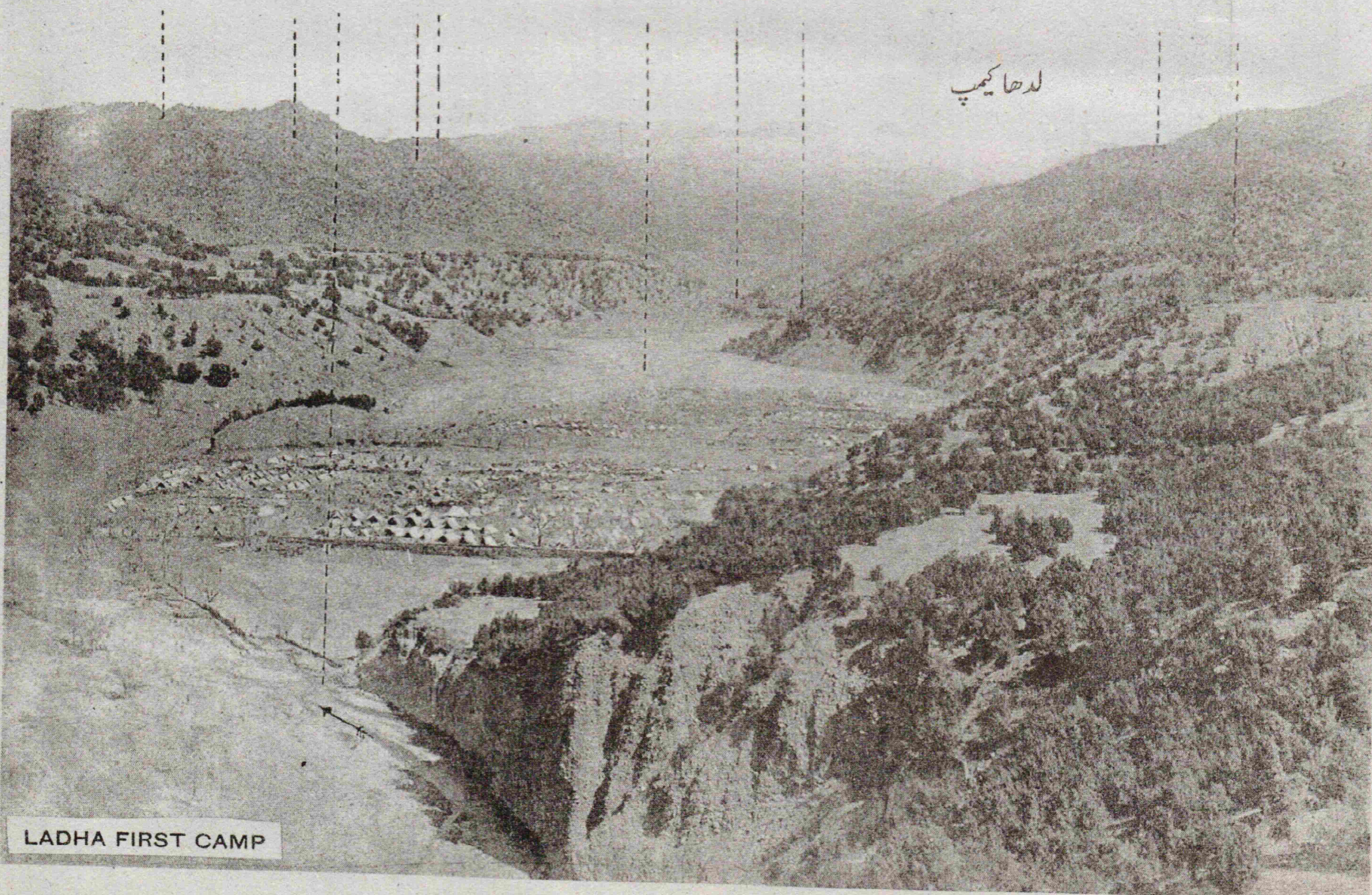
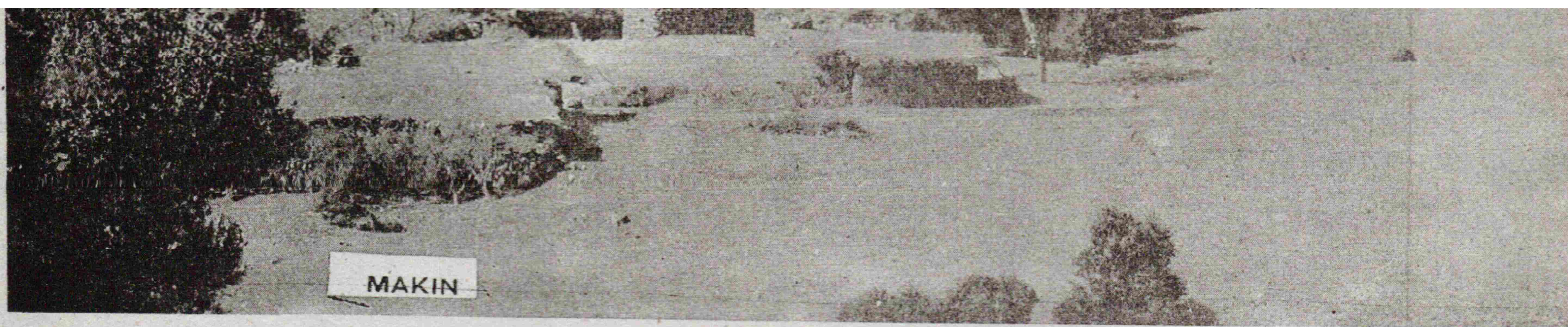


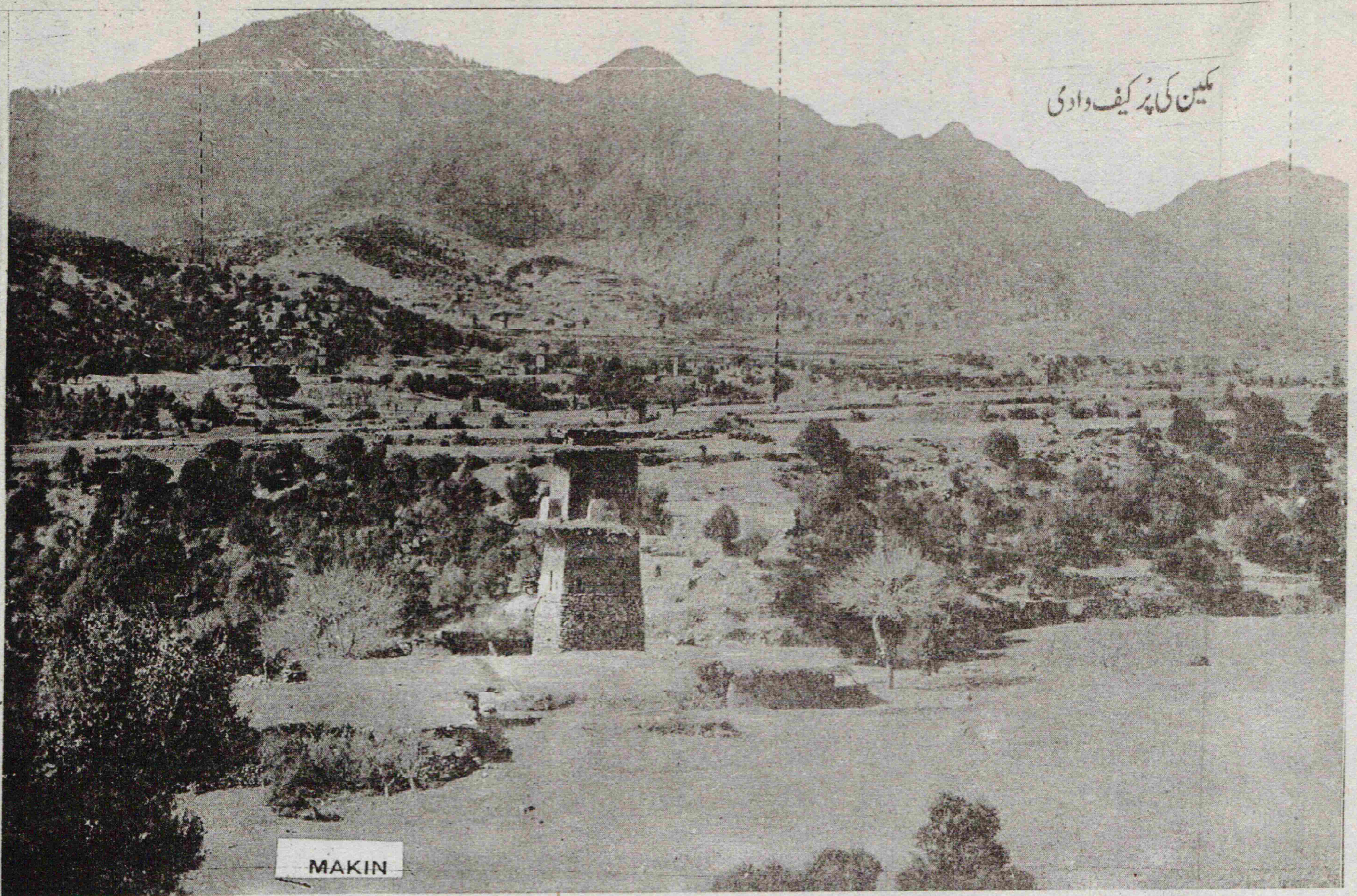
PALOSINA CAMP

PALOSINA CAMP

آنزے تنگی میں فوج اور مال بردار جانور



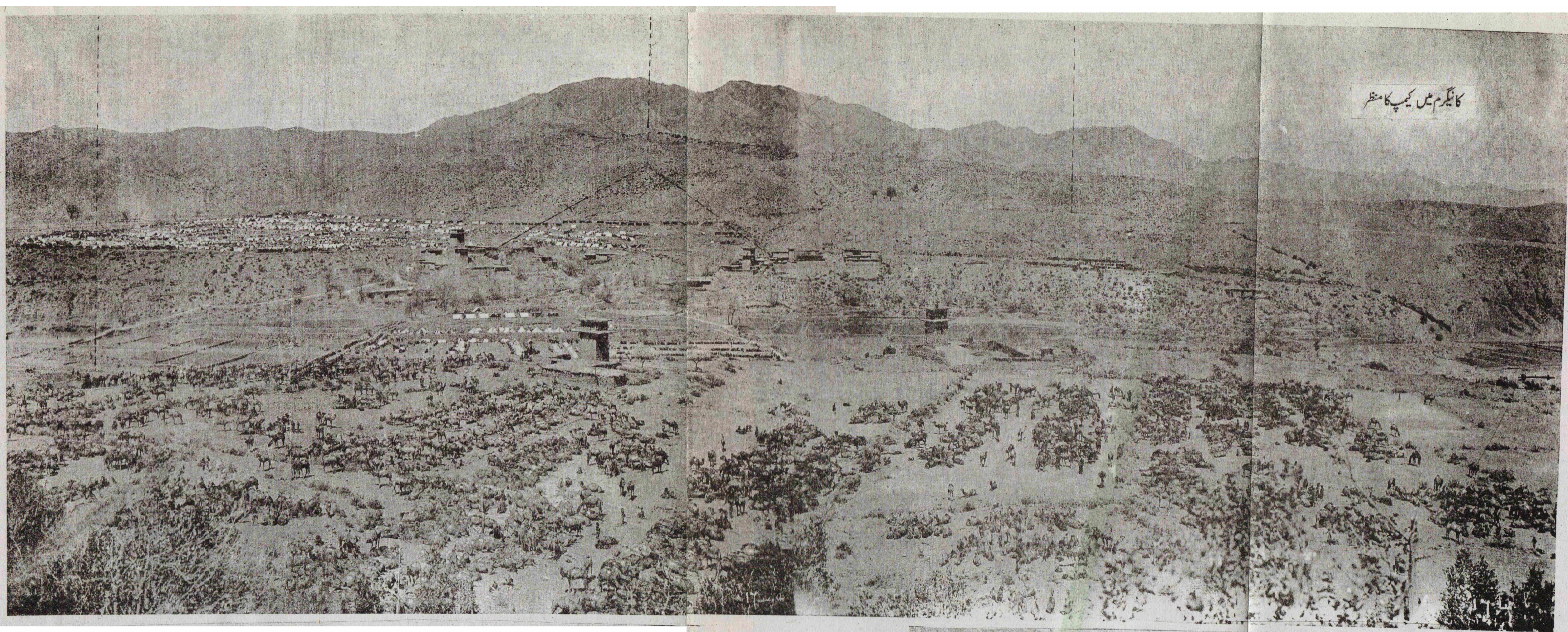




مکین کی پُر کیف وادی

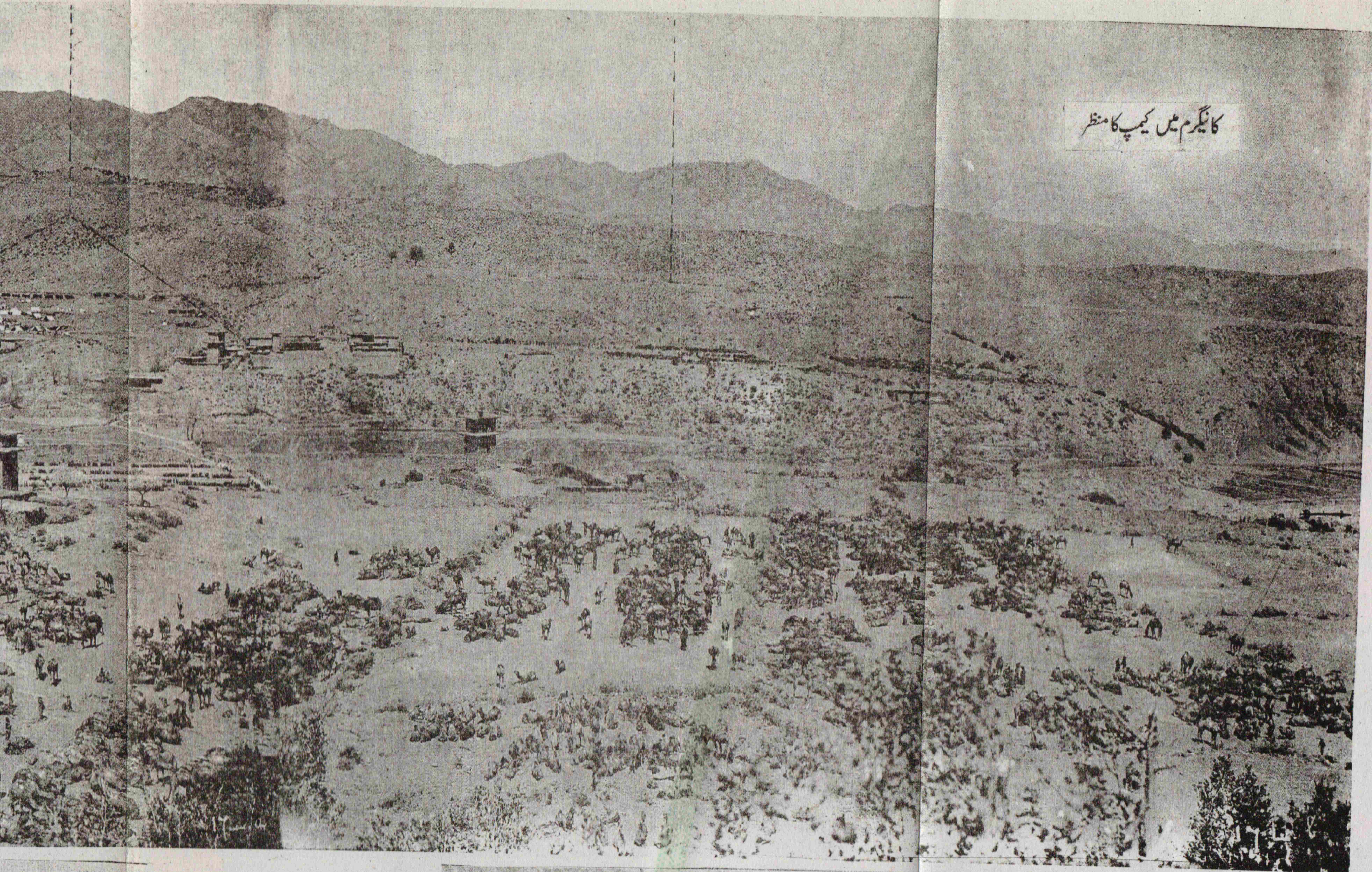
MAKIN

لدھایمپ



کالگرم میں کیچ کا منظر

کائیگرم میں کیپ کا منظر



آپریشنز کے دوران مال بردار جانور

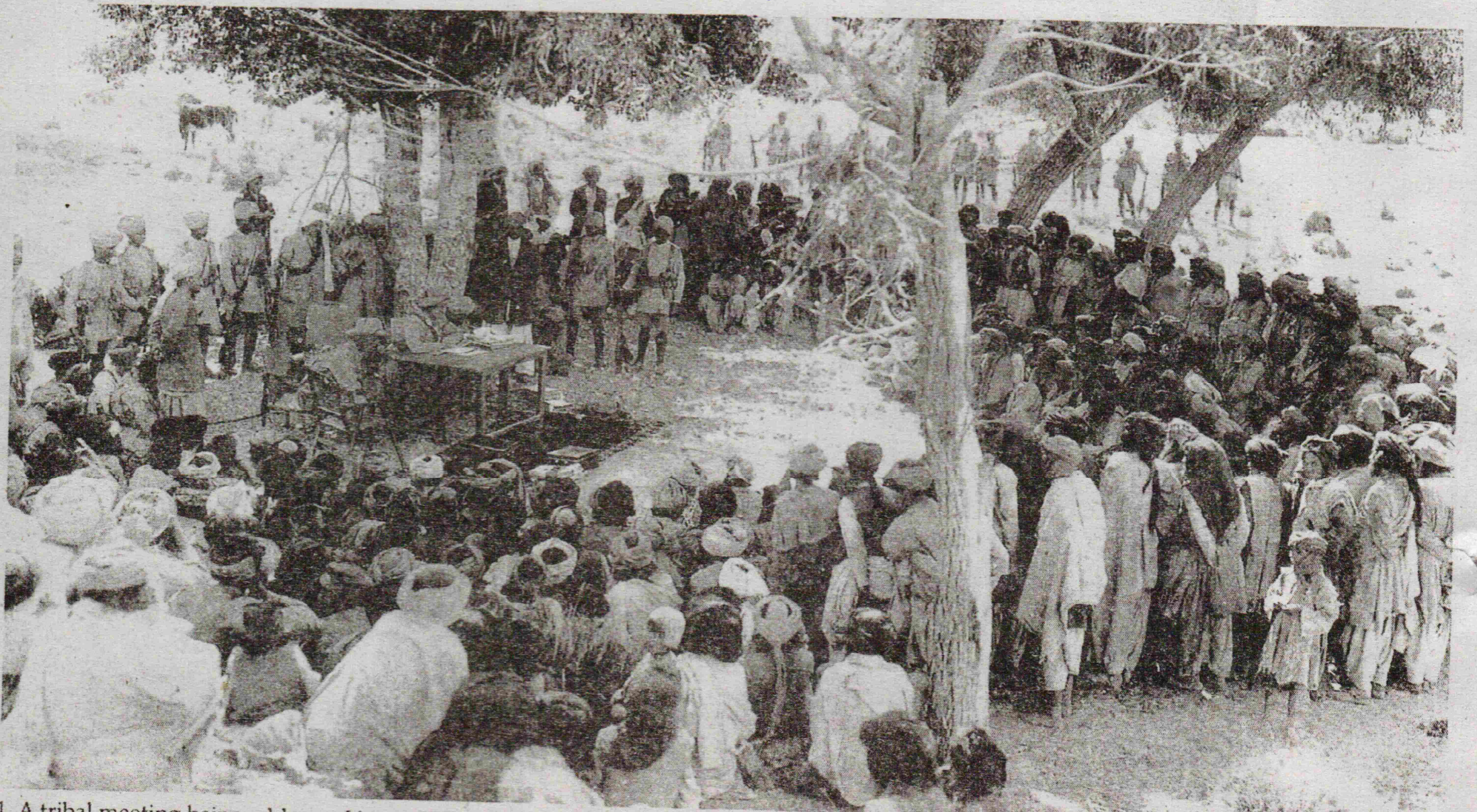




2 . Razmak cantonment (aerial view). (Courtesy of the Director, National Army Museum, London)



2 . Razmak cantonment (aerial view). (Courtesy of the Director, National Army Museum, London)



1. A tribal meeting being addressed by political officers. (Courtesy of the Director, National Army Museum, London)

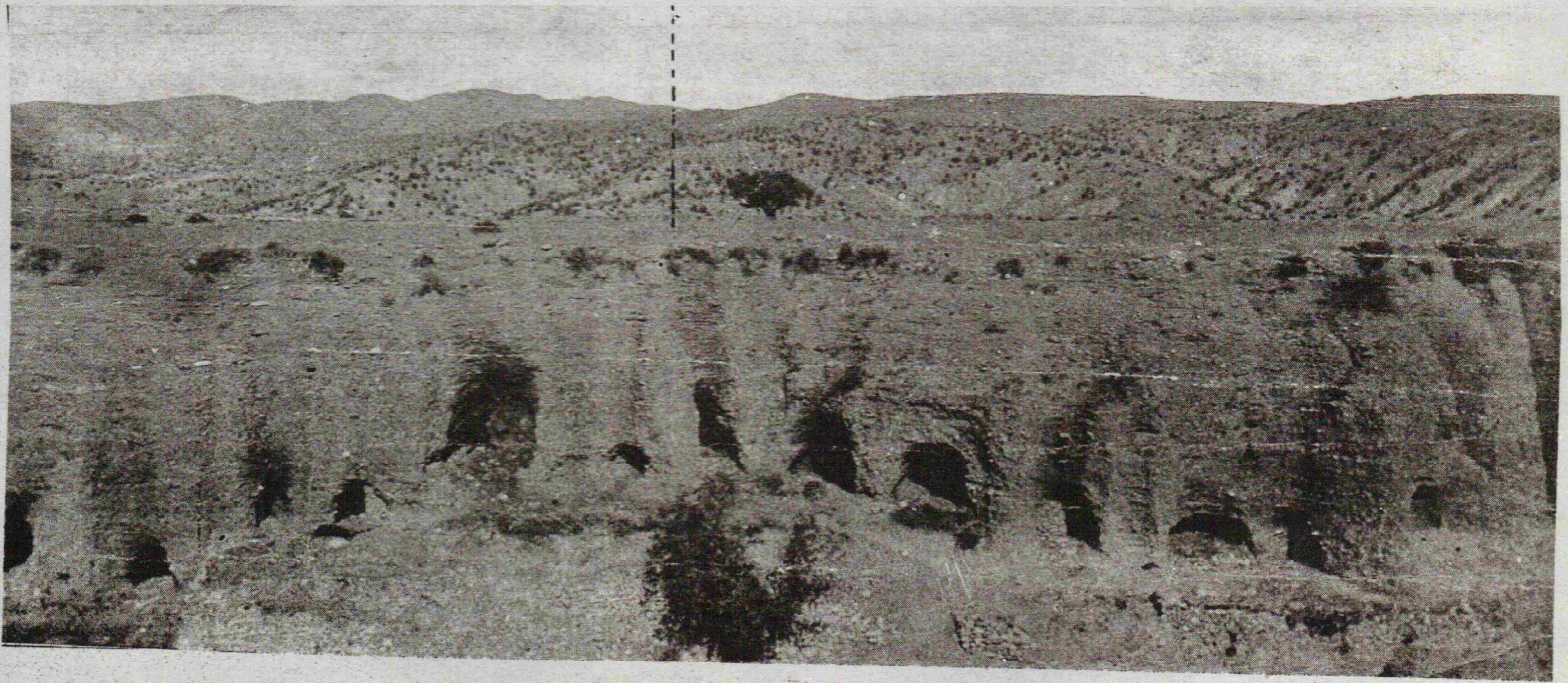
حکومت کیساتھ جگے کا منظر



دست بدست لڑائی کا منظر



دست بدست لڑائی کا منظر



ہوائی بمباری سے بچنے کی محفوظ پناہ گاہیں

غازیوں کے ہاتھ آئے۔ جنوری ۱۹۲۱ء میں جتڑولہ اور سراروغہ سڑک تعمیر کرنے والی پارٹی پر حملوں میں کل ۶۴ سپاہیوں کو ہلاک کیا گیا۔ مارچ میں پٹاڑہ میں کانوائے پر حملہ کر کے ۱۶ سپاہی ہلاک کئے گئے۔ ان تمام حملوں میں غازیوں کو موسیٰ خان کی سرپرستی حاصل تھی اس لئے انگریز نے اپریل میں مکین پر مسلسل ایک ہفتہ شدید بمباری کی۔ ۲۴ اپریل کو موسیٰ خان کی قیادت میں ۴۰۰ عبداللہ لشکر نے جنجال میں کانوائے پر حملہ کر کے تمام انگریز افسران سمیت ۱۱ سپاہی کو ہلاک اور ۲۳ کو شدید زخمی کر دیا گیا۔ اس لڑائی میں غازیوں کے ہاتھ بہت سارا مال غنیمت بھی ہاتھ آ گیا۔ انگریز نے پھر جون سے ستمبر تک مکین پر بمباری کی۔ ۲۹ جون کو جلال خیل نے جتڑولہ کے قریب پارٹی پر حملہ کر کے ۷ سپاہیوں کو ہلاک کیا۔ ۱۱ ستمبر کو تارین خان وزیر کی قیادت میں ۵۰۰ غازیوں نے سپین میں کانوائے پر حملہ کر کے ۴۲ سپاہیوں کو ہلاک اور ۴۰ کو زخمی کیا۔ ترین خان سمیت ۱۲ غازی بھی شہید ہوئے (23)۔ اس طرح ۲۴-۱۹۲۲ء کے دوران قتل و غارت گری کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۹۲۳ء کے آخر میں افغان حکام کی طرف سے محسود اور وزیر قبائل کو خطوط بھیجے گئے کہ ”وہ خوست میں باغی قبائل کے خلاف افغان حکومت کی مدد کے لئے لشکر بھیجے۔ ان خطوط کے نتیجے میں دو ہزار محسود اور پندرہ سو وزیر قبائل پر مشتمل لشکر اراکین پہنچ گیا۔ اگلے تین سالوں میں ٹیلی فون لائن کاٹنے، اغواء، چوری اور ڈکیتی کی وارداتیں تو ہوتی رہیں مگر اس دوران کوئی غیر معمولی واقعہ اس لئے پیش نہیں آیا کہ محسود اور وزیر قبیلوں کے سرکردہ رہنما خوست میں منگل اور زور ان قبائل کی بغاوت کے خلاف امیر کی مدد کے لئے افغانستان گئے تھے۔ ۱۹۲۶ء میں فضل دین کو افغانستان سے مروئی واپس آنے کی اجازت دی گئی۔ موسیٰ خان نے کابل سے واپسی پر محسود قبائل کو انگریز کے خلاف پھر سے متحرک کرنے کے لئے کوشش شروع کر دی۔ موسیٰ خان کو خوست بغاوت کے بعد کابل میں ایک لاکھ روپیہ دیا گیا (24)۔ جو اس وقت بہت بڑی رقم تھی۔

امان اللہ خان کا زوال

امان اللہ خان ۷ دسمبر ۱۹۲۷ء کو ملکہ ثریا کے ہمراہ یورپ کے دورے پر گئے۔ یورپ میں آپ کی بہت پذیرائی کی گئی اور آپ یورپ کی ترقی سے بہت متاثر ہوئے۔ ۲۸ جون کو واپس کابل لوٹ آئے مگر اس دوران قائم مقام امیر ولی محمد خشاں اور برطانوی سفیر آپ کے خلاف بھرپور پروپیگنڈہ مہم میں مصروف رہے۔ دوسری طرف انگریز نے یورپ کے دورے کے دوران ملکہ ثریا کی تصویریں بنائی تھیں بعد میں افغانستان اور قبائلی علاقہ میں تقسیم کی گئیں۔ قبائل کے ہاں عورت کی تصویر بڑی معیوب سمجھی جاتی ہے اور خاص بات یہ کہ امان اللہ افغانستان جیسے معاشرے کو آنا فانا یورپ جیسا بنانا چاہتے تھے۔ ان عوامل کی بناء پر ۸ نومبر ۱۹۲۸ء کو آپ کے خلاف شورش برپا ہو گئی۔ نتیجتاً فروری ۱۹۲۹ء کو امان اللہ خان نے قندھار اور چمن کے راستے اٹلی، جمہوریہ کی۔ دوسرے دن چہ سقہ (حبیب اللہ) فرنگی حمایت سے تخت کابل پر بیٹھ گیا۔ جنرل نادر خان اس وقت فرانس میں مقیم تھے۔ کابل میں تشویش ناک صورتحال کے باعث فوراً افغانستان واپس لوٹ آئے۔ ۲۰ ستمبر سے ۲ اکتوبر ۱۹۲۹ء تک خوست میں محسود اور وزیر قبائل کے ساتھ جرگے کئے۔ نادر خان نے قبائل کو یقین دلایا کہ فتح کے بعد تخت کابل دوبارہ امان اللہ کے حوالے کیا جائے گا۔ اس طرح وزیرستان کے قبائل نے فضل دین، موسیٰ خان، محسود، شادی خیل اور ملک ڈانڈے مدد خیل کی قیادت میں ۱۶ اکتوبر کو کابل پر قبضہ کر کے تخت نادر خان کے حوالے کیا (25)۔

کانگریس ایجنٹس اور رمضان خان رمضان

نادر خان کی تخت نشینی کے بعد فضل دین اور موسیٰ خان کابل میں مقیم رہے۔ دیگر قبائل نے افغانستان سے واپسی پر پھر سے انگریز مخالف سرگرمیاں شروع کیں۔ ۱۹۳۰ء میں کانگریس ایجنٹوں نے وزیرستان کا دورہ کیا۔ یہاں کے قبائل کو حکومت کے خلاف اکسانے کے لئے کانگریس میں کئی جرگے کئے اور مخالف عناصر کانگریس کی تحریک میں شامل ہوئے۔ رمضان خان رمضان شمن خیل اس مخالف گروپ کے لیڈر تھے۔ جون میں مزید ایجنٹس کانگریس آئے۔ شکتوی اور کانگریس میں محسود قبائل کے ساتھ پھر جرگے کئے۔ مقامی ملا کے ذریعے پراپیگنڈہ مہم

شروع کی گئی کہ قبائل مجاہدین کی قیادت کے لئے امان اللہ خان کا پناہ عنقریب وزیرستان آئے گا اور قبائل کو یقین دلایا کہ اگر سراروغہ قلعہ پر حملہ کیا جائے تو بغیر کسی مزاحمت کے اس کو فتح کیا جاسکتا ہے (26)۔

سراروغہ قلعہ پر حملہ

۶ جولائی ۱۹۳۰ء کو رمضان خان رمضان خان کی قیادت میں تین ہزار لشکر نے سراروغہ قلعہ کا محاصرہ کیا۔ محاصرہ سے پہلے لشکر نے ٹیلی فون کے تار کاٹ دیئے تھے۔ لیکن پیادہ سے شاہی خیل ملک مامیت خان نے ٹیلی فون کے ذریعے قلعہ کو لشکر کے ارادوں کے بارے میں اطلاع دے دی۔ اس لئے لشکر کی یلغار کو روکنے کے لئے تمام حفاظتی اقدامات پہلے سے کئے گئے تھے۔ ۷ جولائی کو لشکر نے سراروغہ قلعہ سے مغرب میں پہاڑی پر قبضہ کیا اور سادے خان (رمضان کا بھائی) نے اپنی قبائلی ساخت توپ سے قلعہ پر گولہ باری شروع کی۔ بد قسمتی سے گرمی کے باعث توپ پھٹ گیا جس سے دو غازی شہید ہوئے۔ مقابل میں لشکر پر ہوائی جہازوں کے ذریعے اندھا دھند مہماری کی گئی۔ رات کو چاروں طرف سے ڈھولوں کے بجنے کی آوازیں اور نعرے سنائی دیتے رہے اور لشکر کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ جمہدار گل رحمن، پڑاٹک خان، وزیر خان اور ملک شاہ بہرام لشکر کے بارے میں برابر قلعہ تک معلومات پہنچاتے رہے۔ شاہ بہرام کو بہترین مخبری پر ۱۰۰ روپے انعام بھی دیا گیا۔ رات کو محسود قلعہ کے قریب آکر سکاؤٹس کے سپاہیوں کو لٹکارتے رہے کہ ”تم بہت اچھی طرح لڑتے ہو اب ذرا باہر نکل آؤ“ ۸ دن لڑائی جاری رہی۔ جس میں ہوائی جہازوں اور مشین گنوں کی گولہ باری سے ۳۷ مجاہدین شہید اور ۹۳ مکانات تباہ کئے گئے (27)۔ رمضان خان کے بھائی سادے خان کی توپ سکاؤٹس کے قبضے میں آئی۔

سرخ قیص تحریک

۱۹۳۱ء میں بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان میں کانگریس کی سرخ قیص تحریک نے بڑا فعال کردار ادا کیا۔ شمالی اور جنوبی وزیرستان کے قبائل پر اس تحریک کا کوئی خاص رد عمل سامنے نہیں آیا لیکن احتیاطی تدابیر کے پیش نظر تحریک کے سرکردہ رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ جس کے باعث یہ تحریک جلد بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہوئی۔ اس سال فضل دین اور موسیٰ خان کابل سے واپس لوٹ آئے۔ موسیٰ خان ایک دفعہ پھر محسود کو ارگین خاصہ دار فورس میں بھرتی کرانے میں مصروف رہے اور ساتھ کانگریس ایجنٹوں کی سرگرمیوں سے محسود کو دور رکھنے کی کوشش بھی کرتے رہے۔ فضل دین نے پورے محسود علاقہ کا دورہ کیا کھلے عام انگریز مخالفت سے گریز کرتے رہے مگر وزیرستان میں سڑک اور قلعوں کی تعمیر کے شدید مخالف رہے۔

ملنگ پروپیگنڈہ (Malang Agitator)

۱۹۳۲ء کے آخر میں خوست کے قبائل نے نادر خان کے خلاف بغاوت کی۔ محسود وزیر اور داؤد قبائل کی حمایت کیلئے ملنگ علاقہ انتہی (خوست کیساتھ وزیرستان سرحد) میں پہنچے۔ افغان حکومت کے خلاف قبائل کو اکسانے اور متون پر حملہ کرنے کے لئے قبائلیوں میں پروپیگنڈہ شروع کیا کہ ”قبائل کو لوٹ مار میں معقول حصہ دیا جائیگا“ اس پروپیگنڈہ کے نتیجے میں ۹۰۰۰ ہزار قبائل پر مشتمل لشکر خوست پہنچا۔ حکومت نے مد اخیل، ملکوں اور خاصہ داروں کی مدد سے ملنگوں کو گرفتار کرنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ ۹ مارچ کو گورنر سرحد نے سراروغہ اور وانا میں محسود اور وزیر ملکوں کے ساتھ جرگے کئے۔ خوست سے لشکر کی واپسی کے لئے چار دن کی مہلت دی گئی اور حکومت کے احکامات کی خلاف ورزی کی صورت میں سخت تادیبی کارروائی کی دھمکی بھی دی گئی۔ جرگوں کے بعد ۲۰۰ وزیر محسود ملکوں نے خوست میں لشکر کے سرکردہ رہنماؤں سے رابطے قائم کئے جس کے نتیجے میں ۱۲ مارچ کو لشکر واپس لوٹ آیا۔ ۸ نومبر ۱۹۳۳ء میں نادر خان کو قتل کیا گیا (28)۔ ۱۹۳۴ء میں

محسود اور وزیر کے مابین رزمک تنازعے کا تصفیہ ہوا۔ ۱۹۱۲ء سے ۱۹۳۰ء تک کے دور میں بہت دلچسپ واقعات پیش آئے۔ جن میں فضل دین کے علاوہ موسیٰ خان محسود کے کارنامے غیر معمولی اہمیت کے حامل رہے۔

موسیٰ خان محسود

آپ کا تعلق عبدالائے قبیلہ سے تھا۔ آپ بہت چالاک دلیور اور پرکشش شخصیت کے مالک تھے ۲۰۰-۱۹۱۹ء کو فوجی مہمات کے دوران آپ نے جس جرات اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اس کی بدولت افغان حکام آپ پر بھرپور اعتماد کرنے لگے اور کابل سے جو اسلحہ پیسہ اور کپڑا آتا تھا وہ مکین میں آپ کی وساطت سے غازیوں میں تقسیم ہوتا تھا۔ آپ افغانستان کے اعزازی سپہ سالار اور غازیوں کے کمانڈر انچیف تھے۔ آپ کی قیادت میں محسود غازیوں کا چھاپہ مار کارروائیوں سے انگریز کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ روس کے خیال میں ”اگر وہ تسلیم ہو جاتے تو اپنے قبیلہ میں بہت پرکشش شخصیت کے مالک ہوتے۔ میں نے کئی بار پولیٹیکل ایجنٹ پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ جب تک موسیٰ خان افغانستان سے بڑے بڑے الاؤنسز وصول کرتا ہے تب تک وزیرستان میں دیرپا امن کا قیام ناممکن ہے۔“ ان کی مخالف سرگرمیوں کے باعث کئی بار مکین کو ہوائی جہازوں اور توپ خانوں کی شدید گولہ باری کا نشانہ بنایا گیا۔ آپ کے افغان حکام کے ساتھ بڑے خوشگوار تعلقات تھے۔ افغانستان میں آپ کو رہائش کے علاوہ کافی زمین بھی دی گئی۔ نامور مجاہد جب تک زندہ رہے محسود قبائل میں بے حد ہر دلعزیز رہے۔ آپ نے ۱۹۵۶ء میں وفات پائی۔ آپ کے بیٹے ملک خیر محمد کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا جو باپ جیسا ہوشیار اور نہایت ہی پرکشش شخصیت کے مالک ہیں۔

رمضان خان رمضان محسود

آپ کا تعلق ثمن خیل قبیلے سے تھا آپ خاصہ دلور فورس میں صومیدار تھے مگر جذبہ جہاد کے باعث سب کچھ چھوڑ کر مجاہد بنے اور انگریز مخالف سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ آپ بہت رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔ ۱۹۳۰-۳۱ء میں محسود نوجوانوں نے آپ کی قیادت میں افغانستان میں ازیا امور کے قرب و جوار میں ابراہیم بیگ لڑائیوں میں بہادری کے جو جو ہر دکھائے اس کے بدلے میں نادر خان نے آپ کو افغانستان میں زمین دی اور اعزازی سپہ سالار بھی مقرر کیا۔ آپ کے تین بھائی عزیز خان، سدے خان اور فرمان اللہ خان المعروف غنڈائی بھی بہادری اور شجاعت کے باعث بہت مشہور تھے۔ آپ نے ۱۹۳۰ء میں سراروغہ قلعہ پر لشکر کشی اور جنوبی وزیرستان میں کانگریس تحریک کی قیادت کی۔ آپ نے ۱۹۵۹ء میں وفات پائی۔ آپ کے بیٹے ظہور الدین خان رمضان اور اورنگزیب خان نے بعد میں فقیر ایپی دور میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔



۱۹۳۶ء میں بنوں میں ایک ہندو لڑکی کا قبول اسلام اور ایک مسلمان نور علی شاہ کے ساتھ شادی کے واقعہ نے ہندوؤں میں بے چینی

جہازوں اور توپ خانوں کی شدید گولہ باری کا نشانہ بنایا گیا۔ آپ کے افغان حکام کے ساتھ بڑے خوشگوار تعلقات تھے۔ افغانستان میں آپ کو رہائش کے علاوہ کافی زمین بھی دی گئی۔ نامور مجاہد جب تک زندہ رہے محسود قبائل میں بے حد ہر د عزیز رہے۔ آپ نے ۱۹۵۶ء میں وفات پائی۔ آپ کے بیٹے ملک خیر محمد کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا جو باپ جیسا ہوشیار اور نہایت ہی پرکشش شخصیت کے مالک ہیں۔

رمضان خان ر مضانی محسود

آپ کا تعلق شمن خیل قبیلے سے تھا آپ خاصہ دار فورس میں صوبیدار تھے مگر جذبہ جہاد کے باعث سب کچھ چھوڑ کر مجاہد بنے اور انگریز مخالف سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ آپ بہت رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔ ۱۹۳۰-۳۱ء میں محسود نوجوانوں نے آپ کی قیادت میں افغانستان میں ازبیا امور کے قرب و جوار میں ابراہیم بیگ لڑائیوں میں بہادری کے جو جو ہر دکھائے اس کے بدلے میں نادر خان نے آپ کو افغانستان میں زمین دی اور اعزازی سپہ سالار بھی مقرر کیا۔ آپ کے تین بھائی عزیز خان، سدے خان اور فرمان اللہ خان المعروف غنڈائی بھی بہادری اور شجاعت کے باعث بہت مشہور تھے۔ آپ نے ۱۹۳۰ء میں سراروندہ قلعہ پر لشکر کشی اور جنوبی وزیرستان میں کانگریس تحریک کی قیادت کی۔ آپ نے ۱۹۵۹ء میں وفات پائی۔ آپ کے بیٹے ظہور الدین خان رمضان اور اورنگزیب خان نے بعد میں فقیر ایپی دور میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔



رمضان خان ر مضانی محسود

۱۹۳۶ء میں بنوں میں ایک ہندو لڑکی کا قبول اسلام اور ایک مسلمان نور علی شاہ کے ساتھ شادی کے واقعہ نے ہندوؤں میں بے چینی

اتنا تھا وہ بین میں آپ کی وسعت سے بے دریغ۔ آپ کی قیادت میں محسود غازیوں کا چھاپہ مار کارروائیوں سے انگریز کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ بروس کے خیال میں ”اگر وہ تسلیم ہو جاتے تو اپنے قبیلہ میں بہت پرکشش شخصیت کے مالک ہوتے۔ میں نے کئی بار پولیٹیکل ایجنٹ پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ جب تک موسیٰ خان افغانستان سے بڑے بڑے الاؤنسز وصول کرتا ہے تب تک وزیرستان میں دیرپا امن کا قیام ناممکن ہے۔“ ان کی مخالف سرگرمیوں کے باعث کئی بار نکمیں کو ہوائی جہازوں اور توپ خانوں کی شدید گولہ باری کا نشانہ بنایا گیا۔ آپ کے افغان حکام کے ساتھ بڑے خوشگوار تعلقات تھے۔ افغانستان میں آپ کو رہائش کے علاوہ کافی زمین بھی دی گئی۔ نامور مجاہد جب تک زندہ رہے محسود قبائل میں بے حد ہر دلعزیز رہے۔ آپ نے ۱۹۵۶ء میں وفات پائی۔ آپ کے بیٹے ملک خیر محمد کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا جو باپ جیسا ہو شیار اور نہایت ہی پرکشش شخصیت کے مالک ہیں۔

۱۰۰

آپ کا تعلق شمن خیل قبیلے سے تھا آپ خاصہ دار
فارس میں صوبیدار تھے مگر جذبہ جہاد کے باعث سب کچھ
چھوڑ کر مجاہد بنے اور انگریز مخالف سرگرمیوں میں مصروف
رہے۔ آپ بہت رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔
۱۹۳۰ء میں محسود نوجوانوں نے آپ کی قیادت میں
افغانستان میں ازیا امور کے قرب و جوار میں ابراہیم بیگ
لڑائیوں میں بہادری کے جو جوہر دکھائے اس کے بدلے میں
نادر خان نے آپ کو افغانستان میں زمین دی اور اعزازی سپہ
سالار بھی مقرر کیا۔ آپ کے تین بھائی عزیز خان، سدے
خان اور فرمان اللہ خان المعروف غنڈائی بھی بہادری اور
شجاعت کے باعث بہت مشہور تھے۔ آپ نے ۱۹۳۰ء میں
سرارونہ قلعہ پر لشکر کشی اور جنوبی وزیرستان میں کانگریس
تحریک کی قیادت کی۔ آپ نے ۱۹۵۹ء میں وفات پائی۔ آپ
کے بیٹے ظہور الدین خان رمضان اور اورنگزیب خان نے بعد
میں فقیر ایپی دور میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔



۱۹۳۶ء میں بنوں میں ایک ہندو لڑکی کا قبول اسلام اور ایک مسلمان نور علی شاہ کے ساتھ شادی کے واقعہ نے ہندوؤں میں بے چینی

پیدا کی انگریز نے مداخلت کر کے نور علی شاہ کو دو سال قید کی سزا دیکر ہر پور جیل بھیج دیا اور اسلام علی (نو مسلم لڑکی) کو دوبارہ ہندوؤں کے حوالے کر کے ہوشیار پور (ہندوستان) بھیج دیا۔ اس پر بنوں اور شمالی وزیرستان کے قبائل نے شدید احتجاج کیا اس نازک صورتحال میں فقیر ایپی کی صورت میں انہیں ایک ایسا مسیحا ملا جس نے فرنگی پر ”مداخلت فی الدین“ کا الزام لگا کر مسلمانوں کو ایسی قیادت فراہم کی جس کی نظیر اس پورے عہد میں نہیں ملتی۔ اگلے باب میں ملاحظہ کیجئے۔

شہزادہ فضل دین کا دور جنگ عظیم اور تیسری افغان جنگ کے حوالے سے خصوصیت کا حامل ہے۔ اس دوران آپ نے بلاشبہ بڑا موثر اور جاندار کردار ادا کیا۔ بعد میں فقیر ایپی کی بھی برطانوی سامراج کے خلاف جہاد میں ہر قسم کی جانی و مالی مدد کی۔ آپ ۱۹۳۶ء میں پیر مائگی شریف کی دعوت پر مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ آزادی کے فوراً بعد کشمیر کے محاذ پر جنگ میں محسود مجاہدین کی قیادت کی۔ ۲ فروری ۱۹۶۸ء میں آپ کا انتقال ہوا آپ کے بیٹے خواجہ وجہ الدین کو آپ کی جگہ نو شہزادہ وزیرستان منتخب کیا گیا۔

طریقہ ہائے لبلاغ کا عمومی جائزہ

شہزادہ فضل دین کے دور میں جنگ عظیم شروع ہوئی۔ قبائلی علاقہ انگریز مخالف جذبات سے نئے انداز میں بھڑک اٹھا۔ جس کے باعث وزیرستان انگریز ترک جرمن نمائندے اور تحریک مجاہدین کی توجہ کا مرکز نگاہ بنا رہا۔ امیر کابل حبیب اللہ انگریز کا وظیفہ خوار تھا۔ افغانستان میں جنگ عظیم سے متعلق عجیب و غریب افواہیں پھیلتی رہیں اور وزیرستان کے قبائل تک پہنچتی رہیں۔ ۱۹۱۴ء میں یہ افواہ پھیلی کہ ترک جرمن افواج ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے ہرات پہنچ چکی ہیں۔ فتح کی صورت میں پشتونوں کا سارا علاقہ امیر کابل کے حوالہ کیا جائے گا جبکہ دیگر علاقہ ترک اور جرمن میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔ امیر کابل کے کردار سے متعلق ارگین، خوست اور وزیرستان میں یہ افواہ ہر کسی کی زبان پر عام تھی کہ سلطان ترکی نے امیر کو ایک تلوار اور دو چوڑیاں بھیج دی ہیں کہ مردانگی کی صورت میں تلوار لے لو ورنہ عورت کی چوڑیاں پہن لو۔ امیر کابل کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر قائل کرنے اور قبائل کے ساتھ رابطوں کے قیام کے سلسلے میں ترک جرمن وفد اور دیگر نمائندے افغانستان اور وزیرستان آئے۔ ملا بھی جہاد کے لئے قبائل کو پکارتے رہے، لیکن حبیب اللہ کابل میں ڈٹا رہا۔ اس نے ترک جرمن مشن اور علماء ہند کے وفد کے ساتھ عجیب چالاکی سے کام لیکر وعدہ کیا کہ جب ترک فوج افغانستان پہنچ جائے گی تو وہ جہاد کا اعلان کریں گے۔

شہزادہ فضل دین نے افغان حکام کی حمایت حاصل کرنے کے لئے ستمبر ۱۹۱۴ء میں کابل کا دورہ کیا۔ کابل میں امیر کے بھائی سردار نصر اللہ خان کے ساتھ فرنگی کھلاف ڈٹ کر جہاد کے عہد کی تجدید کی۔ نصر اللہ خان نے ان کی مالی مدد کی۔ سردار نصر اللہ خان اور حاجی ترنگزئی کے درمیان پائیدار تعلقات تھے۔ فضل دین نے حاجی ترنگزئی سے رابطہ قائم کیا۔ حاجی صاحب نے مولانا سیف الرحمن اور مولانا فضل ربی کو اکتوبر ۱۹۱۵ء میں نصر اللہ خان کے پاس کابل بھیجا کہ وزیرستان کے قبائل کو اسلحہ کی امداد کے علاوہ اعلان جہاد پر مشتمل فرامین بھیجے جائیں تاکہ وہ منظم ہو کر فرنگی فوج پر یلغار شروع کر سکیں۔ انہوں نے خود بھی وزیرستان کے علماء کو پیغام بھجوایا کہ اس مقدس جنگ میں شامل ہو کر اپنا اسلامی فریضہ پورا کریں۔ ان رابطوں کے نتیجے میں فضل دین نے کانگرم میں عمومی اتفاق کے حصول کی خاطر جلسہ طلب کیا۔ جس میں محسود اور احمد زئی وزیر کے علاوہ خوست کے مشہور مذہبی رہنماء لالا پیر نے بھی شرکت کی۔ جلسہ میں قراردادیں پاس کی گئیں کہ جب جہاد کا آغاز ہو تو اتما زئی وزیر ٹوچی احمد زئی وزیر وانا کمپ پر اور محسود سرکئی جنڈولہ اور ٹانک پر بیک وقت انگریز چوکیوں پر حملے شروع کریں گے۔ دوسرے قبائل کو بتایا گیا کہ وہ اپنے علاقوں میں مجاہدین کی ہر ممکن مدد کیلئے کمر بستہ رہیں گے۔ مجاہدین کو بتایا گیا کہ انہیں اسلحہ نصر اللہ خان اور حاجی ترنگزئی

کی طرف سے بہم پہنچایا جائے گا۔ فضل دین نے خود سراروغہ کے مقام پر اپنا خیمہ نصب کیا اور جملہ کے تین پرچم لگائے۔ جو مجاہدین وہاں پہنچنے والے میں اسلحہ تقسیم کیا جاتا تھا۔ موثر راہبوں کے قیام کے بعد قبائل میں جو مثالی اتحاد قائم ہوا اس سے یہ افواہ پھیلی کہ انگریز قبائلی علاقوں میں چوکیاں خالی کرنے والے ہیں۔ افغان حکام اور مجاہدین کے اکابرین کے مابین گٹھ جوڑ کے باعث ملالور افغان ایجنٹس کافی متحرک رہے۔ انہوں نے محسود قبیلہ میں ترکی فوج کی انگریز کے خلاف حیرت انگیز کامیابیوں کی افواہ پھیلائی۔ جس سے محسود قبیلے کے حملوں میں مزید اضافہ ہوا۔ انگریزوں نے ملکان اور بالخصوص امیر کابل کے ذریعے فضل دین کو فرنگی مخالف سرگرمیوں سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ ۲۹ مئی ۱۹۱۷ء میں فضل دین نے کاننگرام میں جلسہ عام میں امیر کا خط پڑھ کر سنایا ”قبائل انگریز مخالف سرگرمیوں سے باز آجائیں ورنہ انکی طرف سے مدد کی امید نہ رکھنا“۔ امیر نے بھائی سردار نصر اللہ مجاہدین کی ہر ممکن مدد کرتا تھا۔ اس لئے قبائل پر امیر کے خط کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

عالمی جنگ کے اختتام پر امان اللہ خان افغانستان کا بادشاہ بن گیا۔ تخت نشینی کے فوراً بعد انہوں نے افغانستان کی آزادی کا اعلان کرتے ہوئے قوم کے نام پیغام جاری کیا کہ افغانستان کی خود مختاری ایک اہم واقعہ بھی ہے اور اہل وطن کے لئے بہت بڑی خوشخبری بھی۔ امان اللہ خان کے اعلان پر انگریز نے ان کے ساتھ مئی ۱۹۱۹ء میں جنگ شروع کی۔ قبائلی علاقہ بالخصوص وزیرستان کے قبائل نے فرنگی کے خلاف کھلے طور پر بغاوت کی۔ ۲۲ مئی کو افغان فوجی دستے بھی یہاں کے قبائل سے مل گئے۔ آٹا نا کرم سے لیکر گول تلک مہم پیشاپیشیوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ اگست میں انگریز نے افغانستان کی خود مختاری تسلیم کی۔ وزیرستان کے قبائل کے ایک بڑے وفد نے کابل کا دورہ کیا۔ امان اللہ خان نے وفد کا گرجاؤشی سے استقبال کیا اور مالی مدد بھی کی۔ ادھر فرنگی نے محمود قبیلہ کے خلاف تاریخ ساز فوج کشی کا فیصلہ کیا۔ نومبر ۱۹۱۹ء میں خیرگی میں محمود قبیلہ کے اعلیٰ پڑھ کر سنایا گیا کہ تمہارا علاقہ امیر کابل کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ یہاں سڑکوں اور قلعوں کا جال بچھایا جائے گا اور تم لوگوں کو فوج کشی کے ذریعے سبق سکھایا جائے گا۔ یہ آپریشن ۱۴ ستمبر ۱۹۱۹ء سے ۷ مئی ۱۹۲۰ء تک جاری رہا۔

ان مہمات کے دوران افغان نمائندے شادولہ لالا پیر اور حاجی عبدالرزاق نے وانا میں مجاہدین کے اکابرین فضل دین، ملا حزر اللہ، موسیٰ خان کے ساتھ برابر رابطہ قائم کئے ہوئے تھے۔ مارچ ۱۹۲۰ء میں ہندوستان سے ملاؤں کا ایک وفد بھی جلال آباد، تیراہ اور خوست سے کر شکئی (وانا) میں پہنچ چکا تھا۔ جس نے ایک دستی اشتہار تیار کر کے وزیرستان میں تقسیم کیا۔ اس کی چند کاپیاں ہندوستان میں تحریک مجاہدین ہند کو بھیجیں۔ وزیرستان میں افغان نمائندوں کی مخالف سرگرمیوں سے فرنگی نے کئی بار امیر کابل کو مطلع کیا مگر امیر انہیں اپنے نمائندے کے طور پر ماننے سے انکار کرتے رہے۔ ان نمائندوں کو خوست اور ارگین کے گورنروں کی مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ شادولہ اور عبدالرزاق کی وساطت سے خوست کے گورنر شاہ محمود نے وزیر اور محسود قبائل کے ساتھ کئی جرگے بھی کئے۔ خوست کے مذہبی رہنماء لالا پیر نے بھی کئی وزیر اور محسود علاقوں کے دورے کئے اور قبائل میں خطیر قومات اور اسلحہ تقسیم کرتے رہے۔ انگریز کے خیال میں افغان حکام اور نمائندوں کی مدد کے باعث وزیرستان عملی طور پر بد معاشی کا ڈھب چکا تھا۔

انگریزوں نے ان مہمات کے دوران تمام وزیرستان فورس کو صرف ذرائع نقل و حمل کی حفاظت پر مامور کیا تھا۔ اکابرین مجاہدین کو انگریز شرائطِ اعلامیہ اور پیغامات پہنچانے کیلئے ملکان فوج کے کیمپوں میں موجود ہوتے تھے۔ تاہم مجاہدین کیساتھ ملکوں کے رابطوں میں کامیابی سے متعلق کوئی مستند حوالہ دستیاب نہیں ہے۔ فوج کے کالموں اور پہاڑی چوٹیوں پر قائم پلکٹوں کے ماتن پیغامات کے تبادلے کے لئے آرمی سکاؤٹس اور ایئر فورس کے لئے الگ سروس سسٹم روبہ عمل لایا گیا۔ جس میں ملٹری وائر لیس ٹیلی گراف اور سکاؤٹس وائر لیس کے علاوہ ویرٹول (شیشہ) جھنڈے اور مخصوص نشانات اور کبوتر کے ذریعے پیغامات کا تبادلہ ہوتا تھا۔ ان کے علاوہ میڈیم اور شارٹ ویوٹی ڈبلیوٹی سیٹ کے ذریعے بھی پیغامات کے تبادلے کا سلسلہ قائم کرنا پڑتا تھا۔ ان تمام معلومات سے ملٹری سٹیشن ڈیرہ اسماعیل خان کو آگاہ کیا جاتا تھا۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۵ء تک موسیٰ خان کا کردار بڑا جاندار رہا اس لئے افغان حکام نے ان کے ساتھ رابطوں کا سلسلہ برقرار رکھا اور مکین میں افغان حکومت کی

طرف سے مجاہدین کے لئے کپڑا پیسہ اور اسلحہ موسیٰ خان کے پاس آتا تھا۔ ۱۹۲۹ء میں امان اللہ کی جگہ حبیب اللہ چھ سرفہ انگریز کی حمایت سے تخت کابل پر بیٹھ گیا۔ اس پر نادر خان نے وزیر محسود اور داؤد قباقل کے ساتھ جرگے کئے۔ فضل دین موسیٰ خان، شادی خیل اور ملک ڈانڈے کی قیادت میں قباقل نے اکتوبر ۱۹۲۹ء کو کابل پر قبضہ کر کے تخت نادر خان کے حوالے کیا۔

۱۹۳۰ء میں کانگریسی ایجنٹوں نے وزیرستان کا دورہ کر کے قباقل کو حکومت مخالف سرگرمیوں پر اکسانے کے لئے وزیر اور محسود کے ساتھ کئی جرگے کئے۔ رمضان خان رمضان کی قیادت میں مخالف عناصر کانگریس تحریک میں شامل ہوئے۔ جون میں مزید ایجنٹوں نے کانگرم اور شکستی میں محسود وزیر کے ساتھ جرگے کئے اور مقامی ملاؤں کو اعتماد میں لیکر ان کے ذریعے پروپیگنڈہ مہم شروع کی کہ قباقلی مجاہدین کی قیادت کے لئے امان اللہ خان کا بیٹا عنقریب وزیرستان آئے گا۔ اگر قباقلیوں نے انگریز حکومت کے خلاف مزاحمت جاری رکھی تو فتح یقینی ہے۔ ۱۹۳۲ء میں نادر خان کے خلاف خوست کے قباقل نے بغاوت کی۔ وزیرستان کے قباقل کی حمایت کے لئے ملک کے بھیس میں نمائندے آئے اور افغان حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ مہم شروع کی کہ قباقل کو لوٹ مار میں معقول حصہ دیا جائے گا۔ اس پر اپریل ۱۹۳۲ء کے نتیجے میں ۹ ہزار قباقل کا لشکر خوست پہنچا۔ گورنر سرحد نے سراروغہ اور وانا میں ملکوں کے ساتھ جرگے کئے۔ جرگوں کے بعد دو سو ملکوں نے خوست میں لشکر کے سرکردہ ہنماؤں سے رابطے قائم کئے اور لشکر واپس وزیرستان لوٹ آیا۔

نیو شنزادہ وزیرستان وجیہ الدین

شنزادہ فضل دین کی وفات کے بعد وجیہ الدین کو نیو شنزادہ وزیرستان منتخب کیا گیا۔ مجھے نیو شنزادہ کیساتھ دو دفعہ بات چیت کرنے کا موقع ملا ہے۔ ایک دفعہ وہ کسی معاملے کے سلسلے میں ہمارے گاؤں آئے تھے۔ وہاں تفصیلی ملاقات ہوئی جبکہ دوسری بار میں خود آپ کو ملنے لائیکہ آیا۔ لائیکہ سڑک سے دور پہاڑوں کے پیچ ایک خفیہ جگہ ہے جہاں ملاپاوندہ نے انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کے بعد ہجرت کی اور لائیکہ کو جہاد امر کر بنایا چونکہ جہاد کے لئے خفیہ اور محفوظ پناہ کی ضرورت ہوتی ہے یہی وجہ تھی کہ ملاپاوندہ نے لائیکہ کو اپنے جہاد کا مرکز بنایا اور شنزادہ فضل دین نے بھی اسے برقرار رکھا آج کل نیو شنزادہ بھی لائیکہ میں رہائش پذیر ہے۔ آپ کے ساتھ دونوں نشستوں کے دوران جو معلومات حاصل ہوئیں۔ ان میں سے بعض کو ملاپاوندہ اور شنزادہ فضل دین دور سے متعلق ابواب کے آخر میں دی گئی ہیں۔ جبکہ بقیہ درج ذیل ہیں۔

شنزادہ فضل دین کے پانچ بیٹے تھے 'مولانا سراج الدین' صاحب زادہ تاج الدین 'وجیہ الدین' ظاہر دین اور اصل دین۔ لیکن والد صاحب کی امامت کی پگڑی آپ کو ملی۔ آپ بھاری بھر کم جسم کے مالک ہیں۔ ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنتے ہیں۔ چمک دار آنکھیں اور گردن جدار واز کے مالک ہیں۔ پشتو، اردو، فارسی اور انگریزی زبانوں پر عبور حاصل ہے۔ حاجت مندوں اور عقیدت مندوں کو دم کرتے ہیں اور تعویذ بھی دیتے ہیں۔ مریضوں کو انگریزی دوائی کے نسخے لکھ دیتے ہیں اور ۲۰ روپے فیس لیتے ہیں 'زمین پر چادر بچھا کر بیٹھتے ہیں۔ رہن سہن کے طور طریقے بہت سادہ ہیں۔ لوہے کی صراحی میں پانی پیتے ہیں اور مہمانوں کو بڑے بڑے جاموں میں کھانا دیتے ہیں۔ ہر وقت عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا ہے۔ آپ کا لنگر ہر عام خاص کے لئے ۲۴ گھنٹے جاری رہتا ہے۔ لنگر کا خرچہ بہت زیادہ ہے مہینے میں اوسطاً ۵۰ روپیہ خرچ ہوتا ہے۔

آپ ۵ ستمبر ۱۹۳۶ء کو لائیکہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پرائمری سکول کڑمہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد مزید تعلیم ٹانک، وانا اور لالچیت سکول پشاور میں حاصل کی۔ ۱۹۵۲ء میں میٹرک پاس کی۔ ۱۹۵۴ء میں پولیٹیکل محرم بھرتی ہوئے۔ کچھ مدت بعد سپلہ توئی قلعہ میں بند بلی ہوئی تو وہاں ہمارے پڑ گئے اور ڈیڑھ سال تک راولپنڈی میں ڈاکٹر کرنل شعیب کے زیر علاج رہے۔ صحت یابی کے بعد دوبارہ ملازمت شروع کی۔ آٹھ ماہ بعد سیلہ توئی میں ایک رات خواب دیکھا کہ کوئی بزرگ نصیحت کر رہا ہے کہ ظاہری عزت چھوڑ دو، غیبی عزت مل جائے گی۔ اگلی صبح جمعہ کا دن تھا 'مولانا خٹک کی موجودگی میں جمعہ کا خطبہ دیا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ اسکے بعد ملازمت چھوڑ دی اور امت کی فکر کرنا شروع کی۔ کچھ

مدت بعد پھر بیمار ہو گئے۔ بہت علاج کیا مگر افاقہ نہ ہوا۔ ایک رات پھر خواب دیکھا کہ شاہ ولی زیارت کا بزرگ نصیحت کر رہا ہے کہ میں حضور کی اولاد میں سے ہوں میری زیارت کا طواف کرو مگر اس نیت سے کہ تم حضور کی زیارت کا طواف کر رہے ہو۔ ایسا کرنے سے انشاء اللہ تمہاری بیماری ٹھیک ہو جائے گی آپ نے ایسا کیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے شفا دیدی۔

آپ نے دنیاوی تعلیم کے حصول اور پھر سرکاری ملازمت اختیار کرنے کے بارے میں بتایا کہ تعلیم کے ساتھ تو ان کی ذاتی دلچسپی تھی جبکہ ملازمت اسلئے اختیار کی کہ خفیہ ریکارڈ کا مطالعہ کر سکیں۔ ملازمت کے دوران سابق انگریز پولیٹیکل ایجنٹ سے حوالہ کی (محسود مونیو گراف) نکال کر پڑھی۔ پڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ فرنگی حکومت اس نتیجے پر پہنچی تھی کہ اگر ملاپاوندہ خاندان پر گرفت حاصل کی جائے تو وزیرستان پر قبضہ کرنا آسان ہو جائے گا اور اس میں یہ لکھا تھا کہ اگر اس خاندان کو بہت ساری مراعات بھی دی جائے تو وہ پھر بھی محسود قبیلہ کے مفادات کا ہر حال میں تحفظ کریں گے اس لئے اس خاندان پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ملازمت کے دوران خواب دیکھا کہ دنیاوی عزت چھوڑ دو دوائی عزت مل جائے گی۔ بس پھر ملازمت چھوڑ دی۔

والد صاحب کی ذمہ داری سنبھالنے سے متعلق آپ نے کہا کہ والد صاحب کی وفات سے چند ماہ قبل مولانا نصیر الدین غور غشی ہمارے ہاں آئے تھے۔ انہوں نے والد صاحب کی موجودگی میں مجھ سے کہا کہ آج سے آپ نیو شنزادہ ہوں گے۔ پھر بعد میں والد صاحب نے بھی اس منصب کیلئے منتخب کیا۔ جس کے بعد موجودہ ذمہ داری سنبھالنی پڑی۔ نیو شنزادہ وزیرستان بننے کے بعد آپ دو سال تک مولانا فتح خان برومی خیال کی سرپرستی میں رہے۔ اس کے بعد آپ نے اعلان کیا کہ وزیرستان کے لوگ آزاد ہیں اور آزاد رہیں گے۔

حکومت پاکستان کیساتھ تعلقات کار کے بارے میں آپ نے بتایا کہ حکومت کے ساتھ ان کی کوئی دشمنی نہیں ہے۔ لیکن وہ عام طور پر اپنے آپکو حکومتی معاملات سے دور رکھتے ہیں۔ ہاں جب کبھی محسود قبائل اور حکومت کے مابین کوئی غیر معمولی تنازعہ کھڑا ہوتا ہے تو وہ اس میں ثالث کا کردار ادا کرتے ہیں لیکن کوشش یہ ہوتی ہے کہ محسود قبیلہ کے مفادات کو نقصان نہ پہنچے۔ جبکہ ترقیاتی کاموں میں رکاوٹ ڈالنے کے الزام کے بارے میں آپ نے بتایا کہ وہ ذاتی طور پر وزیرستان میں حکومت کے ہر قسم کے تجاوزات کے حق میں نہیں ہیں۔ لیکن اگر ترقیاتی کام کسی فرد واحد کی بجائے پوری آبادی کی فلاح و بہبود کیلئے ہوں تو اس صورت میں وہ مخالفت بھی نہیں کرتے۔ محسود قبیلہ کی تحریک آزادی کے دوران لازوال قربانیوں کے بارے میں آپ نے کہا کہ بلاشبہ شبہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تمام قبیلوں میں محسود قبیلہ کا کردار شروع سے آخر تک غیر معمولی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ محسود قبیلہ کے اعلیٰ کارناموں کے باعث وزیرستان فرنگی فوج کیلئے تربیت گاہ بھی تھا اور ایکٹو سروس ایریا بھی۔ تسلسل سے اس قبیلے نے جس جرات اور میردانی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی انہوں نے اسلام کی سربلندی اور اپنی روایتی آزادی کو برقرار رکھنے کی خاطر بے پناہ قربانیاں دیں مگر ان اعلیٰ اقدار پر آنچ نہیں آنے دی۔

ملاپاوندہ کے کردار کے متعلق نیو شنزادہ نے کہا کہ ملاپاوندہ کے دور کو فرنگی راج کے خلاف ایک عظیم جدوجہد کی حیثیت حاصل ہے۔ اس دور میں مغرب کی جانب روس نے پرپر زے نکال کر وسط ایشیا میں تجاوزات شروع کی۔ ہندوستان میں فرنگی کو فکر لاحق ہوئی انہوں نے سوچا کہ اگر قبائلی علاقے اور خاص کر وزیرستان کو دفاعی نقطہ نگاہ سے جنگی محاذ کے طور پر استعمال کیا جائے تو اس سے اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔ اس کیلئے انہوں نے درہ گول کو آگے پشیم تک شاہراہ کے ذریعے ملانے کے لئے تگ و دو شروع کی۔ افغانستان کے ساتھ مذاکرات شروع کئے۔ دونوں نے قبائلی علاقوں کو آپس میں تقسیم کر کے قبائل کو دعوت جنگ دی۔ ملاپاوندہ نے داؤڑ علاقے سے محسود علاقہ ہجرت کی اور فرنگی کو وزیرستان میں تجاوزات سے منع کرنے کی کوشش کی۔ جب وہ نہ مانے تو درہ گول میں نئی شاہراہ کی تعمیر کے دوران انگریز افسر کو قتل کیا۔ ملکان نے قاتلوں کو فرنگی کے حوالے کیا۔ ملاپاوندہ کے پیروکاروں نے غداری کرنے والے ملکان کو قتل کیا اور فرنگی پر واضح کیا کہ یہاں عوام کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ مگر فرنگی طاقت کے نشے میں مست تھے۔ دوسری طرف ملاپاوندہ کو اسلام اور اپنی آزادی کے ساتھ جنون کی

حد تک لگاؤ تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی بات سمجھنے کے لئے تیار نہ تھے۔ آخر کار بوٹری کیمپ وانا پر ڈھولوں کی چکار میں ہلہ بول دیا۔ جو اتنا دلیرانا حملہ تھا کہ فرنگی راج ہندوستان میں کانپ اٹھی۔ یہ سلسلہ مزید آگے بڑھا۔ فرنگی نے کئی بار فوج کشی کی اس کے برعکس محسود سر پھروں نے انگریز افسران کا قتل شروع کیا۔ جس کے باعث انگریز آرام کی نیند نہیں سو سکتے تھے۔

انہوں نے مزید بتایا کہ ملاپانڈہ نے آزادی کی جو شمع روشن کی تھی آپ کی وفات کے بعد اسے میرے والد شہزادہ فضل دین نے گل نہ ہونے دیا۔ شہزادہ فضل دین کے دور میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی جس کے باعث قبائلی علاقہ اور وزیرستان افغانستان فرنگی اور ترک جرمن سب کے لئے توجہ کا مرکز بن رہا۔ جنگ کے اختتام پر فوراً تیسری افغان جنگ شروع ہوئی اس کے خاتمے پر امان اللہ خان کے تعاون سے شہزادہ فضل دین کی قیادت میں یہاں کے قبائل نے فرنگی کو وزیرستان سے واپس بھگایا۔ شکست خوردہ فرنگی نے بدلہ لینے کیلئے وزیرستان میں وسیع پیمانے پر فوج کشی کی۔ اس میں فریقین کو ناقابل تلافی مال و جان کا نقصان اٹھانا پڑا۔ فرنگی کو یاد رہے گا کہ انہیں کن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا۔ مختصر یہ کہ ملاپانڈہ اور شہزادہ فضل دین کی قیادت میں یہاں کے قبائل نے جو کارنامے سرانجام دیئے ان سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔

فقیر ایپی کی تحریک جہاد میں فضل دین کے کردار کے بارے میں نیو شہزادہ نے کہا کہ فقیر ایپی میرے والد صاحب کے پاس مدد کیلئے آئے تھے۔ والد صاحب نے ان پر واضح کیا تھا کہ محسود قبیلہ طویل عرصہ سے فرنگی کی خلاف لڑ کر چلا آ رہا ہے۔ دوسرا یہ کہ ان کا خاندان بھی بہت بڑا ہے۔ جہاد کے دور ان بے پناہ نقصانات اٹھا چکے ہیں جبکہ اس کے برعکس آپ فقیر ہیں تمہارے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ اس دفعہ اگر شمالی وزیرستان سے جہاد کا آغاز کیا جائے تو بہت بہتر رہے گا۔ انہوں نے مزید یہ بھی بتایا تھا کہ جہاد کے لئے افرادی قوت یا اسلحہ جس چیز کی ضرورت ہو تو وہ دینے کیلئے تیار ہیں۔ تاہم دونوں کے مابین طے یہ ہوا تھا کہ محسود قبیلے کا سربراہ میرے والد صاحب ہوں گے۔

وزیرستان کے مسائل کے بارے میں آپ کا خیال ہے کہ یہ ایک دن میں پیدا نہیں ہوئے لہذا ایک دن میں حل کرنا بھی مشکل ہے۔ تاہم انہوں نے کہا کہ مسائل کے حل کے لئے ایمانداری اور ذمہ داری کی ضرورت ہوتی ہے جو پاکستانی حکام میں نہیں ہے۔ اگر سارے اختیارات سمعہ وسائل انہیں دیئے جائیں تو انہیں یقین ہے کہ وہ سارے مسئلے مسائل چند ماہ میں حل کر دیں گے۔ لیکن یہاں تو سارے چور ہیں غریب لوگوں کا خون چوس رہے ہیں۔ پوچھنے والا کوئی نہیں اور نہ ان لوگوں کو خوف خدا ہے۔ آپ کے رشتہ داروں سے آپ کے پاس جنات کے بارے میں سنا تھا آپ سے اس بارے میں بات کی تو انہوں نے مسکرا کر بات ٹال دی۔ تاہم علاقہ کے قبائل پر آپ کی روحانیت کا کافی اثر ہے۔ چند سال پہلے امان اللہ خان المعروف منوں خان کنڈی کے حوالے سے محسود قبیلہ اور حکومت کے درمیان کشیدگی بڑھی تھی۔ محسود ملک ان جرگے کی صورت میں آپ کے پاس گئے تھے ان میں ملک محمد نواز بھی شامل تھے جو بے باکی اور دلیری میں مشہور ہیں۔ انہوں نے نیو شہزادہ کیساتھ کوئی الٹی بات کی تھی۔ رات اس کو ہیضہ ہوا تھا اور ان کو بے ہوشی کی حالت میں راولپنڈی لے گئے اور وہاں پر صحت یاب ہوئے۔ اس کا اور اس کیساتھ جانے والے سب کا خیال تھا کہ نیو شہزادہ کے ساتھ گستاخی کے باعث عبرت کیلئے یہ واقعہ رونما ہوا۔ اسکے بعد ملک محمد نواز شہزادہ کے بارے میں محتاط ہو گئے ہیں۔

قبائل کو حق بالغ رائے دہی دینے اور مستقبل کے حوالے یہاں سیاسی پارٹیوں کے کردار کے بارے میں آپ نے کہا کہ سیاست بازی سے اگر قبائل کو دور رکھا جائے تو بہتر ہوگا۔ باقی رہی بالغ رائے دہی کی بات تو کوئی مجھے آ کر سمجھائے کہ پاکستان میں ان لوگوں نے انتخابات یا پارلیمنٹ کے ذریعے آج تک کونسا مسئلہ حل کیا ہے۔ مجھے تو پاکستان کی حالت پر ترس آ رہا ہے۔ قانون انگریز کا ہے یہ لوگ اسکو سمجھتے نہیں ہے۔ اپنا قانون اسلام نافذ کر نہیں سکتے۔ مسئلے مسائل جوں کے توں ہیں۔ اقتدار کی کرسی ذلت و رسوائی بن گئی ہے۔ لیکن پھر بھی اسکے حصول کے لئے کیا کیا نہیں کرنا پڑتا۔ یہ کیسے پاکستانی ہیں یا کیسے مسلمان ہیں وعدے کرتے ہیں پورا نہیں کرتے۔ اس لئے خدا راہ اس گندے قبائل کو دور رکھو۔

REFERENCES

1. لائق شاہ "وزیرستان" پر اپنی لکھی لاہور ۱۹۹۳ء، ص ۳۹۱ تا ۳۹۰۔
2. "Military Report on Waziristan 1935" General Staff Branch Govt of India Press 1936, pp. 164-66.
3. لائق شاہ "وزیرستان" پر اپنی لکھی لاہور ۱۹۹۳ء، ص ۲۶۳ تا ۲۶۲۔
4. میمن سر جارج "شمالی مغربی پاکستان اور برطانوی سامراج" ترجمہ ایم انور رومان نیسا ٹریڈرز کوئٹہ ۱۹۸۹ء، ص ۲۳۵ تا ۲۳۴۔
5. Howell, E. "Mizh" Mahsud Monograph, Oxford University Press Karachi 1979, p.68.
6. Ibid pp. 71-72 and "Military Report on Waziristan 1935" p.25.
7. "Military Report on Waziristan 1935" pp. 13-14.
8. "Operation in Waziristan 1919-20" General Staff Army Headquarter India, 1921, pp.41-46.
9. Howell, E. "Mizh" p.75 and میمن "شمالی مغربی پاکستان اور برطانوی سامراج" ترجمہ ایم انور رومان، ص ۲۳۵۔
10. "Military Report on Waziristan 1935" pp. 29-31 and "Operation in Waziristan 1919-20" pp. 49-53.
11. جاوید عزیز "حاجی ترنگزئی" ادارہ تحقیق و تصنیف سرحد ۱۹۸۱ء، ص ۲۲۳ تا ۲۲۲۔
12. Keen, W.J. "The North West Frontier Province and the War" 1925, pp.9-10 and "Story of the North West Frontier Province" 1930, pp.53-55.
13. "Military Report on Waziristan 1935" pp. 35-36 and "Operation in Waziristan 1919-20" pp.159-60.
14. لائق شاہ "وزیرستان" ص ۲۸۱ تا ۲۸۰۔
15. "Military Report on Waziristan 1935" pp.43-44.
16. "Operation in Waziristan 1919-20" pp.101-05.
17. عارف محمود "کرم سے گول تک" ص ۲۷۰ تا ۲۶۸۔
18. Ibid pp. 109-15 and "Military Report on Waziristan 1935" pp. 44-47.
19. General Staff Branch "Summary of the Chief Events in the North West Frontier Tribal Territory from 8th August 1919 to 31st December 1920", pp.14-15.
20. "Proceeding of North West Frontier Enquiry committee 1922" Govt of Monotype Press 1922, pp.24-25.
21. General Staff Branch "Summary of the Chief Events in the North West Frontier Tribal Territory from 1st Jan. to 31st December 1922 Govt of India 1928", pp.506.
22. "Report of Tribal Control and Defence Committee" Govt of India Press Delhi 1931, pp.13-14.
23. Howell, E. "Waziristan Border Administration Report for 1924-25, p.26 and "Mizh" Mahsud Monograph 1929, p. 87.
24. "Military Report on Waziristan 1935" pp.55-56.
25. Ibid pp. 71-77.
26. لائق شاہ "وزیرستان" ص ۳۶۵ تا ۳۶۰۔
27. "Military Report on Waziristan 1935" pp.84-86.
28. خان کرامت علی "داستان پارینہ" ص ۵۸۴ تا ۵۸۳۔
29. Johnson, H.H. "Mahsud Notes 1934" pp. 1-2 and "Military Report on Waziristan 1935" pp.91, 96-99.

طریقہ ہائے ابلاغ فقیر ایپی دور میں

(۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۷ء تک)

(پہلا دور - آغاز جہاد سے گوروک بھرت تک)

مختصر تعارف

فقیر ایپی ۱۸۹۷ء میں کھجوری قلعہ کے قریب کڑتہ بانڈہ میں پیدا ہوئے (1)۔ والد کانام ار سلا خان تھا۔ ار سلا خان کے چار بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کانام شیر زمان خان تھا جو مولانا کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کی وفات گوروک میں ہوئی اور دین درگہ شام میں دفن کئے گئے۔ دوسرے بیٹے کانام مرزا علی خان تھا جس نے فقیر ایپی کے نام سے عالمگیر شہرت پائی۔ آپ کی وفات ۱۶ اپریل ۱۹۶۰ء کو گوروک میں ہوئی اور وہیں سپرد خاک کئے گئے۔ تیسرے بیٹے کانام میر زمان خان تھا جس کا انتقال فرنگی کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ شروع کرنے سے پہلے ہوا تھا۔ میر زمان خان کو کھجوری میں دفن کیا گیا۔ چوتھے بیٹے کانام گلزار علی خان تھا جو غازی گل کے نام سے مشہور ہوئے یہ امیر نیاز علی کے والد تھے۔ ان



کا انتقال محسود علاقہ تیگائی میں ہوا اور بڑے بھائی مولانا شیر زمان خان کے پہلو میں دین درگہ شام میں مدفون ہیں۔ فقیر ایپی کا تعلق اتمان زئی کے ذیلی قبیلہ طوری خیل کی شاخ مدی خیل سے تھا۔ آپ کے والد وزیرستان کے ایک عالم باعمل شخصیت تھے۔ وزیر ملا صاحب نے رحلت کے وقت آپ کو خلیفہ مقرر کر کے خاص دعا فرمائی تھی کہ خداوند کریم

فقیر ایپی کی جائے پیدائش

آپ کو ایسی اولاد بخشے جو اسلام کانام پورے عالم میں روشن کرے اور عالم اسلام کا درخشندہ ستارہ بنے۔ چنانچہ چھ عرصہ بعد آپ کے ہاں جو لڑکا پیدا ہوا تو آپ نے مرزا علی خان نام رکھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا علی خان بڑا ہو کر دنیا میں اسلام کانام روشن کرے گا۔

فقیر ایپی نے جس وقت فرنگی سامراج کے خلاف علم جہاد بلند کیا اس وقت آپ ایپی گاؤں میں پیش امام تھے جو درہ ٹوچی میں میر علی سے چند کلو میٹر جنوب مشرق میں واقع ہے۔ ہمت و استقلال، صبر و شجاعت، زہد و تقویٰ اور ریاضت کے یہ پیکر لاغر جسم کے مالک تھے۔ گندمی رنگ، لمبی ناک، خوبصورت دانت، درمیانہ اور موزوں کان، روشن پیشانی، ڈاڑھی کے بال ٹھوڑی پر زیادہ لیکن گالوں پر زیادہ گھنے نہیں تھے۔ گوکہ غصہ

بہت کم آتا تھا تاہم غصے کی حالت میں آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور سارے بدن میں تھر تھراہٹ اور جنبش پیدا ہو جاتی تھی۔ عام حالت میں چہرے پر ہمیشہ ہلکی مسکراہٹ رہتی تھی۔ بہترین شاہسوار تھے۔ ہمیشہ خاکی لباس زیب تن کئے رہتے تھے اور ایک بڑی خاکی چادر سر سے لیکر نصف بدن تک ڈھانکے رہتی تھی، ہر وقت پستول در بغل رہتے تھے۔ مناسب اور موزوں مذاق بھی فرماتے تھے۔ فقہ منطق اور علم حدیث پر پورا عبور حاصل تھا۔ گلستان، بوستان، سکندر نامہ اور مثنوی مولانا روم پڑھی تھی۔ نقیب صاحب جلال آباد نے بیعت کی تھی۔ قرآن شریف کا ترجمہ پشتو اور فارسی زبان میں بیان کرتے تھے۔ زبردست مقرر تھے۔ موثر اور مدلل تقریر آپ کا خاص وصف تھا۔ خط و کتابت اور اپنے نظام کی تمام کارروائی اردو میں تحریر فرماتے تھے۔ افغانستان کے علاقہ میں خط و کتابت فارسی زبان میں ہوتی تھی۔ آپ کو ۴۰ برس کی عمر میں کالی کھانسی کا مرض لاحق ہوا تھا جو طویل عرصہ تک رہنے کے بعد آخر کار دمہ کی صورت اختیار کر گیا۔ یونانی علاج میں بہت مہارت حاصل تھی۔ قدرت نے حد درجہ دست شفاء بخشا تھا۔

روز کے معاملات کچھ یوں تھے۔ صبح سویرے اٹھتے تہجد پڑھتے اور فجر کی نماز باجماعت پڑھتے۔ اکثر امامت کے فرائض خود سرانجام دیتے تھے۔ نماز کے بعد اشراق تک مخصوص وظیفہ کرتے۔ وظیفہ سے فراغت کے بعد چائے پیتے اور پھر ملاقات کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ ملاقات پر ہر ایک سے ہاتھ ملاتے اور بیٹھے بیٹھے بغل گیر ہوتے۔ بعض اوقات قابل احترام شخصیات کے ساتھ مصافحہ کھڑے ہو کر کرتے۔ رخصت ہونے والوں سے مصافحہ اور معافہ کرتے اور زاوراہ بھی نقدی کی صورت میں دیتے۔ بارہ بجے ملاقات کا سلسلہ بند ہو جاتا پھر معمولی کھانا کھا کر آرام فرماتے۔ دو بجے نماز ظہر کے بعد پھر ملاقات کا سلسلہ شروع کرتے۔ چار بجے نماز عصر پڑھتے پھر مغرب کی نماز تک مخصوص وظیفہ میں مشغول ہو جاتے وظیفہ کے وقت کسی سے کلام نہیں فرماتے تھے۔ نماز عشاء کے بعد باوازا بلند سے ”سورۃ ملک“ تلاوت فرماتے پھر ملاقات اور ضروری کام میں رات گئے تک مشغول ہو جاتے۔ تحریک جہاد کے لئے پیسے جمع کرنے یا ضرورت مندوں کی مدد کرنے کے لئے لیلہ کی کھال کاٹنا ہوا گیڈائی (بٹوہ) ہمیشہ آپ کے پاس ہوتا تھا۔ انسانوں کے علاوہ جنات بھی آپ کے مرید تھے۔

ابتدائی حالات زندگی

آپ کی زندگی کے ابتدائی چند سال کھجوری ہی میں گزرے، کچھ عرصہ کے لئے شیر اہلہ میں رہے۔ پھر سب خاندان والوں کے ساتھ سپلہ منتقل ہوئے۔ جمن میں بھیڑ بھریاں بھی چرایا کرتے تھے۔ شروع سے کم کھانے کی عادت تھی۔ اس وقت غربت کے باعث اکثر لوگ کئی دنوں تک فاقوں سے رہتے آپ کے گھر میں بھی یہی صورتحال تھی۔ جب کبھی کوئی چیز کم مقدار میں کھانے کو مل جاتی تو آپ ناسازی طبیعت کا بہانہ کر کے کھانے سے انکار کرتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم عربی، فارسی، پشتو اور اردو میں اپنے والد، مولوی مانے جان اور مولوی عالم خان داوڑ سے حاصل کی۔ مزید دینی علوم کے حصول کیلئے ۹ سال کی عمر میں شہباز کشی کلی گئے جہاں مولوی میر عالم خان کے اخلاق حسنہ اور دینی علوم سے مستفید ہوئے پھر نورڈ (بنوں) میں مولوی گل خانیہ اوکے پاس چلے گئے (2)۔

شروع سے سنجیدہ طبیعت کے باعث تخلیہ میں رہنے کی عادت تھی۔ لہذا نورڈ میں دوسرے ہم سفر طالبان کے ساتھ میل ملاپ سے گریز کرتے اور ہجگانہ نماز کے بعد اکثر اوقات مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر ذکر و فکر میں گزارتے۔ تقویٰ اور نیک سیرتی کے باعث آپ کے استاد آپ پر نہایت مہربان تھے اور اکثر عشاء کی نماز کے بعد آپ کو اپنے پاس بلا لیتے اور ساتھی طالبان بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ کچھ مدت بعد ٹوچی آئے۔ اس دوران آپ کے والد کا انتقال ہوا اور وہ پھر دوبارہ بنوں چلے گئے۔ بنوں کے ایک مشہور عالم دین قاضی حیات الدین المعروف شیرزاد نے آپ کے صالح اعمال سے متاثر ہو کر اپنی بیٹی نکاح میں دے دی (3)۔ شادی کے بعد سپلہ ہجرت کی۔ مگر والدہ کے

انتقال پر سپلہ چھوڑ کر داوڑ میں ایسی گاؤں میں سکونت اختیار کی۔

ایپی گاؤں میں امامت

شمالی وزیرستان میں میر علی کے نزدیک ایپی ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ لیکن اس عظیم مرد مجاہد کی بدولت ایپی گاؤں کو تاریخ عالم میں ایک منفرد مقام حاصل ہوا۔ داوڑ نے آپ کے لئے یہاں مکان، مسجد اور حجرہ تعمیر کیا۔ ۱۹۲۸ء میں اپنے حصے کی جائیداد فروخت کر کے فریضہ حج ادا کیا۔ حج سے واپسی پر آپ کے روحانی نکھار میں اضافہ ہوا۔ آپ سادگی پسند تھے، ہمیشہ سادہ لباس (شلوار قمیص) پہنتے تھے اور سر سے لے کر



ایپی گاؤں میں فقیر ایپی کی مسجد

نصف بدن تک بڑی خاکی چادر اوڑھ لیتے تھے۔ بچوں کو بہت پیار کیا کرتے اور اپنی عمر سے بڑوں کو ادب سے ”کاکا“ کہتے تھے۔ آپ اکثر ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ مسجد کے ایک چھوٹے سے صحن کے ایک کونے میں آپ کا پانچ فٹ چوڑا اور سات فٹ گہرا غلوت کدہ تھا۔ جس میں آپ روزانہ بلاناغہ فجر کی نماز کے بعد اشراق تک اور پھر عصر کی نماز

کے بعد شام تک اپنا مخصوص وظیفہ کیا کرتے تھے۔ تقاضے کیلئے باہر جاتے وقت سوائے آنکھوں کے پورا چہرہ خاکی چادر سے ڈھانپ لیتے تھے۔ صرف متقی لوگوں کے ہاں کھانے پر جاتے تھے۔ بعض اوقات عام لوگوں کے بے حد اصرار پر ان کے گھر جاتے مگر حرام کے خیال سے کوئی یہانہ کر کے کھانے سے انکار کر دیتے تھے۔ مکھن کو کھانے سے پہلے پانی سے اچھی طرح دھو لیتے تھے۔ اس طرح مرغی کو ذبح کرنے سے پہلے تین دن تک رسی سے باندھ لیتے پھر ذبح کر کے بخنی بنا لیتے اور اکثر نفس کو مغلوب کرنے کی خاطر بخنی کو تین دن تک رکھنے کے بعد استعمال کرتے تھے۔ کھانے میں کھیر پسندیدہ خوراک تھی (4)۔ نفس کے خلاف جہاد کے ساتھ ساتھ عملی جہاد کی اہمیت اور فضیلت پر زور دیتے رہے۔ امامت کے ابتدائی ایام میں ظہر اور عشاء کی نماز کے بعد عقائد کے بارے میں مختصر اور جمعہ شریف کے روز لمبی تقریر کیا کرتے۔ مگر بعد میں رفتہ رفتہ جہاد کی اہمیت اور فضیلت پر زور دیتے رہے۔ آپ کے وعظ میں بہت کشش ہوتی تھی۔ آپ کا ارشاد تھا کہ ادب و احترام، نیاز و نیاز کشی، ہمدردی اور عبودیت کی صرف ایک ہی ذات حق دار ہے اور وہ ذات ہماری اور سب کی خالق خدائے واحد قادر و مطلق ہے (5)۔

آپ کی شہرت کے اسباب

آپ کے چہن کے ساتھی خانے خان ساکن ایپی گاؤں نے بتایا کہ آپ کی شہرت میں بنیادی کردار ایپی گاؤں کی خواتین کا رہا ہے۔ اس وقت معاشی بد حالی اور علاج معالجے کی سہولیات کا فقدان تھا۔ فقیر یا مولوی کا دم اور تعویذ ہی بطور علاج استعمال کیا جاتا تھا۔ مریضوں کے لئے آپ اکثر کالی مرچ، گڑ، مکئی یا گندم کے دانے اور سبز دھاکہ پر دم کرتے تھے۔ نفسیاتی یا جنوں کے سائے کے مریضوں کے لئے تعویذ کیا کرتے تھے جس پر عمل کرنے سے مریض کو ذہنی طور پر صحت یاب ہونے کا یقین ہو جاتا تھا۔ آپ کو یونانی طریقہ علاج میں بھی مہارت حاصل

ایپی گاؤں میں امامت

شمالی وزیرستان میں میر علی کے نزدیک ایپی ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ لیکن اس عظیم مرد مجاہد کی بدولت ایپی گاؤں کو تاریخ عالم میں ایک منفرد مقام حاصل ہوا۔ داوڑ نے آپ کے لئے یہاں مکان، مسجد اور حجرہ تعمیر کیا۔ ۱۹۲۸ء میں اپنے حصے کی جائیداد فروخت کر کے فریضہ حج ادا کیا۔ حج سے واپسی پر آپ کے روحانی نکھار میں اضافہ ہوا۔ آپ سادگی پسند تھے، ہمیشہ سادہ لباس (شلوار قمیص) پہنتے تھے اور سر سے لے کر



ایپی گاؤں میں فقیر ایپی کی مسجد

نصف بدن تک بڑی خاکی چادر اوڑھ لیتے تھے۔ چوں کو بہت پیار کیا کرتے اور اپنی عمر سے بڑوں کو ادب سے ”کاکا“ کہتے تھے۔ آپ اکثر ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ مسجد کے ایک چھوٹے سے صحن کے ایک کونے میں آپ کا پانچ فٹ چوڑا اور سات فٹ گہرا خلوت کدہ تھا۔ جس میں آپ روزانہ بلاناغہ فجر کی نماز کے بعد اشراق تک اور پھر عصر کی نماز

کے بعد شام تک اپنا مخصوص وظیفہ کیا کرتے تھے۔ تقاضے کیلئے باہر جاتے وقت سوائے آنکھوں کے پورا چہرہ خاکی چادر سے ڈھانپ لیتے تھے۔ صرف متقی لوگوں کے ہاں کھانے پر جاتے تھے۔ بعض اوقات عام لوگوں کے بے حد اصرار پر ان کے گھر جاتے مگر حرام کے خیال سے کوئی یہانہ کر کے کھانے سے انکار کر دیتے تھے۔ مکھن کو کھانے سے پہلے پانی سے اچھی طرح دھو لیتے تھے۔ اس طرح مرغی کو ذبح کرنے سے پہلے تین دن تک رسی سے باندھ لیتے پھر ذبح کر کے بخنی بنا لیتے اور اکثر نفس کو مغلوب کرنے کی خاطر بخنی کو تین دن تک رکھنے کے بعد استعمال کرتے تھے۔ کھانے میں کھیر پسندیدہ خوراک تھی (4)۔ نفس کے خلاف جہاد کے ساتھ عملی جہاد کی اہمیت اور فضیلت پر زور دیتے رہے۔ امامت کے ابتدائی ایام میں ظہر اور عشاء کی نماز کے بعد عقائد کے بارے میں مختصر اور جامعہ شریف کے روزنامی تقریر کیا کرتے۔ مگر بعد میں رفتہ رفتہ جہاد کی اہمیت اور فضیلت پر زور دیتے رہے۔ آپ کے وعظ میں بہت کشش ہوتی تھی۔ آپ کا ارشاد تھا کہ ادب و احترام، نیاز و نیاز کشی، ہمدردی اور عبودیت کی صرف ایک ہی ذات حق دار ہے اور وہ ذات ہماری اور سب کی خالق خدائے واحد قادر و مطلق ہے (5)۔

آپ کی شہرت کے اسباب

آپ کے عجم کے ساتھی خانہ خان ساکن ایپی گاؤں تے بتایا کہ آپ کی شہرت میں جیادی کردار ایپی گاؤں کی خواتین کا رہا ہے۔ اس وقت معاشی بد حالی اور علاج معالجے کی سہولیات کا فقدان تھا۔ فقیر یا مولوی کا دم اور تعویذ ہی بطور علاج استعمال کیا جاتا تھا۔ مریضوں کے لئے آپ اکثر کالی مرچ، گڑ، مکئی یا گندم کے دانے اور سبز دھاگہ پر دم کرتے تھے۔ نفسیاتی یا جنوں کے سائے کے مریضوں کے لئے تعویذ کیا کرتے تھے جس پر عمل کرنے سے مریض کو ذہنی طور پر صحت یاب ہونے کا یقین ہو جاتا تھا۔ آپ کو یونانی طریقہ علاج میں بھی مہارت حاصل

تھی۔ آپ کو چودہ برس کی عمر میں کالی کھانسی ہوئی تھی جس نے بعد میں دمہ کی صورت اختیار کر لی۔ خواتین سے سخت پردہ کرتے۔ بھاری کی صورت میں مرد حضرات ہی آپ کے پاس آتے تھے۔ لیکن گاؤں کی خواتین باہر گھستوں یا چشموں پر ایک دوسرے کو بتاتی تھیں کہ ”ہمارا افلاں چہ یا مریض فقیر ایسی“ کے دم کرنے سے ٹھیک ہو گیا۔ اس طرح پہلے ایسی گاؤں میں اور پھر آس پاس کے علاقوں میں فقیر ایسی کے دم درود کے نہ صرف چرچے ہونے لگے بلکہ لوگ دُور دُور سے پیدل چل کر آپ کے پاس دعا اور علاج کی غرض سے آنے لگے (6)۔ جو بھی ایک دفعہ ملتا پھر ہمیشہ کے لئے ان کا عقیدت مند بن جاتا تھا۔

فرنگی سے نفرت

شروع ہی سے فرنگی سے آپ کو نفرت تھی۔ مگر بنوں میں زمانہ طالب علمی کے دور ان ایسے واقعات سے واسطہ پڑا جس کی وجہ سے آپ نے فرنگی کے خلاف تاحیات جہاد کرنے کا پختہ عزم کیا۔ ایک دفع آپ بنوں میں کسی کام کے سلسلے میں ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ آپ کے آگے فرنگی فوج کے ایک سکھ حوالدار نے کاغذ کا ٹکڑا اٹھایا اور پڑھنے کے بعد گلی کے کنارے گندے پانی میں ڈال دیا۔ آپ نے کاغذ کو پانی سے نکال کر پڑھا جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو صاف کر کے زمین میں دفن دیا۔ کچھ فاصلے پر آگے کسی مکان کی دیوار پر کلمہ لکھا گیا تھا گھر والوں نے اس پر گوبر لگایا ہوا تھا۔ اس کو دیکھ کر آپ بے اختیار رو پڑے اور قریب کی مسجد میں دو رکعت نوافل پڑھنے کے بعد رو کر اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ ”اے اللہ مجھے اس کلمے کی بے حرمتی کا بدلہ لینے کی توفیق عطاء فرما۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ فرنگی سامراج کے خلاف زندگی بھر جہاد کرتا رہوں گا۔“ بعد میں مشہور عالم دین محمود شاہ سے اس کا ذکر کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا ”کام تو بہت مشکل ہے مگر مجھے آپ پر مکمل بھروسہ ہے۔ اس لئے میری طرف سے اجازت ہے۔ لیکن پہلے عام لوگوں کو ذہنی طور پر جہاد کے لئے آمادہ کرنا اور وزیرستان کی تمام بااثر شخصیات کو اعتماد میں لینا از حد ضروری ہے“ (7)۔

وزیرستان میں مولانا گلاب الدین سرکی خیل وزیر، کا کا صاحب اتما نئے وزیر بادی فقیر حسن خیل وزیر، مولانا حمزہ اللہ وزیر، ملا پانندہ محسود اور شہزادہ فضل دین محسود کے فرنگی کے خلاف جہادی تحریکوں سے بھی آپ بے حد متاثر تھے (8)۔ آپ نے فقیر عالم جان اور مولانا محمد خان داوڑ کے ہمراہ جلال آباد کے مشہور روحانی پیشوا سید حسن الگیلانی عرف نقیب صاحب سے میں طریقہ قادریہ میں بیعت کی۔ جلال آباد سے واپسی پر ایسی گاؤں میں لنگر جاری کیا۔ بے انتہاء پرہیزگاری اور عاجزی نے آپ کی دعاؤں میں بہت اثر پیدا کیا تھا (9)۔ فرنگی کے خلاف جہاد کا فیصلہ آپ کر چکے تھے، صرف ایک چنگاری کی ضرورت تھی۔ دریں اثناء بنوں میں اسلام ٹی بی واقعہ نے مسلمانوں کی مذہبی غیرت کو لاگرا۔ فقیر ایسی اور اسلام ٹی بی کا واقعہ انتہائی گہرا ربط رکھتے ہیں۔ بلاشبہ اس واقعہ نے آپ کی تاریخی اور مذہبی زندگی کو لازوال بنادیا، گویا اس ہادے میں قدرت کا اپنا ہی راز پوشیدہ تھا۔

واقعہ اسلام ٹی بی

مارچ ۱۹۳۶ء میں جھنڈی خیل کے ایک غیر معمولی واقعے کے باعث نہ صرف بنوں بلکہ پورے سرحد اور بالخصوص قبائلی علاقوں کی فضا میں اچانک جس خبر نے ایک ہل چل پیدا کی وہ یہ تھی ”ایک ہندو لڑکی نے اسلام قبول کیا۔“ بظاہر یہ کوئی نئی بات نہیں تھی چونکہ اسلام کے دامن رحمت میں روز کوئی نہ کوئی آتا رہتا ہے لیکن اس خبر نے ہر فرد بلکہ ہر مسلک سے وابستہ افراد کو چونکا دیا چونکہ یہ خبر ایک نوجوان ہندو لڑکی سے متعلق تھی۔ ”خبر یہ تھی جھنڈی خیل کی ایک ہندو بیوہ مسماٹ منشا دیوی کی اکلوتی بیٹی رام کوری اسی گاؤں کے ایک سید زادے امیر نور علی شاہ جن کا سلسلہ نسب شاہ غوث بہاؤ الدین ملتانی سے ملتا ہے سے متاثر ہو کر اس کیساتھ پک اسماعیل خیل آگئی اور مسلمان ہو گئی۔ جس کا اسلامی نام نور جہان رکھا گیا اور امیر نور علی شاہ نے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اس سے شادی کر لی“

نور علی شاہ اور اسلام علی کی یادگار تصویر



اسلام علی کی کا ہندو نام ”رام کوری“ تھا۔ وہ بنوں میں جھنڈی خیل کلی ریمسی میں رہائش پذیر تھی۔ باپ کا نام میوہ رام، ماں کا نام منشا دیوی اور چچا کا نام ہر نام داس تھا۔ سچی عشق و محبت کے واقعات یا قصے تو بہت سارے مشہور ہیں مثلاً لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، سسی پنوں، یوسف خان شیر بانو وغیرہ اور سارے قصے کہانیاں اتنے پرانے ہیں کہ ان کے متعلق کوئی مستند معلومات یا چشم دیدہ گواہ موجود نہیں ہے تب بھی ہم یقین کر لیتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلام علی کی نور علی شاہ کا غیر معمولی سچا واقعہ جو نہ صرف دور جدید سے تعلق رکھتا ہے بلکہ اس کے بارے میں بہت سارے مستند حوالہ جات اور چشم دید گواہ موجود ہیں پھر بھی اکثر لوگ اس کے مذہبی جوش جذبہ اور سچے عشق و محبت سے بھرپور کرب ناک اور دردناک پس منظر کی روداد سے آگاہ نہیں ہیں، جانتے ہیں تو بس اتنا کہ ہندو لڑکی نے سید خاندان کے نوجوان سے قبول اسلام کے بعد شادی کر لی۔ ہندو اور فرنگی سامراج نے مل کر نور علی شاہ کو جیل بھیجا جبکہ اسلام علی کی کو واپس ہندوستان لے گئے۔ رد عمل کے طور پر بنوں اور اس سے ملحقہ قبائلی علاقہ کے مسلمانوں نے فقیر ایسی کی ولولہ انگیز قیادت میں فرنگی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا جو بعد میں لائٹنا ہی جنگوں کا باعث بنا۔ دراصل یہ دو کردار جنہوں نے اسلام اور سچے عشق کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ اس پر یہاں کے مسلمانوں نے ایک درویش شخص کی قیادت میں فرنگی پر مداخلت فی الدین کا الزام لگایا جو کئی سالوں پر محیط تھا، جنگ و جدل کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ جس کے نتیجے میں ہزاروں مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا اور فرنگی کے لئے وادیِ خیمورہ بلکہ پورے وزیرستان کو لاشوں کی آماجگاہ بنا دیا۔

واقعہ کی ترہ تک پہنچنے کے لئے میں خود جھنڈی خیل گیا۔ وہاں پر جب میں نے اپنے آنے کا مقصد بتایا تو گاؤں کے کچھ لوگوں نے مجھے عبداللہ خان جو اس واقعہ کا چشم دید گواہ تھا کے پاس لے گئے۔ میں نے ان سے واقعہ کے بارے میں حقیقت پر مبنی واقعات بتانے کی استدعا کی۔ عبداللہ خان یوں گویا ہوئے ”اسلام علی کی نور علی شاہ سے عشق ہو گیا تھا۔ گو کہ وہ زیادہ خوبصورت نہیں تھی جبکہ نور علی شاہ سید خاندان سے تھا، بہت صالح اور خوبصورت نوجوان تھا۔ گاؤں میں ہندو اور مسلمانوں کے مابین شروع سے عداوت کی فضا تھی۔ اسلام علی کی بھی ان



لڑکیوں میں سے تھی جن کو صبح و شام مسلمانوں سے نفرت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مگر قدرت کے فیصلے نرالے ہوتے ہیں۔ وہ نور علی شاہ کی محبت میں یوں گرفتار ہوئی کہ نور علی شاہ سے نفرت اس کے بس کی بات نہیں رہی تھی۔ ابتداء میں اسلام ملی ملی کے گاؤں کی کچھ خواتین کیساتھ نور ساتھ نور علی شاہ سے متعلق بات ہوئی تھی، جبکہ اس کو سمجھایا گیا تھا کہ

عبداللہ خان ساکن جھنڈی خیل واقعہ کی تفصیل بتا رہے ہیں

دو متضاد مذاہب اور سماج کے باعث تمہارا اور نور علی شاہ کا ملاپ ناممکن ہے۔ مگر اسلام ملی ملی کا کہنا تھا کہ اب تو مجھے ہر اس شے سے محبت ہو گئی ہے جس کا تعلق نور علی شاہ سے ہے۔ عبداللہ خان نے کہا ”اپنی آنکھوں سے میں نے اسلام ملی ملی کو دیکھا تھا۔ وہ بڑی باوقار، باکردار اور خواندہ لڑکی تھی۔“ عبداللہ خان نے مزید بتایا کہ دونوں کے گھروں کے بیچ ماخو نامی شخص کا گھر تھا۔ ماخو نور علی شاہ کا دوست تھا اس لئے نور علی شاہ کا اکثر ماخو کے گھر آنا جانا تھا۔ وہ جب بھی ماخو کے گھر آتا اسلام ملی ملی اپنے گھر کی دیوار پر سے نور علی شاہ کو دیکھنے آجایا کرتی تھی۔ میرے اصرار پر وہ مجھے اس جگہ لے گئے اور خود وہ جگہ دیکھی جہاں اسلام ملی ملی نور علی شاہ کو دیکھنے آیا کرتی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ واقعہ کے بعد ماخو نے انہیں بتایا کہ نور علی شاہ اسلام ملی ملی سے بار بار یہی کہتا تھا کہ دیکھو میرا اور تمہارا ملاپ ممکن نہیں ہے۔ اسلام ملی ملی جواب میں کہتی کہ آخر کیوں؟ نور علی شاہ سماج اور بالخصوص مذہب کا حوالہ دیتے۔ مگر اسلام ملی ملی کا جواب یہ ہوتا کہ وہ ہندو مذہب کو خیر باد کہنے اور اسلام لانے کے لئے تیار ہے اور پیار کی خاطر سماج کی انہیں کوئی پرواہ نہیں۔ نور علی شاہ سید ہونے کے ناطے فیصلہ کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کر رہا تھا۔ اسلام ملی ملی نے ایک دن ماخو سے بھی کہا تھا کہ وہ ہندو اور عورت ذات ہونے کے ناطے کے باوجود نور علی شاہ سے محبت کی خاطر سب کچھ داؤ پر لگانے کو تیار ہے، تم بھی اپنے دوست کو سمجھا دو۔ ماخو نے جب نور علی شاہ کو یہ سب کچھ بتادیا تو نور علی شاہ نے کہا کہ وہ تو اسلام ملی ملی کو کمزور اور بزدل لڑکی سمجھتا تھا انہیں یہ معلوم تھا کہ اس کی محبت نے اسے کتنی مضبوط لڑکی بنادیا۔ اب تو اس نے بھی فیصلہ کر لیا کہ جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا لیکن مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد وہ اسلام ملی ملی کے ساتھ ضرور شادی کرے گا۔

اب دل کے چوڑے حقیقت بھروپ دھار لیا اور ساتھ ہی بظاہر خاموش مگر در پردہ ایک طوفان بلا خیز کو دعوت دینے لگا۔ دونوں کے خاندان والے شادی کے لئے تیار نہیں تھے۔ آخر ایک دن وہ طوفان آہی گیا، طفل تسلیوں سے رکا، نہ بہلاوے سے اور نہ کسی اور جتن سے اور دونوں کی دنیا تہہ وبالا کر دی۔ نور علی شاہ کی شادی نے بتایا کہ ایک دن مغرب کی نماز کے بعد میرے والد نے چچا عبداللہ شاہ سے کہا کہ راجہ کوری نام کی ہندو لڑکی میرے پیار کی خاطر اپنا مذہب چھوڑنے اور اسلام لانے پر تیار ہے۔ چچا نے دریافت کیا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ والد نے بتایا کہ یہ ہو چکا ہے بلکہ ہم دونوں شادی بھی کر کے رہے ہیں صرف آپ کی اجازت کا انتظار ہے۔ اسلام ملی ملی جو دروازے کے باہر انتظار کر رہی تھی اس موقع پر اندر داخل ہوئی اور چچا کے پیچ میں گر کر انہیں سہمیں ایک دوسرے سے جدا نہ کریں۔ عبداللہ شاہ نے دونوں کی

سچی محبت سے متاثر ہو کر رضامندی کا اظہار کیا اور اسی رات عبداللہ شاہ خود اسلام علی کو پک اسماعیل خیل لے گئے۔ دوسرے دن نور علی شاہ ماخڑ کے ساتھ وہاں گئے۔ پک اسماعیل خیل میں اسلام علی نے اسلام قبول کر کے نور علی شاہ کے ساتھ شادی کی۔ اس خبر نے بنوں میں ہندو اور سکھوں میں بے چینی پیدا کر دی۔ انہوں نے جلسوں اور جلوسوں کا اہتمام کر کے فٹیلو یو کی ہر قسم کی مدد کرنے کا اعلان کیا۔ منشا دیوی کی طرف سے ڈومیل تھانے میں نور علی شاہ، ان کے بڑے بھائی عبداللہ شاہ اور ماخڑ کے خلاف ایک مبلغ لڑکی کو اغوا کرنے کی رپورٹ درج کروائی۔

رپورٹ

(1) یہ کہ مستغیثہ کا خاندان 15 سال پہلے فوت ہوا اور بیوہ ہے متغیثہ جھنڈی خیل میں مقیم ہے اور اس کے ساتھ اس کی نابالغ لڑکی رام کوری بھی تھی۔

(2) ملزمان بار سوخ اور طاقتور ہیں۔ اس لئے انہوں نے گاؤں کے نمبردار کو یہ باور کرایا ہے کہ انہوں نے ایک نابالغ لڑکی کو مسلمان کیا ہے اور ساتھ اس معاملے کو مذہبی رنگ دیا ہے۔ اس لئے نمبردار مستغیثہ کی کسی قسم کی مدد کے لئے تیار نہیں ہے۔ تھانہ ڈومیل میں رپورٹ درج کرنے میں بھی مستغیثہ کے ساتھ انصاف نہیں ہوا ہے چونکہ ملزموں نے اس واقع کو مذہبی رنگ دیا ہے اس لئے میں حضور کی خدمت میں عرض کرتی ہوں کہ مذکورہ استغاثہ اسٹنٹ کمشنر کے حوالے کیا جائے۔

مذکورہ مقدمہ نے صورت حال یکسر تبدیل کر دی۔ پولیس اور ہندوؤں نے امیر عبداللہ شاہ پر دباؤ ڈالا کہ وہ نور جہان کو انکے حوالے کرے۔ انہیں یہ بھی بتایا گیا کہ آپ کے بھائی کو کچھ نہیں کہا جائے گا صرف لڑکی ہمارے حوالے کر دو۔ دوسرے دن ڈپٹی کمشنر بنوں نے عبداللہ شاہ کو اپنے ہنگے پر بلوایا اور اس نے بھی عبداللہ شاہ سے یہی مطالبہ کیا۔ عبداللہ شاہ پک اسماعیل گیا وہاں پر ساری صورت حال بتا کر نور جہان سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے کہ اس صورت حال میں انہیں کیا کرنا چاہیے۔ نور جہان نے پوری بات توجہ سے سننے کے بعد جواب دیا۔ ”آپ مجھ سے کیا دریافت کرتے ہیں؟ کیا میں اب تمہارے بھائی کی بیوی نہیں بن گئی ہوں؟ کیا پشتون اپنی عزت اور شرم کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے؟ میں اب مسلمان ہو چکی ہوں اور شرعی لحاظ سے شادی شدہ ہوں۔ اس میں میری ماں اور چچا کی رائے شامل نہیں ہے۔ اب ایسے حالات میں دوبارہ اس معاشرے میں میری واپسی کیسے اور کیونکر ممکن ہو سکتی ہے۔ اگر آپ میری حفاظت نہیں کر سکتے تو پھر بہتر یہی ہو گا کہ اپنے ہاتھوں سے میرا گلہ دو چیں یا گولی مار دیں۔“

نور علی شاہ نے نور جہان سے کہا میں تمہارا ہر حال میں ساتھ دوں گا خواہ کوئی میرا ساتھ دے یا نہ دے۔ ان تمام باتوں کا عبداللہ شاہ پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے بھی پر عزم لہجے میں جواب دیا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ پر شاکر ہو کر تم دونوں کا ساتھ ہی ہوں خواہ اس کے لئے کتنی بڑی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ اس کے بعد بھر پور عزم کے ساتھ گہستی چلے گئے۔ وہاں سے ان کا ارادہ افغانستان نکل جانے کا تھا مگر وہاں پہنچے چلا کہ حکومت نے سپن وام پر ان کی گرفتاری کا انتظام کر رکھا ہے۔ یہاں سے انہوں نے اپنا ارادہ تبدیل کیا اور ٹانک کے راستے جنوبی وزیرستان جانے کے لئے ایک ٹیکسی کا انتظام کیا۔ نور علی شاہ اور نور جہان دادا خلیفہ لکچاڈہ پر ٹیکسی میں سوار ہوئے لیکن غوریوالہ پولیس پوسٹ پہنچنے پر دونوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ تھانیدار نے خاتون سے نام پوچھا تو اس نے اپنا نام نور جہان کے بجائے اسلام علی بی بی بتایا۔ اس کے بعد اسی نام سے مشہور ہوئی۔ پہلے ان کو حوالات میں اور بعد میں جیل میں بند کیا اور کسی کو بھی اسلام علی بی بی سے ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ غازی مر جان وزیر محمد رائیس خان بہادر شیر علی اور امیر عبداللہ پر مشتمل وفد نے ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کے لئے وقت مانگا مگر اس نے ملنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ کل صبح عدالت میں صرف عبداللہ شاہ آجائے۔ دوسرے دن عبداللہ شاہ نے عدالت میں درخواست دی کہ اسلام علی بی بی کا بیان قلمبند کیا جائے۔ پی

ایس آئی حکم چند نے درخواست پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ فی الحال اسلام بی بی کا بیان لینا مناسب نہیں ہے چونکہ وہ دو ہفتے نور علی شاہ کے زیر اثر رہ چکی ہے۔ عبد اللہ شاہ نے جواب میں کہا کہ اسلام بی بی نے ساڑھے پندرہ سال ایک ہندو گھرانے میں پرورش پائی ہے اگر میرے بھائی کے ساتھ صرف پندرہ دن میں وہ اپنی تمام پرورش بھول سکتی ہے تو جیل کی موجودہ صورت ان پندرہ دن کے اثر کو زائل کرنے کے لئے کافی ہے۔ عدالت کو عبد اللہ شاہ کا جواب پسند آیا اور درخواست پر اسلام بی بی کو عدالت میں بیان دینے کے احکامات صادر کئے۔

دوسرے دن اسلام بی بی ایک مکمل مسلم خاتون کے روپ میں باپردہ عدالت میں پیش ہوئی۔ حکم چند نے اس سے سوال کیا لڑکی تمہارا نام کیا ہے؟ پہلے میرا نام رام کوری تھا اب اسلام بی بی ہے اسلام بی بی نے جواب دیا۔ حکم چند نے دوسرا سوال کیا تمہارا عقیدہ قرآن پر ہے یا گرنہ پر؟ اسلام بی بی فوراً بولی قرآن نہیں قرآن شریف کہو اس موقع پر اسلام بی بی کی والدہ نے مداخلت کرتے ہوئے بد عادی۔ عبد اللہ تیری گردن ٹوٹے۔ اسلام بی بی نے ماں کی طرف دیکھ کر فوراً جواب دیا گردن آپ کی ٹوٹے۔ اس پر عدالت نے توہین عدالت کے جرم میں اسلام بی بی کو چھ ماہ قید کا حکم دیا۔ اس حکم کے خلاف ایڈووکیٹ وزیر زادہ گل محمد خان نے عدالت سے کہا کہ عدالت کو صرف دو سو روپے جرمانہ عائد کرنے کا اختیار حاصل ہے چھ ماہ قید کا اختیار حاصل نہیں ہے ہاں اگر عدالت کی خواہش ہے کہ اسلام بی بی کو سزا دی جائے تو پھر مقدمہ کسی باختیار عدالت میں منتقل کیا جائے اس پر ہندو کی طرف سے وکیل چن لال نے کہا عدالت کو اپنے حکم میں تبدیلی کا اختیار بھی حاصل نہیں ہے۔ مگر عدالت نے اسلام بی بی پر دو سو روپے جرمانہ عائد کیا اور اسے جیل بھیج دیا ہندوؤں نے جرمانے کی رقم ادا کی اور اسلام بی بی کو جیل کی بجائے سمندر شاہ نامی سکھ کے حوالے کیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسلام بی بی ہندوؤں کے اثر میں آ کر اپنا سابقہ بیان تبدیل کرے گی۔ عبد اللہ شاہ اور مسلمانوں کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ عبد اللہ شاہ اس فیصلے کے خلاف ڈپٹی کمشنر کو ملنے گیا جبکہ دوسری جانب بنوں کے مسلمانوں کے دینی جذبات اور غیرت جاگ اٹھی اور بے قابو ہو کر کچہری میں توڑ پھوڑ شروع کی۔ سمندر شاہ کے گھر ڈپٹی کمشنر کے ہنگے اور دوسری عدالتوں پر حملہ بول دیا۔ پولیس مشتعل مظاہرین پر قابو پانے میں ناکام رہی جھوم نے شدت جذبات سے عدالتوں کو آگ لگا دی۔ اسلام بی بی زندہ باد، نور علی شاہ زندہ باد، ہندو اور فرنگی سامراج مردہ باد، نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے فلک شکاف نعرے لگاتے رہے اور اشتعال میں برابر آگے بڑھتے رہے۔

مزید برآں بنوں کے مسلمانوں نے ضلع مجسٹریٹ کی عدالت میں درخواست دائر کی۔ جس میں استدعا کی گئی کہ اسلام بی بی اب مسلمان ہے، بالغ، باشعور اور تعلیم یافتہ ہے اس لئے اسے ہندو کی بجائے کسی مسلمان کی حفاظت میں دیا جائے، تاکہ وہ اپنے مذہبی فریضے کو با آسانی ادا کر سکے کیونکہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے۔ دوسرے دن ڈپٹی کمشنر نے عبد اللہ شاہ سے کہا کہ انہیں اس بات کا اعتراف ہے کہ ان سے غلطی ہوئی ہے۔ اسلام بی بی کو سمندر شاہ کے حوالے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اب اگر لڑکی ایک عیسائی ڈاکٹر بیجو من کے ساتھ بطور امانت رکھی جائے تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا عبد اللہ شاہ نے اس تجویز کے ساتھ اتفاق کیا۔ لیکن اسلام بی بی کو پھر عیسائی ڈاکٹر کے بجائے تاج علی خان بزرگی خیل کے حوالے کر دیا گیا۔ فرنگی اور ہندو کی ملی بھگت کے باعث حالات میں وقتی طور پر کچھ بہتری کے آثار پیدا ہوئے۔ اسلام بی بی تاج علی کے گھر ایک ماہ رہی اس دوران اس نے قرآن شریف ختم کر لیا۔ نور علی شاہ کی بیٹی نے اس واقعہ کی مزید تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ مثل خان نامی شخص جو عدالت میں ریڈر تھا، نے ہمارے خاندان اور بنوں کے دوسرے مشہور افراد کو بتایا کہ فرنگی نے تاج علی خان کو لالچ کے ذریعے اعتماد میں لیا ہے اور اسلام بی بی کو واپس ہندوستان لے جانے کا پروگرام بنالیا ہے۔ اس پر مسلمانوں نے تاج علی خان کو بتایا کہ وہ رات کے وقت ان کے گھر آجائیں گے آپ ہم پر فائر کر کے ہم میں سے کچھ لوگوں کو زخمی کر دینا تاکہ صبح آپ فرنگی اور حکومت کو بتا سکیں کہ رات آپ کے گھر مسلمانوں نے حملہ کر کے اسلام بی بی کو زبردستی اغوا کیا۔ مگر تاج علی خان نے ان کے ساتھ اتفاق نہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایسا کرنے پر تیار نہیں ہے۔ نور علی شاہ کی بیٹی نے یہ بھی بتایا کہ ہمارے خاندان کی چند خواتین تاج علی خان کے گھر گئیں اور اس کو بتایا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ اسلام بی بی کو واپس کر رہے ہیں۔ لیکن تاج علی خان نے بتایا کہ یہ جھوٹ ہے۔ ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈپٹی کمشنر اور سپریٹنڈنٹ پولیس کی

زیر نگرانی پولیس نے رات کے وقت اسلام علی بی بی کو تاج علی خان سے واپس لے لیا اور ایک مشہور دولت مند ہندو بگائے کے حوالے کیا جو اسے گاڑی میں بٹھا کر ہندوستان ہو شیار پور لے گیا۔ عدالت نے نور علی شاہ، عبداللہ شاہ اور ماخو کو سزائے قید دیکر ہری پور جیل بھیج دیا۔ نور علی شاہ کو اٹھارہ ماہ قید کی سزا ہوئی۔

اسلام علی بی بی کو ہندوستان لے جانے اور نور علی شاہ کو جیل بھیج دینے کے بعد بنوں کے عمائدین اور علماء کرام نے آپس میں مل بیٹھ کر مشورہ کیا کہ اسلام علی بی بی کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں اور نور علی بنوچی کو اس مقصد کے لئے ہندوستان بھیج دیا۔ چونکہ نور علی اس سے پہلے کئی بار تجارت کی غرض سے ہندوستان گئے تھے۔ ہندوستان پہنچنے کے بعد وہ ہوشیار پور میں ایک عدالت کے باہر اسلام علی بی بی کو ملا تھا۔ نور علی کے بیٹے حاکیم مہمت خان نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ”میرے والد سے اسلام علی بی بی نے کہا تھا کہ یہ لوگ مجھ پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ اسلام چھوڑ کر دوبارہ ہندو مذہب اختیار کرو لیکن میں نے ایسا کرنے سے انکار کیا ہے جس پر ان لوگوں نے مجھے مار دینے کی دھمکی دی ہے۔ یہ لوگ مجھے دکھاوے کی خاطر عدالت لائے ہیں اس کے بعد مجھے جان سے مار دیں گے۔ اب میرا آخری پیغام نور علی شاہ تک پہنچا دیں کہ میں نے ان کے پیار اور اسلام کی خاطر موت کو خوشی گلے لگایا ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ ہمارا عشق سچا ہے اس لئے قیامت کے دن ضرور ملیں گے۔“ نور علی نے عدالت کے باہر سارا دن انتظار کیا تھا مگر اسلام علی بی بی کو کسی دوسرے دروازے سے باہر لے گئے تھے۔ اس لئے دوسری بار ان کا اسلام علی بی بی سے رابطہ نہ ہو سکا۔ نور علی شاہ کی بیٹی نے بتایا کہ دوسری بار پیشی کیلئے میری سوتیلی دادی ’تاج علی خان‘ عبداللہ شاہ اور میرے نانا امیر جا علی شاہ ہوشیار پور گئے۔ وہاں عدالت میں باپردہ خاتون نے اسلام علی بی بی بن کر بیان دیتے ہوئے کہا کہ اسے زبردستی مسلمان کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس نے اپنی مرضی سے اسلام قبول نہیں کیا۔ اس موقع پر میری سوتیلی دادی نے کہا تھا کہ یہ اسلام علی بی بی کی آواز نہیں ہے بلکہ اس کی ماں کی آواز ہے۔ میں خود اس سے ملنا چاہتی ہوں تاکہ پہچان سکوں لیکن عدالت نے میری دادی کو اس خاتون سے ملنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

ادھر بنوں میں کانگریس پارٹی نے اپنے جلسوں میں یہ پروپیگنڈہ شروع کیا کہ نور علی شاہ کو مسلمان لڑکی نہیں دینا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے ہماری لڑکی کو ورغلا کر اغواء کیا۔ جبکہ جلسہ میں موجود میرے نانا نے انہیں بتایا کہ پیروں کے ہاں بیٹیوں سے زیادہ بیٹیاں پیدا ہوتی ہیں۔ میری بھی چار بیٹیاں ہیں جو میں اس کے نکاح میں دینے کو تیار ہوں اور یہی بات والدین کے نکاح کا باعث بنی۔ جیل سے رہائی کے بعد عبداللہ شاہ نے میرے نانا سے التجا کی کہ میرے بھائی پریشان رہتے ہیں مجھے خدشہ ہے کہیں وہ دماغی توازن کھو نہ بیٹھیں اگر آپ اپنی صاحبزادی کا نکاح اس سے کر دیں تو شاید اس طرح وہ اسلام علی بی بی کا خیال دل سے نکال دے میرے نانا مان گئے۔ گو کہ میرے والد اس کیلئے راضی نہیں تھے مگر اپنے خاندان کے دباؤ اور بڑے بھائی کے بے حد اصرار پر شادی کے لئے تیار ہو گئے۔

ہندوستان سے اسلام علی بی بی نے نور علی کے ذریعے جو پیغام نور علی شاہ کو بھیجا تھا اس سے ان کی حالت مزید غیر ہو گئی۔ گھر میں بیوی اور اسی کی گود میں ایک پھول جیسی نئی امیر جانہ کی موجودگی کے باوجود انہوں نے اسلام علی بی بی کی یاد کو دل سے لگائے رکھا۔ ان کی بیٹی کے بقول انکی ٹل میں نوکری تھی وہ اکثر وہاں قیام کرتے لیکن نوکری میں بھی دل نہیں لگا کچھ عرصے بعد صبح گھر سے نکل جاتے اور شام کو واپس گھر آتے۔ ایک دن میری ماں نے انہیں بتایا روز آنے جانے سے بہتر ہے کہ آپ وہاں قیام کریں۔ آخر وہ اگلے دن دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسلام علی بی بی کے پیچھے ہوشیار پور چلا گیا۔ اب بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ نور علی شاہ زندہ ہیں اور اجیر شریف میں درویشانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ محض ایک مفروضہ ہے حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام علی بی بی اور نور علی شاہ دونوں پر وہاں کیا گزرا یہ صرف خدا ہی جانتا ہے لیکن ایک بات صاف ظاہر ہے کہ دونوں نے سچے عشق اور اسلام کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا لیکن محبت اور مذہب پر کوئی آنچ نہیں آنے دی۔

نوٹ:- آپ کی بیٹی نے بتایا کہ والد نے جانے سے پہلے والدہ اور میرے لئے بہت سا کپڑا اور دوسری ضروری اشیاء خرید کر لائے اور دو

بھینسیں بھی لے کر دی تھیں تاکہ اپنا گزرواوقات آسانی سے ہو سکے۔ ماں نے پوچھا تھا کہ اتنے سارے سامان کی کیا ضرورت تھی، والد نے جواب دیا تھا کہ وہ اب روز چیزیں خرید کر نہیں دے سکیں گے۔ میں نے نور علی شاہ کی بیٹی سے ایسا واقعہ دریافت کیا جس کی وجہ سے اس کی والدہ اکثر اس رہتی اور یاد آنے پر روپڑی تھیں۔ اس نے بتایا کہ میری والدہ کو ساری زندگی اس بات کا غم تھا کہ کاش وہ اپنے خاوند سے ایسا نہ کہتیں کہ تم روز آنے جانے کی بجائے وہاں پر قیام کیوں نہیں کر لیتے۔ تاج علی خان کے حوالے سے اس نے بتایا چونکہ وہ اس وقت میں برابر کا شریک تھا۔ اسلام ٹی بی کی واپسی کے بعد اس کی بات میں اثر نہیں رہا۔ اس سے قبل لوگ اس کا احترام کرتے تھے بعد میں اس سے نفرت کرنے لگے۔ اس کا خاندان بھی آپس میں چپقلش کے باعث منتشر ہو کر رہ گیا جواب تک اپنا کھویا ہوا خاندانی وقار بحال نہ کر سکا۔

اس طرح فرنگی سامراج نے مسلمانوں کے دین میں مداخلت کر کے ظلم اور نا انصافی کا ایک نیا باب کھول کر مسلمانوں کو مداخلت فی الدین کے نام سے دعوت مبارزت دی جس کے روح رواں فقیر ایپی ٹھہرے۔ فقیر ایپی نے نہ صرف اپنی جان ہتھیلی پر رکھ دی بلکہ اپنے چاہنے والوں میں ایسا ولولہ اور جذبہ پیدا کیا کہ انہیں جان دینے میں فخر محسوس ہوتا تھا۔ بے تحاشہ خونی معرکے ہوئے، مگر فقیر ایپی اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹے۔ اس عظیم جدوجہد کے دوران فرنگی نے کئی بار صلح کرنے کی پیشکش کی مگر فقیر ایپی کا ہر بار صرف ایک جواب تھا ”اسلام ٹی بی ہمارے حوالے کرو“۔ فرنگی ایسا کرنے سے قاصر تھے اس لئے آپ کی عظیم جدوجہد آزادی کے حصول تک جاری و ساری رہی۔

اب اس کہانی کو کیا نام دیا جائے یہ میں پڑھنے والوں پر چھوڑ دیتا ہوں۔ اس کے بعد فقیر ایپی کا تاریخ ساز دور شروع ہوتا ہے۔ گو کہ شروع ہی سے فقیر ایپی کو فرنگی سے نفرت تھی جس کی وجہ کلمہ کی بے حرمتی تھی جس کی تفصیل پہلے دی گئی ہے۔ مگر آپ کو عملی قدم اٹھانے کے لئے ایک بہانہ چاہیے تھا اور وہ انمول بہانہ اسلام ٹی بی، نور علی شاہ واقعہ کی صورت میں نمودار ہوا۔

فقیر ایپی کا ظہور

اسلام ٹی بی کو ہندوؤں کے حوالے کرنے سے یہاں کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو شدید دھچکا لگا۔ انہوں نے فرنگی حکومت کے یکطرفہ فیصلے کے خلاف بنوں میں احتجاجی جلسوں کا سلسلہ شروع کیا۔ ٹوپچی کے وزیر اور داؤڑ قبائل پر اس وقت کا بڑا اثر ہوا۔ ۱۱ اپریل ۱۹۳۶ء کو بنوں کے علماء اور مشران ٹوپچی آئے اور عیدک میں وزیر اور داؤڑ کے علماء کرام، ملکائ اور سرکردہ افراد کے ساتھ فرنگی ظلم و زیادتی کے خلاف ایک بڑے جرگہ کا انعقاد کیا۔ جس میں فرنگی سے اسلام ٹی بی کو فوری طور پر مسلمانوں کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا۔ جرگہ میں فقیر ایپی بھی موجود تھے، جن پر قبائلیوں کی نظریں جمی ہوئی تھیں۔ اس وقت بظاہر آپ خاموش رہے مگر در پردہ بنوچی و فود کے ساتھ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اس دوران احمد خان اور زرباد شاہ داؤڑ نے آپ کو قاضی محمد لطیف کا پیغام پہنچایا۔ ”بنوں میں مسلمانوں کے ساتھ فرنگی کے ہاتھوں جو زیادتی ہوئی ہے اس پر مسلمان کے دل میں انتقام کی آگ جل رہی ہے۔ بہتر ہوگا کہ آپ میدان عمل میں نکل آئیں اور لوگوں کی قیادت سنبھالیں“ فقیر ایپی برابر خاموش رہے۔ دوسرے دن قاضی صاحب خود آپ کے پاس آئے۔ اس وقت بنوں کے مشہور عالم دین محمود شاہ کا ایک خط بھی آپ کو موصول ہوا۔ جس میں اس مسئلے پر اجتماعی طور پر منظم حکمت عملی مرتب کرنے پر زور دیا گیا تھا۔ آپ نے قاضی صاحب کی دعوت اور محمود شاہ کے خط پر تین روز تک خوب غور و خوض کیا۔ پھر علاقہ کے علماء کرام، صالحین اور عقیدت مندوں سے رائے طلب کی اور ساتھ ہی وزیرستان کے دور دراز کے علاقوں سے بھی لوگ و فود کی شکل میں آپ کے پاس ایپی گاؤں آتے رہے۔ فقیر ایپی راضی ہو گئے اور فرنگی کے خلاف عمومی اتفاق سے متفقہ لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے ۱۳ اپریل کو ملک اژدار کے مقام پر جلسہ عام منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس میں لوگوں کی کثیر تعداد میں شرکت کو یقینی بنانے اور ان میں ولولہ پیدا کرنے کے لئے ڈوموں نے ڈھول جانا شروع کئے اور ساتھ ہی آپ کے عقیدت مند اور ملائے ننگ و ناموس اور دین پر مر مٹنے کے نعرے بھی لگانا شروع کئے کہ ”آج کا دن اسلام ٹی بی پر ننگ و

غیرت کا دن ہے جو کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے آئے اور فرنگی ظلم کے خلاف آواز حق بلند کرنے اور ثابت قدم رہنے کی خاطر ملک اژدار کے مجوزہ جلسہ میں شرکت کرے (12)۔

تاریخ مقررہ اور مقام معینہ پر بہت بڑا لشکر جمع ہوا جس میں بنوں پر دھاوا بولنے کا فیصلہ کیا گیا۔ دریں اثناء فقیر ایپی گھوڑے پر سوار سبز چادر اوڑھے ہوئے آئے اور لشکر کے فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ ”فرنگی کے پاس بے شمار فوج اسلحہ ہوائی جہاز اور خوراک کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ ان کے خلاف بغیر تیاری کے لڑنا دانشمندی نہیں ہے اگر آپ واقعی فرنگی کے خلاف زیادہ دیر تک لڑنا چاہتے ہیں تو ایسا کرنے سے پہلے سنجیدگی سے غور و فکر کر کے کوئی اور حکمت عملی وضع کریں“ (13)۔ فقیر ایپی کی تجویز یہ تھی کہ کسی محفوظ پہاڑی علاقہ میں غازیوں کا مرکز قائم ہو جہاں سے فرنگی کے خلاف فعال طریقے سے گوریلا جنگ کا آغاز کیا جائے۔ اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا اور ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء کو میر علی اور خیمورہ کے درمیان نیتاسی کلی میں ایک اور جلسہ عام منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اس دوران ڈھول برابرتھے رہے اور ملا چیچ چیچ کر جہاد کے لئے پکارتے رہے۔ لوگوں نے ڈھولوں کی تھاپ میں لشکر و لشکر نیتاسی کلی پہنچنا شروع کیا۔

امیر جہاد کا انتخاب اور طریقہ ابلاغ

تاریخ مقررہ پر چار ہزار قبائل نے ڈھولوں کی دھمکار اور مذہبی جوش و جذبہ سے بھرپور جوشیلے نعروں کی گونج میں نیتاسی کلی میں عظیم الشان جلسہ عام کا اہتمام کیا گیا جس میں عزیمت، قربانی و ایثار اور ظلم و جبر کے آگے حق اور اسلام کا بند باندھنے کے عہد کی تجدید کی۔ اس موقع پر موجود علماء کرام، مشران اور جوانان اسلام نے مولانا اللہ بخش داوڑ کو امیر جہاد مقرر کیا۔ مولانا صاحب داوڑ قبیلہ کے ایک متقی بزرگ تھے جو کافی عمر رسیدہ تھے۔ لیکن اپنی روحانیت اور علمی فضیلت کا سکہ تمام قبائل پر جہاد کھاتھا۔ آپ بہت دور اندیش تھے، جہاد کے لئے امیر بننے کے بعد اس عالم باعمل نے اٹھ کر مختصر تقریر میں فرمایا۔ آپ سب لوگوں نے مجھے متفقہ طور پر فرنگی کے خلاف جہاد کے لئے امیر تسلیم کیا ہے۔ اس لئے امیر کی حیثیت سے میرے حکم کو ماننا ہوگا۔ اس پر حاضرین کی طرف سے اثبات میں جواب ملا۔ پھر آپ نے اپنے سر سے امامت کی پگڑی اتار کر حاجی میرزا علی خان کے سر پر رکھ دی اور لوگوں سے کہا کہ جہاد کے لئے ایک صالح اور ہر لحاظ سے قابل اعتماد نوجوان قیادت کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ اپنی عمر کے لحاظ سے اس بھاری اور حساس ذمہ داری کے لئے خود کو مناسب و موزوں نہیں سمجھتے۔ اس لئے امامت کی پگڑی نوجوان میرزا علی خان کے سر پر رکھ کر حاضرین سے فرمایا کہ اب یہ آپ کے امیر ہیں ان کا حکم خدا اور رسول ﷺ کے حکم کی طرح ماننا ہوگا۔ اس پر سب حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا ہمیں منظور ہے۔ اس موقع پر آپ نے مختصر تقریر میں کہا کہ وہ فرنگی کے خلاف آخر دم تک لڑیں گے۔ اس لئے تمہیں آخری حد تک میرا ساتھ دینا ہوگا۔ امیر المجاہدین بننے کے بعد آپ نے ٹوچی کے تمام علماء کرام سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد فرنگی پر مدخلت فی الدین کا الزام لگا کر ان کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان کیا۔

اعلان جہاد کے بعد قبائل کے جذیوں میں نہ صرف مزید اضافہ ہوا بلکہ وہ گروپوں کی صورت میں آپ کی تحریک میں شامل ہوتے رہے۔ دوسری جانب انگریز انتظامیہ نے آپ کی ہر قسم کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھی اور لشکر میں انتشار پیدا کرنے کے لئے متعدد حربے استعمال کئے۔ ۱۵ اپریل کو پولیٹیکل ایجنٹ نے عیدک میں وظیفہ خوار ملک اور ملاؤں کا جرگہ طلب کیا۔ لشکر کے ارادوں سے متعلق معلومات کے حصول کے لئے ملاکان بھیجے۔ ناکامی پر ہوائی جہازوں کے ذریعے اشتہار پھینکے۔ ریزیڈنٹ نے ۱۸ اپریل کو داوڑ کے ساتھ جرگہ میں ملکوں کو دھمکی دی کہ ۲۰ اپریل تک اپنے لوگوں کو فقیر ایپی کے لشکر سے واپس بلا لیں ورنہ تمہارے دیہاتوں پر شدید گولہ باری کی جائے گی۔ داوڑ ملکوں نے آپس میں صلاح مشورہ کے بعد غازی مرجان اور حاجی کمال الدین کو فقیر ایپی کے پاس بھیجا۔ انہوں نے فقیر ایپی کو فرنگی دھمکی سے آگاہ کیا جس پر فقیر ایپی نے داوڑ کو اجازت دیتے ہوئے کہا کہ آپ کی عزت میری عزت ہے۔ ۲۲ اپریل کو ریزیڈنٹ نے طوری خیل ملکوں کا جرگہ

بلایا اور انہیں بھی فقیر ایپی کے لشکر سے طور ی خیل قبیلہ کے افراد کو واپس بلانے کی دھمکی دی۔ ملکوں نے ریڈیٹ کو تعاون کا یقین دلاتے ہوئے کہا کہ حکومت کی دھمکیوں کے باعث فقیر ایپی کے لئے طور ی خیل اور محسود قبائل کی مدد کا حصول ناممکن ہے (14)۔

خفیہ رپورٹ کے مطابق فقیر ایپی نے شکتوئی میں محسود قبائل کے ساتھ موثر رابطے قائم کر کے پستہ کے مقام پر شمالی خیل اور جلال خیل قبیلوں کے ساتھ جرگہ کیا۔ انہوں نے ان کی مدد کے حصول کے لئے کہا کہ ”خاندان خان مداحیل نے انہیں ہر قسم کی مدد کا یقین دلایا ہے اور ڈب بلا شمالی خیل نے مالی تعاون کے علاوہ ضرورت کے وقت ۵۰۰ مجاہدین مہیا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اس لئے تمہارا بھی فرض بنتا ہے کہ فرنگی کے خلاف جہاد میں ان کی مدد کریں۔“ فقیر ایپی کی باتوں کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے بھرپور مدد کا یقین دلایا اس پر فرنگی حکومت نے بااثر افراد کو اعتماد میں لے کر ان کے ذریعے محسود قبائل کو فقیر ایپی کے لشکر میں شامل کرنے سے منع کرنے کی بہت کوشش کی اور دوسری جانب ہوائی جہازوں کے ذریعے ان پر دھمکی آمیز اشتہارات پھیلتی رہی۔ انٹیلی جنس رپورٹوں کے مطابق ان تمام اقدامات کے باوجود فقیر ایپی وزیر اور داوڑ کے علاوہ محسود قبائل میں بہت مقبول تھے (15)۔ انگریز کی دھمکیوں اور خوف و ہراس کے باعث آپ کے پاس بہت کم مجاہدین رہ گئے تھے مگر فقیر ایپی جذبات کی بجائے ہوش اور سوچ سے کام لے کر میدان عمل میں نکلے تھے اس لئے ارادے چٹان کی طرح مضبوط تھے۔

آپ نے جہاد کے لئے وسائل میں اضافے کے حصول کے لئے بااثر قبائل کے ساتھ رابطوں کا سلسلہ برقرار جاری رکھا۔ شکتوئی میں شمالی خیل قبیلہ کی ایک نہایت مشہور شخصیت ڈب بلا سے ملاقات کی۔ ڈب بلا نے مشکل گھڑی میں ساتھ دینے کا عہد کیا اور آپ کی بہت بڑی مالی مدد بھی کی، رخصتی کے وقت ایک گھوڑا بھی تحفہ دیا۔ آپ نے شکتوئی سے شام بھرت کی۔ امی کو وام وڑو کی کلی کے مشران نے آپ کو کھانے کی دعوت دی۔ پھر طور ی خیل نے کھانے کی دعوت دی اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا اور قبائل ایک دفعہ پھر آپ کے ارد گرد جمع ہونے لگے۔ گل ماشاہ طور ی خیل نے آپ کو گڑھی وام آنے کی دعوت دی۔ فرنگی نے گل ماشاہ کو حکم دیا ”فقیر ایپی کو یا تو حکومت کے حوالے کر دیا اسے اپنے گھر سے نکال دو“۔ گل ماشاہ نے جواب دیا کہ فقیر ایپی دعا کے لئے آئے ہیں چند دن بعد خود چلے جائیں گے۔ فقیر ایپی نے مئی سے ستمبر تک وزیر داوڑ اور بالخصوص محسود علاقہ میں ممتاز مذہبی رہنماء اور قبائلی شخصیات کو جہاد فی سبیل اللہ کا پیغام پہنچانے اور ان کی مدد کے حصول کے لئے طوقانی دورے کئے۔ پہلے شکتوئی گئے وہاں گل کائی کی کاڑائی کی مدد سے لائیکہ میں شہزادہ فضل دین سے ملاقات کی۔ فضل دین نے آپ کو امیر جہاد مقرر ہونے پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ آپ چونکہ فقیر ہیں آپ کے آگے پیچھے مجبوریاں بھی نہیں ہیں۔ محسود قبیلہ طویل عرصہ سے فرنگی کے خلاف نبرد آزما ہے اور دوسرا یہ کہ ان کا خاندان بھی بڑا ہے اور دشمن کی کافی ساری عزتیں اٹھا چکا ہے۔ اس دفعہ اگر شمالی وزیرستان سے دفاعی انداز میں جہاد کا آغاز کیا جائے تو اس کے مثبت اور دیرپا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں (16)۔ فقیر ایپی نے فضل دین سے اتفاق کیا۔ فضل دین نے آپ کی کافی مالی معاونت کے علاوہ محسود قبیلہ کی طرف سے بھرپور تعاون کا یقین دلایا اور اپنا ذاتی سفید گھوڑا اور ایک محافظ بھی تحفہ دے دیا۔

آپ نے محسود قبیلہ کے دیگر ممتاز رہنماء موسیٰ خان عبدالائے ملک حیات خان نظر خیل، ملا شیر علی خان، فقیر نخی مر جان، خونے خیل، مولوی نجیب اللہ سوندی اور گل آبالا خیل کے ساتھ جہاد سے متعلق بالمشافہ گفتگو کی جس کے نتیجے میں سب نے ضرورت کے وقت ساتھ نبھانے کا عہد کیا۔ واپسی پر شہزادہ فضل دین سے پھر الوداعی ملاقات کی۔ یہاں سے آپ گبر کلی میں بیٹنی قبیلہ کے روحانی پیشوا فقیر دین محمد کے ہاں گئے۔ فقیر دین محمد نے بیٹنی وزیر اور محسود قبائل کے مابین مروجہ بلاوجہ پرانی دشمنیوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ فرنگی کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے قبائل کے مابین تنازعات کا مٹانا ضروری ہے۔ فقیر ایپی نے فقیر دین محمد کے ساتھ مکمل اتفاق کیا۔ فقیر ایپی، فضل دین اور فقیر دین محمد کی مشترکہ کوششوں کے نتیجے میں قبائلی تنازعات بہت حد تک کم بھی ہو گئے اور دشمن کے

خلاف جہاد کے دور ان ان قبائل کے مابین کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ فضل دین اور فقیر دین محمد کی حمایت سے فقیر ایپی کی تحریک کو نہ صرف مالی مدد یا افرادی قوت مل گئی بلکہ آپ کی تحریک کا دائرہ محسود اور بٹنی قبیلوں تک بھی پھیل گیا۔ شمالی وزیرستان کے داوڑ اور وزیر کے علاوہ مروت، بنوچی اور خٹک قبیلوں کے سرکردہ افراد کو پہلے ہی اعتماد میں لیا گیا تھا۔ ملک محمد عالم خان لاکھ چاکے بقول کافی رونغہ میں بزرگ خلع میں فقیر ایپی نے ملک خاندان، ان کے چچا عبداللہ خان اور ملک شاد م خون سے ملاقات کی تھی جس میں ان افراد نے بھرپور تعاون کا یقین دلایا تھا۔ دور آفتادہ علاقوں میں مذہبی شخصیات مثلاً مولوی عازی مرجان، مولوی گلین خان، مولوی گل منیر خان، مولوی وارث شاہ، لنڈرے پیر فضل الرحمن، پیر مقتدا نسیم شاہ اور شوہ فقر کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کر کے انہیں اپنی تحریک جہاد کے طریقہ ہائے کار سے آگاہ کیا اور جہاد میں شمولیت کی دعوت دی جس کے نتیجے میں ان شخصیات نے ان کا ساتھ دینے کا عہد کیا (17)۔ ستمبر کے آخر میں خیبر آئے اور اکتوبر میں فرنگی کے خلاف اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔

فقیر ایپی کی خیبر سورہ میں آمد اور رابطے

خیبر سورہ میں دوبارہ آنے کے بعد آپ نے غلام سرور کے ہاتھ حاکم خوست اور عبدالحبیب کوفاری میں دو خط لکھے جن میں ان پر واضح کیا "ایک ہندو لڑکی نے اسلام قبول کیا تھا مگر فرنگی نے ہمارے دین میں مداخلت کرتے ہوئے اس کو دوبارہ ہندو کے حوالے کیا جس پر داوڑ وزیر، محسود، بٹنی اور بنوچی قبائل کا بیس ہزار پر مشتمل لشکر خیبر سورہ میں بطور احتجاج جمع ہوا ہے اس لئے آپ بھی لشکر کی مدد کریں۔" ۱۵ اکتوبر کو آپ نے مکین کے علماء کرام، شکتوئی کے شاہی خیل اور جلال خیل قبائل کو بھی اس قسم کے خطوط بھیجے۔ داوڑ وزیر اور بنوچیوں میں پھر سے جذبہ جہاد کو اجاگر کرنے کے لئے رابطے شروع کئے۔ آپ کی ان نئی سرگرمیوں سے متعلق محکمہ جاسوسی نے حکومت کو رپورٹ پیش کی "فقیر ایپی کے دعوتی خطوط سے قبائل میں حکومت مخالف جذبات بھڑکانے میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ اگر ان کے خلاف بروقت کارروائی نہ کی گئی تو ان کی مخالف سرگرمیاں حکومت کے لئے غیر معمولی مشکلات پیدا کر سکتی ہیں (18)۔ حکومت نے جرجوں، اسکاؤٹس اور ہوائی جہازوں کے ذریعے حالات کو کنٹرول کرنے کی کوشش شروع کی۔ فقیر ایپی کو مرعوب کرنے کیلئے انگریز انتظامیہ نے آپ کے قریبی رشتہ دار صالح خان کو بلا کر خبردار کیا کہ "ہم نے وزیرستان میں بڑی مشکل سے امن قائم کیا ہے جو فقیر ایپی اور ان کے چند شیخوں کی خاطر قربان نہیں کر سکتے۔ بہتری اس میں ہوگی کہ فقیر ایپی لشکر کشی کا ارادہ ترک کریں اور اپنے آپ کو حکومت کے حوالے کریں۔" اس پر صالح خان نے کہا کہ فقیر ایپی کے حلقہ میں وہ لوگ شامل ہیں جو "حق ہو" کی بجائے "مٹو" (گولی چلنے کی آواز) سے پیار کرتے ہیں، صالح خان کو گرفتار کر لیا گیا۔ پھر پولیٹیکل ایجنٹ کریمٹن نے آپ کو ملکوں کے ذریعے مذاکرات کی پیش کش کی ملک حضرات بہت خوش تھے کہ صاحب نے فقیر ایپی کو مذاکرات کے لئے بلایا ہے مگر فقیر ایپی نے ملکوں کو جواب دیا "ہم فقیر لوگ ہیں دفتری چکروں میں نہیں پڑنا چاہتے" پھر پوری خیل ملکوں کو وارننگ دی گئی کہ اگر تم لوگوں نے فقیر ایپی کو صلح کرانے پر آمادہ نہیں کیا تو خیبر سورہ میں فوج کشی کی جائے گی اور حکومت طاقت کے ذریعے فقیر ایپی کو گرفتار کرے گی۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو ملکوں نے فقیر ایپی کے ساتھ جرگہ کیا جس میں آپ نے واضح کاف الفاظ میں ملکوں سے کہا "فرنگی ہمارے دین میں مداخلت کر رہے ہیں اور ہماری آزادی کو پاؤں تلے کچل رہے ہیں۔ میں ان کے خلاف میدان عمل میں نکلا ہوں۔ موت کے سوا کوئی چیز مجھے منع نہیں کر سکتی۔ بہتری ہو گا کہ فرنگی اسلام بی بی کو مسلمانوں کے حوالے کریں اور وزیرستان سے اپنی افواج واپس بلا لیں" (19)۔

آپ کی باتوں کا ملکوں پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے پہلی بار انگریز کو صاف جواب دیا کہ "نہ تو ہم فقیر ایپی کو اپنے علاقہ سے نکال سکتے ہیں اور نہ ہی ان کو انگریز کے خلاف جنگ سے منع کر سکتے ہیں۔ ہم یہ ذمہ داری بھی قبول نہیں کرتے کہ فوج کے کالم یا اسکاؤٹس کی گشت پارٹی پر کوئی حملہ نہیں کرے گا اس لئے مناسب یہ ہو گا کہ چند مہینوں تک ہر قسم کی فوجی نقل و حمل معطل کی جائے اور مستقبل میں یہاں کے مذہبی معاملات

میں مداخلت نہ کرنے کی تحریری ضمانت دی جائے۔ اس پر انگریز انتظامیہ نے سچا ہوا جواب دیا کہ حکومت کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ بے اعتبار فقیر کو ضمانت دیں (20)۔ مگر بے اعتبار سمجھنے کے باوجود انگریز نے افغان حکومت کے ذریعے فقیر ایپسی کو صلح پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ ظاہر شاہ نے پیر محمد تاراخیل اور ملیشیا کے حاکم ولایت خان کے ذریعے آپ کو پیغام بھیجا کہ اگر وہ انگریز حکومت مخالف سرگرمیاں بند کریں تو انگریز شمالی وزیرستان سے اپنی افواج واپس بلا لیں گے۔ ابھی مذاکرات جاری تھے کہ فرنگی نے رزمک، شام، گڑھی و ام اور خیضورہ سڑک کی تعمیر کرانی شروع کی چنانچہ مذاکرات ناکام رہے۔ نومبر ۱۹۳۶ء تک فقیر ایپسی قبائل میں اتنی پرکشش شخصیت بن چکے تھے کہ آپ کے عقیدت مند صرف عقیدت مند ہی نہیں بلکہ جاشن اور فدائی بھی بن گئے تھے۔ انگریز اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ گڑھی کی بنیادی وجہ خیضورہ میں فقیر ایپسی کی موجودگی ہے اس لئے خیضورہ پر فوج کشی کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور فقیر ایپسی کا محسود علاقہ مکین اور کانگرم میں نکل جانے کے خدشہ کے باعث

خیضورہ کا پہلا معرکہ

آپریشن میں حصہ لینے والی فوج نہ صرف جدید اسلحہ سے لیس تھی بلکہ مقامی ماحول کے مطابق تربیت یافتہ اور وسیع تجربہ کی حامل بھی تھی۔ رزمک کی جانب بریگیڈ کالم جس کو Razcol کا نام دیا گیا تھا۔ ۲۴ نومبر کو ڈمیل پہنچا جہاں سے دوسرے دن خیضورہ کی طرف پیش قدمی کرنا تھی۔ بنوں کی طرف بریگیڈ کالم جس کو Tocol نام دیا گیا تھا وادی ٹوچی میں میر علی کے مقام پر پہنچا۔ دونوں کالموں نے خیضورہ میں پٹی چمکانی کے مقام پر ملنا تھا۔ ۲۵ نومبر ۱۹۳۶ء کو جنرل کمانڈنگ آفیسر ریڈیڈنٹ وزیرستان اور پولیٹیکل ایجنٹ کی قیادت میں چھ بریگیڈ فوج نے ڈمیل اور میر علی ہر دو اطراف سے خیضورہ کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ ۲۰ اور ۲۱ اور ڈاؤن ملاکن بھی ہاتھوں میں سرخ جھنڈے لئے ہوئے فوج کے ساتھ تھے۔ ۳۲۰ مسلح مجاہدین نے میر علی کی جانب سے فوج پر حملہ کرنے کے لئے عالم شری قبرستان میں پوزیشن سنبھال رکھی تھی۔ عقب میں مدد دینے کیلئے ایک مسلح گروپ تیار بیٹھا تھا۔ ڈمیل فوج پر ہلانے کے لئے ٹانگڑی میں ایک اور حملہ آور گروپ نے پوزیشن سنبھال رکھی تھی۔ فقیر ایپسی خود کار کنٹرے میں تھے، آپ نے غازیوں سے کہا کہ یہ خط کون فوج کے ہراول دستہ کو پہنچائے گا۔ گل باند اور سلا باند طور ی خیل نے کھڑے ہو کر کہا تھا کہ ہم پہنچائیں گے۔ خط کا متن یہ تھا ہمارا مقابلہ فرنگی کے ساتھ ہے اگر تم ہندوستانی ہو یا مسلمان ہو تو واپس چلے جاؤ اور فرنگی سے کہہ دو کہ وہ ہمارے مقابلے کے لئے آگے آئے۔ ہراول دستہ کے آگے ایک سکھ صوبیدار تھا غازیوں نے اس کو خط دیا تھا۔ سکھ صوبیدار نے خط پڑھنے کے بعد زمین پر پھینک کر کہا کہ وہ انگریز کے نوکر ہیں فقیر ایپسی کے نہیں۔ اس پر آس پاس جھاڑیوں میں چھپے ہوئے غازیوں نے فوج پر حملہ کیا، گولیاں چل رہی تھیں اپنے اور پرانے کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ گلاباند اور سلا باند چونکہ فوج کے زرنے میں تھے اس لئے دونوں نے سب سے پہلے جام شہادت نوش کیا۔ دریں اثنا سخت گردوغبار کے باعث فوج کے کالموں کے درمیان رابطوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور جب معینہ مقامات پر فوج پہنچی تو غازیوں نے فوج پر اچانک یلغار شروع کر دی۔ عالم شری میں فوج اور مجاہدین کے مابین شدید لڑائی ہوئی۔ جس میں فوج کے میجر ٹنڈال اور کپتان بانڈ کے علاوہ ۲۷۰ سپاہی ہلاک اور بے شمار زخمی ہوئے۔ اس طرح ڈمیل فوج پر ٹانگڑی میں مجاہدین کی طرف سے حملہ کے نتیجے میں میجر سیکو سمیت ۳۰۹ سپاہی ہلاک اور بہت سارے زخمی ہوئے۔ میر علی فوج کو مجاہدین نے اسی جگہ روک لیا تھا۔ رات کو فوج نے عالم شری قبرستان میں کیمپ لگولیا جس پر مجاہدین نے شب خون مارا، نوبت دست بدست لڑائی تک جا پہنچی۔ اچانک حملہ کے باعث ایک طرف سپاہیوں کے اوسان خطا ہو گئے تو دوسری جانب گھوڑے، خچر اور اونٹ خوف ہراس کے باعث بھاگ نکلے۔ اس معرکہ میں فوج کے ۳۵ سپاہی ہلاک اور ۲۵ مجاہدین شہید ہوئے۔ حاجی قادم طور ی خیل نے اس معرکہ سے متعلق بتایا کہ فقیر ایپسی نے حکم دیا تھا کہ رات کو فوج کے کیمپ پر حملہ کرو۔ غازی ایک کرل کو پکڑ کر باہر لائے اس نے مرنے سے پہلے کچھ

لکھنے کی درخواست کی۔ غازیوں نے موقع فراہم کیا۔ اس نے ایک چٹ پر لکھا کہ اس کے اغواء یا قتل کرنے میں ڈیوٹی پر معمور سنتری کا کوئی قصور نہیں۔ چونکہ وہ خود بھی یہ نہیں جان سکا کہ ان لوگوں نے اسے کیسے گھیرے میں لیا اور کیمپ سے باہر لے آئے اس لئے سنتری کو کچھ نہیں نہ کہا جائے۔ ۲۶ نومبر کو طیاروں کے ذریعے فوج کو مزید کمک پہنچادی گئی اور ساتھ ہی غازیوں پر شدید گولہ باری بھی کی گئی۔ اس دن ڈمڈیل اور میر علی بریگیڈ کے ملاپ سے فوج کیسٹری کار پہنچ گئی جہاں فقیر ایپی کی مسجد کو شہید اور دیگر کئی مکانات کو مسمار کیا گیا۔ یہاں فقیر ایپی کی ہدایت کے عین مطابق غازیوں نے گوریلہ طرز اپناتے ہوئے فوج پر پھر حملہ کر کے کافی جانی نقصان پہنچایا۔ ۲۷ نومبر کو بقیہ فوج نے واپس میر علی جانے میں عافیت سمجھی۔ تین دن معرکوں کے دوران فوج کے کل ۲۲۲۸ سپاہی ہلاک اور ۵۳ مجاہدین شہید ہوئے (21)۔ بریگیڈ کوندن نے خیمورہ معرکہ پر یوں تبصرہ کیا

”خیمورہ میں قبائلیوں کے ہاتھوں فوج کو نہ صرف غیر معمولی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا بلکہ ٹوپی کالم پر غازیوں نے جس دلیری کے ساتھ حملہ کیا۔ اس کے باعث فقیر ایپی نے ایک باقی قبائلی لیڈر کی حیثیت سے اپنی شہرت کو دوام بخشا۔ غازیوں کی فائرنگ سے سرکاری مال بردار جانور بھاگ نکلے۔ فقیر ایپی کے ساتھیوں کے ہاتھ گرم کپڑا مارا تو اس اور بہت ساری ہندو قیں آئیں۔ جس سے قبائل کو فقیر ایپی کی تحریک میں کشش نظر آئی اور ان کا اخلاقی مورال بھی کافی بلند ہوا۔ یہ مہم سرحد کی تاریخ میں ہماری عبرتناک شکست ثابت ہوئی اور فقیر ایپی کو ایک مسلمہ روحانی قائد کی حیثیت مل گئی جسکے باعث انگریز کو دہلیستان میں پھر سے کئی سال تک سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا (22)۔

خیمورہ کی پہلی جنگ میں انگریز کو نہ صرف شرمناک شکست کا سامنا کرنا پڑا بلکہ ان کی فوج کا ناقابل تسخیر ہونے کا طلسم بھی ٹوٹ گیا۔ فقیر ایپی کو اللہ تعالیٰ نے فقیری کے امتحان میں کامیابی عطاء کی ان کی کرامات کے چرچے ہونے لگے، مجاہدین کی تعداد اور وسائل میں بے پناہ اضافہ ہونے لگا اور اللہ تعالیٰ کو فقیر کی غیرت پسند آئی بھول اقبال کے:

غیرت ہے بڑی چیز جہاں تک دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سردارا
دشمن کو شکست فاش دینے کے بعد گھروں، حجروں اور مساجد میں آپ کی مردانگی کے گیت گانے لگے۔
فقیر ایپی نے اسلام پر ننگ کیا
قبائل کو دشمن کے خلاف متحرک کیا
اور وادی خیمورہ میں جہاد پر کمر بستہ کیا
فرنگی نے خیمورہ پر ہوائی جہازوں کے سکوارڈن سے بمباری کی
مگر فقیر ایپی دشمن کے خلاف سینہ سپر رہے
آپ نے نئے ہاتھوں سے دشمن کو شکست فاش دی
اس لئے مسلمانوں کے بادشاہ بنے

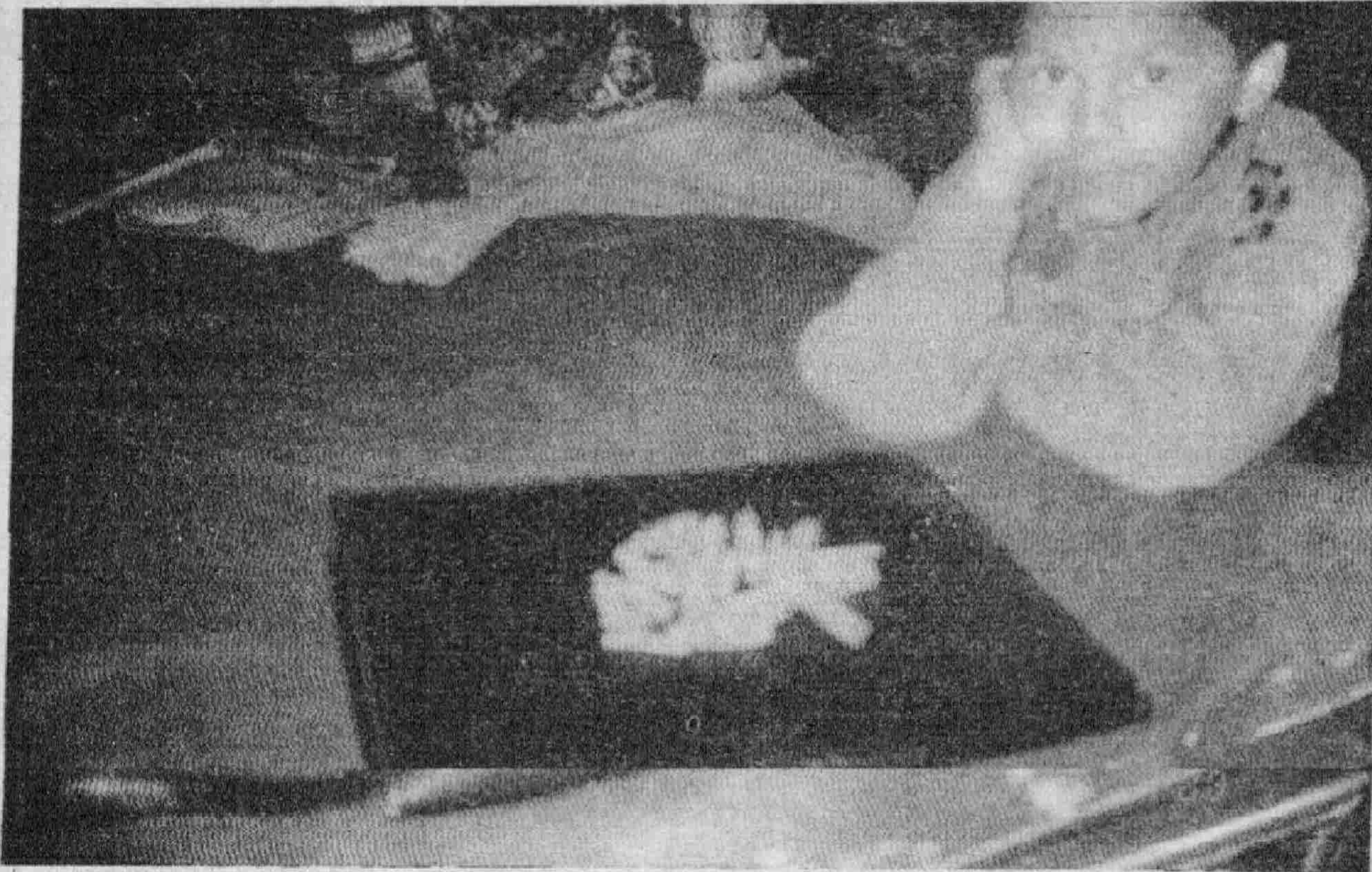
دوران جنگ طریقہ ہائے ابلاغ

۲۵ نومبر ۱۹۳۶ء کو وادی خیمورہ میں جب فرنگی افواج داخل ہوئیں تو آپ نے گل باند اور سالاباند طور پر خیل کے ہاتھ فوج کے اول دستہ کے نام خط دیا۔ انہوں نے فوج کے آگے گھڑ سوار دستے کے کمانڈر سکھ صوبیدار کو فقیر ایپی کا خط دیا جس میں آپ نے ہندوستان کی دوسری اقوام کے سپاہیوں کو پیغام دیا تھا کہ ”یہ ہمارا ملک ہے ہم اس میں کسی غیر ملکی کو داخلے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ہمارا مقابلہ صرف فرنگی

قوم سے ہے۔ اگر کوئی دوسری قوم فرنگی کی طرف سے لڑنا چاہے تو ہم ان کو مشورہ دیں گے کہ وہ پیچھے ہٹے اور فرنگی سے کہے کہ تم خود آگے بڑھو اور جنگ کرو۔“ سکھ صوبیدار نے خط زمین پر دے مارا جس پر ساتھ کی جھاڑیوں میں چھپے ہوئے مجاہدین نے گھڑ سوار دستے پر حملہ کر دیا۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے فقیر ایسی نے اعلان کیا تھا کہ جن لوگوں کو ہمارے ساتھ دلی ہمدردی ہے لیکن کسی خاص مجبوری کے باعث جہاد میں شرکت نہیں کر سکتے وہ بازو پر سبز پٹی باندھیں اور خواتین گے میں سبز دھاگہ ڈالیں۔ جس روز فرنگی فوج ہم پر حملہ آور ہو اس روز غازی جہاں جہاں پہنچیں وہاں سے باد صحر ہو کر کنکریوں سے مٹی بھریں اور تین بار اللہ اکبر کہہ کر وادی خسورہ کی طرف پھینکیں۔ خسورہ میں جنگ شروع ہونے سے پہلے آپ نے تمام مجاہدین کو جمع کر کے ہدایت فرمائی۔ ”آپ میں سے پیشتر ایسے ہوں گے جن کے گناہ ناقابل عفو ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے آج کا دن تمہارے گناہوں کی بخشش کا دن مقرر کیا ہے۔ اگر آپ غلبہ اسلام کی خاطر صرف جہاد کی نیت سے لڑیں گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب گناہ نہ صرف معاف فرمائے گا بلکہ تمہارے آباء اجداد کو بھی ثواب ملے گا۔“ اس پر مجاہدین نے کہا کہ وہ سب صرف جہاد کی نیت سے لڑیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا! آج کے روز آپ پر مال غنیمت حرام ہے۔ آپ نے یہ حکم مان لیا تو انشاء اللہ فتح تمہاری ہوگی۔ ہاں جس کی بددوق خراب ہو جائے وہ صرف ایک بددوق اٹھا سکتا ہے جس کے کار توں ختم ہو جائیں وہ اتنے کار توں اٹھا سکتا ہے کہ لڑائی میں کام آسکیں۔ جس کسی غازی کو موت کا یقین ہو جائے وہ روزہ کھول سکتا ہے ورنہ نہیں“ (23)۔

کراماتی گولیاں

جنگ شروع ہونے سے پہلے فقیر ایسی نے مجاہدین کو یہ حکم بھی دیا تھا کہ کار توں ختم ہو جانے کی صورت میں کنکریوں سے مٹھیاں بھریں اور تین دفعہ اللہ اکبر کہہ کر دشمن کی طرف پھینک دیں، بوقت ضرورت سب مجاہدین نے ایسا کیا۔ بعد میں بہت سارے زخمی سپاہیوں



سے ان گولیوں کے ٹکڑے نکالے گئے تھے۔ یہ گولیاں نہ پتھر کی ہیں اور نہ لکڑی کی زیادہ وزنی بھی نہیں ہیں۔ ان کے متعلق فقیر ایسی کے دو دیرینہ ساتھی خلیفہ گلا خان مدام خیل اور خلیفہ لطیف خان طور ی خیل کا کہنا ہے کہ دراصل فقیر ایسی ”ایک عظیم سپہ بہترین ماہر نفسیات بھی تھے۔

کراماتی گولیاں جو اب بھی وادی خسورہ میں بکھری پڑی ہیں

لوگوں کے ذہنوں میں انگریز

فوج، توپ، ٹینک اور ہوائی جہازوں کا بڑا خوف تھا ان کا خیال تھا کہ فقیر ایسی نہایت محدود وسائل اور بہت کم افرادی قوت کیساتھ ایک منظم قوت کے خلاف برسر پیکار ہیں اور چند سو منٹے غازی ان کا کیسے مقابلہ کریں گے؟ فقیر ایسی اس صورت حال سے غولی آگاہ تھے اس لئے وہ قبائل کے دلوں میں فرنگی کے خلاف ڈٹ کر لڑنے کا جذبہ اور عقیدہ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جنگ سے پہلے جو مجاہدین آپ کے پاس آتے آپ

ان کو گروپوں میں تقسیم کر کے گوریلا اہمیت کے حامل مقامات پر بھیج دیتے۔ کل ۳۵۰ مجاہدین نے اس جنگ میں شرکت کی تھی لیکن آپ نے ان کی تعداد کسی کو نہیں بتائی اور جن لوگوں کے پاس اسلحہ نہیں تھا ان کو بھی کسی نہ کسی طرح جنگ میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے یہ حکم ان کے لئے تھا کہ وہ کنکریوں سے مٹھیاں بھر کر دشمن کی طرف پھینکیں۔ رہی کرامات کی بات تو ہم ایمان کی حد تک یہ کہہ سکتے ہیں کہ فقیر ایپی بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ جب خدا کسی کو دوست بناتا ہے تو مدد بھی فرماتا ہے اور یہی کچھ خمسورہ میں ہوا۔ وزیرستان میں آج بھی ان کراماتی گولیوں کے تذکرے زبان زد عام و خاص ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کراماتی گولیوں کا دشمن پر اتنا گہرا اثر ہوا تھا کہ ان میں سے بعض انگریز نے اب تک اپنے پاس تبرک کے طور پر محفوظ رکھے ہوئے ہے جس کی تفصیل آپ کی کرامات میں دی گئی ہے۔

فقیر ایپی کے خمسورہ میں نئے رابطے

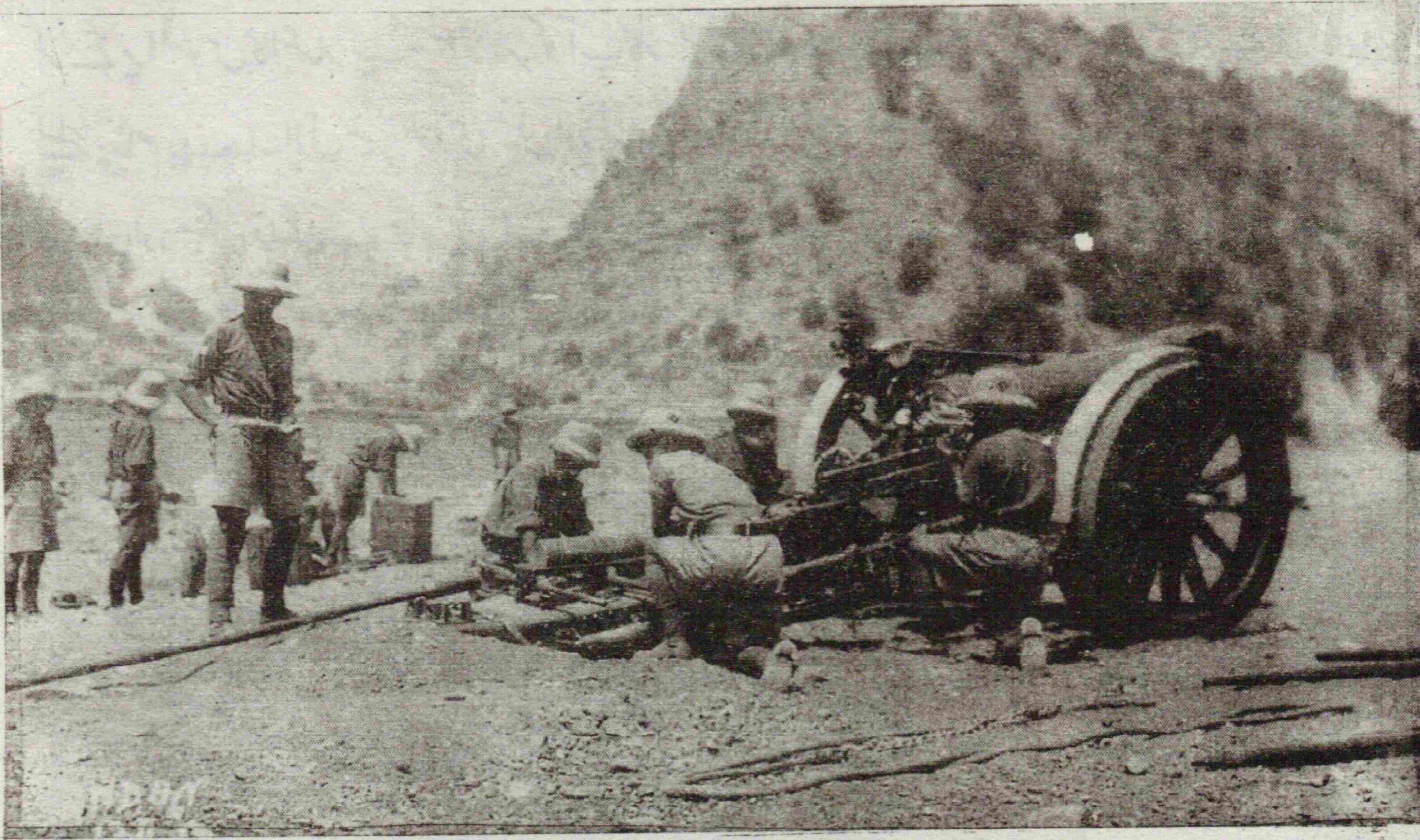
خمسورہ میں پہلی شکست کے بعد فرنگی اپنی حکومت کا وقار بحال رکھنے کے لئے نئی مہم کی تیاری کرنے لگے۔ دوسری طرف فقیر ایپی ۲۹ نومبر کو محسود علاقہ شکتوئی گئے، جہاں آپ جہاد فی سبیل اللہ کی کامیابی کے لئے مختلف خیلوں اور معتبر شخصیات کے ساتھ رابطوں میں مصروف رہے۔ مکین اور لدھاسے آئے ہوئے محسود قبائل کے وفود نے آپ کو شاندار فتح حاصل کرنے پر مبارکباد دی اور جہاد میں شرکت نہ کرنے پر افسوس کا اظہار کیا۔ ۳۰ نومبر کو آپ کارکنٹرے گئے وہاں سے آپ نے بنوں میں اپنے پیروکاروں کو راشن پہنچانے اور چندہ جمع کرنے کیلئے پیغام بھیجا۔ ازل میر طوری خیل اور صالح داد جدران کو خطوط دیگر خوست قبائل سے مدد کے حصول کیلئے بھیجا۔ جس پر تانزی، گریز، جدران اور منگل قبائل کے مجاہدین خمسورہ آئے۔ دریں اثناء برمل کے کابل خیل وزیر کے ۵۰ سرکردہ افراد نے آپ سے ملاقات کی۔ آپ نے برمل کے صالح داد فقیر اور گین فقیر کے علاوہ دوسرے قبائلی زعماء کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا۔ مقبلیز، چکمانیز اور منگل قبائل کو بھی خطوط بھیجے۔ ۸ دسمبر کو آپ نے ۷۰۰ مجاہدین کے ہمراہ جلیہ اللہ میں فوج کے لئے مشکلات پیدا کرنے کے لئے کئے گئے اقدامات اور انتظامات کا جائزہ لیا۔ اس موقع پر مجاہدین کو آپ نے بتایا کہ ”محسود قبائل کا بہت بڑا لشکر جلد پہنچنے والا ہے جس کے لئے مکین اور کانگرم میں جرگے ہو رہے ہیں۔“ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۶ء کو جدران ملک مزارک اور بیٹی ہیسی خیل ملاکان، اختر خان، مہرو خان اور سرور خان کو لشکر کی مدد کیلئے خطوط بھیجے جس کے باعث افغانستان کے جنوبی علاقوں میں فرنگی کے خلاف فقیر ایپی کی مدد کیلئے جرگے بلائے گئے اور لشکر جمع کرنے کیلئے ڈھول بجائے گئے۔ حاکم خوست دوست محمد نے ان قبائل کا جرگہ بلا کر انہیں بتایا: ”آپ لوگوں کو لشکر کی صورت میں خمسورہ جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔“ لیکن ۲۶ دسمبر کو علاقہ دار نے انہیں بتایا کہ چھوٹے چھوٹے گروپوں کی صورت میں خمسورہ جانے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ لیکن بینر ز اور ڈھول کے ساتھ لشکر کا جانا ممنوع ہے۔ ۲۷ دسمبر کو حاکم اور گون پیر محمد نے برمل کے کابل خیل وزیر اور ملیشیا کے افسروں پر مشتمل جرگہ اور گون طلب کیا۔ جس میں انہوں نے بتایا کہ ملک ملیشیا کا سپاہی اور خاصہ دار کے علاوہ دیگر قبائل کو خمسورہ جانے کی اجازت ہے۔ اسی طرح ۶ جنوری ۱۹۳۷ء تک ان علاقہ جات سے ۹۰۰ مجاہدین خمسورہ پہنچ گئے۔ فقیر ایپی اصل میں ”جنت میر“ عید حسن اور بہرام خان کی وساطت سے ان تک ہدایات پہنچاتے رہے (24)۔ مزید برآں آپ نے محسود اور بٹنی قبیلوں کے اہم افراد کے ساتھ مکتوبات کے ذریعے برابر رابطہ قائم رکھا۔

منووی نجیب اللہ سوندی کے نام خط میں آپ نے لکھا۔ ”آپ کے علاقے کے جملہ غازیوں کے لئے دعا گو ہوں۔ آپ جہاد کے بارے میں سب مسلمانوں کو اور بالخصوص غازیوں کو تبلیغ فرمادیں اور جہاد کیلئے علاقہ شکتوئی روانہ کریں۔ ملک شانی، ہیبت خیل، نظر خیل اور دریمین خیل سب قبیلوں کے غازیوں کو اطلاع کر دیں اور فوراً جہاد کے لئے روانہ کریں۔“ آپ نے مزید ملک حیات خان، ولی خان، ملا شیر علی خان، فقیر میر اعظم خان، فقیر خنی مر جان اور نجم خان محسود کو بھی اسی قسم کے خطوط لکھے۔ آپ نے سید حسن الکیلائی المعروف نقیب صاحب سے

بھی مدد کی درخواست کی۔ جن کی ترغیب پر ۱۵۰۰ افغان قبائل خیسورہ آئے۔ آپ نے وزیرستان کے تمام قبائل کو تاکید کی کہ اس دفعہ فرنگی ہوائی جہازوں کے ذریعے بمباری کرنے والے ہیں۔ ان سے بچاؤ کی خاطر ہر خاندان نزدیکی پہاڑی یا گھر کے قریب موزوں جگہوں پر غاریں کھودیں۔ دوسری جانب فرنگی نے خیسورہ پر دوسری بار فوج کشی سے پہلے صالح خان کو رہا کر کے اس کے ذریعے فقیر ایپی کو پیغام بھیجا کہ ”بھتری اسی میں ہے کہ فقیر ایپی“ صلح کر لیں ورنہ ان کو اور پوری وادی خیسورہ کو ہوائی جہازوں کے ذریعے نیست و نابود کر دیں گے۔ پھر پوری خیل جرگہ بھی بھیجا مگر فقیر ایپی کا دو ٹوک فیصلہ تھا کہ اسلام ملی کی واپسی اور وزیرستان سے فرنگی افواج کے انخلا کے علاوہ کوئی بات قابل قبول نہیں۔

خیسورہ پر دوسری فوج کشی

۲۹ نومبر کو میر علی سے لوئی خیسورہ تک سڑک کی تعمیر شروع کی گئی اور ساتھ ہی جنرل کولرج نے وزیرستان کے تمام سیاسی اختیارات اپنے ہاتھ میں لیکر آپریشن کا چارج خود سنبھالا۔ خیسورہ وادی اور گرد و نواح کے علاقے ہوائی حملوں کے باعث عام لوگوں کی آمدورفت کے لئے ممنوع قرار دیتے ہوئے کولرج نے حکم دیا کہ فوج کے آگے پیچھے ۵ میل تک کے علاقہ میں کوئی قبائل نظر آجائے تو اس پر فوراً بمباری کی جائے۔ ۳



وادی خیسورہ میں مجاہدین کے خلاف دشمن توپ چلانے کی تیاری میں مصروف

دسمبر کو خیسورہ کے علاقہ پر جہازوں کے ذریعے پمفلٹ گرائے۔ جن کے ذریعے قبائل کو دھمکی دی گئی کہ حکومت کی اطلاع کے مطابق فقیر ایپی آپ کے علاقہ میں ہیں جب تک وہ تمہارے علاقہ میں موجود رہیں گے آپ پر ہوائی جہازوں کی بمباری جاری رہے گی۔ اس لئے اپنے بال بچوں کو محفوظ

مقامات پر منتقل کر دیں اور تب تک واپس نہ آئیں جب تک تمہیں اطلاع نہیں دی جاتی۔ بنوں کی طرف سے غازیوں کی آمدورفت اور راشن پہنچانے پر پابندی لگادی گئی۔ ۹ دسمبر کو تین بریگیڈ فوج نے خیسورہ میں جلیر الگھ میں کیمپ لگوا دیا۔ ۱۰ دسمبر کو فقیر ایپی نے غازیوں کو فوج کے خلاف گوریلا طرز کی کارروائی شروع کرنے کی ہدایت دی اور خود اسل کوٹ چلے گئے۔ دوسرے دن آپ نے اعلان کیا ”جو کوئی فرنگی کے خلاف جہاد میں ہمارا ساتھ دے گا، فرنگی توپ و تفنگ اور ہوائی جہاز کی بمباری اس پر اثر نہیں کرے گی۔“ فوج نے ۱۵ دسمبر تک آس پاس کے تمام دیہات مسمار کئے اور شدید بمباری جاری رکھی۔ مجاہدین ۲۲ دسمبر تک انگریز فوج پر حملے کرتے رہے۔ دریں اثناء اتنی تیز اور موسلا دھار بارش ہوئی کہ فوج تتر بتر ہوئی اور زیر تعمیر سڑک بھی ناکارہ ہو گئی۔ فوج کا بہت سارا جنگی سامان خیسورہ میں رہ گیا اور ۲۳ دسمبر کو فوج واپس دوبارہ میر علی چلی گئی (25)۔ سپاہیوں کی بے شمار لاشیں وادی خیسورہ میں بکھری پڑی تھیں جبکہ ۶۳ غازیوں نے جام شہادت نوش کیا۔ فرنگی نے دوسری بار ناکامی کے بعد پوری خیل پر پھر اشتہارات گرائے کہ اگر تم لوگ حکومت کے ساتھ پر امن رہنا چاہتے ہو تو ۲۹ دسمبر کو اپنے

نمائندے گفت و شنید کے لئے میر علی بیچ دو۔ مذکورہ تاریخ پر طوری خیل ملکوں نے فرنگی حکومت کو صاف جواب دیا کہ وہ حکومت کی مدد کے بغیر نہ تو مجاہدین کو اپنے علاقے سے نکال سکتے ہیں اور نہ ہی فقیر ایپی کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس پر انہیں سخت دھمکی دی گئی کہ جب تک تم لوگ حکومتی احکامات کی تعمیل نہیں کرو گے اس وقت تک اپنے علاقوں میں نہیں جاسکو گے۔

ارسل کوٹ پر بمباری

فقیر ایپی ان دنوں ارسل کوٹ میں قیام پذیر تھے۔ انگریزوں نے ۱۳ دسمبر ۱۹۳۶ء سے ۴ جنوری ۱۹۳۷ء تک ارسل کوٹ پر شدید بمباری کی اور ساتھ ۸ جنوری ۱۹۳۷ء کو رزمک اور میر علی دونوں اطراف سے ایک دفعہ پھر خمیسورہ میں فوج کشی شروع کی۔ فقیر ایپی نے غازیوں کو گروپوں میں بانٹ کر گھنی جھاڑیوں سے اچانک فوج پر ہلہ بول دینے کی ہدایات جاری کیں، جن کی روشنی میں غازیوں نے برق رفتاری سے ڈاکٹی خلع میں فوج پر حملہ کیا۔ اس سے پہلے کہ فرنگی توپ، ہوائی جہاز اور مشین گنیں وغیرہ حرکت میں آتیں، مجاہدین نے اپنا کام کر دکھایا اور آس پاس کی جھاڑیوں میں پناہ لی۔ رات کو مجاہدین اور فوج کے مابین پھر دست بدست لڑائی ہوئی جس میں فوج کو کافی جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ فرنگی نے طوری خیل پر ۵۰ ہزار روپے جرمانہ عائد کیا اور فقیر ایپی کی مدد کے الزام میں ۱۲۰ خاصہ داروں کو بھی برخواست کیا۔ طوری خیل کو مزید دھمکی دی گئی کہ بیلسی سے بھی بچائی تک لشکر کو کوئی پناہ نہیں دے گا۔ خمیسورہ سے فوج کی واپسی پر فرنگی نے محسود، وزیر اور داوڑ قبیلوں کے ساتھ جرگے کئے اور مدی خیل ملکوں کو سختی کے ساتھ تاکید کی کہ یا تو فقیر ایپی کو اپنے علاقہ سے نکال دیں یا ان کے پرامن رہنے کی ضمانت دیں۔ ملکوں نے فرنگی حکومت کا پیغام فقیر ایپی کو پہنچایا۔ آپ نے ملکوں سے کہا ”میں کو شش کروں گا کہ میری وجہ سے آپ کو تکلیف نہ ہو“ پھر بھی اگر میرے یہاں رہنے سے آپ کو تکلیف پہنچتی ہے تو میں یہ علاقہ چھوڑ دوں گا“ (26)۔ اس کے بعد فقیر ایپی چلہ کشی کے لئے غار میں گوشہ نشین ہوئے اور فرنگی نے ملکوں کی وساطت سے امن کے قیام کے لئے مصالحتی کوششیں جاری رکھیں۔

فقیر ایپی کا دوٹوک اعلان

فقیر ایپی نے چلہ مکمل کرنے کے بعد فرنگی مصالحتی کوششوں کے جواب میں ۲۶ فروری ۱۹۳۷ء کو نماز جمعہ کے بعد مجاہدین سے خطاب کرتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں اعلان کیا۔ ”ہمارے اور فرنگی کے مابین کفر اور اسلام کا معاملہ ہے۔ جو کوئی اسلام کا دعویدار ہے اور دل میں ایمان کا جذبہ بھی رکھتا ہے وہ کافروں کے ساتھ کسی قسم کی صلح نہیں کر سکتا۔ آپ لوگ یہ بات غور سے سنیں کہ ہمارے اور فرنگی کے درمیان مصالحت کا کوئی امکان نہیں ہے۔“ ۲۴ مارچ کو غلجسی درے پلاری، طوری خیل، داوڑ، شمالی خیل، جلال خیل اور برمل کے کابل خیل قبائل کے وفد نے آپ سے ملاقاتیں کیں۔ فقیر ایپی نے ان پر زور دیا کہ فرنگی ہمارے دین و دنیا کے دشمن ہیں، آؤ! ہم سب مل کر انکاٹ کر مقابلہ کریں۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ فرنگی ملازمین اور خاصہ دار اپنی ملازمتیں چھوڑ دیں ورنہ مرنے کی صورت میں کوئی ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائے گا۔ فقیر ایپی کے اس اعلان پر کئی لوگوں نے خاصہ داری چھوڑ کر فقیر ایپی کے لشکر میں شمولیت اختیار کی۔ آپ کے دوٹوک اعلان اور قبائلی وفد کیساتھ رابطوں کے پیش نظر ۲۴ مارچ کو اسسٹنٹ ریذیڈنٹ نے ملکوں کے ذریعے فقیر ایپی کو خبردار کیا کہ حکومت فقیر ایپی کی تمام مساجد اور مکانات ان کی مرضی کے مطابق تعمیر کرے گی، مستقبل میں مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی اور فقیر ایپی کے لشکر کے ہاتھوں اٹھائے گئے تمام نقصانات بھی معاف کرے گی۔ فقیر ایپی نے ملکوں سے کہا کہ وہ اس معاملے پر اپنے پیروکاروں کے ساتھ صلاح مشورہ کریں گے (27)۔ فرنگی حکومت نے اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ فقیر ایپی حکومت کے ساتھ صلح نہیں کرنا چاہتے اس لئے ۲۶ مارچ کو احکامات جاری کئے۔ غازیوں کو جہاں پناہ ملتی ہے ان تمام ٹھکانوں پر بمباری کی جائے گی، فوجی کیمپوں کے نزدیک طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک جو کوئی نظر آئے گا دشمن تصور کیا جائے گا اور بنوں، رزمک سڑک کے دونوں اطراف ایک میل کے احاطہ تک ملک اور

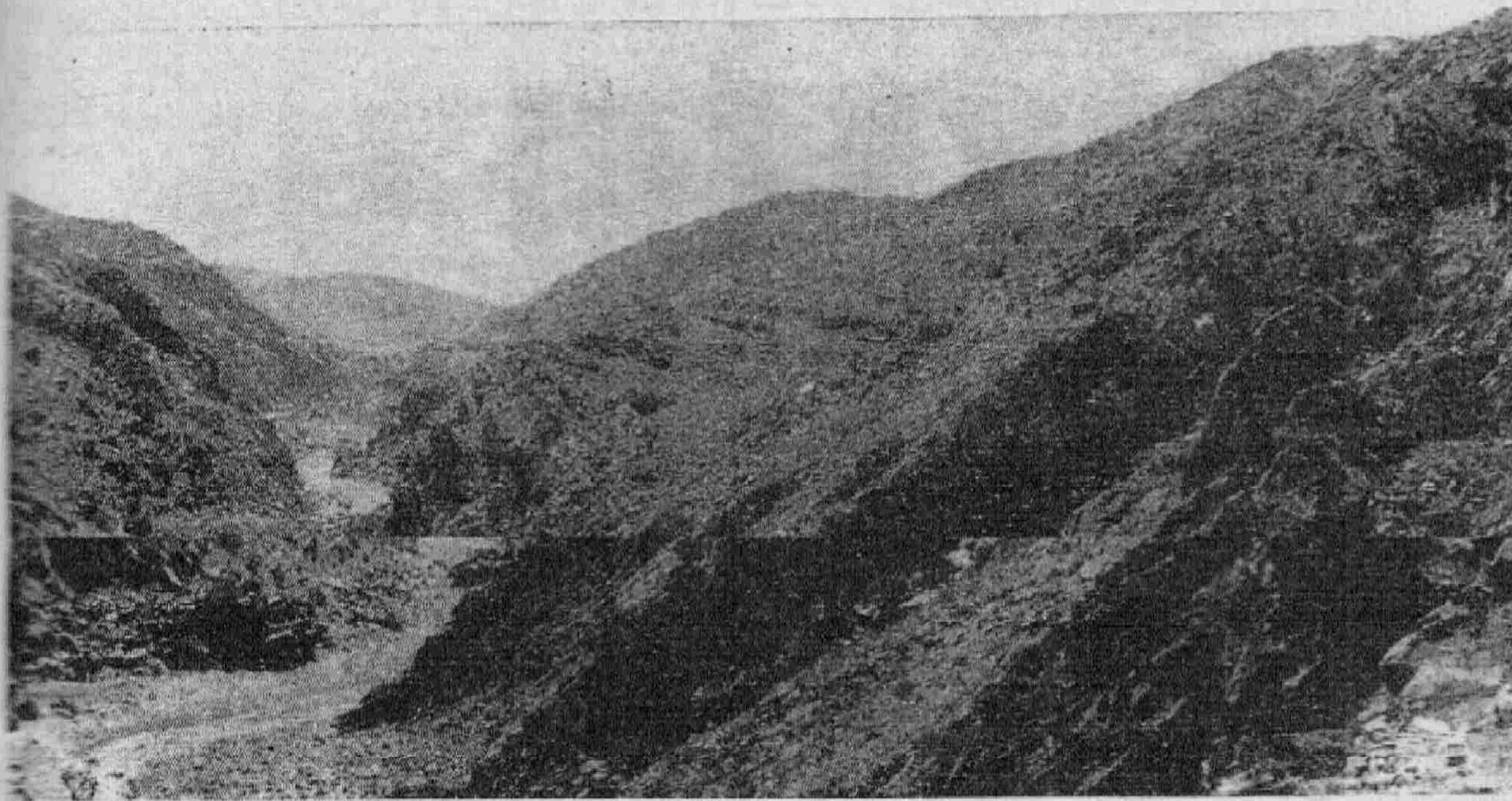
خاصہ دار کے علاوہ کوئی بھی اپنے ساتھ اسلحہ نہیں رکھ سکے گا۔ فرنگی حکومت کی ان دھمکیوں کے باوجود فقیر ایپی نے مجاہدین کو ڈمیل کیمپ پر حملہ کرنے کی ہدایات جاری کیں۔

ڈمیل معرکہ

۲۹ مارچ ۱۹۳۷ء کو ڈمیل کیمپ سے فوج جو نئی سڑک کے کھڑے پکنوں کے قیام کے سلسلے میں باہر آئی تو غازیوں نے اس پاس کی جھاڑیوں اور ندی نالوں سے نکل کر اچانک فوج پر حملہ کر دیا۔ فوج بھڑکی لڑائی جاری رہی جس میں ۱۱۵ انگریز آفیسر اور سپاہی ہلاک اور ۷۰ زخمی ہوئے جبکہ مجاہدین کی طرف سے ۴۰ غازی شہید اور ۶۴ زخمی ہوئے۔ شہیدوں میں ایک نعمت خان محسود بھی شامل تھے جنہوں نے ۲۷ مارچ کو ایک خط آپ میں تمنا، ذفقیر ایپی، گودکھا تھا۔ پہلے تو اس نے کوئی خاص پرواہ نہیں کی تھی مگر تیسری دفعہ فقیر ایپی نے ایک چھوٹی سے کنکری مار کر فرمایا تھا ”اٹھو! ڈمیل میں فرنگی کے خلاف جہاد میں حصہ لو“۔ نیند سے جاگنے کے بعد وہ چھوٹا سا ٹکڑا اس کے بستر پر پڑا تھا۔ نعمت خان اسی صبح زرد علی خان کے ہمراہ ڈمیل روانہ ہوا تھا اور وہاں لڑائی شروع ہونے سے پہلے پہنچ چکا تھا (28)۔ مقامی لوگوں کے مطابق ڈمیل کا معرکہ بہت خون آشام تھا۔ تاہم غازیوں نے حیران کن کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ جنت میر طوری خیل نے زخمی ہونے کے باوجود جس دلیری اور بہادری کا مظاہرہ کیا تھا اس کی تفصیل آخر میں فقیر ایپی کے دیرینہ ساتھیوں کی فہرست میں دی گئی ہے۔ میری معلومات کے مطابق خیسورہ معرکوں کے بعد ڈمیل شہور تنگی اور پھر مکین کی لڑائی غازیوں کی بے مثال شجاعت کے حیران کن کارناموں پر مبنی تھی۔ اس کے چند روز بعد غازیوں نے خونیں خیل محسود کی قیادت میں شہور تنگی میں پھر فرنگی کانوائے پر حملہ بول دیا۔

معرکہ شہور تنگی

۹ اپریل کو ۵۲ گاڑیوں پر مشتمل ایک فوجی کانوائے منزئی سے وانا جا رہا تھا۔ مجاہدین نے خونیں خیل کی قیادت میں شہور تنگی کے مقام پر سڑک کے قریب پتھر ملی چٹان میں ایسی پوزیشن سنبھالی ہوئی تھی کہ ہوائی جہاز بھی ان کا کھوج نہیں لگا سکتا تھا۔ کانوائے جب تنگ درہ میں پہنچا تو غازیوں نے نہایت ہی پھرتی



شہور تنگی کی تنگ گھاٹی

اور ہوشیاری سے کانوائے پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ حملہ کی خبر فوراً چھملائی قلعہ تک پہنچی جہاں سے جنڈولہ سر وکئی اور وانا سکاؤٹس گشت پارٹیوں کو سرارونڈہ سپلائی اور تنائی سے ٹیلی فون کے ذریعے مدد کے لئے بلایا گیا اور ساتھ ہی جہازوں سے بمباری کا سلسلہ جاری رہا۔ رات کو

غازیوں کے خوف سے سکاؤٹس کے سپاہی کارروائی سے گریزاں تھے۔ دوسرے دن نتیجہ خیز کارروائی کے لئے مناسب انتظامات کئے گئے مگر

مجاہدین اپنا کام کر چکے تھے۔ اس جھڑپ میں سات انگریز آفیسر ۳۶ سپاہی اور دس ڈرائیور ہلاک اور دیگر سپاہی شدید زخمی کئے گئے، ۵ غازی بھی شہید ہوئے۔ مگر اس دلیرانہ حملے کا فرنگی پر بدنامی کا تاریخ ساز داغ لگ چکا تھا۔ جس کے نتیجے میں وزیرستان کے کمانڈنگ آفیسر کو گھر بھیج دیا گیا۔ قبائل پر اس جرات مندانہ حملے کا اتنا زبردست اثر ہوا کہ بچے بوڑھے خواتین اور بالخصوص نوجوان بڑے فخریہ انداز سے خونیں خیل اور ان کے ساتھیوں کا لوک گیتوں میں تذکرے کرنے لگے۔ (ترجمہ) ”اگر محسود قبیلہ میں کوئی ہے تو وہ خونیں خیل جلال خیل ہیں۔ آپ نوجوانوں کے دل کی دھڑکن اور سر کے تاج ہیں۔ شہر میں فرنگی پر حملہ کیا کہ فرمان الہی تھا۔ یہ فقیر کے مرید تھے اور شیخ پر ننگ کرتے تھے۔ دہلی کی جامع مسجد بالمقابل تھی شاید کہ یہی فرمان الہی تھا“ (29)۔

عمومی صورتحال اور اعلیٰ حکام کی رائے

۱۳ اپریل کو ملا شیر علی خان المعروف ”جنگی ملا“ نے فرنگی کے خلاف جہاد کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ”اب میں فقیر ہوں، عمر خیل کلی میں لنگر جاری کرنا چاہتا ہوں اور غار میں رہوں گا“۔ ۷ اپریل کو تیارزہ قلعہ پر حملہ کرنے کے لئے لدھا اور وانا ٹیلی فون لائنیں کاٹ دی گئیں۔ ۱۸ اپریل کو تیارزہ قلعہ پر حملہ کیا گیا۔ ہوائی گولہ باری سے عمر خیل کلی میں اکثر مکانات پیوند زمین ہو گئے۔ ملکوں کی کوششوں سے وقتی طور پر معاملہ ختم کر دیا گیا مگر جنگی ملا نے جہاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ وزیرستان بھر میں سڑکوں، قلعوں اور کانوائیوں پر حملے روز کا معمول بن گئے تھے۔ انگریزوں نے ایک مرتبہ پھر اتمانزئی ملکوں کے ذریعے فقیر ایپی کو صلح کا پیغام بھیجا۔ فقیر ایپی نے جواباً کہا ”میں نے محسود، وزیر، داوڑ اور بٹنی علماء کرام سے فرنگی کے ساتھ مصالحت کے بارے میں فتوے منگوائے ہیں جب تک جواب نہیں پہنچ جاتا تب تک حکومت انتظار کرے“۔ اس جواب سے انگریز مطمئن نہیں ہوئے۔ جنرل کولرج کو ایک دفعہ پھر تمام سیاسی اختیارات اور آپریشن کی نگرانی سونپ دی گئی۔ ۲۲ اپریل سے ۲۶ اپریل تک ۱۹۳ء تک خیوسورہ پر شدید بمباری کی گئی۔ فقیر ایپی کی سرگرمیوں سے متعلق سرحد حکومت نے حکومت ہند کو لکھا ”فقیر ایپی“

مجاہدین اپنا کام کر چکے تھے۔ اس جھڑپ میں سات انگریز آفیسر ۳۶ سپاہی اور دس ڈرائیور ہلاک اور دیگر سپاہی شدید زخمی کئے گئے، ۵ غازی بھی شہید ہوئے۔ مگر اس دلیرانہ حملے کا فرنگی پر بدنامی کا تاریخ ساز داغ لگ چکا تھا۔ جس کے نتیجے میں وزیرستان کے کمانڈنگ آفیسر کو گھر بھیج دیا گیا۔ قبائل پر اس جرات مندانہ حملے کا اتنا زبردست اثر ہوا کہ بچے بوڑھے خواتین اور بالخصوص نوجوان بڑے فخریہ انداز سے خونیں خیل اور ان کے ساتھیوں کا لوک گیتوں میں تذکرے کرنے لگے۔ (ترجمہ) ”اگر محسود قبیلہ میں کوئی ہے تو وہ خونیں خیل جلال خیل ہیں۔ آپ نوجوانوں کے دل کی دھڑکن اور سر کے تاج ہیں۔ شہر میں فرنگی پر حملہ کیا کہ فرمان الہی تھا۔ یہ فقیر کے مرید تھے اور شیخ پر ننگ کرتے تھے۔ دہلی کی جامع مسجد بالمقابل تھی شاید کہ یہی فرمان الہی تھا“ (29)۔

عمومی صورتحال اور اعلیٰ حکام کی رائے

۱۳ اپریل کو ملا شیر علی خان المعروف ”جنگلی ملا“ نے فرنگی کے خلاف جہاد کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ”اب میں فقیر ہوں“ عمر خیل کلی میں لنگر جاری کرنا چاہتا ہوں اور غار میں رہوں گا۔“ ۷ اپریل کو تیارزہ قلعہ پر حملہ کرنے کے لئے لڈھا اور وائیلی فون لائنیں کاٹ دی گئیں۔ ۱۸ اپریل کو تیارزہ قلعہ پر حملہ کیا گیا۔ ہوائی گولہ باری سے عمر خیل کلی میں اکثر مکانات پیوند زمین ہو گئے۔ ملکوں کی کوششوں سے وقتی طور پر معاملہ ختم کر دیا گیا مگر جنگلی ملا نے جہاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ وزیرستان بھر میں سڑکوں، قلعوں اور کانوائیوں پر حملے روز کا معمول بن گئے تھے۔ انگریزوں نے ایک مرتبہ پھر اتمانزئی ملکوں کے ذریعے فقیر ایپی کو صلح کا پیغام بھیجا۔ فقیر ایپی نے جواباً کہا ”میں نے محسود وزیر داؤڑ اور بٹنی علماء کرام سے فرنگی کے ساتھ مصالحت کے بارے میں فتوے منگوائے ہیں جب تک جواب نہیں پہنچ جاتا تب تک حکومت انتظار کرے۔“ اس جواب سے انگریز مطمئن نہیں ہوئے۔ جنرل کولرج کو ایک دفعہ پھر تمام سیاسی اختیارات اور آپریشن کی نگرانی سونپ دی گئی۔ ۲۲ اپریل سے ۲۶ اپریل ۱۹۳۱ء تک خیصوہ پر شدید بمباری کی گئی۔ فقیر ایپی کی سرگرمیوں سے متعلق سرحد حکومت نے حکومت ہند کو لکھا ”فقیر ایپی“ جہاں جاتا ہے لنگر جاری کرتا ہے۔ غازیوں کو کمبل گرم کپڑا اور اسلحہ مہیا کرتا ہے۔ مخبروں کے ذریعے خطوط کا تبادلہ کرتا ہے اور پیغام رساں کو معاوضہ دیتا ہے۔ سرحد کے آس پاس تمام سرکردہ قبائل سے برابر رابطے بھی قائم کئے ہوئے ہے۔ اس کے خفیہ ٹھکانوں کا اندازہ لگانا اب بھی مشکل ہے۔“ اس پر حکومت ہند نے سیکرٹری آف سٹیٹ کو لکھا کہ ”ہندو لڑکی سے متعلق فقیر ایپی کی باتوں کا قبائلی نوجوانوں پر بڑا اثر ہوا ہے۔ مقامی انتظامیہ سے اس کا اندازہ لگانے میں غلطی سرزد ہوئی ہے۔ اب بھی یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ قبائلی جذبات کتنے شدید اور طویل ہوں گے لیکن یہ اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں ہے کہ ان میں آخری حد تک لڑنے کی ہمت ہے“ (30)۔ فرنگی اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ ساری گڑبڑ کے ذمہ دار صرف فقیر ایپی ہیں۔ لہذا انہیں نیست و نابود کرنے یا کم از کم خیصوہ سے نکلنے کے لئے ارسل کوٹ کی تباہی کا فیصلہ کیا گیا۔

ارسل کوٹ کی تباہی

خیصوہ، شکتوسی اور ارسل کوٹ میں بار بار انگریز فوج کو سبکی ہوئی اور فقیر ایپی کو اپنی راہ پر لانے میں ناکام ہوئی۔ تو انہوں نے ارسل کوٹ پر پھر زوردار حملے کا پروگرام بنایا۔ پہلے ارسل کوٹ کو مسمار کرنا تھا پھر گڑھی دام کمپ سے فوج نے پیش قدمی کرنا تھی۔ اس جگہ پر پہلے اشتہارات پھینکے گئے جن کا متن ذیل ہے۔

اعلان

ہم باشندگان وادی خیصوہ پائیں ماہین ساکی دسین باشندگان شکتوسی الھڈ ماہین دما میر کلی وکرکن دام باشندگان جملہ ارسل کوٹ سے تین میل کے اندر آباد ہیں۔ چونکہ وادی خیصوہ پائیں شکتوسی الھڈ اور خاص کر ارسل کوٹ کے گرد و نواح کا علاقہ مخالف لشکر کے قیام و پناہ گزین اور حکومت کے خلاف دیگر کارروائیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے حکومت

نے فیصلہ کیا ہے کہ ان تمام اشخاص پر جو مندرجہ ذیل رقبہ جات میں دیکھے جائیں ۱۶ اپریل ۱۹۳۷ء کو بذریعہ ہوائی جہاز چار جہاز حملہ شروع کیا جائے گا۔

(۱) رقبہ دو میل دریائے خیسورہ میں تین میل کا رقبہ۔

(ب) شکتوسی الگھڑ کے دونوں طرف ایک ایک میل کا رقبہ جو مقام اتصال تبسی الگھڑ اور شکتوسی الگھڑ سے بالائی طرف اڑپ کوٹ سے ایک میل فاصلہ تک۔

مندرجہ بالا رقبہ جات پر ۱۶ اپریل ۱۹۳۷ء بروز منگل دوپہر سے ہوائی حملہ تاحکم ثانی جاری رہے گا۔ لہذا عرض ہے کہ تم اپنی جانوں اپنے اہل و عیال اور اپنے مویشیوں کی جانوں کو بچا لو تمہیں اطلاع دی جاتی ہے کہ مذکورہ رقبہ جات کو فوراً خالی کر دو۔ اس علاقہ میں اس وقت تک واپس نہ آؤ جب تک حکومت کوئی عندیہ نہ دے آپکو خبردار کیا جاتا ہے کہ نہ پھٹے ہوئے بموں کو ہاتھ نہ لگاؤ کیونکہ یہ بہت خطرناک ہوتے ہیں اور ان کے پھٹنے کا ہر وقت اندیشہ ہے

حکم سرکار عالیہ

مقامی لوگوں کا خیال تھا کہ فرنگی چند ہم گرائیں گے جو مکانات کے لئے زیادہ نقصان کا باعث نہیں بنیں گے۔ اس لئے انہوں نے یہاں

چوں کو مویشیوں سمیت پہلے

سے محفوظ مقامات پر پہنچا دیا۔

لیکن سامان گھروں کے اندر

چھوڑ گئے تھے۔ حاجی قادم

خون حال ارسل کوٹ نے بتایا

کہ ہم لوگ پہاڑ کی چوٹی پر

کھڑے ہو کر یہ نظارہ دیکھ

رہے تھے کہ تارخ مقررہ پر

ایک جہاز آیا اور اس نے چھوٹا

بم گرایا جس سے کوئی نقصان

نہیں ہوا اس لئے ہم خوش

ہوئے۔ مگر تھوڑے وقفے کے



مجاہدین کے خلاف فرنگی جہازوں کا سکوارڈ

بعد چار جہاز اکٹھے آئے۔ آگے والے نے ایک بہت بڑا بم (ایک ہزار پونڈ وزنی) گرایا جس سے پورا ایک برج طبع کا ڈھیر بن گیا۔ یہ سلسلہ کئی دنوں تک جاری رہا۔ ارسل کوٹ اور تریخ ختلہ دونوں کو مکمل طور پر تباہ کیا گیا۔ قادم خون کے بھول فقیر ایپی ارسل کوٹ سے دو فرات شمال میں ایک چٹان کے نیچے موجود تھے۔ ارسل کوٹ کی تباہی کا حال بتاتے ہوئے مقامی لوگوں نے بتایا کہ اس پورے علاقے میں ایک بھی مکان سلامت نہیں رہا اور اتنا لوہا ہر سایا گیا کہ ان کے ٹکڑے پڑے ہوئے پتھروں سے بھی زیادہ تھے اور اور یہ یوں محسوس رہا تھا گویا قیامت صغریٰ ہو گئی ہے۔ ارسل کوٹ پر ۳۱ دسمبر ۱۹۳۷ء سے جون ۱۹۳۸ء تک بار بار بمباری کی گئی۔ جیادی وجہ یہ تھی کہ یہاں فقیر ایپی نے پناہ لے رکھی تھی۔ فقیر ایپی موقع پا کر پہلے زیاندے پھر کوٹ سرکار خ کیا۔ گڑھی دام کمپ کے وقت سکاؤٹس نے رات کے وقت ارسل کوٹ کی حمایت لی۔ مگر فقیر ایپی ہاتھ نہ آئے تو مکرار ارسل خان کو گرفتار کر لیا گیا۔

اس علاقہ میں اس وقت تک واپس نہ آؤ جب تک حکومت کوئی عندیہ نہ دے آپکو خبردار کیا جاتا ہے کہ نہ پھٹے ہوئے بموں کو ہاتھ نہ لگاؤ کیونکہ یہ بہت خطرناک ہوتے ہیں اور ان کے پھٹنے کا ہر وقت اندیشہ ہے

حکیم سرکار عالیہ

مقامی لوگوں کا خیال تھا کہ فرنگی چند بم گرائیں گے جو مکانات کے لئے زیادہ نقصان کا باعث نہیں بنیں گے۔ اس لئے انہوں نے بال

پچوں کو مویشیوں سمیت پہلے

سے محفوظ مقامات پر پہنچا دیا۔

لیکن سامان گھروں کے اندر

چھوڑ گئے تھے۔ حاجی قادم

خون حال ارسل کوٹ نے بتایا

کہ ہم لوگ پہاڑ کی چوٹی پر

کھڑے ہو کر یہ نظارہ دیکھ

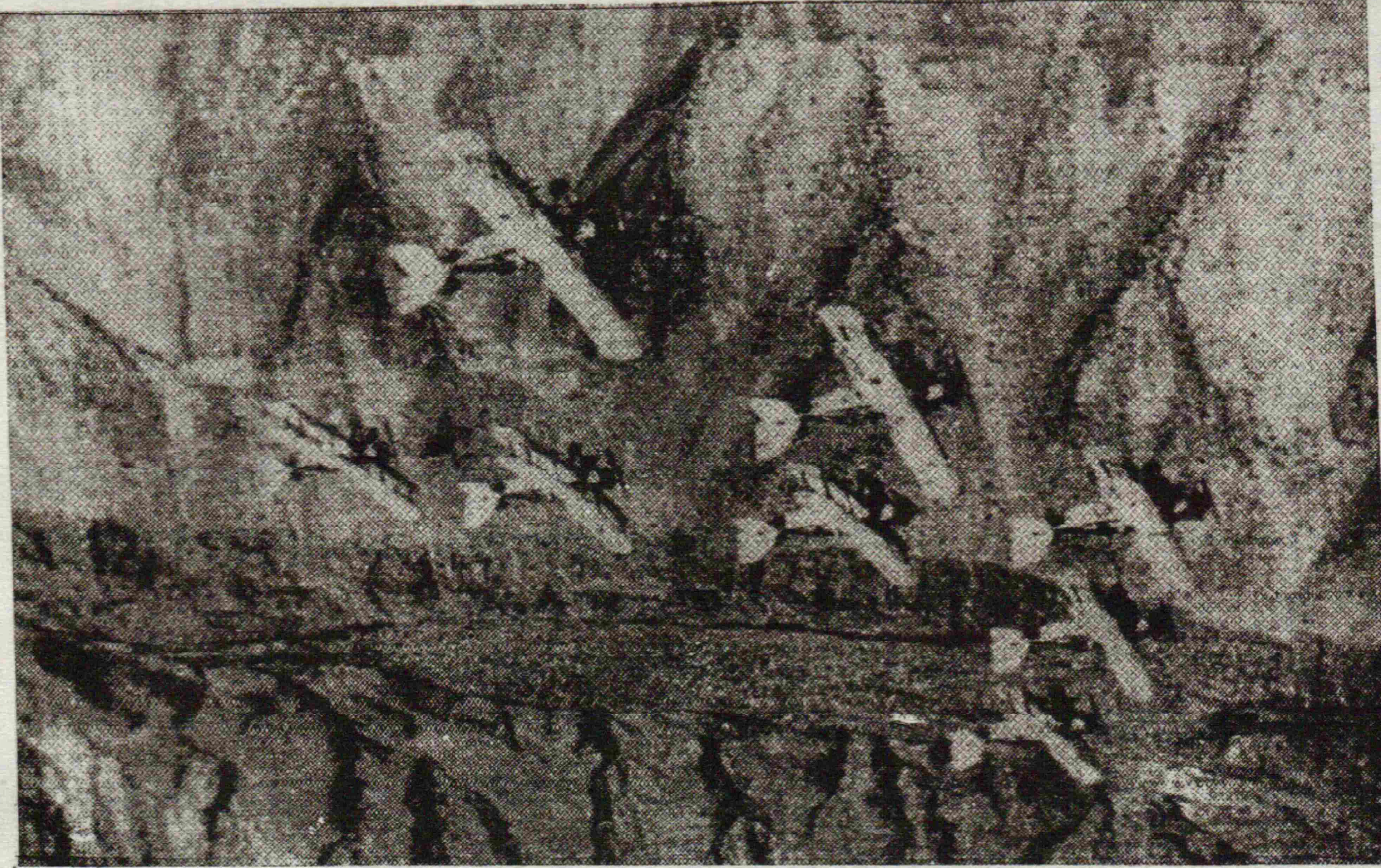
رہے تھے کہ تاریخ مقررہ پر

ایک جہاز آیا اور اس نے چھوٹا

بم گرایا جس سے کوئی نقصان

نہیں ہوا اس لئے ہم خوش

ہوئے۔ مگر تھوڑے وقفے کے



مجاہدین کے خلاف فرنگی جہازوں کا سکوارڈ

بعد چار جہاز اکٹھے آئے۔ آگے والے نے ایک بہت بڑا بم (ایک ہزار پونڈ وزنی) گرایا جس سے پورا ایک برج طبعے کا ڈھیر بن گیا۔ یہ سلسلہ کئی

دنوں تک جاری رہا۔ ارسل کوٹ اور ترخ تلمہ دونوں کو مکمل طور پر تباہ کیا گیا۔ قادم خون کے بقول فقیر ایپی ارسل کوٹ سے دو فرلانگ

شمال میں ایک چٹان کے نیچے موجود تھے۔ ارسل کوٹ کی تباہی کا حال بتاتے ہوئے مقامی لوگوں نے بتایا کہ اس پورے علاقے میں ایک بھی مکان

سلامت نہیں رہا اور اتنا لوہا برباد کیا گیا کہ ان کے ٹکڑے پڑے ہوئے پتھروں سے بھی زیادہ تھے اور اور یہ یوں محسوس رہا تھا گویا قیامت صغریٰ برپا

ہو گئی ہے۔ ارسل کوٹ پر ۳۱ دسمبر ۱۹۳۶ء سے جون ۱۹۳۷ء تک بار بار بمباری کی گئی۔ بنیادی وجہ یہ تھی کہ یہاں فقیر ایپی نے پناہ لے رکھی

تھی۔ فقیر ایپی موقع پا کر پہلے زیاندے پھر کونڈسر کا رخ کیا۔ گڑھی وام کمپ کے وقت سکاوٹس نے رات کے وقت ارسل کوٹ کی تلاشی

لی۔ مگر فقیر ایپی ہاتھ نہ آئے تو مگر ارسل خان کو گرفتار کر لیا گیا۔

خیسورہ پر تیسری فوج کشی

۱۱ مئی ۱۹۲۳ء کو جنرل کو لرج کی قیادت میں تین بریگیڈ فوج گڑھی دام سے خیسورہ روانہ ہوئی۔ فوج کو ارسل کوٹ اور قرب و جوار کی آبادیوں کو ملیا میٹ کرنے، مجاہدین کے غاروں کو بارود سے اڑانے اور راشن ضائع کرنے کے احکامات جاری کئے گئے۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ خیسورہ میں فرنگی فوج کی بربریت جاری تھی کہ ۲۵ مئی کو سہ پہر ایک غیر معمولی طوفان آگیا، آندھی، بجلی کی کڑک، تند و تیز بارش اور شدید اولوں کے باعث ندی نالوں میں بہت بڑا سیلاب آگیا۔ گڑھی دام کھپ میں پانی سے فوج کا سارا راشن ضائع ہوا اور دوسلی گڑھی دام سڑک کو بہت نقصان پہنچا۔ فوج کو ۲۴ گھنٹوں کے لئے پیش قدمی ملتوی کرنا پڑی۔ ۲۷ مئی کو ٹوچی سکاؤٹس کی ایک پلاٹون نے ارسل کوٹ کے قریب پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ مجاہدین اور سکاؤٹس کے مابین یہاں خون ریز جھڑپ بھی ہوئی۔ ۲۸ مئی تک ارسل کوٹ ہوائی جہازوں کی شدید بمباری کے باعث لمبے کاڈھیر بن گیا تھا۔ مجاہدین ارسل کوٹ سے دو میل جنوب کو پہاڑوں میں تھے جبکہ فقیر ایپی ارسل کوٹ سے نکل چکے تھے۔ گور کھانے غاروں کی تلاشی لی مگر کچھ نہیں ملا۔ صرف ایک ملی ملی تھی اور مقامی محققین کے مطابق فوج یہ سمجھتے ہوئے کہ فقیر ایپی ہے اپنے ساتھ گڑھی دام کھپ لے گئی۔ ان کا خیال تھا کہ فقیر ایپی نے حلیہ بدلہ ہے اس لئے چند دنوں بعد اپنی اصلی حالت میں آجائیں گے۔ کھپ میں ملی کو پنجرے میں بند کیا تھا۔ مگر بعد میں جب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ ملی ہے تو پھر چھوڑ دیا تھا۔ غاروں کی تباہی کے لئے ۱۹ پونڈ کاٹن استعمال کیا گیا۔ فوج نے ارسل کوٹ سے آگے پیش قدمی جاری رکھی تاکہ فقیر ایپی کو گرفتار کیا جائے۔ مجاہدین فوج کا تعاقب کرتے رہے۔ تریخ تلاکلی کے پچ الگھ میں موقع پا کر فوج پر ٹوٹ پڑے اور بہت سارے سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا عبد اللہ جان ساکن تریخ تملہ شکتوئی نے بتایا کہ اس نے دور سے دیکھا کہ فوج ہندوستانی سپاہیوں کی لاشیں اٹھا رہی تھی اور ایک اونٹ پر چھ لاشیں باندھ کر یوز کچا میں ایک جگہ جمع کر رہی تھی۔ جب بہت ساری لاشیں جمع کی گئیں تو پھر ان سب کو اکٹھا جلادیا گیا۔ فرنگی فوج آگے زیادہ تک گئی جہاں ایک پختہ اونچی چٹان اور تنگ کھائی نے راستہ روکا جس کے باعث وہاں سے فوج پیچھے مڑی جب زیادہ پہنچی۔ یہاں ۲۰ غازیوں نے جو پہلے سے موجود تھے فوج کے گھیرے میں آگئے۔ انہوں نے مقابلہ جاری رکھا مگر کار توں ختم ہونے پر انہوں نے دو پہاڑوں کے بیچ بڑے پتھر میں پناہ لی۔ فوج ارد گرد جمع ہوئی اور ان کو گھیرے میں لے لیا۔ فوج کے ساتھ پولیٹیکل افسر بھی تھا اس نے خط لکھ کر ان کے ہاں پھینکا تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ اعتبار ہے باہر آجائیں تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ غازیوں کے مشرزا کیم خان محسود نے انکار کر دیا تھا مگر دوسرے ساتھیوں نے مشورہ دیا تھا کہ اعتبار دیا ہے اس لئے کچھ نہیں کہیں گے۔ بہر کیف وہ باہر نکل آئے۔ نیچے ہموار زمین پر سب کو جمع کیا فوج ان کے نام کی فہرست مرتب کر رہی تھی جب زاکیم خان کا نام پکارا گیا تو کرنل نے اس پر فوراً پستول سے فائر کیا اس پر اس کے بھائی نیکار خان اپنے کوٹ کی آستین سے روایتی چھری نکال کر پلک جھپکنے میں کرنل کے سینے میں پوسٹ کر دی۔ کرنل نے مرتے وقت شاباش کہا۔ کپتان نے غام خون کو گولی مار کر انہیں شہید کیا۔ اس پر اس کے بھائی نام خون کپتان پر عقاب کی طرح ٹوٹ پڑا اور اپنی روایتی چھری سے ایک ہی وار میں جنم رسید کیا۔ بقیہ غازیوں کو سپاہیوں نے گھیرے میں لیا اور انہیں سنگینوں سے بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا۔ اس طرح ۲۰ میں سے ۱۹ غازیوں کو اعتبار لینے کے بعد میں شہید کیا گیا۔ ایک غازی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ ۱۹ میں سے ۱۳ محسود تھے اور چھ طور ی خیل، محسود شہداء میں سے بھی ۸ کا تعلق زاکیم خان محسود کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھا۔ جبکہ چھ طور ی خیل شہداء میں دو غام خون اور نام خون بھائی تھے۔ اس مہم میں ۲۰۰ انگریز افسران اور سپاہی ہلاک اور ۳۴ مجاہدین شہید ہوئے۔ رائیل آر ٹلری رپورٹ کے مطابق ”فقیر ایپی“ نے کرامات کا دعویٰ کیا جس سے قبائلیوں میں ان کی مقبولیت میں مزید اضافہ ہوا۔ فضل دین، دین فقیر اور خونئے خیل نے ان کی بھرپور مدد کی۔ طوفان کے باعث فوج کو فقیر ایپی کا پیچھا ترک کرنا پڑا“ (31)۔ بار بار فوج کشی اور اوپر سے اندھا دھند اور وحشیانہ بمباری کے باعث پورے شکتوئی یعنی ارسل کوٹ، تریخ تلاکلی کے احاطے میں



زیانندہ مرکز میں فقیر ایپی کی خلوت

سارے مکانات ملیا میٹ کئے گئے۔ سینکڑوں کی تعداد میں مجاہدین کو شہید کیا گیا۔ بہت ساروں کو زخمی کر دیا جبکہ چھوٹے بچے، بوڑھے، مریض اور خواتین کو بے گھر کیا گیا۔ مختصر یہ کہ پورا علاقہ قیامت کا سماں پیش کر رہا تھا۔ اس موقع پر فقیر ایپی کے پاس ۳ غازی (میر دل خان، طوری خیل، طالب جان اور ایک ساربان،

ایک اونٹ، ایک بکری اور ایک

بلی) رہ گئے تھے۔ آپ نے اس مختصر قافلہ کے ہمراہ محسود علاقہ بویہ میں ہجرت کی۔ اس واقعے کے چشم دید گواہ میر دل خان نے بتایا کہ بویہ میں ایک تنگ اور خوفناک گھاٹی میں رات پڑی۔ میں بہت خوفزدہ تھا ایک تو جان کو خطرہ تھا اور دوسری سب سے بڑی بات فقیر ایپی کی حفاظت تھی۔ جب آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو اپنے پاس بلا کر کہا کہ دعا کا خاص وقت ہوتا ہے۔ تم میرے لئے دعا کرو میں تمہارے واسطے دعا گو ہوں کہ خداوند تعالیٰ تمہیں دونوں جانوں میں خوش و خرم رکھے۔ رات تینوں یعنی اونٹ والے طالب جان اور میر دل خان نے فقیر ایپی کی بدی باری حفاظت کی۔ آخری حصہ میں ڈیوٹی میر دل خان کی آئی۔ آپ نے بتایا کہ ڈیوٹی کے دوران غنودگی طاری ہوئی۔ خواب میں دیکھا ”حق صاحب نے مجھے جگایا میں نے پوچھا کی بات ہے آپ نے فرمایا کہ چار آدمی آئے ہوئے ہیں سامنے بیٹھے ہیں۔ جن میں رسول ﷺ بھی شامل ہیں اور آپ نے مجھے دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ گھبراؤ مت تم ضرور سرخرو ہو گے۔ اس دوران طالب جان نے مجھے جگایا۔ میں نے فقیر ایپی کو خواب کے بارے میں آگاہ کیا آپ نے خاموش رہنے کو کہا۔ دوسرے دن ہم خونے خیل کے ہاں چلے گئے۔

ہمباری کے خلاف لیگ آف نیشنز میں تنقید

برطانوی پارلیمنٹ کے ایک سوشلسٹ لیڈر جارج لینزری نے قبائلیوں کے گھروں پر ہمباری اور ان کی عورتوں اور بچوں کے مارے جانے پر لیگ آف نیشنز کی توجہ دلائی اور برطانوی پریس میں اعتراضات ہوئے۔ اس پر جون میں وزیر ہند نے برٹش پارلیمنٹ میں بیان میں ”فقیر ایپی“ کی حکومت مخالف سرگرمیوں کے سدباب اور قانون شکنی کے خاتمے کے لئے ضیمورہ اور شام کے علاقوں میں ہوائی آپریشنز ہمارے تھے۔ باقاعدہ اور بے قاعدہ فوج جو آپریشنز میں استعمال کی گئی اس کی تعداد ۷۳ ہزار تھی۔ دیہاتوں پر ہوائی حملوں سے متعلق یہ بتانا ضروری ہے کہ قبائل لشکر کے خلاف بڑا منی پھیلانے کی وجہ سے یہ امر ضروری تھا کہ وہ گاؤں جو قبائل لشکر کے قلعے تھے کے خلاف ہوائی جہاز استعمال کئے جائیں۔ جن کے لئے ہمیشہ ان پر سرخ اشتہارات پیشتر پھینکے جاتے تھے۔ زیادتی مقصد شری پسندوں کو ان کے گاؤں سے دور رکھنا اور ان کی زندگی کے آرام اور روزمرہ اسباب سے محروم کرنا اور ان کی عام عادتوں میں خلل ڈالنا تھا“ (32)۔ شہر تنگی میں کانوائی کی تباہی کا بدلہ لینے کے لئے ۴ جون کو فرسٹ انٹرنی بریگیڈ نے محسود علاقہ میں چش قدی شروع کی۔ سدا میر کلی میں پولیٹیکل ایجنٹ اور محسود ملکان نے فوج کا استقبال



زیانندے مرکز میں فقیر ایپی کی خلوت

سارے مکانات ملیا میٹ کئے گئے۔ سینکڑوں کی تعداد میں مجاہدین کو شہید کیا گیا۔ بہت ساروں کو زخمی کر دیا جبکہ چھوٹے بچے، بوڑھے، مریض اور خواتین کو بے گھر کیا گیا۔ مختصر یہ کہ پورا علاقہ قیامت کا سماں پیش کر رہا تھا۔ اس موقع پر فقیر ایپی کے پاس ۳ غازی (میر دل خان، طوری خیل، طالب جان اور ایک ساربان، ایک اونٹ، ایک بھری اور ایک

بلی) رہ گئے تھے۔ آپ نے اس مختصر قافلہ کے ہمراہ محسود علاقہ بویڑ میں ہجرت کی۔ اس واقعے کے چشم دید گواہ میر دل خان نے بتایا کہ بویڑ میں ایک تنگ اور خوفناک گھاٹی میں رات پڑی۔ میں بہت خوفزدہ تھا ایک تو جان کو خطرہ تھا اور دوسری سب سے بڑی بات فقیر ایپی کی حفاظت تھی۔ جب آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو اپنے پاس بلا کر کہا کہ دعا کا خاص وقت ہوتا ہے۔ تم میرے لئے دعا کرو میں تمہارے واسطے دعا گو ہوں کہ خداوند تعالیٰ تمہیں دونوں جہانوں میں خوش و خرم رکھے۔ رات تینوں یعنی اونٹ والے طالب جان اور میر دل خان نے فقیر ایپی کی باری باری حفاظت کی۔ آخری حصہ میں ڈیوٹی میر دل خان کی آئی۔ آپ نے بتایا کہ ڈیوٹی کے دوران غنودگی طاری ہوئی۔ خواب میں دیکھا ”حاجی صاحب نے مجھے جگایا میں نے پوچھا کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ چار آدمی آئے ہوئے ہیں سامنے بیٹھے ہیں۔ جن میں رسول ﷺ بھی شامل ہیں اور آپ نے مجھے دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ گھبراؤ مت تم ضرور سرخرو ہو گے۔ اس دوران طالب جان نے مجھے جگایا۔ میں نے فقیر ایپی کو خواب کے بارے میں آگاہ کیا آپ نے خاموش رہنے کو کہا۔ دوسرے دن ہم خونے خیل کے ہاں چلے گئے۔

مباری کے خلاف لیگ آف نیشنز میں تنقید

برطانوی پارلیمنٹ کے ایک سوشلسٹ لیڈر جارج لینزری نے قبائلوں کے گھروں پر مباری اور ان کی عورتوں اور بچوں کے مارے جانے پر لیگ آف نیشنز کی توجہ دلائی اور برطانوی پریس میں اعتراضات ہوئے۔ اس پر جون میں وزیر ہند نے برٹش پارلیمنٹ میں بیان دیا۔ ”فقیر ایپی کی حکومت مخالف سرگرمیوں کے سبب اور قانون شکنی کے خاتمے کے لئے خیسورہ اور شام کے علاقوں میں ہوائی آپریشنز ناگزیر تھے۔ باقاعدہ اور بے قاعدہ فوج جو ان آپریشنز میں استعمال کی گئی اس کی تعداد ۳ ہزار تھی۔ دیہاتوں پر ہوائی حملوں سے متعلق یہ بتانا ضروری ہے کہ قبائل لشکر کے خلاف بد امنی پھیلانے کی وجہ سے یہ امر ضروری تھا کہ وہ گاؤں جو قبائل لشکر کے قلعے تھے کے خلاف ہوائی جہاز استعمال کئے جائیں۔ جن کے لئے ہمیشہ ان پر سرخ اشتہارات پیشتر پھینکے جاتے تھے۔ بیادی مقصد شری پسندوں کو ان کے گاؤں سے دور رکھنا اور ان کو زندگی کے آرام اور روزمرہ اسباب سے محروم کرنا اور ان کی عام عادتوں میں خلل ڈالنا تھا“ (32)۔ شہور تنگی میں کانوائی کی تباہی کا بدلہ لینے کے لئے ۴ جون کو فرسٹ افنٹری بریگیڈ نے محسود علاقہ میں پیش قدمی شروع کی۔ سدا میر کلی میں پولیٹیکل ایجنٹ اور محسود ملک ان نے فوج کا استقبال

کیا۔ ۱۴ جون تک محسود قبیلوں کے ملکوں کے ساتھ جرگے کئے گئے جن میں ملکوں نے انفرادی طور پر ہجرتوں کو سزا دینے پر اتفاق کیا۔ فرنگی کو مخبری کی گئی تھی کہ تاوواچہ کمپ پر جو حملہ کیا گیا تھا ان کا سرغنہ بہرام خان بند خیل تھا۔ کمانڈنٹ وزیرستان نے مکین قبائل کے جرگے کو بتایا کہ حکومت چاہتی ہے کہ بہرام خان کا برج اور مکان گرایا جائے۔ چنانچہ مکین کے ملکوں نے بہرام خان کا گھر جلا ڈالا۔ بہرام خان محسود کے بارے میں تفصیل آخر میں دی گئی ہے۔

فقیر ایپی کے نئے رابطے

ارسل کوٹ سے ہجرت کے بعد فقیر ایپی بھوانا منزہ (مانڈاؤ) میں خونے خیل کے ہاں قیام پذیر تھے۔ یہاں انہوں نے اپنے قیام کو بہت خفیہ رکھا مگر فرنگی فوج کے پیٹھ پھرتے ہی آپ نے ارسل کوٹ اور مندوہام کے درمیان محفوظ مقام پر ہجرت کی۔ آپ نے اپنے آدمیوں کے ذریعے وزیرستان کے کونے کونے میں مجاہدین کو یہ پیغام پہنچایا ”جب فصل کی کٹائی ختم ہو تو فرنگی کے خلاف جہاد میں شرکت کرنے کے لئے مسلح ہو کر میرے پاس آئے اور ہر آدمی اپنی اپنی شاخوں سے بیت المال کے لئے زکوٰۃ بھی ساتھ لائے۔“ اس موقع پر شاہ ولی اللہ اور شکتوی کے علاقہ میں ۴۰۰ مجاہدین جمع تھے۔ آپ کے بلاوے پر ارسل کوٹ سے شمال مشرق میں ہر اماند کے علاقہ میں مزید مجاہدین جمع ہونے لگے۔ یہاں آپ نے ان کے لئے لنگر جاری کیا اور خود بھی گل ضمیر کوٹ میں ایک غار میں قیام پذیر ہوئے۔

آپ نے غازیوں کو ہدایات جاری کیں کہ ”بنوں، میر علی، حسین و ام، میر انشاہ اور دتہ خیل کے علاقوں میں سڑکوں اور چوکیوں پر حملے جاری رکھیں اور فرنگی سپاہیوں کو قتل کرنے کی کوششیں تیز کریں۔“ فرنگی نے فقیر ایپی کو گرفتار کرنے کے لئے ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کو جنوبی وزیرستان ملیشیاء کے ذریعے ارسل کوٹ سے لے کر گل ضمیر کوٹ تک کا علاقہ گھیرے میں لے لیا۔ مگر فقیر ایپی نے ۱۸ جون کو یہاں سے بھوانا منزہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ فرنگی کو ایک دفعہ پھر مایوسی کا سامنا کرنا پڑا اور فقیر ایپی کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے تین بریگیڈ فوج کو میدان میں لانا پڑا۔ فقیر ایپی محسود علاقہ میں بار بار اپنے خفیہ ٹھکانے بدلتے رہے۔ جنرل کولرج نے قبائل کو وارننگ دی کہ جس علاقے میں فقیر ایپی یا ان کے چار ساتھی ملاشیر زمان (فقیر ایپی کا بھائی) ملاشیر علی خان خونے خیل اور دین فقیر کو کوئی پناہ دے گا اس پر فوراً بمباری کی جائے گی۔ ان حالات میں آپ کے لئے محفوظ جگہ پر یکڑی سر تھا۔ لہذا آپ نے جون کے آخر میں پریکڑی سر ہجرت کی۔ یہاں آنے جانے کے راستے نہایت خفیہ اور خطرناک تھے لیکن مجاہدین کے ساتھ آسانی سے رابطے قائم ہو سکتے تھے۔ یہاں سے آپ نے دوبارہ مجاہدین کے ساتھ رابطے شروع کئے اور سردار الہڈ سے رزمک چھاؤنی تک پانی لانے کے پائپ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ طوری خیل اور مامیت خیل کو گرمی میں رزمک آنے سے منع کیا اور افغانستان کے صوبہ پکتیا کے قبائل کو بھی جہاد میں مدد دینے کے لئے پیغام بھیجا۔ شوال اور شمس کی قبائل کے پاس بھی پیغامات بھیجے۔ اس طرح مجاہدین پریکڑی سر میں پھر سے جمع ہونے لگے اور بیت المال کے لئے دور دور سے چندے آنے لگے (33)۔ فقیر ایپی نے پہلی دفعہ بیت المال کے حساب کتاب کے لئے منشی مقرر کیا اور چالیس مجاہدین پر مشتمل خصوصی گاڑی بھرتی کیا جنہیں بیت المال سے باقاعدہ تنخواہ دی جانے لگی۔

پریکڑی سر پر بمباری اور فقیر ایپی کی ہجرت

فقیر ایپی کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے سدباب کے لئے ایک طرف ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس تین بریگیڈ فوج لگا دی گئی اور دوسری جانب ہوائی جہازوں سے ۱۲ ٹن ہائی ایکسپلو سوز بموں کے ذریعے پریکڑی سر پر یکم اگست سے بھرپور بمباری شروع کی گئی۔ فقیر ایپی بمباری سے پہلے ہی یہاں سے چلے گئے تھے۔ چار دن بعد بمباری روک دی گئی۔ فقیر ایپی چند مجاہدین کے ہمراہ مکین میں بند خیل قبیلہ کے پہاڑی والے کئی میں صنوبر (چیر) کے گھنے جنگل میں روپوش ہو گئے۔ عام قبائلیوں میں افواہ گرم تھی کہ فقیر ایپی گم ہو گئے ہیں۔ چند دن بعد

گرے گا بنی خیل نے بحری چراتے ہوئے جنگل میں دیکھا تھا اور آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ اس پر اس پاس کے قبائل میں بڑی تیزی سے خبر پھیلی اور سب قبائل ڈھولوں کی تھاپ پر آپ سے ملنے اور دعا کی خاطر بند خیل گاؤں پہنچنے لگے۔ آپ بہت دور اندیش تھے۔ اس سے پہلے کہ فرنگی فوج اور ہوائی جہاز حرکت میں آتے آپ نے رات کے وقت چپکے سے بند خیل گاؤں چھوڑ دیا۔ صبح پھر ان کے گم ہونے کی افواہ پھیل گئی۔ فقیر ایپی کے گم ہونے کو قبائل آپ کی کرامات سمجھتے تھے (34)۔ دوسرے دن پتہ چلا کہ فقیر ایپی رزمک بے شمال مغرب میں خماہ چوٹی میں مقیم ہیں۔ فرنگی نے ایک دفعہ پھر بریت چھوڑ کر آپ کے ساتھ صلح کرنے کی کوشش شروع کی۔

فرنگی اور افغان حکومت کی مصالحتی کوششیں

اور گون کے فرقہ مشر پیر محمد نے مشہور مجاہد موسیٰ خان عبداللہ کو افغان صدر اعظم محمد ہاشم کا ایک خصوصی خط پہنچایا۔ جس میں لکھا تھا ”ہم نے حکومت ہند کو وزیر اور محمود قبیلوں کے ساتھ پشتونولی پت اور ننگ کے عین مطابق صلح کرنے پر راضی کیا ہے اس لئے آپ کو بھی چاہیے کہ فرنگی کے خلاف گوریلا کارروائی سے گریز کریں تاکہ مستقبل میں پائیدار امن کا قیام روبہ عمل لایا جاسکے۔ افغان حکومت نے آپ لوگوں کے لئے گرانقدر خدمات سر انجام دی ہیں اس لئے آپ افغان حکومت کی ہدایات پر عمل کریں تاکہ فرنگی کے سامنے ہم شرمندہ نہ ہوں“ (35)۔ موسیٰ خان نے لالمنزے میں فقیر ایپی کے ساتھ ملاقات کی اور آپ کو اپنے ہاں منہج آنے کی دعوت دی۔ ۱۲ اگست کو فقیر ایپی نے اوبلاق کے مقام پر نماز جمعہ کے بعد ایک ہزار حاضرین کو جہاد پر زور دار خطبہ دیا۔ ۱۶ اگست کو شوال میں چار ہزار قبائل کا اجتماع ہوا جس میں فقیر ایپی اور موسیٰ خان کے علاوہ فضل دین، شیوہ فقیر، سدے خان، عبداللہ خان وزیر اور ملک حیات خان بھی شامل ہوئے۔ طویل مذاکرات کے بعد فقیر ایپی کو فرنگی کے ساتھ صلح کرنے کے لئے شرائط طے کرنے کا اختیار دیا گیا۔ انہوں نے مولانا ظاہر شاہ کے ہاتھ مندرجہ ذیل شرائط لکھ دیں۔

(۱) اسلام ملی کی کو دوبارہ مسلمانوں کے حوالے کیا جائے۔

(۲) فرنگی مستقل طور پر وزیرستان سے نکل جائے۔

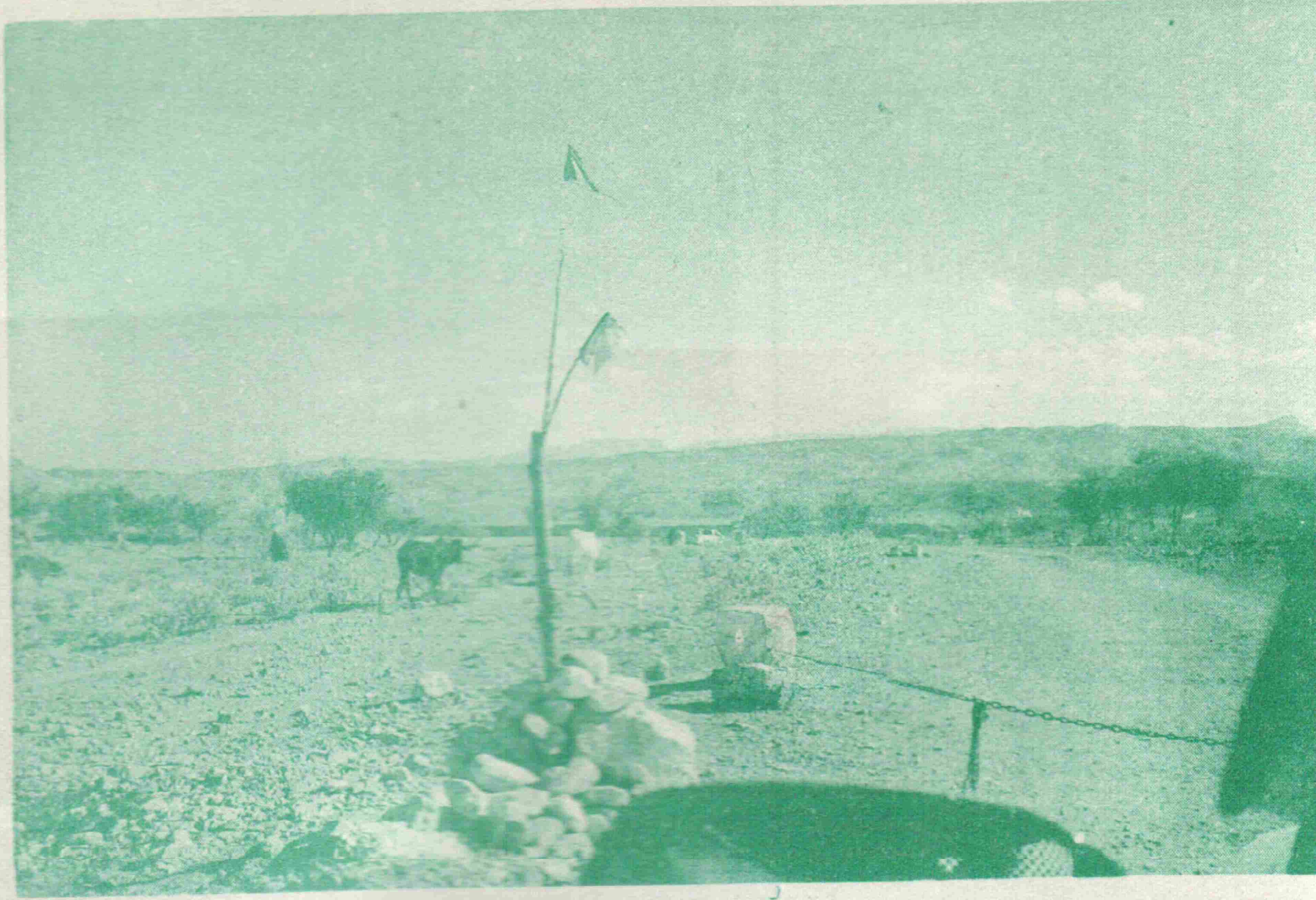
(۳) جہاد کے دوران قید کئے گئے تمام قیدیوں کو رہا کیا جائے۔

آپ نے ان شرائط کو ظاہر شاہ تک پہنچانے کے لئے خلیفہ غازی مرجان، تحویل دور، مولانا ظاہر شاہ، قاضی امیر شاہ اور محمد اکبر خان پر مشتمل وفد کابل بھیجا۔ آخر میں آپ نے گھوڑے پر سوار ہو کر جلسہ میں موجود قبائل سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ”اگر فرنگی حکومت قبایلوں کے ساتھ مذہب اسلام اور شریعت کے مطابق معاملات طے کرنے پر راضی ہو تو صلح ہو سکتی ہے۔ ورنہ بحیثیت مسلمان ہم فرنگی حکومت کی بھرپور مخالفت جاری رکھیں گے۔“ آپ نے حاضرین کو لاکار کر فرمایا ”کیا وہ سب جہاد فی سبیل اللہ میں ان کی مدد کریں گے؟ اس پر حاضرین نے کہا ”ہاں“۔ پھر آپ نے سب کو واپس جانے کی اجازت دیتے ہوئے کہا کہ جب افغان حکومت کی طرف سے ان کے خط کا جواب آئے گا تو اس سے آپ سب کو آگاہ کر دیا جائے گا (36)۔ شوال میں مصالحتی کوششوں کے نتیجے میں وزیرستان بھر میں افواہ پھیلی کہ فرنگی وزیرستان سے اپنی افواج واپس بلارہے ہیں۔

اس افواہ کے باعث وسیع پیمانے پر وارداتیں ہوئیں۔ فرنگی نے شوال کے علاقے پر اشتہارات پھینکے کہ اگر کسی نے فقیر ایپی کو پناہ دی تو اس پر شدید سزا دی جائے گی۔ ۱۰ ستمبر کو فقیر ایپی نے موسیٰ نیکا برمل میں احمد زئی قبیلوں کے وفد سے ملاقات کی۔ ۱۲ ستمبر کو شوال سے واپس ٹوچی آئے ۲۰ ستمبر کو ملا صاحب کربو غہ اور شیوہ فقیر نے رزمک کے جنوب میں توران الکلہ میں آپ سے ملاقات کر کے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ فرنگی نے محمود وزیر اور دارڑ قبیلوں کے ملکان کے ساتھ جرگوں میں ان پر واضح کیا کہ ”حکومت وزیرستان

وادی خیسورہ کی تصویری جھلکیاں

وہ جگہ جہاں فقیر اپنی اور فرنگی فوج کا پہلی بار ٹکرا
ہوا تھا



جگہ جہاں فوج نے پہلا کیمپ لگوا یا تھا

یہاں پہلا خون آشام معرکہ ہوا تھا



وہ جگہ جہاں کراماتی کولیاں چھپتی



وہ پتھر جس کے پیچھے مساکی نامی غازی نے چھپ کر دشمن کی فائرنگ سے پناہ لی تھی



یہاں مجاہدین نے رات کے وقت فرنگی بول دیا تھا



شناپالندہ شکوئی میں دو پہاڑوں کے بیچ وہ پتھر
جس کے نیچے بیس غازیوں نے کارتوس ختم ہونے
پر پناہ لی اور فرنگی نے اعتبار میں بے اعتباری کر
کے شہید کیا۔



جدید ارسل کوٹ کی تصویر

زیانندے مرکز میں فقیر اپنی کی خلوت



سے واپس جانے
پر شدید مہماری شہ
کھینچوں یا عورتوں
بہر اور منظم طر
خلاصہ

فقیر
الدین کے الزام
جہاد کے لئے م
بہر تھالور خاص
بھدروائی کے
بھونے کے بعد
فر
کو اپنے دام فر
۳۰ ہزار فوج اور
تھدوینی -

النے پڑے -
قیاس کے گھر
کو نقصان پہنچا
رکھا جائے یا ان
کے دل کی دھڑ
دھڑک قائم و
سے
تیسرے دھڑک
یہ کہ گپ جھا
اس

تیسروں کی طر
میں فرنگی فوج
مطلق لحاظ سے
کچھ پر مجبور کہ

پہاڑوں کے بیچ سرسبز کھیتوں کا منظر



وادی کے قدرتی مناظر کی ایک جھلک

ارسل کوٹ مرکز میں شکتوئی الگڈ



سے واپس جانے 'قبال' کے مذہبی معاملات میں مداخلت کرنے اور ملکی سسٹم میں رد و بدل کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ اس کے ساتھ ہی فقیر ایپی پر شدید بمباری شروع کی گئی۔ آپ جہاں جاتے دوسرے دن ہوائی جہاز وہاں پہنچ جاتے۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وجہ سے معصوم اور بے گناہ بچوں یا عورتوں کو تکلیف پہنچے یا غریب 'قبال' کے گھر مسمار ہوں۔ اس لئے کسی ایسے محفوظ مقام کی تلاش میں تھے جہاں سے فرنگی کے خلاف بہتر اور منظم طریقے سے تحریک جماد جاری و ساری رہے۔ ان مقاصد کے حصول کی خاطر آپ نے ۱۹۳۸ء میں گوردیک ہجرت کی۔

خلاصہ

فقیر ایپی کے ابتدائی دور یعنی خمیسورہ سے گوردیک تک کے حالات واقعات کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ فرنگی کے خلاف مداخلت فی الدین کے الزام کے تحت جہاد فی سبیل اللہ کے اعلان کے چھ ماہ بعد خمیسورہ میں پے در پے خون آشام جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ وادی خمیسورہ کا جہاد کے لئے مرکز کے طور پر انتخاب دراصل فقیر ایپی کی اعلیٰ جنگی حکمت کا منہ بولتا ثبوت ثابت ہوا۔ چونکہ خمیسورہ اس وقت عام آبادی سے دور تھا اور خاص بات یہ کہ یہاں آپ وزیر، محسود، داوڑ، بنوچی اور بیٹنی سب 'قبال' کے ساتھ آسانی سے رابطہ قائم کر سکتے تھے۔ گوریلا کارروائی کے لئے بھی وادی خمیسورہ کا انتخاب صحیح اور موزوں تھا چونکہ وادی خمیسورہ کے چاروں طرف پہاڑی سلسلے ہیں جہاں غازی حملہ آور ہونے کے بعد آسانی سے اپنا دفاع اور چھاؤں کر سکتے تھے۔

فرنگی نے جنگ سے پہلے مکرو فریب، مذاکرات، مال و زر کی پیش کش، پکڑ دھکڑ، جرگے، دھمکیوں حتیٰ کہ کئی ہتھکنڈوں سے فقیر ایپی کو اپنے دام فریب میں الجھانے کی کوششیں کیں۔ مگر جب تمام حربے ناکام ثابت ہوئے تو انہوں نے فقیر ایپی کو نیست و نابود کرنے کے لئے ۳۰ ہزار فوج اور ہوائی جہازوں کے ساتھ خمیسورہ پر حملہ کیا۔ ناکامی پر دوسری بار ۳۰ ہزار فوج کے ساتھ حملہ آور ہوئے مگر پھر بھی ناکامی ان کا مقدر بنی۔ تیسری بار ۵۰ ہزار فوج صرف ایک آدمی کے پیچھے لگانی پڑی۔ فوج کے علاوہ ٹینک، توپیں، جدید اسلحہ اور ہوائی جہاز حرکت میں لانے پڑے۔ مگر قدرت جس کی خود محافظ ہوا سے پھر کون مناسکتا ہے۔ خمیسورہ سے لے کر ارسل کوٹ بلکہ پورے شکتوسی کے علاقہ میں تمام 'قبال' کے گھروں کو مسمار کیا گیا۔ آپ کی مساجد کو شہید کیا گیا۔ خلوتوں کو محسوس سے اڑ لیا گیا۔ بچے، بوڑھے، خواتین کو بے گھر بلکہ مویشیوں تک کو نقصان پہنچایا گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں معصوم لوگوں کو شہید کیا گیا۔ جیادی مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں کو فقیر ایپی سے بذریعہ طاقت دور رکھا جائے یا ان کے دلوں میں فرنگی بربریت کا اتنا خوف آجائے کہ وہ خود فقیر ایپی کو اپنے علاقے سے نکال باہر کریں۔ لیکن وہ یہاں کے 'قبال' کے دل کی دھڑکن بن چکے تھے۔ انہوں نے فقیر ایپی کی پکار پر اپنے تن من دھن کی بازی لگا کر بلاشبہ تاریخ میں ایسے ریکارڈ کا اضافہ کیا جو رہتی دنیا تک قائم و دائم رہے گا۔ خمیسورہ کے بعد آپ نے ارسل کوٹ ہجرت کی۔ فرنگی نے ارسل کوٹ، ترخ تلالی اور مساکی علاقوں پر دسمبر ۱۹۳۶ء سے جون ۱۹۳۷ء تک مسلسل ہوائی جہازوں کی بمباری (جن میں ایک ہزار پونڈ وزنی بم شامل تھے) سے مذکورہ سارے علاقے کو نیست و نابود کیا۔ آپ ارسل کوٹ سے زیادہ اور پھر محسود علاقہ بڑے میں گئے۔ لیکن فرنگی فوج اور ہوائی جہازوں نے ہر جگہ آپ کا پیچھا کیا۔ مختصر یہ کہ آپ جہاں جاتے دوسرے دن ہوائی جہاز پہنچ جاتے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے یہاں کے 'قبال' میں مرٹنے کا ایسا جذبہ پیدا کیا جس کے باعث وہ فرنگی فوج پر موقع پا کر بھوکے شیروں کی طرح ٹوٹ پڑتے تھے۔ وادی خمیسورہ میں کرامانی گولیوں کی صورت میں ایسی غیبی امداد شامل حال رہی جن کے استعمال سے پوری وادی میں فرنگی فوج کے سپاہیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ شنابلینڈے، ارسل کوٹ میں بھی سپاہیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ فریقین کو جانی و مالی لحاظ سے ناقابل تلافی نقصانات اٹھانے پڑے۔ لیکن جیت فقیر ایپی اور ہار فرنگی کا مقدر بنی۔ مزید برآں فوج کے انگریز جرنیلوں کو یہ لکھنے پر مجبور کیا کہ فقیر ایپی ہر موقع پر فوج کے ہاتھ سے ایسے نکل جاتے جیسے پانی میں مچھلی ہاتھ سے نکل جاتی ہے اور یہ کہ فقیر ایپی کے پیچھے

۵۰ ہزار فوج لگادی گئی مگر آپؐ پہاڑ کے سرخ تھے جو ہمارے ہاتھ نہیں آسکے۔ انہوں نے مزید لکھا کہ جنگ صرف ایک آدمی (فقیر ایسی) کے خلاف تھی۔ ان پر اگر صرف ایک ہم جاگرتا تو جنگ کا خاتمہ ہو جاتا۔ بعض نے یہ لکھا کہ فقیر ایسیؒ نے نرتے ہاتھوں سے جو مقابلہ کیا اس میں ان کی بہترین جنگی حکمت عملی شامل تھی یعنی گوریلا طرز جنگ کے ذریعے فرنگی فوج کی طاقت کو پاش پاش کر دیا۔ آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ فقیر ایسیؒ ایک تکلیف دہ دشمن کی حیثیت سے آزاد رہے۔ قبائل پر آپؐ کا روحانی اثر پہلے سے زیادہ ہوا۔ جس سے ان کی قوت میں مزید اضافہ ہوا۔ آپؐ نے قبائل کو قتل عام سے بچانے اور تحریک جہاد کو منظم طریقہ سے مزید متحرک بنانے کے لئے گوریلا ہجرت کی جس کی تفصیل اگلے باب میں دیکھئے۔

REFERENCES

1. لائق شاہ "وزیرستان" پرانی اٹارکلی لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۹۸
2. امیر نیاز علی خان سجادہ نشین فقیر ایپی ساکن سپچہ اور خلیفہ لطیف خان طوری خیل شمالی وزیرستان۔
3. مولوی تاج عالم خان اور حاکم محمد ایاز خان بد خیل تحصیل مکین جنوبی وزیرستان
4. خانے خان داؤڑ ساکن ایپی گاؤں اور لائق شاہ "وزیرستان" ص ۵۰۰ تا ۵۹۹
5. بانیر خان اور مرکباز خان ساکن میر علی شمالی وزیرستان، عبدالقدوس شاہ ساکن ٹانک اور طفیل احمد خان فیضی "بنوں تاریخ کے آئینے میں" ۱۹۶۹ء ص ۵۷۵۔
6. خان خانے اور ساکن ایپی گاؤں، خلیفہ لطیف خان طوری خیل رزمک اور خلیفہ گلاخان مد اخیل شمالی وزیرستان۔
7. حکیم محمد ایاز خان اور مولوی تاج عالم خان بد خیل تحصیل مکین جنوبی وزیرستان۔
8. Khan, Fazal Rahim, "Faqr Ipi" in "Afghanistan and the Frontier" (eds) Fazal Rehman and Wiqar Ali Shah, M.J. Book International Peshawar, 1993, p.246.
9. لائق شاہ "وزیرستان" ۱۹۹۳ء ص ۵۰۱۔
10. عبداللہ خان ساکن جھنڈی خیل بنوں اور طفیل احمد فیضی "بنوں تاریخ کے آئینے میں" ص ۵۶۵ تا ۵۵۸۔
11. Shah, Mazhar Ali, "Warrir saaint" Provnlial Academy Services Peshawar, 1989, p.9.
12. لائق شاہ "وزیرستان" ص ۵۰۷، خلیفہ احمد گل خان اور فقی میر صاحب خان ساکن بنوں۔
13. British Legation Kabul, "Waziristan General situation 1936" Record file No. 514 part iii, pp.19-20, National Documentation Center(NDC), Islamabad.
14. Ibid pp. 20-21.
15. امیر نیاز علی خان سجادہ نشین فقیر ایپی اور غازی عارف خان ساکن ہرمل افغانستان۔
16. خواجہ وجہیہ الدین سجادہ نشین شہزادہ فضل دین ساکن لاکہ جنوبی وزیرستان۔
17. فقیر عبدالحمید خان بٹنی سجادہ نشین فقیر دین محمد ساکن گبرکلی جنوبی وزیرستان۔
18. British Lagation Kabul, "Waziristan General Situation 1936" pp. 85-87, NDC, Islamabad.
19. Ibid p. 87,91 and 93 to 98, Mazhar ali shah, "Warrior saint" pp.12-13 and Report on the Administration of NWFP 1963-37, pp. 16-17, Tribal Research cell (TRC) Peshawar.
20. She, Mazhar Ali, "Warrior Saint" pp 13-14 and "Waziristan General Situation 1936" p.98, NDC Islamabad.
21. "Waziristan General Situation 1936" pp.109-10 and Mazhar A.S. "Warrior Saint" pp.14-16.
22. Coundan, "The Forntier Force Rifle" pp.146-48.
23. خلیفہ گلاخان مد اخیل اور خلیفہ لطیف خان طوری خیل حوالہ خلیفہ غازی مر جان مرحوم طوری خیل شمالی وزیرستان۔
24. British aLegation Kabul, "Waziristan General Situation 1936-37" pp. 184-85, & 194-95 and Mazhar A.S. "Warrior Saint" pp.21-24.
25. ترین عبدالحمید "فقیر ایپی" تاج مکینی لمیٹڈ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۸۰ تا ۸۹ اور لائق شاہ "وزیرستان" ۱۹۹۳ء ص ۵۳۱ تا ۵۳۰۔
26. "Waziristan General Situation 1963-37" p.280.
27. Shah, Mazhar A. "Warrior Saint " 1989, p. 18. غازی نظم خان اور غازی عارف خان ساکن ہرمل افغانستان اور خالی کڑ ساکن ماما دیارت شمالی وزیرستان۔
28. روزی خان محسود ولد نعمت خان شہید تحصیل سراروغہ جنوبی وزیرستان حوالہ غازی زرد علی خان۔
29. Pettigrew, H.R. "Frontier Scouts" Archives Librery Peshawar 1973, pp. 26-27 & "Report on the Admin. Of NWFP 1936-37" p.20. خان کرامت علی "واستان پارینہ" ص ۸۱ تا ۵۹ شاہ میر خان اور شاہیر خان ساکن شہورنگی جنوبی وزیرستان۔
30. "Waziristan Situation from 14 oct.1937 to 28 Jan. 1939" pp. 104 and 140.
31. ترین عبدالحمید "فقیر ایپی" ص ۲۰۱ تا ۲۹۹ لائق شاہ "وزیرستان" ص ۶۱۵ تا ۵۵۷۔
32. ۲۳ ایضاً ص ۱۰۷ تا ۱۰۴۔
22. سرد علی خان ساکن شکتوئی، خلیفہ گلاخان مد اخیل ساکن مانڑ اور لائق شاہ "ص ۵۸۰ تا ۵۷۸۔
24. ملک سعادت خان شاہ ولی خان ولد گرے کائی اور گم زار خان بد خیل ساکن مکین جنوبی وزیرستان۔

35. "Daspatch from Home Minister's Kabul to H.M. Secretary of State for Foriegn Affairs" London , Jan . 1, 1938, p.1. - ۸۷۳۷۵ م ۱۳۳۷ھ "ننگ ہار افغانستان"

36. ترین عبد الحمید "فقیر ایس ۱۹۸۳ م ۱۲۳۲۹۸۸ لکھی شدہ تقریریں ۲۰۷۲-۲۰۷۳ء"

یہ تحریر

گور ویک م

گور

ہو ساتھ افغان

گورو یک ہجرت اور جہاد کی تنظیم نو

گورو یک مرکز

گورو یک دہ خیل سے ۲۵ میل دور مغرب میں ڈیورنڈ لائن کے اس پار واقع ہے۔ اس کے مشرق میں دہ خیل، شمال میں دری خیلہ اور ساتھ افغان علاقہ خوست، مغرب میں افغانستان، جنوب مغرب میں برٹل جبکہ جنوب میں شوال اور وانا واقع ہے۔ گورو یک مد اخیل قبیلہ کی مشترکہ ملکیت تھی مگر یہاں فقیر ایپی کی ہجرت کے بعد مد اخیل قبیلہ نے آپ کے لئے وقف کیا۔ گورو یک خشک پہاڑی سلسلوں پر مشتمل خطہ ہے۔ درمیان میں الگھڑ ہے۔ شمال کی طرف سخت چٹانیں ہیں جن میں فقیر ایپی اور دوسرے نامور غازیوں کی خلوتیں ہیں۔

فقیر ایپی نے گورو یک ہجرت سے قبل چند انتہائی قابل اعتماد ساتھیوں کو بتادیا تھا کہ فرنگی جہازوں سے محفوظ اور فوج کی پہنچ سے دور ایک ایسے مرکز کی ضرورت ہے جہاں سے تحریک جہاد تواتر اور منظم طریقے سے جاری و ساری رہے۔ ان غازیوں میں ایک نعیم خان ساکن خوتنگس بھی شامل تھے۔ آپ کا گھر گورو یک سے مشرق میں دریائے ٹوچی کے کنارے ۳ میل کے فاصلے پر تھا۔ غازی نعیم خان کے بارے میں آپ کے نواسے داؤد خان نے اپنی دادی کے حوالے سے بتایا کہ وہ کئی دنوں تک گھر سے غائب رہے تھے جب گھر آئے تو دادی نے پوچھا تھا کہ تم اتنے دنوں تک کہاں غائب رہے؟ اس سوال پر دادا نے دادی پر غصہ کرتے ہوئے کہا کہ تم کیوں پوچھتی ہو۔ لیکن جب فقیر ایپی نے گورو یک ہجرت کی تو دادی کو تب پتہ چلا تھا کہ فقیر ایپی کے لئے گورو یک میں خندقیں کھود رہے تھے۔ غازی نعیم خان کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے گوپ خان نے فقیر ایپی کا گھر پورا ساتھ دیا۔ گوپ خان گورو یک اور گورو یک سے باہر ہمیشہ فقیر ایپی کے ساتھ ہوتے تھے۔ گورو یک کی چٹانیں فطری طور پر نہایت سخت ہیں اس لئے خلوتیں کھودنے میں خاصا وقت لگا تھا۔ فقیر ایپی نے ہجرت کے بعد ابتدائی چند ماہ الگھڑ کے بائیں جانب ایک قدرتی غار میں گزاریں۔ پھر دائیں جانب چٹان میں آپ کے لئے کل چار عدد خلوتیں کھود دی گئیں۔ جن میں ایک خلوت مسجد کے لئے، ایک بیت المال کے لئے، ایک آپ کے مخصوص وظیفہ یا ملاقات کے لئے اور ایک خلوت ذاتی استعمال کے لئے تھی۔ اس سے مزید شمال میں ایک بڑی خلوت لنگر کے لئے مخصوص تھی۔ اس سے ملحقہ مغرب کی جانب ساتھ والی چٹان میں دوسرے نامور غازیوں کی خلوتیں تھیں۔

الگھڑ کے دائیں جانب ایک اور بڑی خلوت اسلحہ سازی کے لئے مخصوص تھی۔ جس میں توپ خانہ اس کے گولے اور کار توں تیار کئے جاتے تھے۔ اس خلوت سے ملحقہ تھوڑی اونچی جگہ جہاں فقیر ایپی کا مزار شریف ہے کے اس پار خلوتوں میں ہندوؤں کی دوکانیں تھیں۔ جن کے بارے میں ماسٹر میر صاحب نے بتایا کہ ہندوؤں کا سربراہ بال چند تھا۔ بال چند نے ایک دفعہ مجھے کہا کہ حاجی صاحب سے دو ہزار روپے دلوادو تاکہ دوکان کھول سکوں۔ میں نے حاجی صاحب سے بات کی انہوں نے فرمایا کہ ان سب کے نام لکھ دو۔ میں نے کل ۱۳۲ افراد کے نام لکھے۔ حاجی صاحب نے ہدایت دی کہ ان کو بیت المال سے خرچہ دیا کرو۔ میں نے بال چند کو بتایا۔ اس نے کہا کہ بیت المال کے خرچہ پر گزارا مشکل ہے اگر ہو سکے تو مجھے حاجی صاحب سے دو ہزار روپے دلوادیں۔ میں نے دوبارہ حاجی صاحب سے بات کی آپ نے دو ہزار روپے دئے۔ بال چند نے دوکان کھولی اس میں کامیابی نصیب ہوئی۔ کچھ مدت بعد میں نے بال چند سے کہا کہ اسلام قبول کیوں نہیں کرتے؟ اس نے کہا کہ وہ گھر میں مشورہ کریں گے۔ دوسرے دن اس نے بتایا کہ گھر والے رضامند تھے مگر ایک بھائی نے شدید مخالفت کی۔ میں نے حاجی صاحب کو بتایا انہوں نے فرمایا کہ اسلام میں زبردستی نہیں ہے۔

گورو یک میں پانی کی شدید قلت تھی اگر وقت پر بارش نہ ہوتی تو پانی میں مزید کمی واقع ہو جاتی اور غازیوں کے لئے دو میل مشرق میں

دریائے ٹوبچی سے پانی لانے میں سخت مشکلات کا سامنا پڑتا تھا۔ الگھ کے بائیں طرف پتھریلی چٹان میں بہت معمولی پانی ملتا تھا۔ فقیر ایپسی نے غازیوں سے کہا تھا کہ اس جگہ کی تھوڑی کھدائی کرو۔ غازیوں نے کھدائی کی اور قدرت کی شان سے اتنا پانی نکل آیا کہ گورو یک مرکز کی تمام ضروریات پورا کرنے کے لئے کافی تھا۔ اس چشمہ کا پانی بہت لذیذ اور صحت بخش ہے دور دراز علاقوں سے جو لوگ گورو یک آتے ہیں اپنی تھکاوٹ ختم کرنے کے لئے اس پانی میں ضرور نہاتے ہیں۔

اللہ کے ایک عاجز فقیر اور دوست کے باعث گورو یک کو جو شرف اور عظمت ملی وہ آج بھی یہاں کے قبائل کے دلوں میں تروتازہ ہے۔ گورو یک کا ایک عجیب وہم ہے۔ مجھے دو دفعہ گورو یک جانے کا موقع ملا۔ ایک دفعہ مارچ ۱۹۹۲ء میں اور دوسری دفعہ جنوری ۲۰۰۰ء میں۔ پہلی بار دہ خیل سے گورو یک پیدل گیا۔ جبکہ اس دفعہ گاڑی میں واپسی پر دہ خیل میں میزبان داؤد خان سے اس بارے میں بات ہوئی۔ اس نے بتایا کہ پورے قبیلہ نے فیصلہ کیا تھا کہ ہمارے علاقے میں پہرہ نس چلے گا۔ چونکہ ان کے خیال میں پہرہ چلنا بے غیرتی کے مترادف تھا۔ لیکن جب ان لوگوں نے دنیا دیکھی تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ لہذا اپنی مدد آپ کے تحت سڑک تعمیر کی۔ خدا کرے ان کے مابین اتحاد و اتفاق برقرار رہے تاکہ مزید بہت ساری خوشیوں سے محظوظ ہو سکیں۔ آپ نے خلیفہ غازی مرجان شیر زاد بنوچی اور عالم گل مدا خیل کی تجویز پر ۱۹۳۸ء کے آخر میں گورو یک ہجرت کی۔ گورو یک کے علاوہ ڈیورنڈ لائن کے قریب دری خیل، خارا برمل، ساکین، تیرتائی، سرویک، غمہ گنی، فوکر، مستربال، اوسل کوٹ، زیاندے اور شوالنگی میں بھی آپ نے خلوتیں کھود دیں تھیں جہاں سے وقت ضرورت مجاہدین کے ساتھ رابطے قائم کیا کرتے تھے۔ اس طرح گورو یک وقت کی ایک ہر طاقت کے خلاف عظیم جدوجہد کا مرکز قائم ہو گیا جو علامہ اقبال کے اس شعر کا مصداق ہے۔

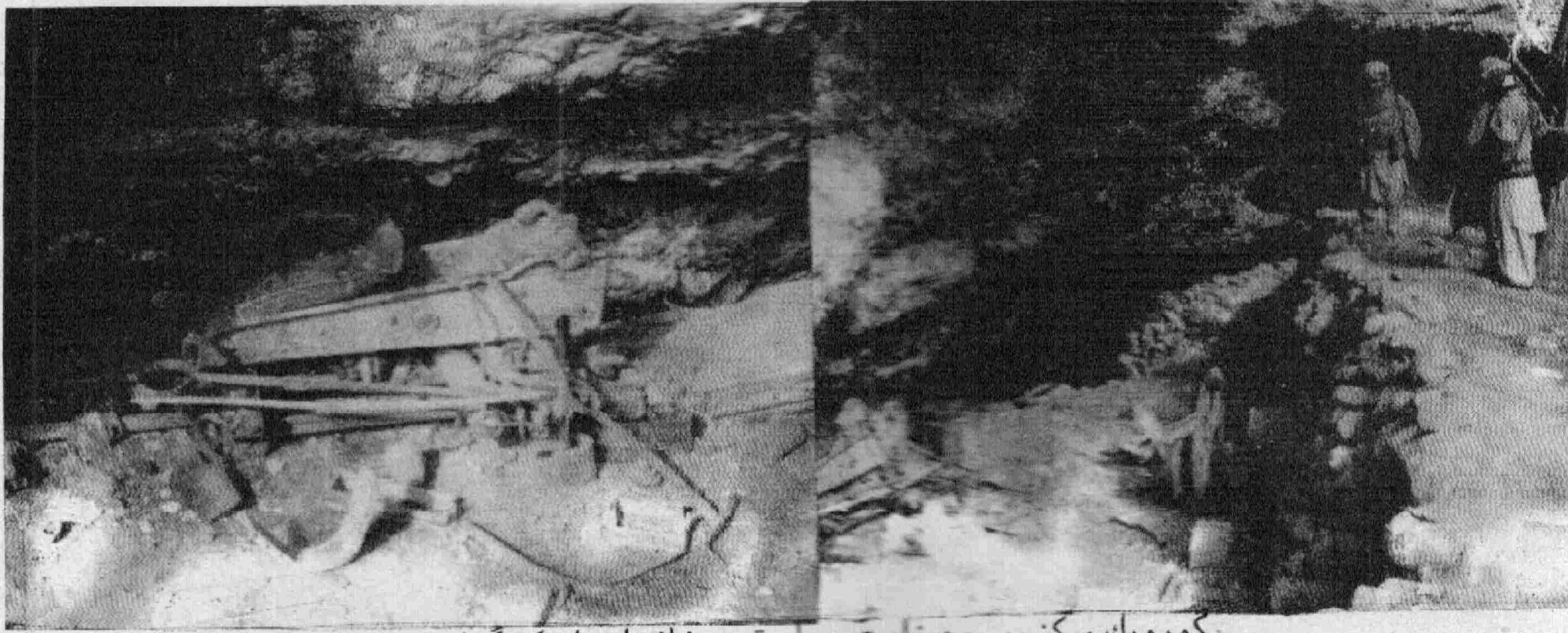
نہیں تراشیں قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

جہاد کی تنظیم نو

گورو یک میں ہجرت کے بعد آپ نے ایک مثالی چھوٹی سی ریاست کی بنیاد ڈالی۔ خلوت کے باہر چار دیواری کے دروازے پر دو مسلح غازی ہر وقت پہرہ دیتے، آنے جانے پر سخت پابندی تھی۔ زیادہ وقت مجاہدین کے ساتھ صلاح و مشورے کے لئے وقف تھا۔ عام مہمانوں کے لئے صبح ۹ سے دوپہر ۱۲ بجے تک وقت مخصوص تھا۔ شمالی و جنوبی وزیرستان، بنوں، مل، خوست، بمل اور دیگر علاقوں کے لئے پیغام رساں اور جنگلی محاذوں کے کمانڈروں کے لئے الگ خفیہ اور خصوصی انتظامات تھے۔ باہر سے آئے ہوئے وفود کے ساتھ ملاقات بھی متعلقہ علاقوں کے خلیفہ، جرنیل یا مجاہدین کی وساطت ہی سے کیا کرتے تھے۔ دو لنگر بھی جاری کئے تھے ایک عام لوگوں کے لئے جب کہ دوسرا مجاہدین کے کمانڈر اور بیرونی مہمانوں کے لئے مخصوص تھا۔ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد کسی سے کلام نہ فرماتے تاہم پیغام رساں اور مجاہدین کے کمانڈر کسی بھی وقت مل سکتے تھے۔ کل کی مصروفیات کے متعلق اوقات کار کا تعین ایک دن پہلے کیا کرتے تھے۔ ہفتے میں ایک بار خلفاء اور دیگر سرکردہ مجاہدین کے ساتھ غازیوں کی کارکردگی اور دشمن کی قوت اور ارادوں سے متعلق مذاکرہ کیا کرتے تھے۔ انگریز فوج میں شامل مسلمان سپاہی فوج کے ارادوں سے متعلق مقامی خاصہ داروں کو معلومات بہم پہنچاتے تھے۔ خاصہ داروں کے ساتھ آپ کے دیرینہ ساتھیوں کے خفیہ تعلقات تھے نہایت رازداری سے مجاہدین کے کمانڈر تک پہنچادی جاتی تھیں۔ آپ جب جرگہ یا عام لوگوں سے ملاقات کے لئے باہر آتے تو فقیر محمد پنجابی بگل جاتا تھا۔ اس طرح سے دور دراز علاقوں میں دوروں کے دوران لوگوں کو پیغام دینے سے پہلے بھی بگل جاتا۔ (۱) فرنگی کی طرف داری کرنے اور جہاد کی کمزوری بیان کرنے پر سخت غصہ آتا اس کے علاوہ زندگی بھر نہ کسی پر غصہ آیا ہے اور نہ ہی کبھی زوردار قبضہ لگایا ہے۔

اسلحہ ساز کارخانے کا قیام

آپ نے الگھ کے دائیں کنارے ایک بڑے قدرتی غار کو اسلحہ بنانے کے لئے مخصوص کیا جس میں مستری و ارث پنجابی اور اس کے



گورویک مرکز میں وہ خلوت جہاں توپ خانے اور ان کے گولے بنتے تھے

بیٹے میاں دہا اور کریم بخش نے چار عدد توپ خانے بنائے۔ یہ لوگ کوہاٹ سے پین وام آئے تھے۔ فقیر ایسی نے خلیفہ غازی مرجان کے ساتھ تعلقات کی بناء پر فرنگی ان کو تنگ کرتے تھے جس پر انہوں نے پہلے منظر خیل اور بعد میں گورویک ہجرت کی۔ اس سے پہلے انہوں نے درہ آدم خیل میں اسلحہ کا کارخانہ قائم کیا تھا جہاں آفریدی قبائل کو اسلحہ بنانے کا ہنر سکھایا جاتا تھا۔ گورویک میں میاں دھانے گل شاہ منظر خیل اور گل بت خان مداخیل کو اسلحہ سازی کا فن سکھایا۔ (2) گل بت خان کا بیٹا محمود شاہ آج کل میرانشاہ میں اسلحہ سازی کا کاروبار کرتا ہے۔

بیت المال کے ذرائع اور انتظامات

فقیر ایسی کی شاندار فتوحات، صالح اعمال اور کرامت کے باعث گورویک میں بیت المال کے لئے وزیرستان کے علاوہ دیگر قبائلی علاقوں بنوں، پنجاب، افغانستان اور ہندوستان سے نقد رقم کے علاوہ عید الفصحی کی کھالیں، زیورات، اسلحہ اور خورد و نوش کی بے شمار اشیاء اور ڈھور و ڈنگر آنے لگے۔ آپ نے ہر علاقہ کے لئے مخصوص آدمی مقرر کئے تھے۔ خفیہ دستاویزات میں اس کی یوں تفصیل دی گئی ہے۔

پنجاب سے چندہ جمع کرنے اور فقیر ایسی کو پہنچانے کی ذمہ دہری مولوی نذیر حسین ساکن بنوں کی تھی۔ انہوں نے ۱۹۳۷ء میں ۹۰۰۰۰ ہزار روپے فقیر ایسی کو پہنچائے۔ اسی طرح عیسیٰ خیل سے پانچ افراد پر مشتمل وفد نے لگ بھگ اتنی رقم آپ تک پہنچائی۔ لکی مروت سے لالہ رام نامی ہندو آپ کی تحریک جماد کے لئے چندہ جمع کرتا تھا۔ بنوں ضلع سے ملا شاہ نذیر، حاجی حسین، اکبر علی خان سرکی خیل اور کانگریس کارکن سگل پن اور یوسف رام آپ کیلئے نقد رقم اور دیگر اشیاء جمع کرتے تھے۔ تانہی جدران برمل اور قرب وجوار کے قبائل میں آپ کے آدمی چندہ کرتے دیکھے گئے۔ احمد جان دلد موسیٰ خان محمود نے کابل میں وزیر دفاع کو بتایا تھا کہ فقیر ایسی کو متحدہ ہندوستان سے چندہ کی شکل میں کافی مالی امداد مل رہی ہے۔ شکتوی لالکھ اور گبر کے قبائل سے فقیر شاہ جبکہ انڑ کچھ، ستر اغزہ راشدی اور نواکلی سے خان زار خان چندہ اکٹھا کرتے تھے۔ کوندی خول اور منزلہ سے ار سلا خان، کمال خیل سے دالنی خان، بیسی سے ملا گل قاسم خان اور ہاشے سے خونا گل چندہ جمع کرتا تھا۔ خدر خیل سے ملا الیاس اور منظر خیل سے قاضی صاحب کانیر وہ چندہ جمع کرتا تھا۔ داوڑ قبائل سے ہر گاؤں کا پیش امام چندہ جمع کرنے کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ محمود علاقے کا تمام چندہ ملا شیر علی خان کے پاس جمع ہوتا تھا۔ تارامورا، شیرانی اور ماہر سے نیاز محمد خدر خیل اور قاضی انعام الدین چندہ جمع کرتے تھے۔ افغانستان کے صوبہ پکتیا میں میر محمد خان، نانہی گلان شاہ جدران اور سبیل خان گیان خیل آپ کیلئے نقد رقم، اسلحہ اور اشیاء خورد و نوش جمع کرتے تھے۔ قبائلی علاقے اور گزنی سے میر خان، آفریدیوں سے زامر خان، چمر قند اور باجوڑ سے گل ضمیر خان اور مہمند سے عبد الحمید خان چندہ جمع کر کے آپ کے ہاں پہنچاتے

تھے۔ یہ لوگ چندہ جمع کرنے کے بعد عام شاہراہوں کی جائے انتہائی خفیہ راستے کے ذریعے فقیر ایسی کے پاس آتے تھے۔ اسی رپورٹ کے مطابق بہت سارے رضاکار ایسے تھے جنہوں نے فقیر ایسی کو نہیں دیکھا تھا مگر ان کے ساتھ دلی ہمدردی کے باعث اپنے اپنے علاقوں سے چندہ جمع کیا کرتے تھے۔ صرف ایک سال میں کئی بار چھ ہزار روپیہ آپ کو بھیجا گیا۔ ملا فضل دین اپنے سالانہ شکرانے میں سے خطیر رقوم فقیر ایسی کو بھیجتے تھے اور فقیر ایسی کے ساتھ رزاقانہ اور سطا دو سوا افراد ملاقات کرتے تھے ہر ملاقاتی دو دو روپے بطور شکرانہ دیتا تھا۔ فصل کی کٹائی پر دسواں حصہ بیت المال کو دیا جاتا تھا جس میں ٹوچی اور بنوں کا حصہ زیادہ ہوتا تھا۔ نومبر ۱۹۳۷ء میں گریز قبائل نے ۱۵۰۰ جبکہ جدران قبائل نے ۳۰۰۰۰ ہزار بھیمو جریاں دیں۔ بیت المال کی بڑی سخت نگرانی ہوتی تھی۔ (3) آپ کی چٹ یا اجازت کے بغیر کوئی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔

خلفاء (نائین) جرنیل اور علماء کرام کا انتخاب

دور افتادہ علاقوں سے رابطوں میں تسلسل پیدا کرنے، لوگوں کو جہاد کی ترغیب دینے اور جنگی محاذوں پر غازیوں کی قیادت کرنے کے لئے آپ نے خلفاء جرنیل اور علماء کرام کا انتخاب کیا۔ شمالی وزیرستان سے غازی مرجان طوری خیل، جنت میر خان طوری خیل، گلاخان مداخل، عبد الرحمن، گل جان اور مولانا طاہر شاہ کو خلیفہ جبکہ ازل میر طوری خیل، شودی خان، ربنواز خان، شیرباز خان، ہرمانی خان، مشک عالم، شادی خان، امان اللہ اور فقیرہ پنجابی کو جرنیل مقرر کیا گیا۔ جنوبی وزیرستان سے ملاشر علی خان، خونسے خیل، پیر ملا خان وزیر، مولوی نجیب اللہ سوندی، جمعہ خان، جمعہ گل خان اور عجم گل خان کو خلیفہ اور ملک حیات خان بابا، پیر ملا خان المعروف غنڈائے فقیر سخی مرجان، میر اعظم خان سرنگ خیل، حالات خان وزیر اور ٹاپس خان عبداللہ خاص نمائندے کے طور پر مقرر کئے گئے۔ بٹنی علاقہ سے فقیر دین محمد کو خلیفہ اور روغان خان کو جرنیل مقرر کیا گیا۔ بنوں سے گل نواز خان، احمد گل، بنوچی، محمد علی شاہ اور گلاب شاہ کو خلیفہ اور بہادر خان، بنوچی، شربت خان وزیر، میر صاحب خان اور ماسٹر افسر علی خان نمائندے مقرر کئے گئے۔ بریل میں ناظم خان، عارف خان اور گل حبیب نمائندے کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے تھے۔ سینگ قبیلہ کے ساتھ رابطوں کے لئے میر خان کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ مارندہ سے عبدالغیب (تحویل دور) اور بعد میں آپ کے بھائی گل حبیب خان کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ خٹک قبائل کے ساتھ رابطوں اور خٹک مجاہدین کی قیادت کے لئے میر دل خان کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ اس طرح مروت سے سرداری خان اور میر احمد خان کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ (4)

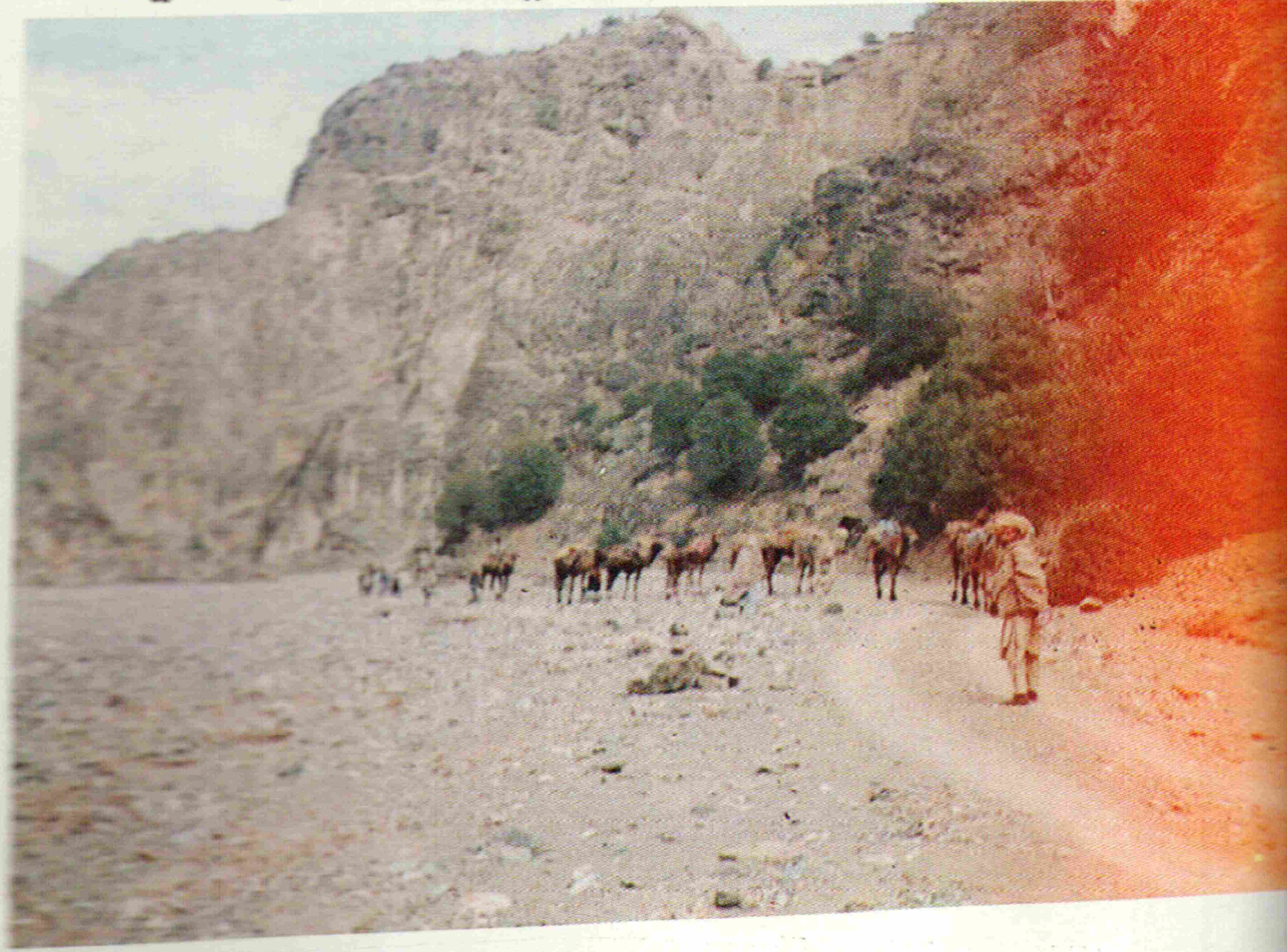
ان دور دراز علاقوں میں رازداری سے مجاہدین کے ساتھ رابطے قائم کرنے اور جمعہ کے روز جہاد کی فضیلت اور اہمیت بیان کرنے اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مالی تعاون کے حصول کے لئے آپ نے مندرجہ ذیل علماء کرام کا انتخاب کیا۔ مولوی وارث شاہ، قاضی محمد لطیف، مولوی فضل دین، مولوی محمد زمان، مولوی عبدالحق، مولوی گل منیر خان، مولوی گلین خان، مولوی محمد رحیم خان، مولوی عبد الرحمن، مولوی حبیب الرحمن، مولوی دین محمد، مولوی دین شاہ، مولوی گل محمد، مولوی حضرت عمر، مولوی محمد حسین، مولوی خواجہ میر خان، مولوی خان حسن، مولوی سلطان جان، مولوی تاج عالم، مولوی محمد روشن، مولوی سید صالح خان، مولوی عبدالمنان، مولوی شہر دین، مولوی خان گل، مولوی بلند شاہ، مولوی سید ہاشم، مولوی محمد اسلم، مولوی علی شاہ، مولوی میر صاحب خان، مولوی سید سلیمان اور مولوی بلوچ خان۔ (5)

ہوائی جہازوں کی بمباری

گورویک میں ہجرت کے بعد فرنگی نے ہوائی جہازوں کے ذریعے طویل عرصہ تک ۲۰۰ پونڈی اینڈی بموں سے گورویک پر بمباری جاری رکھی۔ چھ مہینے مسلسل بمباری کے باوجود گورویک کی مضبوط چٹانوں پر کوئی اثر نہیں ہوا گوکہ مجاہدین ان حملوں سے بڑے نالاں ہو گئے تھے تاہم مقامی تحقیق کے مطابق کوئی جانی یا مالی نقصان نہیں ہوا۔ خلیفہ لطیف خان مرحوم نے اپنے والد خلیفہ غازی مرجان کے حوالے سے

گورویک مرکز کی تصویری جھلکیاں

مرکز کے قدرتی مناظر کی ایک جھلک



کے کنارے وہ قدرتی غار جہاں فقیر اپنی نے
ایک ہجرت کرنے کے بعد تین ماہ گزارے

مرکز کی حدود کی ابتداء میں پن پچی



مرکز کی چٹانوں کے



وہ خلوت جہاں فقیر اپنی اس دنیاے قاتی سے
رخصت ہوئے



فقیر اپنی ذاتی خلوت اور مسجد کی

وہ خلوت جہاں توپ خانے اور ان کے گولے تیار
کئے جاتے تھے

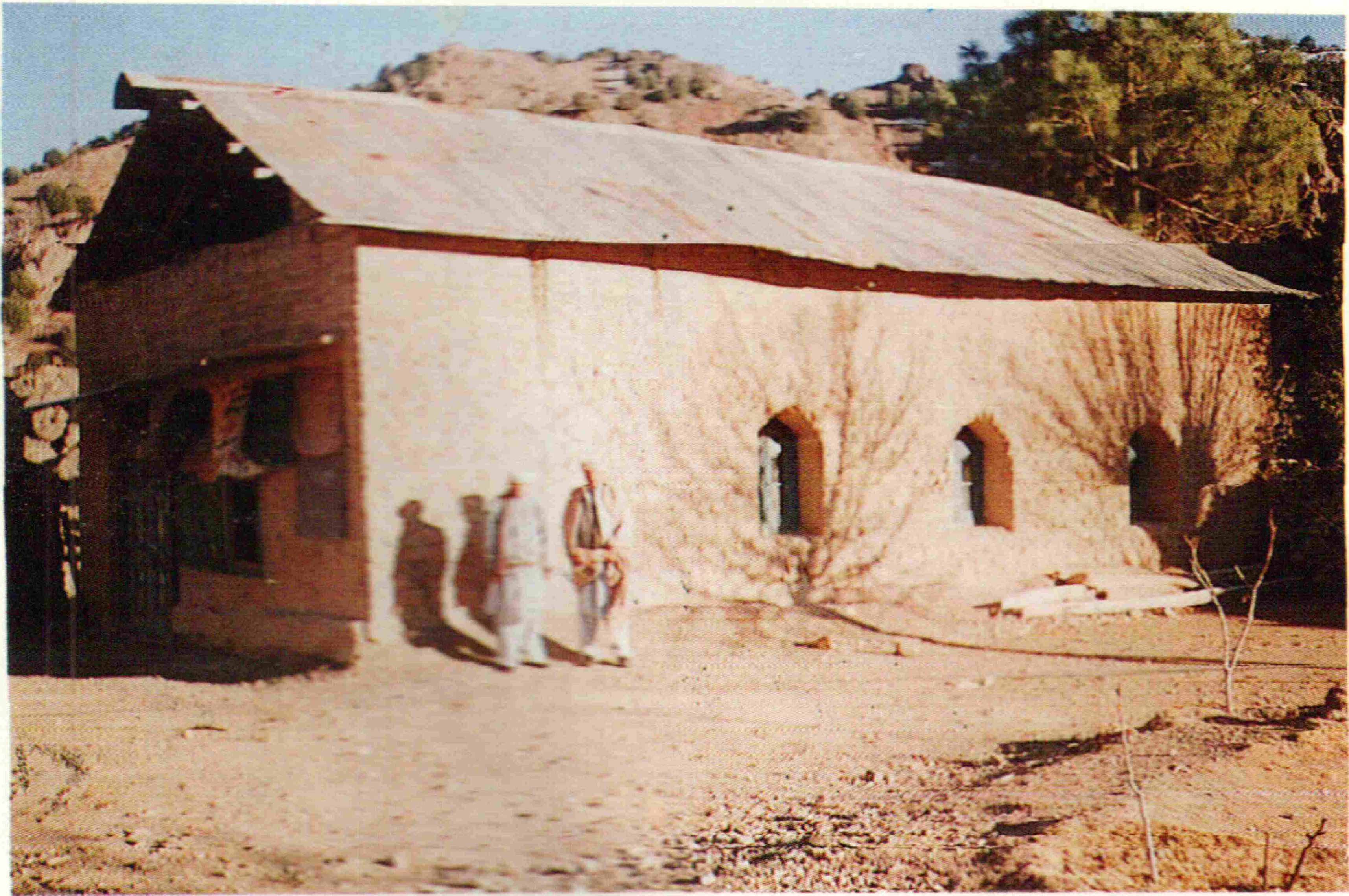


خلاف جہاد کے دوران استعمال کئے گئے
توپ خانے

مرکز میں اسلحہ ساز کارخانے کے سامنے پڑا ہوا بم
جو پھٹ نہ سکا



فقیر اپنی کی آخری آرام گاہ



گورویک مرکز کا قدرتی منظر



وہ پہاڑ جس پر نام نہاد ڈیو رکھا



بتایا کہ روپنڈی ہیڈ کوارٹر سے ایک انٹیلی جنٹس کا اہلکار پشاور سے جلال آباد کے راستے سے بہر و پیا کے حلیے میں گوروک آیا تھا۔ اس نے فقیر ایپی کے ساتھ ملاقات کی جس میں خلیفہ شیر علی خان محسود اور خلیفہ غازی مرجان طوری خیل نے بھی شرکت کی تھی۔ فقیر ایپی نے ملاقات میں بہر و پیا پر واضح کیا تھا کہ وہ اس کے نام، کام اور یہاں آنے کے مقصد کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں جس سے بہر و پیا خوفزدہ ہو گیا تھا کچھ بولنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی صرف اتنا کہا کہ کیا وہ خلوتیں دیکھ سکتا ہے؟ فقیر ایپی نے غازی مرجان کو اس کے ساتھ خلوتیں دکھانے کے لئے بھیجا تھا۔ خلیفہ لطیف خان نے مزید بتایا کہ اس قوی نے خلوتوں کو دیکھا اگر مشاہدہ کیا اور آخر میں ایک کنکراٹھا کر اسے خلوت کی دیوار یعنی چٹان کو کھودنا چاہا مگر ناکام رہا جس پر اس سے اپنی ڈائری میں کچھ لکھوا دیا گیا۔ شام کو خلیفہ غازی مرجان اور خلیفہ شیر علی خان نے فقیر ایپی سے شکایتا پوچھا کہ فرنگی کا ایک ذمہ دار شخص ہمارے پاس خود چل کر آیا تھا۔ آپ نے اس کو جانے دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ایک تو وہ یہاں ہمارے پاس مہمان بن کر آیا تھا اور دوسری خاص بات یہ ہے کہ اس کا یہاں سے واپس جانا ہمارے لئے بہت ضروری تھا۔ آپ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تھی آپ نے فرمایا تھا کہ چند دن انتظار کرے۔ خلیفہ لطیف خان کے بقول ہفتہ بعد گوروک پر بمباری روک دی گئی ہمارا خیال تھا کہ اس نے رپورٹ دی تھی کہ گوروک پر بمباری سے سوائے فرنگی نقصان کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

نظام جہاد

فقیر ایپی نے جہاد کے لئے ۳۰ مراکز قائم کئے تھے۔ ہر مرکز میں لشکر جہاد بھی ہوتا جس کا انچارج ایک خلیفہ ہوتا تھا اور اس کے پاس کچھ غازی مستقل ہوتے تھے جو اپنے علاقوں میں فقیر صاحب کی ہدایت کے مطابق جہاد میں مصروف رہتے تھے۔ بوقت ضرورت کسی دوسرے مقام پر بھی جہاد میں حصہ لیتے تھے۔ جن غازیوں نے مستقل طور پر اپنے آپ کو جہاد کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ ان کے اہل و عیال کے لئے فی نفر آٹھ اوڑھ غلہ مقرر کیا تھا (اوڑھ لکڑی کا بنا ہوا پیاناہ ہوتا ہے جو ڈھائی گھوڑوں کے لئے ہوتا ہے)۔ اجناس میں گندم، مکئی اور چاول شامل تھے۔ دوسری ضروریات کے لئے وقاف و قافو قافو غازیوں کی ممکنہ مدد کی جاتی تھی۔ فوج اور پیشوا سے بھگتوں کے گھروں میں بھی مناسب رقوم بھیجی جاتی تھیں۔ جہاد کے امور سے متعلق مخلص اور قابل اعتماد ساتھیوں سے مشورہ لیتے تھے۔ مگر حتیٰ فیصلہ فقیر ایپی خود ہی کرتے تھے۔ سرکاری ملک اور سردار آپ کے غازیوں کو کھانا کھلاتے تھے، محض اس ذرے کہ غازی ان کو نقصان نہ پہنچائیں۔ عام طور پر غازی جس گاؤں میں جاتے مسجد میں قیام کرتے تھے۔ گاؤں کے لوگ ان کو مکئی کی روٹی اور لسی و چائے وغیرہ لاکر دیتے تھے۔ اگر مجاہدین کسی انتہائی خفیہ مشن پر جاتے تو اپنے ساتھ آٹا گڑ اور چائے لے جاتے تھے۔ اکثر اوقات فقیر ایپی اور ان کے ساتھی کئی کئی دن بھوکے بھی رہتے تھے۔ سخت بھوک کی صورت میں جنگلی پودینہ، جنگلی پیاز، گر گرے چیر کے پھل (پرگی) اور زیتون کے پتے کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ (6)

فقیر ایپی غمبہ کئی میں

گوروک میں مستقل سکونت اختیار کرنے کے بعد مجاہدین کے ہاتھوں میں "سڑکیں" ٹیلی فون لائنیں، قلعے اور چوکیوں پر وارداتوں میں شدت آئی۔ مد مقابل فرنگی حکومت ملکان کے جرگے بلاتی جب اس سے مسئلہ حل نہ ہوتا تو فوج اور ہوئی جہاز حرکت میں لاتے۔ یہ سلسلہ جاری تھا کہ شامی پیر کے نام سے ایک جعلی پیر وزیرستان آیا اور امان اللہ خان کی حالی کے بیانے افغان حکومت کے خلاف وزیرستان کے قبائل کا بڑا لشکر تیار کیا۔ فقیر ایپی نے ۲۲ اگست کو غمبہ کئی کا دورہ کیا۔ غمبہ کئی شوال کے ساتھ وزیر اور محسود سنگم پر واقع ہے۔ یہاں قدرتی طور پر چند غار تھے جو ہوائی حملوں سے فطری طور پر محفوظ تھے۔ یہاں وزیر اور محسود قبائل نے آپ کے ساتھ رابطے قائم کئے فقیر ایپی کی قوت میں اضافہ ہوا۔ انگریز کو پھر اندیشہ لاحق ہوا اور غمبہ کئی پر بمباری کا فیصلہ کیا۔ بمباری سے ایک دن قبل اشتہارات پھینکے گئے کہ سرکار کو پتہ چلا ہے کہ آپ لوگوں نے حکومت کے دشمن (فقیر ایپی) کو پناہ دے رکھی ہے۔ لہذا سرکار نے فیصلہ کیا ہے کہ ان تمام علاقوں پر بمباری کی جائے

گی جن کا پانی کریزی الگھ اور خیفہ الگھ میں بہتا ہے۔ بمباری کئی دن تک جاری رہی۔ جس کے باعث فقیر ایپی نے غمہ کئی مرکز سے شوال کے شمال میں بارومان سر جہرت کی۔ یہاں آپ نے مد اخیل اور افغانستان کے قبائل میں تبلیغ جہاد شروع کی۔ مجاہدین آپ کے پاس جوق در جوق آتے گئے۔ آپ نے غازیوں کو توجہ جتنی اور سپن و ام علاقہ میں فرنگی کے خلاف کارروائیاں شروع کرنے کی ہدایات دیں۔

تابے جھگڑا

سپن و ام اور شرہ تلہ کے علاقہ میں مولانا غازی میر جان، ملک گلا جان اور گاگو نے فرنگی کو آرام سے بیٹھنے نہیں دیا۔ انہوں نے ایک لشکر تیار کیا۔ جس کی مدد سے میر علی اور سپن و ام کے درمیان فرنگی فوج اور کانوائے پر حملے کرنا معمول بن گیا تھا۔ ایک دفعہ کسی نے ان کو بتایا کہ سپن و ام قلعہ سے میر علی کمپ ایک فوجی کانوائے جا رہا ہے۔ غازیوں نے تابے کے مقام پتھریلی چٹان میں مضبوط پوزیشن سنبھالی۔ کانوائے فوج کی نقل و حمل پر نظر رکھنے کے لئے دو تین غازیوں کو ایک چوٹی پر بٹھایا تھا۔ عظیم خان طوری خیل ساکن سپن و ام نے بتایا کہ تھوڑی دیر کے بعد فوج کی نقل و حمل کیلئے جو غازی چوٹی پر بیٹھے ہوئے تھے وہ وہاں سے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میر علی کمپ سے فوج گشت پر نکل آئی۔ جب تابے پہنچی تو غازیوں کو بے خبری کے باعث محاصرے میں لے لیا۔ فریقین کے مابین گھمسان کی جنگ ہوئی۔ فوج کے نقصان کا پتہ نہیں چلا جبکہ غازیوں کی طرف پانچ شہید ہوئے۔ جن میں حضرت گل اور عبد اللہ خان طوری خیل بھی شامل تھے۔ ان دونوں کو فرنگی فوج کے خوف کے باعث رات کی تاریکی میں تابے ہی میں دفن کیا گیا جن کی قبریں آج بھی موجود ہیں۔ عظیم خان طوری خیل میں مزید بتایا کہ دوسرے دن فرنگی نے ہمارے گاؤں سپن و ام پر اشتہارات پھینکے کہ علاقہ کو خالی کر دے کہ بمباری کرنے والے ہیں۔ ہم نے علاقہ خالی کر کے پہاڑوں میں ہجرت کی۔ ہم نے دور سے دیکھا کہ ایک سپاہی پھٹ پانی لے جا رہا ہے۔ میرے چچا نے اس پر فائر کیا جس کے جواب میں پھٹ سے ملیشیاء نے فائر کیا۔ فرنگی نے کئی دنوں تک سپن و ام پر بمباری کی جس سے بہت سارے مکانات مسمار ہوئے۔

شامی پیر

اس کا تعلق بغداد سے تھا۔ اصلی نام سید محمد سعد تھا۔ لیکن وزیرستان میں شامی پیر کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ عراق سے ۱۹۳۸ء کے آغاز میں ہندوستان آیا تھا۔ یہاں امیر خان کی مدد سے قبائلیوں کے ساتھ رابطے قائم کئے۔ اس نے بہت خوبصورت داڑھی رکھی تھی۔ اس پر ہٹلر کے ایجنٹ ہونے کا شبہ تھا لیکن دراصل فرنگی نے افغانستان سے جرمن نمائندوں کو نکالنے کے لئے یہ سارا چکر چلایا تھا۔ اس کے اہم مراکز کانگرم اور واندہ تھے۔ پہلے مذہبی معاملات میں دلچسپی لی لیکن بعد میں مارچ سے جون ۱۹۳۸ء تک اس کی تبلیغ نے سیاسی رنگ اختیار کیا اور امان خان کی حالی کے بہانے تحریک شروع کی۔ افغان حکومت کی طرف سے محسود اور وزیر قبائلیوں کے ساتھ ہر قسم کے نقصانات کے ازالہ کا وعدہ کیا۔ اس کی باتوں نے یہاں کے قبائلیوں پر اتنا اثر کیا کہ چند ہفتوں میں کابل پر حملہ کرنے کے لئے وزیرستان کے قبائل کا ایک بڑا لشکر تیار ہو گیا۔ فقیر ایپی نے شامی پیر سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا۔ جب ظاہر شاہ کو قبائل لشکر سے خطرہ محسوس ہوا تو انہوں نے حکومت ہند سے مدد مانگی۔ انگریزوں نے ظاہر شاہ سے جرمن انجینئر نکالنے کا مطالبہ کیا۔ ظاہر شاہ مان گئے۔ اس پر فرنگی حکومت نے شامی پیر کے لشکر پر ہوائی بمباری کر کے منتشر کیا۔ اور شامی پیر کو جہاز میں سوار کر کے لے گئے۔ کورنر سرحد کنگھم نے ۲۳ جون ۱۹۳۸ء کو انتھیا گلی میں اس سے ملاقات کی۔ اس کو بغداد میں مسجد کی تعمیر کے لئے رقم کی ضرورت تھی۔ انگریز نے اس کو ۲۵۰۰۰ پونڈ دے کر بغداد بھیج دیا۔ (7)

فقیر ایپی کے جرمن سے تعلقات

۱۹۳۸ء میں فقیر ایپی کے پاس ایک جرمن نمائندہ گورویک آیا تھا اور انہیں تعاون کی پیش کش کی جس پر فقیر ایپی نے کہا کہ وہ

اس بارے میں شوری سے صلاح و مشورہ کریں گے۔ شوری سے مشورے کے بعد انہوں نے فرنگی کے خلاف جرمن کے غیر مشروط تعاون کی پیشکش قبول کی جس کے بعد جرمن کے ساتھ تعلقات استوار ہوئے۔ خلیفہ لطیف خان کے بقول اس نے فقیر ایپی کو ایک عدد جرمن دوربین ایک رائفل اور کچھ کارٹوس دیئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ کابل میں جرمن سفارت خانے کا ایک سینئر اہلکار تھا جس نے کابل میں ظاہر شاہ کے ساتھ فقیر ایپی سے ملنے کی بات کی تھی۔ ظاہر شاہ نے لعل باز خان محسود جو کابل میں شیاء میں کپتان تھا بلایا اور جرمن نمائندے سے ملا یا۔ وہ اہلکار لعل باز خان کے ساتھ گورویک آیا۔ پہلی بار فقیر ایپی اور جرمن اہلکار کے درمیان کی بات چیت ہوئی کسی کو کچھ معلوم نہ ہو سکا چونکہ اس ملاقات میں لعل باز خان بھی شامل نہیں تھا۔ ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمگیر جنگ کے آغاز کے بعد افغانستان میں جرمن سفارت کار نے فقیر ایپی کے مشہور خلیفہ عبدالحیص المعروف تحویل دور چپالائی ساکن مارغہ کے ساتھ رابطہ قائم کیا اور ان کے ذریعے فقیر ایپی کو ہٹلر کا پیغام پہنچایا کہ اگر انگریز کے خلاف جرمن کی مدد کی ضرورت ہے تو جرمن ہر ممکن مدد دینے کو تیار ہے۔ فقیر ایپی کی جنگی ضروریات کا جائزہ لینے کے لئے غلام محی الدین شیرانی مداحیل اور خلیفہ تحویل دور کے ہمراہ دو جرمن نمائندے نہایت رازداری سے گوریک آئے۔ اس سے پہلے ان نمائندوں نے لاہور میں کچھ وقت گزارا تھا۔ انہوں نے اردو قاری بھی سیکھ لی تھی۔ فقیر ایپی کے ساتھ ملاقات میں گفتگو فارسی میں ہوئی تھی۔ ان نمائندوں کے نام کسی کو اس لئے معلوم نہیں ہو سکے کہ فقیر ایپی نے ان کے ساتھ رابطے اور تعلقات نہایت مخفی رکھے تھے۔

افغانستان میں خلیفہ تحویل دور جانی پہچانی شخصیت تھے۔ آپ کے بھائی خلیفہ حبیب کے بقول جرمن سفارت کار نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ ان کے ساتھ رابطوں کے لئے ایسا شخص ہونا چاہئے جسے عام لوگ نہ جانتے ہو اور ہمارے ساتھ سفارت خانے میں برلن وزیر چہڑا سی کے ذریعے رابطہ قائم کریں تاکہ افغان حکومت کو ہمارے مابین رابطوں سے متعلق پتہ نہ چل سکے۔ اس پر تحویل دور نے اپنے چھوٹے بھائی گل حبیب کو یہ ذمہ داری سونپ دی۔ گل حبیب نے جرمن اور اٹلی سفارت کاروں کے ساتھ رابطہ برقرار رکھا۔ ۱۹۳۹ء میں ایک سینئر سفارت کار گل حبیب کے ہمراہ فقیر ایپی کو ملنے کے لئے دری خیال آیا۔ فقیر ایپی نے دری خیالہ میں ان کے لئے دنبہ ذبح کیا اور دوپہر کو کھانے پر ملاقات کی تھی۔ ملاقات میں فقیر ایپی نے ان سے کہا تھا کہ ”مختی مقابلہ ہم خود کر سکتے ہیں ہمیں صرف ہوائی جہازوں کی ضرورت ہے ہوائی جہاز کو استعمال کرنے کے اختیارات ہمارے ہی ہوں گے۔ صرف پائلٹ جرمن کے ہوں گے“ سفارت کار نے جہازوں کے لئے تیل کے بارے میں آپ سے دریافت کیا۔ اس پر آپ نے کہا ہمارے پاس سامنے رکھے ہوئے لائٹین کے لئے تیل نہیں ہے جہازوں کے لئے کہاں سے پیدا کریں گے۔ ہوائی جہازوں کے لئے اڑے کے بارے میں فقیر ایپی نے لواڑہ کے ایک وسیع میدان کا حوالہ دیا تھا۔ جرمنی اور اٹلی کے نمائندوں نے فقیر ایپی سے نہ صرف رابطہ رکھے بلکہ مالی مدد بھی یکم پہنچائی۔ جرمنی نے چھ سو پونڈ اور اٹلی نے نو سو پونڈ کی مالی مدد دی۔ مگر فقیر ایپی نے ہاتھ لگائے بغیر گل حبیب سے کہا تھا کہ ان کو اپنے پاس مارغہ میں محفوظ رکھو اور ضرورت کے وقت میری چٹ پر مجاہدین کی ضروریات پر خرچ کیا کرو۔ ملک سید اکبر خان جدران کے ہمراہ جرمن اسمبلی کابل کے دو اور جاسوس گورویک آرہے تھے کہ لوگر کے قریب پل عالم پر افغان عسکروں نے ان میں سے ایک کو قتل کیا اور دوسرے کو افغان حکومت کے سپرد کیا۔ اس پر افغان حکومت نے جرمن اور اٹلی سفارت خانوں کی سخت نگرانی شروع کی (8) جرمن اتحادیوں کے علاوہ روس کے ساتھ جنگ میں ایسا الجھا کہ فقیر ایپی کے ساتھ مزید رابطہ قائم نہ کر سکا۔ دری خیالہ میں فقیر ایپی اور جرمن سفارت کار کے مابین مندرجہ ذیل شرائط کی بنیاد پر سمجھوتہ ہوا تھا۔

۱۔ فرنگی کے خلاف جنگ کرنے میں ہم خود با اختیار ہوں گے۔

۲۔ ہمارا اسلامی نشان یا جھنڈا اپنا الگ ہوگا۔

۳۔ مسلمانوں کی سرزمین میں جرمن کا کوئی تصرف نہیں ہوگا۔

اس پر جرمن سفیر نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ فقیر ایپی خدا داد صلاحیتوں کے مالک ہیں انہوں نے معاہدے کے لئے جو شرائط

پیش کی ہیں وہ کسی عام لیڈر یا رہنماء کی نہیں ہو سکتیں۔

بعض نقاد (منظر علی شاہ) نے لکھا ہے کہ فقیر ایپی جرمین کے ایجنٹ تھے مگر ایسا نہیں ہے کیونکہ انگریز خود لکھتے ہیں فقیر ایپی کسی سے مدد لیتے مگر مقصد ہمیشہ اپنا ہی نکالتے تھے۔ دوسری خاص بات یہ کہ ایسا کہنے یا لکھنے سے پہلے ہمیں ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے وقت کے حالات و واقعات کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس کے لئے ہمیں اپنی پسند و ناپسند کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ حقائق پر مبنی صورت حال کچھ یوں تھی کہ فقیر ایپی نے فرنگی کو یحیرین مدت سے بھرپور گوریلا کارروائیوں کے ذریعے وزیرستان میں ایسا پھنسا رکھا کہ ایلن وارین (وزیرستان۔ فقیر ایپی اینڈ انڈین آرمی) کی تحقیق کے مطابق فرنگی راج کے آخری ایام میں وزیرستان میں فقیر ایپی کی گوریلا طرز جنگ کے ذریعے بغاوت پر مبنی جدوجہد کو سوتھ ایشیاء میں بیسویں صدی کے دوران تمام تر بغاوتوں میں غیر معمولی اہمیت حاصل رہی۔ اس عظیم جدوجہد کا مشاہدہ دہلی اور کابل میں جرمن مافلی اور جاپان کے سفارت کار کر رہے تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ آپ کی جدوجہد کے باعث فرنگی فوج کا ایک بڑا حصہ وزیرستان کے سنگناخ پہاڑوں میں پھنسا ہوا ہے جس کی وجہ سے فوج کی قوت منتشر ہو چکی ہے۔ تو پھر انہوں نے فرنگی کے خلاف ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمگیر جنگ کا اعلان کیا۔ کابل میں جرمن سفارت کار نے از خود (فقیر ایپی) سے رابطہ قائم کیا۔ چونکہ فقیر ایپی کی حمایت جرمن کی ضرورت تھی۔ فطری طور پر جرمن اور فقیر ایپی کے مابین معاہدے میں اس لئے کوئی حرج نہیں تھا کہ جرمن کی حتمی رائے یہ تھی کہ دنیا میں جگہ بدل اور ظلم و بے انصافی کی تمام تر ذمہ داری یہود اور انگریز پر عائد ہوتی ہے۔ جبکہ دوسری طرف فقیر ایپی کا خیال تھا کہ فرنگی نے مسلمانوں کے دین میں مداخلت کی ہے۔ دونوں کے نقطہ نظر سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ انگریز فقیر ایپی اور جرمن کا مشترکہ دشمن تھا۔ جہاں تک مذہب کے حوالے سے ان کے مابین معاہدے کا تعلق ہے تو اسلامی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب رسول مقبول ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو مدینہ کے یہود کے ساتھ معاہدہ کیا کہ مدینہ پر حملہ کی صورت میں وہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ اس کے علاوہ اسلام ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ کافروں کے ساتھ مقابلے میں جتنے وسائل دستیاب ہو سکتے ہیں ان سے بھرپور استفادہ حاصل کرو۔ خاص بات یہ کہ جنگ میں ترکی جرمینی کا ساتھ تھا جس کو اس وقت اسلامی دنیا میں ترکی خلافت اسلامیہ تھی اور خلافت اسلامیہ کی تعمیل اس وقت ہر مسلمان پر واجب تھی۔ مختصراً یہ کہ فقیر ایپی جیسے سچے لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کا ایجنٹ نہیں بن سکتے۔ گوریک میں جہاد کا ہیڈ کوارٹر قائم کرنے کے بعد اب فقیر ایپی کے لشکر کے لئے مہلت تھی کہ وہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں لڑائی جاری رکھیں۔

دری خیلہ

دری خیلہ درہ خیل سے ۵۵ کلومیٹر شمال مغرب میں ڈیورنڈ لائن کے اس پار واقع ہے۔ اس کے شمال میں خوست، مغرب میں افغانستان، جنوب مشرق میں لواڑہ کا وسیع میدان اور مشرق میں کثرہ لائنکے پچھ واقع ہے۔ گورویک مرکز کے بعد دری خیلہ کو اس لئے غیر معمولی اہمیت حاصل ہے کہ فقیر ایپی گرمیوں میں یہاں کھنصر صے کے لئے آیا کرتے۔ آپ کو دمہ کا مرض لاحق تھا۔ یہاں کاپانی آپ کی صحت کے لئے مفید تھا۔ اس کے علاوہ یہاں خوست قبائل کے ساتھ آسانی سے رابطہ قائم کیا جاسکتا تھا۔ تیسری خاص وجہ یہ تھی کہ یہاں آپ کے ساتھ جرمن سفیر نے ملاقات کی جس میں لواڑہ کے وسیع میدان کو ہوائی اڈہ کے لئے منتخب کرنے پر اتفاق ہوا تھا۔ اگر جرمن افواج روس کے طرف پوش پہاڑوں میں شکست و رخت کا شکار نہ ہوتیں تو اس علاقے کی تاریخ آج کچھ اور ہوتی۔ یہاں آپ کی خلوت کے ساتھ غازیوں کے خطہ کے لئے بھی ایک بڑی قدرتی خلوت تھی۔ دری خیلہ میں چلغوزے کے جنگلات ہیں یہ پہلے مداحیل قبیلہ کے مشترکہ ملکیت تھی مگر چند سال قبل سرکانڈ اشاخ جو آٹھ خاندانوں پر مشتمل ہے نے ۳۲ لاکھ میں خریدا۔ گذشتہ ایک سال کے چلغوزے کا منافع 160000/- روپے قبل سرکانڈ اشاخ جو آٹھ خاندانوں پر مشتمل ہے نے ۳۲ لاکھ میں خریدا۔ گذشتہ ایک سال کے چلغوزے کا منافع 160000/- روپے تھا۔ یعنی قدرت نے یہاں کے مکینوں کے لئے دری خیلہ کو ذریعہ آمدنی بنایا ہے۔

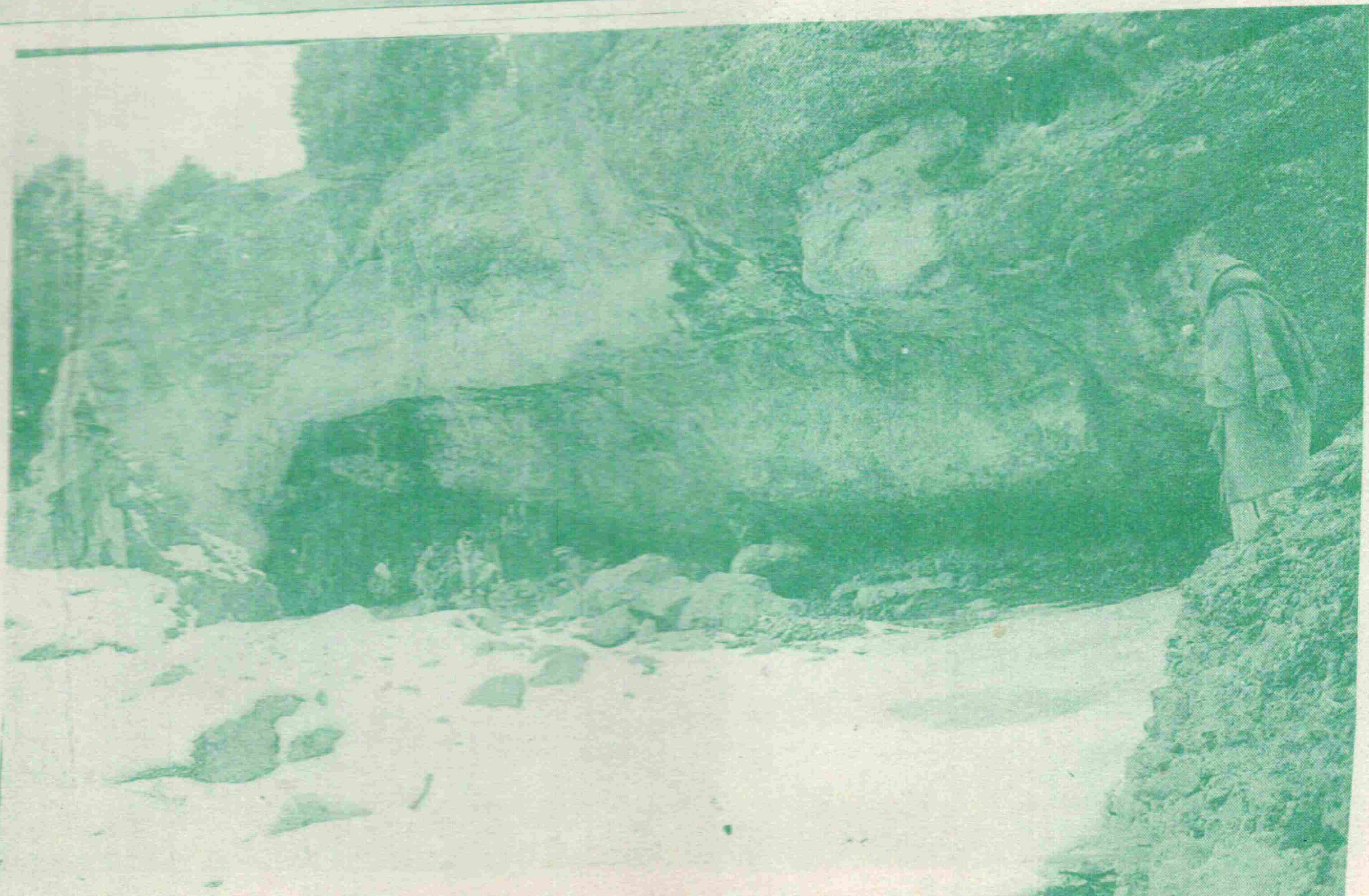
دری حیلہ مرکز کی تصویری جھلکیاں

دری حیلہ میں مقامی لوگوں کا گروپ فوٹو

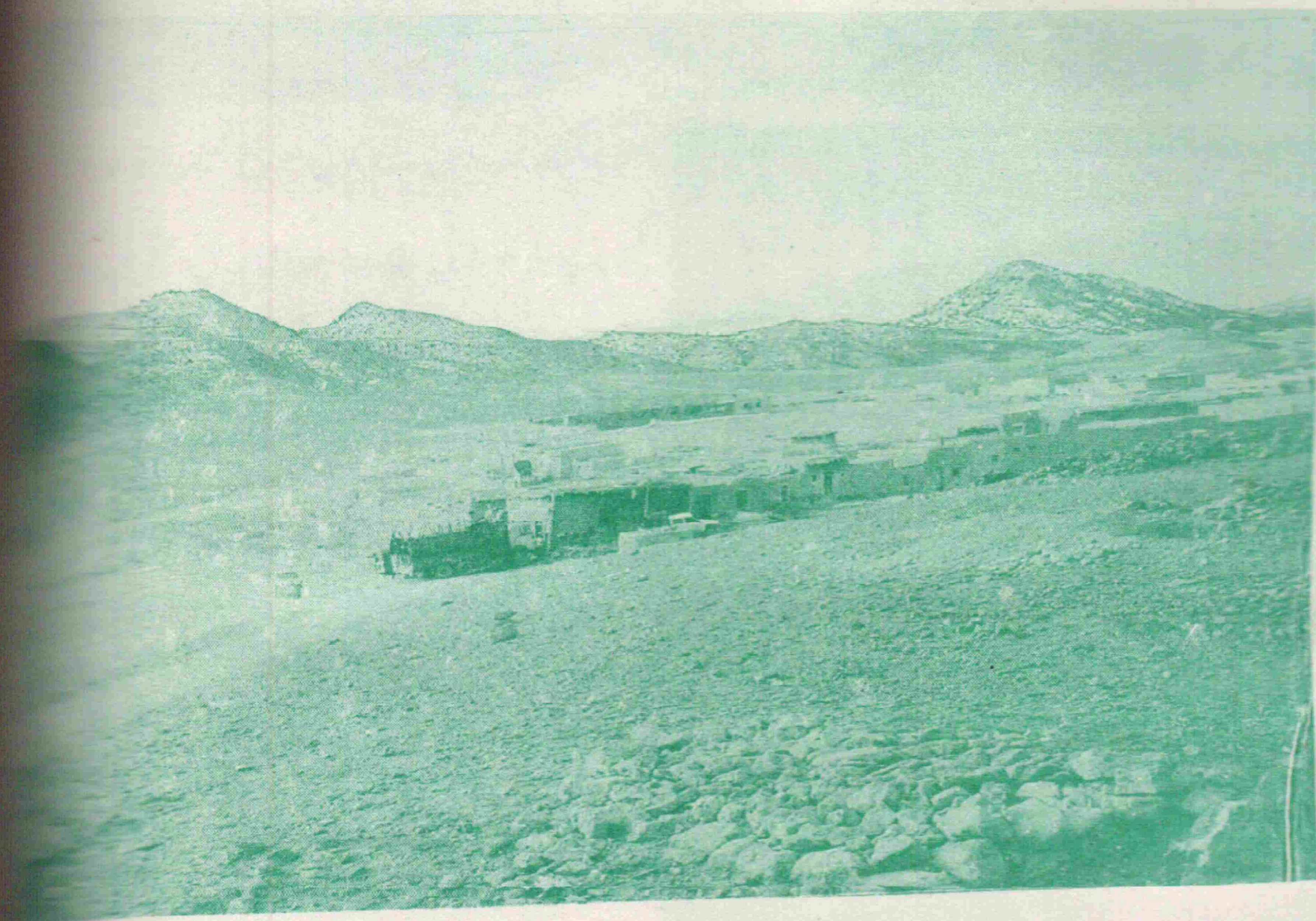


دری حیلہ مرکز میں وہ تاریخی خلوت جہاں فقیر اپنی
کو جرمن سفیر ملے تھے

وہ قدرتی غار جو غازی لنگر خانے کے لئے استعمال
کرتے تھے



دری خیلہ کے قدرتی مناظر کی ایک تصویر



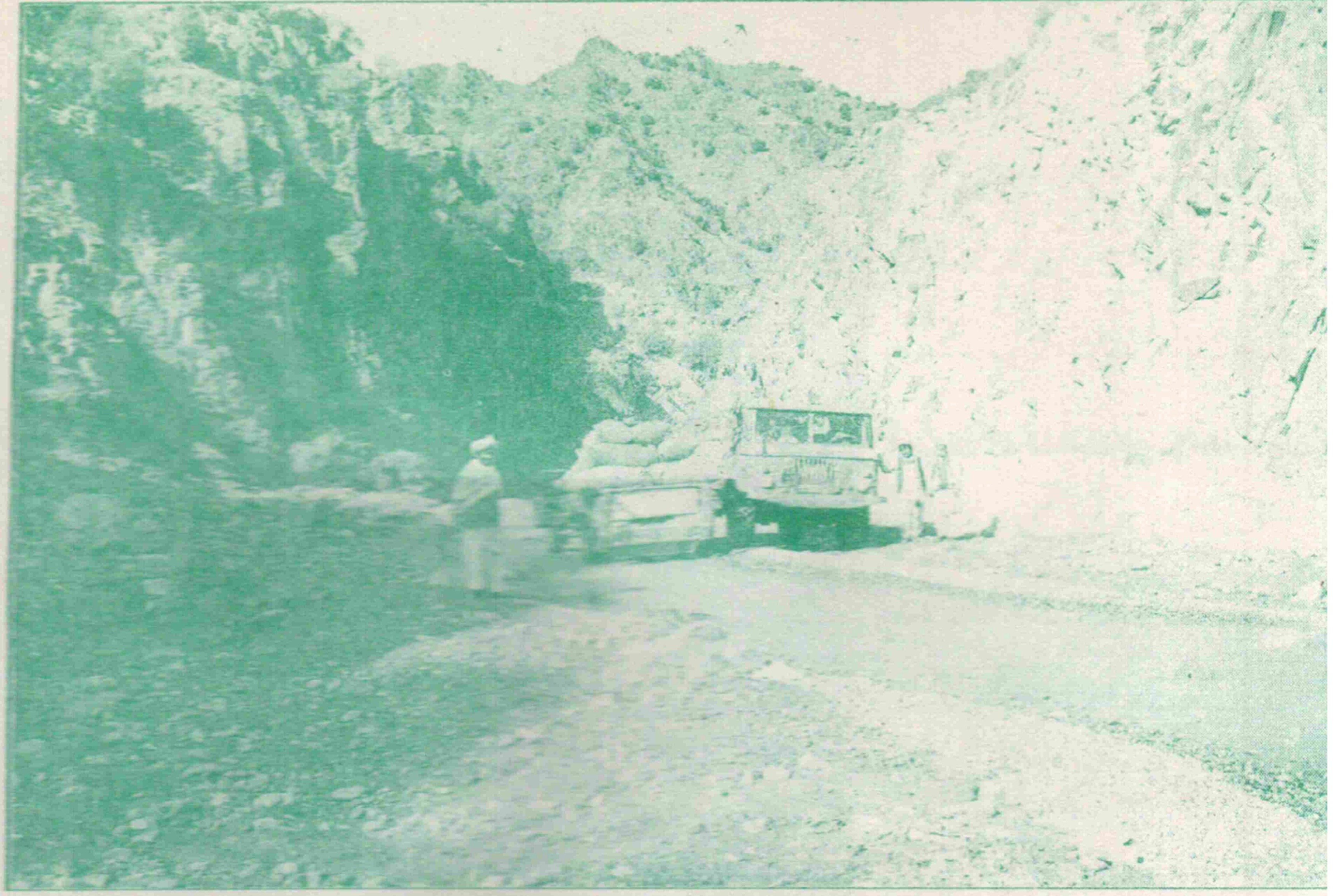
لوڈہ میدان اڈہ میں رہ مسجد جہاں 1984ء میں
روسی طیاروں نے بمباری کر کے ایک مولوی
سمیت کئی طالبان کو شہید کیا





وہ جگہ جہاں مقامی لوگوں نے آبپاشی کی ہے
آپ کے تھمڑے تھمڑے ریاہ

کرڑہ لائنکے میں وہ جنگ گھاٹی جہاں سیلاب کے
باعث ایک ٹرک ڈوبا ہے



برف باری کے باوجود چھوٹے بچے اونٹ چلانے
پر مجبور ہیں

وہ سڑک جو مقامی لوگوں نے اپنی مدد آپ کے
تحت تعمیر کی ہے



مقامی پکوان کار:



برف پوش پہاڑوں میں سڑک کا منظر



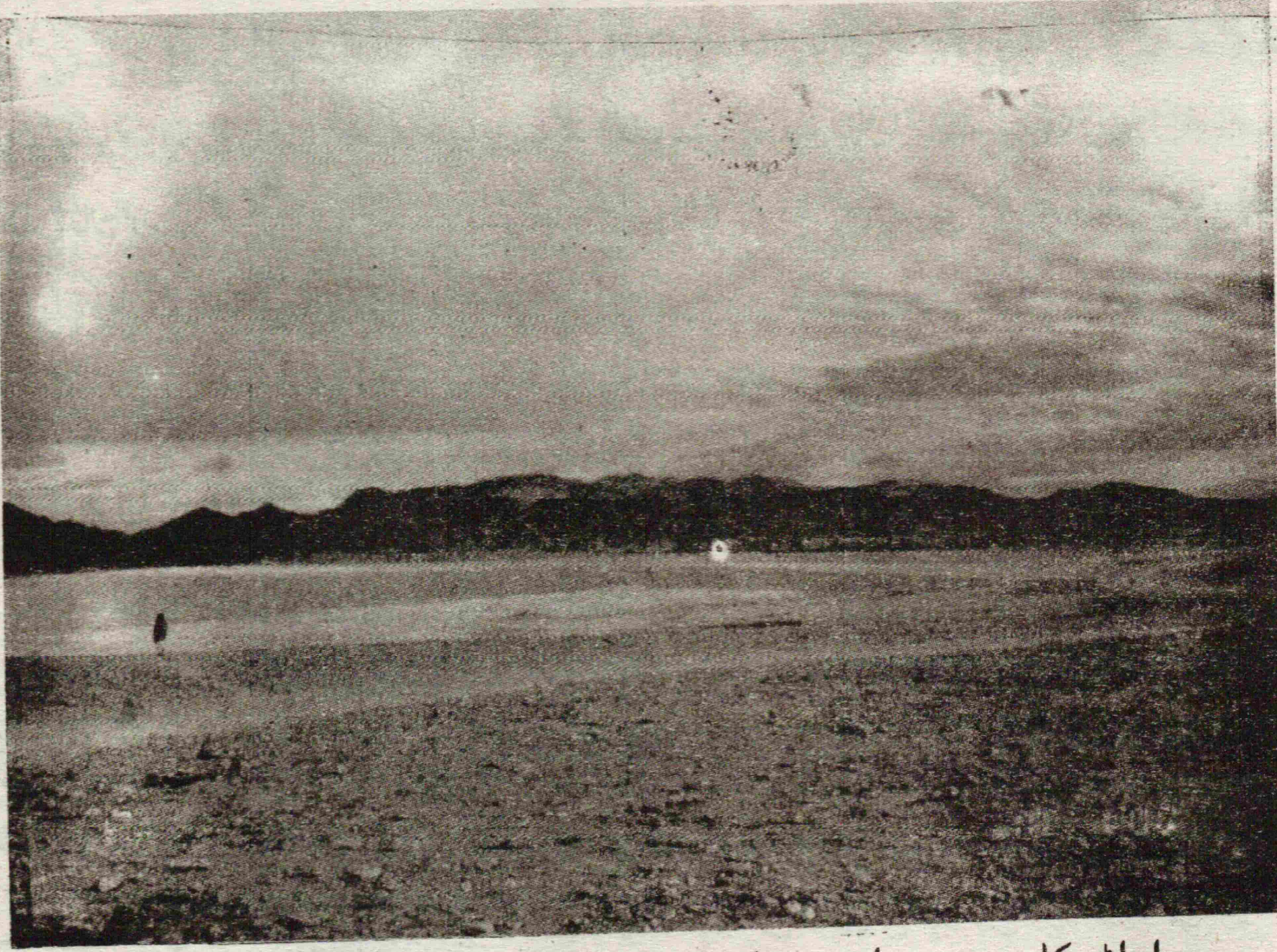
دری خیالہ میں محقق کا مقامی لوگوں کے ساتھ



میرے ساتھ دری خیلہ
دورے میں فقیر دین محمد اور اس
کا بھانجا قمر زمان شامل تھے۔
ہمارے جانے سے دو دن قبل
برف باری ہوئی تھی۔ لواڑہ
سے آگے یہاں کے لوگوں نے
ہمت کر کے اپنی مدد آپ کے
تحت سڑک تعمیر کی ہے اور
لواڑہ سے ملحقہ پہاڑی میں چند
کلو میٹر کی سڑک پر ۸ لاکھ
روپے خرچ کئے ہیں۔ راستہ

سخت دشوار گزار تھا اوپر برف

دری خیلہ میں وہ خلوت جہاں فقیر ایپی کو جرمن سفیر ملے تھے
بھاری کے باعث اور بھی مشکل ہو گیا۔ اگر بارش ہو جائے تو انتہائی خطرناک صورت اختیار کرتا ہے۔ مثلاً اس سے پہلے تنگی درگئی اسمال خیل تنگی
میں فقیر دین محمد نے بتایا کہ چند سال قبل شدید سیلاب کے باعث اس جگہ ایک ٹرک ڈوب گیا اور ابھی تک پتہ نہیں چل سکا۔ بات دری خیلہ کی
ہو رہی تھی حقیقت یہ ہے کہ



دری خیلہ کے فطری حسن کی
جتنی تعریف کی جائے کم ہوگی
۔ قدرت نے اس خطے کو انتہائی
دلکش مناظر سے نوازا ہے۔
یہاں کے لوگ مہمان نوازی
میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، اسلام
پسندی اور بھائی چارہ ان کا شعار
ہے۔ آزادی کی تحریک میں بھی
اس خطے کی منفرد حیثیت رہی
ہے۔ دری خیلہ سے واپسی پر
برف پگھلنے کے باعث لواڑہ

میدان سے پہاڑی کے اُس پار

جاننا ناممکن ہو گیا۔ ہم نے واپس جانے میں عافیت سمجھی اور پھر ایک دوسرے مشکل راستے سے غونزہ اور زیری تنگ درہ تنگاڑائی میں فقیر دین محمد
کے گھر عصر کے وقت لوٹ آئے۔

اس دورے کے دوران دری خیلہ اور لواڑہ میدان کی فوٹو گرافی کے علاوہ فقیر ایپی کے کئی دیرینہ ساتھیوں مثلاً غازی میازڑے،

غازی رضا گائی، غازی زائی خان، غازی گل حلیم تانزائی، ملک محمد عالم خان اور شہید فتح خون کے بیٹے سردور جان سے ملاقات کرنے کا موقع ملا جن سے بہت مفید معلومات حاصل کی۔ تاہم یہ جان کر بہت دکھ ہوا کہ ڈوگہ سے لے کر دری خیلہ تک تاحال کوئی سرکاری سکول نہیں بنا۔ علاقہ کے بعض لوگوں نے ہمت کر کے چند پرائیویٹ سکول کھول رکھے ہیں لیکن ان کے بھاری بھر کم فیسوں کے باعث پوری آبادی ان سے مستفید نہیں ہو رہی۔ چھوٹے بچے اپنا اور اپنے خاندان کا پیٹ بھرنے کے لئے اونٹ چلانے پر مجبور ہیں اور اکیسویں صدی کی دہلیز پر پہنچنے کے باوجود ان بد قسمت بچوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔

مئی رونہ جھگڑا

شمالی وزیرستان میں مداخلت قبیلہ کی مخالف سرگرمیوں کی روک تھام کی خاطر خاندان خان اور ارسلان سمیت ۵۲ مداخلت ملکوں کو گرفتار کیا گیا اور مزید دباؤ بڑھانے کی خاطر میرانشاہ میں مداخلت جرگہ میں برآمدہ کے طور پر چند افراد کو زیر غمال بنانے اور دواہنر بند و قوں کا مطالبہ بھی کیا گیا۔ مداخلت نے شرائط ماننے سے انکار کیا۔ فرنگی نے ان پر ۵ دن متواتر بمباری جاری رکھی۔ مقابل میں مداخلت غازیوں نے دہتہ خیل قلعہ کا محاصرہ کیا بعد میں غازیوں اور قلعے کے دستہ کے مابین سخت معرکہ بھی ہوا۔ چوتھے روز زمک سے امدادی فوج پہنچی۔ ۲ جون ۱۹۳۸ء کو مئی رونہ کے مقام پر مجاہدین اور فرنگی فوج کے مابین سخت گردوغبار میں خون آشام معرکہ ہوا۔ جس میں ۱۲۰ سپاہیوں کو ہلاک یا زخمی کر دیا گیا۔ مجاہدین کے ۱۲ آدمی کام آئے۔ اس معرکہ میں خانی مچہ مداخلت نے ایک انگریز افسر کاسر کاٹ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ فرنگی کو اس سے بہت صدمہ پہنچا۔ انہوں نے خاصہ دار کے ذریعے غازیوں کو پیغام بھیجا کہ کل تک انگریز افسر کاسر واپس کیا جائے اور گاؤں بھی خالی کیا جائے۔ اس پر خلیفہ گلا جان اور خلیفہ غازی مرجان نے جواب دیا کہ کل انگریز خود آجائیں ہم انتظار کریں گے۔ خانی مچہ سے ایک غازی حبیب خان ساکن برمل نے انگریز افسر کے سر کو بوری میں بند کر کے کرم لے گیا۔ وہ اپنے شہید بھائی سلگائی کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ فرنگی نے ملکوں کو دھمکی دی کہ اگر کل تک سر واپس نہ کیا گیا تو ۱۲ غازیوں کی لاشوں کو جلادیا جائے گا۔ ملکوں نے مشورہ دیا کہ ایسا کرنے سے غازی میرانشاہ کچہری کو آگ لگا دیں گے۔ پھر فرنگی نے صالح خان اور میر محمد کو گفت و شنید کے لئے بھیجا۔ حبیب خان نے ۵۰ روپے کے عوض سر واپس کر دی (9) انگریزوں نے اس کے بدلے بارہ غازیوں کی لاشیں واپس کر دیں۔

خوکمر آپریشن

جولائی ۱۹۳۸ء میں فقیر ایپیٰ خوکلے آئے گاؤں والوں نے آپ کا پرتاک استقبال کیا۔ فرنگی نے ایک مرتبہ پھر فقیر ایپیٰ صاحب کو گرفتار کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۱۳ جولائی ۱۹۳۸ء کو دوبارہ گینگڈ فوج نے خوکے کلی کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ خوکمر کے مقام پر غازیوں نے حملہ کر کے فوج کو روک رکھا۔ مجاہدین کو پیچھے سے منگل، جدران اور تانزی قبائل کی بھرپور مدد بھی حاصل تھی۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے فوج نے ہوائی جہازوں کی مدد سے پیش قدمی شروع کی مگر خوکلے پہنچنے سے قبل قدرت کی شان سے ایسا سخت گرد آلود طوفان آیا کہ اپنے پرانے کی پہچان مشکل ہو گئی جہازوں نے غازیوں کی بجائے فوج پر بمباری شروع کی۔ فوج کے چار افسروں سمیت ۳۵۹ سپاہی ہلاک یا زخمی ہوئے اور ۲۹ غازی شہید ہوئے۔ فرنگی کے لئے ایک بلڈ پھر فقیر صاحب کو گرفتار کرنا محض خواب بن گیا۔ فوج کو یہ ارادہ ترک کرنا پڑا۔ فقیر ایپیٰ نے خود فوج کو دہتہ خیل کی سڑک سے دور مغرب میں لڑائی کا طعنہ دیا تھا۔ اس کے بعد فوج نے پھر ٹوچی سے آگے جانے کی جسارت نہیں کی۔ جنرل ایلٹ کے مطابق فقیر ایپیٰ کے لشکر نے ایسا زوردار مقابلہ کیا کہ فوج کو واپس آنا پڑا۔ (10)

بنوں سے ۱۵ میل دور شمال مغرب میں گسبستی کے مقام پر غازیوں کا مضبوط مرکز تھا۔ غازی وہاں سے خلیفہ میر دل خٹک اور خلیفہ گل نواز کی قیادت میں کبھی فرنگی فوج پر بلہ بول دیتے اور کبھی سڑک پر وارداتیں کرتے تھے۔ فرنگی نے ٹنگ آکر خلیفہ میر دل خٹک اور خلیفہ گل نواز کو طعنہ دیا کہ وہ اتنے بہادر ہیں تو بنوں شہر آجائیں تاکہ پتہ چل سکے کہ کون کتنا بہادر ہے۔ فقیر ایپی کے ذاتی محافظ میر دل طوری خیل نے بتایا کہ گوردیک میں خلیفہ میر دل خٹک نے فقیر ایپی کو بتایا کہ فرنگی نے انہیں طعنہ دیا ہے۔ اس لئے آپ ہمیں بنوں پر حملہ کرنے کی اجازت دے دیں۔ فقیر ایپی نے اجازت دی لیکن ساتھ یہ بھی ہدایت دی کہ حملہ کے دوران کسی بے گناہ کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ اس طرح ۲۲ جولائی ۱۹۳۸ء کو خلیفہ میر دل خٹک اور خلیفہ گل نواز کی قیادت میں دو سو غازیوں نے بنوں شہر پر دلیرانہ حملہ کیا۔ یہ لشکر دریائے کرم سے ڈھول بجاتا ہوا اچھاؤنی کے عقب سے ہوتا ہوا بنوں شہر داخل ہوا۔ حملہ ہندوؤں کے علاقہ میں کیا گیا جس کا ایک مقصد اسلام ٹی بی کا بدلہ لینا بھی تھا۔ اس حملہ میں دو سو ہندوؤں زخمی اور ۲۰ مردے گئے اور بنوں شہر کو آگ لگانے کے باعث تیس ہزار پونڈ کا نقصان بھی ہوا۔ غازیوں کی طرف سے ایک شہید اور ایک زخمی ہوا۔ تاہم آگ کی روشنی کے باعث فرنگی تھانے سے لشکر پر شدید فائرنگ کی گئی۔ جس سے لشکر کی تھانے پر قبضہ کرنے کی سکیم ناکام ثابت ہوئی۔

مجہ مد اخیل پر بمباری

دسمبر ۱۹۳۸ء میں فقیر ایپی برمل اور موسیٰ بیچہ سے مجہ مد اخیل آئے۔ فرنگی حکومت نے مد اخیل پر شدید بمباری شروع کی۔ مد اخیل جرگہ نے مرانشاہ میں اقرار کیا کہ فقیر ایپی ہمارے ہاں آئے تھے مگر بمباری کے باعث یہاں سے شکستہ گئے۔ شکستہ میں مجاہدین کا مضبوط مرکز قائم تھا۔ فرنگی نے ۱۶ مارچ ۱۹۳۹ء کو شکستہ کی فوج کشی کی۔ مجاہدین نے فوج کا خوب مقابلہ کیا جس میں ۹۳ سپاہی ہلاک اور ۱۹ غازی شہید ہوئے۔ انگریز نے ایک دفعہ پھر مد اخیل قبیلہ پر بمباری کے اشتہارات پھیلنے لگے۔ کئی خاصہ داروں کو ملازمت سے برخاست کیا اور ساتھ ہی علاقہ کی ناکہ بندی کی۔ مزید دباؤ بڑھانے کے لئے انگریز انتظامیہ نے میرانشاہ میں مد اخیل جرگہ کو اپنی شرائط سناتے ہوئے کہا۔ (۱) تمہارے ملکی الاؤنٹس ختم کئے گئے ہیں۔ (۲) جرمانے کے طور پر ۱۰۰ اور مستقبل میں ٹیک چلنی کے لئے ۵۰ ہندو قیں لازماً جمع کرانا ہوں گی ان شرائط کے باعث فقیر ایپی وقتی طور پر مد اخیل اور طوری قبیلوں کی مدد سے محروم رہے۔ فرنگی مظالم اور بددیت کے باوجود فقیر صاحب بدستور آزاد رہے۔ ان کا کردار بطور تکلیف پیدا کرنے والے دشمن کے اب شروع ہوا تھا۔ انگریزوں کا وزیرستان کی لڑائیوں میں جانی نقصان کے علاوہ ۵۰ ملین سڑنگ سے زیادہ خرچ ہو چکا تھا جس کا کوئی ظاہری فائدہ نہیں تھا۔ ان کا ضرور تھا کہ وزیرستان میں لارڈ فکھر کی پالیسی ”فوج کی ہر بنا لین سرحد پر دو سال گزارے“ سپاہیوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی اور فوج نے پٹھانوں سے اس سرزمین کی ٹیکنیکل ویلیو سیکھی۔ (11)

فقیر ایپی کا اہم اعلان

انگریز کو فوجی مہمات ہوائی بمباری، قبائل پر جرمانے، بے پناہ مالی و جانی نقصانات، خوف و ہراس اور دھمکیوں کے باوجود جب مطلوبہ مقاصد میں کامیابی حاصل نہ ہوئی تو پروپیگنڈا مہم کے ذریعے فقیر صاحب پر اغواء برائے تاوان، ڈاکہ زنی، ہندوؤں کو لوٹا اور راستے جاتے مسافروں کو نالاں کرنا جیسے گھناؤنے الزامات لگائے۔ جس کے جواب میں فقیر صاحب نے ۱۳ جون ۱۹۴۰ء کو مندرجہ ذیل اعلان جاری کیا:-

امیر المجاہدین حاجی الحرمین مرزا علی خان کی طرف سے یہ بیان ہے کہ میں کوئی اغواء بداجتہ (جبر سے کسی کو حراست میں لینا) اور ڈاکہ زنی کے سخت خلاف ہوں۔ ہندوؤں کو لوٹا اور راستے جاتے مسافروں کو نالاں کرنے کے گھناؤنے افعال میں نے سختی سے منع کر دیے ہیں۔ جو لوگ اس قسم کے کاموں سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ انگریزوں کی ایماء اور اشارے سے ایسا کر رہے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں سے میرا کوئی تعلق اور ہمکاری نہیں ہے۔ میرا مقابلہ صرف اور صرف فرنگی حکومت کے ساتھ ہے۔ فرنگی مسلمانوں کے دین میں دخل اندازی کرتے ہیں اور ہماری آزادی اپنے پاؤں تلے روند ڈالنا چاہتے ہیں۔ ہر چند

فرنگی حکومت اسلام کے پاک دین کو تباہ کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے، لیکن منشاء خداوندی کچھ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کی روشنی پھیلانا چاہتا ہے اور اگر اس بات پر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی ناک کینٹی کیلی ہو جاتی ہے تو خداوند عالم کو اس کی کیا پروا۔ میرے دل میں اپنی ذات کے لئے کسی بھی لالچ اور طمع کا خیال رکھنے کے لئے کوئی توقع نہیں ہے۔ میں فقط دین اسلام کی سربلندی کے لئے مصروف عمل ہوں اور دین اسلام پر فدا ہونے والوں کو اگر مسلمانوں کو آزادی کی نوبت مقصود و مطلوب ہو تو وہ انگریزوں کے مقابلہ میں ہمارا ساتھ دیکر ہماری امداد فرمائیں۔ اس لئے ارشاد خداوندی ہے (میرے دشمنوں "کافروں" کا ساتھ دینے والے میرے دشمن ہیں اور میرے دوستوں "مسلمانوں" کا ساتھ دینے والے میرے دوست ہیں)۔ فرنگی حکومت نے ہم پر ایسے مظالم ڈھائے ہیں کہ گذشتہ چار سال اور سات مہینوں میں لگاتار ہم پر ہوائی جہازوں کی بمباری، توپوں کی گولہ باری، رائفلوں اور مشین گنوں اور بموں کی بوچھاڑ کر دی ہے۔ زہریلی گیس بھی استعمال کی ہے۔ اس سال فروری میں بنوں کی سرحد پر محمد فیصل کے ۲۰۱ مکانات مسمار کرنے کے علاوہ سات مسجدیں اور پچیس جلدیں قرآن کریم کی بھی شہید کر دی گئی ہیں (12)۔ بندہ حاجی مرزا علی خان مورخہ ۱۳ جون ۱۹۴۰ء

فقیر ایپی نے جہاد کے لئے ایسی مربوط حکمت عملی مرتب کی تھی جب کبھی کسی ایک قبیلہ پر فرنگی مظالم حد سے زیادہ بڑھ جاتے تو قبیلہ وقتی طور پر مصالحت سے کام لیکر خاموشی اختیار کر لیتا لیکن کوئی دوسرا قبیلہ فوراً میدان میں کود پڑتا۔ مدانیل قبیلہ کے بعد دارڑ غازیوں نے تپلی کلی مرکز سے حکومت کے خلاف سرگرمیاں شروع کیں۔

تپلی کلی جھگڑے

۱۱ اگست ۱۹۴۰ء کو فرنگی حکومت نے تپلی کلی میں غازیوں کی سرکوبی کے لئے دو بریگیڈ فوج بھیجی۔ مخالف میں میر شاہ جان گلا جان جرنیل شادی خیل داوڑ کی قیادت میں داوڑ مجاہدین فوج کے خلاف میدان میں کود پڑے۔ فریقین میں سخت لڑائی ہوئی جس میں فوج کے سپاہیوں کو ہلاک اور ۱۲ کو زخمی کر دیا۔ ۳ غازیوں نے بھی اس موقع پر جام شہادت نوش کیا۔ اس حملے میں شکست کے بعد ۱۶ اگست کو فرنگی نے ایک مرتبہ پھر ہوائی جہازوں سے دو بریگیڈ فوج کے ساتھ تپلی کلی پر حملہ کیا۔ داوڑ نے پہلے سے تمام حفاظتی اقدامات کر رکھے تھے۔ فوج نے رات کو تپلی کلی کا محاصرہ کیا مگر صبح مجاہدین نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر فوج پر دھاوا بول دیا۔ اس خونریز معرکہ میں ۱۰۸ سپاہی ہلاک یا زخمی کر دیئے گئے۔ مجاہدین کی طرف سے بھی ۳۳ غازی شہید ہوئے۔ تپلی کلی جھگڑے کے بعد فقیر ایپی نے ملا شیر علی خان، ناپس خان، ملک ولی خون اور ملک حیات بابا کی دیرینہ خواہش پر نومبر ۱۹۴۰ء میں محمود علاقہ مکین کا دورہ کیا۔ مکین کے قبائل نے فقیر ایپی کا فقید المثل استقبال کیا۔ اس پاس کے دوسرے قبائل بھی فقیر صاحب سے ملاقات اور دعاؤں کے لئے مکین آنے لگے۔ فقیر صاحب ان کو جہاد کی تبلیغ فرماتے۔ نتیجتاً محمود نوجوانوں کے دلوں میں جذبہ جہاد پھر سے تازہ ہوا۔

مکین معرکہ

رزک چھاؤنی مکین سے شمال میں چار میل کے فاصلے پر ہے۔ فرنگی کو فقیر ایپی کے لشکر یعنی مکین کے قبائل کے خطرناک ارادوں کا علم ہوا جس پر فوج کے جرنیل نے پیغام بھیجا کہ "کل ۷ دسمبر کو فوج اپنے بازوؤں کے بل بوتے مکین میں اشکر کوٹ کے مقام پر کیمپ لگوائے گی۔ اگر کسی میں مقابلہ کی ہمت ہے تو سامنے آئے۔" اس پیغام کے محصول ہوتے ہی مجاہدین نے اشکر کوٹ کے قرب و جوار کے پہاڑوں میں مورچے سنبھال لئے۔ ۷ دسمبر ۱۹۴۰ء کو کرنل کانکر کی قیادت میں فوج جب رزک سے اشکر کوٹ پہنچی تو غازیوں نے ان پر فائر کھول دیا۔ شام کو نوبت دست بدست لڑائی تک جا پہنچی۔ لڑائی تمام رات اور دوسرے دن ۲ بجے تک جاری رہی۔ اس لڑائی میں فوج پر کیا بیعتی؟ لڑائی میں شامل ایک حوالدار عبدالصمد خان کے مضمون "سرحد کی رات" میں ملاحظہ کیجئے:

سپاہیوں کی راتوں کے ساتھ ۱۲ بجے لمبی سنگین لگی ہوئی تھی۔ قبائلوں کے پاس خنجر تھوڑے حیران کن پھرتی سے سنگین کاوار چاکر خنجر مارا کرتے تھے۔ ہماری کمپنیوں کی نفری ڈیڑھ سو سے کچھ زیادہ تھی۔ مسلمانوں کی پلاٹوں میں الگ تھیں صرف چھ جوان زندہ واپس آئے ان میں دو تین لاشوں کے نیچے چھپ گئے تھے ان کی زبانیں جیسے گل ہو گئی تھیں۔ دہشت زدگی سے بول نہیں سکتے تھے۔ مسلمان کمپنی کی دو پلاٹوں میں ہندوؤں اور سکھوں کی کمپنیوں کے ساتھ تھیں۔ ان میں سے صرف چار جوان مارے گئے تھے۔ مسلمان پلاٹوں کے چنگل جانے کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان سپاہی تو انگریز کے ملازم تھے لیکن وہ اپنے قبائلی بھائیوں کے خلاف لڑنے سے گریز کرتے تھے۔ سکھوں اور ہندوؤں نے بھاگنا شروع کیا۔ نیچے ایک جنگ نالہ تھا بھاگنے کا یہی ایک راستہ تھا۔ دونوں کمپنی کمانڈر بھی بھاگ گئے۔ یہ لوگ نالے میں اتر گئے اور اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگے مگر ان پر خنجروں کا حملہ ہو گیا۔ یہ قبائلی مرد نہیں بڑھ عمر تھے۔ انہوں نے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑا۔ ان کا اسلحہ ایمونیشن اور دیگر سامان اٹھالے گئے۔ (13)

فرنگی کو ایک بار پھر عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک ماہ بعد بلوڑے قبیلہ پر ہمدوق اور کار توں کی صورت میں بھاری جرمانے عائد کئے گئے۔ ملک کی تنخواہیں ضبط کی گئیں بے شمار خاصہ داروں کو ملازمت سے برخاست کیا گیا اور ۴۰ قبائل کو برغمال بنالیا گیا۔ اس طرح ۱۹۴۱ء کا سال بھی قبائلی مجاہدین اور فرنگی کے مابین معرکہ آرائیوں سے بھرپور گزرا۔

حشی کلی جھگڑے

فروری ۱۹۴۱ء میں فوج کی ایک گشت پارٹی ہمزونو کلی کی طرف روانہ ہوئی۔ ہمزونو کو یہ ناگوار گزرا۔ تاہم انہوں نے فوج کے ساتھ جنگ کی بجائے علاقہ سے ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاہم حشی کلی میں ۷۰ یا ۸۰ غازیوں نے مورچہ میں دفاعی پوزیشن سنبھالی تھی۔ ایک ریگیڈ فوج سمیت سکاوٹس جب یہاں پہنچی تو غازیوں نے ان پر حملہ کیا۔ فوج کی مدد کے لئے تین ہوائی جہاز آئے۔ غازیوں نے بے جگری سے لڑ کر ۱۶ سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس موقع پر پانچ غازی بھی شہید ہوئے۔ فوج ۲ دن تک ہمزونو کلی میں رہی۔ ریڈیڈنٹ نے داوڑ کا جرحہ بلایا اور داوڑ پر پانچ ہزار کار توں اور ۴۰ ہمدوق جرمانہ عائد کیا اور مستقبل میں پرامن رہنے کے لئے ۵۰ قبائل کو برغمال بنالیا۔ تین ماہ بعد پھر فوج کی گشت پارٹی آئی۔ غازیوں نے میر شاہ جہان کی سرکردگی میں پھر فوج پر حملہ کیا۔ گشت پارٹی کو محاصرے میں لے لیا لیکن اتنے میں ہوائی جہاز مدد کے لئے پہنچے اور سپاہیوں کو محاصرے سے آزاد کرا لیا۔ حکومت نے پھر داوڑ کو دھمکی دی کہ تم نے آئندہ کوئی گڑبڑ کی تو تمہارے خلاف فوج کشی کی جائے گی۔

وانا میدان جھگڑا

پیر ملا خان احمد زئی کی سرکردگی میں غازی گل کچھ اور فورٹ سنڈیمین کے علاقوں میں وارداتیں کرتے تھے۔ اس دوران نکلن نامی ایک انگریز اور سیر کو گل کچھ سے اغوا کیا گیا اور بعد میں اس کو شرکانی نری میں قتل کیا گیا۔ نکلن کو پیر ملا خان اور ان کے دو ساتھیوں نے اغوا کیا تھا۔ چند دن بعد وانا باغ سے ایک سرکاری مالی کو اغواء کیا گیا۔ فرنگی نے جواب میں توجی خیل اور سر کی خیل احمد زئی وانا میدان کو سکاوٹس بھیجا۔ بعد میں وانا ریگیڈ بھی مدد کے لئے پہنچی۔ یہاں احمد زئی غازیوں اور فوج کے مابین زبردست معرکہ ہوا جس میں غازی پیر ملا خان اور ان کے بھائی بہرام خان زخمی ہوئے۔ فرنگی نے باقی خیل گھوڑوں کے ایک گھر میں ان دونوں کو گرفتار کیا۔ پیر ملا خان نے زخمیوں کی تاب نہ لا کر جام شہادت نوش کیا۔ فرنگی کی طرف سے بھی ۵ سپاہی ہلاک اور ۵ زخمی ہوئے۔ بہرام خان کو پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ احمد زئی نے اس پر شور مچایا۔ جس پر فرنگی نے کہا کہ وانا باغ سے اغواء شدہ مالی کو رہا کرو اور بہرام خان کے مستقبل میں پرامن رہنے کی ضمانت دو۔ احمد زئی نے بہرام خان کی رہائی اور مستقبل میں پرامن رہنے کی خاطر ۵ ہزار روپے نقد جمع کئے۔ پیر ملا خان افغان فوج میں تھے۔ وزیرستان میں فقیر ایپسی کی قیادت میں جہاد

جب شروع ہوا تو آپ افغانستان سے وزیرستان آئے اور فقیر ایپی کے سپاہی کی حیثیت سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ بہت دلیر اور جنگی حکمت عملی کے بہترین ماہر تھے۔ آپ کی مخالفانہ سرگرمیوں سے فرنگی سخت نالاں تھے۔ آپ کے بارے میں فرنگی نے لکھا ہے کہ وانا احمد زئی وزیر نے پیر ملا خان کی موت کا نتیجہ اچھا نہیں نکالا چونکہ ان کی شہادت سے فرنگی کے خلاف احمد زئی وزیر نے اشتعال مزید بڑھ گیا۔

پکی کلی آپریشن

گورویک مرکز سے فقیر ایپی کی ہدایات کے مطابق مجاہدین کے پے در پے حملوں کے باعث فرنگی نے مد اخیل جرگہ کو گورویک سے فقیر ایپی کو نکالنے کی دھمکی دی۔ ملکوں نے فقیر ایپی کے ساتھ رابطہ قائم کیا مگر کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اس پر فرنگی نے بذریعہ طاقت فقیر ایپی کو نکالنے کا فیصلہ کیا۔ ۷ جولائی ۱۹۴۱ء کو ۲۴ ہزار فوج نے ۱۴ توپ خانوں اور گیارہ ہوائی جہازوں سے دہ خیل پیش قدمی شروع کی۔ مقابل میں مولانا دارث شاہ، مولوی محمد ظاہر شاہ اور ملک گلاب جان کی قیادت میں مجاہدین نے کافی روغنہ کے علاقہ میں مورچے بنائے۔ فوج جب خسرو پختی توغازیوں نے فوج پر دھاوا بول دیا۔ فوج تین دن تک یہاں رکی رہی۔ تیسرے دن مجاہدین نے اسلحہ کی کمی کے باعث فوج کا محاصرہ ختم کیا۔ فوج کو بھاری جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا اور آگے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اس لڑائی میں ۳۸۱ سپاہی ہلاک اور ۲۱ غازی شہید ہوئے۔ اس مہم سے پہلے فقیر ایپی کو زہریلی گیس کے ذریعے گرفتار کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ جس کے لئے پشاور سے ایک گیس سکوارڈرن میرانشاہ بھی گیا تھا جس نے فوج کے کالم کے ساتھ گورویک جانا تھا اور فقیر ایپی کے خلاف زہریلی گیس استعمال کرنا تھی۔ مگر آخری لمحات میں یہ پروگرام ترک کرنا پڑا کہ شاید اس سے دنیا بھر میں گیس کے ہتھیاروں کی جنگ شروع نہ ہو جائے۔ (14) اس معرکہ سے متعلق میلین ہارن نے ”ون مین اگینسٹ دی اسمپائر“ (One Man Against the Empire) میں لکھا ہے ”دوسری جنگ کے دوران سلطنت برطانیہ کی مخالف سرگرمیوں میں فقیر ایپی بے نظیر شخصیت کے مالک تھے۔ وہ افغانستان کی سرحد سے ایک میل اس طرف گورویک کی تنگ گھاٹیوں اور ناقابل رساں پہاڑوں میں (جہاں وہ آسانی سے چھپ سکتے تھے) قیام پذیر تھے۔ انگریز بہت کوشش کے باوجود اس شاہین کو وہاں سے نکالنے میں ناکام رہے۔“ فقیر ایپی کی مجاہدانہ سرگرمیاں صرف ایک علاقہ تک محدود نہیں تھیں بلکہ پورے وزیرستان اور ملحقہ علاقوں میں مجاہدین کے الگ الگ گروپ تھے جو ہر روز کوئی نہ کوئی نئی واردات کرتے تھے۔ ۱۹۴۲ء کے آغاز میں ضلع بنوں میں میٹن خیل اور خونی زاوہ مقامات پر خونریز چھڑپیں ہوئیں۔

میش خیل اور خونی زاوہ جھگڑے

غازیوں کو اطلاع ملی تھی کہ بنوں میں میش خیل کیمپ کے باہر سپاہی چاندنی رات میں چمپل قدمی کرتے ہیں۔ اس پر ۲۴ جنوری ۱۹۴۲ء کو دین بویرائی زرباتی خان اور میر شاہ جہان کی سرکردگی میں ۵۰ مجاہدین قریب ہی گئے کے کھیتوں میں چھپ گئے۔ سپاہی حسب معمول جو نہی کیمپ سے باہر نکلے غازیوں نے نہایت پھرتی سے ان پر حملہ کر کے کمانڈر اور سپاہیوں کو قتل یا شدید زخمی کر دیا۔ کیمپ سے کرم گڑھی اور درے غنڈے پکٹوں کو ٹیلی فون کے ذریعے اطلاع دی گئی۔ باران کے علاقہ میں فریقین کے مابین پھر سخت معرکہ ہوا۔ دین بویرائی نے دو ساتھیوں کے ہمراہ ایک کچھ مکان میں گھس کر دشمن پر فائر کھول دیا۔ سپاہی آپ کی طرف دستی بم پھینکتے اور دین بویرائی بموں کو پکڑ کر دشمن کی طرف واپس پھینک دیتے تھے۔ فوج نے مارٹر کی گولہ باری سے مکان کی دیواریں مسمار کیں اور دین بویرائی نے اپنے ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش کیا۔ دوسرا اہم معرکہ مارچ میں خونی زاوہ میں رونما ہوا۔ فرنگی نے افغانستان کے راستے جرمن سے خطرہ کے باعث شکستی جنگی میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک سیمنٹ کے مضبوط مورچے بنائے تھے اور الگھڑ پر دوپل بھی تعمیر کروائے تھے۔ مجاہدین نے انگریز کے ان دفاعی انتظامات کو تباہ کرنے کے لئے خونی زاوہ میں ڈپو قائم کیا تھا (15)۔ ۷ مارچ ۱۹۴۲ء کی شب فوج نے خونی زاوہ کا محاصرہ کیا۔ صبح غازیوں

نے فوج پر حملہ کیا۔ جس میں ۷ اسپاہی قتل اور ۹ شدید زخمی ہوئے۔ مجاہدین کی طرف سے فقیر ایپی کے نامور خلیفہ طویل دور سمیت ۶ ساتھی شہید ہوئے۔ طویل دور کا بلاشبہ غیر معمولی کردار رہا ہے جس کی تفصیل آخر میں دی گئی ہے۔

فقیر ایپی کی شکتویٰ ہجرت

گڑھی دام قلعہ پر توپ خانوں کی گولہ باری اور محسود غازیوں کو مناسب ہدایات دینے کے لئے فقیر ایپی نے گوروک سے شکتویٰ ہجرت کی۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۴ء کو ان پر شدید بمباری کی گئی۔ زیادہ نقصان کے باعث فقیر ایپی والو تنگی چلے گئے جہاں سے اپریل میں پھر واپس شکتویٰ لوٹ آئے۔ یہاں سے گڑھی دام قلعہ پر گولہ باری کے لئے ۵۰۰ غازیوں کے ہمراہ شاہ ولی کے علاقہ گئے۔ جہاں سے آپ کی ہدایات پر شاہی خیل اور جلال خیل مجاہدین نے گڑھی دام قلعہ پر گولہ باری شروع کی۔ فرنگی نے ان پر شدید بمباری کی اور ساتھ ہی شاہی خیل قبیلہ کو وارننگ دی کہ فقیر ایپی کو اپنے علاقہ سے نکالیں (16)۔ انہوں نے انکار کیا مگر چند دن بعد فقیر صاحب صورت حال کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے یہاں سے واپس گوروک چلے گئے۔

عمومی صورت حال پر جنرل ایلٹ کا تبصرہ

اگرچہ وزیرستان کی بغاوت ۳۹-۱۹۳۶ء میں آخری کارروائی سے دبا دی گئی مگر حکومت کا جنوب میں مکمل کنٹرول قائم نہ ہو سکا۔ رزمک اور دانا میں فوج کو سکون میسر نہیں تھا اور سڑکیں محفوظ نہیں تھیں۔ مکمل طور پر صرف مسلح کانونائے سفر کر سکتا تھا۔ فوج کے متحرک کالم کی جائے ہوائی جہازوں سے دور کے گاؤں میں قبائلیوں کے خلاف کارروائی کی جاتی تھی۔ دو سال تک متواتر ہوائی حملے جاری رہے۔ حکومت نے پاکپٹ کی واپس کے لئے کثیر انعام مقرر کیا۔ جو پولیٹیکل افسران کی کوشش سے قبائلیوں کے قبضے سے رہائی حاصل کر لیتے۔ ۳۵-۱۹۳۳ء میں ماخاڑ پر محسودوں کی دو ٹرانسپورٹ ہٹالیں وزیرستان سے بھرتی کر کے بھیجی گئیں۔ ان میں اکثر محسود کانونائے کے ساتھ ملازم تھے۔ ۱۹۳۹ء میں حکومت نے رزمک اور دانا سے فوج ہٹا کر صرف ملیشیاء رکھنے اور اسے اسلحہ دینے پر غور کیا۔ مگر انتظامی امور کے سوال پر اسے ملتوی کرنا پڑا۔ ۱۹۴۳ء کے سال بھر آپریشنز میں سکاؤٹس کو اپنی پوسٹوں سے نکال کر شام میں اور انہیں سڑکوں پر کام کرنے والوں کی حفاظت کے لئے وادی شکتویٰ کے علاقہ میں مخالف قبائلیوں کے گھروں کے کچھروں میں استعمال کیا۔ ۱۹۴۳ء میں جنرل ٹمر کی قیادت میں سرحد کی ڈیفنس کمیٹی نے پولیٹیکل اور فوج کے افسران سے تباہی اور تحریری رائے لینے کے بعد تجویز پیش کی کہ سکاؤٹس کو کچھ مزید ہتھیار چھوٹی توپیں اور لائٹ ٹینک دیئے جائیں اور انہیں آزاد قبائلی علاقے کی ایک مقامی فوج کا درجہ دیا جائے۔ انتظام کیلئے دو میجر جنرل رکھے جائیں۔ ایک کو سکھ میں بلوچستان ملیشیاء کیلئے اور ایک پشاور میں فرنٹیر ملیشیاء کیلئے۔ فوجی چھاؤنیاں آزاد علاقے سے ہٹائی جائیں (17) گورنر سرحد منگھم نے یہ تجویز پیش کی کہ وزیرستان میں ۱۹۱۹ء کی حدود تک ملیشیاء پوسٹیں صرف دانا، میرانشاہ اور جندولہ میں رکھی جائیں اور اسکے بعد کی قائم کردہ پوسٹیں خاصہ داروں کے حوالے کر دی جائیں۔

جہازوں کی پرواز اور فقیر ایپی کا موقف

جنگ عظیم دوم ختم ہونے کے بعد انگریزوں نے قبائلی علاقہ جات پر کوئٹہ سے پشاور تک ہوائی جہازوں کا پورا اسکوارڈن اڑایا۔ پولیٹیکل ایجنٹ شمالی وزیرستان نے ملک خان بہادر شاہ زر خان کو فقیر ایپی کا عندیہ معلوم کرنے گوروک بھیجا۔ ملک شاہ زر خان نے جہازوں کی طرف اشارے کرتے ہوئے فقیر صاحب کو مخاطب کیا تھا کہ یہ بلائیں آپ دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے غریب لوگوں کے پاس راتفل کے سوا اور کیا ہے؟ جو ایسی جابر حکومت کا مقابلہ ہم کہاں کر سکیں۔ فقیر صاحب نے کہا کہ ”قدیم زمانے میں انگریز سے بھی زیادہ جابر اور ظالم لوگ گزرے ہیں جو خود کو خدا سمجھتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو ان کا ظلم پسند نہ آیا اور ان کو نیست و نابود کر دیا۔ انگریزوں نے بھی اگر ظلم کرنا نہ چھوڑا تو انہیں خدا

”ورک“ ختم کر دے گا۔ اگر میں خدا کیلئے جہاد کر رہا ہوں تو خدا میرا ولی ہے۔ اگر میں غلط راہ پر ہوں تو مجھے بھی ختم کر دے گا۔ میں کسی پر غم نہ زبردستی نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے اول روز سے ہی اعلان کیا تھا کہ جو کوئی خدا کیلئے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آسکتا ہے وہ میرے پیچھے آئے۔ میں نے داؤد قبیلہ کے لوگوں کو لشکر سے واپس کر دیا تھا کہ وہ مستقل طور پر گاؤں میں رہتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ اب بھی میرا یہی اعلان ہے کہ اپنی خوشی سے گھر جانا چاہے وہ جاسکتا ہے“ (18)۔ فقیر ایپی نے جب پشتو لفظ ”ورک“ جن کے معنی ختم کے ہیں استعمال کیا تو قبائلیوں کو انگریزوں کا یہاں سے چلے جانے کا پکا یقین ہو گیا تھا۔

فقیر ایپی کو مہدی بننے کی پیشکش

روزنامہ جنگ لاہور نے المارچ ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں مولانا کوثر نیازی کا مضمون ”دی مہدی“ شائع کیا جس کے مطابق غلام رسول حقانی ساکن گول نے فرنگی کی ایماء پر فقیر ایپی کے درمیان ساتھی عبدالقدوس شاکر ساکن ٹانک کی وساطت سے فقیر صاحب کو امام مہدی بننے کی ترغیب دی تھی۔ اس سلسلے میں ۱۹۹۲ء میں ٹانک میں عبدالقدوس شاکر مرحوم سے رابطہ قائم کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ”میں ۱۹۴۳ء میں جنگ عظیم دوم کے دوران فقیر ایپی کی ہدایت پر کانگرم میں غلام رسول حقانی سے ملا۔ اس نے بتایا کہ جنگ عظیم دوم کی ابتدا وزیرستان میں فقیر ایپی اور انگریزوں کے مابین جنگ سے ہوئی۔ یہی جنگ بدھتے بدھتے ساری دنیا میں پھیل گئی ہے جسے لاکھوں انسان مر رہے ہیں۔ اس نے ایک بحس تیار کیا تھا۔ اس کے ڈھکنے میں اندر کی طرف عیسیٰ علیہ السلام کا بڑا فوٹو تھا۔ بحس میں اوپر قرآن شریف پھر انجیل پھر تورات اور نیچے فقیر تھی۔ اس کی تفصیل پوچھنے پر غلام رسول نے بتایا کہ اس جنگ کو بند کرنا اور دنیا کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے فقیر صاحب اعلان کریں کہ میں امام مہدی ہوں۔ تمام حکومتوں کے نام خطوط لکھیں۔ انکے خطوط کے ساتھ ایک ایک بحس بھیجنے کا بندوبست کیا جائے گا۔ فقیر صاحب کی دعوت پر جب یہ بحس لے کر سربراہان مملکت بیت المقدس میں ہوئی جازوں سے اتریں گے تو یہ پیش گوئی پوری ہوگی کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے بیت المقدس پر اترے ہیں کیونکہ ہر بحس میں حضرت عیسیٰ کی تصویر ہے۔“ میں نے فقیر صاحب کو ساری رپورٹ پیش کی جس پر فقیر ایپی نے فرمایا کہ

۱..... میں امام مہدی نہیں ہوں میں جھوٹا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

۲..... جنگ میں تمام کفار ملوث ہیں اگر آپس میں لڑ کر تباہ ہوتے ہیں تو اس میں اسلام کی بہتری ہے۔

..... بس میں یہ اتنا رعب دینا نہیں چاہتا کہ میں لوگوں میں اسلام کی بھرتی ہے۔

۳..... یہ جنگ اس قسم کے منصوبوں سے ختم نہیں ہوگی بلکہ کسی مملکت چیز سے ختم ہوگی۔ پہلی جنگ عظیم تھی یہ جنگ عالمگیر ہے اور اس کے بعد ایک اور جنگ ہوگی جو جنگ قیامت ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ میرے ساتھ غلام رسول کا قاصد آیا ہے اسے کیا جواب دوں؟ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے کہا اس کو خط کی صورت میں قلم بند کر کے بھیج دو۔

جنگ میں جرمنی کو شکست ہوئی مگر انگریزوں کی طاقت بھی اتنی منتشر ہو چکی کہ اب ان کے لئے ہندوستان میں رہنا ممکن نہیں رہا۔ اس لئے قبائلی علاقوں میں ان کی دلچسپی پہلے جیسی نہیں رہی مکرور وزیرستان میں مجاہدین اور فرنگی کے مابین معرکہ آرائی جاری رہی۔

ڈالٹڈ کا اغواء

جون ۱۹۴۶ء میں پولیٹیکل ایجنٹ جنوبی وزیرستان ڈالٹڈ سکاؤٹس اور خاصہ داروں کی معیت میں جنڈولہ سے رزمک جا رہے تھے۔ مروئی کے قرب وجوار میں عجم خان شافی خیل کی سرکردگی میں غازیوں نے ان پر حملہ کیا۔ ایک رات سخت لڑائی کے بعد ڈالٹڈ سمیت ایجنسی سز جن ندیر احمد بھٹہ کو اغواء کر کے شکتوئی لے گئے۔ فرنگی حکومت نے بہت کوشش کے بعد ان کو چھ ہزار روپے کے عوض آزاد کر لیا۔ رہائی سے پہلے ڈالٹڈ نے عجم خان کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ حکومت ان پر بمباری نہیں کرے گی، مگر رہائی کے بعد حکومت نے ان پر بمباری کی۔ اس وعدہ خلافی کے

دکھ میں ڈالڈ نے خود کشی کر لی (19)۔ چند ہفتے بعد شمالی وزیرستان کے پولیٹیکل ایجنٹ بروم ہیڈ کوارٹر گازی میں میر انشاہ سے رزمک جا رہے تھے الشہ کازموڑوں میں دائیں طرف کی پہاڑی سے ان پر فائرنگ ہوئی جس سے ایک خاصہ دلور سکوتس کے جمعدار گل بہرام زخمی ہوئے مگر بروم ہیڈ کوارٹر نکلنے میں کامیاب ہوئے۔

نہرو کا دورہ وزیرستان

اکتوبر ۱۹۴۶ء میں نہرو عبوری حکومت میں امور خارجہ کے سربراہ کی حیثیت سے میر انشاہ آئے۔ سرحد کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان اور خان عبدالغفار بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو وزیر لور دلوڑ مشران کے ساتھ جرگہ کیا۔ ڈاکٹر خان نے جرگہ کو بتایا کہ یہ یہاں آپ کا مسمان ہے لہذا ان کا احترام کرنا چاہیے۔ لیکن جرگہ میں شامل مشران نے یہ کہہ کر نہرو کے ساتھ بات کرنے سے انکار کیا کہ وہ آزاد لوگ ہیں اور صرف برطانوی حکومت سے ان کے معاہدے ہیں۔



میر ان شاہ کے بعد پنڈت نہرو محسود مشران کے ساتھ جرگہ کی غرض سے رزمک گئے۔ رزمک میں محسود جرگہ کو جب انہوں نے بتایا کہ وہ تمہیں فرنگی سے آزادی دلانے کے لئے آئے ہیں تو محسود مشر میر دل کا کانے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کو بتایا۔

”ہندو کے بچے تم کون ہو ہمیں آزادی دلانے والے، ہم نہ کسی کے غلام تھے اور نہ ہیں، ہمارے بزرگوں کا کہنا ہے کہ وہ نہرو کو تھپڑ رسید کرنے کے لئے آگے بڑھے مگر درمیان میں موقع پر موجودہ افسران نے نہرو کو اس غیر مند محسود مشر کے قہر و غلبہ سے نجات دلائی۔ رزمک کے بعد وہ وانا گئے۔ جہاں عطاء محمد زی خیل نے اپنی کالی چادر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ان ٹکڑوں کو مکان میں تقسیم کیا۔ اس طرح سب مکان نے ان چھوٹے چھوٹے کالے ٹکڑوں کے ساتھ نہرو کا استقبال کیا تھا۔

سیاسی و مذہبی جماعتوں کے ساتھ تعلقات اور طریقہ ہائے ابلاغ

فقیر ایسی کے کانگریس غفار خان اور سرحد کی دیگر سیاسی و مذہبی جماعتوں کے ساتھ مراسم تھے مگر آپ کسی بھی سیاسی یا مذہبی پارٹی کے رکن نہیں رہے۔ امیر نیاز علی خان اور خلیفہ لطیف خان کے بقول آزادی سے پہلے بنوں کے کچھ علماء مشورہ کے لئے گورویک آئے تھے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ آپ ”نہرو“ غفار خان اور دوسرے ہندوستانی لیڈروں کے ساتھ خط و کتابت کرتے رہے۔ آپ کے دیرینہ ساتھی محمد ظاہر شاہ کے بقول انگریزوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین نفرت پیدا کرنے کے لئے یہ مہم چلائی کہ فقیر ایسی ”ہندوؤں کا دشمن ہے“ ہندو کو اغواء کرتا ہے اور ان کا مال لوٹتا ہے۔ اس پروپیگنڈہ کے توڑ میں فقیر ایسی نے نہرو کو خطوط لکھے۔ ان میں سے ایک خط جو نہرو کو سرحد کے دورے کے

دوران پشاور میں دیا گیا۔ عبدالقدوس شاکر نے ”مجاہد اعظم“ کے عنوان سے اپنے مسودے میں اس کا متن یوں لکھا ہے ”ہماری تحریک ہندوؤں کے خلاف نہیں بلکہ انگریزوں کے خلاف ہے۔ انگریز اس وقت ہمارے ساتھ جنگ میں پھنسے ہوئے ہیں اور یہ ایک اصولی بات ہے کہ جب کوئی حکومت جنگ میں پھنس جائے تو چور ڈاکو اور غنڈے سر اٹھاتے ہیں اور مالی فوائد حاصل کرتے ہیں لیکن ان کے ساتھ جنگ میں شریک کسی فریق کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہی صورتحال صوبہ سرحد کی ہے۔ ہمارا ڈاکوؤں یا اغواء کنندگان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہماری جنگ آزادی ہند کی جنگ کا ایک حصہ ہے اور ہم عدم تشدد کی بجائے مسلح جدوجہد کر رہے ہیں۔“ عبدالقدوس کے بقول یہ خط بجنور سے شائع ہوا۔ والے ”مدینہ“ اخبار میں صحیح صورت میں شائع ہوا تھا اور خط کا متن فقیر صاحب کی ہدایت پر میر سید ایوب شاہ ساکن کانگر م کا مرتب کردہ تھا۔ فقیر ایپی اور گاندھی کے درمیان مبینہ خطوط کے بارے میں روزنامہ ”حریت“ کراچی میں ۲۹ جولائی ۱۹۷۳ء کو نصر اللہ خان نے اپنے مضمون ”فقیر ایپی ایک چھلاوہ تھے“ کے تحت یہ بیان شائع کیا۔ ایک مرتبہ گاندھی جی کے اخبار ہریجن میں فقیر ایپی کا ایک خط شائع ہوا تھا جس میں فقیر ایپی نے گاندھی جی کو لکھا تھا ”وہ کانگریس کے حامی اور گاندھی جی کے مرید ہیں۔ ان کی دعائیں گاندھی جی کے ساتھ ہیں اور جب ہندوستان آزاد ہو گا تو وہ گاندھی جی کے ساتھ ملاقات کریں گے۔“ اس خط کے چند دن بعد فقیر ایپی کا ایک اور خط ”زمیندار“ میں شائع ہوا تھا جس میں لکھا تھا کہ ”ہریجن“ اخبار میں جو خط شائع ہوا ہے وہ میرا خط نہیں ہے نہ میں کانگریس کا حامی ہوں اور نہ ہی گاندھی جی کا مؤید۔ میں مسلمان ہوں اور برصغیر کے مسلمانوں کے ساتھ ہوں۔“ نصر اللہ خان نے آخر میں لکھا ہے کہ وہ دونوں خطوط فقیر ایپی کے نہیں تھے۔ اس بیان کو عبدالحمید ترین نے بھی اپنی تصنیف ”فقیر ایپی“ میں شامل کیا ہے۔ اور ان کے بقول گاندھی جی نے فقیر صاحب کے اعلان جون ۱۹۴۰ء کو غلط سیاسی رنگ دیکر اپنے نام کا خط بنادیا تھا حالانکہ وہ بیان انگریزوں کی پروپیگنڈہ مہم کہ فقیر ایپی ہندوؤں کو اغواء کرتا ہے کے جواب میں دیا گیا تھا۔

خان عبدالغفار خان کے ساتھ تعلقات

فرنگی سامراج کے خلاف عبدالغفار خان کی خدمات گرانقدر ہیں۔ انہوں نے اکابرین تحریک مجاہدین ہند کے مشورے اور حمایت سے خدائی خدمتگار تحریک کی بنیاد ڈالی۔ انگریز مصنف سپین کے بھول عبدالغفار خان فقیر ایپی سے مل گئے تھے مگر فقیر صاحب کے پرانے ساتھیوں نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ غفار خان نے ایک دوبار فقیر ایپی سے ملنے کی کوشش کی تھی مگر ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ دونوں کے درمیان آخر وقت تک خط و کتابت کا سلسلہ قائم رہا۔

ان کی تحریکوں میں بنیادی فرق یہ تھا کہ کانگریس اور غفار خان عدم تشدد کی پالیسی پر عمل پیرا تھے۔ اس کے برعکس فقیر ایپی مسلح جدوجہد پر یقین رکھتے تھے۔ فقیر ایپی ڈاکٹر خان کی بیٹی کی ہندو کے ساتھ شادی پر کافی برہم ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے ایک دیرینہ ساتھی مولوی نجیب اللہ سوندی کے نام خط میں اس کا یوں ذکر کیا ”ہماری وزیرستان کی جنگ ایک ہندو دختر پر تاحال تک جاری ہے مگر اب سنا جاتا ہے کہ تمہارے مسلم ڈاکٹر خان نے اپنی دختر کو ایک ہندو کے نکاح میں دے دیا ہے۔ افسوس ہے کہ اتنے غیور مسلم نے اس معاملے میں ایسا کیوں کیا؟ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے جب کفار سے قارغ البال ہو جائیں گے تو اس کا بندہ بہت مشورت حسنہ سے کرنا ہوگا۔“ اس خط کی فوٹو کاپی مولوی احمد حسن ساکن کوٹکسی کے پاس اب بھی موجود ہے اور عارف مسعود نے ”کرم سے گول تک“ کے صفحہ ۳۲۶ پر شائع کیا ہے۔

سرحد کی سیاسی و مذہبی جماعتوں کے ساتھ تعلقات

فقیر ایپی کے خاکسار تحریک کے ساتھ دیرینہ تعلقات تھے اور گوروک مرکز میں جمعیت علماء اسلام کی بنیاد بھی ڈالی اور جن کے رئیس مولانا گلین خان محسود تھے۔ آپ کی تحریک میں خاکسار اور جمعیت علماء اسلام کے کئی سرگرم ارکان شامل تھے۔ خاکسار تحریک کے اکثر

ارکان گورویک میں آپ کے پاس صلاح و مشورہ کے لئے آتے جاتے تھے۔ اس طرح جمعیت علماء ہند کے اکثر علمائے کرام کے ساتھ آپ کے اچھے تعلقات تھے۔ لیکن عملی طور پر آپ نے کسی بھی سیاسی یا مذہبی پارٹی میں شمولیت اختیار نہیں کی۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک خط کے ذریعے سیاسی و مذہبی قائدین کے سامنے اپنا منسلک یوں واضح کیا۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں محبت اور اتفاق پیدا کرے۔ فدوی نے سنا ہے کہ پشاور میں علماء کرام کا جلسہ منعقد ہو گا۔ تمام علماء کو چاہیے کہ وہ لوگوں میں قرآن کی واضح ہدایات کے مطابق وعظ و نصیحت کریں۔ اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ انگریز بہت جلد ہندوستان سے واپس چلے جائیں گے اور جب یہ دور ہو جائیں گے تو حکم اللہ تعالیٰ انتظام جس طریقہ سے ہو خود کر سکیں گے۔ فدوی کو تحقیق کے ساتھ پارٹیوں کے نصب العین اور مقصد دل بہت پسند و اطمینان نہیں ہے اس لئے کسی پارٹی کے ساتھ نہ شامل ہونا چاہتا ہوں اور نہ ہی کسی پارٹی کے ساتھ مدد و تعاون رکھتا ہوں۔ ہاں بھنگ فدوی کے ساتھ مطابقت احکام قرآن کریم کوئی پارٹی معاونت یا شمولیت کا خواہاں ہو تو ہو سکتی ہے۔ (20)

مسلم لیگ نے پہلی بار ۱۹۳۶ء کے آخر میں فقیر ایپی کے ساتھ پیر مائی شریف کی وساطت سے رابطہ کر کے مسلم لیگ میں شمولیت کی دعوت دی تھی مگر آپ نے انکار کرتے ہوئے کہا تھا کہ گذشتہ کئی سالوں سے ہم پر جو بھی ایک مظالم ڈھائے گئے اس پر مسلم لیگ نے ایک بار بھی احتجاج نہیں کیا۔ تاہم اگر مسلم لیگ اسلام کے لئے مقصود ہے تو ان کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔

دیوبند کے ساتھ تعلق

ماسٹر میر صاحب جو بنوں اسلامیہ سکول میں استاد تھے۔ فقیر ایپی سے اتنے متاثر ہوئے تھے کہ ملازمت چھوڑ کر ان کے پاس آئے تھے۔ اس کی تفصیل بعد میں دی گئی ہے۔ وہ چونکہ تعلیم یافتہ تھے۔ انہوں نے فقیر ایپی کے دیوبند کے ساتھ تعلقات کے بارے میں بتایا کہ خیبرستان میں پے در پے ناکامیوں کے بعد فرنگی نے افغان حکومت سے فقیر ایپی کے ساتھ صلح کرانے کی درخواست کی تھی۔ افغان حکمران نے محمود مشر ملک موئی خان عبداللہ کے ساتھ رابطہ قائم کئے تھا۔ موئی نے فقیر ایپی کو مندرجہ آئے کی دعوت دی تھی۔ ان کی دعوت پر یہ فقیر ایپی مندرجہ آئے۔ موئی خان نے بتایا کہ سردار محمد ہاشم کی طرف سے ایک خط آیا ہے جس میں لکھا ہے کہ اگر فقیر ایپی صلح کرنا چاہتے ہیں تو فرنگی وزیرستان سے اپنی افواج واپس بلانے پر تیار ہیں اور ساتھ ان کی تمام مساجد کو دوبارہ تعمیر کرنے پر بھی رضامند ہیں اور مزید یہ کہ وہ ضمانت دینے کو بھی تیار ہیں کہ وہ وزیرستان میں دوبارہ مداخلت نہیں کریں گے۔ فقیر ایپی نے موئی خان کو بتایا کہ وہ ان تجویز پر غور کریں گے۔

چند دن بعد فقیر ایپی نے مجھے شیخ الہند مولانا حسین احمد مدنی صاحب کے ساتھ مشورے کے لئے ہندوستان بھیجا مگر مدنی صاحب صاحب بنگال گئے ہوئے تھے۔ میں نے دس دن انتظار کیا۔ جب وہ واپس لوٹ آئے تو میں نے فقیر ایپی کا پیغام پہنچایا۔ انہوں نے فرمایا کہ ان کا مشورہ ہے کہ فقیر ایپی جہاد جاری رکھے اور فرنگی کی کسی بات پر اعتبار نہ کریں۔ میں نے واپس آکر فقیر ایپی کو ان کی رائے سے آگاہ کیا۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ مدنی صاحب ٹھیک کہتے ہیں انہوں نے فرنگی کے ساتھ مصالحت کرنے سے انکار کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے جہاد کا مقصد صرف وزیرستان نہیں بلکہ ہند کے تمام مسلمانوں کے لئے تھا۔

فوج اور ملیشیاء کے مفروضے

فقیر ایپی کی تحریک جہاد کے ابتدائی عرصے میں کافی آدمیوں نے فوج اور ملیشیاء سے فرار ہو کر قبائلی لشکروں کے ساتھ فرنگی فوج کے خلاف معرکوں میں حصہ لیا۔ جن میں فوج کے حوالدار فقیر محمد پنجابی، نور محمد نو مسلم، عمر خان نو مسلم، ٹوپچی سکاوٹس کے توپچی خیال گل، خٹک، وائر لیس آپریٹر اول حسن خان، محکمہ سپلائی کے حوالدار غلام حسین، پوسٹ ماسٹر محمود خان بلوچ، اصل دین خٹک اور صوبیدار محمد خان

شامل تھے۔ اضلاع میں قتل و قاتلے میں ملوث کئی مفرور بھی وزیرستان کو بھاگ آئے تھے اور فقیر ایپی کے لشکر میں شامل ہوئے تھے۔ عبدالحمید ترین کی تحقیق کے مطابق ہندوستان سے کئی اہم ہستیاں اور وفود بھی قبائلی علاقے میں فقیر ایپی سے جا کر ملے تھے ان میں علی گڑھ کے پروفیسر محمد علی دین آف سائنس فیکلٹی محمد آفاق ریاض الحسن حیدر آباد (دکن) اور مولانا حسین احمد مدنی کا نمائندہ قابل ذکر ہیں۔ (21)



آپ کی وفات اور وصیت

اس باطل حریت کا ۱۶ اپریل

۱۹۶۰ء کو گوردیک مرکز میں

انتقال ہوا۔ انتقال سے پہلے تین

دن بیمار رہے۔ بیماری کے

دوران غشی غالب رہتی، کبھی

کبھار ہوش میں آتے مگر کسی کو

پہچان نہیں سکتے تھے۔ ہوش

میں جب بھی آتے تو موقع پر

موجود لوگوں سے فرماتے کہ

اس سفید ریش بزرگ کو

رخصت کرو۔ عملہ کے لوگ

ایک دوسرے کی طرف دیکھتے

گوردیک مرکز میں مسجد کے لئے مخصوص وہ خلوت جہاں فقیر ایپی دنیا فانی سے رخصت ہوئے

مگر انہیں سفید ریش بزرگ نظر نہیں آتے تھے۔ چوتھے روز آپ اس غار میں جو مسجد کے لئے مخصوص تھا اس دنیا فانی سے انتقال کر گئے۔ آپ

کی وفات کی خبر ریڈیو پاکستان پشاور اور بی بی سی لندن سے نشر ہوئی۔ آپ کی وفات کی خبر مجاہدین اور آپ کے ہمدرد اور معتقدین و معاونین



سب کے لئے ایسی تھی جیسے

آسمان سے بجلی گری ہو۔

وزیرستان کے ہر فرد کو دلی

صدمہ ہوا اور وفات کی خبر کے

ساتھ ہزاروں کی تعداد میں

لوگ مرکز گوردیک کی طرف

آپ کی آخری زیارت کے لئے

موسلا دھار بارش میں روانہ

ہوئے۔ قبائلی لوگ تو پیدل

گئے لیکن دوسرے علاقوں یعنی

چترال، دیر، سوات، مالاکنڈ، خیبر

فقیر ایپی کی آخری آرام گاہ

اور کرم کے لوگ روزانہ بسوں اور ٹرکوں کے ذریعے دہ خیل پہنچتے، آگے پیدل سفر تھا۔ راستے میں جن مقامی قبائل نے نہایت کسمپرسی کے عالم میں آنے والوں کی مہمان نوازی کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ جو لوگ وہاں پہنچتے نماز جنازہ پڑھنے اور دفن کرنے سے منع کرتے کہ ابھی بہت لوگ اور آرہے ہیں جن کو سواری نہیں مل رہی۔ اس طرح آپ کے جسد خاکی کو پانچ دن تک مجبوراً لوگوں کی زیارت کے لئے رکھا گیا۔ زیارت کرنے والوں نے آپ کی میت پر نذرانے و شکرانے کے نوٹوں کی بارش کی۔ ہر شخص جی بھر کر رویا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نے صرف ایک شادی کی تھی اور کوئی اولاد نہ تھی۔ مرنے سے پہلے آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ ”میری قبر کے لئے مشورہ کیا جائے لیکن گوروک کی حدود سے باہر نہ نکالا جائے۔ قبائل کو اپنے معاملات خود حل کرنے چاہیے اور آپس کے تنازعات نمٹانے اور اتحاد و اتفاق سے رہنے کے لئے صلاح و مشورے سے امیر کا انتخاب کریں۔“ یہ وصیت نامہ سر ام خان وزیر ساکن وانا نے لکھا۔ وصیت نامے کی خاص باتیں امیر نیاز علی خان اور عبدالقدوس شاکر نے بتائی۔

آپ کے انتقال پر روزنامہ ”لندن ٹائمز“ نے ۲۰ اپریل ۱۹۶۰ء کی اشاعت میں آپ کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ فقیر ایپی ایک روحانی بزرگ اور با اصول انسان تھے۔ انہوں نے انگریزوں کے خلاف قبائل کو بغاوت پر اکسایا جن کی وہ خود روح اور جرنیل تھے۔ آپ کی وفات کی یہ خبر جو آپ جیسے معزز اور محکم ارادے کے مالک دشمن کے حق چھپ گئی ہے ان فوجی اور انتظامی افسران کے لئے غیر معمولی افسوس کی حامل ہوگی جنہوں نے سرحد میں ملازمت کی ہے۔“

یہ شعر فقیر ایپی نے اپنی ذاتی ڈائری میں اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور دود خان مجاہد خیل ساکن دہ خیل نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

فقیر ایپی ”انگریز اور اہل وطن مورخین کی نظر میں“

جنرل جے ایلیٹ ”دی فرنٹیر ۱۸۳۹ء تا ۱۹۴۷ء“ میں لکھتا ہے۔ ”۳-۱۹۳۶ء کے دوران وزیرستان میں تمام فوجی سمات صرف ایک شخص فقیر ایپی کے خلاف تھیں۔ ان پر جتنے بم گرائے گئے ان میں اگر ایک بم بھی فقیر ایپی پر گرتا تو فوراً جنگ کا خاتمہ ہو جاتا۔ آپ گویا پہاڑوں کے سرخ پھول تھے جس کی تلاش میں فوج برسوں سے سرگرداں رہی۔“ آرتھ سیون سن لکھتا ہے ”سرحدی قبائل موثر اور فعال اکابرین کا ایک طویل سلسلہ رکھتے ہیں تاہم ان سب میں مرزا علی خان جو عام طور پر فقیر ایپی کے نام سے شہرت رکھتے ہیں ایک غیر معمولی مدبر اور متاثر کن شخصیت کے باعث سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں“ (22) جنرل ہولڈرز زور تھ ”دی پٹھان ہارڈر لینڈ“ میں لکھتا ہے ”فقیر ایپی اپنے لشکر کے خود جنرل تھے اور وہ اپنی تحریک کی تنظیم بڑی قابلیت سے کرتے تھے۔ ۱۹۳۷ء میں تیس ہزار فوج آپ کے خلاف میدان میں تھی مگر فوج کو پھر بھی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ فقیر ایپی ہر موقع پر فوج کے ہاتھ سے مچھلی کی طرح نکل جاتے۔“ (23)

”لارڈ آف دی خیبر کا مؤلف لکھتا ہے“ فقیر ایپی نے پیر وکاروں کی مدد سے بغاوت کے پہلے سال انگریز دستوں کے ایک ہزار نوجوانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ برطانوی حکومت کا اپنی فوج کے تین مکمل ڈویژن جن میں پچاس ہزار سے زیادہ فوجی شامل تھے فقیر ایپی کے خلاف حرکت میں لانے پڑے۔ فقیر صاحب کا ہیڈ کوارٹر وانا (گوردیک) میں تھا اور اس وقت ان کے صاحب کرامات ہونے کا شہرہ اور زیادہ ہو گیا جب گوردیکار جمنٹ انہیں گرفتار کرنے کی مہم میں بری طرح ناکام ہوئی۔ آپ نے اصولوں پر کبھی سودے بازی نہیں کی اور آخر تک انگریز کے خلاف لڑتے رہے۔“ (24) ۱۹۴۲ء کی ایک اور خفیہ رپورٹ کے مطابق ”دوسری عالمگیر جنگ کے دوران پورے سرحد میں فقیر ایپی کے باعث صرف وزیرستان میں حالات غیر تسلی بخش تھے۔ سڑکوں اور زیر انتظام اضلاع میں امن عامہ کے قیام اور ترقی سے متعلق انگریز کی

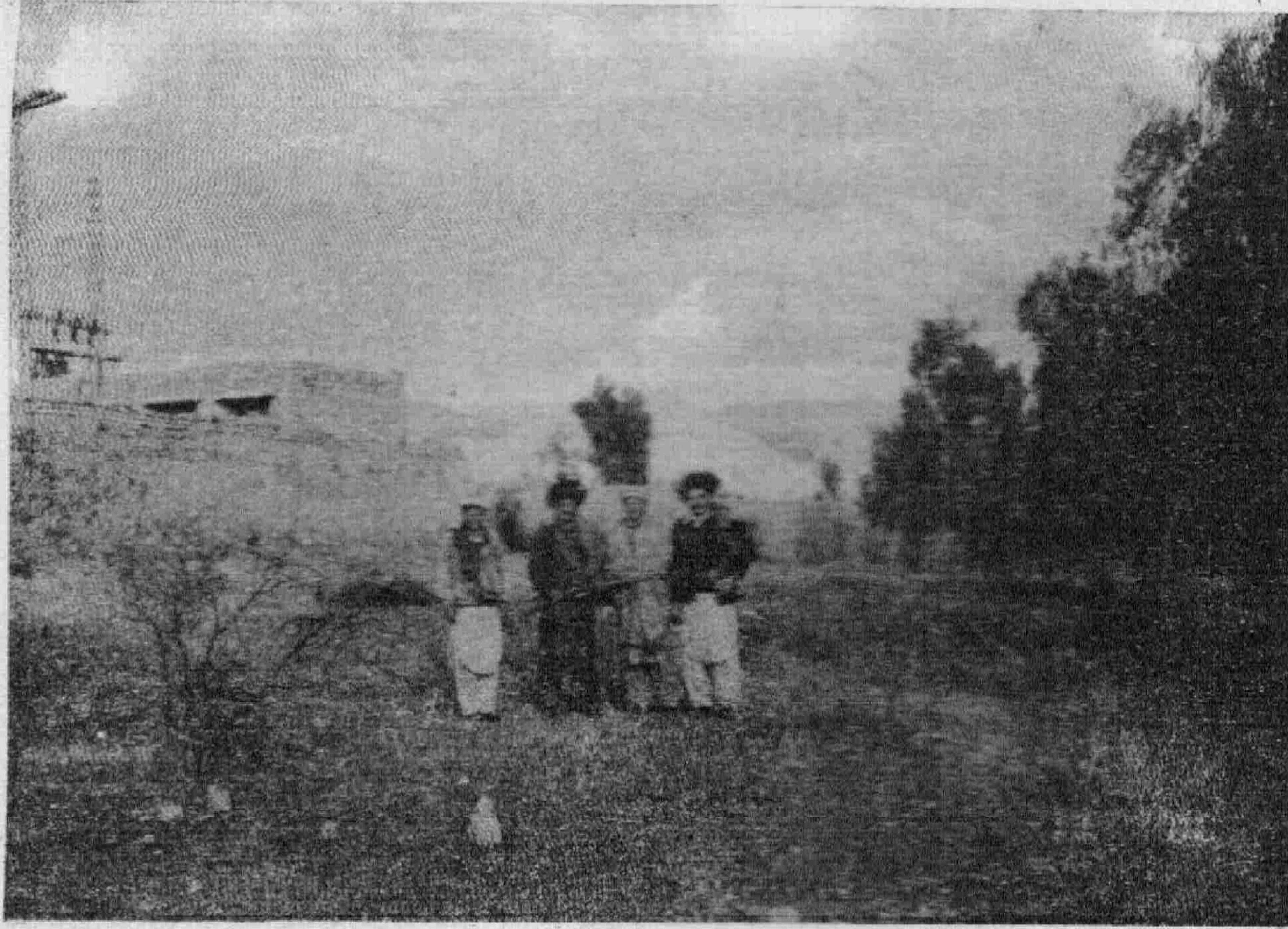
پالیسی ناکام رہی۔ (25)

سرحد ایڈمنسٹریشن رپورٹ ۱۹۳۸ء کے مطابق ”برصغیر میں سب سے زیادہ فوج وزیرستان میں مصروف رہی۔ بنیادی مقصد کمپوں اور سلسلہ مواصلات پر فقیر ایپی کی گوریلا کارروائیوں کا خاتمہ کرنا تھا۔ علاقے کے تمام سیاسی اختیارات جنرل آفیسر کمانڈنگ ان چیف کے ہاتھ میں دیئے گئے۔ جو براہ راست خارجہ امور محکمہ کے ماتحت کر دیا گیا مگر پھر بھی مطلوبہ مقاصد میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔“ (26) ”دی وے آف دی پٹھان“ کا مؤلف لکھتا ہے شمال مغربی سرحد میں فقیر ایپی باغیانہ اور وحشیانہ گوریلا طرز جنگ کے باعث ایک زندہ داستان کی حیثیت سے یاد کئے جاتے ہیں۔ انگریز کے خلاف جنگ کے دوران اسلام اور روایت پسند قبائلیوں کے لئے ان کی باتوں میں غیر معمولی کشش ہوتی تھی اور یہ بات ان کی غیر معمولی کامیابی کی خاص وجہ تھی انہوں نے ہر ایک سے مدد لی مگر مقصد براری اپنی ہی کی۔ (27)

”خیبر“ کے مؤلف میلر لکھتا ہے ”فقیر ایپی میں ایک فیلڈ مارشل کی تمام تر جنگی صلاحیتیں موجود تھیں اور کرشمہ ساز شخصیت کے باعث اس قابل تھے کہ وہ کسی بھی وقت قبائلی نوجوانوں کو انگریز کے خلاف حرکت میں لاسکے۔ وہ حد درجہ موقع شناس اور گوریلا طرز جنگ کے ماہر تھے۔ تمام تر گوریلا کارروائیوں کی نگرانی خود کرتے اور کامیابی کے بعد غاروں میں چلے جاتے۔ سکھ اور گورکھار جمنٹس، ٹینگ، توپ اور ہوائی جہاز ان کے پیچھے سرگرداں رہے مگر ان کا پتہ لگانا بہت مشکل ہوتا“ (28) فضل الرحمن مروت ”افغانستان اینڈ دی فرنٹیر“ کے صفحہ ۲۳۶ میں لکھتا ہے ”فقیر ایپی کی قائدانہ صلاحیتوں میں کرشمہ ساز روحانیت اور سیاسی تدبیر کا بڑا عمل دخل تھا یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ایک ایسے معاشرے میں لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کی جو عام حالات میں کسی کو اپنا رہنماء تسلیم نہیں کرتا۔“

عبدالولی خان ”رہتیار بنیادی“ میں کبھی گیم (گورنر سرحد) ڈائری کے حوالے سے لکھتے ہیں ”یورپ کی جنگ کے آغاز کے بعد ہی لنگی نے افغانستان پر دباؤ ڈالا کہ جرمن نمائندوں کو افغانستان سے نکالیں۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر انہوں نے قبائلی علاقہ میں افغان حکمران کے خلاف لشکر اکٹھا کرنے کے لئے شامی جہاز وزیرستان لایا۔ فرنگی جب افغان حکومت سے مطمئن ہوئے تو انہوں نے شامی پیر کے ساتھ پچیس ہزار میں سودا طے کیا۔ شامی پیر جیسے پہلے نہیں تھا اس طرح غائب ہوا۔ اس پر لندن میں وزیر ہند نے وائسرائے کو لکھا ”کوشش کرو کہ اس طرح کا سودا فقیر ایپی کیساتھ بھی ہو جائے۔ اس کے جواب میں وائسرائے نے لکھا ”فقیر ایپی کے ساتھ شامی پیر کی طرح سودا نہیں ہو سکتا وہ صرف ہمارے ہاتھ ہی نہیں آتے بلکہ انہیں کسی صورت خریدنا بھی نہیں جاسکتا۔ کاش کوئی اس سرکش ملا سے میری خلاصی کر دے“ (29) ”افغان اور سرحد“ کا مؤلف لکھتا ہے ”وزیرستان میں میرزا علی خان (فقیر ایپی) ایک بہت پارسا شخصیت تھے۔ ان کی بزرگی اور مردانگی کی خبر دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اپنے عقیدت مندوں کیلئے آبادی سے دور ناقابل رساں چٹانوں میں ایک غار میں قیام پذیر تھے۔ آپ فوج کے ایک جرنیل، انتظامی قابلیت اور کمان کرنے والی شخصیت کے مالک تھے۔ فرنگی سے سخت نفرت تھی۔ ان کے مرید اور عقیدت مند آپ کی بیٹھی باتوں اور نصیحتوں سے فیضاب ہونے کے لئے غار میں آپ کے ارد گرد بڑے ادب سے بیٹھتے اور آپ کی باتوں کا ان پر بڑا گہرا اثر ہوتا تھا“ (30)۔ ”سرفروشان سرحد“ کا مؤلف لکھتا ہے ”اللہ تعالیٰ نے فقیر ایپی کو روحانی کمالات سے نوازا تھا۔ لوگ آپ پر جان چھڑکتے تھے اور اس کے حکم پر اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ فقیر ایپی برطانوی حکمرانوں کے لئے ایک ہوا تھا۔ وہ ہر وقت اس سے لرزہ بر اندام رہتے تھے۔ کوئی شخص ان سے ملاقات کر کے آتا تو بنوں پہنچتے ہی اسے گرفتار کر لیا جاتا اور ان کے عقیدت مندوں پر کڑی نظر رکھی جاتی۔ اس حریت پسند رہنماء نے ۱۹۳۶ء تک اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ ۱۹۴۷ء میں اس سرزمین پر ایک آزاد اسلامی مملکت وجود میں آئی تو وہ بھی پس منظر میں چلا گیا“ (31)

لیفٹیننٹ محمد خان کی کہانی



دہ خیل قلعہ: محقق کے ساتھ امیر جان [redacted] نظر خیل کثرہ مداخلیل اور دادو خان مچہ
مداخلیل کی تصویر

لیفٹیننٹ محمد خان کا تبادلہ
پشاور سے دہ خیل قلعہ میں ہوا
تھا۔ اس نے اپنی کتاب ”جنگ
آمد“ میں صفحہ ۴۱ سے ۵۷ تک
اس کی پوری تفصیل دی ہے
یہاں مختصر خلاصہ پیش ہے۔
”تبادلے کے بعد ہماری منزل
مقصود میرانشاہ سے آگے دہ
خیل تھی جہاں ہمارا بریگیڈ فقیر
ایپی“ سے لڑنے کے لئے
بڑھ رہا تھا۔ لیکن وہاں پہنچ کر
معلوم ہوا کہ آگے جانے کے

لئے سڑک کھلنے کے دن کا انتظار کرنا پڑے گا جو ہفتے میں ایک آدھ مرتبہ کھلتی ہے۔ جس روز قبائلی علاقے کی سڑکوں سے کسی رسد کے کانوائے یا
فوج کے کالم کو گزرنا ہوتا سڑک کے دونوں طرف پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہماری فوج چوکیوں پر قبضہ جمالیتی تاکہ سڑک پر آمدورفت جاری رہے۔
محافظ دستوں کے لئے چوکیوں پر بیٹھنا کوئی پکنک قسم کی چیز نہ تھی کیونکہ دوسروں کی نسبت یہ لوگ معتزضین کی گولیوں اور خنجروں سے زیادہ
قریب ہوتے تھے۔ ہم بختربند گاڑیاں اور حفاظتی دستے کے ساتھ دہ خیل روانہ ہوئے۔ دہ خیل افغانستان کی سرحد کے قریب واقع ہے اور
فقیر ایپی“ کی جائے سکونت گورویک سے قریب ترین برطانوی پوسٹ تھی۔ فقیر ایپی“ کا قریب حاصل کرنے کے لئے ہمیں پل صراط کی قسم
کے مقامات سے گزرنا پڑا۔ ہر چند کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہماری فوجیں پہرہ دیں رہی تھیں تاہم سڑک میں بعض حصے ایسے قبائلی نشانہ بازوں کی
زد میں تھے جو خود تو چٹانوں کی اوٹ میں ہماری گولیوں سے محفوظ تھے، لیکن ان کی گولیوں اور ہمارے درمیان ہوا کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کا
جواب ہمارے پاس صرف ایک ہی تھا کہ کلمہ شریف پڑھیں۔ سڑک کا وہ حصہ نہایت تیزی سے عبور کریں اور باقی معاملہ خدا کے سپرد کر دیں۔
اس ٹکڑے کو عبور کرتے وقت ہم نے اچھے خاصے سنجیدہ بزرگوں میں سنجیدگی کی تمام علامتیں غائب ہوتے دیکھیں۔ ہم سے پہلے گزرنے والوں
میں سے ایک دو آدمیوں کو گولی لگی تھی۔ آخر کار ہمارے بریگیڈ نے دہ خیل کے ایک وسیع دائرے میں ڈیرے ڈالے۔ اگلے دن، فقیر ایپی“ کے
خلاف جنگ آزما ہونا تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ اب چارو ناچار ایک دو روز میں جان بحق ہو جائیں گے۔ دوسرے دن ہمارا کالم کمپ سے نکلا۔ پلٹن،
رسالہ، توپ خانہ سب کے سب خاموش، خوف کا عالم، جان بحق ہونے کا شدید احساس آخر میدان کارزار میں پہنچے۔ فضاء بدستور خاموش تھی۔
ہم اپنی دور بینوں سے دشمن کی حرکات دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ دفعتاً سکوت ٹوٹا اور آواز آئی ”ٹھک ٹھک“ ہماری طرف سے مشین گنیں
دندنانے لگیں۔ توپیں گولے داغنے لگیں معلوم ہوتا تھا دشمن صفحہ ہستی سے نابود ہو جائے گا۔ لیکن جو نہی ہمارا افارہند ہوا پھر وہی ٹھک ٹھک
شروع ہو گئی سچ تو یہ ہے کہ پہلا دن اتنا خطرناک ثابت ہوا جتنا سینما میں جنگ کی فلم دیکھنا شام کو پتہ چلا کہ ہمارے تین جوان مارے گئے۔ اس کے
بعد ہر روز سر شام پہاڑ کے کسی کونے سے مصرع کی طرح ایک قبائلی گولی آنکلتی۔ غرض دو ماہ تک یہی انداز رہا۔ جنگ سے بچنے کے لئے شیر باز۔

(پیر ۱) ہمیں نکلے کباب کھلا کر ہمارا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ نہایت صحت افزاء ثابت ہوئے۔ اتنے میں پشاور سے وائز لیس سے پیغام آیا ”پشاور پہنچے تمہاری جگہ پھر نام آ رہا ہے۔“

اجمل خٹک



اجمل خٹک پہلی فقیر ایپی قومی کانفرنس میں شرکت کرنے آ رہے ہیں

اجمل خان خٹک نے ۱۹۹۲ء میں فقیر ایپی قومی کانفرنس میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم باچا کے مرید ہیں۔ باچا خان نے پشتون قوم میں سیاسی شعور و آگہی بیدار کرنے کی خاطر اپنی آدمی زندگی سامراج کی جیلوں میں سلاخوں کے پیچھے گزاری مگر فرنگی بربریت کے خلاف آخری وقت تک مضبوط چٹان بنے رہے۔ دوسری جانب فقیر ایپی نے نئے مگر فولادی اور آہنی ہاتھوں سے فرنگی سامراج کے خلاف مسلح جدوجہد کا راستہ اپنا کر ایسی لازوال تاریخ رقم کی جس پر پوری پشتون قوم جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

انہوں نے اس موقع پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آزادی کے بعد ان عظیم اکابرین کی انتھک جدوجہد کو نہ صرف فراموش کر دیا گیا بلکہ قوم و ملت اور اسلام کی خاطر ان کی برخلوص قربانیوں کو غلط انداز میں بھی پیش کیا گیا۔ یہ سب کچھ جان بوجھ کر محض اس لئے کیا گیا کہ انگریز کے تربیت یافتہ اور وظیفہ خوار طبقہ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ان اکابرین کی جتنی نفرت فرنگی کے وجود سے تھی اس سے زیادہ ان کے استحصال پر مبنی نظام سے تھی۔ اگر ان کا فلسفہ پھیلا دیا یا اپنایا جاتا تو اس میں فرنگی کے زرخیز کارندوں کے لئے کوئی گنجائش نہ رہتی۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے تاریخ کو مسخ کر کے ان کے کردار کو منفی انداز میں پیش کیا۔ انہوں نے مزید اس بات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اگر پاکستان کے حکمرانوں نے باچا خان اور فقیر ایپی کے فلسفہ حیات کو اپنایا ہوتا تو آج ملک میں انارکی اور مایوسی کی بجائے خوشحالی کا دور ہوتا۔ انہوں نے لندن میں ایک انگریز دوست کے حوالے سے واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایک دفعہ وہ ان کے مہمان بنے۔ مہمان خانے میں باچا خان کی تصویر اور ایک روایتی قبائلی ہندو دیکھ انگریز دوست سے ان کے بارے میں پوچھا۔ اس نے باچا خان کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس ننگے سروالے پشتون کی سیاست اور اپنی قوم کے ساتھ بے پناہ محبت و اخلاص سے ہر وقت پریشان رہتے تھے اس کے بعد قبائلی ہندو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ فقیر ایپی کی ایک نالی والی ہندو سے ہم ہمیشہ خوف زدہ رہتے تھے۔ اس نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے باچا خان اور فقیر ایپی جیسے بے داغ کردار کے حامل لیڈر ہوتے ہیں۔

اجمل خٹک نے مزید کہا کہ ظلم اور نا انصافی پر مبنی نظام زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لئے وہ حکمرانوں کو ان کا مخلصانہ مشورہ ہے

(بیرا) ہمیں تلکے کباب کھلا کر پھار کر ناچا ہوتا تھا۔ لیکن وہ نہایت صحت افزاء ثابت ہوئے۔ اتنے میں پشاور سے دائر لیس سے پیغام آیا ”پشاور پہنچو، تمہاری جگہ پھر نام آرہا ہے۔“

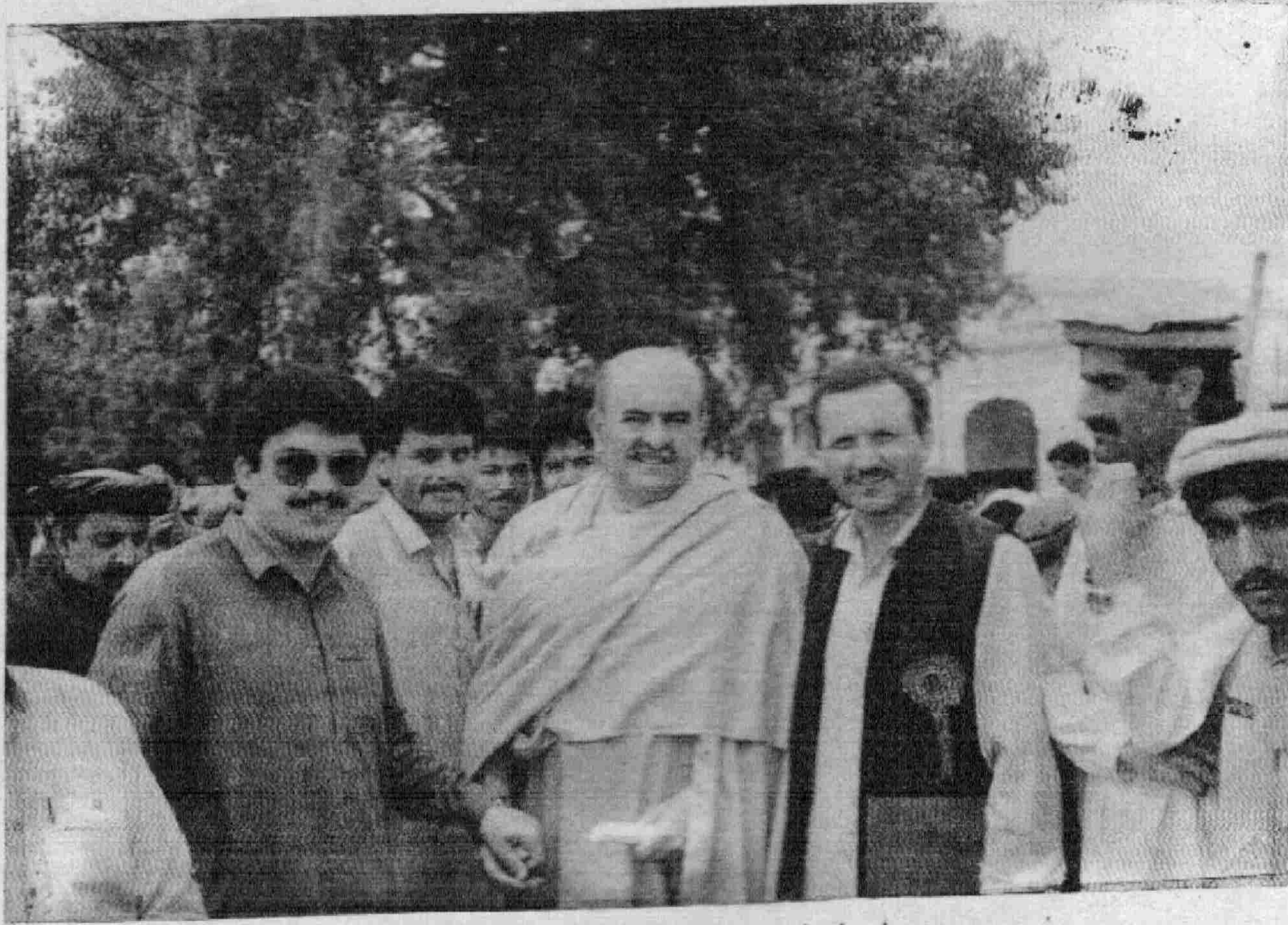
اجمل خٹک



اجمل خٹک پہلی فقیر ایپی قومی کانفرنس میں شرکت کرنے آ رہے ہیں

اجمل خان خٹک نے ۱۹۹۲ء میں فقیر ایپی قومی کانفرنس میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم باچا خان کے شاگرد اور فقیر ایپی کے مرید ہیں۔ باچا خان نے پشتون قوم میں سیاسی شعور و آگہی بیدار کرنے کی خاطر اپنی آدھی زندگی سامراج کی جیلوں میں سلاخوں کے پیچھے گزاری مگر فرنگی بربریت کے خلاف آخری وقت تک مضبوط چٹان

کہ ہمارے اکابرین کی تعلیمات سے بھرپور استفادہ حاصل کیا جائے۔ اس سے چور اور ڈاکو کے علاوہ کسی کو خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ملک بچانے کے لئے ہمارے پاس آخری راستہ یہی رہ گیا ہے اگر مزید پس و پیش سے کام لیا گیا تو پھر ہمارے پاس بچتاوے کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہے گا۔



محمود خان اچکزئی کانفرنس کے منتظمین کیساتھ

محمود خان اچکزئی

پشتون خواہ ملی پارٹی کے سربراہ محمود خان اچکزئی نے فقیر ایپی قومی کانفرنس کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس کانفرنس کے ذریعے جہاں ہمیں ایک دوسرے کو مل بیٹھنے کا موقع ملا ہے وہاں فقیر ایپی جیسی عظیم شخصیت کے بارے میں اظہار خیال کا بہترین فورم بھی ملا ہے۔ انہوں نے پشتون قوم کے

اکابرین باچا خان، عبدالصمد خان اور فقیر ایپی کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ پشتون قوم کو یہ تینوں عظیم رہنماء بیک وقت ملے جن کے غیر معمولی کردار سے پشتون قوم کی تاریخ میں ایسی رنگینی پیدا ہوئی جس کی مثال نہیں ملتی۔

محمود خان اچکزئی نے کہا کہ فقیر ایپی نے منتشر قوتوں کو ایک مرکز پر جمع کر کے دشمن کے لئے موت کا پیغام بنے رہے۔ ان کی دور رس نگاہیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ اگر دشمن نے ہمارے علاقہ میں قدم بجائے تو یہاں پر بھی ان کے تسلط سے ملی اور دینی شناخت کو مٹانے کی کوششیں کی جائے گی۔ تاریخ نے ثابت کیا کہ فقیر ایپی آزادی کے وہ مجاہد تھے جس نے قوت ایمانی کے ذریعے اپنے لوگوں کو متحد کیا۔ ان میں دینی و ملی جذبہ بیدار کیا۔ ان میں قومی غیرت پیدا کی اور ان کے اندر جذبہ جہاد اور جذبہ شہادت بھر دیا۔ ان کی تاریخ پڑھنے سے ہمیں نظم و ضبط، اتحاد و اتفاق کا درس ملتا ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ ہمارے اسلاف نے فرنگی راج کے لئے ان گنت مشکلات پیدا کیں۔ باچا خان اور عبدالصمد خان نے سیاسی، سماجی اور ملی لحاظ سے پشتون قوم میں حقوق و ذمہ داری سے متعلق بنیادی شعور بیدار کیا جبکہ فقیر ایپی نے مسلح جدوجہد کا راستہ اپنا کر سامراج کی قوت کو منتشر کیا۔ ان کی جدوجہد صرف نام نہاد آزادی کے حصول تک محدود نہیں رہی بلکہ دشمن کے دئے ہوئے نظام کے خلاف بھی برقرار رہی۔ تقسیم کے بعد باچا خان اور عبدالصمد خان کو گرفتار کر لیا گیا مگر فقیر ایپی نہ صرف آزاد رہے بلکہ انہوں نے استحصالی نظام کے خلاف بھرپور کردار بھی ادا کیا۔ اس پر اگر انگریز کے غلاموں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے مگر افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہمارے اکابرین کی انتھک جدوجہد اور تعلیمات کو ہم نے خود پس پشت ڈالا۔ اتفاق و اتحاد کی بجائے نفاق اور انتشار کا راستہ اپنایا۔ جس سے پشتون قوم کی قوت بے مقصد منتشر ہوئی اور اس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے یعنی پشتون قوم کے بچے یا بوٹ پالش کرتے ہیں یا چوکیدار بننا ان کا مقدر

بن گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پورے ایشیاء میں پشتون قوم سے زیادہ باصلاحیت اور باہمت قوم نہیں ہے لیکن آج سب سے زیادہ پسماندہ ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ان کو پھر بھی اپنی حالت پر رحم نہیں آتا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اگر پشتون قوم نے اپنے اسلاف کا راستہ اپنایا، آپس میں اتحاد، اتفاق کا مظاہرہ کیا تو وہ دعوے سے کہتے ہیں کہ پورے ایشیاء میں اس قوم کی طاقت کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا۔ ورنہ چولیداری کا یہیل تاحیات ان کے گلہ کا تھک رہا ہے گا۔

لطیف آفریدی

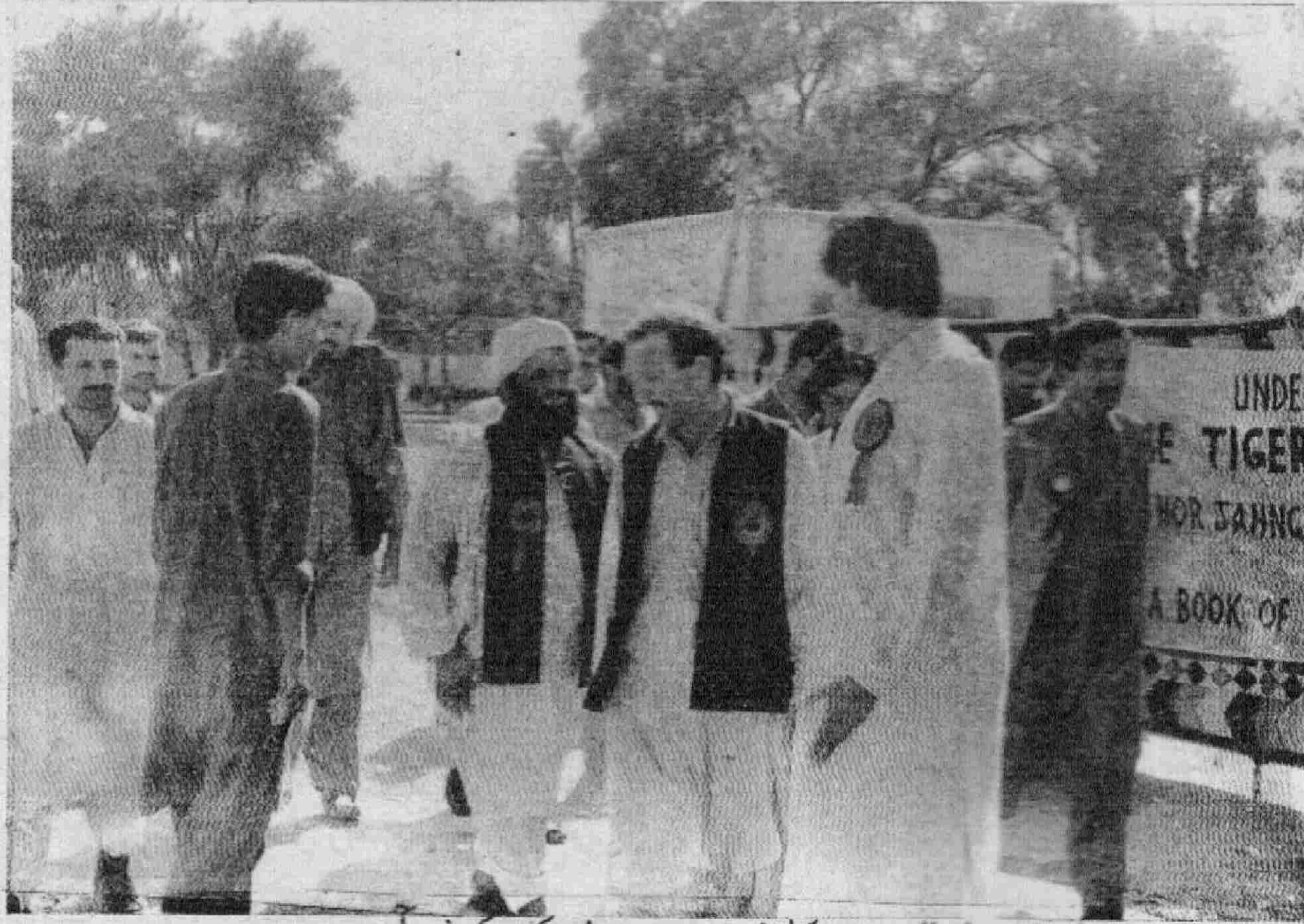
لطیف آفریدی نے پہلی فقیر ایپی قومی کانفرنس میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آزادی کے حصول کی خاطر سب سے زیادہ قربانی جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں نے دی ہے۔ ان میں بھی پشتون قوم کی قربانی سب سے زیادہ ہے۔ پشتون قوم میں سرحدی قبائلی قربانیاں ان گنت ہیں اور پوری ایک صدی پر محیط ہیں۔ یہ لوگ بہت طویل عرصے تک سکندر اعظم، مغل اور سکھ کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ آخر میں پوری ایک صدی تک انگریز کے خلاف لڑے۔ اس دور ان انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کیا مگر اپنی روایتی آزادی پر آج نہیں آنے دی۔ انہوں نے مزید کہا کہ سرحدی قبائل میں بھی آزادی کے حصول میں وزیرستان کا کردار غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں پر شرمشک سے لیکر آزادی کے حصول تک انگریز سامراج کو پاؤں جمانے نہیں دیا۔ انیسویں صدی کے آخر میں جب سامراج نے فارورڈ پالیسی کے تحت قبائلی علاقہ جات میں پاؤں جمانے کی کوشش کی تو ملاپاونہ کی قیادت میں یہاں کے قبائل نے باؤنڈری کمپ وانا پر ایسا بلہ بول دیا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ انہوں نے ایسے سر پھرے نوجوان تیار کئے جن کے بے مثال کارناموں کی بدولت انگریز پورے سرحد میں آرام کی نیند نہیں سو سکے اور بعد کے دور میں فقیر ایپی کی قیادت میں یہاں ایسی تحریک چلی جس کو دبانے کے لئے سامراج نے خزانے کا منہ کھول دیا۔ جبکہ دوسری جانب جدید اسلحہ سے لیس اتنی فوج بھیجی جس کی مثال اس وقت پورے جنوبی ایشیاء میں کسی دوسری جگہ نہیں ملتی۔ اوپر سے ہوائی جہازوں کو حرکت میں لایا گیا۔ سامراج نے ہر طرح ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ لوگوں کو ڈرایا، دھمکایا مگر انہوں نے اپنے قسمت فقیر ایپی کے ساتھ وابستہ کر رکھی تھی۔

انہوں نے کہا کہ جب تمام حربے اور ہتھکنڈے ناکام ثابت ہوئے۔ تو انہوں نے سوچ بچا کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جنگ کی بجائیے صرف ایک شخص فقیر ایپی ہے۔ لہذا جنگ کے خاتمہ کے لئے ضروری ہے کہ اس شخص کو ختم کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ان کے پیچھے فوج اور ہوائی جہاز لگائے۔ وہ جہاں جاتے دوسرے دن ہوائی جہاز پہنچ جاتے۔ آپ نے ہوائی جہازوں سے چنے کے لئے پہاڑوں چٹانوں میں خلوتیں کھودیں اور وہاں سے غازیوں کو گوریلا کارروائیوں کے لئے ہدایات جاری کرتے۔ یہ سلسلہ متواتر گیارہ سال جاری دسری ہے۔ اس دور ان یہاں کے لوگوں نے بے پناہ مظالم کا سامنا کیا۔ اپنے گھروں سے بے دخل ہوئے ان کے جنگلات تک برباد ہوئے، فاقے پر مجھ ہوئے اور خاص بات یہ کہ ہزاروں کی تعداد میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے مگر اپنے مقصد کو آخر تک برقرار رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فرنگی اپنی طاقت کو برقرار نہیں رکھ سکے اور بادل خواستہ برصغیر کو چھوڑنا پڑا۔

انہوں نے آخر میں کہا کہ برصغیر کی آزادی محض جلسے جلوسوں یا زندہ باد، مردہ باد کے باعث نہیں ملی بلکہ ان میں پشتون قوم بالخصوص سرحدی قبائل کا خون شامل ہے۔ تاہم سرحدی قبائل میں بھی وزیرستان کے قبائل اور ان کے اکابرین نے آزادی کی خاطر جو لازوال قربانیاں دیں۔ وہ سب سے زیادہ ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ خون کی بے مثال قربانی کی بدولت ہی برصغیر پاک و ہند کو آزادی نصیب ہو سکی ہے۔ ان میں فقیر ایپی کا انمول کردار بلاشبہ غیر معمولی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ لہذا ہم اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

مولانا فضل الرحمن

مولانا فضل الرحمن نے ۱۹۹۲ء میں پہلی فقیر ایپی قومی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ نعمتوں اور صلاحیتوں کو صحیح طریقے سے بروئے کار لانے کی سعی کرے تو بلاشبہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں صرف اپنے لئے ہی نہیں بلکہ مخلوق خدا کے لئے بھی خوشی و راحت کا سامان پیدا کر سکتا ہے۔ فقیر ایپی نے اس فانی دنیا میں راہ مصطفیٰ کو اپنا کر جہاد فی سبیل اللہ کو اپنے لئے زندگی کا نصب العین بنایا اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر فرنگی جیسے جاہل سامراج کے خلاف چٹان بن کر ابھرے۔



مولانا فضل الرحمن کانفرنس میں شرکت کرنے آرہے ہیں

انہوں نے مزید کہا کہ اسلامی تاریخ کا بغور جائزہ لینے

سے جو بات واضح طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم اور صحابہ کرامؓ کے بعد احیاء اسلام کی خاطر سب سے زیادہ قربانیاں جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں نے دی ہیں۔ انہوں نے پہلی ہمہ گیر تحریک ۱۸۵۷ء میں چلائی جس میں ایک اندازے کے مطابق صرف دس ہزار علماء کرام نے جام شہادت نوش کیا۔ دوسری غیر معمولی تحریک مسلمان ہند نے خلافت عثمانیہ کے حق میں چلائی۔ جبکہ تیسری بہت طویل اور صبر آزما تحریک قبائلی اکابرین نے ۱۸۴۹ء سے ۱۹۴۷ء تک چلائی۔ ان تمام تحریکوں میں غیرت مند قبائل کی تحریک اس لئے غیر معمولی اہمیت کی حامل رہی ہے کہ ان کی تحریک مسلح تھی اور پوری ایک صدی پر محیط تھی۔ اس دور ان فریقین کو ناقابلِ علانی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن قبائلی جنگ بازوں نے اپنی روایتی آزادی اور اسلام کی شاندار روایات پر آج نہیں آنے دی۔ قبائلی اکابرین میں فقیر ایپی نے نہایت کسمپرسی کی حالت میں اسلام کے ایک انتہائی اہم رکن جہاد کی جو شمع روشن کئے رکھی اسلامی تاریخ میں اس کی منفرد حیثیت ہے۔ دراصل ان کی تحریک نے سرکارِ دو عالم اور صحابہ کرامؓ کے لازوال کارناموں کی یاد تازہ کر دی۔ چونکہ آپؐ کا مقابلہ ایسے دشمن سے تھا جو دولت، طاقت اور تنظیم سے بہرہ مند تھے۔ اس کے برعکس دوسری طرف ایک غیر منظم قبائلی معاشرہ تھا جس کے لوگ نئے تھے۔

فقیر ایپی نے ان میں جی داری اور مر مٹنے کا ایسا جذبہ بیدار کیا کہ وہ ایسے ٹوٹ کر آگے بڑھے کہ انہوں نے ہزاروں کی تعداد میں جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ان کے گہرا جڑ گئے اور ہر مادی خواہش اور مفاد کو پس پشت ڈالا لیکن وقت کی ایک سپریا اور کوپار لپار کر کے آخر کار جنوبی ایشیاء سے واپس اپنے چھوٹے جزیرے میں لوٹ جانے پر مجبور کیا۔ آپؐ کی تحریک کی خاص علاقہ، قبیلہ یا قوم تک محدود نہیں تھی۔ آپؐ کا بنیادی مطمح نظر اسلام کی سربلندی تھا۔ آپؐ اپنے مقصد میں مخلص تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ کی تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ دراصل آپؐ کا دل عقیدہ توحید سے منور تھا۔ اللہ کو ایک ماننے سے انسان کی شخصیت اندر سے یکسر تبدیل ہو جاتی ہے۔ وہ کائنات کی ہر چیز کی ظاہری شان و

شوکت اور چمک دمک سے بے نیاز ہو کر رجوع الی اللہ کرتا ہے۔ عقیدہ توحید انسان کو خودداری کی دعوت دیتا ہے۔ اس لئے موحّد کی اولین آخرین تمنا اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری ہوتی ہے۔ انسان اللہ کو ایک تسلیم کرنے سے بہادر بن جاتا ہے اس کی عادات و اطوار، معاملات معمولات اور طرز زندگی شریعت کے تابع ہو جاتی ہے۔ غرور، فخر، تکبر اور گھمنڈ جیسی بیماریاں اس کے دل سے مٹ جاتی ہیں اور اس کی جگہ عجز و انکساری، بلند ہمتی اور صبر جیسی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ کمزور اور ناتواں انسان کو اللہ تعالیٰ عقیدہ توحید کی بدولت عزم و ہمت کی چٹان طاقت کا منبع اور سرچشمہ بنا دیتا ہے۔ یوں دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے جب نعرہ توحید بلند ہوتا ہے تو انسان ”والحب لله والبص لله“ عملی نمونہ بن جاتا ہے۔

فقیر ایپی نے عقیدہ توحید کی بدولت اپنے نفس کی قید سے دائمی آزادی حاصل کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہر گھڑی آپ کے ساتھ شامل حال رہی۔ اہل فکر و دانش غوطی جانتے ہیں کہ فقیر ایپی جیسے لوگ اس مقصد کو جان لیتے ہیں کہ فلاح کار از کیا ہے۔ ایسے لوگ سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں۔ مگر یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی ان کے دین میں مداخلت کرے۔ ہمیں ہمارا مذہب سکھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سب سے زیادہ غیرت مند وہ ہوتا ہے جو دین پر غیرت کرے۔ یہی وہ راہ مستقیم ہے جس پر چل کر مسلمان کی دنیا و آخرت سنوار سکتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول مقبول کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے۔ فقیر ایپی نے چونکہ دین پر غیرت کی اس لئے مرنے کے بھی لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے ہیں۔ لہذا ان کے لازوال کارناموں پر ہر اہل ایمان کو فخر ہونا چاہیے۔

اس عظیم مجاہد کی شخصیت اور لازوال کارناموں سے دوست اور دشمن دونوں انکار نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرنگی سامراج کے خلاف دین و وطن اور ملت کی آزادی کی خاطر گیارہ سالہ جہاد کے ذریعے ایسے ناقابل فراموش کارنامے انجام دیئے جن پر پشتون قوم فخر کرتی ہے۔ قبائل جیسے مشکل اور حساس نوعیت کے حامل معاشرہ میں تقویٰ، صالح اعمال اور نیک سیرتی کے باعث اپنے آپ کو ایک روحانی شخصیت اور عمومی قائد کی حیثیت سے منوانا آپ کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ آپ بلاشبہ کرشمہ ساز شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی دعوت اپنے ماننے والوں میں جلی کا کرنٹ دوڑا دیتی تھی۔ آپ نے اپنے مذہبی و ملی عقیدے، فعال تنظیم، سیاسی تدبیر اور اعلیٰ قائدانہ صلاحیتوں کے باعث قبایلوں کے دلوں پر حکمرانی کی، یہی وجہ تھی کہ آپ نے فرنگی جیسی بہت بڑی طاقت کو میدان جنگ اور میدان سیاست ہر دو محاذوں پر کئی بار عبرتناک شکست دی۔ آپ نے تحریک جہاد ”فی سبیل اللہ“ کے دوران وزیرستان کے سنگلاخ پہاڑوں، تنگ و تاریک غاروں اور گور ویک کی سخت اور برف پوش چٹانوں میں اسلام کی سر بلندی اور وطن کی آزادی کی خاطر بے سروسامانی کی حالت میں اپنی زندگی گزار کر جہاد کا بے مثال کارنامہ انجام دیا۔ سخت معاشی بد حالی اور بہت محدود افرادی قوت کے ساتھ اسلامی اور ملی جذبہ سے سرشار ہو کر آپ نے جو حیرت انگیز مجاہدانہ کردار ادا کیا مطلع پر آفتاب کی مانند چمکتا ہے۔ آپ کا جو دایک تحریک اور سراپا ایک دعوت تھا۔ وہ ایک ایسے مرقع تھے جن سے پورے ایک دور کی تاریخ وابستہ ہے۔ انگریز نے آپ پر نہ صرف بے شمار زینی اور ہوائی حملے کئے بلکہ انہیں ہر قسم کا دنیاوی لالچ بھی دیا، لیکن انہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ گو کہ آپ کی تحریک کے دوران یہاں کے قبائل نے بے پناہ مظالم کا سامنا کیا۔ ان کے گھر مسمار کئے گئے۔ اپنے علاقے سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا تو اتر گیارہ سال تک جانی و مالی لحاظ سے ناقابل تلافی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن انہوں نے پھر بھی یہ ثابت کر کے دکھایا کہ وہ اسلام اور اپنی روایتی آزادی پر غیرت کرنے والے لوگ ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ وقت کی ایک سپر قوت کو پاش پاش کر دیا اور آخر کار فرنگی سامراج کو ساؤتھ ایشیاء چھوڑنے اور اپنے چھوٹے جزیرے واپس جانے پر مجبور کیا۔ آپ کے پرانے ساتھیوں کے خیال میں آپ کی تحریک جہاد کے مقاصد یہ تھے کہ انگریز سے برصغیر کی سر زمین آزاد کرائی جائے۔ اپنی آزاد سر زمین پر ایک اسلامی جمہوری اور خود مختار حکومت کا قیام ہو جس میں قرآنی قوانین، اسلامی نظام، عدل مساوات اور رواداری کا بول بالا ہو اور ہر ایک کو زندگی کے بنیادی حقوق حاصل ہوں۔ ایک ایسے مثالی معاشرے کا قیام ہو جس میں لوگوں کی جان و مال اور آبرو محفوظ ہوں۔

طریقہ ہائے ابلاغ

فقیر ایپی کا دور قبائلی تاریخ میں انتہائی اہم ہے جس کو طریقہ ہائے ابلاغ کے حوالے سے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا حصہ اپریل ۱۹۳۶ء میں آپ کے امیر المجاہدین کے انتخاب سے لے کر ۱۹۳۸ء میں گورویک مرکز میں ہجرت تک جبکہ دوسرا حصہ گورویک میں تحریک جہاد کی از سر نو تنظیم سازی کے بعد سے ۱۹۴۷ء میں آزادی کے حصول تک۔ پہلے دور میں ابلاغ کے جو طریقہ ہائے کار سامنے آتے ہیں ان میں کثیر المقاصد اہداف کے حصول میں ڈھول کا کردار خصوصیت کا حامل رہا ہے۔ بنوں میں اسلام ملی واقعہ میں فرنگی مداخلت کے باعث مسلمانان بنوں اور مخصوص علماء کرام نے داؤد علاقہ ہجرت کی۔ مقامی علماء کرام نے ڈھول جاکر ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ بنوں کے علاوہ وزیرستان کے مختلف علاقوں سے قبائل و فوج کی صورت میں فقیر ایپی سے ملنے ایسی گاؤں آتے رہے۔ کافی سوچ و چار کے بعد عمومی اتفاق سے متفقہ لائحہ عمل اختیار کرنے کے لئے جلسہ عام منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا۔ جلسہ کو مشترک کرنے کے لئے ڈھول جائے گئے اور ساتھ ملا بھی چیخ کر پکارتے رہے کہ ”آج اسلام پر تنگ و غیرت کا دن ہے۔ جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے وہ آئے فرنگی کے خلاف مجوزہ جلسہ میں شرکت کریں۔“ ڈھول جانے سے کم وقت میں چار ہزار قبائل نے نیتاسی کلی میں جلسہ عام میں شرکت کی اور فقیر ایپی کو فرنگی کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کے لئے امیر مقرر کیا۔ مقابل میں انگریز انتظامیہ نے داؤد ملکان اور فقیر ایپی کے رشتہ دار صالح خان سے کہا کہ ”اگر ہندوستان میں کہیں کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے تو یہاں کے قبائل ڈھول جاکر امن و عامہ میں خلل ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ فقیر ایپی اور ان کے شیخوں کو ڈھول جانے سے منع کریں ورنہ ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائیگی۔“ ڈھول جانے کا سلسلہ صرف وزیرستان تک محدود نہیں رہا۔ فقیر ایپی نے افغانستان کے جنوب مشرقی علاقے ارگین اور غوست کے قبائل کی مدد کے حصول کے لئے جو پیغام رساں بھیجے تھے اس پر وہاں کے قبائل نے ڈھول کی تھاپ میں جرگے منعقد کر کے کثیر تعداد میں مجاہدین خیمورہ پہنچے۔ مزید یہ کہ خیمورہ معرکوں کے بعد فقیر ایپی نے وزیرستان بھر کے دورے کئے آپ جہاں جاتے ”قبائل ڈھول جاکر آپ کا فقید المثل استقبال کرتے جس سے نوجوانوں کے جذیوں میں نئی لگن پیدا ہوتی۔ انگریز انتظامیہ ڈھول چانے کو امن عامہ میں خلل کے مترادف تصور کرتی تھی اس لئے دوسرے دن ہوائی جہازوں کے ذریعے متعلقہ علاقہ پر دھمکی آمیز اشتہارات پھینکے جاتے تھے اور اکثر اوقات نوٹ خون خرابے تک بھی جا پہنچتی تھی۔ حاجی قادم خون ساکن ارسل کوٹ کے بقول فقیر ایپی ڈھول کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ ان کے بقول ایک دفعہ شکتوسی میں عصر کے وقت ڈم ڈھول جاتا تھا۔ ایک مولوی نے ڈم سے کہا کہ نماز کا وقت ہے ڈھول جانا بند کرو۔ ڈم نے انکار کیا معاملہ فقیر ایپی تک جا پہنچا آپ نے فرمایا کہ یہ غزہ (جہاد) کا ڈھول ہے اس کو بند نہیں ہونا چاہیے۔ ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقیر ایپی نے اپنی تحریک کے ابتداء سے آخر تک ڈھول کو ابلاغ عامہ کے مؤثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔

دوسرا سب سے اہم طریقہ ابلاغ جرگہ تھا۔ امیر المجاہدین کے انتخاب کے بعد فقیر ایپی نے فرنگی پر ”مداخلت فی الدین“ کا الزام لگا کر اعلان کیا کہ ”جب تک اسلام ملی کو مسلمانوں کے حوالے نہیں کیا جاتا اور وزیرستان سے فرنگی فوج واپس نہیں چلی جاتی انگریز سامراج کے خلاف جہاد جاری رہے گا۔“ اس اعلان کے بعد لوگ جوق در جوق آپ کے پاس خیمورہ آنے لگے۔ فرنگی نے طوری خیل ملکوں کے ساتھ کئی جرگے کر کے انہیں تاکید کی کہ فقیر ایپی کو حکومت کے خلاف لشکر کشی سے منع کرو ورنہ انہیں نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ طوری خیل ملکوں نے کئی بار فقیر ایپی کے ساتھ جرگے منعقد کر کے انہیں فرنگی دھمکیوں سے آگاہ کیا مگر فقیر ایپی نے ان پر واضح کیا کہ ”فرنگی نے ہمارے دین میں مداخلت کی ہے میں ان کے خلاف میدان عمل میں نکلا ہوں اور موت کے سوا کوئی چیز منع نہیں کر سکتی۔“ سرکاری جرگے فقیر ایپی کو قائل کرنے میں نہ صرف ناکام رہے بلکہ انہوں نے فرنگی حکومت کو صاف جواب بھی دیا کہ وہ فقیر ایپی کو اپنے علاقہ سے نہ نکال سکتے ہیں اور نہ

ہی انہیں جنگ سے منع کر سکتے ہیں۔ حکومت نے داوڑ مکان کا جرگہ بلا کر انہیں بھی دھمکی دی کہ ”اگر انہوں نے اپنے آدمیوں کو فقیر ایپی کے لشکر سے واپس نہ بلایا تو ان کی آبادی پر شدید بمباری کی جائے گی۔“ داوڑ جرگہ نے فقیر ایپی کو انگریز دھمکی سے آگاہ کیا جس پر آپ نے داوڑ قبائل کو جانے کی اجازت دیتے ہوئے کہا کہ ”جو کوئی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آسکتا ہے صرف وہ میرے پیچھے آئے۔“ فقیر ایپی ”خیسورہ سے شکتوئی گئے جہاں جلال خیل اور شانی خیل قبیلوں کے ساتھ جرگے کر کے انہیں جہاد میں مدد دینے پر آمادہ کیا۔ دوسرے دن فرنگی نے شکتوئی کے محسود قبائل پر دھمکی آمیز اشتہارات پھینکے کہ فقیر ایپی کو اپنے علاقہ سے نکال دو ورنہ پورے علاقے پر بمباری کی جائے گی۔ ان واقعات سے واضح طور پر یہ بات نظر آتی ہے کہ فقیر ایپی کے اس دور میں دونوں طرف جرگہ بطور خاص ذریعے ابلاغ اختیار کیا گیا۔ معروف معنوں میں شخصی طریقہ ابلاغ (Interpersonal Communication) تھا۔

فقیر ایپی کا تیسرا غیر معمولی ابلاغ شخصی روابط کا تھا جس کے ذریعے انہوں نے اپنے مقاصد کی دوسروں تک کامیاب تبلیغ کی۔ آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کے اعراض و مقاصد سے وزیرستان بھر کی مقتدر روحانی و سماجی شخصیات اور علماء کرام کو باخبر کرنے اور ان سے مالی وسائل اور افرادی قوت کے حصول کی خاطر دور دراز علاقوں کے دورے کئے۔ سب سے پہلے شکتوئی میں شانی خیل قبیلہ کی معتبر شخصیت ڈب بلا سے ملاقات کی پھر گل گائی کی کڑائی کی مدد سے لائیکہ میں شہزادہ فضل دین سے ملے۔ فضل دین نے محسود قبیلہ کی جانب سے بھرپور تعاون کا یقین دلایا اور اپنا ذاتی گھوڑا بھی دیا جس پر سوار ہو کر فقیر ایپی نے محسود علاقہ میں تمام بااثر افراد اور علماء کرام کے ساتھ رابطے قائم کر کے انہیں اتحاد میں لیا۔ اس طرح شانی وزیرستان بلکہ خوست تک کی روحانی شخصیات علماء کرام اور سماجی رسوخ کے حامل افراد کے ساتھ رابطے قائم کر کے ان کے ساتھ جہاد سے متعلق تفصیل سے بالمشافہ (Face to Face) گفتگو کی۔ داوڑ اور بنوچی علماء کرام و مشران فقیر ایپی کے ساتھ وفود کی شکل میں ایپی گاؤں میں پہلے سے مل چکے تھے۔ بنسٹی قبیلہ کے روحانی پیشوا فقیر دین محمد کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کی غرض سے آپ بنسٹی علاقے گبر گئے۔ جون سے ستمبر ۱۹۳۶ء تک فقیر ایپی نے نہایت رازداری سے وزیرستان بھر کے مختلف قبیلوں کے طوفانی دورے کئے۔ ان علاقوں کی معتبر شخصیات کے ساتھ ذاتی طور پر رابطے قائم کر کے انہیں جہاد میں بھرپور تعاون پر آمادہ کیا۔ اکتوبر میں خیسورہ آئے اور فرنگی کے خلاف لشکر جمع کرنا شروع کیا۔

فقیر ایپی کا ایک اور اہم طریقہ ابلاغ دعوتی خطوط تھا۔ آپ نے وزیرستان کے علاوہ بنوں، نرمل اور افغانستان کے صوبے پختیا، خوست، ارگین کے تانیز، جدران اور منگل قبائل کو فرنگی کے خلاف جہاد کے لئے لشکر کشی میں مدد کے حصول کے لئے دعوتی خطوط بھیجے۔ جن میں بتایا گیا کہ محسود وزیر اور داوڑ قبائل کا بہت بڑا لشکر فرنگی پر یلغار کرنے کے لئے خیسورہ میں جمع ہے اس لئے تم لوگ بھی لشکر کی مدد کرو۔ محسود علاقہ میں مولوی لوندی کے علاوہ ملک شانی، ہیبت خیل، اشتگائی، نظر خیل اور عبدالرحمان خیل قبیلوں کے بااثر افراد کو خطوط لکھے کہ ”فرنگی کے خلاف مسلح جہاد شروع کیا جائے گا۔ لہذا اپنے علاقے کے مجاہدین کو فوراً شکتوئی روانہ کر دو۔“

اس طرح مذہب کی تحفظ اور جذبہ حریت کو قائم و دائم رکھنے اور بالخصوص نوجوانوں میں فرنگی سامراج کے خلاف جوش و جذبہ بیدار کرنے میں لوک گیتوں کے اثرات خصوصیت کے حامل رہے ہیں۔ فقیر ایپی دور میں اسلامی ملی ملی واقعہ کے نتیجے میں نیتاسی میں جلسہ عام اور پھر خیسورہ میں فرنگی پر یلغار سے متعلق لوک گیتوں کے ذریعے یوں روشنی ڈالی گئی ہے۔

اسلام ملی ملی کو فرنگی نے ہندوؤں کے حوالے کیا
مسلمانوں کے دلوں کو برا گرا زخم دیا
نیتاسی میں حاجی گل (فقیر ایپی) نے بڑا جلسہ کیا
اور فرنگی سے محنت کی واپسی کا مطالبہ کیا

اہم اور نازک مواقعوں
جس جنگ سے پہلے فقیر ایپی
اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے و پچھلے
نے بھی آپ کو کئی بار جرگوں
کرتے ہوئے کہا ”ہمارے اور
سختی۔“ فرنگی نے آخری بار اف
میں عمومی اتفاق کے حصول
حکومت ہمارے ساتھ مذہب
علاقہ بھر پور جدوجہد جاری
صلح کی پیشکش میں
کی جائے گی“ ان دھمکی آہ
محسوس کی گئی۔ لہذا فقیر ایپی
گورویک، ہجرت اور
گورویک میں ہج
جہاد سے حلق و عنق و نصیحت
چند جمع کرنے کیلئے علماء ک
شخصیات کا خیال رکھنے اور
سے حلقہ اور نمائندوں کو
فرنگی کے خلاف گوریل کار
میں کو خصوصی فوقیت
دور دراز علاقوں
کے چلے کے لئے جرگہ
تحتی علاقوں میں پس پردہ
کیلئے مخصوص اعتباری آدم
مزید برآں سخت
فقیر ایپی کے ساتھ مل

فرنگی کے انکار پر حاجی گل نے قبائل کے ساتھ جرگے کئے
اور نوجوانوں کو فرنگی پر یلغار کے لئے تیار کیا
فقیر نے اسلام پر ننگ کیا اس لئے مسلمانوں کا بادشاہ بنا

اہم اور نازک مواقعوں پر قبائل اور بالخصوص مجاہدین کے جذبات میں لگن پیدا کرے کے لئے نقاد پر بھی کیا کرتے تھے۔ مثلاً خیسورہ
میں جنگ سے پہلے فقیر ایپی نے مجاہدین سے فرمایا ”آج کا دن تمہارے گناہوں کی بخشش کا دن ہے اگر آپ صرف جہاد کی نیت سے لڑیں گے تو
اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے و پچھلے گناہ نہ صرف معاف فرمائے گا بلکہ تمہارے آج کے گناہ کو بھی اس کا اجر عطاء فرمائے گا۔“ اس طرح فرنگی سامراج
نے بھی آپ کو کئی بار جرگوں کے ذریعے صلح پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ جس پر فقیر ایپی نے شکستوں میں مجاہدین کے اجتماع سے خطاب
کرتے ہوئے کہا ”ہمارے اور فرنگی کے مابین کفر اور اسلام کا معاملہ ہے۔ آپ لوگ غور سے سنیں کہ ان کے ساتھ کسی صورت میں صلح نہیں ہو
سکتی۔“ فرنگی نے آخری بار افغان حکومت کی مدد سے قبائل مجاہدین کے ذریعے فقیر ایپی کو پھر صلح کی پیشکش کی۔ اگست ۱۹۳۷ء میں شوال
میں عمومی اتفاق کے حصول کی خاطر بہت بڑے جلسے کا انعقاد بھی عمل میں لایا گیا۔ مگر فقیر ایپی نے جلسہ میں دو ٹوک اعلان کیا کہ ”اگر فرنگی
حکومت ہمارے ساتھ مذہب اور شریعت کے مطابق معاملات طے کرنے پر راضی ہے تو صلح ہو سکتی ہے ورنہ بحیثیت مسلمان فرنگی کے
خلاف بھرپور جدوجہد جاری رہے گی۔“

صلح کی پیشکش میں بار بار ناکامی پر انگریزوں نے تمام علاقہ پر اشتہارات پھیلنے کے ”فقیر ایپی جس علاقہ میں جائے گا اس پر فوراً بمباری
کی جائے گی“ ان دہمکی آمیز اشتہارات کے باعث جہاد کی تحریک دیر تک جاری و ساری رکھنے کیلئے ایک محفوظ مرکز کی ضرورت شدت سے
محسوس کی گئی۔ لہذا فقیر ایپی نے اپنے دیرینہ ساتھوں کے مشورے پر ۱۹۳۸ء میں ڈیورنڈ لائن کے اس پار گورویک مرکز میں ہجرت کی۔

گورویک ہجرت اور جہاد کی تنظیم نو

گورویک میں ہجرت کے بعد فقیر ایپی نے بنیادی توجہ جہاد کی تنظیم نو پر مرکوز رکھی۔ دور افتادہ علاقوں میں مساجد اور حجروں میں
جہاد سے متعلق وعظ و نصیحت کرنے لوگوں کو جہاد فی سبیل اللہ پر کمر بستہ کرنے اور مجاہدین کے ساتھ رابطوں کے قیام اور بیت المال کے لئے
چندہ جمع کرنے کیلئے علماء کرام کا انتخاب رو بہ عمل لایا گیا۔ مجاہدین کی گوریلہ کارروائی کی نگرانی، جنگی محاذوں پر مجاہدین کی کارگزاری اور ان کی
ضروریات کا خیال رکھنے اور دشمن کے عزائم سے فقیر ایپی کو باخبر رکھنے اور فقیر ایپی کی ہدایت مجاہدین تک بہم پہنچانے کیلئے مختلف علاقوں
سے خلفاء اور نمائندوں کو منتخب کیا گیا۔ علماء کرام اور خلفاء کا فقیر ایپی کے ساتھ جہاد کی عمومی صورت حال پر تفصیلی مذاکرے ہوتے تھے۔
دشمن کے خلاف گوریلہ کارروائیوں کے لئے وقت اور جگہ کے تعین اور اس معینہ مدت کے دوران حکمت عملی مرتب کرنے میں ان کی تجاویز اور
راہیوں کو خصوصی فوقیت دی جاتی تھی۔

دور دراز علاقوں میں علماء کرام، سرکردہ قبائلی رہنماء، روحانی شخصیات اور خلفاء کے ساتھ تسلسل سے زبانی پیغامات اور دعوتی خطوط
کے تبادلے کے لئے جرنیل (پیغام رساں) مقرر کئے گئے۔ شمالی و جنوبی وزیرستان کے علاوہ پنجاب، بنوں، خوست، پکتیا، ارگین، برمل اور دیگر
قبائلی علاقوں میں پس پردہ رہ کر جہاد کی تنظیم سازی اور بیت المال کے لئے زکوٰۃ یعنی نقد و قومات اشیاء خورد و نوش جمع کرنے اور راشن پہنچانے
کیلئے مخصوص اعتباری آدمیوں کو مقرر کیا گیا۔ جن کے نام، پتے اور نقل و حمل کے راستے انتہائی خفیہ رکھے گئے۔

مزید برآں مختلف وفود کے ساتھ ملاقات کے مخصوص اوقات کار متعین کئے گئے۔ تاہم جنگی محاذوں سے پیغام رساں کسی بھی وقت
فقیر ایپی کے ساتھ مل سکتے تھے۔ جرگوں یا اجتماعات سے خطاب کرنے کے لئے جب فقیر ایپی غار سے نکلتے تو باقاعدہ نگل جھایا جاتا تھا اور جب

بات شروع کرتے تو لوگوں کی توجہ کیلئے پھر بگل بجایا جاتا تھا۔ مرکز گوردیک پر طویل عرصہ تک جہازوں کی بمباری کے باعث جب مجاہدین پریشان ہوئے تو فقیر ایپی کے چند دیرینہ ساتھیوں نے پروپیگنڈہ مہم چلائی کہ ”گوردیک پر گرائے ہوئے بموں میں سے ایک بم جو پھٹتا ہے بھری بن گیا۔ اس کو ذبح کیا اور فقیر ایپی کے دم سے اس کے گوشت میں اتنی برکت پیدا ہوئی کہ سب مجاہدین نے اس کا گوشت کھا لیا۔“ گلاخان کا دعویٰ ہے کہ فقیر ایپی کے حوالے سے اس پروپیگنڈہ نے لوگوں پر اثر کیا جس کے باعث فرنگی نے گوردیک پر بمباری بند کی۔

فقیر ایپی نے لعل باز خان خلیفہ تحویل دور اور گل خیب کی وساطت سے افغانستان میں جرمن سفارت خانہ کے ساتھ تعلقات قائم کئے۔ جرمن ماہرین نے گوردیک میں قائم اسلحہ خانہ میں آپ کیلئے چار عدد توپ خانے بھی بنوائے اور آپ کی مالی مدد بھی کی۔

گوردیک میں ہجرت اور جہاد کی تنظیم کے بعد فرنگی کے خلاف ہر جگہ وارداتوں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا جس پر انگریزوں نے فقیر ایپی کے اثر کو ختم کرنے کیلئے زر خرید کارندوں کے ذریعے پروپیگنڈہ مہم شروع کی۔ ”فقیر ایپی ہندوؤں کو لوٹتا ہے انہیں تانوان کے اغواء کرتا ہے اور راستے جاتے مسافروں کو لوٹتے اور مارتے ہیں۔“ اس پروپیگنڈہ مہم کے جواب میں فقیر ایپی نے اعلان جاری کیا کہ ”میں نے اپنے لوگوں کو اس گھناؤنے فعل سے منع کیا ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کے ساتھ میرا کوئی سروکار نہیں ہے۔ میرا مقابلہ صرف اور صرف فرنگی سامراج کے خلاف ہے۔ کفار پر آخری وقت آیا ہے اس لئے وہ مختلف ہیلے بہانے کے ذریعے اپنی گرتی ہوئی ساکھ بچانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔“ فقیر ایپی کے خدائی خدمتگار تحریک کانگریس، خاکسار تحریک دیوبند اور جمعیت علماء اسلام کے ساتھ دیرینہ مراسم تھے مگر انہیں طور پر آپ نے کسی بھی سیاسی پابندی جماعت میں شمولیت اختیار نہیں کی۔

انگریزوں کے ترقیبی اور تحریشی حربوں کے خلاف فقیر ایپی نے اپنے قبائل کو قلاب کرنے کیلئے جو طریقہ البلاغ اختیار کئے وہ موثر تھے۔ پیسے اور مفادات کے لالچ کے برعکس فقیر ایپی نے علماء کرام، ممتاز سماجی اور روحانی شخصیات پر جہاد کے پیغام کو عام کیا اور حریم ملکات کی کمزور نفسیات سے بھی خوبی استفادہ کیا۔ موجودہ زمانے میں شخصی طریقہ ہائے البلاغ بالخصوص جنگ کی صورت حال کی جو مثالیں ملتی ہیں ان میں افغان جہاد، کشمیر کی آزادی کیلئے کشمیری مجاہدین کی تگ و دو چھینیا اور یورپ کے دل میں یونینیا کے مسلمانوں کی عدیم المثال قربانیاں، ان کی تاریخ یاد دلاتی ہیں۔

افغانی، کشمیری، چیچنائی اور یونینائی مسلمانوں کو جہاد کرنے اور قربانی دینے پر مائل کرنے میں ان طریقہ ہائے البلاغ کا موثر ہونا ثابت ہے جو فقیر ایپی نے اختیار کئے۔ جدید ذرائع البلاغ کا کردار اپنی جگہ، لیکن مذکورہ خطوں میں مسلمان جس طرح جان ہتھیلی پر رکھے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ براہ راست شخصی البلاغ کا آج بھی بے پناہ موثر ہونا ثابت ہے۔ مذہبی شخصیات، سیاسی رہنماء اور مقامی کمانڈر جہادی قوت کو متحرک کرنے اور اسے کامیابی سے استعمال کرنے کے لئے آج بھی وہی بلاغی طریقہ اپناتے ہیں جو فقیر ایپی نے انگریز سامراج کے خلاف استعمال کئے۔

REFERENCES

۱. خلیفہ گل حبیب خان ساکن مارہ افغانستان۔
۲. مسز محمد شاہ ولد گل بیت خان ساکن میرانشاہ اور خلیفہ الطیف خان بحوالہ خلیفہ غازی مرجان۔
3. British Legation Kabul "Note on Faqir's Finances" Dupty Director Intelligent Govt of India, Nov, 20, 1937, pp1-3 NDC Islamabad.
4. Khan, Fazal Rahim, "Faqir Ipi" in "Afghanistan and the Frontier" pp.247-48.
۵. شاہ محمد طاہر "تخلو الی جھڑے" ص ۶۸-۶۹۔
۶. عبدالقدوس شاکر ساکن ٹانک گل محمد حسین دام اور غازی نظم خان ساکن مارہ افغانستان۔
7. "Waziristan Situation-A Setback" June 25, 1938, p.1 and "Foreign department to Secretary for India" July 7, 1939 pp.1-4 خلیفہ گل حبیب خان ساکن مارہ افغانستان۔
8. Shah; Mazhar A. "Warrior Saint" 1989, pp.30-31.
۹. ترین عبد الحمید "فقیر ایپی" ص ۱۵۹-۶۰ اور غازی نظم خان اور غازی عارف خان ساکن مارہ افغانستان۔
10. Singer, Andre "Lords of the Khyber-The Story of the North West Frontier" Feber Ltd, London 1984, pp.173-77 and "Administraion on NWFP 1938, p.9.
۱۱. لائق شاہ "وزیرستان" ص ۶۶۱-۶۶۳ اور عبد الحمید ترین "فقیر ایپی" ص ۱۵۸-۶۸۔
۱۲. محمد بھان وزیر "فقیر ایپی اور ان کی دینی و سیاسی خدمات" شعبہ اسلامک سٹڈیز اینڈ ریسرچ گول یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان ۱۹۸۸ء ص ۵۱۳-۳ اور عبد الحمید ترین "فقیر ایپی" ص ۱۶۸-۶۹۔
۱۳. ترین عبد الحمید "فقیر ایپی" ص ۱۶۱-۶۲ اور لائق شاہ "وزیرستان" ص ۶۶۳-۶۶۴۔
۱۴. لائق شاہ "وزیرستان" ۱۹۹۳ء ص ۴۴-۴۵۔
۱۵. ایضاً ص ۵۲-۵۳۔
۱۶. ایضاً ص ۴۳-۴۴۔
17. "Report of the Frontier Committee 1945" p. 20. ترین عبد الحمید "فقیر ایپی" ص ۱۸۶-۱۸۷۔
۱۸. ایضاً ص ۱۸۶-۱۸۷۔
۱۹. لائق شاہ "وزیرستان" ۱۹۹۳ء ص ۷۷-۷۸ اور عبد الحمید ترین "فقیر ایپی" ص ۱۸۸۔
۲۰. ترین عبد الحمید "فقیر ایپی" ص ۲۰۹ اور عارف مسعود "کرم سے گول تک" ص ۳۲۹۔
۲۱. صدر شفیق محمد "تذکرہ سرفروشان سرحد" یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ۱۹۹۲ء ص ۳۳۲، طفیل احمد فیضی "بنوں تاریخ کے آئینے میں" ۱۹۶۹ء ص ۵۸۳۔
22. Devak, G.B. "Administration Report of the North Waziristan Agency for the year 1941-42, pp. 3-5.
23. Arther, S.S. "North West Frontier Province, Peoples and Events" p.321.
24. Singer, Andre "Lords of the Khyber-The Story of the North West Frontier" pp.174-75.
25. "North West Frontier of India 1941-42" file No.3, Vol. xii.p.2.
26. "Administration Report 1937-38 NWFP" 1938, p.2.
27. Spain, J.W. "Waziristan: the Dark and Bloody Ground" in "The way of the Pathans" Oxford University Press Karachi, 1990, p.132.
28. Miller, Charles "The Caves of the Fazir of Ipi" in "Khyber British India's N.W.Frontier, The story of an Imperial Migraine" MacDonald and James, London 1977, pp. 357-59.
۲۹. خان عبد الولی "رستیا رستیا دی پیرنگی" مسلم لیگ اور موند "قوم اور قبائل کو وزارت و نشر اتوریاست کابل ۱۹۸۷ء ص ۱۶۲-۱۶۱۔
۳۰. عبد الحمی "افغانستان اور سرحد" یوہ تاریخی جائزہ "تاج محل کمپنی ڈھکی منور شاہ پشاور ۱۹۸۸ء ص ۳۹۵۔
۳۱. صدر شفیق محمد "تذکرہ سرفروشان سرحد" ۱۹۹۲ء ص ۳۳۲-۳۳۱۔

گوریلا طرز جنگ

پٹھان قبائل بنیادی طور پر ایک تند خو فرد ہے جسے خاندانی دوستی اور دشمنی ورثے میں ملتی ہے۔ وہ اپنے مزاج اور ضابطہ اخلاق کے مطابق انتقام بھی لیتا ہے اور دوستی بھی کر لیتا ہے۔ وہ فطرتاً اور ماحول کی تربیت کے سبب شدید طور پر انفرادیت پسند ہوتا ہے۔ اپنی برادری اور قبیلہ سے باہر ہر آدمی کو شک کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ چند کلو میٹر کے دائرے میں ایک دوسرے سے جڑی ملی وادیوں کے اندر رہنے والے قبائل اکثر ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان قتل اور انتقام قتل کے سلسلے نسل در نسل چلتے رہتے ہیں۔ وہ فطرتاً ہتھیاروں سے پیار کرنے والے سخت جان اور دلیر جنگجو ہیں۔ اس لئے ان کے درمیان اشتراک و تعاون اور ہم آہنگی کا جذبہ پیدا کرنا خاصا کٹھن کام ہے۔ آج بھی یہی المیہ درپیش ہے۔ داخلی جھگڑے اور لڑائیاں بے قابو ہو چکی ہیں۔ لیکن فقیر ایپی نے ان تند خو قبائل میں روحانی قوت کے بل بوتے پر ایسا لازوال جذبہ جہاد اجاگر کیا کہ آپ کی تحریک جہاد فی سبیل اللہ کے دوران ایک بھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جس میں کسی نے خاندانی جھگڑوں یا قتل اور انتقام قتل کے سلسلے میں کوئی بدلہ لیا ہو۔ حالانکہ انہیں مواقع بھی ملے مگر فقیر ایپی نے ان لوگوں کو ایسے عظیم مقصد سے روشناس کرایا کہ انتقام کا خیال ان کے دلوں میں جگہ ہی نہ بنا سکا۔ آپ غولی جانتے تھے کہ آتے ہوئے پیکانے پر گوریلا جنگ لڑنے کے لئے جو وسیع زمینی خطے پر محیط ہو، مختلف جنگی آپریشنز کا رابطہ اور منتخب ہونا اور ان پر عمل درآمد کے لئے تعاون کا جذبہ ہونا بے حد ضروری ہے تاکہ سب قبیلوں کو مشترکہ جنگ لڑنے پر آمادہ کیا جائے۔ لہذا فقیر ایپی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے منتشر معاشرے کے منتشر قبیلوں وزیر، محسود، داوڑ، بنوچی، جدران، منگل اور بیٹنی وغیرہ کو درپیش معاملات و تنازعات بھلا دیئے اور اتحاد و اتفاق کا درس دے کر انہیں مربوط اور منظم قوت میں تبدیل کر دیا۔ آپ کی کاوشوں سے جب قبائل کے مابین اتحاد و عمل وجود میں آیا۔ تو پھر انہوں نے اسے جنگی حکمت رو بہ عمل لانے کے لئے مرکزی نقطہ بنالیا۔ بڑی حکمت سے ہزاروں افراد کو گوریلا تربیت یافتہ مجاہدین بنا کر ایک منظم اور ڈسپلن کی پابند باقاعدہ فوج میں تبدیل کر دیا۔ اس سحر آفرین شخصیت نے کمال درجہ مہارت سے اسلامی تعلیمات اور عقیدہ توحید کی بنیاد پر ان پڑھ قبائل کو نہ صرف منظم کیا بلکہ پشتون قبائل کے خون میں مذہبی جوش بیدار کر کے ان پر واضح کیا کہ دشمن نے دین میں مداخلت کی ہے۔ لہذا اسلامی غیرت کا تقاضہ ہے کہ ان کاؤٹ کر مقابلہ کیا جائے اور یہ کہ دیرپا مقابلے کے لئے ضروری ہے کہ مسلح تصادم کی بجائے منظم طریقے سے گوریلا جنگ کا سلسلہ جاری و ساری رکھا جائے۔ فقیر ایپی اگر قبائل کو منظم نہ کرتے تو گوریلا گروپوں کے ذریعے کارروائی کیسے کرتے؟

فقیر ایپی کے گوریلا طرز جنگ کے بنیادی اصولوں میں گوریلا گروپوں کی سرگرمیوں کو مخفی رکھنا، ان کے منصوبوں کا خفیہ رہنا اور ان کے طریقہ کار کا غیر روایتی ہونا تھا۔ آپ نے جہاد اور بالخصوص چھاپہ مار گروپوں کے لئے منصوبہ بندی بڑی حکمت عملی اور انتہائی مہارت سے کی۔ جہاد کے لئے وزیرستان بھر میں محفوظ مقامات میں مراکز قائم کئے۔ ہر مرکز میں اعتمادی ساتھی رکھے۔ تمام مراکز کے مابین تسلسل سے رابطہ ہوتا اور جہاد کی ہر روز کارکردگی پر نظر رکھنا پڑتی۔ تاہم مجاہدین کی نقل و حمل اور چھاپہ مار منصوبوں کی تمام تر حکمت عملی کے فقیر ایپی خود ذمہ دار تھے۔ آپ کے ساتھیوں نے بتایا کہ کبھی کبھار اگر چھاپہ مار گروپ آپ کی اجازت یا ہدایت کے بغیر کارروائی کرتے تو انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا۔ فقیر ایپی کے ساتھ فرنگی فوج میں شامل مسلمان سپاہیوں کی ہمدردی بھی شامل تھی وہ مقامی خاصہ دار فورس کے قبائل کو فوج یا کانوائے کے نقل و حمل کے بارے میں معلومات بہم پہنچاتے۔ خاصہ دار فورس میں چونکہ مقامی قبائل شامل تھے۔ وہ بھی فقیر ایپی کو گشت پارٹی اور حکومتی اہلکاروں کے دورے یا پروگرام کے بارے میں اطلاعات پہنچاتے۔ ذہ خیل قلعہ میں تعینات خاصہ دار فورس کے صوبیدار ملک اخما جان گشت پارٹی اور بالخصوص اعلیٰ سول اور فوجی حکام مثلاً کمشنر، پولیٹیکل ایجنٹ، بریگیڈیئر وغیرہ کے ساتھ اکثر دوروں کے دوران ساتھ ہوتے

تھے۔ وہ فقیر ایپی کو تمام صورتحال سے باخبر رکھتے اور فقیر ایپی ان معلومات کی روشنی میں چھاپہ مار گروپوں کے لئے حکمت عملی وضع کرتے اور پھر گوریلا جنگ کی ہدایت دیتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سال ہا سال فقیر ایپی اور مجاہدین بے پناہ مشکلات اور مصائب کا شکار رہے۔ ان کے گھر بار تباہ کئے گئے۔ ان کے خاندان تتر بتر ہو گئے یا موت کا شکار ہو گئے لیکن مجاہدین نے فقیر ایپی کی انمول قیادت میں یہ تمام مصائب آلام برداشت کرتے ہوئے دشمن کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ فقیر ایپی کی باتوں میں بے پناہ کشش کے باعث نہتے مجاہدین ٹینک، بھرتے دستوں اور جنگی طیاروں سے لیس ایک جدید فوج کے خلاف طویل عرصہ تک سینہ سپر رہے۔

فقیر ایپی گیارہ سال پر محیط جہاد فی سبیل اللہ کے مرکزی کردار تھے۔ انہوں نے اس بات کی بھرپور وکالت کی کہ فرنگی اور مسلمانوں کے مابین کفر اور اسلام کا معاملہ ہے، تمام مسلمانوں پر غزہ فرض ہے۔ اس لئے انہیں بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے۔ مجموعی طور پر مجاہدین کی تربیت اور گوریلا جنگ کی حکمت عملی مرتب کرنے کی ذمہ داری فقیر ایپی کے کندھوں پر تھی۔ آپ نے تحریک جہاد کی ماہرانہ قیادت کر کے مجاہدین کو اس قابل بنایا کہ وہ انگریز جیسی سپر پاور کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے۔ جہاد کا اس طرح تجزیہ حقیقت میں مکمل طور پر ایک فوجی منصوبہ ہوا کرتا ہے۔ اس میں صورت حال اور اس سے متعلق تمام پہلو کا قدم بہ قدم جائزہ لیا جاتا ہے۔ دشمن کی طرف متوقع رد عمل اور اس کے ممکنہ مقاصد کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اپنے منصوبے کو رو بہ عمل لانے کے لئے لائحہ عمل تجویز کیا جاتا ہے اور اس منصوبے کے مقاصد حاصل کرنے کے لئے عملی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

فقیر ایپی نے تمام صورت حال کا باریک بینی سے جائزہ لیتے ہوئے سوچ و چار کے بعد فرنگی پر مداخلت فی الدین کے نام سے الزام لگا کر ان کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ اس یقین کے ساتھ شروع کیا کہ وہ انگریزوں کو یہاں سے باہر دھکیل سکتا ہے۔ انہوں نے وزیرستان کے جغرافیائی محل وقوع کی خصوصیات اور مختلف قبیلوں اور مشران و علماء کرام کے ساتھ رابطوں کے قیام کے علاوہ قبائلی عوام کے مزاج اور طبعی خصوصیات کو پیش نظر رکھا۔ فقیر ایپی کو پختہ یقین تھا کہ انتہائی بہادرانہ پس منظر، آزادی کے لئے صبر آزما جدوجہد کی طویل تاریخ اور زبردست قوت برداشت کے حامل قبائلی عوام اپنے دلوں میں اللہ کی راہ میں جہاد کا عظیم روحانی جذبہ رکھتے ہیں اور اگر انہیں مناسب رہنمائی اور تربیت مل جائے تو ناقابل شکست ”گوریلا فوج“ کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ حالانکہ انہیں اس حقیقت کا بخوبی اندازہ تھا کہ قبائلی علاقے میں انگریزوں کی دخل اندازی اور توسیع پسندی کے خطرات بڑھ گئے ہیں۔ فقیر ایپی نے ایسے حالات میں یہ دلیل دی کہ اسلام بی بی کو واپس ہندو کے حوالے کرنا دراصل اسلام پر حملہ ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ اس بات کو مذہب پسند قبائل میں اچھی طرح ذہن نشین کرائی اور انہیں عقیدہ توحید کی طرف راغب کر کے ان میں اسلام کی پاسداری کے لئے لازوال جذبہ اجاگر کیا۔ پھر دنیا والوں نے دیکھا کہ نئے ہاتھوں سے وقت کی ایک بڑی قوت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا۔

فقیر ایپی کو یہ بھی بخوبی اندازہ تھا کہ تحریک جہاد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے ایک محفوظ پناہ گاہ (Secure Base) کا ہونا بنیادی شرط ہے جہاں سے مجاہدین، چھاپہ مار گروپ اور اسلحہ ایک تنظیم کے ساتھ وزیرستان اور اس سے ملحقہ علاقوں تک پہنچایا جاسکے۔ لہذا اس مقصد کے حصول کے لئے گوریلا کو جہاد کا مرکز بنایا۔ اس مرکز سے ٹوٹے پھوٹے ہتھیاروں سے مسلح غیر تربیت یافتہ، غیر مربوط اور جدید جنگ کی نزاکتوں سے نا آشنا ہزاروں مجاہدین کی تربیت، اسلحہ کی فراہمی اور گوریلا کارروائیوں کے لئے ہدایات جاری کرتے۔ اس کے برعکس فرنگی کو ابتداء میں غلط فہمی ضرور ہوئی تھی کہ فقیر ایپی چند سو غازیوں پر مشتمل کئی پھٹی منتشر فوج کیونکر ایک جنگی ساز و سامان اور طیاروں سے لیس جدید، باقاعدہ اور منظم فوج کو شکست دے سکتے ہیں۔ دوسری طرف افغانستان بھی زیادہ پرچوش نہیں تھا۔ اس نے فقیر ایپی کی تحریک جہاد کے دوران دیکھو اور انتظار کرو کی پالیسی اپنا رکھی تھی۔ ایسے حالات میں انگریزوں کو وزیرستان اور برصغیر سے نکال باہر کرنے کے لئے جو مجموعی حکمت عملی تیار کی گئی اس کی روح یہ تھی کہ دشمن کو ہزاروں چھوٹے چھوٹے زخم (Death by a thousand)



گوریلا کارروائی کے لئے مجاہدین کا روایتی انداز

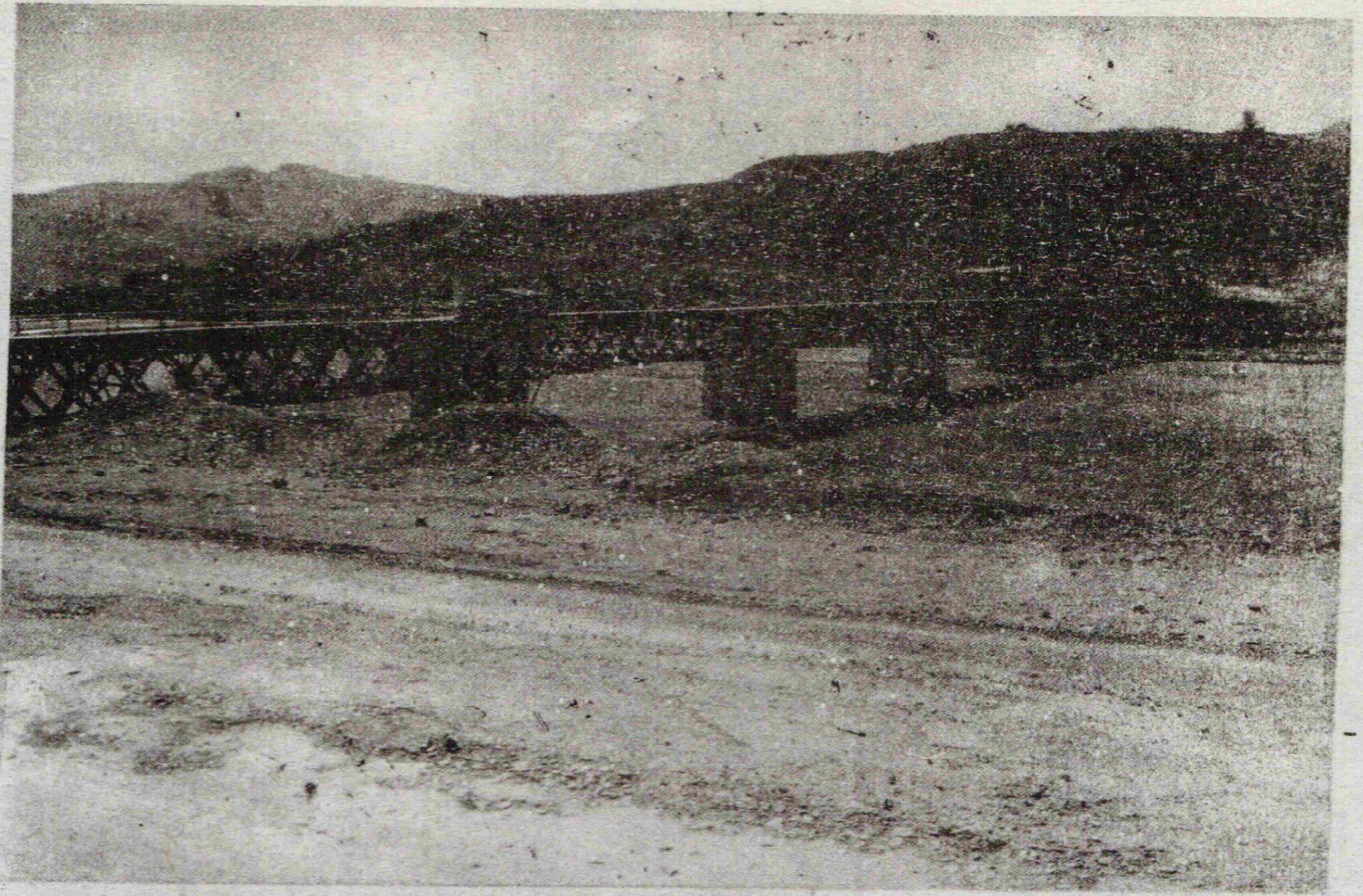


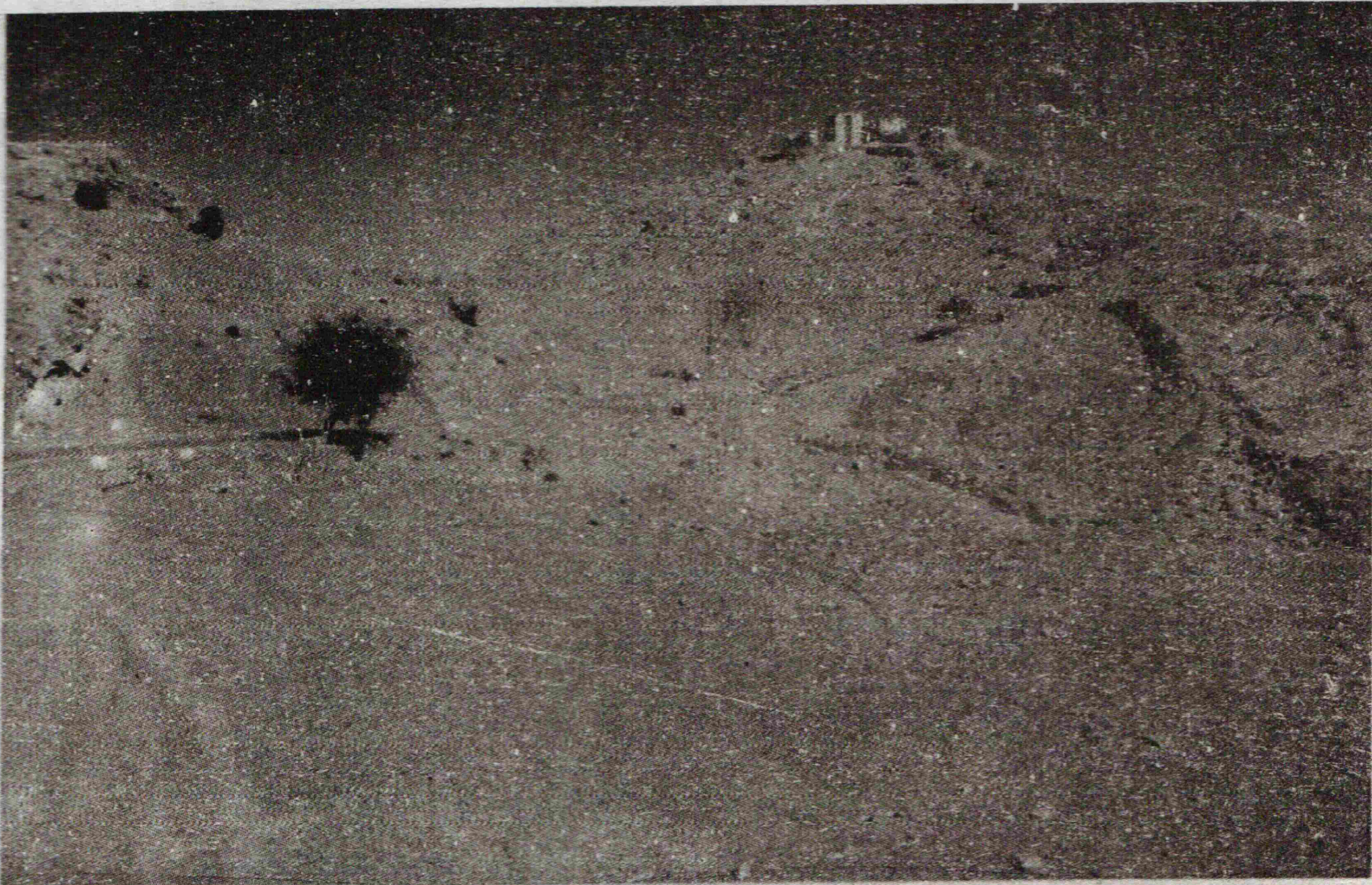
گوریلہ کارروائی کے لئے مجاہدین کا روایتی انداز

حریت پسند دشمن پروار کرنے کے لئے پوزیشن لئے ہوئے ہیں



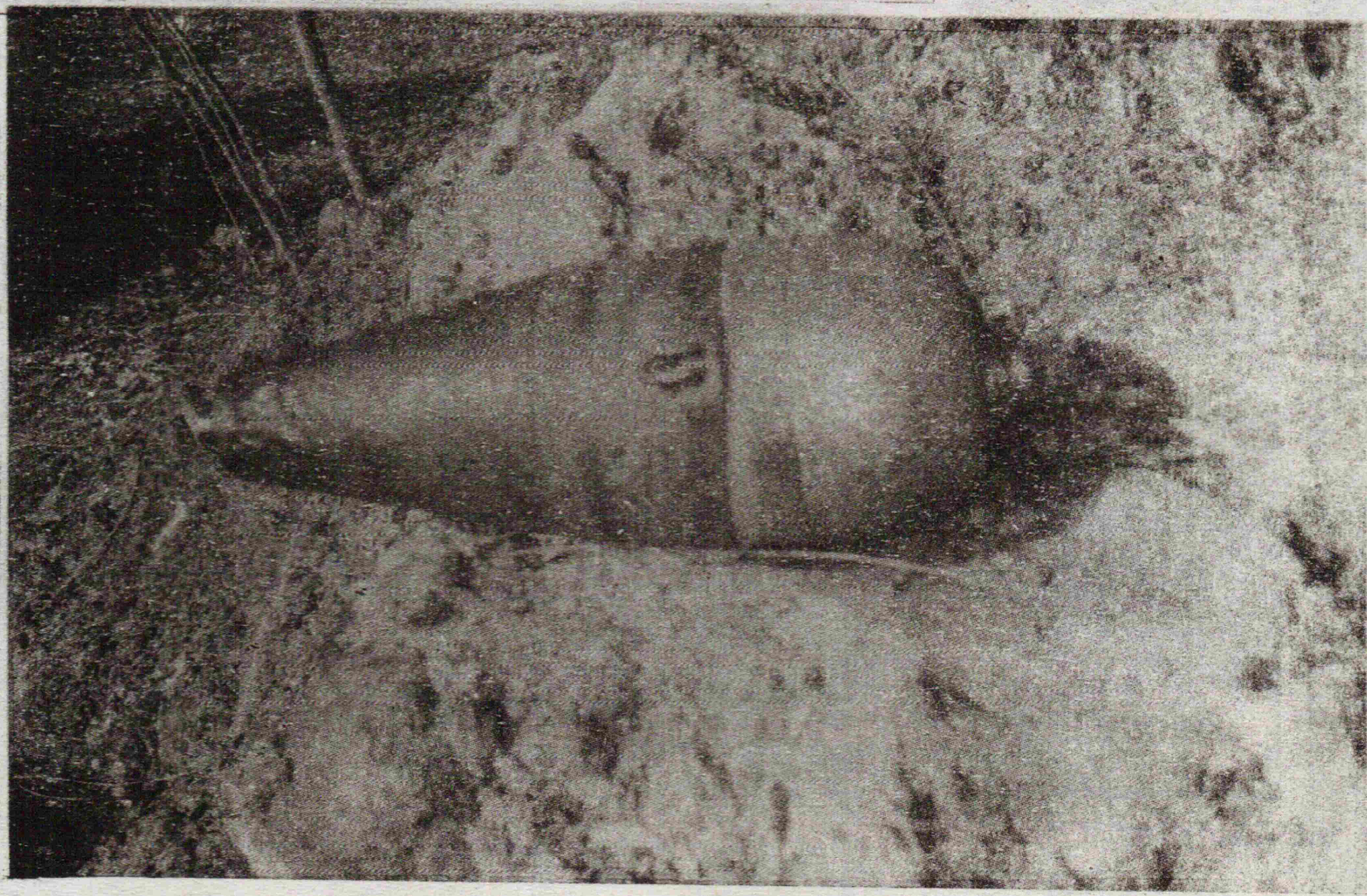
سپلگہ میں دریائے ٹوچی ٹل آرن پل جس کو
غازی بم سے اڑانا چاہتے تھے مگر فقیر اپنی
نے عوامی سہولت کی خاطر انہیں
پل کو نقصان پہنچانے سے منع کیا تھا





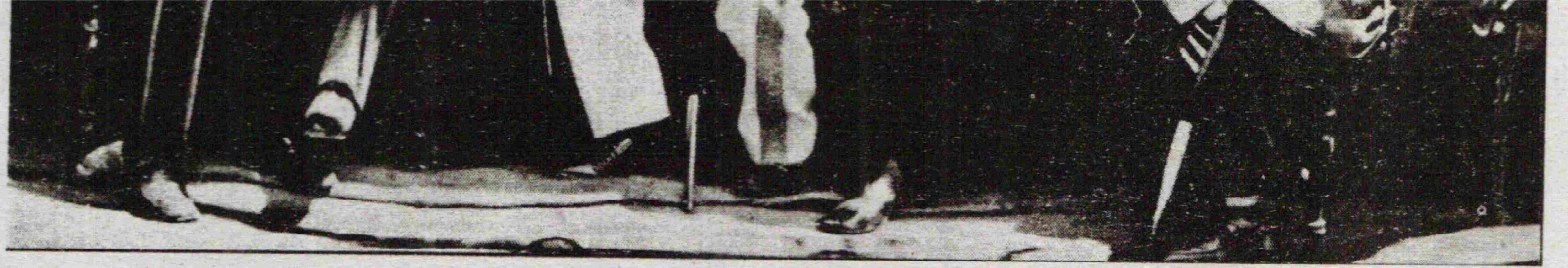
سپلگہ میں چوٹی پر وہ پکٹ جس پر چار غازیوں
نے حملہ کیا تھا جس میں پانچ سپاہیوں کو ہلاک کر
کے ان سے اسلحہ چھین لیا تھا

گورویک مرکز پر گرائے گئے بموں میں
سے ایک بم جو پھٹ نہ سکا

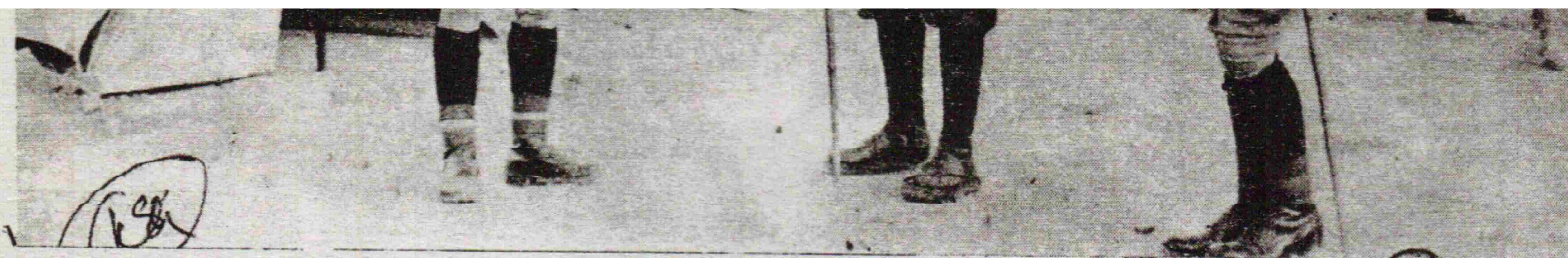


فوج کے کمانڈر حالات کا بغور جائزہ
لے رہے ہیں





فوجی افسران آپس میں صلاح و مشورہ
کر رہے ہیں



فوجی حکام آپریشن سے قبل حکمت عملی
مرتب کر رہے ہیں



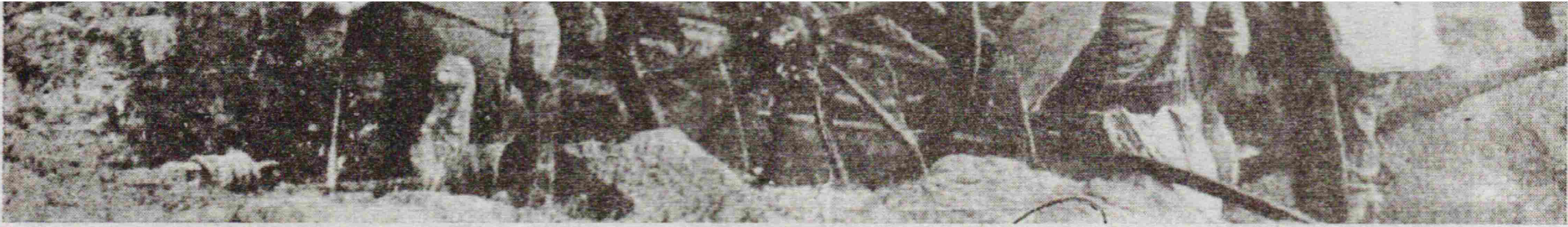
قبائلی مجاہدین کے خلاف فوج کی تیاری
کاپس منظر





دشمن کی توپ گولہ باری کر رہی ہے





فرنگی فوج اور مجاہدین کی دست بدست لڑائی کا منظر



(cuts) لگا کر ناتواں کر دو یعنی غیر روایتی انداز کی گوریلا جنگ۔ فقیر ایپی نے ایک لمحے کے لئے بھی بڑے پیمانے پر دشمن سے روایتی لڑائی لڑنے کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ انہیں غلطی اندازہ تھا کہ گھات لگانے کی چھاپہ مار کارروائیاں، چوری چھپے دشمن کو جانی نقصان پہنچانا (Raid and Ambush)، سپلائی کانوائیوں اور قلعوں پر حملے کرنا، سڑکوں، پلوں اور ٹیلی فون کی تاروں اور دوسری پائپ لائنوں کو نقصان پہنچانا اور دوبارہ جنگ سے گریز کرنا ہی کامیابی کی دلیل ہے۔ ایک بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ فقیر ایپی نے کبھی شہرت حاصل کرنے یا دوسروں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ فقیر ایپی کی گوریلا جنگ کی حکمت عملی اتنی کامیاب رہی کہ فرنگی ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود زخموں سے چور چور نہ صرف قبائلی علاقے سے بلکہ پورے ساؤتھ ایشیاء سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔

طریقہ کار

فقیر ایپی کی تحریک جہاد کے دوران وزیرستان میں زیر سایہ و تحویل تھیں قومیت کے لشکر ہوتے۔ توپ کا لشکر جو قلعہ سرکار پر گولے برساتے اس کے لئے بڑے طاقتور لشکر کی ضرورت ہوتی تاکہ توپ وغیرہ کی مکمل طور پر حفاظت ہو۔ دوسرا لشکر دشمن کو کمپ، سڑک یا پل کو نقصان پہنچانے کے لئے ترتیب دیا جاتا تھا۔ اس کے مقابلے فوج یا ملیشیاء کے سپاہی نکل آتے اور خون آشام معرکے تصور پذیر ہوتے جبکہ تیسرا لشکر برائے امن اقوام کے لئے ترتیب دیا جاتا تھا تاکہ ظالم ایک دوسرے پر قوی یا غریبی حیثیت سے کوئی ظلم نہ کرے۔ جن غازیوں نے مستقل طور پر جہاد کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا ان کے اہل و عیال کی ضرورت کا خیال رکھا جاتا تھا۔ فوج اور ملیشیاء سے بھگوڑے سپاہیوں کے گھروں میں مناسب اناج یا رقم بھی بھیج دی جاتی تھی۔ گوریلا جنگ کے لئے جو چھاپہ مار گروپ ترتیب دیا جاتا اس میں شامل ہر غازی کو پندرہ روپے بھی دئے جاتے اور ان کی ضروریات مثلاً چنے، گڑ، کوک، چائے کی پتی اور پانی کے لئے پکائے (چھاگل) وغیرہ کا بھی بندوبست کیا جاتا تھا۔

جہاد فی سبیل اللہ کے آغاز سے پہلے کی صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد جو بات واضح طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ فقیر ایپی کے ذہن میں جہاد کا خاکہ یہ تھا کہ دشمن کے خلاف گوریلا طرز سے لڑنا ہی جہاد کی کامیابی ہے۔ اسلام فی فی واقعے کے بعد مسلمانوں کے دل غم سے نڈھال تھے۔ ڈھولوں کی دھمکار اور مذہبی جوش و جذبہ سے سرشار ہزاروں افراد نے ملک اتر اور کے مقام احتجاجی جلسہ منعقد کیا۔ جلسہ میں بنوں پر ہلہ بول دینے کی قرارداد منظور کی گئی۔ لیکن عین وقت پر فقیر ایپی نے آکر حاضرین جلسہ کو سمجھایا کہ اگر دشمن کے خلاف طویل عرصہ تک لڑنے کا ارادہ ہے تو بنوں پر حملہ کرنے کی بجائے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا جائے۔ آپ کا مطلب تھا کہ دشمن کی خلاف منظم جہاد ہو جس کو کامیابی سے جاری رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ مجاہدین کے لئے محفوظ پناہ گاہ کو جملہ کام کر بنایا جائے۔ مسلمانوں نے آپ کی بات سے اتفاق کیا اور دوسرے دن نیتاسی میں عظیم الشان جلسہ عام میں آپ کو امیر جہاد منتخب کیا گیا۔ امیر جہاد کے انتخاب کے بعد آپ نے فرنگی سے مسلح تصادم کی بجائے وزیرستان بنوں اور ان سے ملحقہ علاقوں کے علماء کرام، روحانی اور سماجی شخصیات کے ساتھ تعاون کے حصول کے لئے رابطے قائم کئے۔ جہاد سے پہلے نصرت و تعاون حاصل کرنے کا طریقہ سنت نبوی تھا۔ اسی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مختلف سرداروں، ملکوں، علماء اور سرکردہ شخصیات سے تعاون کا حصول شروع کیا۔ جہاد کے لئے خیمورہ اور ارسل کوٹ کو مراکز قائم کئے۔ اس طرح آپ کے پاس جو مجاہدین خیمورہ میں آتے آپ انہیں گروپوں میں تقسیم کر کے گوریلا جنگ کے لئے اہم مقامات پر بھیج دیتے۔ حالانکہ خونے خیل محمود فقیر ایپی پر زور دیتے کہ انہیں دشمن پر حملہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ مگر آپ ان کو تاکید کرتے کہ جب مناسب موقع آئے گا تو وہ ضرور اجازت دیں گے۔ جب فرنگی فوج بڑے تکبرانہ انداز میں خیمورہ آئی تو مجاہدین فقیر ایپی کی ہدایات کے عین مطابق تانگڑے اور پچی پکائی میں دشمن فوج پر ٹوٹ پڑے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نصرت الہی شامل حال رہی اور آپ کی منشاء کے مطابق مجاہدین نے جس گوریلا جنگ کا مظاہرہ کیا

اس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ خیسورہ کی پہلی جنگ کے بعد آپ نے مجاہدین کو ہدایت کی کہ ڈنڈیل میں خفیہ پوزیشن سنبھالو جب کانوے سے گزرے تو پیچھے سے بے خبری میں حملہ کرو۔ مجاہدین نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا اور نتیجتاً پورے کانوے کو عبرتناک شکست دے دیا۔ ڈنڈیل معرکے کے چند دن بعد شہور تنگی میں خونے خیل کی قیادت میں مجاہدین نے سپلائی کانوے کو ۲۳ گھنٹے روک رکھا۔ انہوں نے گھائی میں پتھریلی چٹان میں ایسی پوزیشن سنبھالی ہوئی تھی کہ ہوائی جہاز بھی ان کا کھوج لگانے میں ناکام رہا۔ جس گوریلا طریقہ سے مجاہدین نے اسے نہ صرف کانوے کو لوٹ لیا گیا بلکہ گوریلا جنگ کے باعث خونے خیل کی مردانگی کے تذکرے لوگ گیتوں میں ہونے لگے۔ اس کے بعد خیسورہ کی دوسری اور تیسری لڑائیوں میں بھی مجاہدین نے فقیر ایپی کی ہدایات کے مطابق گوریلا جنگ کے ذریعے فوج کو شکست دے دی۔ تیسری لڑائی میں شہنشاہ ہند میں ۲۰ مجاہدین پہلے سے ایک خفیہ جگہ میں فوج پروار کرنے بیٹھے تھے۔ یہاں جب فوج کا آخری کالم برابر آیا تو پربے خبری میں ٹوٹ پڑے اور ایک ہی وار میں کئی سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جبکہ بہت ساروں کو شدید زخمی کیا۔ فوج کو اطلاع دی کہ وہ واپس مڑی اور فریقین کے مابین سخت معرکہ ہوا مجاہدین کے پاس کار توں ختم ہوئے تو وہ سب ایک بڑے پتھر کے نیچے چھپ گئے۔ پولیٹیکل آفیسر کے اعتبار پر باہر آئے لیکن فوج نے بے اعتباری میں سب کو سنگینوں سے شہید کر دیا گو کہ اس موقع پر انہوں نے کرل دیا۔ دوسرے سپاہیوں کو روایتی چھریوں سے جہنم رسید کیا۔ اس طرح مکین معرکہ میں بھی مجاہدین نے فوج کے خلاف کمال کی گوریلا جنگ۔ معرکہ سے پہلے فوج کے کمانڈر نے مکین کے قبائل کو طعنہ دیا تھا کہ کل رزمک سے فوج آرہی ہے اگر کسی میں ہمت ہے تو سامنے آئے۔ قبائل نے مشورہ کر کے فوج کے آنے سے قبل خفیہ ٹھکانوں میں پوزیشنیں سنبھالیں۔ جب فوج برابر آئی تو وہ ان پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ فوج سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔ تفصیل پہلے دی گئی ہے۔ خواکرہ آپریشن جس کا مقصد فقیر ایپی کو گرفتار کرنا تھا کے خلاف مجاہدین نے جس کمال کی گوریلا جنگ لڑنے کا مظاہرہ کیا۔ اس کے باعث فوج نے پھر فقیر ایپی کو گرفتار کرنے کی ہمت نہیں کی۔

اس کے برعکس انگریز اس نتیجے پر پہنچے کہ گزبوی وجہ فقیر ایپی ہے لہذا فقیر ایپی کا خاتمہ جنگ کے خاتمے کے مترادف ہے۔ فوج کی مدد کے لئے ہوائی جہازوں کو حرکت میں لائے۔ فقیر ایپی جہاں جاتے دوسرے دن ہوائی جہاز پہنچ جاتے اور اندھا فائرنگ شروع دیتے۔ اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے جہاد کے لئے مرکز گوردیک کو محفوظ پناہ گاہ بنایا۔ یہاں جہاد کی تنظیم نو کی اور تنظیم نو میں بھی مرکز اہمیت گوریلا جنگ جاری رکھنے کو دی گئی۔ آپ کے ساتھیوں نے بتایا کہ ہمیں فقیر ایپی بار بار تاکید فرماتے کہ فرنگی دُوبدو جنگ سے گوریلا جنگ سے ختم ہوں گے۔ گوردیک مرکز میں ہجرت کے بعد فقیر ایپی جب چاہتے اور جہاں چاہتے گوریلا کارروائیوں کی حکمت عملی کر سکتے تھے۔ آپ کی یہ حکمت عملی اتنی کامیاب رہی کہ حال میں ہی شائع شدہ ایلن وارن Alan Warren کی کتاب **Faqir Ipi and the Indian Army** کا ایک باب فقیر ایپی کی گوریلا جنگ پر لکھا گیا ہے۔ انہوں نے انگریزوں کے ریکارڈ سے دستیاب معلومات سے لیا ہے اور جنگ میں برسرِ پیکار دوسرے فریق (فقیر ایپی اور مجاہدین) کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ اس لئے اس سے پہلے جو معلومات دی گئی تھیں فقیر ایپی کی گوریلا جنگ سے متعلق **Original Oral History** کی حیثیت سے مستند اور معتبر ہیں۔ تاہم یہاں ایلن وارن کی کتاب سے فقیر ایپی کی گوریلا جنگ سے متعلق معلومات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ ۱۹۳۶-۳۸ء کے دوران انگریزوں کے جہازوں نے وزیرستان میں فقیر ایپی کے تمام مراکز اور ٹھکانوں پر بے تحاشہ مسلسل بمباری کی۔ فقیر ایپی جہاں جاتے فرنگی حکومت علاقے کے باسیوں پر فوراً بمباری شروع کر دیتی۔ جس سے مقامی لوگوں میں دہشت اور خوف پیدا ہو جاتا۔ اس صورت حال کے بارے میں مجاہدین نے حکومت کو بتایا کہ دہشت و خوف کے باوجود یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ جنگ کب تک جاری رہے گی۔ چونکہ جنگ کے اصل محرک فقیر ایپی نے اب بھی انگریزوں کے خلاف آخری حد تک جنگ لڑنے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ بعد میں مذکورہ مخبر کی اطلاع کی تصدیق فقیر ایپی کی طرف سے ذیل کے اعلامیے سے بھی ثابت ہوئی۔

وزیرستان کے باسی خاص کر فقیر ایسی کے پیروکاروں نے تہیہ کیا ہے کہ دریائے سندھ تک فرنگی حکومت کی سرکیں، پکٹوں اور قلعوں اور کانوائے پر حملے جاری رہیں گے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ وہ احتیاط کریں چونکہ وقت آگیا ہے کہ اسلام اور کفر کو ایک دوسرے سے جدا کیا جائے۔ حکومت کے زیر خرید افراد کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ صاحب حکومت کو بتادے کہ فقیر ایسی کی حمایت پر مجاہدین کو ہر سال نہ کرے۔ مزید برآں ہندو بستی علاقے کے مسلمانوں کو تاکید کی جاتی ہے کہ وہ مجاہدین کی خوراک اور ضروریات کا خیال رکھیں۔ ہندو بستی علاقوں کے تمام باشندگان کو بھی آگاہ کیا جاتا ہے کہ خلیفہ میر دل خٹک اور خلیفہ شیر علی خان مروت اور ان کے ساتھیوں کے لئے مشکلات پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ وہ لوگ جو اس فرامین کو چھٹنے کے بعد مجاہدین کی مدد کریں اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور حاجی صاحب کی دعاؤں کی امید رکھیں۔

اس اعلامیے کے بعد ایک منجر نے حکومت کو اطلاع دی کہ فقیر ایسی کا انگریزوں کے خلاف آخر تک لڑنے کا ارادہ اٹل ہے لہذا جب تک وہ زندہ اور آزاد ہیں وزیرستان اور اس سے ملحقہ ہندو بستی علاقوں میں قیام امن کا خواب پورا نہیں ہو سکتا۔ منجر کی اس اطلاع کی تصدیق ۱۹۳۸ء کے موسم سرما کے دوران ہندو بستی علاقوں میں ہونے والے واقعات سے ہو جاتی ہے۔ ضلع بنوں میں کل ۸۴ اور ڈیرہ اسماعیل خان میں ۲۳ وارداتیں ہوئیں جن میں ۱۱۶ افراد قتل اور ۴۳ اغواء ہوئے۔ دوسرے سال بنوں میں کل ۴۵ اور ڈیرہ اسماعیل خان میں ۲۰ وارداتیں ہوئیں۔ بارڈر رپورٹ کے مطابق مذکورہ وارداتوں میں جو افراد ملوث تھے ان کا سرغنہ خلیفہ میر دل خٹک تھا۔ رپورٹ میں مزید بتایا گیا کہ وزیرستان اور بنوں میں حکومت مخالف سرگرمیوں نے سرحد میں کانگرس حکومت کو شدید مشکلات سے دوچار کیا۔ ۱۹۳۸ء کے آخر میں کانگرس پارٹی سرحد کے سرکردہ لیڈروں نے الزام عائد کیا کہ بنوں میں حالات خراب کرنے کا مقصد سرحد میں کانگرس حکومت کو بدنام کرنا، ہندو اور مسلمانوں کے مابین نفرت ابھارنا اور بالخصوص وزیرستان میں فقیر ایسی اور ان کے پیروکاروں کے خلاف حکومت کو سخت اقدامات اٹھانے پر مجبور کرنا ہے۔ وزیر اعلیٰ سرحد ڈاکٹر خان نے اجلاس میں شرکت نہیں کی لیکن انہوں نے بھی امن عامہ میں خلل ڈالنے کی خاطر کی گئی کارروائیوں کی مذمت کی۔ گورنر سرحد کننگھم کے وزیر اعلیٰ سرحد کے ساتھ اچھے تعلقات تھے۔ انہوں نے مرکزی حکومت کو مطلع کرتے ہوئے لکھا کہ سرحد حکومت نے امن عامہ کے مسئلے پر کسی سے کوئی سودے بازی نہیں کی ہے۔ موجودہ گھمبیر صورتحال میں اصلاح اور پولیس کی مدد کے لئے ۵۰۰ افراد پر مشتمل سپیشل فورس بھرتی کی گئی ہے اور ۴۰۰ ہندو قس بھی سرحد کے قریب دیہاتوں میں حفاظت کی خاطر تقسیم کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں فرنٹیئر کانسٹیبلری کے کل ۳۶۹ سپاہیوں کو بھی وزیرستان سرحد کے قریب متعین کیا گیا ہے۔ جس کے متعلق چیف سیکرٹری سرحد نے لکھا۔ وزیرستان میں ۴۰-۱۹۳۶ء تک صورتحال میں فرنٹیئر کانسٹیبلری کی بکار کردگی بے حد خراب رہی۔ اصلاح احوال کی خاطر عوامی نمائندوں اور ڈاکٹر خان کو مزید اختیارات دئے گئے لیکن پھر بھی حکومت کے پاس قبائلی حریت پسندوں کو سخت سزا دینے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا۔ بیٹنی اور طوری خیل قبیلہ کے مجاہدین کے ٹھکانوں پر بمباری کی گئی۔ انہوں نے اپنے گھربار چھوڑ کر محفوظ مقامات میں خلوتیں کھودیں۔ طوری خیل قبیلہ کے بعض افراد کو حکومت کے ساتھ معاملات طے کرنے کی سہولت دی گئی۔ جو حریت پسند پر امن رہنے کی ضمانت دینے پر تیار نہ ہوتے۔ پھر ان پر ہوائی جہازوں کے ذریعے بمباری کرتے اور ان کے مکانات اور فصلوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے لیکن ان تمام تدابیر اور مظالم کے باوجود شمالی وزیرستان میں فقیر ایسی کے پیروکاروں کی حکومت کے خلاف سرگرمیوں کا سدباب نہ کر سکے۔

مجاہدین کی گوریلا جنگ ایک علاقہ تک محدود نہیں تھی۔ قبائلی علاقوں میں سرکردہ خلفاء اور بعض علماء کرام گوریلا کارروائیوں کی نگرانی کرتے جبکہ ہندو بستی علاقوں میں ہر علاقہ میں فقیر ایسی کے نمائندے گوریلا کارروائیوں کی سرپرستی کرتے۔ ۱۹۳۸ء کے آخر میں وانا اور رزمک بریگیڈ جب توروام کے مقام پر ایک دوسرے سے جا ملے تو ملا شیر علی خان کی قیادت میں غازیوں نے ان پر اچانک حملہ کر کے ۴ سپاہیوں کو قتل اور ۲۱ کو زخمی کیا۔ ہندو بستی علاقوں میں مذکورہ سال سے دوران مجاہدین کی گوریلا کارروائیوں کے باعث کل ۶۲ افراد قتل اور

۲۰۶ کو شدید زخمی کر دیا گیا۔ بڑھتے ہوئے واقعات کے سبب کے لئے ایک دفعہ پھر وزیرستان کا ملٹری کنٹرول میجر جنرل ایڈورڈ قونان (Ed-ward Quinan) کے ہاتھ میں دیا گیا۔ ۱۹۳۹ء کے آغاز میں طوری خیل قبیلہ کی ناکہ بندی کی گئی۔ ناکہ بندی کے باوجود حکومت کا جانی نقصان زیادہ ہوا۔ ٹوچی سکاؤٹس کمانڈر ٹیریس Terrace نے اپنی ڈائری میں یوں تبصرہ کیا ہے۔

”مجھے یہ سن کر افسوس ہوا کہ حکومت نے طوری خیل کے پانی اور پن چکیوں کو ناکارہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ لیکن یہ آخری حربہ تھا جس سے قبیلہ ہذا کو فقیر ایپی اور ان کے ساتھیوں کو اپنے علاقے سے باہر نکالنے پر مجبور کیا جاسکتا تھا۔“ چونکہ مذکورہ قبیلہ نے اس سے پہلے بھی زیریں محصورہ سڑک کی تعمیر کے دوران مخالف کارروائیاں جاری رکھیں تھیں۔ سڑک کی تعمیر کے بعد فوج نے آپریشن شروع کیا اور ارسل کوٹ میں فوج پر پیچھے سے حملہ ہوا۔ موقع پر موجود اسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ میچل (Mitchel) نے یوں تبصرہ کیا ہے۔ ”ہمیں بتایا گیا کہ فوج کے پچھلے کالم پر حملہ کیا اور کئی سپاہی ہلاک کئے گئے۔ اس پر فوج واپس مڑی اور شنایا لندہ میں مجاہدین اور فوج کے مابین فائر کا تبادلہ ہوا۔ مجاہدین بڑے پتھر کے نیچے چھپے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اگر وہ باہر آجائیں تو انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ وہ میرے اعتبار پر باہر آئے۔ کرنل نے ان میں سے ایک محسود پر پستول سے فائر کر کے اسے قتل کیا اس کے بھائی نے کرنل کو چھری سے ہلاک کر دیا۔ جس پر سپاہیوں نے تمام مجاہدین کو سنگینوں کے ذریعے قتل (شہید) کر دیا جس کا ذاتی طور پر مجھے بہت افسوس ہوا۔“ پولیٹیکل آفیسر وعدہ خلائی پر فقیر ایپی کے پیردکاروں کی جانب بدل کے خوف سے پریشان تھا۔ لہذا اس نے گورنر سرحد کو لکھا کہ شہداء کے لواحقین کو خون بہا دیا جائے۔ گورنر نے مرکزی حکومت کو لکھا کہ اس طرح مجاہدین کے لواحقین کو خون بہا دیا گیا۔

مارچ ۱۹۳۹ء کا سب سے بڑا واقعہ خونے خیل کی موت تھا۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق خونے خیل نے گوریلا طرز جنگ سے حکومت کو خاصا پریشان کیا ہوا تھا۔ انہوں نے شہر تنگی میں بہترین گوریلا جنگ کے ذریعے پورے کانوائے کو لوٹ لیا۔ واقعہ مذکورہ کے بعد خونے خیل جہاں جاتا حکومت اس علاقہ پر بمباری شروع کرتی مگر آپ کے انتقال سے حکومت نے سکھ کا سانس لیا۔ اپریل ۱۹۳۹ء میں آپریشن کی تکمیل کے بعد اختیارات پھر پولیٹیکل انتظامیہ کے ہاتھ میں دئے گئے۔ مد اخیل قبیلہ کے مالکان کے ساتھ جرگہ میں حکومت نے ان پر واضح کیا کہ اگر وہ فقیر ایپی کی مدد نہ کر دے تو حکومت ناکہ بندی ختم کرنے اور سبقت الاؤنسز بحال کرنے کے بارے میں غور کر سکتی ہے۔ ملک ان نے اس تجویز کے ساتھ اتفاق کیا۔ لیکن اس کے باوجود فقیر ایپی بدستور آزاد رہے۔ پولیٹیکل انتظامیہ نے مد اخیل کے بعد طوری خیل قبیلہ کے ساتھ مذاکرات کا راستہ اپنایا۔ یاد رہے کہ حکومت کے جبر و ظلم سے جب وقتی طور پر ایک قبیلہ دب جاتا تو دوسرا قبیلہ سرکشی پر اتر آتا۔ مد اخیل کے بعد طوری خیل قبیلہ حکومت کے لئے درد سر بن گیا۔ گورنر سرحد اس قبیلہ کے خلاف علاقائی اجتماعی ذمہ داری کی دفعہ کے تحت کارروائی کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ چونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر حکومت کے خلاف مجاہدین کی سرگرمیوں کی سزا پورے قبیلہ کو دی جائے تو اس طرح ان کی گوریلا کارروائیوں سے نجات مل سکتی ہے۔ اس تجویز پر عمل درآمد سے پہلے طوری خیل قبیلہ کے ساتھ طویل مذاکرات ہوئے جن میں قبیلہ پر شرائط عائد کی گئیں کہ وہ نہ تو اپنے علاقہ میں فقیر ایپی کو آنے کی اجازت دیں گے اور نہ ہی ان کی مدد کریں گے۔

اس کے برعکس فقیر ایپی کے پیردکاروں نے گوریلا کارروائیاں جاری رکھیں۔ فقیر ایپی خود سرحد کے قریب پہاڑی ٹھکانوں میں مقیم رہے جہاں روز تقریباً ۳۰۰ مجاہدین آپ کو ملنے آتے اور آپ سے ہدایات لیتے پھر خفیہ طریقے سے سرکاری پکٹوں، قلعوں، سڑکوں، ریلوے لائنوں اور کانوائیوں پر حملہ آور ہوتے۔ حکومت نے بھی مجاہدین کے ممکنہ حملوں کے سبب کے لئے تمام اہم مقامات پر ایسے تربیت یافتہ سپاہیوں کو تعینات کیا جو لڑنے کے علاوہ نظر (چست و چوکنا رہنا) کے صحیح استعمال سے بھی واقف تھے۔ اس حکمت عملی کے باعث رزمک کے قریب بانڈیزہ کلی واقعہ نے اس مفروضے کی تائید کی۔ کل ۳۰۰ مجاہدین نے سکاؤٹس کالم پر حملہ کرنے کے لئے پوزیشن سنبھالی تھی۔ سکاؤٹس کمانڈر نے ان میں بعض کو دیکھا تھا اس لئے ان کی حرکات پر کڑی نظر رکھی۔ حملہ کے وقت فریقین کے مابین فائرنگ کا تبادلہ ہوا

مگر حفاظتی تدابیر کے باعث سکائٹس کا صرف ایک سپاہی زخمی ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مجاہدین کو گور یا کارروائی میں مطلوبہ نتیجہ حاصل نہ ہو سکا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ مجاہدین کی گور یا جنگ غیر مؤثر رہی۔ ۱۹۳۸ء کی طرح ۱۹۳۹ء میں حکومت مخالف سرگرمیوں میں کمی نہیں آئی۔ ان میں ایک غیر معمولی واقعہ لفٹنٹ کرنل مے (May) کا قتل تھا۔ اس کو بنوں اور نورنگ کے درمیان سڑک پر قتل کیا گیا۔ مجاہدین نے یہاں قریب کے کھیتوں میں پوزیشن سنبھالی ہوئی تھی۔ کرنل ڈیرہ اسماعیل خان جا رہا تھا کہ کورہ جگہ اس پر حملہ کیا گیا۔ کرنل کو قتل کر کے مجاہدین جگہ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس واقعہ کے چند ماہ بعد بلاشیر علی خان محسود کی سرکردگی میں مجاہدین نے سرارونہ کے قریب ایک گشت پارٹی حملہ کر کے ۳ سپاہیوں کو ہلاک کیا۔ اس سال کل ۳۲ افراد کو اغواء کیا گیا جن میں انڈین میڈیکل سروس کے میجر امر ناتھ بھی شامل تھا۔ امر ناتھ نومبر ۱۹۳۹ء میں ڈیرہ اسماعیل خان سے ٹانک جا رہا تھا۔ راستے میں شامی خیل قبائل نے اس کو اغواء کر کے پہاڑ پر لے گئے۔ ان پر شدید بمباری کی گئی مگر حکومت طاقت کے ذریعے امر ناتھ کو بازیاب کرنے میں جب ناکامی ہوئی تو پھر مذکرات کا راستہ اپنا کر امر ناتھ کو تین ہزار روپوں کے عوض آزاد کرالیا۔ اسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ ایمرسن (Emerson) کو مذاکرات کے لئے سرارونہ بھیجا گیا تھا۔ اس نے واقعہ مذکورہ پر یوں تبصرہ کیا ہے۔ ”میں نے پیغام رساں کے ذریعے اغواء کاروں سے رابطہ قائم کیا۔ میری ذمہ داری امر ناتھ کے علاوہ دو عدد انگریزی ہندو قسب بازیاب کرانا تھیں لیکن یہ کام اس لئے مشکل تھا کہ اغواء کاروں میں سے ایک بھی ہمارے ہاتھ نہیں آیا تھا۔ سرارونہ میں ایک اغواء کے ساتھ میری ملاقات اس شرط پر کرائی گئی کہ اس کو گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ اس نے بتایا کہ صاحب ڈرائیور کو قتل کرنا اور امر ناتھ کو اغواء کرنا ہمارے پروگرام میں شامل نہیں تھا لیکن جب ہم نے اس کو گاڑی میں دیکھا تو ہمارا ارادہ بدل گیا اور اس کو اغواء کیا۔ ہم نے اس کو پہاڑی غار میں رکھا۔ اس کی رہائی کے لئے ملکان آئے لیکن ہم نے ان پر واضح کیا کہ ہم تمہاری باتوں میں نہیں آئیں گے۔ اگر امر ناتھ چاہیے تو اس کے لئے رقم دینا ہوگی۔ انہوں نے رقم ادا کی ہم نے امر ناتھ کو ان کے حوالے کیا۔“ ۱۹۳۹ء کے بعد باقاعدہ فوجی آپریشن بند کر دیے گئے۔ جس سے قبائلی حریت پسندوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور گور یا طرز جنگ سے حکومت کے لئے مشکلات پیدا کیں۔ اس لئے حکومت وزیرستان سے متعلق مروجہ پالیسی میں نظر ثانی کے بارے میں پھر سنجیدگی سے سوچنے لگی۔

پالیسی میں نظر ثانی

۱۹۳۹ء تک انگریزوں کی طرف سے تمام کوششوں کے باوجود مسلسل جنگ اور بالخصوص گور یا جنگ کے باعث حالات مشکل اور پیچیدہ صورت اختیار کر گئے۔ حالانکہ فرنیئر سے متعلق پالیسی بھی تواتر سے بدلتی رہی۔ ۱۹۲۰ء میں جو پالیسی اپنائی گئی تھی اس سے عارضی امن کا قیام ممکن ہوا۔ لیکن اس کے بعد اور خاص کر ۱۹۳۰ء کے بعد حالات نے پھر مشکل صورت اختیار کی۔ ۱۹۳۶ء کے دوران مسلسل جنگ کے باعث وزیرستان کی صورت حال اتنی گھمبیر رہی کہ پورے ساوتھ ایشیاء میں فرنگی راج کے لئے مرکزی اہمیت کی حامل رہی۔ نتیجتاً لندن میں ایمپریل ڈیفنس سٹریٹجی کے اجلاس میں وزیرستان کی صورت حال پر غور کیا اور حالات پر تشویش کا اظہار کیا گیا۔

پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں کو خاص تلخ تجربہ ہوا تھا اس کے پیش نظر اجلاس میں اس بات پر اتفاق پایا گیا کہ ہندوستان کے بحران کا مدیہ کے ڈیفنس کے ساتھ گہرا تعلق ہے اگر وہاں حالات گرفت سے باہر رہے تو دوبارہ کسی بھی وقت ایک عالمگیر جنگ میں جھونک سکتے ہیں۔ لارڈ گارڈ Lord Gord چیف آف ایمپریل جنرل شاف نے مذکورہ خدشات کے پیش نظر ہندوستان میں اپنے رفقاء کار کو لکھا۔ ”وزیرستان میں گزشتہ آپریشن سے متعلق یہاں لندن میں کافی گرم مٹ چل رہی ہے۔ جس کا لب لباب یہ ہے کہ ان آپریشنز پر بے تحاشہ قوت اور پیسہ خرچ کیا گیا لیکن نتیجہ سوائے جانی و مالی نقصان کے علاوہ اور کچھ نہ نکلا۔ ہمارے زیر کنٹرول ریاستوں میں حالات پہلے کی طرح تسلی بخش نہیں رہے۔ جس کی بڑی وجہ وزیرستان میں عرصہ دراز سے گھمبیر صورت حال ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ وزیرستان مسئلے سے متعلق ایسی پالیسی

اپنائی جائے جس پر عمل درآمد سے انگریزوں کو اس بارے میں مزید سوچ چار سے نجات مل سکے۔

۱۹۳۸ء کے آخر میں چیٹفیلڈ (Chatfield) کی قیادت میں ایک کمیشن ہندوستان آیا جس کا مقصد انڈین آرمی کو جدید ہتھیاروں سے لیس کرنا تھا۔ کمیشن نے آرمی کی ضروریات کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد ۳۴ ملین گرانٹ دی۔ مزید برآں فرنیٹر سے متعلق کمیشن نے جلد سے جلد سے مروجہ پالیسی میں نظر ثانی کی پر زور سفارش کی۔ تاہم فرنیٹر میں وزیرستان سے متعلق پالیسی کے بارے میں اعلیٰ سول اور فوجی حکام کے مابین وسیع اختلافات موجود تھے۔ سول حکام وزیرستان کے بارے میں مروجہ پالیسی کے تحت انتظامیہ کے مؤثر کردار کے حق میں تھے۔ چونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر مروجہ پالیسی کے تحت مؤثر انتظامی کنٹرول کے ذریعے یہاں کے لوگوں کو تدریجاً ترقی کی طرف مائل کیا جائے تو یہاں کرنے۔ مثبت نتائج کا حصول آسان ہو جائے گا۔ اس کے برعکس فوجی حکام کا خیال یہ تھا کہ مروجہ پالیسی برقرار رکھنا یا وزیرستان سے فوج کے انخلاء سے امکانی نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہاں کے قبائل پر حکومت کی گرفت مزید کمزور ہو جائے گی۔ فقیر ایپی اور دوسری مذہبی شخصیات کو موقع ملے گا کہ وہ قبائل کے ساتھ رابطے قائم کر کے انہیں اپنا ہسٹواریا لیں۔ ایسی صورت میں نہ ملکان بہتر طور پر خدمت سرانجام دے سکیں گے اور نہ ہی قبائل کو جدید تقاضے اپنانے پر قائل کر سکیں گے۔ مختصر یہ کہ فوجی حکام فقیر ایپی کو کوئی رعایت دینے پر رضامند نہیں تھے۔

۱۹۳۰ء کے بعد حالات میں تبدیلی کے باعث فرنیٹر اور بالخصوص وزیرستان میں فوجی آپریشنز اور پالیسی پر پریس، صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں اور پولیٹیکل پارٹیز نے اعتراضات شروع کئے۔ کانگریس لیڈروں نے انگریزوں کی مروجہ پالیسی کی مذمت کرتے ہوئے اس رائے کا کھل کر اظہار کر دیا کہ حکومت قبائل پر برباد فوج کشی کے باعث ہندوستان کے دفاع، عوامی مسائل اور خارجہ امور جیسے ضروری عوامل پر توجہ نہیں دے سکتی۔ تاہم ہندو محاسبہ پارٹی وزیرستان میں اسلامی جنگجوؤں کے خلاف فوج کے جنگ میں برسر پیکار ہونے پر خوش تھی۔ اس کے برعکس ریڈیکل یورپین کی رائے تھی کہ اگر سرکش قبائل کے ساتھ معاملات نمٹانے کے اختیارات سرحد میں قوم پرست حکومت کے ہاتھ میں دے دیے جائیں۔ تو وہ شاید بہتر انتظامی نظام متعارف کروانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ دوسری طرف ترقی پسند انگریزوں کا خیال تھا کہ آئینی اصلاحات کے نفاذ سے قبل سرحدی قبائل کے ساتھ بہتر تعلقات استوار کرنے چاہیں جبکہ مقامی انتظامیہ وزیرستان میں فوج کی کم سے کم مداخلت کے حق میں تھی۔

اس کے علاوہ اعلیٰ حکام نے وزیرستان میں مروجہ پالیسی یعنی فوج کی بربریت کو خطرناک قرار دیتے ہوئے رائے ظاہر کی کہ اس سے معاملات سلجانے کی بجائے مزید گھمبیر صورت اختیار کر سکتے ہیں۔ گورنر سرحد کینگھم نے لکھا ”وزیرستان میں باقاعدہ فوج کی موجودگی اور طاقت کے ذریعے جس انداز سے معاملات نمٹانے کا عمل جاری ہے۔ اس کے بارے میں قبائل کے ہاں نہ صرف شک کی فضا پائی جاتی ہے بلکہ اس کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے۔ تاہم ان کے خدشہ کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ نفسیاتی طور پر فوج سے بیزار ہیں۔ اس کے برعکس سکاؤٹس کے بارے میں ان کے ہاں قدرے کم نفرت پائی جاتی ہے اور بظاہر وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ سکاؤٹس میں تمام پٹھان شامل ہیں۔

چیف کمشنر بلوچستان اور قائم مقام گورنر سرحد Persons (۱۹۳۹ء) کی رائے تھی کہ وانا میں موجود بریگیڈ کو واپس جٹولہ بھیج دینا چاہیے اور رزمک میں موجود باقاعدہ فوج میں کمی کر کے اس کی جگہ سکاؤٹس کو تعینات کیا جانا چاہیے۔ اس دوران Linlithgow نے سرحد سے متعلق پالیسی کے بارے میں ۴۶ صفحات پر مشتمل میمورنڈم حکومت کو پیش کیا جس میں ۴۳ صفحات صرف وزیرستان کے بارے میں شامل تھے۔ خلاصہ یہ تھا کہ وزیرستان کے قبائل کا طویل جنگجو یا نہ ریکارڈ، افغانستان کے معاملات میں متحرک کردار اور وہاں کے حالات سے فائدہ اٹھانے کی اہلیت ایسے عناصر ہیں جو وزیرستان کے قبائل کو دوسروں کی نسبت غیر معمولی اہمیت کا حامل بنادیتے ہیں۔ اس نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وزیرستانی قبائل کی فلاح و بہبود اور ان کو مذہب و تہذیب کے دائرے میں شامل کرنے کے حوالے سے ہمیں مطلوبہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی ہے۔ فوج کی حمایت پر بعض افراد کو جو تھوڑی رقم ملتی ہے اس سے بھی پہاڑی لوگ مستفید نہیں ہو رہے۔ وزیرستان میں سڑکوں کی تعمیر اور

فوج میں اضافہ کے باوجود حکومت ہند کے ساتھ یہاں کے قبائل کے تعلقات بہت حوصلہ شکن ہیں۔ Linlithgow نے آخر میں کوئی قابل ذکر تبدیلی تجویز نہیں کی۔ تاہم اس نے فوج کے ذریعے زبردستی معاملات کنٹرول کرنے کی پالیسی کی مخالفت کی۔ وائسرائے نے وزیرستان میں باقاعدہ فوج کے ذریعے معاملات کنٹرول کرنے کی مخالفت کی۔ انہوں نے وزیرستان میں باقاعدہ فوج کی تعداد میں کمی کی تجویز سے بھی اتفاق کیا مگر دوسری جنگ عظیم کے باعث یہاں کے حالات کے پیش نظر اس پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔ ۱۹۴۰ء میں Zetland نے مذکورہ Linlithgow میمورنڈم منظور کیا لیکن ساتھ ہی یہ تجویز بھی پیش کی کہ جنگ کے اختتام پر اس پر مزید نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

ہندوستان کی سیاسی اتھارٹی بھی وزیرستان میں موجود فوج کی تعداد میں کمی کے حق میں تھی مگر اس کا خیال تھا کہ اگر تھوڑی سی کمزوری کا مظاہرہ کیا گیا تو قبائل اس سے فائدہ اٹھا کر ہمارے لئے غیر معمولی مشکلات پیدا کر سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ۱۸۹۳ء کے بعد سے انگریز حکومت کے خاتمے تک وزیرستان کے بارے میں پالیسی مرتب کرتے وقت ہمیشہ غیر معمولی صورت کو پیش نظر رکھا گیا۔ اس لئے ہر دفعہ پالیسی مرتب کرنے والوں کو کئی بار سوچنا پڑتا تھا۔ اس کے باوجود انگریزوں کو مشکلات بھگانی کا سامنا کرنا پڑا۔

دوسری جنگ عظیم

انگریزوں نے ستمبر ۱۹۳۹ء میں جرمن کے خلاف دوسری جنگ عظیم کا اعلان کیا۔ اس کا براہ راست وزیرستان میں فوج کی موجودگی یا اس کی کارگزاری پر اس لئے غیر معمولی اثر نہیں پڑا کہ ابھی اٹلی اور جاپان نے جرمن کا ساتھ نہیں دیا تھا اور نہ ہی ہندوستان سے فرانس کے دفاع کے لئے فوج بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ لیکن انگریزوں کے لئے پریشانی کی بات وزیرستان میں فقیر ایپی کی گوریلا جنگ تھی۔ ۱۹۴۰ء کا سال بھی ۱۹۳۹ء کی طرح گوریلا جنگ کے باعث انگریزوں کے الجھنوں کا سال تھا۔ اس سال مجاہدین نے کل ۱۱۹ چھاپہ مار وارداتیں کیں۔ اس کے علاوہ احمد زئی قبیلہ نے بنوں میں امن عامہ کی فضاء کو کبھی تسلی بخش نہیں ہونے دیا۔ مذکورہ صورت حال سے نمٹنے کے لئے حکومت ہند نے ایک دفعہ پھر آپریشن کا فیصلہ کیا لیکن اس دفعہ منظوری وار کینٹ لندن (War Cabinet London) سے لازمی تھی۔ وار کینٹ نے بڑی سوچ بچار کے بعد آپریشن کی اجازت دی اور فروری ۱۹۴۰ء میں دو پلانوں کی مدد سے آپریشن کیا گیا جس میں ۱۸ مجاہدین شہید اور ۱۲ زخمی ہوئے۔ لیکن آپریشن کے چند ماہ بعد ریڈیڈنٹ کو زخمی کیا گیا۔ رزمک کالم کے ذریعے پھر آپریشن کیا گیا مگر کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی۔ اگست میں تپتی کلی میں مجاہدین کے اجتماع سے حکومت کو پھر خطرہ لاحق ہوا۔ سکاوٹس اور مجاہدین کے مابین سخت معرکہ ہوا جس میں سکاوٹس کپٹن شدید زخمی ہوا۔ سکاوٹس کے دو سپاہی ہلاک اور ۱۲ زخمی ہوئے اس پر فوج نے داؤڑ کے برج گرائے اور کئی غازیوں کو شہید کیا۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء کی خاص بات فقیر ایپی کا دورہ مکین تھا۔ مقامی ملاکن نے حکومت کی ایماء پر آپ کو مکین آنے سے منع کرنے کی کوشش کی مگر بے سود، مقامی رپورٹ کے مطابق کوئی بھی ملک اس قابل نہیں تھا کہ وہ فقیر ایپی کی مخالفت کی جرأت کرتا یا ان کو مکین آنے سے منع کرتا۔ لیکن فقیر ایپی کو پتہ تھا کہ ہوائی جہازوں کے ذریعے یہاں کے قبائل پر بمباری کی جائے گی اس لئے انہوں نے از خود مکین سے نامعلوم مقام پر ہجرت کی۔

مستقل مزاج فقیر ایپی نے ۱۹۴۱ء کے آغاز میں حکومت کے لئے پھر مشکلات پیدا کرنے کی کوشش شروع کی۔ حکومت بھی آپ کی حرکات و سکنات کا سخت نوٹس لیتی۔ مئی میں بارزئی کے مقام پر فقیر ایپی نے دو ہزار قبائل سے خطاب کیا لیکن چند لمحے بعد ہوائی جہازوں نے ان پر بمباری کر کے انہیں منتشر کیا۔ دوسرے دن فقیر ایپی کے پیروکاروں نے بویہ قلعہ پر حملہ کیا اور آٹھ سپاہیوں کو زخمی کیا۔ حملہ کے بعد بویہ سڑک کو ناکارہ کر دیا۔ ۱۹۴۱ء میں انٹیلی جنس رپورٹ کے مطابق کئی یورپیج افراد نے فقیر ایپی کے ساتھ گوروک میں ملاقات کی لیکن فقیر ایپی نے ان سے مدد کی اپیل نہیں کی۔ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا کہ فقیر ایپی نے ہر ایک سے مدد لی مگر کسی غیر ملکی کے ساتھ مشروط

تعاون کا وعدہ نہیں کیا۔ حکومت ہند نے جنگ کے لئے قبائل میں سے بہت سارے لوگوں کو سکاؤٹس میں بھرتی کر کے انہیں ٹریننگ دی مگر وزیرستان کے قبائل کو ٹریننگ اس لئے نہیں دی کہ وہ حکومت کے لئے قابل اعتماد نہیں تھے۔ جنگ کے آخری سالوں میں انگریزوں نے فقیر ایپی کی گوریلا کارروائیوں کے خاتمہ کی بہت کوشش کی۔ مگر فقیر ایپی پر گرفت حاصل کرنا ان کے لئے ناممکن تھا کہ وہ محفوظ مقام میں غاروں میں مقیم تھے۔ جبکہ ۱۹۴۲ء میں حکومت کے خلاف کل ۹۸ وارداتیں ہوئیں۔ جنگ عظیم میں اتحادیوں کو فتح حاصل ہوئی۔ ۱۹۴۵ء میں میجر جنرل فرانسس Francis کی قیادت میں فرنٹیئر ڈیفنس کمیٹی قائم کی گئی۔ فرنٹیئر سے متعلق تمام امور کے بارے میں نظر ثانی کی گئی جس میں وزیرستان مرکزی اہمیت کا حامل رہا۔ کمیٹی نے وزیرستان سے باقاعدہ فوج کے انخلاء اور اسکی جگہ سکاؤٹس متعین کرنے کی سفارش کی۔ اس کے برعکس فقیر ایپی نے مصالحت کی بجائے گوریلا جنگ پر توجہ مرکوز رکھی۔ خفیہ رپورٹ کے مطابق فقیر ایپی ۳۰۰ قبائل اور ۳۰ فوج سے بھکڑے سپاہیوں کے ہمراہ گوردیک مرکز میں حکومت کے خلاف گوریلا جنگ کی حکمت عملی میں مصروف ہے۔

۱۹۴۶ء میں وزیرستان میں مجاہدین نے کل ۱۶۰ گوریلا کارروائیاں کیں۔ اس سال جنوبی وزیرستان کے پولیٹیکل ایجنٹ ڈائلڈ کو شافی خیل قبیلہ کے غازیوں نے اغواء کیا۔ اس کو پیسے کے عوض بازیاب کیا مگر رہائی کے بعد اس نے ٹانک میں خودکشی کی۔ اپریل ۱۹۴۷ء میں محسود اور بیٹنی قبائل نے ٹانک شہر کو لوٹ لیا۔ حالات اتنے گھمبیر تھے کہ فوج، سکاؤٹس اور فرنٹیئر کانسٹیبلری نے ملک کر تین دن بعد حالات کو معمول پر لانے میں کامیاب ہوئے۔ بنوں شہر پر قبائل نے حملہ کیا لیکن ٹوچی سکاؤٹس کی بروقت کارروائی کے باعث زیادہ نقصان نہیں ہوا۔ اس طرح ۱۵ سے ۲۵ اپریل تک ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں فسادات کے باعث کل ۱۲۱ افراد ہلاک کئے گئے۔ جون اور جولائی ۱۹۴۷ء کے دوران فقیر ایپی کی ہدایت پر مجاہدین نے گردائی، میران شاہ، دتہ خیل اور گڑھی وام قلعوں پر توپوں سے بمباری کی۔ اس کے جواب میں ہوائی جہازوں نے مجاہدین پر شدید بمباری کی۔ اگست ۱۹۴۷ء کو انگریزوں کو با امر مجبوری برصغیر سے واپس جانا پڑا۔ ان کی قوت منتشر ہوئی۔ جس میں فقیر ایپی کی ولولہ انگیز قیادت اور بالخصوص ان کی گوریلا جنگ کا غیر معمولی کردار رہا ہے۔

خلاصہ

وزیرستان میں برطانوی ہند کی آخری بڑی بغاوت ۱۹۳۶ء میں شروع ہوئی اور ۱۹۴۷ء تک جاری رہی۔ کئی سالوں پر محیط جدوجہد کے باوجود حکومت کی انتظامی اور عسکری قوتیں وزیرستان معاشرے کو زیر نہ کر سکے آخر کیوں؟ اس سوال کے پس منظر میں کئی عوامل کارفرما رہے مثلاً ۱۹۳۶ء کی تحریک جہاد نے حکومت ہند کی پالیسی یکسر تبدیل کر دی۔ ابتدائی سالوں میں الحاق وزیرستان کی پالیسی سے یہاں پر حکومت ہند کی بقاء کے لئے ایک اطمینان بخش انتظامی ڈھانچہ مرتب کیا۔ لیکن ۱۹۱۹ء کی تیسری افغان جنگ کے دوران علم بغاوت بلند کرنے کے بعد برطانوی حکومت نے مستقبل کے امکانی خطرات سے نمٹنے کے لئے قلعوں کو تعمیر کرانے کا حتمی فیصلہ کیا۔ اسی دوران ملکوں کے الاؤنسز اور خاصہ دار فورس میں بھی اضافہ کر دیا گیا۔ جو ”تقسیم کرو اور حکومت کرو“ کی پالیسی کا مظہر تھا اور ساتھ ہی محدود پیمانے پر ملٹی اور تعلیمی سہولیات متعارف کروائیں۔ حالی امن کی اس کوشش سے وزیرستان میں فوجوں کی وسیع پیمانے پر نقل و حمل بھی عمل میں لائی گئی۔

۱۹۳۶ء کے دوران ضلع بنوں اور شمالی وزیرستان میں ہندو اور مسلمانوں کے درمیان محاصرت کا ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جو حکومت کے قابو سے باہر تھا اور اسی سال وادی خیبر میں فوجوں کو حرکت میں لانے کی خبر سے فقیر ایپی کا سیاسی اور بالخصوص مذہبی احتجاج نظر عروج پر پہنچ گئی۔ وزیرستان میں سامراجی دستور کے مطابق متعین شدہ سرکاری افسروں کو زیادہ اختیارات تفویض کر دئے گئے۔ جو بد قسمتی سے اوسط درجے کے تھے اور تمام تراٹھائے گئے نقصانات کے لئے ان کے غلط فیصلوں کی وجہ سے ان کو مورد الزام ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس جہاد کے ہیرو فقیر ایپی ہمہ گیر شخصیت تھے چونکہ فقیر ایپی کی ہمہ جہت شخصیت نے یہی منظم جہاد کے لئے راستہ ہموار کیا اور سیاسی و مذہبی رائے

عامہ کو بیدار کرنے میں ان جیسے ایک رہنما کی یہاں کے لوگوں کو ضرورت بھی تھی۔

فقیر ایپی سرحدات کے پار دیکھنے اور رائے عامہ کو اپنے حق میں تبدیل کرنے کی اہمیت رکھتے تھے جو وزیرستان معاشرہ کے لئے نجات دہندہ ثابت ہوئے۔ ان کی حیثیت اپنے پیروکاروں کے نزدیک ایک بزرگ کی سی تھی اور ان کی یہی برگزیدگی تھی جس نے قبائلیوں کو ان کے قریب کر دیا۔ فقیر ایپی نے کئی ایک فطری عوامل (جن میں رضا جوئی، پہاڑی خط، مسلح جنگجو قبائل شامل تھے) فائدہ اٹھایا۔ فقیر ایپی (جو ایک عرصے تک مسلح قبائل کے مذہبی لیڈر تصور کئے جاتے رہے) کے مقاصد کو غلط رنگ دیا گیا۔ انہوں نے کبھی بھی حکومت کے ساتھ تعلق قائم نہیں کیا جبکہ عوامی سطح پر ہمیشہ احسن طریقے سے کام کرتے رہے (ایلن وارن)۔ وزیرستان اور اس سے ملحقہ مسلمانوں کے تعاون اور مدد کے خواہش مند تھے۔ ان کی تحریک جہاد غیر ملکی حکومت کے خلاف تھی اور فقیر ایپی کچھ ایک ہندوستان کے دوسرے نیشنلسٹ تحریکوں سے اس لئے مختلف تھی کہ وہ دیسی لیڈر شپ کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام لانے کے خواہش مند تھے اور سامراج کو نکال باہر کرنے کے بھی۔ فقیر ایپی دوسری نیشنلسٹ تحریکوں کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کے زیادہ خواہش مند اس لئے نہیں تھے کہ ان کے ایجنڈا اسلامی نظام کی جائے قوم پرستی کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ اس لئے ہم عصر نیشنلسٹ ان سے مراسم رکھنے سے گریزاں تھے۔ دوسری جانب فرنگی حکومت نے قبائلی ملکوں، خاصہ داروں اور ان کے حلیفوں کو بڑی قوم دے کر ان سے دور رکھا۔

جہاد کی اصل وجہ اسلام لی لی واقعہ تھا جو ضلع بنوں میں رونمایا۔ جس کا تعلق براہ راست قبائل سے نہیں تھا۔ وزیرستان معاشی بحران کا شکار تھا۔ حالانکہ حکومت نے اس آبادی سے ٹیکس وصول کرنے کے احکامات صادر نہیں کئے تھے۔ اس کے برعکس وزیر قبائل نے برطانوی ہند سے کئی ایک مراعات حاصل کر رکھی تھیں۔ فقیر ایپی کے پیروکاروں نے نظریاتی ترغیبات اور معاشرتی دباؤ سے عام لوگوں کی حمایت حاصل کی تھی۔ اکثر قبائل چونکہ مسلح تھے لیکن ترغیب کے ذریعے حمایتوں میں اضافہ کرتے رہے۔ مسلم دنیا میں مذہب کو ایک خاص سیاسی طاقت کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے اور وزیرستان کے اندر تمام سکائٹس، ملک اور خاصہ دار مسلمان تھے اور بعض حکومتی نمائندے بھی مسلمان تھے اور فقیر ایپی نے "اسلام خطرے میں ہے" کا نعرہ لگایا اور اسی دعویٰ کی بنیاد پر لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اس کے برعکس انگریزوں کے ہاں فقیر ایپی اسلام کے شیدائی تھے۔ جو دوسرے اچھے مسلمانوں کیلئے مصیبتیں کھڑی کرنا چاہتے تھے۔ مگر ایک طویل سیاسی تحریک اور مضبوط جغرافیائی حصار نے فقیر ایپی کے پیغام کو بڑی سرعت اور سبکدوشی سے پھیلایا اور اپریل ۱۹۳۶ء میں بڑی تیزی سے فقیر ایپی نے اسلام لی لی واقعہ کو بغاوتی پروپیگنڈہ کے لئے خوب استعمال کیا۔

حکومت پر قبائلی پٹی کے اس پار سے دھاوا بولنے کا خطرہ ہر وقت موجود تھا اس لئے وزیرستان میں اسلامی قدروں کی پاسداری کو قائم رکھنے کا ہمیشہ خیال رکھا گیا۔ خفیہ رپورٹ کے مطابق ۳۸-۱۹۳۶ء کے دوران صرف ۵۷۰۰۰ ہزار وزیر اور ۳۵۰۰۰ ہزار افغانی نے مختلف مواقع پر فقیر ایپی کے ہاں از سر نو جدوجہد کے لئے جمع ہوئے (ایلن وارن)۔ یہ لوگ مخصوص قبائلی خیلوں سے آئے تھے جو آپس میں موروثی اور لوک ریت کے رشتوں میں بندھے ہوئے تھے۔ فقیر ایپی نے بہت کم تعداد میں مسلح دستوں کو متحرک کیا جس کی سب سے بڑی وجہ انگریزوں کی فوجی حکمت عملی اور فسطائیت تھی جس نے ان کو لشکر سے دور رکھنے کی کوشش کی۔ چھاپہ مار دستے کی تنظیم ضرورت کے مطابق عارضی تھی۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود مجاہدین خاصے مسلح تھے اور علاقائی سطح پر بنائے جانے والی ہندو قوتوں نے اس تحریک کو قابل عمل بنایا۔ چونکہ قبائل انڈین آرمی کی طرح جدید ہتھیار سے لیس نہیں تھے۔ مہم کے آغاز میں لشکر کے چیدہ چیدہ قبائل کو شہید کیا گیا۔ تاہم خیبر پورہ، شکتوی اور شام میں لشکر نے چاروں طرف سے فوج کو گوریل جنگ میں مصروف رکھا جس کا مقصد دوبہ جنگ کی جائے فوج کو ہزاروں چھوٹے چھوٹے زخم لگا کر ناتواں کرنا تھا یا دوسرے الفاظ میں گھات لگانے کی چھاپہ مار کارروائیاں یا چوری چھپے دشمن فوج کو جانی نقصان پہنچانا تھا سامراج اس تحریک کو شاطرانہ انداز میں دبانے میں ناکام رہا۔ فرنٹ اور کواکھ میں دفاع کرنے والے کالم غیر محفوظ تھے۔ پہاڑی سلسلوں کی

جھاڑ جھنکار اور تنگ درازوں میں سے گزرنا فطری طور پر فوج کو خوف زدہ کئے ہوئے تھا اور قبائل منٹوں میں کمپنی کی پلاٹون کا خاتمہ کر سکتے تھے۔
۱۹۱۱ء اور ۲۰-۱۹۱۹ء میں وزیرستان میں پورے بٹالین کا صفایا کیا گیا۔

علاوہ ازیں ۱۹۰۰ء اور ۱۹۱۹ء کی درمیان مدت میں کئی ہزار وزیر خصوصاً محسود انڈین آرمی اور فرنٹیر، ملیشیاء میں بھرتی کر دئے گئے۔ اس عرصے میں وزیر اور محسود سپاہیوں نے جنگ کی تمام چالیں سیکھ لیں اور ساتھ ساتھ ہتھیار چلانے، حکم بجالانے اور تمام تر فوجی حکمت عملیوں سے واقفیت حاصل کر لی اور فرنگی کے خلاف جہاد کے دوران سابق سرکاری ملازمین نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ یہ کوئی حیران کن بات نہیں تھی کہ ۱۹۱۹ء کے آخر میں وزیر اور محسود قبیلوں کی فوجی بھرتی روک دی گئی لیکن قبائلی پیدائشی طور پر سپہ گرو واقع ہوئے تھے کیونکہ باہمی جھگڑوں نے نوجوانوں کے اندر سپاہانہ تجربہ بیدار کیا تھا۔ وزیرستان میں انگریزوں کے خلاف جدوجہد کئی سال تک جاری رہی۔ چونکہ فقیر ایپی جھگڑوں نے نوجوانوں کے قریب رہائش پذیر تھے اور یہی وجہ تھی کہ مجاہدین کو ایک قابل اعتماد اور متحرک لیڈر شپ ملی ہوئی تھی۔ ۱۹۳۸ء میں جب افغان باؤنڈری کے قریب رہائش پذیر تھے اور یہی وجہ تھی کہ مجاہدین کو ایک قابل اعتماد اور متحرک لیڈر شپ ملی ہوئی تھی۔ ۱۹۳۸ء میں جب بغاوت میں قدرے کمی آگئی تو قبائل نے سرحد کے مختلف علاقوں سے ان سروس ریکروٹس تلاش کئے اور فقیر ایپی نے پہاڑوں میں رہنے والے قبائل پر سے اس چھاپ کو ختم کرنے کی کوشش شروع کی۔ جس میں سامراج ان کو ہرن اور قزاق کہتے تھے۔ فقیر ایپی نے عرفان الہی حاصل کرنے کی طرف توجہ مبذول کروائی۔

وزیرستان میں انڈین آرمی

۱۹۳۰ء کے عشرے میں انڈین آرمی سرحدی قبائل کے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی۔ گرچہ انڈین آرمی کی تربیت بین الاقوامی اور علاقائی خطوط پر کی گئی تھی اور پورے سرحدی علاقوں میں جنگ کے دوران فوجی اکائیوں کے ردوبدل کا مطلب یہ تھا کہ چونکہ تمام سول آفیسرز اور این سی اوز قبائل مہم کے تنبیہ شدہ اصولوں سے واقف تھے۔ لیکن جس پہلو میں پیچ تھی وہ یہ کہ مسلمان دستے مسلمانوں کے خلاف کیسے جنگ میں حصہ لیتے ہیں ۲۰-۱۹۱۹ء میں وزیرستان میں آرمی کا بہت جانی ضیاع ہوا۔ جہاں بھی مجاہدین اکٹھے ہوتے وہاں فوجی دستے روانہ کر دیئے جاتے۔ وادی کے آس پاس حفاظتی بدرقہ، مستقل کنٹونمنٹ اور عارضی بریگیڈ کیمپس تعمیر کروائے گئے۔ دشوار گزار خطہ اور کمزور بلاغ نے انڈین آرمی کی معیاری حکمت عملی کو ناکام بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ فوج کا ایک بہت بڑا حصہ مبارزت، فوجی نقل و حمل، تربیت، قوت مقابلہ اور تنظیم سے عاری تھا۔ انفنٹری رائفل کمپنی کے پاس مشین گن اور پہاڑی توپ خانے کی جگہ محدود بخر بند گاڑیاں اور بھاری توپ خانہ تھا۔ قبائلی علاقے میں جراحانہ حربے استعمال کرنے سے انڈین آرمی قاصر رہی اور بریگیڈ کالموں کی صف بندیاں اور دفاعی حکمت عملی میں پیچیدگیاں آرہی تھیں۔ جس کو بار بار مؤخر کرنے کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔

فرنگی حکومت نے بالآخر اس خواہش کا اعادہ کیا کہ مستقبل قریب میں قبائلیوں کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کئے جائیں لیکن دستاویزی ثبوت سے پتہ چلتا ہے کہ قبائل جہاں کہیں زندہ گرفتار ہوئے تو ان کے ساتھ آرمی نے بہت سخت ظلم روار کھا۔ انڈین آرمی قبائل کو اپنا دشمن تصور کیا کرتی زخمی قبائل کو علاج معالجے کے لئے کبھی شفاخانہ نہیں لیا گیا بلکہ وہیں ختم کر دیا جاتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انڈین آرمی کا رویہ بڑا ظالمانہ تھا۔ ان آفیسرز کو جنہوں نے ۱۹۳۶ء میں فقیر ایپی کو جنگ کا جائز موقع فراہم کیا سب کے سب برخاست کر دیئے گئے اور ان کی جگہ نئے آفیسرز کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ سر جارج کیننگھم جنرل کالرتج اور ان کے متعبد خاص اور بڑے دور اندیش تھے۔ انہوں نے وزیرستان کے اندر سول اور فوجی حکام کے مابین تعاون کی فضاء قائم کی۔ کیننگھم بظاہر بندوبستی اضلاع کے منتخب عاملہ کی نگرانی کر رہا تھا۔ مگر درحقیقت وہ وزیرستان میں بطور جنگی آقا کا کردار ادا کر رہا تھا۔ ان کا ایک بااعتماد شخص اس کام پر مامور تھا کہ وہ وزیر قبائل کی اکثریت کی ہمدردیاں حاصل کریں مگر فقیر ایپی نے بہترین حکمت عملی اور روحانی کشش کے باعث ان کی اس چال کو ناکام بنا دیا اور یہ کہ

وزیرستان میں انگریزوں کے خلاف جاری تحریک میں افغان قبائل کو شمولیت کی ترغیب دے کر دشمن کے لئے نہ صرف مزید مشکلات پیدا کیں بلکہ ان کے لئے اس بین الاقوامی سرحد کو بند کرنا بھی ناممکن بنا دیا جس کے باعث وعبادل خواستہ فقیر ایپی کے لشکر میں افغان قبائل کی موجودگی برداشت کرتے رہے۔

اس پار (افغانستان) سے وزیرستان میں مجاہدین کی آمد کو روکنا ایک مشکل کام تھا۔ کھلے بارڈر کا مقصد یہ تھا کہ آرمی بغاوت پر قابو نہیں پاسکتی تھی۔ ۱۹۳۰ء میں غیسورہ اور شکتوئی میں بغاوت کو جب بزور طاقت دبائے کی کوشش کی گئی تو فقیر ایپی نے اپنا مرکز وزیرستان کے اٹل سمن طریقے سے کم کرنے کی کوشش کی جس طرح کے سے اس نے مزاحمتیں قبائل کو ۱۹۳۰ء میں قبائلی اسٹن پر بجور کیا تھا۔ ۱۹۳۰ء کے آخر میں جب صورت حال گوریل جنگ میں تبدیل ہوئی تو آرمی کی دفاعی چالیں اور محاصرہ شکست و رخصت میں بدل گئی۔ پھر بھی اگر وزیرستان کے اندر قانون کی بالادستی رو بہ عمل لانے کی کوشش کی جاتی تو آرمی کو باغی گروہ اور لشکروں سے ان کی مرضی کے مطابق لڑائی مؤثر کرنا پڑتی۔ فقیر ایپی اور فرنگی کے مابین جاری جنگ بظاہر چوٹی اور ہاتھی کی جنگ کے مترادف تھی۔ دوسری جانب مؤثر ریڈیائی پیغام رسانی کے بغیر مختلف بتالین اور بریگیڈز کے درمیان رابطہ ممکن نہیں تھا اور چھوٹے چھوٹے کالموں میں ان بتالین اور بریگیڈز کی تقسیم میں مشکل پیش آرہی تھی کیونکہ وزیرستان میں قدم قدم پر حکومت مخالف موجود تھے اور ایک غیر ملکی قوت بروقت معلومات حاصل نہیں کر پاتی تھی۔ چونکہ فقیر ایپی کے مؤثر پروپیگنڈہ اور افواہوں نے حکومت کو سیاسی طور پر زبردست نقصان پہنچایا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سکواڈس کے سپاہی پہاڑی جنگوں کے ماہر تھے مگر ان کو قلعوں اور پوسٹوں پر لگی ہوئی زنجیر کی نگرانی تک ہی محدود رکھا گیا۔ بربک سڑک موجود مستقل پکٹس کے اندر فوجی دستے موجود ہوا کرتے تھے۔

وزیرستان میں حکومت کی بار بار غلطیوں کو ناقدانہ زبان میں اچھا کر دیا کہہ سکتے ہیں۔ باغیوں کو قابو میں لانے کے لئے کافی دقتیں پیش آئیں۔ چونکہ ۱۹۳۰ء میں فوج کے پاس کوئی ہیلی کاپٹر موجود نہیں تھا۔ جس سے یا تو فوجیوں کو مفید مقامات پر ہلکا جاسکے یا گھات میں بیٹھ ہوئے باغیوں کو نشانہ بنا سکے۔ تاہم ۱۹۳۰ء کے اختتام پر ہوائی جہازوں کے ذریعے فقیر ایپی اور مجاہدین پر ناقابل برداشت مظالم ڈھائے گئے لیکن اس گوریل جنگ میں حکومت کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ دوبار ۱۹۳۰ء کے آغاز اور اختتام پر بھی حکومت کا بہت جانی نقصان ہوا۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق ۱۹۳۶-۳۷ء تک ایک محتاط اندازے کے مطابق ۸۰۰ فوجی مارے گئے اور ۱۹۰۰ شدید زخمی ہوئے، ۷۵ مختلف ہسپتالوں سے ہلاک ہوئے۔ وزیرستان ۱۹۳۹-۴۰ء کی طویل کشمکش میں تقریباً ۳۰۰۰ ہزار فوجی ہلاک اور ۶۰۰۰ ہزار زخمی ہوئے اور مزید ۵۰۰ حادثاتی موت مارے گئے۔ درحقیقت وزیرستان میں گوریل جنگ کے ذریعے مرنے اور زخمی ہونے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ ایک اور رپورٹ کے مطابق قبائلی چھاپہ ماروں نے ۱۹۳۶-۳۷ء کے درمیانی عرصے میں ۱۴۴ کو ہلاک ۱۵۲ زخمی اور ۴۵۴ لوگوں کو بند و بستی علاقوں سے اغواء کیا۔ قبائلیوں کے نقصان کا اندازہ لگانا مشکل ہے لیکن وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ حکومت کے مقابلے میں قبائلیوں کا تین گنا زیادہ نقصان ہوا۔ حالانکہ مذکورہ اعداد و شمار حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ سو ملین آبادی پر جنگ کے اثرات کو کم کرنے کے لئے نیم خانہ بدوش قبائلیوں کو اکثر وہاں سے نکلنے کا حکم ملتا۔ جس کو آج بھی ہم ”فری فائر زون“ کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ وزیرستان میں ان نقصانات کو آبادی کے تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ چونکہ ان دونوں ایجنسیوں کی کل آبادی ۲ لاکھ سے زیادہ نہیں تھی۔ ۱۹۳۰ء کے بعد انڈین آرمی نے وزیرستان کی جنگ ناقابل برداشت نقصان کے عوض جیتی۔ لیکن پھر بھی حکومت ہند کی خواہش کے مطابق اس علاقے میں معیار امن کو قائم نہ رکھ سکے۔

وسیع تناظر

۱۹۳۹ء میں لینکیتھ گردنے یہ سوال پوچھا کہ برطانوی انڈیا کے آخری سالوں کے دوران وزیرستان کے علاوہ سرحدی ایجنسیوں میں کیوں کم مزاحمت ہوئی؟ حالانکہ سرحدی علاقوں پر پھیلے ہوئے قبائل مسلح اور اچھے جنگجو تھے۔ وائسرائے نے جو رپورٹ تیار کی اس میں لکھا گیا کہ دیر، سوات، چترال اور بلوچستان میں امن، وفادار اور مددگار ملکوں کی وجہ سے قائم تھا۔ کرم کے قبائل شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ اس بات سے خوش ہوتے تھے کہ حکومت ان کی سنی پڑوسیوں سے حفاظت کر رہی ہے۔ اور کرنی قبیلہ سنی شیعہ کشیدگی کی وجہ سے منقسم تھا۔ ایک ایسے علاقے میں گھرا ہوا تھا جس کی پشت پر ”سامانہ“ کے بلند و بالا پہاڑ تھے۔ خونخوار آفریدی بھی حکومت کے دباؤ سے غیر محفوظ تھے جنہوں نے ہندو بستی اضلاع میں حکومت کے زیر نگران چر اگا ہوں کو استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔

پیسویں صدی میں وزیر کے علاوہ مہمند نے بڑے تسلسل کے ساتھ حکومت کے لئے مسائل پیدا کئے۔ کیونکہ مہمند افغان بارڈر کے دونوں جانب آباد تھے۔ جن کی نگرانی حکومت کے لئے ناممکن تھی۔ خیبر، کرم اور مالاکنڈ ایجنسیز ہندو بستی اضلاع کے ساتھ تجارت کیا کرتے تھے جنہوں نے حکومت کو قبائلیوں کے لئے ایک سیاسی ہتھیار مہیا کیا۔ لیکن وزیرستان کے قبائل وادی سندھ کے میدانی اور ہندو بستی اضلاع میں مدغم نہیں تھے۔ مزید یہ کہ افغانیوں کی مداخلت سے علاقائی سازش زور پکڑ گئی۔ اور وزیر اس سلسلے میں خود کفیل تھے۔ وزیرستان کا علاقہ میں مدغم نہیں تھے۔ مزید یہ کہ افغانیوں کی مداخلت سے علاقائی سازش زور پکڑ گئی۔ اور وزیر اس سلسلے میں خود کفیل تھے۔ وزیرستان کا علاقہ لوگوں کے اندر اشتعال پیدا کرنے اور باغیوں کے لئے بہت سرسبز تھا۔ انتظامی لحاظ سے خود مختار ایجنسیوں میں شمال مغربی سرحدی صوبے کی تقسیم کا مقصد یہ تھا کہ شورش پسند علاقوں میں مداخلت کو کم کیا جاسکے۔ وزیرستان میں انگریزوں کی موجودگی (جو ہندوستان پر قابض تھے) مقصد یہ تھا کہ انگریز وہاں پر رہیں شاید اس کا جواب ”ہاں“ میں تھا۔ پیسویں صدی میں اکثر قبائل ریاستی ترقی سے نابلد تھے ان کو عالمگیر رجحانات کا علم نہیں تھا۔ لیکن حکومت کی فوجی مہمات نے وقت کے ساتھ ساتھ قبائلیوں کے اندر حالات سے سمجھوتہ کرنے کا شعور بیدار کیا۔ بعض سرحدی قبائل جن میں وزیر بھی شامل تھے بدلتے ہوئے تقاضوں کو بھانپ لیا اور حکومت کے ساتھ ساتھ نقد آنے والے فوائد کے لئے گٹھ جوڑ کر لیا۔

فارورڈ پالیسی (جو ۱۹۴۷ء تک وزیرستان میں رو بہ عمل رہی) ایک لغزش تصور کی جاتی رہی۔ جس سے فقیر ایپی نے خوب فائدہ اٹھایا (حالانکہ اس انتشار نے وزیرستان معاشرے کو مذہبی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی طور پر آگے نہیں بڑھنے دیا۔ بلکہ اس حوالے سے ان کی سرگرمیوں کو محدود کر دیا۔ فرنگی حکومت کی خفیہ رپورٹ میں اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ حکومت اور قبائلی زعماء نے خوشحال وزیرستان کو دیکھنے کی کبھی خواہش ظاہر نہیں کی۔ اس کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کی کہ قبائلیوں کو ترقی کی جانب راغب کیا جائے۔ وہ خود تو قبائل مفادات یا ترقی میں مخلص نہیں تھے جیادہ مقصد اپنے مفادات کا تحفظ دینا تھا لہذا انہوں نے فقیر ایپی کو بھی قبائل ترقی میں رکاوٹ سمجھا لیکن ہمیں قبائلی اکابرین اور بالخصوص فقیر ایپی کے کردار پر اس لئے فخر ہے کہ انہوں نے ہمیں ایک ایسی منفرد پہچان دی کہ غلامی کی بجائے غیرت و وقار سے جینا ہی اصل زندگی ہے اور ساتھ یہ بھی بتایا کہ مذہب اور فطری آزادی کے بارے میں صدیوں پرانے اصولوں پر کسی قیمت پر بھی سودے بازی نہیں کرنی چاہیے۔ اس بات کا اعتراف ”دی ٹائمز آف لندن“ نے بھی کیا۔ آپ کی وفات پر ”دی ٹائمز“ نے لکھا کہ وہ ایک با اصول اور بزرگ انسان تھے اور خوشامدی صفات سے مبراء تھے۔

شمال مغربی انڈیا میں انگریزوں کی موجودگی کے دوران، وزیرستان میں فقیر ایپی کے ساتھ ان کا آخری معرکہ تھا اور ہر موقع پر چنے قبائلیوں اور پہاڑیوں کو نصیب ہوئی اور انڈین آرمی کے دستوں کو وادی سندھ کے میدانی علاقوں میں دھکیل دیا۔ وقتاً فوقتاً انگریز اس نتیجہ پر پہنچے چلے گئے کہ نہ تو اس خطہ کا الحاق ہو سکتا ہے اور نہ لوگوں کا۔ چونکہ سیاسی حربے کی جگہ فتح کے لئے فوجی حربے کی اشد ضرورت تھی اور یہی کچھ

پورے برصغیر میں سام
میں اس کے برعکس اقد
کی طرح انگریز کی راہ میں
افغان قبائل
ہے۔ پچھلی نصف صدی
ایک بہت بڑی رکاوٹ
پاکستان کی حفاظت کر
جنوبی ایشیا
لئے مختلف تھی کہ انہ
تبدیل کیا۔ خاص بار
کر کے نہ صرف وزیر

پورے برصغیر میں سامراج نے کیا۔ سرحد کے دوسرے حصوں میں تلوار کی کھڑکھڑاہٹ کے باوجود پرامن طریقے کو اپنایا گیا۔ مگر وزیرستان میں اس کے برعکس اقدام اٹھایا گیا۔ وزیرستان میں انگریزوں کو خفت اور عزیمت اٹھانا پڑی۔ یہ تاریخ کا حصہ ہے۔ قبائل ان کے سنگلاخ پہاڑوں کی طرح انگریز کی راہ میں ڈٹے رہے۔

افغان قبائل کے مقابلے میں پاکستان کے قبائل زیادہ باشعور اور دولت مند ہیں کیونکہ ان کا جزوی مدغم ایک بڑی ریاست کے ساتھ ہے۔ پچھلی نصف صدی سے یہ پہاڑ حملہ آوروں کے لئے گیٹ وے تھا۔ مگر اب وسطی ایشیاء کی جانب سے سازشوں اور خطروں کو روکنے کے لئے ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ پاکستان کے لئے یہ ایک خوش آئند بات ہے کہ شمال مغربی سرحد اور ملحقہ قبائلی پٹی ایک موردِ ڈھال کے طور پر پاکستان کی حفاظت کر رہی ہے۔

جنوبی ایشیاء کی تاریخ ۱۹۴۷ء سے پہلے بہت سارے نشیب و فراز سے گزری لیکن اس میں فقیر ایسی کی تحریک دوسروں سے اس لئے مختلف تھی کہ انہوں نے پشتون قبائل میں اتحاد قائم کر کے ان کے خون میں مذہبی جوش و جذبہ بیدار کر کے انہیں ایک باقاعدہ فوج میں تبدیل کیا۔ خاص بات یہ کہ انہیں دشمن کے خلاف دہشت گرد جنگ کی بجائے گوریلا جنگ میں جھونک دیا جس کے باعث فرنگی کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر کے نہ صرف وزیرستان سے باہر دھکیل دیا بلکہ پورے برصغیر کو فرنگی راج سے نجات دلانے میں بھی غیر معمولی کردار ادا کیا۔

آپ کی کرامات اور کرشمہ ساز شخصیت

فقیر ایسی کی کرامات سے متعلق بے شمار قصے کہانیاں مشہور ہیں جس نے بھی آپ کو دیکھا ہے اس کا پھر ہمیشہ کے لئے غیر متزلزل یقین بن جاتا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ روحانی قوت سے نوازا ہے۔ آپ کے بچپن کے حالات زندگی اور پھر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے امیر جہاد مقرر کرنے کے بعد انتہائی نامساعد حالات میں ایک منظم طاقتور اور جدید اسلحہ سے لیس فوج کے خلاف نہایت محدود وسائل اور افرادی قوت کے ساتھ عظیم جدوجہد جاری رکھنا، معرکوں کے دوران گردوغبار، موسلا دھار بارشیں و شدید ژالہ باری، بجلی کی کڑک اور کراماتی گولیوں کے صورت میں غیبی امداد، انتہائی پریشان کن حالات میں صبر و استقلال اور بے مثال جرات کا مظاہرہ، دشمن کی طرف سے بار بار مصالحتی کوششوں اور ان کے پس پردہ شدید دباؤ اور دھمکی کے باوجود آپ کا دلوٹوک موقف کہ جہاد سے موت کے سوا کوئی چیز منع نہیں کر سکتی۔ اس کے برعکس عمری زندگی نہایت سادہ اور ہر قسم کی آسائش و آرام اور دنیاوی عیش و عشرت سے مکمل کنارہ کشی، انتہاء کی پرہیزگاری، کم خوراک، کم سونا اور کم سونا جبکہ زیادہ تر غور و فکر میں مشغول ہونا اور جنات پر حکمرانی سب ایسی صفات ہیں جن کی بناہ علم و یقین کی حد تک یہ بات بلا شک و شبہ کی جاسکتی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بہت اطاعت گزار، پرہیزگار اور برگزیدہ بندے تھے۔

دراصل آپ نے فقیری کے روایتی کردار سے ہٹ کر ایک غیر متند فقیر کی حیثیت سے اپنی مرضی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے حوالے کر کے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مشکل گھڑی میں آپ کی نہ صرف حفاظت فرمائی بلکہ بہت بڑے طاقتور دشمن کے خلاف کامیابی و کامرانی بھی عطا فرمائی۔ دشمن پر مداخلت فی الدین کا الزام لگانے کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کا نامہ کار نامہ مثالی کامیابی کیساتھ پایہ تکمیل تک پہنچانے میں بلاشبہ آپ کی بے پناہ روحانی قوت اور کشش کار فرما رہی ہے۔ اسلام ملی غیر معمولی شہادت کے وقت بنوں اور اس سے ملحقہ قبائلی علاقوں میں بہت ساری مذہبی اور سماجی شخصیات کی موجودگی میں بظاہر ایک بے ضرر اور معصوم فقیر مذہبی جوش و جذبہ سے بھرپور نازک موقع پر امیر جہاد جیسے حساس اور نہایت ذمہ دار فریضہ کے لئے امیر مقرر کرنا بھی بذات خود اس بات کی ثبوت ہے کہ آپ بے پناہ روحانی قوت کے مالک تھے۔ آپ کی کرشمہ ساز شخصیت کے اتنے ان گنت پہلو ہیں کہ ان کو منظر عام پر لانے بغیر آپ کی سحر آفریں شخصیت اور عظیم جدوجہد کو صحیح تناظر میں کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے بحیثیت محقق میں نے ضروری سمجھا کہ آپ کے روحانی اثرات اور ثبوت کے بارے آپ کے دیرینہ ساتھیوں کے چشم دید واقعات آپ کے عزیز اور رشتہ داروں کی مستند معلومات اور اپنے غیروں (دشمنوں) کے تاثرات ریکارڈ پر لاسکوں۔

آپ پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی مہربانی اور اس کے اثرات اس لمحے محسوس ہوئے تھے جب آپ ماں کے پیٹ میں تھے۔ حاجی غازی بہر اسطوری خیل ساکن سپن و ام نے اپنے والد کے حوالے سے بتایا کہ جب فقیر ایسی ماں کے پیٹ میں تھے اور والدہ محترمہ جب چشمہ سے گھر میں گھر پانی لاتی تھیں تو گھڑا اس کے سر سے چھانچا اوپر ہوتا تھا اس پر وہ مولوی صاحب کے پاس گئی تھی اور سارا قصہ بیان کیا تھا۔ مولوی صاحب پہلے تو بہت حیران ہوئے تھے بعد میں جواب دیا تھا کہ ان کا خیال ہے کہ آپ کے پیٹ میں جو چہ پرورش پارہا ہے پیدائش کے بعد یہ بزرگ اور ولی بنے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ گرمی کے دوران فصل کی کٹائی یا کھیتی باڑی کے لئے جب والدہ محترمہ گھر سے باہر نکلتی تو ایک اچھا سایہ محسوس کرتی تھیں حالانکہ بظاہر آسمان پر کوئی بادل نہیں دکھائی دیتا تھا۔ لیکن آپ کو سایہ کی موجودگی میں گرمی کی تپش محسوس نہیں ہوتی تھی۔ حاجی قادم خون حال ارسل کوٹ نے اپنی دادی کے حوالے سے بتایا کہ فقیر ایسی کی والدہ نے شرہ تلا میں داوی کو بتایا تھا۔ کہ آپ کی پیدائش کے بعد دائی اور والدہ محترمہ نے آپ کو پردہ میں دیکھ کر خوفزدہ ہو گئیں تھیں کہ یہ کیا ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد دائی نے قینچی سے پردہ

کاٹ لیا تھا جس کے بعد ان کو صحیح حالت میں چہ ملا تھا اور دونوں بہت خوش ہوئی تھیں۔

پیدائش کے چند دن بعد ایک اور غیر معمولی واقعہ کے بارے میں جان کر دل ایمان کے جذبہ سے منور ہو جاتا ہے یہ واقعہ میں نے پہلی بار بنوں کی تاریخ میں پڑھا تھا۔ پھر اسکے متعلق کججوری کلی کے مرکباز خان سے پوچھا، بعد میں فقیر ایپسی کے دیرینہ ساتھی اور ایپسی گاؤں کے خانے خان سے اس کی تصدیق کی۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک دن بنوں کی جانب میر علی کی طرف گورافوج کا نوائے ڈھول جاتا ہوا گزر رہا تھا۔ کججوری مقام پر ڈھول کی آواز پر شیر خوار مرزا علی خان جو اپنی ماں کی گود میں لیٹا ہوا دودھ پی رہا تھا اچانک چونک کر دودھ پینا چھوڑ دیا اور کئی دن تک ماں کی کوشش کے باوجود دودھ نہیں پیا، ماں نے یہ بات پریشانی کی حالت میں گھر والوں کو بتائی۔ والد نے حکیم مانے خان اسوخیل کو گھر لایا تھا، حکیم نے بچے کو نہایت اطمینان سے دیکھا تھا۔ بظاہر بچے کو کسی قسم کی شکایت یا بیماری نہیں تھی اور نہ ہی ان کے چہرے سے کمزوری کے کوئی آثار نمودار تھے۔ تفصیل سے معائنے کے بعد مانے خان نے والدین کو دلاسا دیا تھا اور پھر بغیر کوئی دوا کے واپس چلا گیا تھا۔ جب آپ چھ یا سات سال کے تھے ایک دن کججوری قلعہ سے مشرق کی جانب چند میٹر کے فاصلہ پر ایک پل کے نیچے بیٹھے تھے انگریز کی ایک گاڑی جو بنوں سے آرہی تھی پل پر پہنچنے کے بعد بند ہو گئی۔ ڈرائیور نے گاڑی کو چیک کیا جس کو کوئی نقص نہر نہیں آیا۔ پھر گاڑی سٹارٹ کرنے کی کوشش کی مگر بے سود آخر کار انہوں نے ساتھ والے قلعے سے خاصہ دار کو بلوایا انہوں نے پل کے نیچے دیکھا کہ ایک چھوٹا بچہ بیٹھا ہے۔ انہوں نے اس کو وہاں سے اٹھا دیا اسکے بعد گاڑی سٹارٹ ہوئی تھی۔

گرمی کے موسم میں خاندان والے کججوری سے سپلھ نقل مکانی کرتے تھے۔ آپ بھی خاندان والوں کے ساتھ سپلھ گئے تھے وہاں بحریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک دن ان کے چھوٹے بھائی گلزار علی خان بھی آپ کیساتھ بحریاں چرانے پہنچ گیا تھا۔ شام کو جب گھر واپس لوٹ آئے تھے تو اس وقت رواج کے مطابق چرواہے کو دیسی گھی کھلایا جاتا تھا۔ گلزار علی خان نے کھانے سے انکار کیا تھا۔ ماں کے بے حد اصرار پر گلزار علی خان نے بتایا کہ فقیر ایپسی نے انہیں بتانے سے منع کیا ہے۔ دراصل پہاڑ میں مجھے سخت بھوک لگی میں نے فقیر ایپسی کو بتایا انہوں نے کہا کچھ دیر کیلئے صبر کرو انشاء اللہ کھانے کو کچھ مل جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ چند لمحات کے لئے مجھ سے دور چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئے اور مجھے کھانے کے لئے گوشت دیا۔ میں نے اتنا کھایا کہ اب مزید کھانے کو دل نہیں چاہتا۔ آپ کو تو ویسے شروع سے کم کھانے کی عادت تھی۔ تاہم ان دنوں غربت کے باعث کئی دن تک کھانے کو کچھ نہیں ملتا تھا۔ ایسی ہی حالت آپ کے گھر میں تھی۔ جب بھی گھر میں کوئی چیز کم مقدار میں کھانے کو ملتی تو آپ گھر کے دوسرے افراد کی خاطر بھوک نہ لگنے کا بہانہ کر کے کھانے سے انکار فرماتے تھے۔

آپ شہباز کشی کلی میں دینی علوم کی خاطر طالب علم رہے ہیں۔ کشی کلی کے حاجی زلمر گل خان بنوچی نے بتایا کہ آپ کے استاد مولوی میر عالم خان نے ہمیں بتایا کہ آپ نے دوسرے طالب علموں کی طرح کبھی بھی کسی سے روٹی ہاتھ میں نہیں لی، بلکہ ہاتھ کے بجائے ٹوکری آگے کر کے اس میں ڈالنے کو کہتے۔ ان کے بقول پورے گاؤں میں صرف ایک گھر ایسا تھا۔ جسکی روٹی آپ کھاتے تھے۔ طریقہ یہ تھا کہ جب روٹی جمع کر کے مسجد واپس آتے تھے تو ٹوکری میں سے اس گھر کی روٹی تلاش کرتے اگر مل جاتی تو کھالیتے ورنہ نہیں کھاتے۔ ایک دفعہ متعلقہ گھر والے کسی شادی میں شرکت کے لئے گئے تھے اور تین دن وہاں رہے تھے اس دوران آپ نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ اس خوش قسمت گھر کا مالک اسد خان تھا۔ مقامی لوگوں نے بتایا کہ اسد خان کے خاندان نے حرام رزق کبھی نہیں کھلایا۔ جب آپ کی اس عادت کے بارے میں ساتھی طالب علم اور گاؤں والوں کو پتہ چلا تو آپ نے کشی کلی چھوڑ کر نور زلی میں چلے گئے وہاں پر ہمارے گاؤں کے دو طالب مولوی تاج عالم اور حکیم محمد آیاز نے تین سال آپ کے ساتھ گزارے۔ دونوں نے بتایا کہ فقیر ایپسی بغیر کسی نہایت ضروری کام یا رفع حاجت کے علاوہ مسجد سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ چہرہ ہمیشہ خاکی چادر سے ڈھانپ لیتے تھے۔ مسجد کے صحن میں شمال کی طرف آپ کا پانچ فٹ چوڑا اور سات فٹ گہرا خلوت خانہ ہوتا تھا۔ آپ کو تخلیہ میں بیٹھ کر غور فکر اور ذکر ازکار سے لگاؤ تھا۔ پڑھائی اور نماز کے اوقات کے علاوہ باقی سارا وقت اس خلوت میں گزارتے اور بلا ضرورت کسی

سے کلام نہیں فرماتے۔ بے پناہ پرہیزگاری کے سبب ساتھی طالب علم آپ کا بہت احترام کرتے تھے بلکہ آپ کے استاد بھی آپ سے بے حد متحرک تھے۔ مولوی تاجر عالم نے بتایا کہ ہمیں شک تھا کہ آپ کے پاس جنات موجود ہوتے ہیں اور میں نے ایک دن مذاقا ان سے کہا کہ آپ کے پاس جن ہیں کم از کم ایک دو مجھے بھی دید آپ نے میری طرف ہلکی مسکراہٹ کیساتھ دیکھا اور خاموشی اختیار کی۔ اسی رات میں نے خواب میں دوپٹے دیکھے جو سایہ سے نکل کر میری طرف آئے اور میرا گلا اتنی زور سے دبایا کہ میری چیخ نکل آئی فوراً خواب سے بیدار ہوا پھر خوف کے مارے غیب نہیں آئی۔ صبح اٹھ کر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اپنے جن اپنے پاس رکھو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر انہوں نے پھر میری طرف مسکراہٹ کے ساتھ دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا اور خاموشی اختیار کی۔ جنات کی حقیقت کے متعلق میں نے مولوی تاج عالم مرحوم سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ جن انسان کی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور حقیقت میں انہوں نے مزید بتایا کہ انہوں نے فقیر ایپی سے زیادہ پرہیزگار صالح اعمال اور اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار اور معصوم انسان زندگی بھر نہیں دیکھا ہے۔ باقی رہی جن کی کہانی تو یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے جس کو عزت دینا چاہیے تو اس کے لئے پھر کسی دلیل یا منطق کی ضرورت نہیں ہوتی اور فقیر ایپی واقعی اپنے صالح اعمال کے سبب اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے حق دار تھے۔

نور ڈچھوڑنے کی وجہ کے بارے میں حکیم محمد آیاز مرحوم سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ایک دن فقیر ایپی کپڑے سی رہے تھے کسی طالب علم نے انہیں دیکھا تھا کہ سوئی میں دھاگہ نہیں تھا لیکن پھر بھی وہ کپڑے سی رہے تھے اس پر طالب علم نے بے اختیار چیخ کر کہا تھا کہ مرزا علی خان سوئی میں بغیر دھاگے کے کپڑے سی رہے ہیں جب یہ بات ہم سب تک پہنچی تو دوسرے دن پتہ چلا کہ فقیر ایپی نور ڈچھوڑنے سے ایپی گاؤں کے لئے چلے گئے ہیں۔

آپ کی کرامات کے قصے محض آپ کے ساتھی یا عام لوگوں تک محدود نہیں تھے بلکہ دشمن بھی آپ کی بے پناہ سحر آفرین شخصیت سے پرہیز کرتے تھے۔ چونکہ فرنگی سامراج کے خلاف جتنے معرکے ہوئے ہیں ان تمام میں کسی نہ کسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد آپ کے ساتھ شامل رہی۔ فرنگی کو اس کا ٹوٹی علم تھا لیکن وہ جان بوجھ کر آپ کی روحانی کشش کسی پر اس لئے ظاہر نہیں ہونے دیتے کہ آپ کے روحانی اثرات مجاہدین یا قبائل پر کم سے کم رہیں تاکہ آپ کی مخالفانہ سرگرمیاں محدود رہیں مثلاً میلہ لڈرڈاف دی خیر میں لکھتا ہے فقیر ایپی کے صاحب کرامات ہونے کا شرہ اس وقت اور زیادہ ہو گیا جب گورکھار جنٹ انہیں گرفتار کرنے کی مہم میں بری طرح ناکام ہوئی۔ آپ نے اصولوں پر کبھی سودے بازی نہیں کی اور آخر تک انگریز کے خلاف لڑتے رہے تمام گوریلا کارروائی کی نگرانی خود کرتے اور کامیابی کے بعد غاروں میں چلے جاتے انگریز کی تمام فوج، ٹینک، توپ اور ہوائی جہاز ان کے پیچھے سرگرداں رہیں مگر ان کا پتہ لگانا بہت مشکل ہوتا۔ جنرل جے جی ایلٹ دی فرنیئر ۱۸۳۷ء سے ۱۹۲۷ء تک میں لکھتا ہے ۱۹۳۶ء کے دوران تمام فوجی مہمات صرف ایک شخص فقیر ایپی کے خلاف تھیں۔ ان پر گرائے گئے بموں میں سے اگر صرف ایک بم فقیر ایپی پر گرتا تو جنگ کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا بلکہ آپ پہاڑوں کے سرخ پھول تھے جو انتھک کوشش کے باوجود ہمارے ہاتھ نہیں آسکیں۔ ار تھر سیون کے خیال میں سرحدی قبائل فعال اکابرین کا ایک طویل سلسلہ رکھتے ہیں تاہم ان سب میں غیر معمولی مدبر اور سحر آفرین شخصیت کے حامل صرف فقیر ایپی تھے۔

جنرل ہولڈرز "دی پٹھان بارڈر لینڈ" میں فقیر ایپی کے بارے میں لکھتا ہے۔ ۱۹۳۶ء میں تیس ہزار فوج آپ کے خلاف میدان میں تھی مگر ہر بنا فقیر ایپی فوج کے ہاتھ سے مچھلی کی طرح نکل جاتے۔ "دی وے آف دی پٹھان" کا مؤلف لکھتا ہے۔ انگریز کے خلاف جنگ میں برسرِ پیکار اسلام اور روایات پسند قبائلیوں کے لئے فقیر ایپی کی باتوں میں غیر معمولی کشش ہوتی تھی اور یہ بات آپ کی بے پناہ مقبولیت اور کامیابی کی خاص وجہ تھی۔

خفہ رپورٹ شمالی وزیرستان ایجنسی ۴۲-۱۹۴۱ء کے مطابق فقیر ایپی غیر معمولی کرامات کے ملک تھے۔ آپ کی دعائیں عام لوگوں کے

لئے وسیلہ جنت اور بد اعمالیوں دنیا میں تباہی اور آخرت میں دوزخ کا درجہ رکھتی تھیں۔

خمیسورہ کی جنگوں میں کراماتی گولیوں کے قصبے بھی نہ صرف قبائلیوں کی زبان زد عام و خاص ہیں بلکہ جن انگریزوں کا خمیسورہ میں اور اس کے بعد آپ کے ساتھ واسطہ پڑا تھا وہ آج بھی نہ صرف ان کراماتی گولیاں کے معترف ہیں بلکہ تبرک کے طور پر ان میں سے بعض نے اب تک اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں۔ مثلاً اصل داروزیر مد اخیل نے بتایا کہ ۱۹۸۹ء کی بات ہے۔ ابو ظہبی میں ہم لوگ ایک تیل کی کمپنی میں کام کر رہے تھے کمپنی کا نیچر انگریز تھا۔ ایک دن اس نے مجھ سے پوچھا کہاں سے آئے ہو میں نے کہا پاکستان سے۔ اس نے کہا وہ تو مجھے پتہ ہے لیکن پاکستان میں کونسے علاقہ سے تعلق ہے۔ میں نے کہا کہ میرا نشانہ ہے۔ میرا نشانہ کا نام سن کر وہ گاڑی کی طرف گیا اور گاڑی میں سے ایک چوکر قسم کی خوبصورت ڈبیہ نکالی پھر ہمیں اپنے پاس بلوایا اور ڈبیہ کھولی۔ اندر بہت خوبصورت اور قیمتی کپڑے میں لپیٹی ہوئی تین گولیاں پڑی تھیں۔ میری طرف دیکھ اس نے کہا کہ یہ وہ گولیاں ہیں جو خمیسورہ میں ہمارے خلاف استعمال ہوئی تھیں اور جنگ کے بعد ان گولیوں کے ٹکڑے انگریز فوج کے زخمی سپاہیوں سے آپریشن کے ذریعے نکلوائی گئیں تھیں۔ اس کے بعد ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ فقیر ایپی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نیبی مدد ان کراماتی گولیوں کی صورت میں شامل حال رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے آج تک ان گولیوں کو اپنے پاس بطور خاص رکھے ہیں۔ آخر میں اس نے کہا کہ سب مزدوروں سے کہ دو کہ آج فقیر ایپی کے صدقے سب کی چھٹی ہیں۔

ایپی گاؤں کے علاؤ الدین داؤڑ ۱۹۹۳ء میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جزیرہ آئیلینڈ گیا تھا۔ وہاں کے کمشنر کو ملے تھے۔ کمشنر نے ان سے ملک اور علاقے کا نام پوچھا تھا۔ علاؤ الدین نے شمالی وزیرستان ایجنسی کا نام بتایا تھا۔ اس پر کمشنر پہلے تو بڑی گرمجوشی سے ملے تھے پھر گھر کے اندر گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہاتھ میں ایک ڈبیہ لئے باہر آئے تھے۔ علاؤ الدین کا کہنا ہے کہ انہوں نے ڈبیہ کو بڑی عقیدت سے کھولا اور کھولنے کے بعد کراماتی گولیاں دکھاتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ وہ گولیاں ہیں جو آپریشن کے بعد زخمی سپاہیوں سے نکالے گئے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ انہوں نے ان گولیوں کا بڑی سنجیدگی سے جائزہ لیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ فقیر ایپی کی روحانی قوت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ یہ بات ہم لوگوں نے اس لئے مخفی رکھی کہ فقیر ایپی کی روحانی شہرت میں مزید اضافہ نہ ہو۔ لیکن اس کے بعد ہمارے یقین ہو گیا کہ فقیر ایپی کی بددعاؤں سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم باعزت طریقہ سے ایشیاء سے نکلیں۔

ظریف خان طوری خیل ساکن رزمک نے اپنے چچا شاہ جانی کے حوالے سے بتایا کہ خمیسورہ کی جنگوں کے بارے میں ایک دن اپنے چچا سے پوچھا کہ کیا ان جنگوں کے دوران آپ نے ذاتی طور پر فقیر ایپی کی روحانی قوت کا مشاہدہ کیا ہے۔ چچا کہنے لگے کہ ہاں خمیسورہ کی دوسری لڑائی کی بات ہے۔ فقیر ایپی کارکنوں میں تھے سفید کپڑا پہنے ہوئے تھے۔ فرنگی دور سے آپ پر توپ کے گولے فائر کر رہے تھے۔ توپ کا گولہ جب اس جگہ پر جا کر گرتا تو بہت گرد و غبار چھا جاتا۔ گرد ہٹنے کے بعد فقیر ایپی اسی جگہ پھر نمودار ہو جاتے۔ آخر کار فرنگی تنگ آ گئے اور توپ چلانا بند کر دیا۔ چچا نے مزید بتایا کہ اسی دن شام کو طالع خان وزیر مجھے ملا۔ اس نے بتایا کہ اس کو جنگ کے دوران فقیر ایپی ملے تھے مگر وہ اتنے چاک و چوبند تھے کہ پہلے میں نے ان کو نہیں پہچانا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ نیچے اترو بہت سارا مال غنیمت پڑا ہے اٹھاؤ۔ ان کے جانے کے بعد مجھے خیال آیا کہ یہ فقیر ایپی تھے پھر میں نے انہیں تلاش کیا مگر وہ نہیں مل سکے۔

حاجی قادم خون طوری خیل ساکن ارسل کوٹ نے بتایا کہ فرنگی پر فقیر ایپی کی سحر آفرین شخصیت کا اتنا اثر تھا کہ خمیسوری کی تیسری لڑائی کے دوران شکستوں میں فقیر ایپی کی خلوت میں فرنگی نے ایک ملی پکڑی تھی ان کا خیال تھا کہ فقیر ایپی نے حلیہ بدل لیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اپنی اصل حالت میں آجائیں گے۔ انہوں نے ملی کو گرداوی کھپ اپنے ساتھ لے گئے تھے اور ایک ہفتہ تک اپنے ساتھ رکھا تھا ہفتے بعد جب ان کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ ملی ہے پھر انہوں نے چھوڑا تھا۔

خمیسورہ اور اس کے علاوہ کئی اور جگہوں پر کئی بار آپ فرنگی فوج کے زرخے میں آئے۔ لیکن جو کہتے ہیں کہ جس کا حامی ہو خدا اسے ملتا

سکتا ہے کون! مثلاً خلیفہ گلاخان مد اخیل جو آپ کے ہمراز اور بہت اعتمادی تھے نے بتایا کہ ایک مرتبہ آپ اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ سورانی قبیلہ گئے عصر کا وقت تھا دریا کرم کے شمالی کنارے پر نماز باجماعت کا اہتمام کیا گیا۔ نماز پڑھ کر جب سلام پھیرا تو اپنے کو دشمن فوج کے زرخے میں پلایا۔ ایک طرف دریا کرم کی تیز لہریں اور باقی اطراف میں فرنگی فوج کھڑی تھی۔ صورتحال کی نزاکت کے باعث موقع پر موجود تمام مجاہدین فکر مند ہو گئے مگر آپ پر سکون تھے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ابھی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ فضا میں سرخ بھیڑوں کے جھرمٹ کی خطرناک آواز بلند ہوئی اور اچانک دشمن فوج پر ان بھیڑوں کی فوج بے ہنگام نے بلائے بے درماں کی طرح حملہ کیا۔ ایک ایک سپاہی سے سینکڑوں بھیڑیں لپٹ کر ان کی وردیوں کے اندر داخل ہو گئیں اور آنا فنانا میں دشمن کی فوج تتر بتر ہو گئی۔ فقیر ایسی اور ان کے ساتھیوں کو دشمن کے خطرناک زرخے سے بچ نکلنے کا موقع مل گیا۔ یہ واقعہ بنوں کی تاریخ میں تفصیل سے درج ہے۔ لیکن مصنف نے کوئی مستند حوالہ نہیں دیا تھا اس لئے میں نے اس واقعہ کے بارے میں خلیفہ گلاخان سے حقیقت دریافت کی۔

غازی بہرام خان طوری خیل نے بتایا کہ فرنگی کے خلاف جہاد شروع کرنے سے پہلے فقیر ایسی نے ایک طالب علم کو کریو غہ شریف جو اس وقت بڑا دینی مرکز تھا بھیجا تھا۔ وہاں سے ان کو جواب ملا تھا کہ اگر آپ کے پاس طاقت یا کرامات ہیں یا دونوں میں سے ایک بھی ہے تو آپ دشمن کے خلاف جہاد کر سکتے ہیں لیکن اگر نہ طاقت ہے اور نہ کرامات تو پھر جہاد سے باز رہے۔ آپ کے پاس طاقت تو نہیں تھی لیکن روحانی قوت سے مالا مال تھے اس لئے انہوں نے جہاد کا اعلان کیا۔ غازی بہرام خان طوری خیل نے بتایا کہ اعلان جہاد کے بعد شام ہجرت کی۔ وہاں انہوں نے غازیوں کو حکم دیا کہ زیتون کی لکڑی کے ڈنڈے لے کر آؤ۔ غازیوں نے نواونٹ لکڑی لائے۔ آپ نے تمام غازیوں میں تقسیم کر کے فرمایا کہ جنگ کے دن ان لکڑیوں سے دشمن پر وار کرے یہ تمہاری ہمدوق ہیں۔ سب غازیوں نے ایسا ہی کیا تھا۔ فقیر ایسی نے ایک ان پڑھ منظر خیل وزیر سے فرمایا کہ آپ اسلحہ سازی کا کام شروع کریں اس نے شروع کیا اور گورویک مرکز میں اسلحہ کے کارخانے میں آپ کی کرامات کے باعث مستری بن گیا۔ ایک مد اخیل جو ان پڑھ تھا سے کہا کہ آپ ڈاکٹری شروع کرے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ان پڑھ ہے۔ مگر فقیر ایسی نے اسے بھر کہا کہ آپ ڈاکٹر ہے اسی طرح وہ سچ ڈاکٹر بن گیا۔ ایک دفعہ ایک آدمی فقیر ایسی کو ملنے گورویک آیا۔ فقیر ایسی نے اپنے محافظوں سے فرمایا کہ اس آدمی کے پاس بوتل ہے اس سے نکال کر زمین پر پھینک دو۔ جب غازیوں نے بوتل زمین پر پھینکی تو وہ زمین جل گئی مگر فقیر ایسی نے اس آدمی کو کچھ کہنے کی بجائے حفاظت بنوں پہنچایا۔ غازی بہرام خان کے بھانجے عبدالصاحب نے بتایا کہ گڑھی وام میں فقیر ایسی جس زیتون کے درخت کے نیچے بیٹھتے تھے۔ اس زیتون کے پتے اب بھی بکری وغیرہ نہیں کھاتے۔ ایک دفعہ یہاں کے ایک آدمی اس زیتون کی ٹہنیوں کو توڑ کر گھر لائے تھے۔ دو بکریاں اس کے پتے کھانے سے مر گئیں۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ میرے والد حاجی غازی رائے محمد شرہ تلاڑائی میں سخت زخمی ہوئے تھے۔ زخمی حالت میں مشکل فقیر ایسی کے پاس درویشہ پہاڑ پہنچ گئے۔ فقیر ایسی نے بتایا کہ دیسی گھی میں نمک ڈال کر اس میں کپڑا گیلا کریں اور پھر زخم پر لگائیں والد صاحب نے ایسا ہی کیا تھا اور بغیر دوائی کے ٹھیک ہو گئے تھے۔

بوبرائے طوری خیل ساکن گڑھی وام شام نے آپ کی کرامات کا ایک دلچسپ واقعہ بتاتے ہوئے کہا کہ وہ جوان تھا۔ سپلچہ میں رہائش پذیر تھا۔ لیکن گرمی کے موسم میں خاندان والے شام (ایک جگہ کا نام) جاتے تھے۔ ایک دفعہ شام سے واپسی پر دوسلی میں ہمیں مرغی کا چھ ملا۔ اپنے ساتھ سپلچہ لے آئے۔ ایک ماہ بعد فقیر ایسی کی دعوت کی۔ شام کی نماز کے بعد آپ کے سامنے کھانا رکھا مگر آپ نے کھانے سے انکار کیا۔ گھر میں پتہ کیا والدہ نے بتایا کہ یہ وہ مرغا تھا جو ایک ماہ پہلے شام سے آتے وقت دوسلی میں ملا تھا۔ سپلچہ میں بہت سارے لوگوں کی موجودگی میں عارف شاہ کئے خیل مد اخیل سپن وام نے اپنے والد زر عالم شاہ مرحوم کے حوالے سے بتایا۔ گورویک میں بیت المال سے دو آدمیوں نے ہمدوقیں چرائی تھیں۔ گورویک کی حدود کے اندر دونوں کی پینائی ختم ہو گئی تھی۔ صبح غازیوں نے پکڑ کر فقیر ایسی کے پاس لے آئے۔ آپ نے ان سے چوری کی وجہ پوچھی، چوروں نے اپنی مجبوری بتائی۔ آپ نے انہیں سزا دینے کی بجائے ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے پیسے دے دیے۔

اس نے مزید کہا کہ والد
کیلئے دھیانے بھی قسم
کی جیب سے ایک چوڑا
کیوہ مٹی جل گئی۔ بعد
غازی میر
میں صرف دو ساتھی
آپ کا کہنا ہے کہ فر
تھے میں کامیاب ہو
سب کے لئے پریشانی
ہے لگا تو گری نیند
آپ نے فرمایا رسول
تھوڑے۔ اسی دور
حیثیت کی۔

میر دل خا
کام میں نے انکار کر
مدا اور دم کیا۔ تب
تھوڑے کے بارے میں
سب لوگوں نے بھاگتے
تھے ان ہوئے تھے کہ وہ
آپ نے
انہیں میں مشورہ کیا کہ
آپ کے پاس گئے ہاں
کریں گے۔ ہم نے پچ
جہاد چاہا ہو گیا ہے۔ ہم
ہے تھے۔ ہم باری بار
ہاتھ میری ناک پر
کی خدمت اور حفاظت
نے اس بات کا مشاہدہ
حاجی قاد
کہا کہ آج وہ حاجی ص

اس نے مزید کہا کہ والد صاحب بتا رہے تھے کہ ایک بار گوروک میں فقیر ایسی کو ملنے کے لئے ایک بوڑھی عورت آئی۔ آپ نے ملنے سے انکار کیا۔ بڑھیا نے بھی قسم کھائی کہ وہ ملے بغیر نہیں جائے گی۔ اس پر آپ نے محافظ سے کہا کہ پہلے اس کی جیب کی تلاشی لے لو پھر اندر آنے دو۔ اس کی جیب سے ایک چوٹی بو تل نکل آئی پھر بڑھیا نے ملنے سے انکار کیا۔ فقیر ایسی کو بتایا گیا آپ نے کہا بو تل میں زہر ہے۔ جس مٹی میں زہر ڈالا گیا وہ مٹی جل گئی۔ بعد میں پتہ چلا کہ فرنگی نے بڑھیا سے کہا تھا کہ فقیر ایسی کے چل میں ڈالے۔

غازی میر دل خان طوری خیل کو فقیر ایسی کے ان دنوں کے ساتھی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جب آپ کے پاس بوڑھو محسود علاقہ میں صرف دو ساتھی رہ گئے تھے۔ ایک طالب جان اور دوسرا میر دل خان۔ آپ کے ساتھ ملاقات سے بہت نصیحت آموز باتیں سامنے آئیں۔ آپ کا کہنا ہے کہ فرنگی فوج نے زباندے تک فقیر ایسی کا پیچھا کیا۔ مگر فقیر ایسی طالب جان ایک اونٹ والا اور میں محسود علاقہ سرغر میں بوڑھو نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ بوڑھو میں ایک انتہائی خطرناک اور خوفناک گھائی میں رات پڑ گئی۔ اس خوف سے کہ آگے کیا ہو گا میں بہت ڈر گیا۔ ہم سب کے لئے پریشانی کی بات فقیر ایسی کی حفاظت کرنا تھی۔ رات ہم نے ڈیوٹی تقسیم کی۔ رات کا آخری حصہ میرے ذمہ آیا، جب میں ڈیوٹی دینے لگا تو گری نیند آئی۔ خواب میں دیکھا حاجی صاحب میرے پاس آئے مجھے جگا کر بتایا کہ چار آدمی آئے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کون ہیں آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ ساتھ آئے ہیں اور آپ نے مجھے فرمایا ہے کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ثابت قدم رہو کامیابی تمہارا مقدر ہے۔ اسی دوران طالب جان نے مجھے جگایا میں نے حاجی صاحب کو خواب کے متعلق بتایا آپ بہت خوش ہوئے اور مجھے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔

میر دل خان نے مزید بتایا کہ ایک دفعہ بہت سارے لوگ آئے تھے۔ حاجی صاحب نے ان کے لئے بھری ذبح کی تقسیم کے لئے مجھے کہا میں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ لوگ بہت زیادہ ہیں ان میں ایک بھری کا گوشت کیسے تقسیم کروں گا۔ اس پر آپ نے گوشت میں خوب ہاتھ مارا اور دم کیا۔ تب آپ نے فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر تقسیم کر دو۔ میں نے تمام لوگوں میں گوشت تقسیم کیا مگر پھر بھی گوشت ختم نہیں ہوا۔ ایک اور واقعہ کے بارے میں بتایا کہ خیسورہ میں جب ڈاگئی سے فوج آگے بڑھی تو فقیر ایسی نے بال بچوں کو گھر بار چھوڑنے کا حکم دیا۔ غازی کم تھے سب لوگوں نے بھاگنا شروع کیا۔ ایک عورت نے نغان تابے کے اوپر چھوڑا تھا۔ چند دنوں بعد لوگ دوبارہ گھروں کو واپس لوٹ آئے یہ دیکھ کر حیران ہوئے تھے کہ وہی نغان تابے کے اوپر ویسا ہی پڑا تھا حالانکہ کتا ساتھ تھا مگر اس نے نہیں کھایا تھا۔

آپ نے مزید بتایا کہ ایک دفعہ فقیر ایسی خوشگئی میں تھے۔ رزمک سے ممبئی کے لئے جہاز آرہے تھے۔ ایک دن غازیوں نے تنگ آکر آپس میں مشورہ کیا کہ میں اور زمران دونوں مل کر فقیر ایسی سے بات کرے کہ وہ جہاز کے حق میں بددعا کرے۔ عشاء کی نماز کے بعد ہم دونوں آپ کے پاس گئے بات کی مگر آپ خاموش رہے۔ ہم نے پھر بات شروع کی پھر آپ نے فرمایا کہ وہ ایک عاجز اور فقیر بندہ ہے وہ جہازوں کا کیا کریں گے۔ ہم نے پھر بھی آپ کو بددعا کے لئے بہت تنگ کیا مگر آپ خاموش رہے۔ دوسرے دن خبر آئی کہ شوال اور سپن کمر کے درمیان وہ جہاز تباہ ہو گیا ہے۔ ہم بہت خوش ہوئے آپ کو بھی خوشخبری سنائی۔ میر دل نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ایک دفعہ شوال سے گوروک جارہے تھے۔ ہم باری باری آپ کو پیٹھ پر اٹھاتے تھے لیکن میری باری نہیں ہوتی تھی تو پھر ساتھ دوڑتا تھا۔ ایک جگہ آپ نے مجھے قریب بلایا اور اپنا ہاتھ میری ناک پر رکھا۔ میں نے ایسی عجیب خوشبو محسوس کی جو آج تک نہیں بھلا سکا۔ میر دل کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کی بیوی ڈیوٹی فقیر ایسی کی خدمت اور حفاظت کرنا تھی اس لئے جنگ اور امن دونوں صورتوں میں ہمیشہ ساتھ ہوتا تھا۔ دوپہر کو فقیر ایسی تھوڑا آرام فرماتے اور اس نے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ آپ جب سوتے تو پرندے آکر آپ کے ارد گرد منڈلاتے تھے۔

حاجی قادم خون نے ایک اور واقعہ بتاتے ہوئے کہا کہ ایک دفعہ شام گڑھی وام جارہے تھے ملک قادر خان صحت مند آدمی تھا۔ اس نے کہا کہ آج وہ حاجی صاحب کو سارا دن پیٹھ پر اٹھائے گا۔ حاجی صاحب کو پیٹھ پر اٹھالیا لیکن چند قدم چلنے کے بعد وہ پینے میں شرابور ہو گیا اور اس

میں مزید لے جانے کی سکت نہ رہی۔ پھر حاجی صاحب نے فرمایا کہ مجھے نیچے اتار دو وہ شرمندہ ہوا اور انہیں نیچے اتار دیا۔ حاجی قادم خون نے ایک دلچسپ واقعہ بتاتے ہوئے کہا۔ ابتدائی دنوں میں غزہ کے لئے جو اناج وغیرہ جمع ہوتا تھا۔ اس کو گڑھی وام میں سٹور کرتے تھے۔ وہاں گیدڑ زیادہ تھے اس لئے رات کو کھانے آجاتے تھے کئی بار گیدڑ کو صبح اناج کی بوریوں کے ساتھ مردہ پڑے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ یہ باتیں عشاء کی نماز کے بعد حاجی قادم خون کے گھر میں بہت سارے لوگوں کی موجودگی میں ہو رہی تھیں۔ اس موقع پر قادم خون کے بیٹے حاجی نام خون نے کمال خان بنوچی کے حوالے سے بتاتے ہوئے کہا کہ وہ بتا رہا تھا کہ اس نے سن رکھا تھا کہ وزیر میں ایک بڑا نیک فقیر ہے۔ دل میں خیال آیا کہ وزیر پور محسود جاہل لوگ ہیں اس فقیر کو خود دیکھنا چاہیے۔ وہ فقیر ایسی کے پاس آیا اس کی نظر فقیر ایسی کے گیدڑائی پر پڑی۔ گیدڑائی میں پیسے ہوتے تھے کمال خان کے دل میں خیال آیا تھا کہ اگر موقع ملے تو گیدڑائی سے پیسے چرائے گا۔ دوسرے دن فقیر ایسی دورے پر روانہ ہوئے تھے اور گیدڑائی لے جانے کیلئے کمال خان کو دیا تھا اس نے راستے میں موقع پا کر گیدڑائی میں ہاتھ ڈالا لیکن اس کے ہاتھ کپڑا آیا تھا۔ پھر خیال آیا کہ پیسے کم ہوں گے اس لئے ختم ہو گئے ہوں گے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد فقیر ایسی نے جب گیدڑائی میں ہاتھ ڈالا تو پیسے نکل آئے۔ کمال خان نے پھر موقع پا کر گیدڑائی میں ہاتھ ڈالا تھا مگر دوسری بار اس کو خالی لگا تھا۔ پھر فقیر ایسی جب بھی اس میں ہاتھ ڈالتے تو پیسے نکلتے تھے۔ کمال خان نے مسلسل دو دن تک یہ عمل کیا تھا۔ لیکن پھر اس کو بات سمجھ میں آگئی تھی۔ اس کے بعد فقیر ایسی کا ایسا مرید بنا کہ ۱۹۹۹ء میں اس کی وفات بھی سچے میں ہوئی۔

ملک محمد عالم خان لائیکہ مجاہد اخیل نے آپ کی کرامات کے بارے میں کہا کہ ذاتی طور اس کو ایسی کوئی بات محسوس نہیں ہوئی تاہم جمعہ کے آغاز سے پہلے کافی رونہ میں بزرگ کے مقام ایک جرگہ ہوا تھا۔ فقیر ایسی اس میں شامل تھے ملک خاندان خان اس کا چچا عبداللہ خان اور اسام خون نے فقیر ایسی کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اگر جہاد شروع ہو جائے تو وہ بھرپور تعاون فراہم کریں گے۔ اسی دن شام کو اسام خون نے مجھے بتایا کہ انہوں نے اس طالب (فقیر ایسی) کو بہت غور سے دیکھا ہے۔ وہ اس کو بہت نیک اور متقی لگا ہے۔ اس کو یہ محسوس ہوا ہے کہ اگر انہوں نے فرنگی کے خلاف جہاد شروع کیا تو وہ ضرور کامیاب ہوں گے اس لئے ان کی بھرپور مدد کرنی چاہیے۔

سین وام میں ہیرولی والد عظیم خان طوری خیل نے ایک دوست کے حوالے سے ایک فکر انگیز واقعہ بتاتے ہوئے کہا کہ ایک دفعہ وہ پشاور جا رہا تھا۔ راستے میں دو آہ میں اپنے دوست عیدباد شاہ کے ہاں قیام کیا اس نے مجھے بتایا کہ ٹل میں ایک وزیر نے اس کو بتایا کہ اس کے گاؤں کا ایک آدمی حج کرنے گیا تھا۔ آخری ایام میں پیسے ختم ہو گئے تھے۔ ایک شام اس نے مکہ شریف کے دروازے میں ایک آدمی کو مدد کے لئے کہا تھا۔ اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس کے پیچھے سات افراد کا ایک ٹولہ آنے والا ہے۔ اس ٹولے کے آگے سبز کپڑے والا آدمی تمہارا مسئلہ حل کرے گا۔ چند لمحے بعد وہی آدمی ملا تھا۔ ضرورت مند نے پکڑ کر اپنا مسئلہ بتایا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ اور پاؤں میرے پاؤں کے اوپر اور اپنی آنکھیں بند رکھو۔ ایک گھنٹہ بعد اس کو ٹل پہنچا تھا۔ وہ خوف کے مارے شدید ہمارا ہوا تھا۔ لوگوں نے فقیر ایسی کو ملنے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ آپ کو گوروک میں جب ملا تھا تو آپ کو پہچان لیا تھا۔ آپ نے دعا فرما کر تاکید کی تھی کہ آئندہ کسی سے ذکر مت کرنا۔

اس طرح ایک واقعہ عمر خان بند خیل نے اپنے والد لعل باز خان کے حوالے سے بتاتے ہوئے کہا کہ افغانستان میں اس کے والد کے پاس ایک شخص بابر آتا تھا اور فقیر ایسی سے ملانے کی درخواست کرتا تھا۔ والد صاحب فقیر ایسی کو جب ملے تھے تو اس آدمی کے بارے میں بات کی تھی مگر آپ نے ملنے سے انکار کیا تھا۔ کابل میں والد نے اس آدمی کو بتایا تھا۔ اس نے پھر درخواست کی تھی والد صاحب نے راستہ بتا کر کہا تھا کہ خود چلے جاؤ۔ اس نے والد کو بتایا کہ کوئی بارہمیت کر چکا ہے لیکن ارگین سے آگے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ ایک ماہ بعد والد گوروک آئے تھے اور فقیر ایسی سے اس آدمی کے بارے میں دوبارہ درخواست کی تھی۔ فقیر ایسی نے اجازت دی تھی۔ وہ آدمی میرے والد کے ساتھ گوروک آئے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے پاس پیسوں کا ایک بیگ تھا وہ اس نے فقیر ایسی کو دیا تھا پھر دونوں کے درمیان تخیلہ میں بات ہوئی تھی۔ رات لعل باز خان کے ساتھ قیام کیا تھا۔ سونے سے پہلے لعل باز خان نے اس سے

تھیں پوچھی تھی۔ جس پر کے باعث کمزوری اتنی زیادہ گھوڑوں کے آنے کی آواز۔ سوچنے کی طرف اشارہ کیا۔ گھوڑی گیت اتار اور خود۔ جب دیکھا تو واقعی وہ فقیر ایک دفعہ فقیر کے لوگ آپ کو ملنے کے بھائی ملک فتح خان۔ بھٹے کے بعد دیگوں کے تھے مھرے ہوئے تھے ماسٹر میر صاحب بھڑکر گوروک میں آپ نے فقیر ایسی کی کرامات۔ گوروک میں فدا ہوتی ہے اس کے سامنے میں حیدر لگوایا ہے۔ ان کے آپ نے کہا کہ حضور جہاد شروع ہو۔ جب کھانا آپ کے سامنے ہے۔ میزبان نے جب زبردستی خانہ نے بتایا تھا کہ واقعہ ملک صوفی اللہ دیا اللہ سے کہا تھا کہ فقیر ایہ حب میں رسول اللہ کو دیکھا ہے اس پر اس نے دوبارہ آپ ایک دن عصر۔ ہوش رہے زندانی کا گھر۔ کہ ماسٹر صاحب بحریاں فقیر ایسی سمل

تفصیل پوچھی تھی۔ جس پر اس آدمی نے کہا تھا ایک سال پہلے وہ پیدل حج کرنے گیا تھا واپس آتے ہوئے جب طور خم پہنچا تو پیسے ختم ہو گئے بھوک کے باعث کمزوری اتنی زیادہ تھی کہ آگے چلنے کا قابل نہیں رہا۔ کمزوری کے باعث سڑک کے کنارے لیٹ گیا۔ عشاء کا وقت ہو گیا اچانک گھوڑوں کے آنے کی آواز سنائی دی۔ اٹھ کر سڑک پر کھڑا ہوا سامنے تھوڑے تھوڑے فاصلے تین سوار آتے دیکھا اور ان کا راستہ روکا۔ پہلے دو سوار پیچھے کی طرف اشارہ کر کے آگے گزر گئے۔ تیسرے نے گھوڑا روک رکھا مجھے تجھے کو کہا۔ وہ اس کے پیچھے بیٹھ گیا اور آدھے گھنٹے بعد کابل میں لاہوری گیٹ اتار اور خود غائب ہوا۔ اس کے بعد اسے خیال آگیا تھا کہ یہ شاید فقیر ایسی ہوں گے۔ وہ اس لئے ملنا چاہتا تھا کہ خود دیکھ سکوں اور جب دیکھا تو واقعی وہ فقیر ایسی تھے۔

ایک دفعہ فقیر ایسی دورے پر مکین آئے تھے۔ ملک اصل خان مرحوم نے ان کی دعوت کی تھی۔ اس دوران اس پاس کے بہت سارے لوگ آپ کو ملنے آگئے تھے۔ اصل خان اتنا پریشان ہوا کہ پریشانی کے باعث گھر کے اندر چھپ گیا تھا۔ فقیر ایسی نے اصل خان کے بڑے بھائی ملک فتح خان سے کہا تھا کہ اصل خان کو بلا لاؤ۔ اصل خان سے آپ نے فرمایا تھا کہ گھر اومت مہمانوں کو کھانا دینا شروع کرو لیکن نکالنے کے بعد دیگوں کے منہ بند رکھو۔ اصل خان کا کہنا تھا کہ اس نے سارے مسافروں کو کھانا کھلایا جب شام کو دیگوں کے منہ کھولے پھر بھی آدھے گھرے ہوئے تھے۔

ماسٹر میر صاحب خان ساکن بنوں تحریک جہاد ہے پہلے بنوں میں ماسٹر تھے۔ آپ فقیر ایسی سے اتنے متاثر ہوئے تھے کہ ملازمت چھوڑ کر گورویک میں آپ کے پاس آئے اور یہی مستقبل سکونت اختیار کی۔ اکثر فقیر ایسی کے ساتھ ہوتے تھے اور تعلیم یافتہ تھے اس لئے آپ نے فقیر ایسی کی کرامات سے متعلق چند اہم واقعات اپنی ڈائری میں قلم بند کئے تھے جو ذیل میں درج ہیں۔

گورویک میں فقیر ایسی کے پاس ایک آدمی آیا عرض کیا تہائی میں ایک بات کرنا ہے۔ فقیر ایسی نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا اپنا آدمی ہے اس کے سامنے بات کرو۔ اس آدمی نے کہا تیرہ سال قبل اس نے ایک خواب دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمارے گاؤں حمو خیل میں دربار لگوا دیا ہے۔ ان کے ارد گرد بہت سارے لوگ جمع ہیں مگر آپ نے صرف آپ کو بلا کر فرمایا کہ آپ فرنگی کے خلاف غزہ شروع کریں گے۔ آپ نے کہا کہ حضور میں کمزور بندہ ہوں لیکن آپ نے فرمایا کہ فرنگی تمہارے ہاتھ سے ختم ہوں گے۔

جہاد شروع ہونے سے پہلے کی بات ہے ماسٹر میں حاجی مانی خان نے آپ کی دعوت کی تھی۔ آپ کے ساتھ دو طالبان اور بھی تھے۔ جب کھانا آپ کے سامنے رکھا گیا تو آپ کے ساتھیوں نے کھانا شروع کیا مگر آپ نے سوکھی روٹی اٹھائی۔ میزبان نے وجہ پوچھی تو آپ خاموش رہے۔ میزبان نے جب زبردستی آپ کو کھانے پر مجبور کیا تو آپ نے کہا کہ مرغی حرام ہے۔ اس پر میزبان کو غصہ آیا اور اٹھ کر گھر کے اندر چلا گیا خاتون خانہ نے بتایا تھا کہ واقعی وہ دوسرے گھر کی مرغی تھی۔

ملک صوفی اللہ یار میانوالی کے رہنے والے تھے۔ فقیر ایسی کو باقاعدگی سے چہرہ بھیجتے تھے۔ انگریز کو پتہ چلا تو انہوں نے صوفی اللہ یار سے کہا تھا کہ فقیر ایسی کو ہم نے کھڑا کیا ہے وہ فقیر ایسی سے بدظن ہو گئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد عمرہ کے لئے مکہ شریف گئے تھے وہاں خواب میں رسول اللہ کو دیکھا تھا۔ آپ نے خواب میں فرمایا تھا کہ فقیر ایسی نے سچے راستے کا انتخاب کیا ہے اس کی مدد کرنی چاہیے وہاں سے واپسی پر اس نے دوبارہ آپ کی مالی مدد شروع کی۔

ایک دن عصر کے وقت زنگائی خان طوری خیل گورویک آیا فقیر ایسی سے کہا کہ چوراس کی بحریاں چوری کر کے لے گیا ہے۔ آپ خاموش رہے زنگائی کا گھر گورویک سے مشرق کی جانب دو میل کے فاصلے پر تھا وہ مایوس ہو کر واپس گھر چلا گیا۔ شام کے بعد وہ دوبارہ آیا اور مجھے بتایا کہ ماسٹر صاحب بحریاں گھر پہنچ گئیں ہیں۔ میں نے فقیر ایسی کو بتایا مگر انہوں نے پھر خاموشی اختیار کی۔

فقیر ایسی سمل میں تھے یہاں کافی عرصہ سے بارش نہیں ہوئی تھی۔ ایک دن ظہر کے وقت آپ نے فرمایا سامان خلوت کے اندر

رکھو شاید بارش ہو جائے آسمان پر بادل نہیں تھے اس لئے ہمیں یقین نہیں آ رہا تھا۔ لیکن ایک گھنٹہ بعد تیز ہوا چلی، بادل نمودار ہوئے اور تھوڑی دیر بعد موسلا دھار بارش شروع ہوئی ہم سنبھل نہیں پائے تھے کہ شدید سیلاب آیا جس کے باعث ہم نے الگھڑ میں ایک بڑے پتھر کے اوپر رات گزاری۔

بنوں اور اس سے ملحقہ علاقوں میں خفیہ خطوط یا پیغامات پہنچانے کی ذمہ داری میری ہوتی تھی۔ کثرت سے پیدل جاتے کے سبب سخت تھکاوٹ محسوس ہوتی تھی مگر کچھ کہہ نہیں سکتا۔ ایک دن شام کے بعد آپ کے پاس پہنچا تھکاوٹ کے باعث برا حال تھا۔ آپ نے قریب سے کر دعا فرمائی۔ اس کے بعد تھکاوٹ کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ایک ضروری کام کے سلسلے میں صبح سویرے بنوں سے ماما زیارت سائیکل پر گیا۔ سائیکل وہاں کھڑی کی رات گورویک پہنچا۔ تھوڑا سا آرام کیا پھر صبح سویرے روانہ ہوا اور رات گئے بنوں پہنچا۔ پیر حسن نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ تین دیگر ساتھیوں کے ہمراہ فقیر ایپی کے ساتھ نقیب صاحب کو ملنے جلال آباد جا رہے تھے۔ ایک جگہ چھ مسلح ڈاکو نے ہمارا راستہ رک کر کہا کہ سامان پھینک دو۔ اس پر فقیر ایپی نے ہمیں حکم دیا کہ ان کے خلاف غزہ واجب ہے پتھر اٹھو۔ مقابلہ کرو ہم نے جب پتھر اٹھائے تو ڈاکو بھاگ گئے۔

خلیفہ شیر علی خان فضول خرچی کی حد تک سختی تھے۔ اس لئے ان پر بہت قرضہ تھا۔ انہوں نے ایک دن مجھ سے کہا کہ فقیر ایپی سے کہہ دیں کہ وہ میرے لئے افغانستان کے بادشاہ کے نام مالی مدد کے لئے خط لکھے۔ میں نے آپ سے بات کی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کسی بادشاہ سے مالی مدد نہیں مانگتے۔ میں نے دوبارہ درخواست کی۔ آپ نے مجھے خط لکھنے کو کہا میں نے خط لکھ دیا آپ نے سرخ پن سے دستخط کئے۔ شیر علی خان نے کابل میں بادشاہ کو خط دکھایا۔ بادشاہ نے خط دیکھا تھا اس پر فقیر ایپی کے دستخط نہیں تھے۔ شیر علی خان گورویک آئے پھر مجھ سے بات کی۔ میں نے فقیر ایپی کو بتایا مگر آپ نے دوسری بار خط لکھنے سے انکار کیا۔

آخر میں ماسٹر صاحب سے کوئی خاص واقعہ کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے کہا کہ ملازمت چھوڑنے کے بعد جب وہ پہلی بار فقیر ایپی کو ملے تو آپ نے نرمہ دیتے ہوئے کہا کہ عینک اتارو اور رات سونے سے پہلے اس کو آنکھوں میں لگایا کرو۔ میں نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا۔ اللہ کی شان دیکھئے اب تک ۹۲ سال عمر کے باوجود عینک کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اس کی بات کا یقین کرنا میرے لئے اس لئے مشکل نہ تھا کہ وہ میرے سامنے رات کے وقت لائٹ میں بغیر عینک کے خط پڑھ رہا تھا۔

بنوں یا قبائلی علاقوں کے علاوہ دوسرے علاقوں کے باعمل اور صالح علماء کرام بھی آپ کی روحانی قوت سے بہت متاثر تھے مثلاً حاجی کالج کے ایک اسٹنٹ پروفیسر حاجی کریم خان خٹک کے ساتھ ایک شام یونیورسٹی میں واک پر جا رہا تھا۔ فقیر ایپی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے گاؤں کے مولوی شید احمد صاحب ایک دن ہمیں بتا رہے تھے کہ فقیر ایپی نے جمادی سمیل اللہ کا جو عظیم الشان سلسلہ شروع کیا تھا اس میں انہیں اللہ تعالیٰ کی مکمل حمایت اور مدد شامل تھی۔ ہم نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ تو انہوں نے کہا کہ ایک رات انہوں نے خواب میں حضرت محمد ﷺ کو دیکھا کہ ہمارے گاؤں تشریف لائے ہیں اور گاؤں سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر کھڑے ہیں۔ فقیر ایپی ان کیساتھ ہیں اور آپ ﷺ کو جہاد کے مراکز، حکمت عملی اور مجاہدین کی کارکردگی کے بارے بتا رہے ہیں اور حضور اکرم آپ کی طرف دیکھ کر خوشی کا اظہار فرما رہے ہیں۔

امیر نیاز علی خان کے بیٹے مولوی محمد عبدالجلیل خان نے بتایا کہ جب وہ اکوڑہ خٹک میں زیر تعلیم تھے۔ ایک دن فائل پر مولوی عبدالحق صاحب مرحوم کے دستخط لے رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ان کے حساب سے فقیر ایپی رئیس المجاہدین تھے۔ جب فائل پر دستخط مکمل کئے تو انہوں نے مجھے ایک سو روپے دے کر فرمایا کہ میری بیٹائی کمزور ہو رہی ہے یہ میری طرف تمہارے والد صاحب کے لئے شکرانہ ہے ان کو میری طرف سے سلام کہنا اور بعد میں بتانا کہ میرے لئے دعا کرے۔ یہ بات اس نے مجھے میر علی میں حکیم حاجی مہابت خان بنوچی کی دوکان

میں بتائی۔ اس موقع پر میں نے حاجی مہابت خان سے پوچھا کیا آپ نے فقیر ایسی کے بارے میں ذاتی طور پر کچھ محسوس کیا ہے۔ اس نے بغیر تردد کے کہا کہ ہاں۔ میں نے تفصیل پوچھی تو وہ کہنے لگے کہ جمعہ کا دن تھا گوردیک میں فقیر ایسی کی خلوت کے ساتھ والی مسجد میں جمعہ کی نماز کی تیاری کر رہے تھے۔ فقیر ایسی مصلے پر بیٹھے تھے اس دوران گیارہ افراد آئے۔ گیت پر مجاہدین نے نام اور کام کے بارے میں پوچھا لیکن بغیر کوئی جواب کے اندر داخل ہوئے۔ ان میں ایک لمبی قمیص، لمبے قد اور بہت خوبصورت آنکھوں والا شخص تھا وہ جیسے مسجد کے اندر داخل ہوئے فقیر ایسی مصلے سے اٹھ کر انکو گلے لگایا اور پھر سب نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد فقیر ایسی نے اپنی چادر اتار کر ان کے لئے پٹھائی۔ وہ شخص آپ کی چادر پر بیٹھ گئے۔ بیٹھنے کے بعد دونوں نے تھوڑی دیر کے لئے ایک دوسرے کو دیکھا لیکن چند لمحوں بعد اس شخص نے بڑی دھمی آواز سے کہا کہ حاجی صاحب آپ کی آنکھوں میں دیکھنے سے میرے اندر آگ کی تپش محسوس ہو رہی ہے۔ اس پر فقیر ایسی نے ہمیں باہر جانے کے لئے کہا جب ہم باہر گئے۔ تو میں نے ان کے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ صرف اتنا جانتے ہیں کہ یہ شخص گزشتہ بارہ سال سے ہمارے قریب ایک جنگل میں روپوش ہیں۔ ہمارے چرواہے اس جنگل میں جھریاں چراتے ہیں اور ان کو ہر روز ایک پیالی دودھ دیتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ نہ کسی سے کوئی کلام فرماتا ہے اور نہ کسی سے کوئی چیز مانگتا ہے۔ گزشتہ دن انہوں نے صرف اتنا کہا تھا کہ کل گوردیک جاتا ہے۔ چرواہوں نے ہمیں بتایا اور ہم ان کے ساتھ یہاں آگئے۔ یہ کون ہیں اس کے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے۔ کئی کلی کے حاجی زار گل سے پوچھا کہ جب آپ پہلی بار فقیر ایسی کو ملے تو آپ نے کیا محسوس کیا۔ انہوں نے بتایا کہ فقیر ایسی کی ہمہ گیر شخصیت کا ہمیں ملنے سے پہلے اندازہ تھا لیکن جب میں انہیں پہلی بار ملا تو میں نے آپ کے چہرے اور بالخصوص آنکھوں میں حیران کن کشش اور عجیب تبدیلی محسوس کی مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ میں جو بات کہنے چاہ رہا تھا وہ کہہ نہ سکا کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے بعد جب ملتا تھا اسی قسم کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

ایک دفعہ آپ گڑھی وام سے شاہ ولی کی طرف جارہے تھے راستے میں زرگل میر علی کے ٹرک نمبر 418، ماڈل 58، امریکی ساخت سوار ہوئے۔ راستے میں ڈرائیور نے کہا کہ تیل کم ہے فاصلہ زیادہ اور آگے گاڑی رکنے کا خطرہ ہے۔ آپ نے کہا ٹینکی کا منہ مت کھولو اور چلتے رہو۔ اس کے بعد ٹرک مالک نے شاہ ولی زیارت سے بنوں تک کوئلے کے چار چکر لگائے تقریباً تین گھنٹے بعد میران شاہ میں زرگل کے بیٹے آزار خان نے تیل ڈالنے کے لئے جب ٹینکی کا منہ کھولا تو اس سے دھواں نکل آیا۔ خالی ٹینکی سے طویل عرصہ تک پہاڑوں میں دھواں گزارا راستوں میں چلانے کے باوجود ٹرک کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ آزار خان کو بعد میں ٹینکی بکھولنے پر بہت افسوس ہوا تھا۔

خلیفہ مردل خشک نے بلاشبہ نہ صرف جہاد فی سبیل اللہ میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں بلکہ ان کو فقیر ایسی کے تمام خلفاء میں ممتاز مقام بھی حاصل تھا۔ جہاد کے آخری ایام میں ان کو اپنے بارے میں گمان ہوا تھا کہ اب وہ خود کامل بن گئے ہیں اس لئے خلیفہ رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ فقیر ایسی کو آخری بار ملنے گئے تھے اور رخصت کے وقت کہا تھا کہ اب وہ خود لنگر جاری کرنا چاہتے ہیں اس لئے خلیفہ نہیں رہنا چاہتے فقیر ایسی نے آپ کو ایسا کرنے سے منع کیا تھا لیکن وہ نہیں مانے تھے تو آخر میں فقیر ایسی نے فرمایا تھا کہ واقعی جارہے ہو انہوں نے کہا تھا کہ ہاں، پھر فقیر ایسی نے فرمایا تھا کہ چادر ہلائیں۔ مردل خان نے ایسا ہی کیا تھا وہاں سے خالی ہاتھ واپس لوٹ آئے تھے اور اس کے بعد وہ بہت مشکل صورت حال سے دوچار ہوئے تھے اور آخری عمر میں پانچ کا بھی شکار ہوئے تھے۔

فقیر ایسی کی کرامات کے واقعات اتنے طویل ہیں کہ ان سب کو ریکارڈ پر لانے کے لئے ایک الگ بہت بڑی کتاب لکھنے کی ضرورت ہے لیکن یہاں پر آپ کی کرامات میں سے چند کا انتخاب محض آپ کی ہمہ گیر اور کرشمہ ساز شخصیت کو صحیح تناظر میں اجاگر کرنا تھا۔ ان مخصوص واقعات کے ذریعے آپ کی بے پناہ روحانی قوت کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے۔ اس طرح عدل و انصاف اور حقوق العباد کے بارے میں بھی آپ نے جو مثالی کردار ادا کیا اس سے قبائلیوں کے دلوں میں عزت و احترام کا ایک خاص مقام پیدا کیا۔ گو کہ اس بارے میں بہت ساری مثالوں کا حوالہ دیا

جاسکتا ہے مگر یہاں صرف ایک واقعہ نقل کرنے سے عام آدمی یہ اندازہ بخوبی لگا سکتا ہے کہ آپ مساوات اور عدل و انصاف کے معاملے میں کتنے حساس تھے۔ سپہ نگار خانے میں صبح نماز کے بعد گل کباب خان بنوچی چائے پکڑا رہا تھا اس کے ہاتھ بد چھوٹا ہونے کے باعث بہت چھوٹے تھے۔ میں نے اس کے قریب جا کر پوچھا کہ آپ نے فقیر ایپی کو دیکھا تھا؟ اس نے کہا ہاں، پھر اس سے فقیر ایپی کے حوالے خاص واقع کے بارے میں پوچھا۔ اس نے بتایا کہ ایک دفعہ گورو یک میں فقیر ایپی سمیت سب غازیوں کو دو دن تک کھانے کو کچھ نہیں ملا۔ سردی اور شدید بھوک کے باعث سب غازیوں کی بہت بری حالت تھی تیسرے دن کسی نے ایک بوری چنے لائے فقیر ایپی نے مجھے بلا کر ہدایت کی کہ آپ کے ہاتھ چھوٹے ہیں چنے کی بوری میں سے مٹھی بھر کر سب غازیوں میں تقسیم کرو اور ساتھ یہ بھی تاکید کی کہ دیکھو کسی کو کم یا زیادہ مت دو۔ میں نے فقیر ایپی کی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ آخر میں ایک مٹھی بھر کر فقیر ایپی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنے لئے جیب میں رکھو۔ فقیر ایپی نے خود اپنا ایک ہاتھ چنے کی بوری کی طرف بڑھایا اور اپنے لئے صرف نو دانے اٹھاتے ہوئے کہا ”میں آپ سب کی نسبت کمزور ہوں اس لئے میرے لئے نو (9) دانے کافی ہیں۔“ ان نو دانوں میں سے صرف تین دانے کھائے اور بقیہ چھ دانے بعد میں کھانے کے لئے اپنی جیب میں ڈال دئے۔

بیت المال کے بارے میں آپ اتنے محتاط تھے کہ زندگی بھر اپنی ضرورت کے لئے بیت المال سے کچھ نہیں لیا۔ ملک خیر محمد خان محسود نے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے فقیر ایپی کو ایک سو روپیہ دیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا یہ بیت المال کے لئے ہیں؟ میں نے کہا کہ نہیں یہ آپ کے ذاتی خرچہ کے لئے ہے۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ گھر میں تین دن سے پکانے کے لئے کچھ نہیں تھا آپ کے پیسوں سے گھر کی ضروریات پوری کریں گے۔

آپ کے جانشین امیر نیاز علی خان سے انٹرویو کے دوران میں نے پوچھا آخر وہ کونسی بات تھی کہ سب کچھ ملنے کے باوجود فقیر ایپی کو لینے سے منع کر رہی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ گٹ خان وزیر نے ایک دفعہ خلیفہ لطیف اور خلیفہ شیر علی خان کی موجودگی میں فقیر ایپی سے پوچھا تھا کہ نہ تو آپ کچھ لے رہے ہیں اور نہ ہمیں کچھ لینے کی اجازت دیتے ہیں آخر کیوں؟ آپ نے فرمایا تھا کہ خدا سے شرم آتی ہے۔ گٹ خان کا تو پہلے انتقال ہو چکا تھا لیکن میں نے خلیفہ لطیف خان طوری خیل مرحوم سے اس کی تفصیل پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ دراصل واقع یوں تھا کہ فقیر ایپی کو حکومت بہت ساری مراعات دینا چاہتی تھی لیکن فقیر ایپی راضی نہیں ہوتے تھے۔ ایک دن گٹ خان نے مجھے، شیر علی خان محسود اور گل حبیب خان وزیر سے کہا کہ اب تو فرنگی نہیں ہیں پاکستان بن چکا ہے۔ فقیر ایپی کو بہت ساری مراعات دے رہے ہیں آخر کیوں نہیں لیتے پھر ہم سب نے فقیر ایپی کے پاس جا کر پوچھا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے جو کچھ مانگا تھا وہ مجھے مل گیا۔ ہے اب مزید مانگنے یا کسی سے کچھ لینے سے مجھے خدا سے شرم آتی ہے۔ ہم نے تفصیل پوچھی تب آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ بنوں میں کسی کام کے سلسلے میں جا رہا تھا راستے میں دو دفعہ کلمہ کی بے حرمتی دیکھی۔ پھر میں نے قریب کی مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور رورو کر اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ اے اللہ مجھے اس کلمے کی بے حرمتی کا بدلہ لینے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔ اب اللہ تعالیٰ سے مزید کسی دنیوی چیز کے بارے دعا کرنے یا کسی سے کچھ لینے سے خدا سے شرم آتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر آپ لوگوں کو میرے نام کی وجہ سے حلال طریقے سے کچھ مل سکتا ہے تو آپ بے شک لے سکتے ہیں۔

آپ کی کرامات سے متعلق جو معلومات مستند حوالوں سے دستیاب ہو سکیں ان کی روشنی میں چیدہ چیدہ علماء کرام جن میں مولوی نور الاسلام بطور خاص شامل ہیں سے رائے معلوم کی۔ ان کا کہنا ہے کہ فقیر ایپی پیدائشی ولی تھے یعنی پیدائشی طور پر اللہ تعالیٰ کے دوست۔ وہ اپنے سلوک سے خدا کے دربار پہنچ جاتے ہیں، جب بات کرتے ہیں تو لوگوں کے دلوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ خود اپنے عمل سے لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے ہیں، اپنی مرضی کو فنا کرتے ہیں، ہر معاملہ میں خدا کی مرضی کا خیال رکھتے ہیں۔ کوئی خوش ہوتا ہے یا خفا اس کی پردہ نہیں کرتے

بجہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی مولوی نو

سلوک پر مقدم ہوا ہوتا ہے جس کو جذبہ

اسی طرح اولیاء میں ماں بہت صالح اور بے

لے جایا کرتے تھے آئیں دیکھا پھر کچھ مد

تلا۔ ماں نے کہا کہ اے یوں معشوق بننا چاہ

تیں کہ تو گائیوں کی۔ یہ واقعہ اس نے

کیلئے روانہ کیا راستے میں شیخ احمد رو

یہ گمان کے ڈانگریجہ رو پوش ہوئے۔ اس

پے اپنی ماں سے کیواں کو جاتا ہے۔ یہ واقعہ

حضرت جوب دیا (یہ بھی جگہ

جب آپ کو بیاہ کے چادر) کو اٹھا کر اڑا

لیا (یہ واقعہ براتیوں جلی میرزہ علی خان

جب وہ اس وقت موٹر لار سامان لار ہے تھے

سے اس کی ماں شہزک پر سرکاری کے ساتھ بنوں

بلکہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور خوشنودی کا خیال ہوتا ہے اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں۔

مولوی نور الاسلام نے مزید تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ اولیاء اللہ میں دو قسم ہیں۔ محبوب سالک اور ایک سالک محبوب جبکہ جذبہ سلوک پر مقدم ہو اس کو مجذوب سالک کہتے ہیں اور اسکو محبوب سالک بھی کہتے ہیں یعنی اسکی روحانیت پیدائشی ہوتی ہے۔ ابتداء اس قدر پاک ہوتا ہے جس کو جذبہ عمل سلوک (عبادت نوافل) حاصل ہوتا ہے اور بعض اور کو عمل نوافل عبادات کے بعد جذب (جذبہ) حاصل ہوتا ہے اسی طرح اولیاء میں ایک قسم مادر زاد ولی ہوتا ہے یعنی پیدائشی ولی اور یہ بہت کم ہوتے ہیں۔ حضرت عبدالقادر جیلانی باپ سے یتیم ہو گئے۔ اسکی ماں بہت صالح اور نیک خاتون بیوہ رہ گئی۔ اسکی چند گائیں تھیں جن کو صحرائیں چرانے کے لئے اس کی ماں اسکی عہد طفولیت میں اس کو دے کر لے جایا کرتے تھے ایک دن صحرائیں (جہاں کوئی انسان نہیں تھا) ہاتف سے گویا سنی کہا تو عاشق ہے یا معشوق۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا مگر کسی کو نہیں دیکھا پھر کچھ مدت بعد آواز آئی تو اس نے جواب دیا۔۔۔ میں تو نہیں سمجھتا میں اپنی ماں سے پوچھ کر بتاؤنگا۔ گھر میں آ کر ماں کو سارا حال سنایا۔ ماں نے کہا کہ اگر پھر یہ آواز سنو تو کہو میں معشوق بننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ دوسرے دن جو غیب (ہاتف) سے یہ آواز سنی تو کہا کہ میں معشوق ہوں معشوق بننا چاہتا ہوں۔ ایک دن گائیوں کو صبح کے وقت گھر سے صحرائی طرف لے جا رہا تھا تو گائیوں نے کہا اے عبدالقادر یہ تو تمہارا کام نہیں کہ تو گائیوں کو چراتا ہے تو اس نے کہا کہ میرا کوئی متولی نہیں کیا کروں۔ گائیوں نے کہا کہ ہم خود صحرائیں چر کر خود واپس گھر میں آئیں گی۔ یہ واقعہ اس نے اپنی ماں کو بتایا۔ ماں مبارک سمجھ گئیں کہ میرا بیٹا ایک غیر معمولی انسان ہے اس کو بغداد میں مدرسہ نظامیہ میں داخل کرنے کیلئے روانہ کیا راستے میں اس سے کئی کرامات صادر ہوئیں۔ اس بیان سے صرف یہ حجت کرتا ہے کہ وہ مادر زاد ولی تھے۔

شیخ احمد روحانی صاحب جو گردیز میں ایک پہاڑی میں چارپائی پر پڑا ہے ایک کوٹھے میں۔ کوٹھے کا دروازہ اندر سے بند ہے وہ دفن نہیں یہ گیان کے ڈانگریجہ کا (مشہور بزرگ سید) گزرا ہے کاپٹا ہے پیدائش کے وقت جب وہاں سے پیدا ہوئے تو بھاگ کر ایک چھوٹی سی کوٹھی میں روپوش ہوئے۔ اس واقعہ سے ماں پر سخت ہیبت طاری ہوئی۔ اپنے خاوند ڈانگریجہ کو اطلاع دی جب وہ آئے تو نو مولود بچے کو شفقت سے کہا کہ بچے! اپنی ماں سے کیوں بھاگے تو کہا والد صاحب! میں تنگ تھا (بے سر تھا) آپ مجھے اپنی چادر شریف دیکر مجھے چھپائیں میں آپ کے ساتھ اپنی ماں کو جاتا ہے۔ یہ واقعہ بھی مادر زاد ولی کا ثبوت ہے۔

حضرت پیر بابائری سے ایک دفعہ اپنی ماں نے کسی وجہ سے ناراض ہو کر کہا۔ میرا تم سے کیا فائدہ حاصل ہوا کیا کام پورا ہوا تو اس نے جواب دیا (یہ بھی ٹھن کی عمر ہے) کہ آپ کی ضرورت اس وقت بھی مجھ سے پوری ہوئی جبکہ میں دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا آپ سوچ کر یاد کرو جب آپ کو بیاہ کے وقت میرے والد کے گھر گھوڑی پر سوار کر کے لے جا رہے تھے تو راستے میں سخت تند ہوا آئی اور آپ کے سر سے دوپٹہ (چادر) کو اٹھا کر اڑا دیا آپ پر ہنہ سر تنگی رہ گئی تو جھٹ میں آکر آپ کے سر کو چادر سے چھپا لیا اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو وہ میں ہی تھا جو کہ آپ کو چھپا لیا (یہ واقعہ براتیوں نے دیکھا تھا تصدیق کر لیا۔ خود اس کی ماں کو بھی وہ واقعہ یاد آیا۔ یہ بھی مادر زاد ولی کی نشانی ہے۔ اب جناب اے پی فقیر حضرت حاجی میرزہ علی خان صاحب کے حالات زندگی ملاحظہ فرمائیں۔

جب وہ زمانہ شیر خوارگی میں (ایسی گاؤں میں) تھے اس زمانے میں انگریز اہدائی عہد میں بنوں سے انجمنی ٹوچی میں آئے تھے چونکہ اس وقت موٹر لاری وغیرہ سواری اور بار برداری کا سامان کچھ نہیں تھا اس لئے فوج خچروں کے کانوائی کے ذریعے پیدل بنوں سے میرانشاہ کو سامان لارہے تھے۔ جب کسی دن فوج کی کانوائی سڑک پر گزر رہی تھی اس دن حاجی صاحب اپنی ماں کا پستان نہیں چوستا تھا (تائی پہ نہ راؤدو) جس سے اس کی ماں شریف پریشان رہتی تھی کہ شاید اس کو کوئی بیماری لاحق ہے آخر کئی بار یہ واقعہ پیش آنے سے معلوم ہوا کہ اور کوئی وجہ نہیں سڑک پر سرکاری کانوائی کزرنے کے دن یہ معاملہ رہتا ہے۔ جب کسی قدر بڑے ہو کر علم دین حاصل کرنے کے لئے اپنے بڑے بھائی شیر زمان کے ساتھ بنوں نور ٹگئے تو حسب دستور اور چھوٹیوں کے ساتھ وٹیفے لانے کیلئے گاؤں کو جا رہے تھے مگر اس کا طریقہ یہ تھا کہ اپنی چادر سے منہ کو

چھپا کر وظیفے لانے جا رہے تھے نہ کسی لڑکے لڑکی، عورت کو دیکھتے تھے نہ اپنا منہ کسی اجنبی (عورت) کو دیکھاتے تھے۔ یہ اس کا عام معمول تھا حالانکہ وہ بہت چھوٹے سات آٹھ سال عمر کے تھے۔ اسی چٹن کی عمر میں ایک دفعہ اپنے بھائی شیر زمان کے ساتھ شیرہ تلہ پیدل جا رہے تھے کہ بھائی شیر زمان نے کہا مجھے سخت پیاس لگی ہے۔ واضح رہے کہ اس وقت شیرہ تلہ غیر آباد سنسان پہاڑی علاقہ تھا نہ کوئی گاؤں گھر نہ کوئی انسان وہاں رہتا تھا۔ تو چھوٹے بھائی فقیر اے پی صاحب نے کہا کیڑے (بھائی جان) (تھوڑا) صبر کرو کہیں خداوند پاک پانی پیدا کرے گا چنانچہ چند قدم آگے کمر کے نیچے ٹھنڈا شفاف پانی ایک جگہ میں موجود تھا جس کو دونوں نے منہ سے پیا۔ پھر آگے جاتے ہوئے بھائی شیر زمان نے کہا میں تو سخت بھوکا ہوں چھوٹے بھائی نے کہا اب سپین وام نزدیک ہے تھوڑی کوشش کریں کہیں تو روٹی مل جائے گی۔ ابھی تھوڑی دور نہیں گئے تھے کہ راستے میں ایک رومال میں ایک ٹیکالہ نختان دو ٹکڑے گوشت رومال میں لپیٹا پڑا ہوا تھا جس کو اٹھا کر دونوں نے سیر ہو کر کھایا۔ یہ ان کی عمدہ طفولیت کے واقعات ہیں جن سے نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ وہ مادر زاد ولی تھے۔

ایام طفولیت میں اس کو بچوں کے ساتھ کھیل کود میں کسی نے بھی نہیں دیکھا عمد شباب میں وہ چلہ کشی، عبادت، خدمت خلق میں مصروف رہتے تھے۔ زمانہ جہاد میں (جو متواتر دس سال تھا) بے شمار خرق عادات یعنی کرامات اس سے دیکھنے میں آئیں۔ جب جہاد پر تین سال کامیاب گزر گئے اور انگریزوں کو کئی بار ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا تو صاحب زادہ عصام الدین کو یو۔ کو گورنر سرحد نے حاجی صاحب کے پاس بھیجا کہ کھلا دیا کہ اگر حاجی صاحب کے ساتھ کسی ملک یا سلطنت کا ہاتھ ہو یا کوئی ایسی طاقت پاس ہو کہ انگریز جیسے عظیم حکومت کے ساتھ برسر پیکار ہو کر مقابلہ کر سکتا ہے تو مجھے بتائے اگر نہیں تو غریب رعایا کو انگریزوں سے تباہ نہ کرے وہ انگریز کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تو اس نے بہت عاجزی سے کہا کہ نہ میرے ساتھ کسی کا ہاتھ ہے نہ میرے پاس کچھ طاقت ہے میں تو فقیر آدمی ہوں مگر کفر اور اسلام میں دوستی نہیں ہو سکتی اس لئے مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو مگر اس نے بہت اصرار کیا کہ یا تو اپنی طاقت بتاؤ گے یا پھر جہاد بند کرو گے۔ تو اس نے کہا اچھا میں نے سرہ دار کے پانی پر بارہ چوکیدار بیٹھائے ہیں جو رزمک کیمپ سے ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر واقع ہے میں نے کیمپ کا پانی بند کر کے گھرے نالے میں چھوڑ دیا ہے انگریز کو کہو کہ اگر یہ پانی ایک مہینے تک اس نے بند بنا کر کیمپ تک لے گئے تو میں اس کے ساتھ تعلق نہ رکھوں گا (جہاد بند کروں گا) اور اگر وہ باوجود عظیم طاقت کے یہ پانی نہ اٹھا سکے تو مجھے اپنے حال پر چھوڑ دے۔ یہ حالات پا کر صاحب زادہ عصام الدین نے واپس ہو کر انگریز (گورنر) کو یہ بات بتائی۔ جس کے بعد انگریزوں نے دو ہفتے پورا انتظام مکمل کر کے صبح سات بجے حملہ شروع کیا۔ سرہ دار پر جس میں بارہ سو ملیشیا پہلے سرہ دار کی چوٹیوں پر قابض ہو گئی پھر چھ ہزار فوج بارہ ٹینک چھ ہوائی جہاز اور کیمپ سے چھ بڑی توپیں لے کر ملیشیا آخری سرحد پر پہنچ کر فوج کو اطلاع دی کہ محاذ صاف ہے کوئی بھی نہیں جبکہ وہ پانی کے بند سے بہت دور آگے چوٹیوں پر پہنچ گئے مجاہدین کی طرف سے کوئی حرکت کرنے والا دیکھا نہیں دیا۔ محکمہ انٹیلی جینس کا ایک افسر جو ہمارا دوست تھا وہ اس فوج میں بطور نگران مقرر تھا وہ اپنا چشم دید حالات یوں بیان کرتا ہے کہ ملیشیا نے فوج کو (وائر لیس سے) اطلاع دی کہ کوئی نہیں ہے کام شروع کرو۔ تو فوج نے پہلے اور گھینٹنی سے آگے بڑھ کر کام شروع کیا مگر جب پہلی گھینٹنی بند پر لگی تو فوراً ڈاز ایک ہمدوق سے ہونے لگی پھر دوسرا اور تیسرا اس کے بعد موسلا دھار بارش کی طرح گولیاں چلنے لگیں اور ساتھ ہی فوجی لگ کر زمین پر گرنے شروع ہوئے۔ ٹینکوں میں سے کوئی اونچے مکان سے گھرے گھرے میں گرنے لگے کوئی ہموار زمین پر الٹ کر اوندھے منہ گر گئے دو گھنٹے سخت جنگ کے بعد فوج تھم نہ سکی شکست کھاتے ہوئے پسپا ہونے لگی یہاں تک کہ واپس کیمپ میں جا داخل ہو گئے۔ اس کے بعد پھر فوج نکلنے اور حملے کی طاقت نہ رکھ کر ہمیشہ کے لئے پانی اٹھانے کو نوبت نہیں آئی۔ 15 اکتوبر 1936ء میں جب پہلے پہل فوج بارہ ہزار فوجی بریگیڈ اور بارہ سو ملیشیا بارہ ٹینک (شوبہ) اسی توپوں کے ساتھ حملہ آور ہوئی اس وقت حاجی صاحب (فقیر اے پی) کے ساتھ صرف ایک سو بیس نفر مجاہدین موجود تھے جن میں اسی کچے دیرہ وال ہمدوقیں تھیں باقی نئے تھے جب فوج دریائے ٹوچی سے گزر کر تین میل آگے بڑھی تو مجاہدین نے فائر شروع کیا تمام دن لڑائی جاری رہی مگر فوج مشکل چھ میل آگے بڑھ سکی اور رات کو آ کر کیمپ کیا

دوسرے دن پھر صبح سات بجے سے روانہ ہو کر جنگ شروع ہوئی تمام دن سخت لڑائی میں گزر اور فوج نے مشکل پھر تین میل آگے جا کر کیمپ کیا۔ تیسرے دن جب فوج روانہ ہوئی تو پہلے سے نہایت سخت گھمسان لڑائی میں فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور انہوں واپس ہونا شروع کیا۔ اس ذلت آمیز شکست میں مجاہدین نے تعاقب کر کے بنوں سے آنے والی مین سڑک تک فوج کو مارتے رہے اور بالآخر فوج میر علی کیمپ میں جا گھسی۔ اس سہ روزہ جنگ میں فوج کے بہت سارے سپاہی مارے گئے اور پانچ سو سے زائد زخمی ہو گئے چھ بڑے افسر (انگریز) مارے گئے اور پانچ چھ سو خچر سامان اور میگنیزین سے بار شد پہاڑوں میں بھاگ گئے اس کے بعد ایک سال تک دوسری جنگ کی ہمت نہ ہوئی۔

تو خیال کرنا چاہیے کہ ایک سو بیس مجاہدین کے ساتھ بارہ ہزار ترسٹ یافتہ فوج معہ بارہ سو ملیشیاء کا مقابلہ تین دن تک اس قدر عظیم جانی و مالی نقصان اٹھانے کے بعد واپس میر علی پسپا ہونا کیا یہ ظاہر کرامت نہیں ہے اور فقیر اے پی کے ساتھ یقیناً نصرت الہی شامل تھی۔

مسئلہ: احادیث نبوی میں مشہور حدیث سے ثابت ہے کہ جنگ بدر میں حضرت جبرائیل کے ساتھ ایک ہزار فرشتے حضور اکرم کی امداد کے لئے (جو قرآن شریف میں بیان ہے) آسمان سے اترے تھے۔ پھر حضور مبدک نے فرمایا کہ یہ فرشتے واپس آسمان کو نہیں گئے جہاں بھی دنیا میں کہیں بھی صحیح شرعی جہاد ہو قیامت تک یہ فرشتے اس میں شریک ہوں گے یہ فرشتوں کے باعث حاصل ہوئی جس میں حاجی صاحب کی برحق ولی ہونے کی علامت اور کرامت ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے مکتوبات شریف میں اور امام غزالیؒ نے احیاء العلوم اور شیخ اکبر بن عربیؒ نے فتوحات مکہ وغیرہ اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے مگر حضرت علامہ ابن عابدین شامی نے اپنے رسالہ اجلۃ غوث بیان حال نقباء النجباء والابدال وغیرہ میں قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ فدوی نے اختصار کی غرض سے اس رسالے سے چند جملے نقل کئے تاکہ اتنا معلوم ہو جائے کہ اس بیان کا غوث قطب اور ابدال وغیرہ کی حقیقت موجود ہے احادیث نبوی سے اور آیات قرآنی سے ثابت ہے مختلف علماء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ بے جیادوبے دلیل بات نہیں مگر ہاں یہ جید علماء کا کام ہے اور مومنین ایمان بالغیب والوں کا کام ہے۔ یورپین خیالات والے انگریزی جوانوں کا کام نہیں۔

رسالہ شامی میں صفحہ نمبر ۱۷۲ میں لکھا ہے ”عن ابن عمر عن رسول اللہ ﷺ قال رسول اللہ ﷺ خیار امتی فی کل قرن خمسہ و الابدال اربعون الخ“ میری امت میں پانچ سو خیار امت (بہترین لوگ) اور چالیس ابدال ہوں گے ہر قرن میں جب ان میں سے کوئی فوت ہو جائے تو دوسرے کو اس کی جگہ پر مقرر کرتا ہے اسی طرح عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ ﷺ من کن فیہ ثلاث فہو من ابدال الذین بہم قوام الدنیا والہلیا“ (۱) الرضاء اللہ (۲) والصبر من محارم اللہ (۳) والغضب فی ذات اللہ تعالیٰ (ترجمہ) معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ تین کسان ہیں جن میں تین باتیں موجود ہیں وہ ابدال ہیں جن کی برکت سے دنیا و اہل دنیا قائم ہے۔ (۱) رضا حکم اللہ (رصابقضا) (۲) اللہ تعالیٰ کی حرام چیزوں سے صبر (۳) اللہ تعالیٰ کے لئے (دین کی بے ادبی پر) غصے ہونا (یعنی الحب للہ و ریغض للہ) اسی طرح مثنوی مولانا روم میں ابدال کا مفصل ذکر ہے۔

حضرت عبد اللہ جان صاحب (جو موجودہ وقت میں عیدک میں سڑک کے کنارے مقیم ہیں اصل میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی اولاد میں سے ہیں) نے باقیات الصالحات ایک کتاب لکھی ہے جس میں اولیاء اللہ کا بیان ہے اور کہا ہے کہ اولیاء اللہ میں بعض صاحب منصب ہوتے ہیں جو وہ مقررہ عہدوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوتے ہیں انکے مناصب (منصب کی جمع ہے) غوث قطب ابدال اوتار نجیب نقیب رجال الغیب کے نام سے مشہور ہیں اور مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم میں بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

تو جناب فقیر اے پی صاحب (میرزہ علی خان) میں قطب ابدال کی علامات پائے جاتے تھے جو بعض خاص لوگوں نے عیاں ظاہر اخارج میں دیکھے تھے کوئی شک و شبہ کی بات نہیں مگر ہاں یہ امور بعض نفوس قدسیہ اور اہل ذکر کا کام ہے۔ عوام کا لانعام کا کام نہیں۔ حقیقت اپنی جگہ پر موجود ہوتی ہے اگر کوئی مانتا نہیں تو ان کو ماننے کی ضرورت نہیں اور وہ اس کا اظہار و شہرت کو پسند بھی نہیں کرتے۔

بظاہر تو یہ معمولی سے واقعات نظر آتے ہیں۔ مگر ان پر غور کرنے سے یہ جاننا آسان ہو جاتا ہے کہ فقیر ایسی نے اپنے لئے جو فلسفہ حیات متعین کیا تھا۔ اس کے لئے آپ نے اس راز کو جان لیا تھا کہ بقا کی دنیا میں جسم فنا کی بقا ہے یا فنا دنیا میں بقا کا راز ان کو معلوم ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنے جسم کو روح کی دنیا میں قید کر لیا تھا۔ پھر دنیا والوں نے دیکھا کہ آپ کا جسم اس قید میں کس قدر آزاد ہے۔ آپ نے اپنے جسم خاکی کو بقا کی دنیا سے ملایا تھا۔ گو کہ عام آدمی تصوف کے اس فلسفے سے واقف نہیں ہے۔ مگر اہل تصوف خوب جانتے ہیں کہ عقل کی دنیا سے بہت کچھ پس پردہ ہے۔ گو کہ عقل جسم کا رہنما ہے مگر جو عقل سے باہر ہے وہ عقل کا رہنما ہے مگر جسم جو فنا ہے، عقل کی آماجگاہ ہے، جسم کو دیکھتے ہیں اور سمجھنے کے دعویدار ہیں جسم کی حقیقت کیا ہے؟ اس میں فنا کی بات کیا ہے؟ بقا اس میں کہاں ہے؟ گما گسی میں گم روزگار میں کچھ ایسے مشغول ہیں ہم کہ اصل سے رابطہ ہی نہیں۔ اس معرکہ کو، اس غم روزگار کو، اس عقل کی دنیا کو، فنا کو اور روح کی دنیا کو ہم ختم کر سکتے ہیں اگر راہ مصطفیٰ کو اپنائیں اور اس مشعل راہ میں سب کچھ پنہاں اور عیاں ہے۔ یہی سب کچھ فقیر ایسی نے اس دنیا فانی میں عملی طور پر اپنایا تھا۔

دراصل فقیر ایسی نے اپنی مرضی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے حوالے کرنے کے بعد کھل کر مر مٹنے اور مٹ جانے کا ولولہ جہاد فی سبیل اللہ جیسے اعلیٰ و برتر مقصد کے لئے پچھ پچھ میں جانشیدی اور فداکاری کا جذبہ بیدار کیا۔ جیسا کہ طفیل احمد خان نے آپ کے بارے میں لکھا ہے ان اللہ والوں کی نگاہوں میں سحر و کش اور باتوں میں بے پناہ اثر یا یوں سمجھ لیجئے کہ جادو ہوتا ہے۔ وہ رضائے الہی کے لئے اپنی ذات کو فنا کر دیتے ہیں۔ ان کا ہر انداز زندگی خدا کے لئے ہوتا ہے۔

اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے حتیٰ کہ کھانے پینے میں خدا کی رضا اور خوشنودی کا خیال خاطر ہوتا ہے۔ وہ اپنے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور بندوں کے لئے سوچتے ہیں۔ فاقہ کرتے ہیں تو پھر بھی شکر ادا کرتے ہیں، بیمار پڑتے ہیں پھٹے پرانے کپڑے پہنتے ہیں یا ننگے پاؤں چلتے ہیں۔ خوش اور امن پسندی ان کا شعار ہوتا ہے۔ لیکن اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ کسی نے ان کے دین پر غلط نگاہ ڈالی ہے تو پھر مجسم قہر و جلال بن جاتے ہیں۔ پھر انہیں کسی طاقت کا خیال آتا ہے نہ مروت کا اور نہ دولت کا۔

چنانچہ بظاہر ایک معصوم اور بے ضرر فقیر حاجی مرزا علی خان نے جب دیکھا کہ دشمن نے دین میں مداخلت کی ہے تو وہ نہ صرف اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان عمل میں کود پڑے بلکہ اپنے مریدین کی سرفروشی اور جی داری میں ایک نئے جوش و عمل کا اضافہ فنا کے بعد بقا کے دائمی پیغام سے کیا اور ساتھ یہ بھی بتایا کہ یہی کامیابی کی اصل کنجی ہے۔ چونکہ آپ کا مقصد اعلیٰ و ارفع تھا اور خود بھی عملی طور پر انمول کردار کی حامل شخصیت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی باتوں کا دلوں پر دیرپا اور بے پناہ کشش ہوتی تھی اور اس طرح جذبہ الوہیت اور سرور و لذت کی کیفیت سے انہیں سرشار کر کے سرگرم کار کیا۔ اس کے بعد دنیا والوں نے دیکھا کہ وہی قوم جو نہستی اور کم مایہ تھی ٹوٹ کر آگے بڑھی۔ ان کے سینوں میں جذبہ اسلام کے شعلے بھڑک رہے تھے اور دل نور ایمان سے منور تھے۔ نیتوں میں خلوص اور ارادوں میں پہاڑ جیسا عزم تھا۔ خاص بات یہ کہ مٹا جانتے تھے اور جسے مٹا آتا ہے پھر ان کو کون مٹا سکتا ہے۔ ان کے نزدیک موت ہی اصل زندگی بن چکی تھی۔ جب ان کا یہ حال تھا تو پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد ان جیسے بندگی کا حق ادا کرنے والوں کیساتھ ہمیشہ شامل ہوتی ہے یہی نہیں بلکہ انہیں فقری کے بھیس میں بھی عظمت، کشش اور روحانیت جیسے بلند برتر مرتبوں سے نواز جاتا ہے جو مرنے کے بعد بھی پہلے سے زیادہ لوگوں کے دلوں پر گہرے نقوش اور بہت دیرپا اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔

بظاہر تو یہ معمولی سے واقعات نظر آتے ہیں۔ مگر ان پر غور کرنے سے یہ جاننا آسان ہو جاتا ہے کہ فقیر اپنی "سیر" نے اپنے لئے جو فلسفہ حیات متعین کیا تھا۔ اس کے لئے آپؐ نے اس راز کو جان لیا تھا کہ بقا کی دنیا میں جسم فنا کی بقا ہے یا فنا دنیا میں بقا کا راز ان کو معلوم ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنے جسم کو روح کی دنیا میں قید کر لیا تھا۔ پھر دنیا والوں نے دیکھا کہ آپؐ کا جسم اس قید میں کس قدر آزاد ہے۔ آپؐ نے اپنے جسم خاکی کو بقا کی دنیا سے ملایا تھا۔ گو کہ عام آدمی تصوف کے اس فلسفے سے واقف نہیں ہے۔ مگر اہل تصوف خوب جانتے ہیں کہ عقل کی دنیا سے بہت کچھ پس پردہ ہے۔ گو کہ عقل جسم کا رہنما ہے مگر جو عقل سے باہر ہے وہ عقل کا رہنما ہے مگر جسم جو فنا ہے، عقل کی آماجگاہ ہے، جسم کو دیکھتے ہیں اور سمجھنے کے دعویدار ہیں جسم کی حقیقت کیا ہے؟ اس میں فنا کی بات کیا ہے؟ بقا اس میں کہاں ہے؟ گمراہی میں گم روزگار میں کچھ ایسے مشغول ہیں ہم کہ اصل سے رابطہ ہی نہیں۔ اس معمہ کو، اس غم روزگار کو، اس عقل کی دنیا کو، فنا کو اور روح کی دنیا کو ہم ختم کر سکتے ہیں اگر راہ مصطفیٰؐ کو اپنائیں اور اس عقل راہ میں سب کچھ پہاں اور عیاں ہے۔ یہ سب کچھ سیر اپنی سے اس دنیا میں ہے۔

در اصل فقیر ایسی نے اپنی مرضی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے حوالے کرنے کے بعد کھل کر مر مٹنے اور مٹ جانے کا دلولہ جہاد فی سبیل اللہ جیسے اعلیٰ و برتر مقصد کے لئے بچے بچے میں جا شادی اور فداکاری کا جذبہ بیدار کیا۔ جیسا کہ طفیل احمد خان نے آپ کے بارے میں لکھا ہے ان اللہ والوں کی نگاہوں میں سحر و کش اور باتوں میں بے پناہ اثر یا یوں سمجھ لیجئے کہ جادو ہوتا ہے۔ وہ رضائے الہی کے لئے اپنی ذات کو فنا کر دیتے ہیں۔ ان کا ہر انداز زندگی خدا کے لئے ہوتا ہے۔

اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے حتیٰ کہ کھانے پینے میں خدا کی رضا اور خوشنودی کا خیال خاطر ہوتا ہے۔ وہ اپنے لئے نہیں بلکہ

چنانچہ بظاہر ایک معصوم اور بے ضرر فقیر حاجی مرزا علی خان نے جب دیکھا کہ دشمن نے دین میں مداخلت کی ہے تو وہ نہ صرف اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان عمل میں کود پڑے بلکہ اپنے مریدین کی سرفروشی اور جی داری میں ایک نئے جوش و عمل کا اضافہ فنا کے بعد بقا کے دائمی پیغام سے کیا اور ساتھ یہ بھی بتایا کہ یہی کامیابی کی اصل کنجی ہے۔ چونکہ آپ کا مقصد اعلیٰ وارفیع تھا اور خود بھی عملی طور پر انمول کردار کی حامل شخصیت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی باتوں کا دلوں پر دیرپا اور بے پناہ کشش ہوتی تھی اور اس طرح جذبہ الوہیت اور سرور و لذت کی کیفیت سے انہیں سرشار کر کے سرگرم کار کیا۔ اس کے بعد دنیا والوں نے دیکھا کہ وہی قوم جو نعمتی اور کم مایہ تھی ٹوٹ کر آگے بڑھی۔ ان کے سینوں میں جذبہ اسلام کے شعلے بھڑک رہے تھے اور دل نور ایمان سے منور تھے۔ نیتوں میں خلوص اور ارادوں میں پہاڑ جیسا عزم تھا۔ خاص بات یہ کہ مٹنا جانتے تھے اور جسے مٹنا آتا ہے پھر ان کو کون مٹا سکتا ہے۔ ان کے نزدیک موت ہی اصل زندگی بن چکی تھی۔ جب ان کا یہ حال تھا تو پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد ان جیسے بندگی کا حق ادا کرنے والوں کیساتھ ہمیشہ شامل ہوتی ہے یہی نہیں بلکہ انہیں فقری کے بھیس میں بھی عظمت، کشش اور روحانیت جیسے بلند برتر مرتبوں سے نواز جاتا ہے جو مرنے کے بعد بھی پہلے سے زیادہ لوگوں کے دلوں پر گہرے نقوش اور بہت دیرپا اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔



سجادہ نشین فقیر اپی امیر نیاز علی خان اپی

فقیر ایپی کے سجادہ نشین امیر نیاز علی خان کا تفصیلی انٹرویو

آپ ۱۹۳۴ء میں سلجھ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ چار سال کے تھے کہ آپ کے والد وفات پا گئے۔ جہاد کا سلسلہ شروع تھا۔ بارہ سال کی عمر میں آپ کے چچا مولانا صاحب وفات پا گئے۔ آپ نے وفات سے پہلے انہیں نہیں دیکھا تھا۔ والد کی وفات کے بعد آپ اور دیگر اہل خانہ ماموں کے پاس تھے۔ چچا کی وفات کے بعد آپ نے فقیر ایپی کو اطلاع بھجوائی کہ وہ ان سے ملنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے انگریزوں کی طرف سے درپیش مشکلات کے سبب انہیں گورویک آنے سے منع کر دیا۔ کئی بار اطلاع بھجوائی مگر حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے انہوں نے منع کر دیا۔ آخر کار وہ راضی ہو گئے اور آپ گورویک چلے گئے۔ آپ نے ملاقات کے دوران ان سے کہا کہ آپ اہل خانہ سمیت گورویک آنا چاہتے ہیں انہوں نے جہاد کے سلسلے اور فرنگیوں کی طرف سے درپیش مشکلات اور خطرات کے بارے میں بتایا۔ آپ نے کہا کہ وہ ہر قسم کی مشکلات برداشت کرنے کیلئے تیار ہیں۔ انہوں نے عید کے بعد آنے کا کہا۔ لہذا عید کے بعد آپ گورویک چلے گئے۔ وہیں آپ نے علم حاصل کیا چونکہ کمسن تھے اور بدوق چلانا بھی نہیں آتی تھی اس لئے جہاد میں عملی حصہ نہ لے سکے مگر ایک مرتبہ فقیر ایپی کو ایک لٹھی چوڑا ہوا چاہیے تھا جو آپ اور آپ کے ساتھیوں نے کھجوری کے نو تعمیر شدہ قلعے سے نکالا اور گورویک بھیج دیا۔ اس کے علاوہ تعمیر ہونے والے قلعے کی اینٹیں دور پھینک آتے تاکہ قلعہ تعمیر نہ ہو سکے اور فرنگی یہاں پاؤں نہ جما سکیں۔

گورویک میں گزارے ہوئے دن بہت ہی کٹھن تھے۔ نو ماہ تک مسلسل مہدی کی گئی جس میں تیس جہازوں نے شرکت کی اور دو دو کر کے آتے تھے۔ یہ جہاز دن کے وقت بارہ گھنٹوں میں دو دو جہازوں کی شکل میں پندرہ حملے کرتے تھے مگر گورویک پر نو مہینے مسلسل بمباری کے باوجود کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ صرف ایک مرغ، ایک اونٹ اور ایک بکری مارے گئے۔ گورویک پر حملہ کرنے والے جہاز مندرجہ ذیل اسلحہ استعمال کرتے تھے۔ (۱) جہاز سے فائرنگ کی جاتی۔ (۲) ہزار پاؤنڈ کے بمبوں کی مہدی کی جاتی جس سے نو گز گہرا گڑھا بن جاتا اور ہوا کے دباؤ کو تین کلو میٹر دور تک لوگ محسوس کرتے۔ (۳) ٹائم بم جہازوں کے ذریعے پھینکے جاتے جو مہدی کے کئی گھنٹوں بعد پھٹ جاتے۔ آپ تیرہ سال کے تھے۔ جب ۱۹۴۲ء میں پاکستان معرض وجود میں آیا تو اس وقت نہ صرف صوبہ سرحد کے اکثر افسران انگریز تھے بلکہ انگریزی قوانین کو بھی برقرار رکھا گیا اور اسلامی نظام کے نفاذ کو نظر انداز کر دیا گیا۔ بعد میں اسلامی نظام کے مطالبے پر فقیر ایپی اور قبائلی لشکر پر مہدی کی گئی جس سے کشیدگی بڑھ گئی۔ لہذا فقیر ایپی کی وفات تک حکومت سے مخالفت و بایکاٹ رکھا۔

فقیر ایپی کی وفات سے تین دن پہلے آپ گٹ طوری خیل اور جنت گل کے ساتھ ایک خلوت میں سوئے ہوئے تھے۔ آپ نے خواب دیکھا کہ فقیر ایپی ایک مکان میں بیٹھا ہے اور اس میں دو بلب ایک بڑا بلب اور ایک چھوٹا لگے ہوئے ہیں۔ آپ نے ان سے کچھ سامان لیا اور رخصت ہونے کی اجازت چاہی کہ اچانک بڑا بلب جھ گیا مگر چھوٹا بلب بدستور چلتا رہا۔ جب آپ نے واپسی کیلئے قدم اٹھایا تو جوتے کا تلوہ زمین پر ہی رہ گیا اور اوپر کا چمڑا اور میخیں اٹھ گئیں۔ زر جان طوری خیل نے خواب میں کہا کہ آپ جانیں سکتے۔ آپ نے جوتا پھر تلوے پر رکھا جو تاپہلے کی طرح پھر جڑ گیا اور آپ نیند سے بیدار ہو گئے۔ جاگنے پر آپ نے بتایا کہ آج میں نے بہت عجیب خواب دیکھا ہے جنت گل نے کہا کہ میں نے بھی ایک ڈرانا خواب دیکھا ہے۔ آپ کو فقیر ایپی کی طبیعت میں تاسازی کی اطلاع ملی۔ آپ جب ان کے پاس گئے تو ان کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ گردن کی رگیں تنی ہوئی تھیں۔ ان کی حالت دیکھ کر آپ کو اپنا خواب یاد آیا۔ دل میں وسوسے اور خدشات جنم لینے لگے۔ اگلے دن صبح فقیر ایپی نے وصیت نامہ بہرام خان سے لکھوایا اور جب آپ ان کے پاس آئے تو کہا کہ بہرام خان سے وصیت نامہ لے لو آپ نے وصیت نامہ بہرام خان سے لے لیا۔ تیسرے دن تیز بارش ہو رہی تھی۔ مداجان ان کے تلوے پر مالش کر رہا تھا۔ آپ نے انہیں ہٹایا اور آپ نے تلوے پر مالش شروع

کی۔ ڈاکٹر بھی ساتھ ہی بیٹھا تھا جیسے ہی آپ نے مالش شروع کی آپ نے فوراً تلوے کو چھوڑ کر ان کے ہاتھ کو چھوا۔ ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔ فقیر ایپی کی وفات کی خبر جلی بن کر گری۔ اسی رات مختلف قبیلوں کو خطوط لکھے گئے۔ قاصدوں کو خطوط دے کر مختلف اطراف میں روانہ کر دیے گئے۔ فقیر ایپی کو تین دن بعد گورویک میں دفن کر دیا گیا۔ دور دراز علاقوں تک فقیر ایپی کی وفات کی خبر ابھی نہیں پہنچی تھی۔ جنازہ و زیارت کیلئے بنوچی اور لاکھوں کی تعداد میں دیگر قبائل آئے۔ کافی عرصہ تک لوگ آتے رہے۔

اسی دوران ملا شیر علی خان محسود اور مولوی وارث خان منظر خیل نے ایک رجسٹر پر الفاظ ”آپ اسلام“ اپنی قوم اور وطن کے دھندلے رہیں گے“ لکھے اور آپ سے دستخط لئے جو کہ حلف تھا۔ اس کے بعد تمام وقت وہ لوگوں سے نیاز علی خان کے حق میں امیر المجاہدین کے لئے بیعت لیتے رہے۔ لاکھوں افراد کی بیعت کیلئے تین بڑے بڑے رجسٹر استعمال کیے گئے۔ بیعت مکمل ہونے کے بعد آپ کو امیر المجاہدین کا خطاب دے دیا گیا۔ رسم ادا ہوتے ہی گیارہ توپوں کی سلامی نئے امیر کو پیش کی گئی۔ ہوائی فائرنگ سے پورا پہاڑی سلسلہ گونج اٹھا۔ بیعت کے دوران افغان ایجنٹوں نے رقوم تقسیم کیں تاکہ نیاز علی خان کے حق میں بیعت نہ ہو سکے۔ افغان آفیسر بھی موجود تھے اور حالات کا جائزہ لے رہے تھے۔ جب لاکھوں افراد نے آپ کے حق میں بیعت کی تو یہ افسر رخصت ہو گئے اور پھر بات چیت کے لئے واپس نہ آئے۔ افغان حکومت اور ان سے تعلق رکھنے والے اشخاص نے گورویک سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ ایک سال کا عرصہ گزر گیا نہ ہی افغان حکومت کی طرف سے کوئی تعزیت موصول ہوئی اور نہ ہم نے ان سے کسی سلسلے میں گفتگو کی۔ افغان حکومت اس سلسلے کے دوران مختلف مشکلات کھڑی کرتی رہی۔ بالآخر ایک سال بعد انہوں نے رابطہ کیا مگر حوصلہ افزاء پیش رفت نہ ہو سکی۔

آپ نے اس دوران قوموں میں اصلاحی عمل جاری رکھا اور وقت کے ساتھ شرعی نکات نافذ کرتے رہے۔ مثلاً عورت کا سر میت کیلئے خیرات کا عمل گھروں کو آگ لگانے کی ممانعت چھوٹے بچوں کو دشمنی کے دوران قتل نہ کرنا، عورتوں کو دشمنی کی دوران قتل نہ کرنا، فصلوں کو نہ جلانا، مویشیوں کو نہ مارنا، ہر شخص آبادی بڑھانے کیلئے دس درخت لگائے گا۔ روزہ و نماز کی سختی سے پابندی ہوگی۔ شادی میں وصول باجے اور مگائے نہیں جائیں گے۔ اسی طرح مختلف شرعی قوانین کو وقتاً فوقتاً نافذ کیا جاتا رہا۔ اس دوران تمام منقطع رابطے بحال ہو گئے چھ سال بعد افغانستان میں بیرونی مداخلت بڑھ گئی جسے آپ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھ رہے تھے اس دوران جہاد کا سلسلہ بہت ہی ہلکا ہلکا شروع ہو گیا۔ جہاد کے شروع میں خالد جان محمد صافی اور سیف الدین خروٹی گلبدین حکمت یار کی طرف سے آپ کے پاس آئے اور آپ سے درخواست کی کہ آپ افغان جہاد میں ہمارے ساتھ مدد کریں۔ جب جہاد کئی گروہوں کی صورت میں شروع ہوا تو افغان جہادی لیڈر آپ کے پاس آئے جن میں گلبدین حکمت یار، مولوی یونس خالص، محمد نبی اور سلیمان آغاشاہ آغا وغیرہ شامل تھے۔ آپ نے ان سے کہا کہ آپ لوگ آپس میں باہمی مشورے سے ایک شخص کو اپنا لیڈر تسلیم کر لیں۔ اس طرح آپ کے درمیان اتفاق و اتحاد رہے گا اور افغان جہاد پر اس کے اچھے اثرات پڑیں گے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی بات سچا ہے لیکن ہمیں امداد دینے والے اس بات کو پسند نہیں کرتے اور وہ امداد اسی صورت میں دیں گے جب ہم گروہوں کی صورت میں جہاد کریں آپ نے ان سے کہا کہ آپ ان سے تعاون کریں گے مگر کسی گروہ کے ساتھ شامل نہیں ہوں گے۔

اس دوران آپ کے بیٹوں الحاج نور ولی خان، حاجی خان وزیر، الحاج شیر محمد خان نے جہاد میں گورویک کی طرف سے کمانڈ کی اور افغان جہاد میں حصہ لیا۔ جسمیں روسیوں کو سخت نقصانات پہنچائے گئے۔ ان کے ہیلی کاپٹر مار گرائے، ٹینکوں اور بھتر بند گاڑیوں کو تباہ کیا گیا۔ گورویک کی توپوں کو اونٹوں پر لاد کر لایا گیا اور ان سے روسیوں اور ان فوجی مقامات پر گولہ باری کی گئی۔ اس دوران آپ دیگر گروہوں کے ساتھ بھی اسلحہ اور مالی امداد کرتے رہے۔ بالآخر لاکھوں قربانیوں کے بعد روس افغانستان چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ روسی انخلاء کے بعد آپ نے جہادی گروہوں کے کمانڈروں کو پیغامات بھجوائے کہ آپ لوگ باہم مشورہ سے ایک شخص کو اپنا لیڈر تسلیم کریں اور پر امن طریقہ سے حکومت سنبھال لیں اور زخم خوردہ افغان عوام کے مسائل اور مشکلات حل کریں۔ اگر آپ باہمی مشاورت میں کامیاب نہیں ہوتے تو حکومت سازی کا عمل لویہ جرگہ کے

ذریعے حل کریں جس میں قبائل آپ کے ساتھ ہر ممکن مدد کیلئے تیار ہیں مگر اس دوران افغانستان میں عسکری مداخلت کے ختم ہوتے ہی ہر وئی سیاسی مداخلتیں شروع ہوئیں اور افغان عوام کے مصائب کم ہونے کی بجائے بڑھتے گئے۔ ہریر وئی مداخلت نے افغان سیاست کے مزاج کو سمجھنے کی بجائے نئے نئے تجربے کرنے شروع کیے جس سے حالات مزید پیچیدہ ہوتے گئے۔ اس دوران آپ نے افغان مسئلہ حل کرنے کیلئے تمام گروہوں سے رابطہ جاری رکھا اور انہیں امن اور اتحاد و اتفاق کا مشورہ دے رہے اور نہ صرف قبائلی علاقوں میں بلکہ قبائلی علاقوں سے باہر بھی افغان مسئلہ کے حل اور ہر وئی مداخلتوں کی روک تھام کیلئے جلسے کانفرنس اور جرگے ہوتے رہے اور ہر وئی مداخلتوں کی مذمت کرتے ہوئے افغان قوم کو اتحاد کا درس دیا گیا۔ افغان گروہوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ لویہ جرگہ جو کہ افغانستان کی تاریخی اساس ہے کے ذریعے مسئلہ مذکورہ کو حل کیا جائے مگر تاحال افغانستان ہر وئی مداخلتوں کی زد میں ہے۔

آپ افغان امن قبائلی علاقوں میں اصلاح اور ان کے مسائل و مشکلات اور معاملات حل کرنے میں بھرپور کردار ادا کرتے رہے اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے کوشش جاری رکھی ہوئی ہیں۔ آپ نے اب تک تین ہزار قبائلی معاملات جن میں قتل، ذہنی، زمین کی تقسیم اور دیگر معاملات کے ساتھ ساتھ بین القبائلی معاملات بھی شامل ہیں حل کئے ہیں۔ آپ نے علاقے میں جرائم، فتنہ اور فساد کی پٹ لکھنے کی ہے جس سے علاقے کے عوام مطمئن اور مسرور ہیں۔ حال ہی میں طوری خیل قبیلہ کے علماء کرام اور طالبان نے معاشرے کی اصلاح اور مختلف جرائم کی پٹ لکھنے کے لئے تحریک اسلامی کے نام سے ایک تحریک شروع کی ہے۔ آپ اس تحریک کے بھی امیر ہیں۔ مذکورہ تحریک نے کم وقت میں بڑا مثبت اور فعال کردار ادا کیا ہے۔ تحریک کے معاملات چلانے کے لئے علماء کرام پر مشتمل مجلس شوری قائم کی گئی ہے۔ جس میں تمام امور پر تفصیل سے بحث مباحثے ہوتے ہیں اور امید ہے کہ یہ تحریک نہ صرف قبائلی علاقوں بلکہ پورے ملک کے لئے اسلامی نظام کے نفاذ میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہوگی۔

فقیر ایپی کی وصیت کے مطابق قبائلیوں نے مشورہ کر کے نیاز علی خان کو آپ کا جانشین مقرر کیا۔ محمود خان بلوچ نے آپ کو اردو اور فارسی میں ابتدائی تعلیم دی۔ فقیر ایپی کی یادگار کے طور پر ڈیورنڈ لائن کے دونوں طرف قبائل کی نیاز مندی آپ کے ساتھ بدستور قائم ہے۔ قبائلی تنازعات کو حل کرنے میں غیر معمولی کردار کے باعث قبائلیوں میں قومی یکجہتی کے علمبردار کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ قدرت نے آپ کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا ہے علاقائی رسم و رواج و معاملات کے علاوہ قومی اور بین الاقوامی معاملات پر آپ کو بے پناہ عبور حاصل ہے۔ اسلام اور آزادی کی خاطر پشتون قبائل کا عظیم الشان کردار، فقیر ایپی کی انتھک جدوجہد، فرنگی اور بالخصوص پاکستانی حکام کا ان کے خلاف غیر حقیقت پسندانہ رویہ، پاکستان کی عمومی گھمبیر صورتحال میں کار فرما عوامل اور ان کا سبب افغانستان کی بگڑتی ہوئی صورتحال اور مستقبل کے حوالے سے منفی اثرات، علماء کرام کے عمومی کردار، ملاکنڈ اور ہزارہ میں شریعت کے خلاف کے علاوہ قبائلی اقدار و روایات، جرگہ سسٹم اور معاملات و تنازعات میں کار فرما عوامل سے متعلق آپ کا تفصیلی انٹرویو نذر قارئین ہے۔

سوال..... آپ کے خیال میں فقیر ایپی کی فقید المثال تاریخی اور عظیم جدوجہد اور تاریخ ساز کامیابیوں میں پس پردہ کار فرما عوامل کیا تھے؟

جواب..... بہت سارے تھے۔ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات غوطی سمجھتے ہیں کہ فقیر ایپی اور ان کے ساتھیوں نے جس کمپرسی کی حالت میں نہایت محدود وسائل اور قلیل افرادی قوت کے باوجود ایک منظم اور طاقتور دشمن کے خلاف جو عظیم جدوجہد کی وہ یقیناً ہر لحاظ سے اسلام اور آزادی کے حوالے سے ایک منفرد جدوجہد تھی۔ جہاں تک تاریخ ساز کامیابیوں میں پس پردہ کار فرما عوامل کی بات ہے تو میرے خیال میں کئی عوامل کار فرما تھے۔ یعنی یہ کہ وہ اپنے مقصد میں مخلص تھے، اس کے حصول کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا تھا۔ تمام دنیاوی خواہشات سے مکمل کنارہ کشی اختیار کی تھی اور خاص بات یہ کہ اپنی بات منوانے سے پہلے خود اس پر عمل کرتے تھے۔ خود عمل کرنے کے بعد جب لوگوں کو جہاد کے لئے پکارتے تھے تو آپ کی بات ان کے دلوں پر اثر انداز ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ بے سرو سامانی کے

باوجود آپ کی تاریخ ساز کامیابیوں میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی آپ کے ساتھ ہمیشہ شامل حال رہی۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کئی بار کمال مہربانی سے ایسے نازک موقعوں پر دشمن کے زرخے سے بچایا ہے کہ انسانی عقل جان کر دنگ رہ جاتی ہے اور آخری بات یہ کہ جیسے آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ جنگ اسلحہ یا تعداد سے نہیں بلکہ سچے جذبوں سے لڑی جاتی ہے ان کا عقیدہ تھا کہ اگر جذبہ سچا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہر وسرہ ہے تو پھر کامیابی انسان کے قدم چومتی ہے۔

سوال..... پشتون قبائل کی طویل اور عظیم جدوجہد اور فقیر ایپی کی بے مثال انتھک جنگ و دو اور کمال درجہ مہارت کے دوست و دشمن دونوں متعارف ہیں لیکن آزادی کے بعد ان کی عظیم جدوجہد کو تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ پاکستانی حکمرانوں نے غیر حقیقت پسندانہ رویہ اپنایا آخر کیوں؟

جواب..... پشتون قبائل اور فقیر ایپی کی عظیم جدوجہد کے پیچھے بہت سے غیر معمولی عوامل اور حقائق کار فرما رہے ہیں۔ عام آدمی جب تک حقائق سے آگاہ نہیں ہوگا تب تک ان حقائق کو سمجھ نہیں پائے گا۔ پشتونوں نے نامعلوم زمانہ سے اپنی الگ شناخت، روایات و رسومات کے تحفظ اور اسلام کی پاسداری کی خاطر ہمیشہ سے بیرونی یلغاروں کے خلاف انتھک جنگ و دو کی ہے۔ جب مغربی سامراج نے برصغیر میں قیادت سنبھالی تو ان کے کارندوں نے سب سے پہلے یہاں کے معاشرتی ڈھانچے اور عقائد کا قریب سے گہرا مطالعہ کیا پھر اس کی روشنی میں یہاں پر مستقل گرفت حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن جب ۱۸۵۷ء میں انہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا تو تب ان پر یہ حقیقت آشکارہ ہو گئی کہ دین اسلام پر جیسے رکھنے والے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی غلامی قبول نہیں کریں گے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد فرنگیوں کے خلاف پورے ہندوستان میں منظم اور مسلح جدوجہد کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ مگر پشتون قوم نے فرنگی یلغار کے خلاف پوری ایک صدی تک تو اس سے اسلام کے ایک انتہائی اہم اور بنیادی رکن جہاد کی شمع نہ صرف روشن کئے رکھی بلکہ جرأت بہادری اور قربانی کے باعث فرنگیوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر کے تاریخ میں ایک گرانقدر باب کا اضافہ بھی کیا۔

اس کے برعکس انگریزوں نے جب پشتونوں کی بنیادی وصف یعنی آزادی کے ساتھ غیر متزلزل وابستگی جان لی۔ تو ان کے جذبہ آزادی کو ختم کرنے کے لئے ایک ایسا کافرانہ نظام وضع کیا۔ جس کے ذریعے ایک طرف انہوں نے یہاں کے غیور لوگوں پر بھیانک مظالم ڈھائے جبکہ دوسری طرف ایسے مخصوص افراد بھی پیدا کئے جو نام و نسب کے اعتبار سے مسلمان تھے مگر تہذیب، شعور اور عمل کے لحاظ سے فرنگیوں کے زر خرید غلام تھے۔ ان حربوں کا واضح مقصد غیر ملکی استعمار کی تربیت یافتہ نسل پیدا کرنا تھا۔ اس طریقہ کار کے تحت جب ان کی تربیت یافتہ نسل سن شعور کو پہنچی تو اس عرصہ میں سامراج کے خلاف چنگاریاں شعلوں میں بدل چکی تھیں۔ جن میں دوسروں کے علاوہ فقیر ایپی کا کردار غیر معمولی اہمیت کا حامل رہا۔ اس کے بعد سامراج تو رخصت ہوئے لیکن انہوں نے اپنی تربیت یافتہ نسل کو ہمیشہ کے لئے یہاں کی سیاسی اور انتظامی قیادت پر فائز کر کے انہیں اپنا جانشین بنایا۔ پشتون علاقہ میں تو پوری انتظامی مشینری پر فرنگی بذات خود قابض تھے۔ اس کے باوجود انگریز کے وفاداروں نے برائے نام آزادی کی بڑی دھوم دھام سے تشیر کی لیکن اسلامی نظام کے نفاذ پر چپ سادھ لی۔ فرنگی نظام اور افراد کی موجودگی میں چند افراد یا مخصوص خاندانوں کو سیاہ سفید کا مالک بنانا اور عوام الناس کو نظر انداز کرنا بھلا یہ کیسی آزادی تھی۔

ہم نے یہ بات انگریزوں کے جانے کے فوراً بعد محسوس بھی کی اور اس کے خلاف جدوجہد بھی شروع کی مگر مٹھی بھر عناصر جو سیاہ و سفید کے مالک بن بیٹھے تھے نے ہم پر انگریزوں سے بڑھ کر مظالم شروع کئے۔ فقیر ایپی نے اس صورتحال کا جائزہ لینے کے لئے چھ مہینے مسلسل خاموشی اختیار کی مگر جب حالات میں بہتری کی کوئی صورت سامنے نہیں آئی تو انہوں نے بڑی شدت سے یہ بات محسوس کی کہ اسلام کے نام پر یہاں کے عوام کو بہت بڑا دھوکہ دیا گیا ہے۔ ایسے حالات میں فقیر ایپی نے آئندہ کے لئے مستقل لائحہ عمل مرتب کرنے کی غرض سے وزیرستان کے علماء کرام سے مشورہ کیا۔ علماء کرام نے متفقہ فتویٰ دیا کہ پشتون علاقہ میں انگریز افسران اور ان کے دئے ہوئے نظام کے خلاف پہلے کی طرح جہاد کی شدید ضرورت ہے۔ تاہم فقیر ایپی نے مسلح تصادم سے گریز کیا۔ مگر عوام کے ساتھ ایک دفعہ پھر راپٹوں کا سلسلہ

امیر نیاز علی خان اپنی کے ساتھ انٹرویو کی تصویریں جھلکیاں





شروع کیا۔ انگریز افسران کی رپورٹوں پر
 سوال۔ پاکستانی حکمرانوں نے کئی بار ف
 طالب۔ پاکستان کے حکمرانوں نے مر
 کے ذریعے فقیر ایپی کے ساتھ رابطہ
 حمران یا تو فرنگی تھے یا ان کے تربیت یا
 اسی طرح معلوم تھا کہ فقیر ایپی جیسے
 است حیات یا مذاکرات محض ٹر خاوی کے
 سوال۔ فقیر ایپی کا بیادی موقف کہ
 جواب۔ فقیر ایپی کا بیادی موقف یہ
 کی جان و مال اور عزت نہ صرف
 کی ادائیگی سے بھی غولی آگاہ ہو۔
 پر صرف کرنے کا واضح طریقہ کا
 ڈاکو، چور، بد کردار، لٹیرے اور
 عزت ہو جبکہ چور، ڈاکو
 جس میں عوام کے تمام م
 قرآن اور سنت رسول کے عیر
 اس کے باوجود مخالفین آپ کو م
 جواب۔ فقیر ایپی ملک دشمن نہیں
 لئے ملک دشمن سمجھتے تھے کہ یہ
 ۵۲ برس سے تسلسل
 کی تبدیلی کی بات کرتے ہیں
 خالص کر دیا ہے۔ انگریز کا قانون ان
 کی تھی مگر پاکستان کے مفاد پرست
 پشتون قوم کے لئے اگ
 لیکن سوچنے اور سمجھنے کی بات
 اس سر زمین سے وہ غا
 غلاموں نے
 کوئی گنجائش نہیں تھی۔
 سوال۔ آپ کے ساتھ کبھی کسی نے
 کئی بار کوشش کی گئی ہے مگر



شروع کیا۔ انگریز افسران کی رپورٹوں پر آپ کے خلاف وسیع پیمانہ پر ہوائی جہازوں کو حرکت میں لایا گیا اور مہماری کی گئی۔

سوال..... پاکستانی حکمرانوں نے کئی بار فقیر ایپی کے ساتھ بات چیت کے دور کئے مگر کوئی مثبت نتیجہ سامنے نہیں آیا کیوں؟

جواب..... پاکستان کے حکمرانوں نے مولوی تاج عالم محسود، ملک گلاب خان محسود، لعل بہار خان محسود، خلیفہ گلا خان مداحیل اور کئی دوسرے افراد کے ذریعے فقیر ایپی کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن مثبت نتیجہ اس لئے سامنے نہیں آیا کہ یہاں قبائلی علاقہ میں اکثر افسران یا تو فرنگی تھے یا ان کے تربیت یافتہ تھے۔ قبائلی علاقوں کی پس ماندگی کے باوجود یہاں پر ان کے بے پناہ مفادات واپس تھے۔ ان لوگوں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ فقیر ایپی جیسے سچے اور دیانت دار شخص کے ہاتھ اگر اقتدار آجائے تو ان کے لئے بہت مشکل ہو جائے گی۔ اس لئے بات چیت یا مذاکرات محض ٹر خاوی کے لئے کرتے تھے۔

سوال..... فقیر ایپی کا بنیادی موقف کیا تھا؟

جواب..... فقیر ایپی کا بنیادی موقف یہ تھا کہ اپنی آزاد سر زمین پر کسی انسان کے مرتب کردہ قوانین کی بجائے صرف اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ ہو۔ لوگوں کی جان و مال اور عزت نہ صرف محفوظ ہو بلکہ انہیں ہر شعبہ زندگی میں بغیر کسی تفریق کے مساویانہ حقوق بھی حاصل ہوں اور ساتھ فرائض کی ادائیگی سے بھی غولی آگاہ ہو۔ معاملات کی صورت میں سب کو بلا امتیاز سست اور فوری انصاف میسر ہو۔ وسائل خواص کی بجائے عوام الناس پر صرف کرنے کا واضح طریقہ کار قائم ہو۔ ہر آدمی کو اسکی اہلیت اور قابلیت کی بنا پر آگے بڑھنے کے مواقع میسر ہوں۔ عوام کے نمائندے ڈاکو، چور، بد کردار، لٹیرے اور بے ایمان نہ ہوں بلکہ صحیح معنوں میں خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار ہوں۔ اچھے باکردار اور ایماندار لوگوں کی عزت ہو جبکہ چور، ڈاکو اور بے ایمان لوگوں کیلئے ایسی مثالی سزا ہو کہ دیکھنے والے عبرت حاصل کر سکیں۔ مختصر یہ کہ ایسا نظام دینا چاہتے تھے جس میں عوام کے تمام مسائل بشمول عوام کے مسائل مقامی طور پر اپنے لوگ حل کر سکیں جبکہ لین دین تنازعات و معاملات وغیرہ سب قرآن اور سنت رسول کے عین مطابق حل ہو سکیں۔

سوال..... اس کے باوجود مخالفین آپ کو ملک دشمن تصور کرتے تھے، آخر کیوں؟

جواب..... فقیر ایپی ملک دشمن نہیں تھے بلکہ درحقیقت اس ملک میں رائج کافرانہ نظام کے مخالف تھے۔ وطن دشمن اور ضمیر فروش عناصر آپ کو اس لئے ملک دشمن سمجھتے تھے کہ یہ اپنے آقاؤں کے چھوڑے ہوئے نظام کو اپنے مفادات کے لئے ناگزیر تصور کرتے تھے۔ اس بات کی تصدیق گذشتہ ۵۲ برس سے تسلسل سے رونما ہونے والے واقعات اور حالات کرتے ہیں۔ آج بھی لوگ سسٹم کار و نارتوتے ہیں اور چروں کی بجائے نظام کی تبدیلی کی بات کرتے ہیں اور اس کیلئے تنگ و دو بھی کرتے ہیں۔ لیکن انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ انہوں نے بہت طویل اور قیمتی وقت ضائع کر دیا ہے۔ انگریز کا قانون ان کی زبان، لباس حتیٰ کہ اٹھنے بیٹھنے کا انداز ان کے خون میں سرایت کر چکا ہے۔ ہم نے یہ بات ۵۲ سال پہلے کہی تھی مگر پاکستان کے مفاد پرست اور عوام دشمن حکمرانوں نے نہیں مانی۔ جس پر فقیر ایپی نے علماء کرام کے فتوے اور قبائلی عوام کے بھرپور تعاون سے پشتون قوم کے لئے الگ اسلامی ریاست کا تصور پیش کیا جس میں شریعت محمدی کا نفاذ ہو۔ اس پر خود غرض حکمرانوں نے ہمیں غدار کہا۔ لیکن سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اس ملک کی آزادی کے لئے خون ہم نے دیا جو لوگ اپنے وطن کے لئے خون کی قربانی دیں بھلا وہ کیسے چاہیں گے کہ اس سر زمین سے وہ غداری کریں جس کی آزادی میں ان کے اور ان کے آباء اجداد کا خون شامل ہو۔ خاص بات یہ کہ ہمیں عوام نے نہیں بلکہ غداروں اور غلاموں نے غدار کہا کیوں؟ اس لئے کہ ہم جس نظام کی بات کر رہے تھے اس میں ان غداروں اور ضمیر فروشوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں تھی۔

سوال..... آپ کے ساتھ کبھی کسی نے بات چیت کرنے یا آپ کو اعتماد میں لینے کی کوشش کی ہے؟

جواب..... کئی بار کوشش کی گئی ہے مگر میں ان کے ساتھ بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

سوال..... کیوں؟

جواب..... یہ لوگ بے اعتبار ہیں۔

سوال..... وہ کیسے؟

جواب..... دیکھئے بات بہت سیدھی سادی ہے فرنگی کے جانے سے پہلے برصغیر کے مسلمانوں کا صرف ایک نعرہ تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا ہے۔ اب نصف صدی گزر گئی اس دوران ان لوگوں نے اس ملک اور اس کے رہنے والوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا۔ کتنے تجربات کئے، کتنے غم آزمائے، کتنے حکمران آئے اور گئے۔ سب کچھ ہوتا رہا لیکن کچھ نہیں ہوا تو وہ یہ ہے کہ جو اصلی نعرہ تھا اس کو ہمیشہ کے لئے پس پشت ڈال دیا گیا۔ اس لئے تو میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ بے اعتبار ہیں یعنی ان حکمرانوں نے بہت ظلم کیا اپنے آپ پر اس ملک پر اور اس ملک کے عوام پر۔ اب ان کے لئے سارے راستے بند ہو چکے ہیں تو اس بے بسی کی صورت میں ان خائن اور بے اعتبار حکمرانوں پر میرے لئے اعتبار کرنا بالکل ناممکن ہے۔

سوال..... افغانستان نے پشتون قبائل یا ان کے اکابرین کی ہر مشکل گھڑی میں فراخ دلانہ مدد کی ہے۔ فقیر ایپی کے ساتھ افغان حکمران ظاہر شاہ کارویہ کیسار ہا؟

جواب..... اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امیر عبدالرحمن سے لے کر امیر امان اللہ بلکہ نادر شاہ کے دور تک افغانستان نے ہمیشہ پشتون قبائل اور ان کے اکابرین کی ہر طرح بھرپور مدد کی ہے۔ تمام سرکردہ غازیوں کو افغانستان نے جاگیریں اور زمینیں بھی دی ہیں اور ہر طرح کا خیال رکھا گیا ہے۔ اس طرح ظاہر شاہ کو بھی چاہیے تھا کہ وہ ایک اسلامی اور افغان حکومت کے سربراہ کی حیثیت سے فقیر ایپی کی بھرپور مدد کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ افغانستان میں النازیر اور محمود قبائل کو تنگ کرنا شروع کیا۔ یہ سب کچھ فرنگی سامراج کے خوف سے کر رہے تھے۔ (فقیر ایپی کے پاس دو جرمن سفارتکار آ رہے تھے راستے میں فرنگی کے ڈر سے انہیں قتل کیا گیا)۔

سوال..... بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فقیر ایپی جرمن کے ایجنٹ تھے آپ اس بارے میں کیا فرمائیں گے؟

جواب..... یہ سفید جھوٹ ہے جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں وہ دراصل فقیر ایپی کی عظیم جدوجہد سے واقف نہیں ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر آزادی کی تحریکوں کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو ان میں بلاشبہ فقیر ایپی کی تحریک جہاد فی سبیل اللہ ہر لحاظ سے منفرد اہمیت کی حامل رہی ہے۔ آپ کی تحریک دراصل قبائلیوں کی صد سالہ جدوجہد کا تسلسل تھی۔ فرنگی کو طویل عرصہ تک وزیرستان کے سنگناخ پہاڑوں میں نہ ختم ہونے والی جنگوں میں پھنسا کر انہیں مالی و جانی ہر دو لحاظ سے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ افغانستان میں سفارتکار اور بالخصوص جرمن سفارتخانہ ان جنگوں کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ انکے خیال میں انگریز کی وہ طاقت نہیں رہی تھی جو پہلے تھی۔ اس لئے جرمن نے یہاں کے حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرنگی کے خلاف دوسری عالمگیر جنگ شروع کی یعنی انہوں نے ہندوستان میں فقیر ایپی کی تحریک سے متاثر ہو کر فرنگی کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ اس لئے یہ کہنا کہ فقیر ایپی جرمن کے ایجنٹ تھے جھوٹ اور بہتان کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ سچائی کا تقاضا یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے ضمیر کو جھنجھوڑ کر یہ کہہ دیں کہ جرمن نے فرنگی کے خلاف اعلان جنگ فقیر ایپی سے متاثر ہو کر کیا تھا اور فقیر ایپی کی حمایت ان کی مجبوری تھی۔ دوسری خاص بات یہ کہ اگر فقیر ایپی کے جرمن کے ساتھ تعلقات تھے تو یہ خلاف شریعت نہیں۔ چونکہ جب سرور کائنات نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو انہوں نے یہودیوں کے ساتھ معاہدہ کیا کہ اگر مدینہ پر کوئی حملہ کرنا چاہے تو اس صورت میں دونوں اس کا دفاع کریں گے اور یہ کہ خلافت عثمانیہ بھی جنگ میں جرمن کا اتحادی تھا اور اس وجہ سے ہندوستان بھر کے مسلمانوں کی ہمدردیاں ان کے ساتھ شامل تھیں۔

سوال..... پاکستان کی اب تک عمومی صورت حال سے متعلق آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

جواب..... میرے خیال میں دنیا میں پاکستان ہی وہ بد بخت خطہ ہے جہاں اندرونی طور پر ظالمانہ اور بے وقوفانہ حکومتیں مسلط رہی ہیں اور

الا قوامی طور پر مالیاتی ادارے۔ جو لوگ ان حقائق سے چشم پوشی کر رہے ہیں۔ افسوس ہے ان کے ذہنوں اور ضمیروں پر جو سمجھتے ہیں کہ ان چند سو خاندانوں کے ذریعے پاکستان میں کسی غریب کا کوئی مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے۔ میری سمجھ سے یہ بات باہر ہے کہ کسی بھی پسماندہ ترین علاقہ کا نمائندہ کوئی متمول ترین شخص کیسے ہو سکتا ہے جو اپنے بچوں کو اچھے تعلیمی اداروں میں پڑھائے، صحیح طریقے سے اپنا علاج کرائے۔ عوام دشمنوں کو کیا غم ہو سکتا ہے کہ ان کے علاقہ میں سکول ہیں یا نہیں اگر ہیں تو کس حال میں ہیں۔ ہسپتال یا ڈسپنسری ہے یا نہیں؟ اس کا ڈاکٹر کہاں ہے؟ اس کی دوائی کون کھا رہا ہے؟ مختصر یہ کہ یہاں نظام نہیں عذاب ہے۔ جس میں عوام کی ناکہ بندی کی گئی ہے۔ ہر معاملے میں کوٹہ کوٹہ ملازمت میں تعلیم میں، صحت میں، ترقیاتی فنڈ میں استحقاق میں، پروٹوکول میں، حتیٰ کہ ہرجے میں مخصوص افراد اور خاندانوں کا کوٹہ۔ اگر نہیں ہے تو عوام بے چارے کیلئے مایوسی اور محرومی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ جہاں قوانین بنائے جاتے ہیں وہ تو جاگیرداروں، زمینداروں، صنعتکاروں، سمگلروں اور لٹیروں کا حجرہ ہے۔ اسمبلیاں جو عوامی نمائندوں پر نہیں خواص پر مشتمل ہیں۔ چند منٹھی بھر عناصر نے نمائندگی کے حق پر جبراً قبضہ کیا ہوا ہے۔ حالانکہ عوام کی نمائندگی کا حق وہ طبقات ادا کر رہی نہیں سکتے جن کا وجود ہی عوام کے حقوق غصب کرنے کا مرہون منت ہو۔ برس ہا برس سے مخصوص علاقوں سے مخصوص خاندان ہی نمائندگی کرتے چلے آ رہے ہیں۔ تو کیا وہاں اچھے باشندے اور بااخلاق لوگوں کی کمی ہے۔ عام طور پر جب لوگوں کی حالت پاکستانی عوام جیسی ہو جائے تو ملکوں کی شکست و رست ہو جلیا کرتی ہے۔

اس وقت دنیا میں پاکستان ہی وہ واحد ملک ہے جس کے تمام قومی ادارے بد عنوانی اور کرپشن کے شکار بنائے گئے ہیں۔ قوم کو اعلیٰ داروغ قومی مقاصد سے اتادور کر دیا گیا ہے کہ اپنی غربت کی نمائش افتخار سے کرتے ہیں۔ بھیک مانگنے پر شرم اور ندامت کی بجائے فخر کیا جاتا ہے جب کوئی بھاری سود پر قرضہ دیتا ہے تو بڑی دھوم دھام سے ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس کی تحسیر کی جاتی ہے۔ لیکن اس کے بدلے قومی خود مختاری اور غیرت کا جو جنازہ نکل جاتا ہے اس پر کوئی پشیمانی نہیں ہوتی۔ حکمرانوں نے باوقار اور غیر متحد قوم کو غربت کی دلدل میں پھنسا کر اس کی غیرت اور ایمان کو بری طرح پامال کیا ہوا ہے۔ اسلام اور جمہوریت کو تسلسل سے اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کی خاطر استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان صرف سیاسی و اقتصادی بحرانوں سے ہی نہیں بلکہ بہت بڑے اخلاقی بحران سے بھی دوچار ہے دولت مندی و قار کا نشان بن گئی ہے۔ دولت جائز ہو یا ناجائز اب یہ سب جاننا ان کی تہذیب میں شامل نہیں ہے۔ ایسی اخلاقی گراؤت کے راستے پر گامزن قوم کی بقاء ایک سوالیہ نشان بن کر رہ جاتی ہے۔ مایوسی اور بیزاری ایسی ملت کے نوجوانوں کی صلاحیتیں ماند کر دیتی ہے۔

کرپشن جیسی لعنت میں پوری قوم ملوث ہو گئی ہے۔ مسجدوں میں ہم پھٹ رہے ہیں ہر قومی مایوسی اور انجانے خوف میں مبتلا ہے۔ پورا سماج بری طرح گرداب میں پھنسا ہوا ہے۔ یہ دلدل اور کیچڑ بہت گہری اور زہریلی ہے۔ کبھی لوگ بے بہت بڑی ہمار یوں کا شکار ہیں۔ مگر کسی کو کیا پروا آدھی صدی اس طرح مایوسی میں گزر گئی۔ آگے وقت کے گزرنے کیلئے راستہ ہی نظر نہیں آتا۔ انتخابات کروانے کا مطلب ایک ہی نکلتا ہے۔ کبھی ایک ٹولہ کبھی دوسرا ٹولہ۔ بنیادی وجہ یہ ہے کہ ریاست کی پوری مشینری پرانے غلامی دور کی ہے۔ مختصر یہ کہ تاریخ گواہ ہے کہ پاکستان جیسے راستے پر چلنے والی قومیں فنا کا شکار ہوتی رہی ہیں۔

سوال..... آپ نے یہاں مروجہ فرسودہ نظام کی خامیاں گن گن کر بیان کیں تو کیا آپ کے خیال میں کوئی ایسا نسخہ ہے جس کے ذریعے آنا فانیہ سب کچھ ٹھیک کیا جاسکے؟

جواب..... بہت آسان نسخہ ہے۔ ہمیں جس صورتحال سے واسطہ درپیش ہے اس کا حل اگر کسی انسان کے مرتب کردہ قاعدے، اصول یا قانون کی بجائے صرف قرآن کی روشنی میں تلاش کرنے کی کوشش کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہ السلام کو بھی اپنی اپنی قوموں کی اخلاقی اور اقتصادی بد عنوانیوں سے سبقت پیش آتا رہا ہے۔ مگر انہوں نے ہدایت الہی کی روشنی میں ان بد اعمالیوں کا جو حل تجویز کیا وہ آج بھی ان تمام امراض کا اصل اور مستقل علاج ہو سکتا ہے۔ مثلاً عادیہ ترین اقوام میں سے تھے۔ نمود و نمائش، دولت کی حرص، فضول خرچی اور لوٹ مار وغیرہ سب

ان میں موجود تھیں۔ ان برے اعمال سے منع کرتے ہوئے ہود علیہ السلام نے فرمایا ”مجھے تمہارے حق میں ایک بڑے عذاب کا ڈر ہے۔“ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بدترین بد اخلاقی میں مبتلا تھی۔ لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا ”کیا تم دنیا کی مخلوق سے مراد کے پاس جاتے ہو اور تمہاری بیویوں میں تمہارے رب نے تمہارے لئے جو کچھ پیدا کیا ہے اسے چھوڑ دیتے ہو۔ تم لوگ تو حد سے ہی گزرتے ہو۔“ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں کاروباری بددیانتی عام تھی۔ نبی نے اپنی قوم کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ”پیانے ٹھیک بھر دو اور کسی کو گھٹانہ دو“ صحیح ترازو سے تولو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو زمین میں فساد مت پھیلاتے پھر دو اور اس ہستی سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔“ طرح نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت سے پہلے سر زمین عرب ظلم، بے حیائی اور گمراہی کی آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔ مگر فخر دو عالم ﷺ ایسا عظیم انقلاب برپا کیا جو رہتی دنیا تک تمام مسلمانوں کیلئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں درج اسوہ انبیاء کے اس ریکارڈ سے واضح ہے کہ بد عنوانی خواہ وہ کسی بھی شعبہ میں ہو ہر طرح کی بد عنوانی کا علاج ایک ہی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کے حضور جوبلیغ احساس۔ اس کے سوا کوئی نسخہ چال یا چکر مرض کا مستقل علاج ثابت ہو ہی نہیں سکتا۔ دراصل اسلام گفتار اور کردار کے تصادم کی اجازت نہیں دیتا۔ اس میں اپنی مرضی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے حوالے کرنا پڑتی ہے ایسا کرنے سے صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا جذبہ ہوتا ہے۔ ایسے کردار کے حامل اگر چند لوگ بھی پیدا ہو جائیں تو صالح معاشرے کے قیام کا راستہ روشن ہو جاتا ہے۔ چونکہ جب وہ بات کرے گے تو لوگوں کے دلوں پر دیرپا اثرات مرتب کرے گی۔ پاکستان میں دین کا شعور رکھنے والے افراد ان کی جماعتوں اور تنظیموں کے سامنے اس احوال کا یہ راستہ کھلا ہے لیکن اسے اختیار کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ معاوضہ یا اجر کی طلب سے بالاتر رہتے ہوئے اور دوسرے دنیاوی اغراض سے بلند ہو کر اس عظیم راستے کو اپنائے۔ جو لوگ فی الواقع اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر معاشرے کی اصلاح کی حقیقی کوشش کرنا چاہتے ہوں۔ ان کے لئے کرنے کا کام یہی ہے کہ معاشرے میں خوف خدا اور فکر آخرت عام کرنے کی انتھک جدوجہد شروع کریں۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ذات سے دنیاوی اور اخروی ہر دو کامیابیوں کی امید رکھنی چاہئے۔

سوال..... علماء کرام کے عمومی کردار کے بارے میں کچھ کہنا پسند کریں گے؟

جواب..... میں سمجھتا ہوں کہ انفرادی طور پر علماء کرام نے اپنے تہی اسلام کی بہت خدمت کی ہے لیکن مجموعی طور پر علماء کرام کا کردار مایوس کن رہا ہے۔ مروجہ کافرانہ سسٹم کو برقرار رکھنے میں بلاشبہ ان کا غیر معمولی کردار ہے۔ دکھاوے کی خاطر سسٹم کاروبار کرتے ہیں لیکن عملی طور پر وہ اس ناکارہ سسٹم کا حصہ بن چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج اسلام اور شریعت کو سب سے زیادہ خطرہ اسلام کے نام پر عوام کو بار بار دھوکہ دینے والے قومی خزانہ لوٹنے والے سیاسی اور درباری مولوی سے ہے۔ ان کے قول و فعل کا تضاد لوگوں کو اسلام سے بیزار کر رہا ہے۔ حالانکہ اس سر زمین کی آزادی میں علماء کرام نے ہر اول دستہ کا کردار سرانجام دیا ہے۔ ۱۸۹۷ء کی جنگ آزادی میں ہزاروں کی تعداد میں جام شہادت نوش کیا۔ ۱۸۹۷ء میں پشتون علاقہ میں عالمگیر بغاوت میں علماء کرام کا جو غیر معمولی کردار رہا اس کی تو نظیر نہیں ملتی۔ استعمار کے خلاف فقیر ایپسی کی گیدہ سالہ انتھک جدوجہد میں علماء کرام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ لیکن نام نہاد آزادی کے بعد سے اب تک علماء کرام کا کردار معاشرے کی اصلاح کی بجائے درباری رہا ہے۔ جو بہت بڑے المیہ کی بات ہے۔

سوال..... حکومت نے مالاکنڈ اور ہزارہ کوہستان میں شریعت نافذ کی ہے۔ آپ کی رائے اس بارے میں کیا ہے؟

جواب..... حکومت نے مالاکنڈ اور ہزارہ کوہستان میں شریعت کے نام پر جو قانون جاری کیا ہے وہ غیر اسلامی ہے۔ اس قانون شریعت کو اسلامی قرار دینا کفر ہے۔ غیر اسلامی قانون کو شریعت کہنا اللہ تعالیٰ کے قانون کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ اسلامی قانون تمام مخلوق پر غالب اور بالادستی ہے۔ تمام انبیاء علیہ السلام آسمانی قانون کے ماتحت اور تابع تھے۔ جبکہ موجودہ نظام انتظامیہ کے ماتحت ہے۔ اس کی مثال اس طرح بھی دی جاسکتی ہے کہ مسجد کے نام پر ایک عمارت تعمیر کی گئی ہو۔ اس کی مغربی دیوار میں بت رکھے گئے ہوں اور مشرقی دیوار میں محراب بنا ہوا۔ بالکل اسی طرح

انگریز کا قانون ہے اور اس قانون کے تحت بہت کو سجدہ کرنا ہے۔ اس لئے میں مالاکنڈ اور ہزارہ کے عوام سے اپیل کروں گا کہ حکومت کے نافذ کردہ غیر اسلامی قوانین پر فیصلے تسلیم نہ کریں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کا مذاق اڑاتے ہیں وہ بہت جلد ذلیل ہو جائیں گے۔ چونکہ مرد و عورت نظام کو نافذ کرنے والے منافق تھے اس لئے اس نظام کو چلانے والے بھی منافق ہیں۔ یہ نظام سانپ کی طرح زہر پلا ہے اس کے خلاف متواتر جہاد کی ضرورت ہے۔

سوال..... قبائلی معاشرے میں ملک کے کردار کے متعلق کچھ کہنا پسند کریں گے؟

جواب..... یہاں دو قسم کے ملک ہوتے ہیں اس وجہ سے اکثر لوگ مغالطے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک سرکاری ملک اور دوسرے روایتی قبائلی ملک۔ اول الذکر ملک کے بارے میں زیادہ تفصیل میں جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ انہیں جس طریقے سے ملک بنائے گئے ہیں۔ اس کا پس منظر بڑا بھیانک ہے۔ تاہم موجودہ صورت میں وہ حکومتی کارندے ہوتے ہیں جن کی تمام تر ترجیحات میں فوقیت صرف پولیٹیکل حکام کو خوش کرنے کو حاصل ہوتی ہے۔ سرکاری جبرگوں میں یہ لوگ انتظامیہ کی خواہش کے عین مطابق فیصلے صادر کرتے ہیں۔ ان کے فیصلوں کو عوام میں پذیرائی اس لئے حاصل نہیں ہوتی کہ پولیٹیکل حکام کے ساتھ مالی مفادات دولت ہونے کے باعث ان کے فیصلے غیر جانبدار نہیں ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس روایتی قبائلی ملک کو ایک گروہ یا خیل کے سربراہ یا ترجمان کے طور پر قبول کیا جاتا ہے۔ جو ذاتی تجربے اور اہلیت کی بنیاد پر اپنے قبیلوں کی سرگرمیوں کو محدود حد تک منظم رکھتے ہیں۔ وہ قبیلے کی ملکیت یا جبرگوں میں کسی دوسرے آدمی سے زیادہ حصہ دار نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ قبیلے کے دیگر افراد کی رضامندی کے بغیر قبیلے کو کسی کام پر مجبور کر سکتا ہے۔ یہاں ملک کو غلط فیصلے کرنے پر اس کے قبیلے کی طرف سے سخت نفرت اور جواب طلبی کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اگر اس کا کردار غیر جانبدار ہے اور فیصلے بھی انصاف پر مبنی ہیں تو پھر قبیلے کے لوگ ان کی بڑی عزت بھی کرتے ہیں۔

سوال..... عورت کے حوالے سے قبائل پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہاں عورت کو دوسرے درجے کا انسان سمجھا جاتا ہے۔ آپ کے خیال میں کیا یہ صحیح ہے؟

جواب..... بالکل غلط ہے دراصل جو لوگ مغرب کو دیکھ کر قبائلی عورت کی آزادی کی بات کرتے ہیں وہ قبائلی معاشرے میں عورت کے اعلیٰ مقام سے بے خبر ہیں۔ یہاں صحیح معنوں میں عورت کے تقدس کا بڑا مضبوط تصور ہے۔ ہم تلو مذہب معاشروں میں آزادی کے نام خواتین کا جس طرح استحصال کیا جاتا ہے یہاں اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ جس آزادی کی بات یہ لوگ کر رہے ہیں وہ آزادی نہیں آزادی کی آڑ میں خواتین کے تقدس کو پامال کیا جاتا ہے۔ مغرب کی اندھی تقلید کے باعث مشرقی معاشرے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ رشتوں کا تقدس ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے خواتین کی عصمت دری کی جو بھیانک تصویر پیش کی جا رہی ہے اسے سن کر دل خون کے آنسو روئے لگتا ہے۔ اس کے برعکس قبائلی معاشرے میں عورت کی عصمت دری کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا ہے۔ باہر سے یہ کہنا کہ یہاں عورت کے ساتھ نا انصافی یا ظلم ہو رہا ہے۔ سراسر زیادتی ہے۔ یہاں تمام معاملات نمٹانے کیلئے رواج کے نام فطری قوانین موجود ہیں مگر عورت کے ساتھ زیادتی یا اس کی بے حرمتی کا صرف ایک علاج ہے وہ ہے بدلہ "انتقام"۔ ان کی آزادی کا اس سے بڑا کیا ثبوت ہے کہ یہاں عورتیں پردہ نہیں کرتیں اور نہ گھر میں مقید رہتی ہیں۔ شادی بیاہ یا دیگر غمی و خوشی کی تقریبوں میں بھرپور شرکت کرتی ہیں۔ گھروں میں معمر خواتین کے ساتھ مرد حضرات ہر معاملے میں مشورے کرتے ہیں ان کی رائیوں کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ خاندان کے آپس کے تعلقات اور رشتہ داروں میں خواتین کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ شادی بیاہ کے اکثر معاملات خواتین ہی طے کرتی ہیں۔

سوال..... افغانستان میں روسی افواج کی مداخلت کے خلاف آپ کا کیا کردار رہا؟

جواب..... افغانستان میں روسی فوج کے خلاف بلاشبہ افغان عوام نے مثالی مزاحمت کا مظاہرہ کیا۔ ہم نے ہر طرح بھرپور ساتھ دیا یہ لوگ

طویل عرصہ تک روس کی فوجی یلغار کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔ مادہ پرستی کے اس دور میں افغان قوم نے جہاد کا شمع نہ صرف روشن کئے رکھا۔ بلکہ روس جیسی طاقت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا لیکن صد افسوس کہ وہ اس عظیم جدوجہد کے ثمرات سے محفوظ نہ ہو سکیں بلکہ بعینیت مجموعی سنگین جرم کا ارتکاب کر کے اس نادر موقع کو ہمیشہ کے لئے کھودیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جہاد کے آغاز سے آخر تک سب کا مشترکہ ایک ہی مطالبہ تھا کہ روسی افواج افغانستان سے واپس چلی جائیں مگر روسی افواج کی واپسی کے بعد ان جہادی قوتوں کا موقف یہ رہا کہ تمام مسائل کا حل صرف اس بات میں مضمر ہے کہ نجیب اللہ اقتدار سے الگ ہو جائے۔ اس موقع پر ہم نے تجویز پیش کی کہ آؤ سب مل بیٹھتے ہیں تاکہ کوئی ایسا لائحہ عمل مرتب کریں جس کے تحت تمام گروپوں پر مشتمل چند مہینوں کے لئے عبوری حکومت تشکیل دیں۔ اس دوران سب پارٹیاں اپنا اپنا نقطہ نظر عوام تک پہنچائے پھر عام انتخابات منعقد کروائیں۔ جن افراد یا پارٹیوں کو عوام منتخب کریں انہیں حکومت بنانے دیں۔ یہ تجویز سب سے پہلے میں نے پیش کی تھی۔ اب بھی میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت مجوزہ تجویز پہلے کی طرح موثر ہے۔

سوال..... مگر اس پر عمل کیوں نہیں ہو رہا؟

جواب..... دراصل جن لوگوں کو ایک دفعہ اقتدار کا نشہ چڑھ جاتا ہے تو پھر انہیں اقتدار کے علاوہ کوئی بھی چیز اچھی نہیں لگتی۔ اقتدار کے حصول کیلئے اگر بے گناہ انسانوں کا قتل عام بھی ہو تو ان کے ہاں ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اقتدار کے حصول کے لئے وہ درندے بن جاتے ہیں اور پھر کوئی اچھی تجویز یا چیز ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ یہی کچھ افغانستان میں ہو رہا ہے اور دنیا دیکھ رہی ہے کہ یہاں خون کی ہولی کھیلی جاتی ہے۔

سوال..... افغانستان کی موجودہ صورتحال کے پس منظر کے بارے میں کچھ کہنا پسند کریں گے؟

جواب..... موجودہ صورت حال کا پس منظر انتہائی بھیاںک رہا ہے چونکہ اسلام کے دعویداروں کو انسانی خون بہانے کے کام پر لگایا گیا تھا۔ افغانستان کی سابقہ جہادی تنظیموں کے مابین خون کی ہولی سے اسلام دشمن قوتوں کو سازشوں کا بھرپور موقع مل گیا تھا۔ سابقہ جہادی قوتوں کے مابین کرسی کے حصول کیلئے لڑی جانے والی بے مقصد جنگ حرص و لالچ اور عصبیت کی جنگ تھی۔ انہیں جہاد کسی صورت بھی نہیں کہا جاسکتا تھا۔ درحقیقت یہ ایک بہت بڑا فتنہ اور فساد تھا۔ افغانستان میں آج جو کچھ ہو رہا ہے یہ قتل و غارت اور فساد ہے جس کے باعث اسلام سے بیزاری پیدا ہوئی ہے۔ یہ لوگ نادانستہ طور پر استعمال ہو رہے ہیں اور آخر کار یہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اب یہ افغان عوام پر منحصر ہے کہ وہ اس شیطانی کھیل کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ چونکہ وہی لوگ جن کے ہاتھ پاکستان میں شریعت کا مطالبہ کرنے والے معصوموں کے خون سے رنگے ہیں افغانستان میں شریعت کے دعویداروں کے قہیدے پڑھ رہے ہیں۔ افغانیوں کی شناخت 'اقدار زندگی اور دین' سب کچھ خطرے میں ہے۔ مگر ان کے نام نہاد اور بے حس لیڈران پھر بھی دوسروں کے ہاتھوں کھلونے بنے ہوئے ہیں۔ ایک طرف پاکستان، سعودی عرب اور امریکہ ہیں۔ تو دوسری طرف ایران، ہندوستان، وسطی ایشیا کے نو مسلم آزاد ممالک اور روس ہیں۔ ان کی آپس میں چپقلش اور مخصوص مفادات کے باعث افغان عوام ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ جس سے افغانستان کے وجود کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ باہر کے بڑے ممالک اپنے پوشیدہ عزائم کی تکمیل کی خاطر افغانستان میں اسلام، مولویوں اور پاکستان کے نااہل حکمرانوں کو استعمال کر رہے ہیں۔ امریکہ مولویوں کو اقدار میں ہرگز نہیں لائیں گے۔ یہ شیطانی کھیل افغانستان کو تقسیم کرنے کے لئے کھیلا جا رہا ہے۔ اس لئے افغانستان کے تمام علماء کرام اور ملی مشران کو چاہیے کہ وہ صورت حال کی سنگینی کو سمجھیں اور آپس میں مل بیٹھ کر اس شیطانی کھیل کے سدباب میں اپنا اپنا کردار ادا کریں اور افغان عوام کو سمجھائیں کہ مروجہ خانہ جنگی میں حصہ لینے سے اجتناب کریں۔ ورنہ تمہارا وجود صفحہ ہستی سے ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔

سوال..... آپ کے خیال میں افغانستان کی تقسیم کا پاکستان پر کیا امکانی اثر ہو سکتا ہے؟

جواب..... امکانی نہیں یقیناً بہت بڑا منفی اثر ہوگا۔ پاکستان جو مقبوضہ کشمیر سے متعلق بھارت کی جارحیت کا رونا رو رہا ہے میں بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ بھارت مقبوضہ کشمیر کے یہاں پاکستان پر کبھی حملہ نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ وہ بہت آگے نکل چکا ہے۔ بھارت پاکستان کیساتھ

جنگ سے اپنی پوز
عالمی قوت بننے کی
نہیں رہ سکے گا۔

سوال..... افغانستان

جواب..... طالبان

اور بالخصوص افغان

توجہ دینی چاہیے۔

سکیں۔ کچھ لوگ

نجیدگی سے اصلاح

حصول کی خاطر دا

طالبان کو ابھی مزید

ایم سکیں بلکہ اپنے

قریب ہے۔ باقی

شیدائی نہیں اورا۔

میری دعا

فرمائے۔ وقتی پر

سوال..... موجود

جواب..... اب

ہے۔ یعنی یہ کہ

افغان عوام امن

جائے جس میں

انتظامات کا تعلق

سوال..... ڈیور

جواب..... ڈیور

کیا ساتھ مسلم

ہم تقسیم در تقسیم

ایک منظم سازش

سوال..... حکومت

جاتے ہیں۔ مگر

جواب..... پاکستان

جنگ سے اپنی پوزیشن خراب کرنے کا خطرہ کبھی بھی مول نہیں لے گا۔ وہ ایک بہت بڑی منڈی بن چکا ہے بلکہ عالمی سطح پر وہ بڑی تیزی کے ساتھ عالمی قوت بننے کی دوڑ میں شامل ہے۔ پاکستان کو اصل خطرہ افغانستان کی تقسیم سے ہے۔ اگر افغانستان تقسیم ہو گیا تو یہ لنگڑا لولہ پاکستان متحدہ نہیں رہ سکے گا۔

سوال..... افغانستان کی موجودہ صورتحال اور بالخصوص طالبان کے کردار کے بارے میں کیا تاثرات ہیں؟

جواب..... طالبان ایک حقیقت ہے۔ بلاشبہ انہوں نے بہت تگ و دو کے بعد جہادِ افغانستان کو امن فراہم کیا ہے جو پوری دنیا کے مسلمانوں اور بالخصوص افغان عوام کی دیرینہ خواہش اور ضرورت تھی۔ تاہم انہیں مستقبل میں مزید ہر شعبہ زندگی میں اصلاحی اقدامات اٹھانے پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ تاکہ جنگ کی ہولناکیوں سے طویل عرصہ تک تباہ شدہ افغان عوام امن کیساتھ خوشحال زندگی کی طرف بھی پیش رفت کر سکیں۔ کچھ لوگ جو وہاں پر منشیات کے کاروبار اور اسلحہ کے انبار یا نمائش سے متعلق اعتراضات کر رہے ہیں طالبان کو چاہیے کہ اس بارے میں سنجیدگی سے اصلاحی اقدامات اٹھانے کی کوشش کریں۔ مزید یہ کہ مشاہدے میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ کچھ عناصر اپنے گھناؤنے مفاد کے حصول کی خاطر داڑھی رکھ کر طالبان تحریک میں شمولیت اختیار کرتے ہیں۔ طالبان کو چاہیے کہ ایسے عناصر پر کڑی نظر رکھیں۔ مختصر یہ کہ طالبان کو ابھی مزید بہت سارے ایسے اقدامات اٹھانے چاہئیں کہ وہ اپنے اوپر سے محاکمین کی دہشت گردی کے پروپیگنڈے کے لیبل کو نہ صرف اتار سکیں بلکہ اپنے مثالی کردار سے ان پر یہ بھی ثابت کر سکیں کہ دراصل اسلام ہی امن، خوشحالی، بھائی چارے اور ہر قسم کی پریشانی سے نجات کا ذریعہ ہے۔ باقی سارے فلسفے یا نظام وغیرہ باطل، فساد اور بگاڑ ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ طالبان دوسروں کا آلہ کار بننے کی بجائے اسلام کے شیدائی بنیں اور اپنے فیصلے خود کریں۔ تاہم ایسا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہر شعبہ زندگی میں نظم و ضبط کی سختی سے پابندی کریں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ طالبان کو اسلام کی پاسداری اور افغان عوام کو خوشحالی اور استحکام کی راہ پر لانے کیلئے کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔ وقتی پریشانی کی پروا کئے بغیر مخالفین اور بالخصوص کفار کیلئے چٹان بن کر رہے۔ (آمین)

سوال..... موجودہ صورتحال کے پیش نظر افغانستان میں مستقل قیام امن کے لئے آپ کیا تجویز پیش کریں گے؟

جواب..... اب بھی میں سمجھتا ہوں کہ میری پہلی تجویز پر عمل درآمد سے افغانستان میں مستقل قیام امن کے لئے تسلی بخش پیش رفت ہو سکتی ہے۔ یعنی یہ کہ تمام مخالف دھڑوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ اعلیٰ اسلامی اور انسانی روایات کا احترام کرتے ہوئے خانہ جنگی کا فی الفور خاتمہ کریں تاکہ افغان عوام امن، سلامتی اور خوشحالی کے اثرات سے محظوظ ہو سکیں۔ میری تجویز پر خود غرض کے لئے ضروری ہے کہ لویہ جرگہ کا اہتمام کیا جائے جس میں ظاہر شاہ سمیت تمام مخالف فریقوں کو شمولیت کی دعوت دی جائے۔ جہاں تک لویہ جرگہ کے انعقاد یا اس پر اٹھنے والے اخراجات یا انتظامات کا تعلق ہے تو اس کے لئے بفضل خدا میں آزاد قبائل کو تعاون پر آمادہ کر سکتا ہوں۔

سوال..... ڈیورنڈ لائن کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب..... ڈیورنڈ لائن کے ذریعے نہ صرف پشتون قوم کو بلکہ مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی گہری سازش کی گئی ہے چونکہ ہمارا نظریہ پشتون قوم کیساتھ مسلم ائمہ کے اتحاد کا ہے ہمارے مسائل کا حل اتحاد و یکجہتی میں ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم ہر سازش کا مقابلہ صرف اتحاد سے کر سکتے ہیں ہم تقسیم در تقسیم کے قائل نہیں ہیں چونکہ مذکورہ نام نہاد لائن کے ذریعے ہماری صدیوں پرانی ملی، اسلامی اور قومی شناخت کو سامراج نے ایک منظم سازش کے ذریعے مٹانے کی کوشش کی ہے اس لئے ہم نے اس لائن کو نہ تو پہلے تسلیم کیا تھا اور نہ ہی اب تسلیم کریں گے۔

سوال..... حکومت کی جانب ذرائع ابلاغ کے ذریعے قبائلی علاقہ جات کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے بلند و بانگ دعوے تو اترے کئے جاتے ہیں۔ مگر عملی طور پر صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ آپ اس صورت حال کے بارے میں کیا کہنا پسند کریں گے؟

جواب..... پاکستانی حکمرانوں نے قبائلی علاقہ جات کے حوالے سے ہمیشہ قبائلی عوام اور باہر کی دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش

کی ہے ان کے دعوؤں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قبائل اتنے گزرے بھی نہیں ہیں کہ حکمرانوں کے ابلیسی حربے نہ جان سکیں۔ تمام ذی شعور افراد کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ قبائلی علاقہ جات کے لئے ہر سال خطیر رقم مختص کی جاتی ہے۔ باہر سے بھی معقول عطیات دیئے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر قسم کی ضروری اور روزمرہ استعمال کی اشیاء پر قبائلی عوام سے اربوں روپے ٹیکس اکٹھا کیا جاتا ہے۔ یہ سب رقوم قبائلی عوام کی فلاح و بہبود اور ترقیاتی سرگرمیوں پر خرچ کرنے کی بجائے گورنر کمیشنر پولیٹیکل ایجنٹ اور مٹھی بھر ایجنٹوں اور چچوں کی جیبوں میں چلی جاتی ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ ان رقومات کا کبھی بھی آڈٹ نہیں ہوتا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ قانون کے نفاذ اور مالی امور میں یہاں کے معمولی گریڈ کے انتظامی سربراہ کو لامحدود اختیارات حاصل ہیں۔ ترقیاتی سکیمیں کھلم کھلا پیچی جاتی ہیں۔ سکول ڈپنٹریاں مخصوص افراد کے حجرے بنے ہوئے ہیں۔ عمومی طور سماجی لحاظ سے اونچ نیچ میں اتنا تضاد آگیا ہے کہ اب عام قبائل مروجہ صورت حال کو مزید برداشت کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ قبائلیوں نے اس ملک کو آزاد کر لیا۔ حالانکہ قبائل اس وقت غلام نہیں تھے اور آج بھی نہیں ہیں۔ گزشتہ پچاس سالوں سے قبائل بلا معاوضہ مغربی سرحدوں کے محافظ رہے ہیں مگر حکمرانوں کی بے حسی کی انتہا دیکھئے کہ انہوں نے قبائلیوں پر عرصہ حیات تنگ کیا ہوا ہے مگر انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی یہ بے حسی اور فسطائیت مزید نہیں چلے گی۔ قبائلیوں میں پہلے کی نسبت اب کافی شعور آگیا ہے اور اس کا بہت جلد عملی مظاہرہ بھی کریں گے۔

سوال..... افغان ٹرانزٹ ٹریڈ کے حوالے قبائلی علاقہ جات میں کسٹم ایکٹ کے نفاذ سے متعلق آپ کے کیا تصورات ہیں؟

جواب..... افغان ٹرانزٹ ٹریڈ کا سب سے زیادہ فائدہ قبائلی عوام کو اس لئے حاصل تھا کہ انہیں بعض ضروری اشیاء مناسب دام و دستیاب ہونے کی سہولت حاصل تھی مگر جب یہاں کے ایجنٹوں نے محسوس کیا کہ کسٹم ایکٹ کے نفاذ سے انہیں قارون کا خزانہ مل جائے گا تو انہوں نے اس یہانے کہ افغان ٹرانزٹ ٹریڈ سے پاکستانی مصنوعات کو شدید خطرات لاحق ہیں یہاں افغانستان کے راستے غیر ملکی اشیاء کی سگٹنگ کی روک تھام کے لئے کسٹم ایکٹ کا نفاذ کیا۔ کسٹم ایکٹ کے نفاذ سے ایک طرف یہاں کے لوگوں کو مناسب دام میں ضروری اشیاء کی دستیابی کی سہولیات سے محروم رکھا گیا ہے جبکہ دوسری جانب قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ناجائز کمائی کے ذرائع بھی وسیع کر دیئے گئے ہیں۔ چونکہ کسٹم ایکٹ کے نفاذ کے ساتھ ہی بین الاقوامی سمگلروں اور ان علاقوں میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاروں کے مابین باقاعدہ معاہدہ طے پایا گیا۔ جس کی تفصیل اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ معاہدے کے ذریعے ان اشیاء کو خلیج کے ممالک سے افغانستان اور پھر قبائلی علاقہ جات تک اونٹوں کے ذریعے لایا جاتا ہے پھر ٹرکوں پر لاد کر حیات آباد میں کارخانہ کی مارکیٹ میں پہنچایا جاتا ہے۔ چیک پوسٹوں پر قانون نافذ کرنے والے اہلکار تیس سے چالیس ہزار فی ٹرک وصول کر رہے ہیں۔ اخباری رپورٹوں کے مطابق اس دھندے میں طورخم پر متعین ملیشیاء اور اٹلی جنس کے اہلکار شامل ہیں۔ روزانہ دوسو کے لگ بھگ ٹرک بارہ مارکیٹوں تک پہنچ رہے ہیں اس حساب سے ہر روز ساٹھ سے ستر کروڑ مالیت کا سامان کارخانہ تک پہنچ رہا ہے۔

سوال..... قبائلی اقدار کا بڑا چرچہ ہے مگر عام آدمی ان کو صحیح تناظر میں سمجھنے سے قاصر ہے کیا آپ اس پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے؟

جواب..... دراصل قبائلیوں نے اپنے ماحول اور ضروریات کے مطابق اپنے لئے تہذیب و اخلاق اور تمدن و معاشرت کے کچھ اصول اور ضابطے مقرر کئے ہیں جو ہزاروں برس مشاہدے اور تجربے کا نچوڑ تھا۔ گو کہ دنیا کے ہر معاشرے اور قوم کی مخصوص روایات اور رہن سہن کے طور طریقے ہوتے چلے آ رہے ہیں مگر قبائلیوں کی دیگر اقوام سے منفرد اور امتیازی وصف یہ آرہی ہے کہ اپنے مخصوص مزاج کے علاوہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہمیشہ انفرادیت کے حامل رہے ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جغرافیائی صورت حال کی وجہ سے عملی طور پر یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کے لئے ایک یکساں ضابطہ قابل عمل بنایا جائے۔ تاہم چند بنیادی عوامل ایسے ہیں جن کے بارے میں پورے قبائلی معاشرے میں معاشرتی یکسانیت کو برقرار رکھنے سے متعلق عمومی اتفاق پایا جاتا ہے۔ ان میں سے اہم پشتونولی ہے۔ پشتونولی میں غیرت، خودداری، پشتو اور ننگ

وغیرہ کے تقاضوں کو سمویا گیا ہے۔ اس لئے پشتونولی کے متعین کردہ تقاضوں کو نظر انداز کر دینے سے پہلے ہر آدمی کے ذہن میں یہ احساس ہوتا ہے کہ اگر وہ پشتونولی کے متعین کردہ تقاضوں کے خلاف کوئی حرکت کرے تو ساتھ رہنے والے لوگ کیا کہیں گے۔ یعنی خلاف ورزی کی صورت میں دوسرے لوگ یاہر اداری کا سامنا کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ پشتونولی کا اولین اصول ”بدل“ ہے یعنی نتائج سے بے پرواہ انتقام۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس نے خونی جھگڑوں کو جنم دیا ہے مگر یہ بھی ایک سفاک حقیقت ہے کہ بدل کے خوف نے جرائم کو کافی حد تک کنٹرول بھی کیا ہوا ہے۔ اس طرح میلمستیا (مہمان نوازی) ہے۔ یہاں مہمان کی خاطر تواضع کے علاوہ میزبان پر اس کے تحفظ کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں مہمان کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔ ایک اور رسم عورتوں کے لئے ہے یعنی اگر کوئی فرد کسی دوسرے کے خلاف انجامے میں حرکت کرے جس کی وجہ سے وہ انتقام کا نشانہ بن سکتا ہے تو وہ اپنے دشمن یا مخالف کے پاس جا کر اعتراف جرم کرتا ہے۔ اگر غلطی میں کسی سے کوئی قتل یا اقدام قتل سرزد ہو جائے تو قاتل یا ملزم جرمہ اور دہنے کیساتھ مقتول یا مظلوم کے گھر جا کر اپنے آپ کو دشمن کے حوالے کر دیتا ہے اس طرح خون بہا دے کر بدل کا حق اور ذمہ داری ترک کر دی جاتی ہے۔ اس طرح قبائلی معاشرے کی ایک اور اہم رسم ہمسائیگی ہے۔ جب کبھی کوئی شخص کسی سے خوفزدہ ہو کر جان کا خطرہ محسوس کریں تو اس صورت میں وہ مضبوط شخص یا خاندان کے گھر پناہ کے حصول کے لئے دنبہ دج کرتا ہے جو کبھی نامنظور نہیں کیا جاتا۔ ہمسائیگی کے بعد اسے ضرر پہنچانے کی صورت میں تحفظ فراہم کرنے والے پر بدل کا فرض عائد ہوتا ہے۔ اس طرح شادی بیاہ ہو یا غم و خوشی کے دیگر مواقع ہوں سب کے لئے مخصوص طور طریقے اور تقاضے ہوتے ہیں جنہیں نبھانا پڑتا ہے۔ قبائلیوں کے دیگر معاملات، تنازعات، لین دین کاروباری یا جائیداد وغیرہ تمام معاملات جرمہ کے ذریعے طے کئے جاتے ہیں۔

سوال..... ایک سنجیدہ طبقہ بڑی ٹھوس دلائل کے ساتھ اس بات پر زور دے رہا ہے کہ اگر پاکستان میں مروجہ انگریز قوانین کی بجائے قبائلی جرمہ سسٹم متعارف کرایا جائے تو اس سے فوری انصاف مہیا کرنے کے علاوہ ہر شعبہ زندگی میں موجود گھمبیر بد عنوانیوں کے سدباب میں حیران کن کامیابی بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ قبائلی جرمہ سسٹم کیا ہے نیز کیا پاکستان میں اسے متعارف کرنے سے واقعی عوام کا کیا پلٹ سکتا ہے؟

جواب..... یہاں کا نظم و نسق دنیا کے مختلف معاشروں کے نظام ہائے سے بالکل مختلف اور جدا ہے۔ یہاں پولیس، فوج یا عدالتوں کا وجود نہیں ہے۔ یہ لوگ صدیوں سے وضع کردہ فطری طور پر خود ساختہ اصولوں کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ معاملات، تنازعات، باہمی لین دین، آپس کے جھگڑے، تقسیم اراضی و جائیداد اور جنگلات، قتل، مقابلے، چوری اور روزمرہ نوعیت کے دیگر امور کو یہاں کی رسومات و روایات کے مطابق جرمہ کے ذریعے نمٹا دیے جاتے ہیں۔ اس لئے جرمہ کے فیصلوں کی خلاف ورزی قبائلی اقدار کی خلاف ورزی کے مترادف تصور کیا جاتا ہے۔ جرمہ سسٹم میں چھوٹے بڑے، امیر غریب، کمزور اور طاقتور یا اثرورسوخ یافتہ اور اقباء پروری، رشوت، سفارش یا جانبداری وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ جرمہ یہاں تمام قابل توجہ سطحوں پر زندگی کو باقاعدہ بنانے کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ جرمہ میں ہر شاخ، خیل یا قبیلے کی نمائندگی لازمی ہوتی ہے۔ ہر رکن جرمہ میں بولنے کا حق رکھتا ہے مگر فیصلے اتفاق رائے سے ہوتے ہیں۔ جرمہ کے فیصلوں کی حکم عدولی کی روایتی سزا قصور وار کا گھر جلانا ہے۔ جرمہ کا خاص وظیفہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس امر کا تعین کریں کہ جو کچھ کیا گیا کیا وہ صحیح ہے اگر نہیں تو جس فریق نے زیادتی یا کوئی خلاف حرکت کی ہے دوسرے کو کیا حق پہنچتا ہے تاکہ حساب برابر ہو جائے۔ اس کے علاوہ سلامتی کی عام طور پر قابل قبول مقدار بھی ہوتی ہے۔ جو مجروح فریق باعزت طور پر قبول کر سکتا ہے۔ بھر طیکہ کہ وہ ایسا پسند کریں، میں ذاتی تجربے کی بنیاد پر پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ فوری اور سستے انصاف کے حصول میں قبائلی جرمہ سسٹم ایک ایسا مکمل اور شفاف نظام ہے جس میں کسی قسم کی بد عنوانی یا جانبداری کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جہاں تک پاکستان میں مروجہ انگریز قوانین کی جگہ قبائلی جرمہ سسٹم متعارف کرانے کی بات کا تعلق ہے۔ تو جرمہ سسٹم سے پاکستان کے اصل حکمران (انگریز) نے بھی بھرپور استفادہ کیا تھا۔ پاکستان میں فرنگی قوانین تو صرف طاقتوروں کو تحفظ دینے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ غریب یا کمزور شخص کا ان قوانین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ شکر ہے کہ بعض لوگوں کو اس کا احساس ہو گیا ہے۔ ہم نے تو پچاس سال پہلے بتایا تھا کہ آزادی

کے نام پر پاکستانی عوام کو بہت بڑا دھوکہ دیا گیا ہے۔ پاکستانی عوام ابھی تک ذہنی طور پر غلام ہے۔

سوال..... ۱۹۹ء میں پہلی بار قبائلی علاقوں کو بالغ رائے دہی کا حق دیا گیا اس کے پس منظر کے بارے میں آپ کے کیا اثرات ہیں؟

جواب..... ایک عرصہ سے بعض قبائلی افراد جو اضلاع میں آباد ہیں اور مختلف مذہبی و سیاسی پارٹیوں سے منسلک ہیں حکومت سے برابر یہ مطالبہ کرتے چلے آ رہے تھے کہ قبائلیوں کو بالغ رائے دہی کا حق دیا جائے اور قبائلی نظام میں تبدیلی اور ایف سی آر کو ختم کیا جائے وغیرہ تو دوسری طرف وہ قبائل جو ایجنسیوں میں آباد ہیں اس مطالبہ کے خلاف تھے۔ اس لئے کہ ان کو یہ فکر لاحق تھی کہ اگر قبائلی نظام میں کوئی تبدیلی لائی گئی تو لازماً تمام نظام میں رد و بدل ہو گا جس سے قبائلی عوام کے لئے بہت مشکلات پیدا ہوں گی یعنی وہ معاہدہ جو پشاور میں حکومت برطانیہ اور قبائل کے درمیان ہوا تھا اور وہ معاہدہ جو برطانیہ اور افغان حکومت نے قبائلیوں کے متعلق گندمک کے مقام پر کیا تھا اور آخری وہ معاہدہ جو ۱۹۴۷ء میں قائد اعظم محمد علی جناح نے بھی منظور اور تجدید کیا تھا اس کی خلاف ورزی ہوگی۔ جب برطانوی وفد اور قبائل کے نمائندہ جرگہ کے درمیان پشاور میں صلح کی جن شرائط پر مذاکرات ہوئے تھے اس کے چند نکات ذیل ہیں۔

انگریز وفد نے قبائلی جرگہ سے یہ سوال کیا تھا کہ قبائل تخمیناً چھ سو سال کے طویل عرصہ سے مسلم اور غیر مسلم حکومتوں سے لڑتے چلے آ رہے ہیں آخر اس کی وجوہات اور اس کے اسباب کیا ہیں تاکہ اس کا حل تلاش کریں۔ اس سوال پر قبائلی جرگہ نے ذیل دلائل اور شرائط پیش کیں۔ تخمیناً دو سو سال افغان مسلم حکومتوں سے اس بنا پر اختلاف رہا کہ وہ فارسی زبان میں ایران کا مخلوط قانون نافذ کرنا چاہتے تھے جو کہ ہمارے مذہب، رواج اور زبان کے ساتھ ساتھ آزادی کے خلاف تھے۔ اس طرح جب ترک اور مغل مسلم بادشاہوں نے ہندوستان پر حکومت قائم کی انہوں نے بھی قبائل پر ہندوستان کا مخلوط قانون نافذ کرنا تھا وہ بھی ہمارے مذہب، رواج، زبان اور آزادی کے خلاف تھا۔ اب حکومت برطانیہ انگریزی زبان میں یورپ کا قانون نافذ کرنا چاہتی ہے جو کہ ہمارے مذہب، رواج، زبان اور آزادی کے خلاف ہے لہذا یہ بھی ہمیں قبول نہیں۔ جب تک کوئی بھی مسلم یا غیر مسلم حکومت قبائل کی ذیل شرائط قبول نہیں کر لیتی ہماری جدوجہد جاری رہے گی۔ برطانوی وفد نے قبائلی جرگہ کے تمام دلائل غور سے سنے بالآخر مندرجہ ذیل شرائط پر تحریری معاہدہ کیا گیا۔

۱..... ہمارے مذہب اسلام میں کوئی مداخلت نہیں ہوگی۔

۲..... قبائلی روایات اور رواج کے مطابق عمل ہوگا۔

۳..... قومی تقسیمات جائداد قبائلی روایات کے مطابق ہوں گی۔

۴..... قبائل کی آزادانہ اور جداگانہ حیثیت برقرار رہے گی۔

۵۔۔۔۔۔ قبائل کو غیر مشروط مراعات دی جائیں گی کیونکہ وہ پانچ سو میل لمبی سرحدات کا تحفظ کر رہے ہیں۔

۶..... قبائلی علاقہ میں اسلحہ سازی، خرید و فروخت اور تجارت پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہوگی۔

۷..... تمام قبائلی علاقہ دشوار گزار پہاڑوں اور خشک زمین پر مشتمل ہے کارخانے یاروزگار کے ذرائع نہیں ہیں اسلئے مالیہ اور ٹیکس سے مستثنیٰ ہوگا۔

۸..... قبائلی علاقہ میں مقامی لوگوں کی رضامندی سے روڈوں پر تعمیرات کی جائیں گی اور رضامندی کے بعد قیمت یاد دیگر مراعات دی جائیں گی۔

۹..... پولیٹیکل ایجنٹ کسی قبائل پر جرم عائد کرنے اور گرفتاری سے پہلے رواجی جرگہ سے رجوع کرے گا و غیرہ۔

مذکورہ معاہدے پر دونوں فریق ۱۹۴۷ء تک عمل کرتے رہے۔ اس دوران کسی قسم کی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ پاکستان کی آزادی کے بعد جناح نے قبائلی جرگہ سے مشورہ لیا اور قبائلی جرگہ نے سابقہ معاہدہ برقرار رکھنے کا مطالبہ کیا جو کہ جناح نے منظور کر لیا اور یقین دلایا کہ قبائل کے مشورہ کے بغیر کوئی تبدیلی نہیں لائی جائے گی۔

جناح کی وفات کے بعد ۱۵ سال تک مذکورہ معاہدہ پر عمل ہوتا رہا۔ بعد میں پولیٹیکل افسران نے بعض نقاط میں اپنی صولہ دید پر تبدیلی لائی

جس سے قبائل کو مختلف شکایات پیدا ہوئیں۔ اسکے خلاف قبائلی مشران نے وقتاً فوقتاً مرکزی اور صوبائی حکومتوں کو آگاہ کیا لیکن اب تک کسی نے غور نہیں کیا۔ ہم نے سابقہ حکومتوں کو مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی جس پر اب تک عملدرآمد نہیں ہوا بلکہ قبائل کی مشکلات میں اضافہ ہوا ہے۔

۱..... پاکستان کی آزادی سے لے کر اب تک پچاس سال میں قبائل کی مردم شماری نہیں ہو سکی اور مردم شماری کے بغیر کسی قسم کی منصوبہ بندی مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قبائل کی غیر جانبدارانہ مردم شماری ضروری ہے

۲..... جو قبائل اضلاع میں آباد ہیں اور سیاسی پارٹیوں سے وابستہ ہیں جس طرح حقوق چاہتے ہیں دئے جائیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن جو قبائل ایجنسیوں میں آباد ہیں اس سے مشورہ کیا جائے۔ اگر لازماً حقوق دینا ہیں پھر ہماری تجویز پر دئے جائیں۔ یعنی اول مرحلہ میں ہر ایجنسی کو ایک ایک لاکھ ووٹ استعمال کر نیکاحق قومی تقسیمات کی بنیاد پر دیا جائے لیکن ہماری خواہش کے خلاف اپنی صوابدید پر دیا گیا جس کے نتیجہ میں نصف آبادی ووٹ کے حق سے محروم رہ گئی ہے

۳..... ایف سی آر کے متعلق قبائلی عوام میں جو شکایات موجود ہیں چاہئے تو یہ کہ حکومت قبائل کا ایک نمائندہ جرگہ بلائے اور مشورہ کر لے کہ ایف سی آر میں کن نقاط میں ترمیم ضروری ہے لیکن سابقہ حکومتوں نے ہماری تجاویز پر ہر دور غور نہیں کیا۔

۱۹۹۷ء میں قبائل کو ووٹ کا حق دینا یا یہ سمجھنا کہ اس سے یہاں کے مسائل حل ہو جائیں گے سراسر غلط ہے۔ چونکہ گزشتہ نصف صدی کے دوران پاکستان میں کئی بار انتخابات ہوئے ہیں لیکن ان انتخابات سے کوئی مسئلہ حل ہوا ہے لہذا جب تک ہماری مذکورہ تجاویز کو تسلیم نہیں کیا جاتا تب تک ہم موجودہ ماحول یا نظام میں حکومت کی طرف سے کسی بھی اقدام کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

سوال..... قبائل کے نام کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب..... قبائل کے نام خاص پیغام یہ ہے کہ اگر وہ آپس میں اتفاق و اتحاد برقرار رکھیں تو ان کا علاقہ سونے میں بدل سکتا ہے۔

فقیر ایپی کے دیرینہ ساتھی گل باند اور سلاباند طوری خیل شہید

آپ دونوں شہداء کا تعلق طوری خیل قبیلہ سے تھا۔ آپ کی شہادت کی داستان کے بارے میں جان کر دل کو طمانیت اور جذبہ ایمان میں عجیب سرور ملتا ہے۔ یوں تو فقیر ایپی کی تحریک جہاد فی سبیل اللہ حیران کن واقعات سے بھری پڑی ہے لیکن خطرے اور شدید خوف کے ماحول میں گل باند اور سلاباند نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر جس طرح موت کو گلے لگایا۔ اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ فرنگی فوج نے جب ڈمڈیل اور میر علی پر دو اطراف سے وادی خیسورہ میں پیش قدمی کی۔ اس وقت فقیر ایپی خیسورہ کا کنٹرے میں تھے۔ فوج کی پیش قدمی کا بجا دی مقصد فقیر ایپی کو نیست و نابود کرنا یا انہیں گرفتار کرنا تھا۔ آپ نے کارکنرے میں غازیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ تم میں سے کون اس خط کو فوج کے ہر اول دستہ تک پہچائے گا۔ موقع پر موجود سب غازیوں نے خاموشی اختیار کی مگر غازی گل باند اور غازی سلاباند نے کھڑے ہو کر با آواز بلند اپنے امیر کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے کہا کہ وہ پہنچائیں گے۔ خط کا متن یہ تھا ”ہمارا مقابلہ فرنگی کیا تھا ہے اگر تم ہندوستان کے رہنے والے ہو اور مسلمان ہو تو تم واپس چلے جاؤ اور فرنگی سے کہہ دو کہ اگر ان میں ہمت ہے تو مقابلہ کیلئے آگے آئیں۔ یعنی اس میں ہندوستان اور بالخصوص مسلمان سپاہیوں کو یہ پیغام دینا مقصود تھا کہ تمہارے اور ہمارے مابین کوئی دشمنی نہیں ہے ہمارا اصل دشمن انگریز ہے اگر ہمارے ساتھ لڑنا ہے تو اصل دشمن آگے آئے بظاہر تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ فوج میں شامل ہندوستانی اور بالخصوص مسلمان سپاہیوں کو نفسیاتی طور پر یہ بتانا مقصود تھا کہ ہم اور تم ایک ہیں اور ہم سب کا مشترکہ دشمن انگریز ہیں۔

فقیر ایپی کا مذکورہ غیر معمولی اہمیت کا حامل خط نیتاسی کے مقام پر فوج کے لول دستہ کو گل باند اور سلاباند نے پہنچایا۔ فوج کے آگے گھڑ سوار دستہ تھا جس کی کمان ایک سکھ صوبیدار کر رہا تھا۔ اس نے خط کو پڑھنے کے بعد زمین پر پھٹ کر کہا تھا کہ وہ انگریز کے نوکر ہیں فقیر ایپی کے نہیں۔ اس پر آس پاس کی جھاڑیوں میں چھپے غازیوں نے ہر اول دستہ پر حملہ کیا۔ گل باند اور سلاباند چونکہ پہلے سے ہی ہر اول دستہ کے سامنے آچکے تھے اس لئے ان دو خوش نصیبوں نے فقیر ایپی کی لازوال تحریک جہاد میں سب سے پہلے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے مؤرخین و محققین کو اس امر پر مجبور کیا کہ فقیر ایپی کی تحریک میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے تمام شہداء کی فہرست میں ان کے نام سر فرست لکھ دیں۔ انہوں نے خون کی قربانی سے نہ صرف ہماری تاریخ کو رنگین بنا دیا بلکہ دوسرے تمام غازیوں کو یہ پیغام بھی دے دیا کہ اگر مقصد اعلیٰ وارفع ہو تو اس کے لئے جان کی قربانی دینا بہت معمولی بات ہے۔ حالانکہ اس حقیقت سے وہ دونوں اور موقع پر موجود دوسرے تمام غازی غولی آگاہ تھے کہ ایسا کرنے میں جان چلے جانے کا یقینی خطرہ موجود ہے۔ لیکن فقیر ایپی کی بات کا ان کے دلوں پر اثر کچھ ایسا تھا کہ ان کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں جانوں کا نذرانہ پیش کرنا ان کیلئے باعث فخر تھا۔ ان دونوں کے خون کی قربانی کو لوک گیت میں کچھ یوں عقیدت پیش کی گئی ہے۔

نہتاسی میں گل باند اور سلاباند کا خون کھڑا ہے نہ تو پرندے اس کو پیتے ہیں اور نہ ہی زمین جذب کرتی ہے

مذکورہ دونوں شہداء نے اپنے انمول امیر کے حکم کی تعمیل کا حق ادا کیا۔ لیکن بحیثیت ایک محقق میں ذاتی طور پر شہید گل باند اور شہید سلاباند کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور ساتھ خداوند تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ انہیں جنت الفردوس میں وہ مقام عطاء فرمائے جس کے وہ حقدار ہیں۔

زاہم خان اور نیکار خان محسود شہید

آپ دونوں بھائی تھے اور شکتوئی میں ترخ تالائی کلی سے تعلق رکھتے تھے۔ زاہم خان اپنے گاؤں کے مشر تھے۔ فقیر ایپی کو ابتدائی دنوں میں ملے تھے اور پہلی ہی ملاقات میں اتنے متاثر ہوئے تھے کہ جہاد فی سبیل اللہ میں ہمیشہ ساتھ دینے کا عہد کیا تھا۔ خیسورہ کے تمام معرکوں

میں اپنے بھائی اور دوسرے محسود غازیوں کے ہمراہ شرکت کی جبکہ تیسری لڑائی میں بہادری اور جوانمردی کا ایسا بے مثال مظاہرہ کیا جس پر

علاقے کے لوگ اب بھی

فخر کرتے ہیں۔ ہمارا ان علاقوں

میں جانے کا مقصد بھی

یہی تھا کہ ایک تو ان تاریخی

مقامات کی فوٹو گرافی کر

یں تاکہ پڑھنے والے ان

تاریخی مقامات کی تصاویر سے

محفوظ ہو سکیں اور دوسرا یہ

کہ شناپالندے میں ۱۹ محسود

اور طوری خیل غازیوں کو فر

نگی نے جس بے اعتباری میں

شہید کیا تھا۔ اس جگہ کی



محقق کو حاجی مستان خان محسود شناپالندے میں اپنے والد اور چچا کی شہادت سے متعلق

تفصیل بتا رہے ہیں

تصویر اور واقعہ کی تفصیل صحیح صورت میں منظر عام پر لاسکوں۔

مذکورہ شہداء میں زاکیم خان اور نیکار خان بھی شامل تھے۔ فرنگی نے تیسری بار خیمسورہ میں فوج کشی سے پہلے ترخ تالائی اور ستھوئے کلی پر پہلے

ہوائی جہازوں کے ذریعے شدید بمباری کر کے تمام مکانات کو ملیا میٹ کیا۔ بمباری کے بعد گڑھی دام سے بھر پور تیاری کیساتھ فوج آئی شہید نیکار

خان کے بیٹے حاجی مستان خان محسود نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ فوج کے آنے سے قبل فقیر ایسی زیادے کیلئے نکل گئے تھے وہاں سے پھر سمل

چلے گئے تھے۔ فوج جب ہمارے گاؤں پہنچی تو پیچھے سے ۲۰ غازیوں پر مشتمل گروپ نے شناپالندے میں فوج پر حملہ کیا فوج کے پیچھے جانے والے

دستے میں شامل تمام سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا صرف ایک سپاہی بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا تھا اس نے فوج کو غازیوں کے حملہ کے

بارے میں بتایا اس طرح فوج واپس آئی۔ یہاں فریقین کے مابین سخت مقابلہ ہوا بد قسمتی سے غازیوں کے پاس کار توں ختم ہو گئے اور شناپالندے

پھاڑوں کے ایک بڑے پتھر کے نیچے چھپ گئے تھے۔ فوج کیساتھ پولیٹیکل آفیسر بھی تھا۔ اس نے خط لکھ کر اوپر سے پھینکا تھا جس میں لکھا تھا کہ

اعتبار ہے باہر آجائیں۔ ہمارے ہاں اعتبار میں کسی کو کچھ نہیں کہا جاتا۔ حاجی مستان خان نے بتایا کہ غازیوں کی قیادت ان کے چچا نیکم خان کر رہے

تھے انہوں نے بتایا کہ فرنگی کے اعتبار پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے مگر ساتھی غازیوں نے کہا تھا کہ اعتبار میں فرنگی ہمیں نقصان نہیں پہنچائیں گے

اس طرح سب باہر آ گئے۔ فرنگی نے انہیں نیچے الگھ کے کنارے ہموار زمین پر جمع کیا تھا۔ کرنل نے غازیوں کے نام پوچھنے شروع کئے جب زاکیم

خان نے اپنا نام بتایا تو کرنل نے اس پر فوراً فائر کھول دیا۔ زاکیم خان کے بھائی نیکار خان نے کوٹ کی آستین سے اپنی روایتی چھری نکال کر کرنل پر

پے در پے وار کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مزاحمت پر دوسرے دو سپاہی کو چھری سے قتل کیا تھا جبکہ تیسرے کے سینے میں چھری

ٹوٹ گئی تھی۔

فرنگی نے تیش میں آ کر سب غازیوں کو سنگینوں سے شہید کیا تھا ایک غازی پتھر سے نکلے وقت بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا تھا۔ بقیہ ۱۹

غازی جن میں سے ۱۳ محسود اور ۶ طوری خیل تھے موقع پر شہید ہوئے جن کے نام یہ ہیں زاکیم خان، نیکار خان، محبت خان، نخی جان، عبدالستار

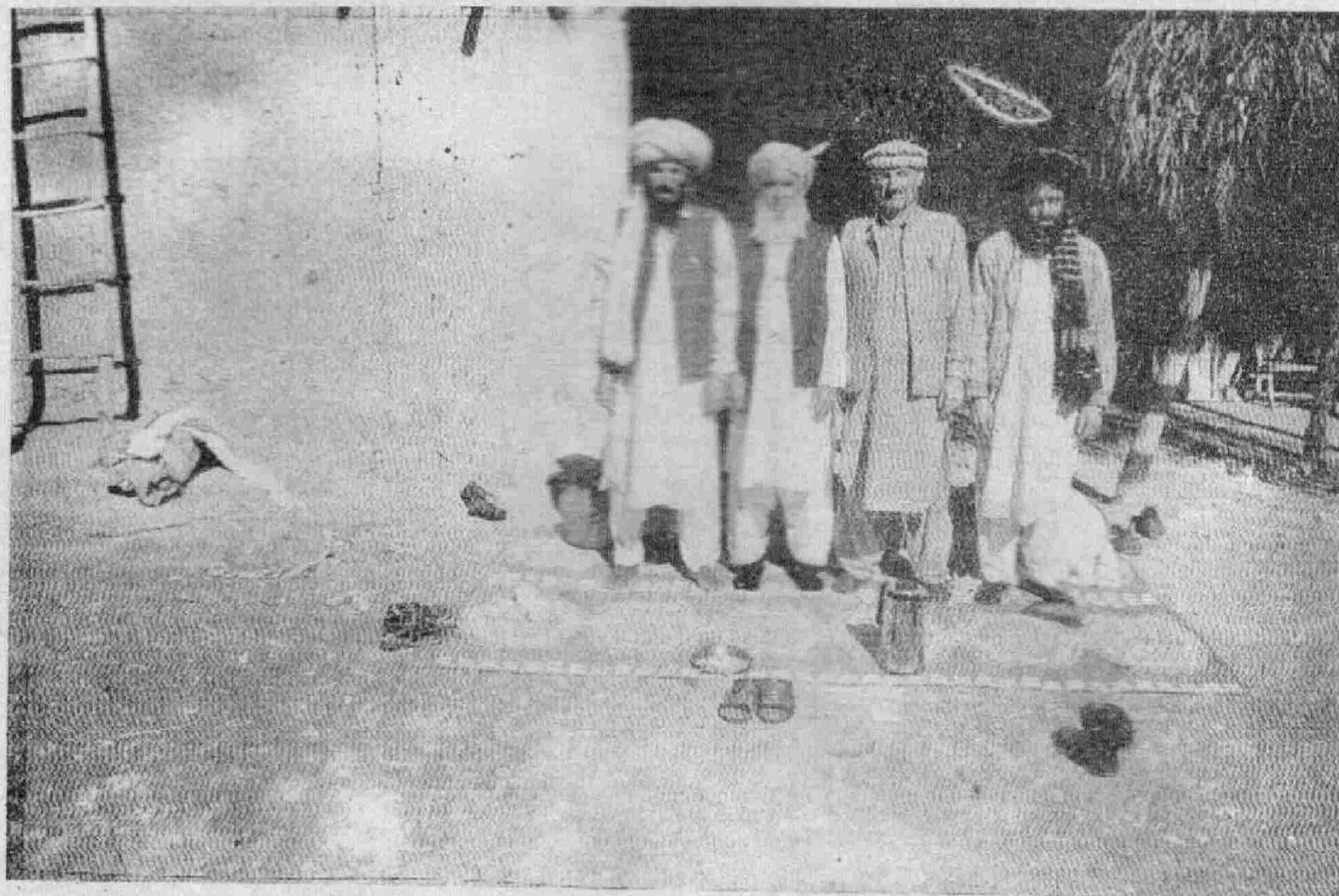
میاں خیل، نماز خان، گلستان (یہ سب نزدیکی رشتہ دار تھے)، یوسف خان، خوناگل، ماجان، گٹ خان اور رمضان یہ ۱۳ محسود تھے۔ جبکہ طوری خیل

شہداء میں غم خون، نام خون، جی خان، اتم خون، زرخاں اور مد کے خان کا بھائی جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا شامل تھے۔ زندہ بچ جانے والا غازی مر جان محسود جو فقیر ایپی کا محافظ تھا کا بھائی تھا۔ حاجی مستان محسود نے مزید بتایا کہ فوج کے بے اعتباری پر پولیٹیکل آفیسر نے اپنے پستول سے خودکشی کی کوشش کی تھی مگر ملک اوس خان محسود نے اس کو بتایا تھا کہ صاحب ایسا مت کرو چونکہ آپ کے مرنے کے بعد ان شہداء کے بال بچوں کا خیال کون کرے گا۔ اس نے خودکشی کا ارادہ ترک کیا تھا۔ بعد میں گورنر سے فوج کے بارے میں شکایت کی تھی اور شہداء کے لواحقین کو ایک ایک ہزار روپے دینے کی سفارش کی تھی۔ گورنر نے اس کی سفارش منظور کی تھی۔ حاجی مستان نے کہا کہ وہ چند ہفتے بعد پولیٹیکل آفیسر کو ملے۔ اس نے والد اور چچا کے متعلق پوچھا میں نے جواب میں کہا کہ چچا زاکم خان زیادہ ہو شہید اور بہادر تھے مگر اس نے کہا کہ نہیں تمہارے والد نیکار خان بہت بہادر تھے اس نے جب دیکھا کہ کرل نے اس کے بھائی کو مارا تو انہوں نے میرے سامنے اپنی چھری سے کرل کو قتل کیا اور کرل نے اس کو شاباش بھی دی۔

فقیر ایپی کے بارے میں حاجی مستان نے بتایا کہ فوج کے آنے سے پہلے وہ زیاندے چلے گئے تھے۔ وہاں سے انہیں کوٹلے گئے تھے۔ کوٹلے سے آگے سمل کے لئے نکل گئے تھے۔ اس کے بعد مکین میں سے خیل قبائل کو جنگل میں ملے تھے۔ ہند خیل میں انکو بہت سارے قبائل ملے تھے مگر فرنگی مظالم کے خوف سے وہ رات کے وقت غماہ پہاڑ چلے گئے۔ وہاں سے غمہ کئی اور پھر دری خیل گئے تھے۔ اس طرح واقعہ مذکورہ کے ایک ماہ میں انکو دری خیلہ میں ملا۔ انہوں نے وہاں میرے والد اور چچا کیلئے کچھ خواتین کی۔ اس موقع پر دین فقیر صاحب بھی موجود تھے۔ وہ بہت جذباتی ہو گئے تھے مگر فقیر ایپی نے میرے سامنے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ فقیر صاحب صبر کریں اللہ تعالیٰ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ فرنگی نے ایک دن تباہ ہونا ہے اس پر دین فقیر کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے۔ مجھے قریب بلا کر فرمایا کہ صبر کرو تمہارے بڑوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اپنی جانیں دی ہیں وہ شہید ہیں اور شہداء کی جگہ جنت میں ہوتی ہے۔ آپ کی تسلی کے بعد میں نے عجیب سکون محسوس کیا۔ اسکے بعد اب تک اللہ تعالیٰ نے بہت عزت دی ہے۔ علاقے کا مشرین گیا اور علاقہ کے سارے لوگ بہت عزت کرتے ہیں۔

عام خون اور نام خون طوری خیل شہید

آپ دونوں بھائی تھے، شکتوئی ارسل کوٹ کے طوری خیل قبیلہ سے تعلق تھا۔ عام خون فقیر ایپی کو اعلان جہاد کے بعد پہلی بار



محقق کے ساتھ حاجی قادم خون اور ان کے بیٹوں کی یادگار تصویر

نیٹاسی میں ملے تھے اور پہلی ہی ملاقات میں اتنے متاثر ہوئے تھے کہ ہمیشہ کیلئے اپنی قسمت انکے ساتھ وابستہ کرنے کا تہیہ کیا تھا۔ غیسورہ کی پہلی اور دوسری لڑائی میں شامل تھے۔ ڈنڈیل معرکہ میں شامل ہو کر بے پناہ شجاعت کا مظاہرہ کیا تھا۔ آپ کے پاس ایک انگریزی دور بین تھی۔ آپ کو ران پر گولی لگی تھی اور دور بین بھی ٹوٹ گئی تھی

آپ نے بھی شناپالندے میں اپنے بھائی کے ہمراہ ان ۱۹ خوش نصیبوں کے ساتھ جام شہادت نوش کیا جنہیں فرنگی نے بے اعتباری میں شہید کیا تھا۔

شہید غام خون کے بچے حاجی قادم خون نے ارسل کوٹ کی تباہی تیسری بار فوج کشی اور شناپالندے واقعہ سے متعلق تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ خیمورہ کی دوسری لڑائی کے بعد فقیر ایپی محسود علاقہ سر امر غڑے میں گئے تھے ارسل کوٹ بے ملک ارسل خان میرے والد غام خون لاخڑائی خان اور علی خان پر مشتمل وفد آپ کے پاس گیا تھا اور آپ کو بتایا تھا کہ ہمارے ساتھ ارسل کوٹ چلے جاؤ فقیر ایپی نے انہیں بتایا تھا کہ ان کے پاس محسود جرگہ آنے والا ہے اسکے ساتھ بات چیت کے بعد فیصلہ کریں گے۔ ادھر محسود قبائل کو فرنگی نے دھمکی دی تھی کہ اگر فقیر ایپی کو آپ لوگوں نے اپنے علاقے سے نہیں نکالا تو آپ پر شدید بمباری کی جائے گی۔ محسود جرگہ نے فقیر ایپی کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا تھا۔ لہذا فقیر ایپی ارسل خان اور غام خون وغیرہ کیساتھ ارسل کوٹ آئے۔ یہاں ان کے لئے خلوتیں تیار کی گئیں اور اس طرح ارسل کوٹ مرکز بن گیا۔ اس پاس کے قبائل نے یہاں آپ سے رابطے قائم کئے۔ فرنگی نے یہاں کے لوگوں کو دھمکی دی مگر ارسل خان غام خون اور ملک قادر خان نے دو ٹوک جواب دیا کہ وہ فقیر ایپی کو اپنے علاقے سے نہیں نکال سکتے۔

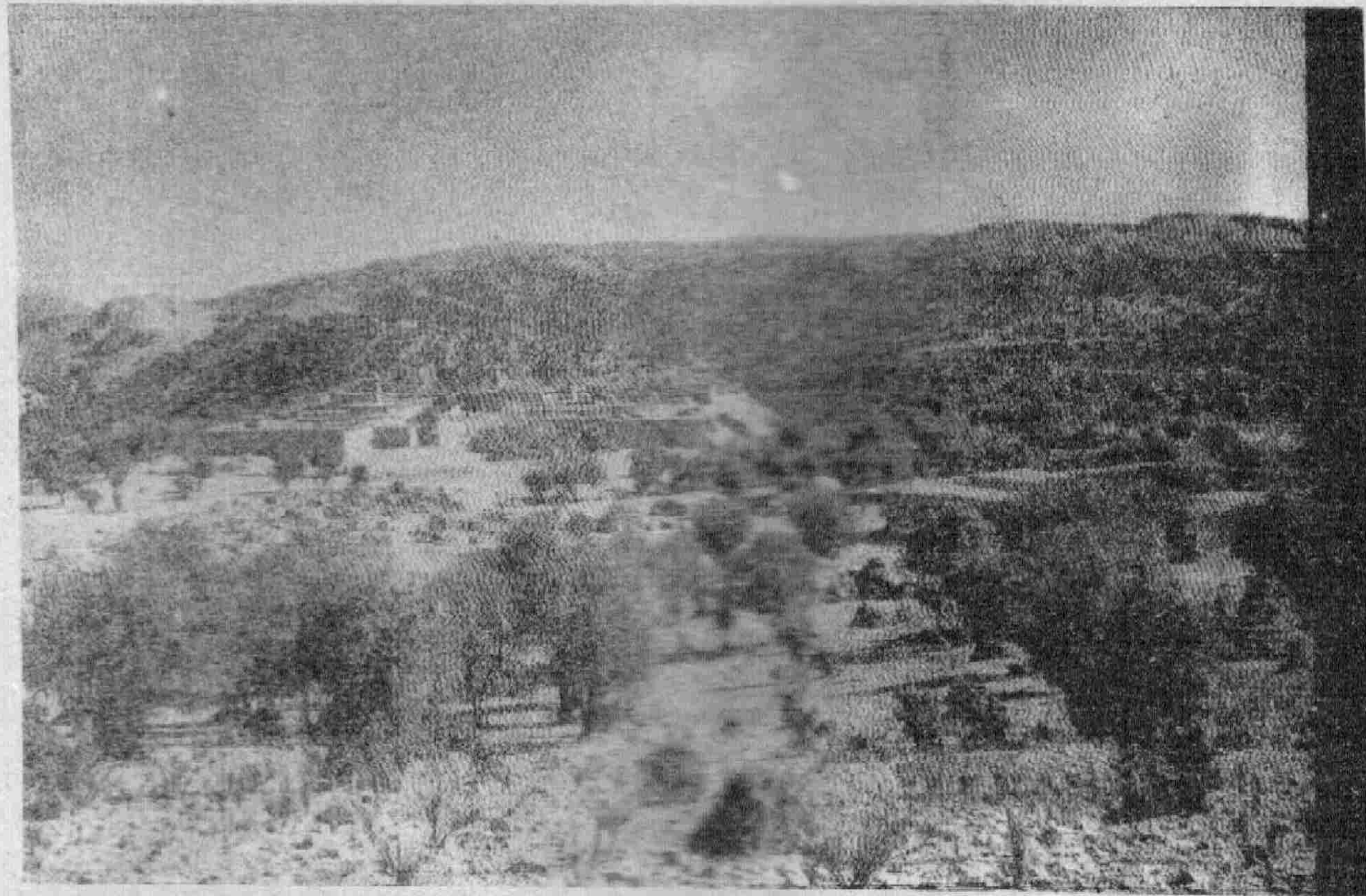
اس پر سارے علاقے پر نوٹس گرائے گئے کہ بمباری کے لئے تیار ہو جائیں۔ ہم نے بال بچوں کیساتھ پہاڑوں میں ہجرت کی ہمارا خیال تھا کہ فرنگی چند ہم گرائیں گے اس لئے سب کچھ گھروں کے اندر چھوڑ دیا۔ تاریخ مقررہ پر پہلے ایک جہاز آیا ہم دور سے دیکھ رہے تھے صرف ایک چھوٹا بم گرایا جس سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد چار جہاز آئے۔ ان میں سے ایک نے ارسل خان کے برج پر ایک بڑا بم گرایا اور برج کو زمین بوس کیا۔ اس طرح وقفے سے جہاز آتے اور ۱۲ من (ایک ہزار پاؤنڈ) وزن کے بم گراتے تھے فقیر ایپی بمباری کے وقت ارسل کوٹ میں الٹھ کے دوسرے کنارے کمر کے نیچے محسود علاقے میں تھے۔ بمباری طویل عرصہ تک جاری رہی اور اتنی بمباری کی گئی کہ ارسل کوٹ اتر بخ تالائی اور سمجھوے کلی کے سارے مکانات کو مسمار کیا گیا۔ سارے علاقے میں اتنا لوہا پڑا تھا جس طرح پتھر پتھر پڑے ہیں۔ حاجی قادم خون نے مزید بتایا کہ بمباری کے وقت رات کو گڑھی وام کیمپ سے فوج آئی اور ملک ارسل خان کو گرفتار کیا۔ جب سارے علاقہ کو ہوائی جہازوں سے نیست و نابود کیا تو پھر تیسری بار بہت بڑی فوج آئی۔ بیادی مقصد فقیر ایپی کو گرفتار کرنا تھا مگر فوج کے آنے سے قبل فقیر ایپی ارسل کوٹ سے آگے زپاندے اور کوٹڈ کے لئے نکل گئے تھے فوج بھی ان کے پیچھے چل پڑی۔ شناپالندے میں فوج کے آخری دستہ پر ۲۰ غازیوں نے حملہ کیا جن میں والد غام خون اور نام خون بھی شامل تھے۔ (اس کی تفصیل پہلے زاہد خان اور نیکار خان کے حوالے سے دی گئی ہے) فوج واپس آئی تھی۔ غازیوں کے پاس کار توں ختم ہو گئے تھے انہوں نے بڑے پتھر کے نیچے پناہ لی تھی۔ فرنگی نے بے اعتباری میں انہیں شہید کیا تھا۔ غام خون کو میجر نے پستول سے مارا تھا۔ جس پر انکے بھائی نام خون نے میجر کو چھری سے قتل کیا تھا۔ بعد میں دوسرے غازیوں کے ساتھ نام خون کو بھی سپاہیوں نے سنگینوں سے شہید کیا تھا۔ اس طرح اس خاندان نے خون کی قربانی دے کر ایسی لازوال تاریخ رقم کی جن پر بجا طور پر یہاں کے قبائل کو اب بھی فخر ہے۔ فوج نے ارسل کوٹ میں فقیر ایپی کی خلوتوں کو بموں سے اڑا دیا۔ ایک غار میں انہیں ایک بلی ملی تھی۔ انکا خیال تھا کہ فقیر ایپی نے حلیہ بدلہ ہے۔ اس لئے بلی کو اپنے ساتھ گرداوی کیمپ لے گئے مگر چند دن بعد جب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ فقیر ایپی نہیں بلکہ بلی ہے تو پھر اس کو پنجرے سے چھوڑا گیا تھا۔

حاجی قادم خون اپنے والد اور چچا کی شہادت کے وقت بہت چھوٹے تھے۔ خاندان میں دوسرا بڑا بھی کوئی نہ تھا اس لئے فقیر ایپی آپکا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ حاجی قادم خون آپکے ساتھ آخر تک رہے ہیں اس حوالے سے آپ نے فقیر ایپی کے بارے میں بہت لطیف معلومات فراہم کیں۔ ان میں بعض آپ کی کرامات کے بارے میں تھیں جو ان کی کرامات میں شامل کی گئیں بعض فقیر ایپی کی ذاتی زندگی سے متعلق تھیں مثلاً آپ نے بتایا کہ فقیر ایپی جب وضو کرتے تو اکثر ہلکا مذاق کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ شرکی میں تھے۔ میں ملک قادر خان

کیساتھ آپ کو ملنے گیا میں چھوٹا تھا ملک قادر خان نے کہا کہ حاجی صاحب میرے ساتھ قادم خون آیا ہے۔ آپ وضو بنا رہے تھے مجھے پیار سے اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ آؤ میں تمہارے دانت گن دوں تاکہ گم نہ ہو جائیں۔ دوسری بار آپ نرسی خیل میں تھے عصر کی نماز کے لئے وضو بنا رہے تھے کسی نے کہہ کہا کہ حاجی صاحب بلا آ گیا ہے (بلا ایک آدمی کا نام تھا) آپ نے موقع پر موجود نمازیوں سے کہا کہ خیال کرو بلا تمہیں کھانہ لے۔

ملک ارسل خان (ساکن ارسل کوٹ)

آپ بہت سیدھے سادھے آدمی تھے چالاک بالکل نہیں تھے۔ فقیر ایسی کو ابتداًی دنوں میں ڈاگنی (خیسورہ) میں ملے تھے آپ کیساتھ غام خون شہید اور ملک قادر خان طوری خیل بھی تھے۔ تینوں نے ہر قسم کی مدد کا بھر مدد کا یقین دلایا تھا۔ فرنگی فوج آپ کے پیچھے جب پوری وادی



جدید ارسل کوٹ کی تصویر

خیسورہ میں پھیل گئی تو فقیر ایسی نے ارسل کوٹ ہجرت کی۔ ارسل کوٹ میں ارسل خان نے آپ کی بڑی عزت و حفاظت اور خدمت کی۔ فقیر ایسی کے باعث آپ کو بے پناہ شہرت ملی۔ حاجی قادم خون نے آپ کے متعلق بتایا کہ جب سکاؤٹس رات کے وقت آپ کو پکڑ کر ڈیرہ جیل لے گئے تو وہاں آپ کو دیکھنے کیلئے اتنے لوگ آتے تھے کہ ارسل خان

کیساتھ ملاقات پر حکومت نے ۵ آنے ٹکٹ لگایا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ جب فقیر ایسی فرنگی مظالم اور بربریت سے شکستوں میں محسود علاقہ ہجرت کی تھی تو فرنگی نے محسود ملکوں کو دھمکی دی تھی کہ یا تو فقیر ایسی کو اپنے علاقہ سے نکالیں یا سبباری اور تباہی کیلئے تیار ہو جائیں۔ ارسل خان کو جب پتہ چلا تو وہ فقیر ایسی کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ آپ کیلئے یہاں رہنا اچھا نہیں ہے اس لئے انکے ساتھ ارسل کوٹ چلے جائیں۔ فقیر ایسی نے بتایا کہ کل محسود ملکوں کا جرگہ آ رہا ہے اسکے ساتھ بات کرنے کے بعد فیصلہ کریں گے۔ محسود جرگہ نے آپ کو فرنگی دھمکیوں سے آگاہ کیا اس پر آپ ارسل خان کیساتھ ارسل کوٹ آ گئے تھے۔ دراصل ابتداًی دو سال تک جتنی جنگیں ہوئی ہے سارا زور خیسورہ اور پھر شکستوں اور بالخصوص ارسل کوٹ کی تباہی و بربادی پر صرف کیا گیا۔ اس لئے اس علاقہ کا نام تاریخ میں ہمیشہ ایسے کارناموں اور قربانیوں کیساتھ یاد رکھا جائے گا۔ جس پر قبائل جتنا بھی فخر کریں گے کم ہوگا۔

غازی خونے خیل محسود

قادم خون طوری خیل کے بقول خونے خیل محسود نے جہاد شروع ہونے سے قبل فقیر ایسی کا ساتھ دیا تھا۔ اعلان جہاد کے بعد فقیر ایسی خیسورہ ڈاگنی میں تھے۔ خونے خیل آپ کے پاس آئے تھے اور آپ پر زور دے رہے تھے کہ فرنگی کے خلاف عملی جہاد کا آغاز جلد شروع کیا جائے۔ مگر فقیر ایسی خونے خیل کو صبر کی تلقین فرماتے تھے۔ اس موقع پر موجود طوری خیل غازی خونے خیل کے جذبے سے بہت خوش

ہوئے تھے۔ حالانکہ خونے خیل نے طور ی خیل قبیلہ کے کئی افراد کو قتل کیا تھا۔ مگر برکت جہاد کے باعث طور ی خیل نے خونے خیل سے بدلہ نہیں لیا۔ خیمورہ سے لے کر شکتوئی ارسل کوٹ تک جب سارے علاقہ کو فرنگی جہازوں توپوں اور ٹینکوں اور پچاس ہزار فوج نے گھیرے میں لے لیا۔ تو فقیر ایسی نہایت کمپرسی کی حالت میں محسود علاقہ بویو نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ اس وقت آپ کے ہمراہ میر دل خان طور ی خیل طالب جان جو آپ کے ذاتی خدمت گار تھے اور ایک اونٹ والا تھا۔ مگر یہاں خونے خیل نے آپ کو پناہ دے کر اپنے بھتیجیوں سے کہا تھا کہ حاجی صاحب آئے ہیں گھر میں جتنے کار توں اور ہم رکھے ہوئے ہیں سب اٹھا لو اور جہاد کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔

خونے کا تعلق محسود قبیلہ کے ضلعی شاخ جلال خیل سے تھا۔ اپنے علاقہ میں بہت بہادر اور جنگجو تصور ہوتا تھا۔ لیکن آپ کو اصل شہرت تاریخ کے ایک بہت غیر معمولی اور عبرت ناک واقعہ شہورنگی سے ملی۔ اس معرکہ میں آپ نے جو بے پناہ بہادری، جوانمردی اور مہارت کا مظاہرہ کیا۔ وہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔ اپریل ۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے۔ ایک فوجی کانوائے منزئی سے وانا فوجی کمپ راشن لے جا رہا تھا۔ شیورنگی میں پہاڑوں کے پچ سڑک کے قریب سخت پتھریلی چٹانوں میں مجاہدین نے خونے خیل کی قیادت میں اچانک کانوائے پر حملہ بول دیا تھا۔ حملہ کے فوراً بعد قریب کے چھملائی قلعہ تک خبر پہنچی لیکن کانوائے کی مدد کے لئے کوئی نہیں آسکتا تھا چونکہ حملہ ہوشیاری اور بھارتی سے کیا گیا تھا اور مورچوں میں مجاہدین نے ایسی پوزیشن سنبھالی تھی کہ ہوائی جہاز بھی کھوج نہیں لگا سکتا تھا۔ تاہم ہوائی جہازوں سے متعلقہ جگہ سارا دن فائرنگ ہوتی رہی۔ جبکہ رات کو غازیوں کے خوف سے سکاؤٹس کے سپاہی کاروائی کرنے کے قابل نہیں رہے۔ دوسرے دن فرنگی بھر پور تیاری کے ساتھ آئے مگر اس سے پہلے مجاہدین اپنا مقصد پورا کر چکے تھے۔ اس دلیرانہ حملے کا فرنگی پر بدنامی اور ناکامی کا تاریخ ساز داغ لگ گیا اور سزا کے طور پر وزیرستان کمانڈنگ آفیسر کو گھر بھیج دیا گیا۔ اس بے مثال کامیابی کا قبائلی نوجوان، خواتین اور مردوں پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ خونے خیل کا بڑے فخریہ انداز میں لوک گیتوں میں تذکرہ ہونے لگا۔ جس کا لب لباب یہ تھا کہ مجاہدین کا سربراہ خونے خیل تھے۔ فقیر ایسی کے مرید تھے اور اسلام ملی بی پرنگ کر رہے تھے۔ اس معرکہ میں ۳۶ سپاہی اور ۱۰ اڈرا بیور ہلاک ہوئے جبکہ مجاہدین کی طرف ۵ غازی شہید ہوئے جن میں خونے خیل کا دیرینہ ساتھی نمدار شامل تھا جس کا خونے خیل کو بہت افسوس ہوا تھا۔ فرنگی نے خونے خیل کی گرفتاری کی بہت کوشش کی لیکن خونے خیل مستقل طور پر کسی ایک جگہ قیام نہیں کرتے تھے جبکہ برابر فرنگی مخالف سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ستمبر میں لدھا کے قریب پہاڑی میں سڑک کی حفاظت پر مامور فوجی ٹولہ پر حملہ کیا اور بہت سارا نقصان پہنچایا۔ آخر کار فرنگی نے تنگ آکر آپ کے گھر پر بمباری کی جو کئی دن تک جاری رہی۔ لیکن خونے خیل جیسے نڈر اور بہادر مجاہد اپنے مقصد سے پیچھے ہٹنے والے نہ تھے اور آخر تک فرنگی سامراج کے خلاف سینہ تان کے ڈٹے رہے۔ محسود علاقہ میں آج بھی ان کا ذکر بڑی شان سے کیا جاتا ہے۔

غازی میر دل خان طور ی خیل

فقیر ایسی کے تمام ساتھیوں میں غازی میر دل طور ی خیل کو یہ شرف حاصل ہے کہ شروع سے آخر تک جنگ اور امن دونوں صورتوں میں فقیر ایسی کیساتھ رہے ہیں۔ فقیر ایسی کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور خاص بات یہ کہ میر دل طور ی خیل فقیر ایسی کے ان دنوں کے ساتھی رہے ہیں جن دنوں خیمورہ سے ارسل کوٹ تک سارے علاقہ میں دشمن کی فوج فقیر ایسی کے پیچھے لگی تھی اور اوپر سے ہوائی جہازوں کے ذریعے بموں کی بارش ہو رہی تھی۔ مذکورہ علاقوں میں قبائل کے گھر مسمار کئے گئے اور سینکڑوں کی تعداد میں یہاں کے لوگوں نے جام شہادت نوش کیا۔ فقیر ایسی ایک مختصر قافلے جس میں تین جانور اونٹ، بکری اور بلی اور تین آدمی طالب جان، سربان اور میر دل شامل تھے کیساتھ شکتوئی سے زیاندے اور وہاں سے محسود علاقہ بویو میں نکل گئے تھے۔ میر دل خان کو اس خوش نصیب مختصر قافلے میں شمولیت کا شرف بھی حاصل ہے۔ جس کی تفصیل بعد میں آئی ہے۔ فقیر ایسی کی قربت کا یہ اثر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ضرورت سے کہیں زیادہ حق و حلال کے وسیع

ذرائع عنایت کئے ہیں لیکن میر دل کی عاجزی اور فقیری میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ آپ کا گھر بڑے سروئی کے شمال مشرق میں الگڑ میں ہے۔ میں اپنے ایک دوست حاجی محمد کے ساتھ ان کو ظہر کے وقت بیماری کی حالت میں ملا۔ لیکن فقیر کے ساتھ بے پناہ عقیدت کے باعث جب نے دیکھا تو طبیعت ایسی سنبھل گئی کہ یہ بھول گئے کہ وہ بیمار ہیں۔

آپ نے فقیر ایپی کا ساتھ دینے کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ نیتاسی میں فقیر ایپی کے اعلان جہاد کے تین دن بعد وہ ضیسورہ میں



فقیر ایپی کو ملے اور وہاں سے ہی جہاد میں ایسے شامل ہوئے کہ پھر آخر تک پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ آپ نے فقیر ایپی کی کرامات سے متعلق ذاتی مشاہدہ پر مشتمل بہت مفید معلومات سے آگاہ کیا جس کی تفصیل فقیر ایپی کی کرامات کے حوالے سے دی گئی ہے۔

میر دل خان نے جہاد میں عملی شرکت کے حوالے سے بتایا کہ ضیسورہ کی پہلی لڑائی میں فقیر

غازی میر دل خان طوری خیل محقق کو فقیر ایپی کے ساتھ گزرے ہوئے یادگار لمحات کی تفصیل بتا رہے ہیں

ایپی کا کنٹرے میں تھے۔ آپ نے گل باند اور سالاباند کو خط لکھ کر فوج کے پاس اس خیال سے بھیجا کہ اگر فوج میں مسلمان سپاہی شامل ہیں تو وہ ہماری طرف بھاگ کر آئیں گے۔ گل باند اور سالاباند نے میرے سامنے فوج کے گھڑ سوار ہر بول دستہ کو خط دیا۔ دستہ کی کمان سکھ صوبیدار کر رہا تھا۔ اس نے خط کو پڑھنے کے بعد زمین پر پھینک دیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ گل باند اور سالاباند تو موقع پر شہید ہوئے۔ میں بھاگ رہا تھا مجھ پر گولیاں لگ رہی تھیں لیکن کوئی تکلیف یا نقصان نہیں پہنچا۔ تاہم چند لمحے بعد گولیوں کے شدید دھچکے باعث گر پڑا۔ سپاہی میرے قریب پہنچنے والے تھے کہ ساتھیوں نے اٹھالیا۔ گھروں سے بال بچے دور چلے گئے تھے اس لئے ہم نے رات جنگل میں گزری۔ دوسرے فقیر ایپی کے پاس گیا۔ آپ نے جنگ کی صورت حال اور غازیوں کی تعداد کے بارے میں پوچھا۔ میں نے تسلی کے لئے بتایا کہ بہت سارے غازی جمع ہیں آپ نے دعادی اور بہت خوش ہوئے۔

ایک دن بعد مزید فوج آنے کی اطلاع ملی۔ آپ نے مجھے دور کے گاؤں میں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ لوگوں کو بتادے کہ غزا شروع ہے۔ مقابلے کے لئے آجائیں میں سوئی خیل قبیلے کے گاؤں کی تین مساجد میں گیا۔ کل ۱۶ غازی ملے اور آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے سب کو نیتاسی چلے جانے کی ہدایت کی۔ اس موقع پر آپ کی حفاظت کی خاطر عید حسن، لے خان اور میں آپ کے ساتھ موجود رہے۔ ضیسورہ کی پہلی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا کی۔ دوسری لڑائی کے لئے پھر سے تیاری شروع کی، فقیر ایپی فرنگی فوج سے خطرے کے باعث محسوس علاقے سراموٹڈے میں تھے۔ یہاں لوگ و فوج کی شکل میں آپ سے ملنے آتے تھے۔ جہاد کے بارے میں عمدہ بیان ہو رہے تھے۔ ایک دن ارسل خان آئے، انہوں نے کہا کہ آپ میرے ساتھ آئیں یہاں اچھے نہیں لگتے۔ آپ ارسل خان کی دعوت پر ارسل کوٹ آئے۔ یہاں پر خلوتیں تیار کیں اور لنگر جاری کیا۔ فرنگی ہوائی جہاز وقفے وقفے سے آتے رہتے تھے۔ فقیر ایپی نے مجھے ہندو دے کر کہا کہ محفوظ مقام پر بیٹھ کر اس سے

جہاز کو مارنے کی کوشش کرو۔ جہاز پر فائرنگ کے دوران ایک ہم میرے نزدیک پھٹا۔ حاجی صاحب نے حال معلوم کرنے کے لئے ایک آدمی بھیجا۔ مہموں میں ٹائم ہم بھی شامل تھے جن سے ہم بہت ڈرتے تھے۔ لنگر کے قریب شام کے وقت ایک ٹائم ہم پھٹ گیا لیکن ہم میں سے ایک بھی غازی ہلاک یا زخمی نہیں ہوا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ڈمیل معرکے کے دوران میں فقیر ایپی کے ساتھ ارسل کوٹ میں تھا۔ معرکہ میں حصہ لینے کا خواہش مند تھا۔ لیکن غازیوں نے فقیر ایپی کی خدمت اور حفاظت کے لئے مجھے روکا۔ خدمت کے علاوہ لوگوں سے چندہ بھی جمع کرتا تھا۔ غریب لوگوں میں فقیر ایپی کی ہدایت پر پیسے تقسیم کرتا تھا۔ ایک دفعہ ماہر میں فاتح خان کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک غریب یوزمی عورت آئی۔ میرا نام پوچھا ساتھ یوں نے بتایا وہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ سارا خزانہ آپ کے پاس ہے۔ اس لئے میری مدد کریں میں نے انہیں بتایا کہ حاجی صاحب کی اجازت کے بغیر نہیں دے سکتا لیکن بعد میں اس کی حالت پر رحم آیا اور کچھ رقم دے دی۔ غازی میردل خان نے مزید بتایا کہ ارسل کوٹ کی تباہی کے بعد جب تیسری بار فقیر ایپی کی گرفتار کیلئے بہت بڑی فوج آئی۔ فقیر ایپی پہلے زیاندے اور اس کے بعد محمود علاقہ یوزم گئے۔ رات کے وقت آپ نے رسول مقبول رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا جس کی تفصیل باب نمبر ۱۳ میں دی گئی ہے۔

آپ نے فقیر ایپی کے دوسری شخصیات کے ساتھ رابطے اور جہاد میں ان کی طرف سے مدد کے حوالے سے بتایا کہ کہ نیتاسی میں جہاد اعلان کے بعد فقیر ایپی شہزادہ فضل دین ملک موسیٰ خان اور ملک خندا ئی شمن خیل کو ملے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ شہزادہ فضل دین نے کہا کہ وہ مدد کے لئے تیار ہیں۔ لیکن محمود قبیلے کا وہ سربراہ ہوں گے۔ آپ نے اتفاق کیا۔ ملک موسیٰ خان اور ملک خندا ئی نے اس طرح بات کی۔ آپ نے ان دونوں کے ساتھ بھی اتفاق کیا۔ آخر میں میں نے حاجی صاحب سے پوچھا کہ آپ نے سب کے ساتھ اتفاق کیا۔ حالانکہ تینوں ایک وقت میں سربراہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ہمارا مقصد جہاد سے ہے۔ سربراہ کون ہو گا کون نہیں ہو گا؟ یہ سب غیر ضروری باتیں ہیں ہمیں تو صرف اپنے مقصد سے مخلص ہونا چاہیے۔ فقیر ایپی کا جہاد سے متعلق عقیدے اور مستقل مزاجی کے بارے میں بتایا کہ ایک دفعہ گوریک میں شہزادہ فضل دین کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ ان کے پاس وائسرائے ہند کی طرف سے خط آیا ہے کہ فقیر ایپی ان کے ساتھ حدود تعین کرے۔ اس کے بعد ہم آپس میں معاہدہ کریں گے کہ ان متعین شدہ حدود میں مداخلت نہیں کریں گے۔ فقیر ایپی نے ہمیں مشورے کے لئے کہا۔ اس موقع پر ہم چار آدمی موجود تھے۔ ہم مشورے کے لئے باہر گئے لیکن پتہ نہیں تھا کہ کیا کریں۔ واپس آپ کے پاس آئے۔ معذرت کی۔ آپ نے پھر فرمایا کہ مشورہ سنت ہے۔ جو کچھ کہنا ہے مشورے کر کے بتادو۔ ہم پھر باہر گئے کسی نے کہا کہ دریائے سندھ ٹھیک ہو گا کسی نے کچھ اور کہا۔ میں نے آخر میں کہا کہ دراصل معاملہ کفر اور اسلام کا ہے۔ اس لئے فقیر ایپی کو اختیار دیں گے کہ وہ خود فیصلہ کریں۔ ہم دوبارہ آپ کے پاس آئے اور یہی بتایا کہ معاملہ کفر اور اسلام کا ہے۔ باقی تمہاری مرضی ہے اس پر وہ بہت خوش ہوئے اور شہزادہ کو خط لکھ دیا کہ ہمارے اور فرنگی کے مابین کفر اور اسلام کا معاملہ ہے۔ اس لئے حدود متعین کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب تک فرنگی موجود رہیں گے جہاد جاری رہے گا۔

فقیر ایپی سے انگریز بھی متاثر تھے۔ آپ کے ساتھ شکتوسی میں انگریز آفیسر کی ملاقات کے بارے میں میردل نے بتایا کہ ایک دفعہ فقیر ایپی ان کے دوسرے اور میں بیٹھے تھے ایک محمود فرنگی کا خط لایا۔ فقیر ایپی نے دیکھ کر کہا کہ یہ فرنگی کا خط ہے۔ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ آپ نے فرنگی کو ملاقات کے لئے بلایا۔ فرنگی آیا اور ۶ دن تک ہمارے ساتھ رہا۔ وہ فقیر ایپی کی تحریک سے بے حد متاثر تھا۔ اس نے فقیر ایپی کو بتایا کہ وہ صرف دو باتوں کے لئے آیا ہے۔ ایک یہ کہ وہ جنگ کے بارے میں تاریخ لکھنا چاہتا ہے اس کے لئے شہداء کے نام چاہیں جبکہ دوسری بات یہ کہ آپ غزا کن ہتھیاروں سے لڑ رہے ہیں۔ فقیر ایپی کے پاس جتنی معلومات تھیں اس کو بتائی اور ۶ دن بعد اس کو دو محافظ دے کر میرانشاہ کے لئے رخصت کیا۔

ملاشیر علی خان

مولانا شہ

محمود قبیلہ کے ذیلی

فقیر ایپی نے انگریز

قریب فقیر ایپی

اور جو انمردی کے جو

تیار زہ پوسٹ

۱۳ اپریل

رہ چکا تھا اس لئے آ

رہنے سہنے کیلئے

کھودوں گا۔ (کرا

داستان پارینہ) ان

سے نو خیل کے ملک

ہوئے اور جواب دیا

قبیلے کی حکومت سے

نہیں ہے۔ ۱۳ اپ

اطلاع پہنچی کہ فقیر

کے پیروکاروں نے

لمبا ۱۳ فٹ چوڑا اور

خلوت بنا لیا ہے۔

میں بہت سے لوگ

سے ملے۔ بعض معت

کا خیال نہیں رکھتا۔

کو ایک تجویز پیش کی

۱۵ اپریل کو فقیر

اطلاع دی کہ آئند

بلوچ کے حوالے

دوبارہ اطلاع دی کہ

منقطع ہے۔ ۱۶ اپ

ملاشیر علی خان المعروف جنگلی ملا

مولانا شیر علی خان المعروف جنگلی ملا کی فرنگی کے خلاف عملی جدوجہد جذبیوں کو تازگی و جوش عطاء کرتی ہے۔ اس بطل حریت کا تعلق محسود قبیلہ کے ذیلی قبیلہ نو خیل شاخ اور مڑ خیل سے تھا، والد کا نام طور خان تھا۔ آپ بہت بہادر اور مسکور کن شخصیت کے مالک تھے۔ جب فقیر ایسی نے انگریز کے خلاف باقاعدہ اعلان جہاد کیا آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے محسود قبیلہ کی جانب سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا آپ قریب قریب فقیر ایسی کے ساتھ ہر محاذ پر دشمنوں کے خلاف شانہ بشانہ لڑتے رہے۔ مگر تیارزہ قلعہ اور شراونگی کے معرکوں میں آپ نے شجاعت اور جوانمردی کے جوہر دکھائے ان پر محسود قبیلہ آج بھی فخر کرتا ہے۔

تیارزہ پوسٹ کا محاصرہ

۱۳ اپریل ۱۹۳۸ء کو پولیٹیکل محرر مقیم تیارزہ نے رپورٹ دی کہ ملاشیر علی عمر خیل گاؤں آپہنچا ہے۔ موصوف چند ماہ ان کا پیش امام رہ چکا تھا اس لئے آج انہوں نے گاؤں کے لوگوں کو بتایا کہ ”میں اب فقیر ہوں اور اپنے گاؤں عمر خیل میں انگریز جاری کرنا چاہتا ہوں۔ اور اپنے

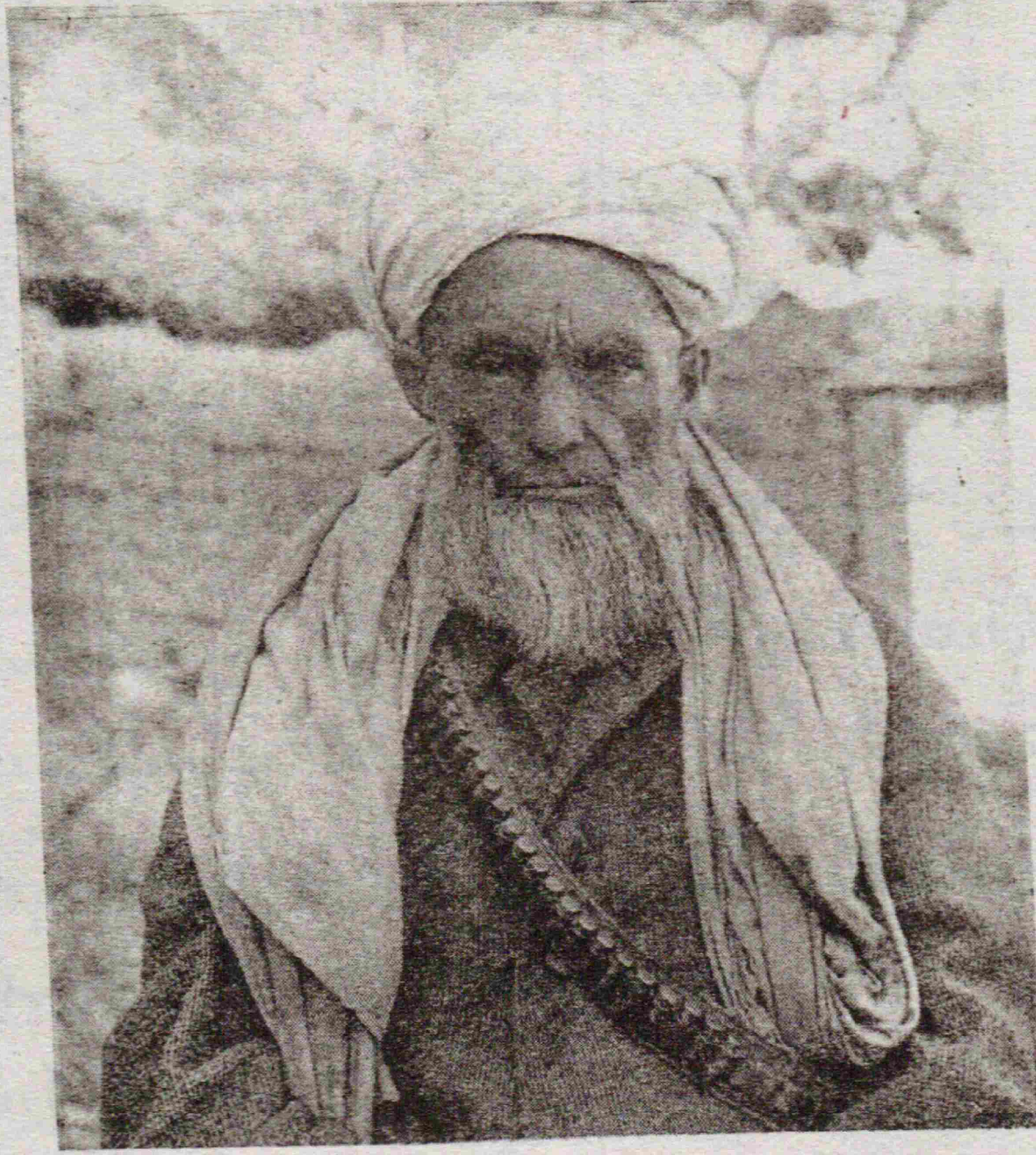


ملاشیر علی خان محسود

رہنے سہنے کیلئے ایک غار کھودوں گا۔“ (کرامت علی، داستان پارینہ) ان کی ان باتوں سے نو خیل کے ملک پر آنکھ پڑی ہوئے اور جواب دیا کہ ان کے قبیلے کی حکومت سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ۱۳ اپریل کو یہ اطلاع پہنچی کہ فقیر شیر علی خان کے پیروکاروں نے ۳۳ فٹ لمبا ۱۳ فٹ چوڑا اور ۶ فٹ گہرا خلوت بنالیا ہے۔ ان دونوں میں بہت سے لوگ ملاشیر علی

سے ملے۔ بعض معتبر ملکوں نے اسے انہیں باز رکھنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے ملکوں کو بتایا کہ وہ حکومت کے خلاف کسی قسم کا پروپیگنڈہ کرنے کا خیال نہیں رکھتا۔ لیکن درپردہ انہوں نے ۳۰۰ پیروکاروں کا ایک مضبوط جتھہ تیار کر رکھا تھا۔ دریں اثناء نو خیل اور مچی خیل ملکوں نے حکومت کو ایک تجویز پیش کی کہ کچھ عرصہ تک گشت نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن حکومت نے ان کی درخواست کو نہایت ہی شائستگی کے ساتھ مسترد کر دیا۔ ۱۵ اپریل کو فقیر سے بہت سارے قبائل ملے اور خیصور کے قبائل تو اعلانیہ طور پر پر آنکھ پڑی تھے۔ ساڑھے پانچ بجے نائیک پائندہ خان نے قلعہ کو اطلاع دی کہ آئندہ رات شب جمعہ کو گولی چلنے اور حملے کا خدشہ ہے۔ رات کو پولیٹیکل محرر نہایت گہراہٹ کے عالم میں ملک گلٹ اور ملک بلوچ کے حوالے سے یہ رپورٹ لیکر پہنچا کہ ایک ہزار قبائلیوں پر مشتمل ایک لشکر فقیر کے لشکر سے نکل آیا ہے۔ اسی اثناء میں پائندہ خان نے دوبارہ اطلاع دی کہ لشکر نے کمپ کے اوپر پہاڑوں پر پوزیشن لی ہے۔ جائزہ لینے پر دیکھا گیا کہ دونوں طرف یعنی وانا اور لدھا کا ٹیلی فون سلسلہ منقطع ہے۔ ۱۶ اپریل کو ہوائی جہازوں کے ذریعے متعلقہ علاقہ پر بمباری سے فصلوں اور دیہاتوں کو غیر معمولی نقصان پہنچا۔ لیکن کوئی جانی

۱۳ اپریل ۱۹۳۸ء کو پولیٹیکل محرر مقیم تیارزہ نے رپورٹ دی کہ ملا شیر علی عمر خیل گاؤں آپہنچا ہے۔ موصوف چند ماہ ان کا پیش امام رہ چکا تھا اس لئے آج انہوں نے گاؤں کے لوگوں کو بتایا کہ ”میں اب فقیر ہوں اور اپنے گاؤں عمر خیل میں انگڑ جاری کرنا چاہتا ہوں۔ اور اپنے



ملا شیر علی خان محسود

رہنے سہنے کیلئے ایک غار کھودوں گا۔ (کرامت علی، داستان پارینہ) ان کی ان باتوں سے نو خیل کے ملک بر آئیگی ہوئے اور جواب دیا کہ ان کے قبیلے کی حکومت سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ۱۴ اپریل کو یہ اطلاع پہنچی کہ فقیر شیر علی خان کے پیروکاروں نے ۳۳ فٹ لمبا ۱۳ فٹ چوڑا اور ۶ فٹ گہرا خلوت بنالیا ہے۔ ان دونوں میں بہت سے لوگ ملا شیر علی

سے ملے۔ بعض معتم ملکوں نے اس انہیں ماز رکھنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے ملکوں کو بتایا کہ وہ حکومت کے خلاف کسی قسم کا پروپیگنڈہ کرنے

نقصان نہیں ہوا۔ ۱۸ اپریل کو فریقین نے ایک دوسرے پر بھرپور حملے کئے۔ دشمن نے موقع پا کر خاستہ پخت کوراشن اور پانی بھیج دیا۔ لیکن اس کے علاوہ دیگر ہر قسم کی نقل و حرکت پر بدستور پابندی تھی۔ ہوائی جہازوں کے ذریعے ان پر بمباری جاری تھی۔ جس سے عمر خیل گاؤں میں آگ بھڑک اٹھی لیکن فقیر کا کوٹ دن بھر محفوظ رہا۔ غازیوں نے دریں اثناء ۱۲ کھمبے گرائے اور تار کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ۲۰ اپریل کو پولیٹیکل ایجنٹ نے خیمور کے قبائل کا جرگہ طلب کیا۔ جس کی وجہ سے فائرنگ اور جہازوں سے بمباری روک دی گئی۔ رپورٹ کے مطابق گاؤں کو بہت سارا نقصان پہنچا۔ وقتی طور پر جنگ بندی عمل میں لائی گئی۔ لیکن دشمنوں کے خلاف ملاشیر علی کی جدوجہد جاری رہی۔

آسمان منزلی معرکہ

ملاشیر علی خان نے ۱۲ اور ۱۳ جولائی کو آسمان منزلی پخت پر رات کے ساڑھے تین بجے شب خون مارا۔ پخت میں کل ۷ اسپاہی تھے اور پخت کے ارد گرد خاردار تاروں اور پتھروں کی مضبوط دیوار بنائی گئی تھی۔ غازیوں نے دیوار کو توڑ کر دستی بموں سے پخت پر بھرپور حملہ کیا۔ پخت سے بھی غازیوں پر دستی بموں کی بوچھاڑ کر دی گئی لیکن غازی پخت کے اندر گھسنے میں کامیاب ہو گئے۔ خنجر اور سنگینوں کے ذریعے دست بدست لڑائی کے نتیجے میں ۶ سپاہی موقع پر ہلاک، ۶ قریب المرگ اور چار شدید زخمی ہو گئے۔ ہلاک ہونے والوں میں ایک سنگنر بھی شامل تھا۔ ایک سپاہی بھاگ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ غازیوں کے ہاتھ پندرہ بندوقیں، ایک عدد مشن گن، ۴۸ دستی بم اور پندرہ سوکار توں آگئے۔ بعد میں حکومت نے اسلحہ کی بازیابی کی خاطر اشتعلت محسوس کے تاڑون، کوڈون اور یوئی خیل دیہاتوں کا محاصرہ کیا لیکن کچھ بھی ہاتھ نہیں آیا البتہ ۷ افراد کو یرغمالی بنا لیا۔ چار دن بعد حکومت نے قریب کے علاقوں کے ملک ان کا جرگہ بلوایا اور کہا ”چونکہ حکومت کے موجودہ مالی وجہات نقصان میں کانگرم اور مردار الگھ کے لوگوں کا ہاتھ تھا اس لئے ان کو آخری نوٹس دیا جاتا ہے کہ وہ حملہ آوروں کی شناخت کریں اور ۲۰ اگست تک لوٹا ہوا اسلحہ بھی واپس کر دیں۔“ بیس دن بعد حکومت کو پتہ چلا کہ سب بندوقیں ملاشیر علی کے پاس ہیں اور وہ لوگوں میں فروخت کر رہے ہیں۔ فرنگی نے بہت کوششیں کیں مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ انہوں نے ملاشیر علی کی قوم پر بارہ عدد بندوق اور چھ سو روپے جرمانہ عائد کیا۔ (لاق شاہ، وزیرستان) وادی خیمور میں پے در پے شکستوں کا سامنا کرنے کے بعد انگریز نے وزیرستان پر وحشیانہ بمباری کا سلسلہ شروع کیا جس پر ہر طرف سخت تنقید کی گئی۔ مگر حکومت ہند نے جنرل کولرج کی تجویز پر اندھا دھند ہوائی حملے جاری رکھے۔ وزیرستان کے ریزیڈنٹ کی ایماء پر فوج کو اجازت مل گئی کہ ملک خونیا خیل محسود، ملاشیر علی خان محسود، دین فقیر بیٹنی اور بذات خود فقیر ایپی جس گاؤں میں ٹھہرے پہلے ان علاقوں پر سرخ نوٹس پھینکے اور پھر بھرپور ہوائی حملے شروع کریں۔ اس دوران حکومت نے ملک حضرات کے ذریعے ملک خونیا خیل اور ملاشیر علی خان کو کئی بار پیغامات بھیجے کہ فقیر ایپی کے ساتھ کسی قسم کے تعلقات قائم کرنے سے باز آجائیں ورنہ سنگین نتائج بھگتنے پڑیں گے مگر انہوں نے ملکوں اور حکومت کو صاف جواب دیا کہ وہ اپنی قسمت فقیر ایپی کے ساتھ وابستہ کر چکے ہیں لہذا وہ حکومت کو کسی قسم کی ضمانت یا تسلی نہیں دے سکتے۔

ملاشیر علی خان کا اعزاز

دسمبر ۱۹۳۷ء کے آخری ایام میں جب ملاشیر علی خان مانڑے کلی سے واپسی کا پروگرام بنا رہے تھے فقیر ایپی نے انہیں غازیوں کے خلیفہ کے اعزاز سے نوازا۔ انہوں نے بدر میں لوندی کے مقام پر سکونت اختیار کر کے لنگر جاری کیا۔ یہاں انہوں نے ۵۰۰ غازیوں پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا اور چھ ستمبر کو ایک سو غازیوں نے ڈیرہ اسماعیل خان میں چودھواں دیہات پر بلہ بول دیا اور ایک ہندو قتل اور دو شدید زخمی ہو گئے۔ پتہ چلنے پر فرنگی نے ہر طرف ٹیلی فون کے ذریعے اطلاع دے کر علاقہ کی ناکہ بندی کی اور سخت پابندی کے باوجود کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ انتقام کے جوش میں فرنگی نے وزیرستان پر وحشیانہ بمباری شروع کی۔ فقیر ایپی اور ان کے مذکورہ ساتھی جس علاقے میں جاتے انگریز ان علاقوں پر

ہوائی جہازوں کے ذریعہ بالخصوص ملاشیر علی کے کریں۔ محسود دو شیرا دو شیرا میں یرغمال بیٹھی ملک خونیا خیل ۱۰ اور ۱۱ جولائی ۱۹۳۷ء محسود جو ۱۹۱۳ء سے ۱۳ بھی رہے ان کے بارے! طرف سے جو غازی آتے نتیجہ میں ریزیڈنٹ نے سرگرمیوں سے باز رکھنے ۷ اور ۸ دسمبر واروں کو ہلاک کیا۔ انہوں پریشان کیا۔ ملاشیر علی نے ۹ اور ۱۰ ستمبر کو لوندی طاقت آزمائی کی اور بے شہ روحانی اثر

ملاشیر علی خان سکتے۔ خلیفہ لطیف خان کا تیسرے دن بھوک سے فرمایا کہ شام تک صبر کرو ورنہ لوٹ راشن سے لدھے یام میں آپ نے گورو یک انہوں نے ذاتی لنگر جاری آپ نے ملاشیر علی کا قرآن ۱۹۵۲ء میں ۷ کے خلاف مخالفانہ سرگرم کم وہ (غلام سرور) جب تک جواب دیا تھا کہ ہم نے افغا

ہوائی جہازوں کے ذریعے حملے کر کے وہاں کے لوگوں کو وحشت اور بربریت سے خوفزدہ کر دیتے۔ تو فقیر ایسی اپنے دیرینہ ساتھیوں اور بالخصوص ملا شیر علی کے ہمراہ جس گاؤں میں جاتے وہاں کے مرد و مستورات قرآن پاک سر پر رکھ کر درخواست کرتے کہ ان کے ہاں قیام نہ کریں۔ محسود دوشیزائیں بھی شیر علی خان سے اپیل کرنے لگیں۔ ترجمہ ”شیر علی خان خدا کے لئے انگریز سے صلح کر لو کیوں کہ نوجوان دوشیزائیں یرغمال بیٹھی ہیں“ (عارف محسود کرم سے گول تک)

ملک خونیاء خیل اور ملا شیر علی نے محسود علاقہ میں انگریز کے خلاف جو سرگرمیاں شروع کر رکھی تھیں۔ ان سے فرنگی خاصا پریشان تھے۔ ۱۰ اور ۱۱ جولائی ۱۹۳۳ء کو ریزیدنٹ نے دونوں کو حکومت کے خلاف مخالفانہ سرگرمیاں بند کرنے کی سخت تاکید کی اور ساتھ ملک موسیٰ خان محسود جو ۱۹۱۳ء سے ۱۹۲۳ء تک فرنگی کے خلاف ہر محاذ پر مردانگی سے لڑتے رہے اور جس کے نتیجے میں افغان حکومت کا اعزازی نائب سااار بھی رہے ان کے بارے میں ریزیدنٹ نے جرگہ کو بتایا کہ یہ صحیح ہے کہ وہ اب بذات خود انگریز کے خلاف واردات نہیں کرتے مگر افغانستان کی طرف سے جو غازی آتے ہیں ان کی مسمان نوازی ضرور کرتے ہیں۔ محسود قبیلہ کے نمائندہ مالکان نے ریزیدنٹ کے ساتھ اتفاق کیا جس کے نتیجے میں ریزیدنٹ نے تینوں شخصیات کے پیچھے دُفود بھیجے اور ملک موسیٰ خان، ملک خونیاء خیل اور ملا شیر علی کو فرنگی کے خلاف مخالفانہ سرگرمیوں سے باز رکھنے کی کوششیں کی جاتی رہی۔

۷ اور ۸ دسمبر کو خلیفہ شیر علی کی قیادت میں غازیوں نے بدرکھ اور توروام کے علاقہ میں خاصہ وارپکٹوں پر حملہ کیا اور دو خاصہ داروں کو ہلاک کیا۔ انہوں نے مزید شراوگی، تاڑے ژاور اور شولام شکسی پوشوں پر بھی بھرپور حملے کئے اور دشمنوں کو ہر حملے میں خاصہ پریشان کیا۔ ملا شیر علی نے مولوی نجیب اللہ کی مدد سے لسوندی میں جو مراکز قائم کئے تھے حکومت اس سے سخت تنگ آچکی تھی۔ اس لئے فرنگی نے ۹ اور ۱۰ ستمبر کو لسوندی پر سخت بمباری کی۔ جب اس سے مطلوبہ مقاصد حاصل نہ ہو سکے تو انہوں نے بدر پر فوج کشی کے ذریعے خوب طاقت آزمائی کی اور بے شمار مکانات مسمار کئے اور ملا شیر علی خان کے کھیت میں کھڑی سبز فصل کو تباہ کر دیا۔

روحانی اثر

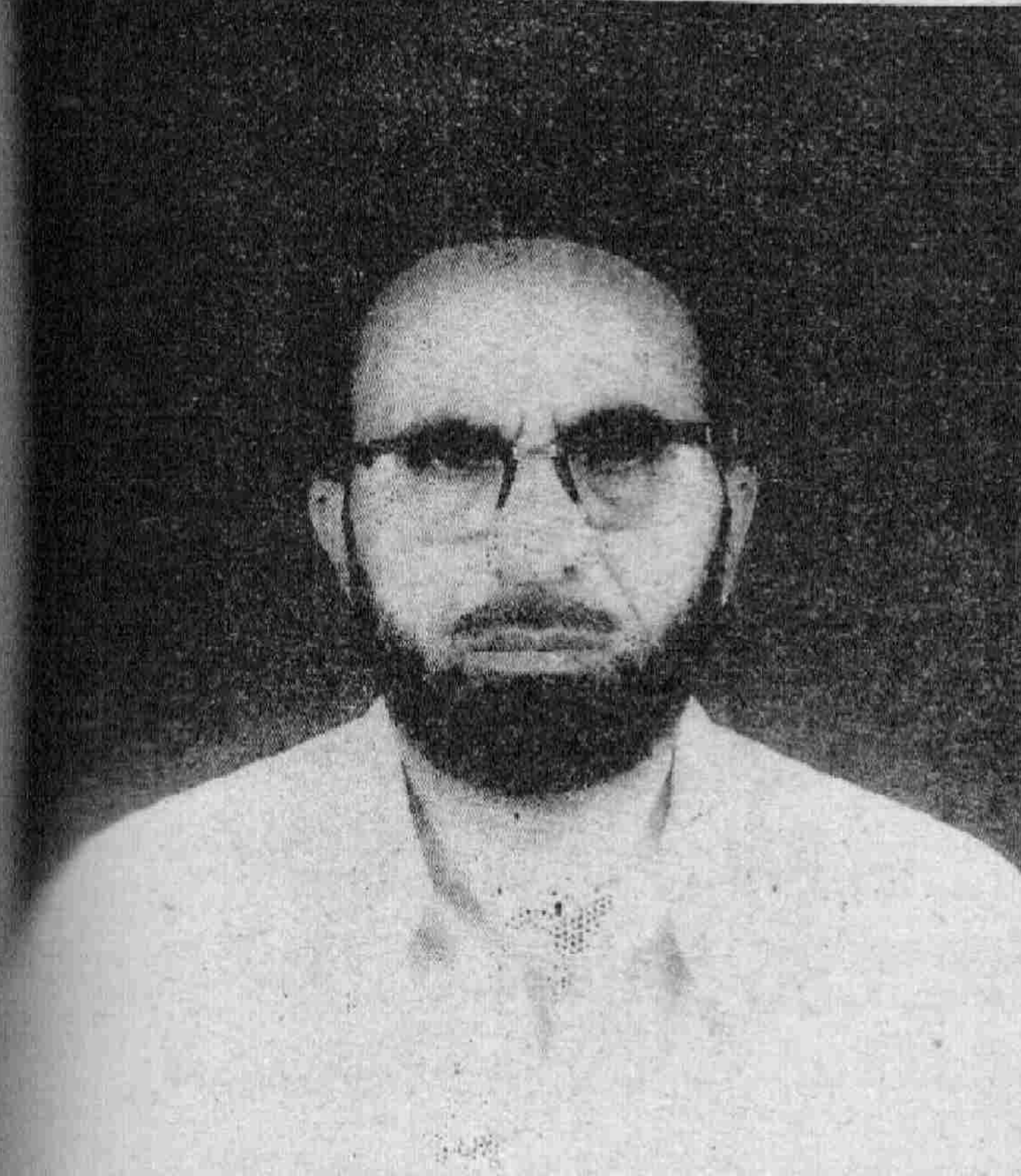
ملا شیر علی خان کا لوگوں کے دلوں پر روحانی اثر کا یہ عالم تھا کہ انہیں پختہ یقین تھا کہ فرنگی شیر علی خان کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ خلیفہ لطیف خان کا کہنا ہے کہ ۱۹۳۳ء میں ہم نے دتہ خیل قلعے کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ہمارے پاس راشن کا جو ذخیرہ تھا وہ ختم ہو گیا اور تیسرے دن بھوک سے سخت ٹڈھال ہوئے تو محاصرہ توڑنے کا فیصلہ کیا۔ دریں اثناء ملا شیر علی آپہنچے انہوں نے سب غازیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ شام تک صبر کرو انشاء اللہ راشن پہنچ جائے گا۔ غازیوں کو یقین نہیں آ رہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ بنوں کی طرف سے سات عدد اونٹ راشن سے لدھے پہنچ گئے۔ سب غازی بہت متاثر ہوئے اور شیر علی خان کی کرامت کے چرچے ہونے لگے۔ تحریک آزادی کے آخری ایام میں آپ نے گوردیک میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ یہاں ان کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ گوردیک میں غازیوں کے لئے عام لنگر کے علاوہ انہوں نے ذاتی لنگر جاری کر رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ مقروض ہو گئے۔ فقیر ایسی کو جب آپ کے مقروض ہونے کا علم ہوا تو آپ نے ملا شیر علی کا قرضہ اتارنے کے لئے چندہ کرنے کا مشورہ دیا۔ مگر شیر علی خان نے ہمیں ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

۱۹۵۲ء میں غلام سرور پولیٹیکل ایجنٹ جنوبی وزیرستان نے ملک زار جان کے ذریعے ملا شیر علی خان کو پیغام بھیجا کہ اگر وہ حکومت کے خلاف مخالفانہ سرگرمیوں سے اجتناب کریں تو حکومت انہیں اس کا معقول معاوضہ اور جاگیر عطاء کرے گی اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو کم از کم وہ (غلام سرور) جب تک پولیٹیکل ایجنٹ ہے تب تک وہ مخالفت سے باز آجائیں۔ تو انہیں تین ہزار روپے ماہانہ ملیں گے۔ مگر آپ نے صاف جواب دیا تھا کہ ہم نے افغانستان میں قرآن شریف پر حلف اٹھایا ہے کہ حکومت جب تک ہمارے تمام جائز مطالبات تسلیم نہیں کرتی تب تک ہم

حکومت کی طرف سے کسی بھی قسم کی سہولت حاصل نہیں کریں گے۔ یہ جنگجو ملا ۲ مارچ ۱۹۷۸ء کو انتقال کر گئے۔ جب تک زندہ رہے لوگ انہیں ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے رہے اور برابر شکرانہ ادا کرتے رہے لیکن زیادہ سخاوت کی وجہ سے اکثر مقروض رہے۔

مولوی غازی مرجان / خلیفہ لطیف خان طوری خیل

مولوی غازی مرجان کا تعلق سپن دام کے طوری خیل قبیلہ کی شاخ میر علی سے تھا۔ آپ کے بیٹے خلیفہ لطیف خان مرحوم نے بتایا کہ



خلیفہ لطیف خان مرحوم

ہمارے خاندان کا فقیر ایپی خاندان سے قریبی تعلقات تھے اور فقیر ایپی کو میرے والد مولوی غازی مرجان شہباز کی کئی بنوں دینی علوم کے لئے لے گئے تھے۔ جب فقیر ایپی نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو مولوی غازی مرجان ان کے دست راست کی حیثیت سے شامل تھے۔ بنوں کے علماء کرام، داؤڑ اور طوری خیل قبیلوں کے ساتھ فقیر ایپی کے تمام جڑگوں اور مشاورت میں بھی شامل تھے۔ عملی جہاد میں تو ہر اول دستہ میں شریک رہے۔ آپ کے متعلق امیر نیاز علی خان نے بتایا کہ مولوی غازی مرجان نے فقیر ایپی کی تحریک جہاد سے پہلے بھی فرنگی کے خلاف مخالفانہ کارروائی شروع کر رکھی تھی۔ آپ کے مجاہدانہ کردار، جنگی فہم و فرست اور قائدانہ صلاحیتوں سے متاثر ہو کر فقیر ایپی نے خلیفہ کے اعزاز سے نوازا۔ گورویک مرکز میں فقیر ایپی کی مشاورتی کونسل کے اہم رکن کی حیثیت سے بھی گرانقدر خدمات سرانجام دیں جس کی تفصیل پہلے دی گئی ہے۔ آزادی سے چند برس قبل ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔

مولوی غازی مرجان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے بیٹے لطیف خان کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ خلیفہ لطیف خان کا تعلق چونند علمی گھرانے سے تھا اور ساتھ تھوڑا بہت دنیاوی تعلیم بھی حاصل کی تھی اس لئے آپ بہت پختہ ذہن اور شعور کے مالک تھے۔ میں نے اپنی تحقیق کے سلسلے میں کئی بار ان سے ملاقات کی بلکہ سچ بات تو یہ ہے کہ میں نے ان سے بہت کچھ جانا اور سمجھا۔ وہ مجھ پر بہت خوش ہوتے تھے۔ خوش اخلاقی، انداز بیان اور دلیل سے اپنی بات منوانا آپ کی خاص خصوصیات تھیں۔ فقیر ایپی کی تحریک جہاد سے متعلق آپ سے جو مفید اور مستند معلومات حاصل کی ان کو فقیر ایپی دور کے ابواب میں موقع کی مناسبت سے شامل کی گئی ہیں۔ تاہم آزادی کے بعد پاکستان، افغانستان اور فقیر ایپی کے مابین اختلافات کے حوالے سے آپ کے ساتھ تفصیلی گفت و شنید درج ذیل ہے۔ خلیفہ لطیف مرحوم کا کہنا تھا کہ آزادی سے قبل جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کا صرف ایک نعرہ تھا وہ یہ کہ پاکستان کا مطلب کیا "لا الہ الا اللہ"۔ اس نعرہ کی بنیاد پر مسلمانوں کو ایک الگ مملکت نصیب ہوئی۔ آزادی کے بعد سب سے پہلے برمنگھم کو انگلستان سے واپس بلوا کر صوبہ سرحد کا گورنر بنادیا گیا یہ وہی شخص تھا جو اس سے پہلے ۱۹۳۶ء میں بھی سرحد کا گورنر رہ چکا تھا اور متواتر دو سال تک وزیرستان میں فسطائیت کا ایسا مظاہرہ کیا تھا کہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کے علاوہ سرحد کا چیف سیکرٹری انگریز تھا اور قبائل کا ریڈیڈنٹ بھی انگریز تھا۔ جنوبی وزیرستان کا پولیٹیکل ایجنٹ بھی انگریز تھا۔ مزید برآں خاص بات یہ کہ فرنگی کا وہی سارا سیٹ اپ برقرار رکھا گیا۔ جس کے ذریعے یہاں کے غیور لوگوں پر پوری ایک صدی تک مظالم کے پہاڑ ڈھائے گئے۔ جن لوگوں نے اپنے ذہن اور وطن سے غداری کر کے دشمنوں کیلئے بھری کی تھی آزادی کے بعد پہلے کی طرح سیاہ و سفید کے مالک بنائے گئے اور جن سر فروشوں نے فرنگی سامراج کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر کے آزادی کی مشعل کو روشن کئے رکھا تھا آزادی کے بعد انہیں ڈاکو اور

غازی مرجان / خلیفہ لطیف خان طوری خیل

مولوی غازی مرجان کا تعلق سپن دام کے طوری خیل قبیلہ کی شاخ میر علی سے تھا۔ آپ کے بیٹے خلیفہ لطیف خان مرحوم نے بتایا کہ



خلیفہ لطیف خان مرحوم

ان کا فقیر ایپی خاندان سے قریبی تعلقات تھے اور فقیر ایپی کو مولوی غازی مرجان شہباز کی کلی بنوں دینی علوم کے لئے لے گئے تھے ایپی نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو مولوی غازی مرجان کی راست کی حیثیت سے شامل تھے۔ بنوں کے علماء کرام، داوڑ اور فیملیوں کے ساتھ فقیر ایپی کے تمام جڑگوں اور مشاورت میں بھی ملی جہاد میں تو ہر اول دستہ میں شریک رہے۔ آپ کے متعلق امیر نیاز بتایا کہ مولوی غازی مرجان نے فقیر ایپی کی تحریک جہاد سے پہلے بھی مخالفانہ کارروائی شروع کر رکھی تھی۔ آپ کے مجاہدانہ کردار، جنگی اور قائدانہ صلاحیتوں سے متاثر ہو کر فقیر ایپی نے خلیفہ کے اعزاز و یک مرکز میں فقیر ایپی کی مشاورتی کونسل کے اہم رکن کی حیثیت و مذ خدمات سرانجام دیں جس کی تفصیل پہلے دی گئی ہے۔ آزادی سے

ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔

مولوی غازی مرجان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے بیٹے لطیف خان کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ خلیفہ لطیف خان کا تعلق چونکہ سے تھا اور ساتھ تھوڑا بہت دنیاوی تعلیم بھی حاصل کی تھی اس لئے آپ بہت پختہ ذہن اور شعور کے مالک تھے۔ میں نے اپنی

اس صورتحال کے حوالے سے فقیر ایپی کا کیا موقف تھا خلیفہ لطیف خان طوری خیل کا کہنا تھا کہ ”فقیر ایپی مذکورہ تمام صورتحال سے مطمئن نہیں تھے۔ لیکن پھر بھی آپ متواتر چھ مہینے خاموش رہے۔ چونکہ آپ کو یقین تھا کہ اگر واقعی پاکستان کے حکمران اسلامی نظام کے نفاذ میں مخلص ہیں تو وہ ان سے ضرور مشاورت کریں گے لیکن کسی نے آپ کے ساتھ رابطہ قائم نہیں کیا۔ طویل انتظار کے باوجود جب صورتحال میں بہتری کی کوئی صورت سامنے نہیں آئی۔ تو ہم لوگوں نے فقیر ایپی کی سرکردگی میں عمومی صورتحال پر خوب غور و خوض کا فیصلہ کیا۔ یاد رہے کہ ملا شیر علی خان محسود، مولانا طاہر شاہ، مولانا حبیب الرحمن اور مولوی گل منیر بھی صلاح و مشورے کے عمل میں شریک تھے۔ عمومی اتفاق سے طے پایا گیا کہ سب سے پہلے ہمیں چاہیے کہ خود اپنی حالت کا جائزہ لیں اور قرآنی بصائر و علم کی روشنی میں اپنے ملی کردار پر ایک نظر ڈالیں۔ کیونکہ آزادی کی منزل کو پانے کیلئے ہم نے کیا کیا پاپڑ نہ بیٹھے تھے ہم نے سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ ہم ایک ایسا خطہ زمین چاہتے تھے جہاں ہم قانون الہی کے مطابق سر اٹھا کر چل سکیں، جہاں ہم بھلائیاں پھیلا سکیں اور برائیوں کو روک سکیں اپنی تہذیب کو رواج دے سکیں اور ایسا معاشرہ قائم کر سکیں جس میں استحصال نہ ہو اور جہاں ہر شخص پوری آزادی کے ساتھ اپنی صلاحیتوں کے مطابق آگے بڑھ سکے اور خاص بات یہ کہ جہاں ہم قومی کردار کے ان اعلیٰ اصولوں اور نمونوں کی پیروی کر سکیں جو ہمیں قرآن نے عطا کئے ہیں۔“

انہوں نے کہا کہ ہم نے فقیر ایپی کی خدمت میں گزارش کی کہ پشتون قبائل نے متواتر گیارہ سال تک آپ کی قیادت میں اسلام کی پاسداری اور آزادی کے حصول کی خاطر انتھک جدوجہد کی ہے اور اب بھی ان لوگوں کو آپ کی ذات پر مکمل بھروسہ ہے اور اپنے حقوق کے حصول کے لئے آپ کی طرف نظریں جمائے اور آس لگائے بیٹھے ہیں۔ اس لئے آپ کا فرض بنتا ہے کہ ان مظلوم اور بے بس لوگوں کی رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے حقوق دلادیں۔ فقیر ایپی نے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ ”ہمیں عوام سے رابطہ قائم کرنا چاہیے چونکہ میں کسی پر اپنی مرضی زبردستی مسلط نہیں کرنا چاہتا۔“

وسطی پشتونستان (وزیرستان اور ملحقہ قبائلی علاقہ جات) میں تنظیم سازی کا کام شروع کیا گیا۔ اسلام کی پاسداری اپنے ملی وجود کے ساتھ وفاداری اور عوام کی خوشحالی کی خاطر اپنے لئے ایک روشن راہ کے تعین کیلئے ملی جرجوں کا انعقاد ہونے لگا۔ وزیر، محسود، داوڑ اور دوسرے قبائلی رہنماء کیلئے اپنے تاریخی اور ملی قائد فقیر ایپی کے پاس گورو یک جوق در جوق آنے لگے۔ ان میں ممتاز سماجی اور روحانی شخصیات کے علاوہ علماء کرام بھی شامل تھے۔ مزید برآں فقیر ایپی کے دیرینہ ساتھی مولانا سید گل بادشاہ، مولانا محمد یعقوب خان، مولانا محمد اسلم، اکبر علی خان، قاضی حبیب الرحمن اور ڈاکٹر درانی نے پشتون علاقوں میں مختلف قبیلوں کے اہم افراد اور فقیر ایپی کے ماتین صورت حال پر مشاورت کرنے کیلئے پیغامات کے تبادلے میں اہم کردار ادا کیا۔ جب صورتحال میں مثبت تبدیلی رونما ہوئی تو فقیر ایپی نے براہ راست عوام سے رجوع کرنے کیلئے وزیر اور محسود علاقوں میں دوروں کا پروگرام بنایا۔ اس دوران بنوں میں آپ کے پیروکاروں کو گرفتار کیا گیا۔ وزیرستان میں حکومت کے اس اقدام کے خلاف فقیر ایپی کے پیروکاروں نے بھرپور احتجاج کا پروگرام بنایا مگر فقیر ایپی نے انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی۔ لیکن انہوں نے حکومتی اقدام سے پیدا شدہ صورت حال اور مستقبل کے لئے ٹھوس لائحہ عمل مرتب کرنے کیلئے ایک بڑا جرمہ طلب کیا۔ جرمہ میں عمومی اتفاق رائے سے ایک بڑے جلسہ عوام کے انعقاد کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ جلسہ میں دور دراز علاقوں کے قبائل کی شرکت کو یقین بنانے کے لئے ایک وفد تشکیل دیا گیا جو مندرجہ ذیل علماء کرام پر مشتمل تھا۔ مولانا وارث شاہ، مولوی محمد گلین، مولوی حبیب الرحمن، مولانا دین محمد، مولانا زرقم، مولوی محمد دین شاہ، مولانا میر صاحب جان، مولوی گل میر خان، مولانا سرور خان، مولانا احمد شاہ، مولانا محمد اسلم خان، مولانا اکبر زمان، ملک گل احمد خان اور مولانا طاہر شاہ۔ وفد نے محمود خیل اور طوری خیل قبیلوں کے علاوہ بنوں، پتی کلی اور گر اور در زغونی تک کامیاب دورے کر کے لوگوں کو بتایا کہ ۱۱ فروری ۱۹۴۸ء کو ملک اژدار کے مقام پر عظیم الشان جلسہ ہو گا جس میں اس بات پر غور کیا جائے گا کہ ہمیں

مروجہ سیٹ اپ کو قبول کرنا چاہیے یا اپنے لئے اپنی مرضی اور ضروریات کے عین مطابق اپنا الگ اور واضح لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ اس بارے میں جرگہ جو بھی فیصلہ کرے گا سب کے لئے قابل قبول ہوگا۔ تاریخ مقررہ پر بہت سارے قبائل ڈھول کی چکار اور اللہ اکبر کے نعروں کی گونج میں ملاکڑدار میں جمع ہوئے۔ شمالی وزیرستان کی انگریز انتظامیہ نے فقیر ایپی کے جلسہ عام کو پاکستان مخالف سرگرمیوں کا ایک حصہ قرار دیا۔

بہر کیف جلسے کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا مولانا اکبر زمان نے جیسے ہی تلاوت کلام پاک شروع کی ہوئی جہازوں نے جلسہ پر اچانک اندھا دھند بمباری شروع کر دی۔ دوسری جانب میرانشاہ سے فوج نے توپ خانوں اور شین گنوں سے فائر کھول دیا۔ ۱۲ بجے سے ۲ بجے تک متواتر بمباری اور فائرنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ بمباری سے کئی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں بلکہ ہمارے خیال میں شہید ہوئے۔ چونکہ فقیر ایپی نے پہلے سے ہمیں بتا دیا تھا کہ جلسہ سامراجی کے خلاف اور اسلامی نظام کے حق میں ہوگا۔ اس وحشیانہ اقدام کے بعد پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ سے متعلق ہمارے شکوک و شبہات یقین میں بدل گئے۔ قبائلیوں نے پاکستانی حکام کے اس اقدام پر شدید غم و غصہ کا اظہار کیا۔ لیکن فقیر ایپی نے انہیں پر امن رہنے کی تاکید کی۔ چند ماہ خاموشی کے بعد قومی مشران اور علماء کرام نے فقیر ایپی کے ساتھ صلاح و مشورہ کیا۔ فقیر ایپی نے انہیں دو ٹوک الفاظ میں واضح طور پر بتایا کہ قبائلی عوام نے فرنگی سامراج کے خلاف گیارہ سالہ مسلسل اور صبر آزما جہاد میں میرا بھرپور ساتھ دیا ہے۔ اب عوام جو چاہیں گے وہ ان کا بھرپور ساتھ دیں گے۔ اس پر ۳۰ جون ۱۹۳۸ء کے قومی مشران اور علماء کرام نے ٹوچی میں ایک قومی جرگے کا اہتمام کیا۔ فقیر ایپی مجوزہ جرگہ میں شرکت کی غرض سے عبدالحلیم کلی آئے۔ جلسہ سے ایک دن پہلے ۲۹ جون کو حکومت نے علاقہ کے باسیوں پر اشتہارات پھینکے جس کا متن یوں تھا۔

”آپ لوگوں نے دشمن کو اپنے علاقہ میں نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ انکی ہر ممکن مدد بھی کی ہے۔ آپ لوگوں کو خبردار کیا جاتا ہے۔ یہ علاقہ فوراً خالی کر دو اور اس وقت تک واپس مت آؤ جب تک سرکار دوبارہ واپس آنے کا حکم نہ دے دے۔ ۳۰ جون کو جلسہ پر پھر بمباری کی گئی مگر کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ بمباری سے حکومت کے خلاف قبائلی عوام جذبات میں شدت آئی معاملہ ڈھول جانے تک پہنچ گیا۔ عمومی اتفاق سے یہ تجویز منظور کی گئی کہ علماء کرام کی کونسل سے رجوع کیا جائے۔ ستمبر میں وزیرستان بھر کے علماء کرام کا جرگہ گورویک طلب کیا گیا جرگہ میں فقیر ایپی نے اعلان کیا کہ پاکستان جب تک اسلامی نظام نافذ نہیں کرتا تب تک وہ اسے تسلیم نہیں کرے گا۔ اس طرح فقیر ایپی کے موقف کو غلط رنگ دیا گیا۔

مزید برآں انہوں نے قبائلی عوام میں عمومی شعور بیدار کرنے اور اتحاد و اتفاق برقرار رکھنے کے لئے بھی بڑا کام کیا ہے اور ایک روایتی قبائلی مشرکی حیثیت سے مختلف قبیلوں کے مشران کو ایک پلیٹ فارم پر نہ صرف جمع کیا بلکہ بین القبائل معاملات و تنازعات کے حل میں بھی غیر معمولی دلچسپی لے کر اصلاح احوال کو بہتر بنایا ہے۔ افغان جہاد کے دوران جہادی قوتوں کے کمانڈروں اور پاکستان کے دفتر خارجہ کے اعلیٰ حکام کے ساتھ تمام امور میں ایک ماہر کی حیثیت سے بڑا فعال کردار ادا کیا ہے۔ علاوہ ازیں افغانستان میں عبوری حکومت کے قیام اور پائیدار امن کی خاطر آپ نے حاجی ملک نادر خان اور شاہ جہان کے ساتھ مل کر طاہر شاہ کو اٹلی میں ملے اور حاجی نادر خان، میاں شاہ جہان، حاجی محمد جان، جان گل اور فضل مٹان پر مشتمل وفد کی قیادت کی جس نے افغانستان میں دیرپا امن اور اسلامی حکومت کے قیام سلسلے میں غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ آپ کی وفات ۴ فروری بروز بدھ ۱۹۹۸ء میں ہوئی اور آپ کو سپن وام میں دفن کیا گیا۔ آپ کے بیٹے عبدالحمید خان کو بڑے قبائلی جرگہ میں خلیفہ بنا کر آپ کا جانشین مقرر کیا گیا جو تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ اخلاق کے حامل ہیں اور امید ہے کہ وہ اپنے مرحوم والد کے نقش قدم چل قوم و ملک کی خدمت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کریں گے۔

مولوی نور الاسلام

مولوی نور الاسلام

دستریں حاصل ہے ساتھ

دنیاوی تعلیم کے زیور سے

بھی آراستہ ہیں۔ فقیر

ایپی کی تحریک جہاد اور

بالخصوص آپ کی کرامات

کے بارے میں تفصیل

ماتے ہوئے آپ نے کہا

کہ وہ سرکاری سکول

میں ہمیشہ اول آتے تھے۔

فرنگی نے پانچویں سے

مڈل تک وظیفہ مقرر کیا

مڈل کے امتحان میں

پورے سرحد میں پوزیشن

استمال ہوا۔ وہ بڑے عالم تھے

والد صاحب اصول و فقہ خوا

والد صاحب کے

انہوں نے میری تعلیم کا خرچ

کیا۔ میں نے فقیر ایپی کے

کر کے لیتے ہیں۔ ایک طالب

راستے میں ملے چونکہ انہیں

طالب علموں کا حق ہے اس

تھاس نے بھی بتایا کہ ایک

میں پانی ملا۔ اس کے بعد بھوک

لہذا میں دعا اور

سود مند ثابت ہوگا۔ میں

چلے جاؤ۔ وہاں پر ہماری کاہر

مولوی نور الاسلام

مولوی نور الاسلام میرانشاہ (ڈانڈے) میں سکونت پذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ دینی علوم پر کافی



مولوی نور الاسلام کے ساتھ انٹرویو کا منظر

دستریں حاصل ہے ساتھ دنیاوی تعلیم کے زیور سے بھی آراستہ ہیں۔ فقیر ایسی کی تحریک جہاد اور بالخصوص آپ کی کرامات کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے آپ نے کہا کہ وہ سرکاری سکول میں ہمیشہ اول آتے تھے۔ فرنگی نے پانچویں سے مڈل تک وظیفہ مقرر کیا۔ مڈل کے امتحان میں

پورے سرحد میں پوزیشن حاصل کی۔ ۱۹۳۳ء میں سرکار نے ماسٹر بھرتی کیا اور پشاور میں ٹریننگ کیلئے بھیجے کیلئے کہا۔ اس دوران میرے والد کا انتقال ہوا۔ وہ بڑے عالم تھے علاقے میں دینی مدرسہ تھا۔ جس میں ایک بڑی لائبریری تھی اور دور دور سے بہت سارے طالب علم آتے تھے۔ والد صاحب اصول و فقہ نواقرآن شریف اور احادیث کی تفاسیر کا درس دیتے تھے۔

والد صاحب کے انتقال کے بعد میری خواہش تھی کہ ان کی ذمہ داری سنبھال لوں۔ میں نے اپنی خواہش سے سرکار کو آگاہ کیا۔ انہوں نے میری تعلیم کا خرچہ کیا تھا۔ اس لئے مجھ سے پیسے واپس کرنے کا مطالبہ کیا۔ میرے پاس پیسے نہیں تھے اس لئے عجیب مشکل میں پھنس گیا۔ میں نے فقیر ایسی کے بارے آپ کے ساتھی طالب علموں سے سنا تھا کہ وہ بڑے پرہیزگار ہیں ہاتھ سے روٹی نہیں لیتے بلکہ ٹوکری آگے کر کے لیتے ہیں۔ ایک طالب علم نے یہ بھی بتایا کہ جب وہ پہلی بار نور ڈگیا تو فقیر ایسی روٹی جمع کرنے کیلئے گئے ہوئے تھے وہ ان کے پیچھے چلا گیا۔ راستے میں ملے چونکہ انہیں بھوک لگی ہوئی تھی فقیر ایسی سے روٹی مانگی مگر فقیر ایسی نے دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ اس میں دوسرے طالب علموں کا حق ہے اس لئے جب تک مسجد میں نہیں پہنچ جاتے تب تک وہ روٹی نہیں دے سکتے۔ اس سے پہلے ساکی کلی کا ایک طالب علم ملا تھا اس نے بھی بتایا کہ ایک دفعہ وہ فقیر ایسی کے ساتھ شیرہ تلہ میں جا رہے تھے۔ شدید پیاس لگی۔ آپ سے بات کی تھوڑی دور جا کر پتھر ملی چٹان میں پانی ملا۔ اس کے بعد بھوک لگی اور راستے میں گرم روٹی اور گوشت ملا۔

لہذا میں دعا اور مشورے کے لئے فقیر ایسی کے پاس ایسی گاؤں گیا۔ میرا عقیدہ تھا کہ آپ ایسا مشورہ دیں گے جو میرے لئے سودمند ثابت ہوگا۔ میں نے اپنی مجبوری سے آپ کو آگاہ کیا۔ آپ نے میری بات بہت توجہ سے سنی لیکن آخر میں صرف اتنا کیا کہ فی الحال پشاور چلے جاؤ۔ وہاں پر ہمساری کا یہاں نہ کرو اس طرح شاید کوئی صورت نکل آئے گی۔ آپ کی ان باتوں سے مجھے مایوسی ہوئی اور ناکام واپس چلا گیا۔

خدا کا کرنا تھا پشاور میں پہنچنے کے بعد دوسرے دن میری ٹانگ خاں دار تار سے لگ گئی۔ اس وقت تو کچھ نہیں ہوا لیکن رات کو ٹانگ سوج

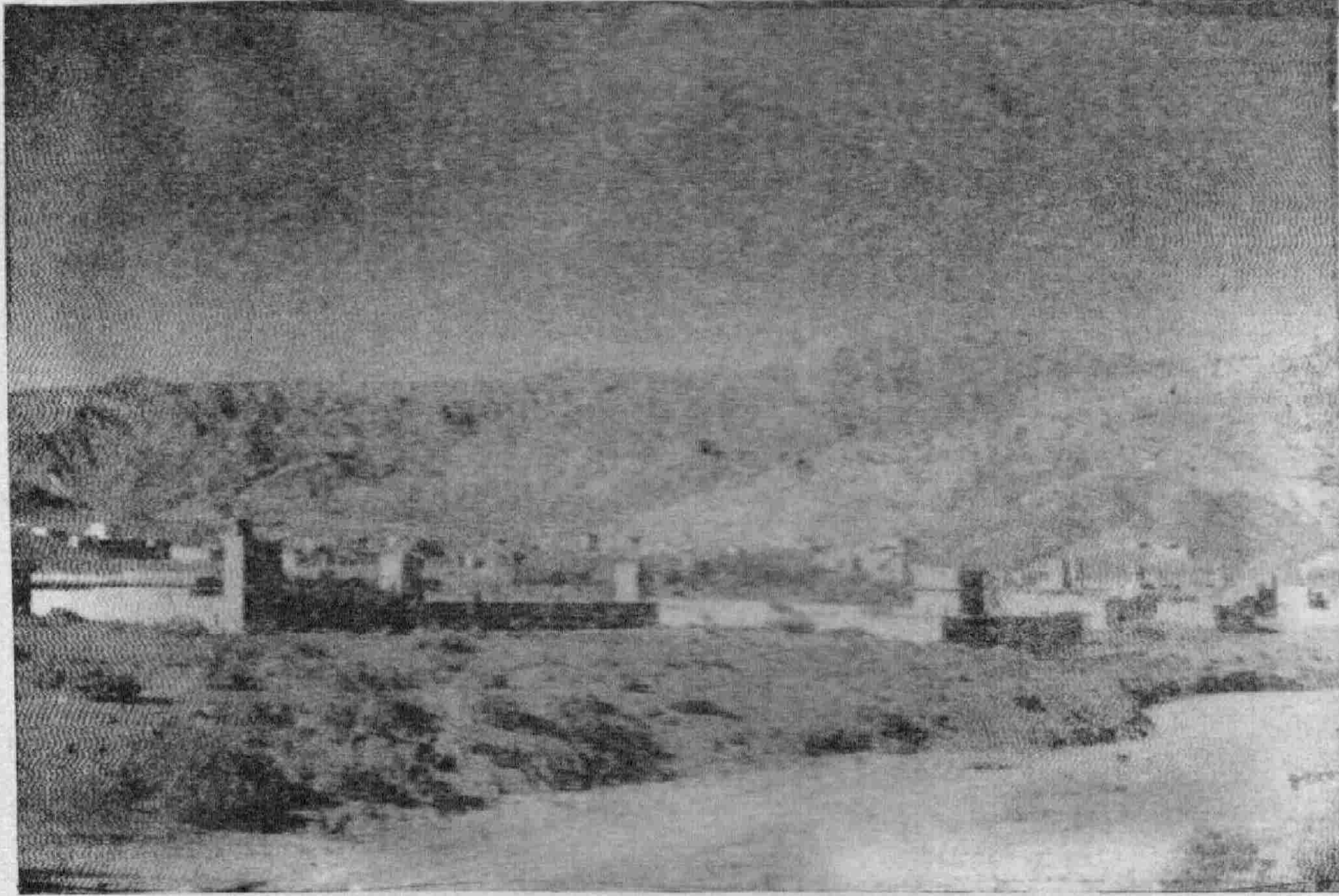
گئی اور شدید درد محسوس ہوا۔ میں چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہا۔ سرکار نے بہت علاج کیا مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ ایک ہفتہ بعد میں نے چھٹی کی درخواست دی۔ ایک ماہ بعد گرمی کی چھٹیاں بھی ہونے والی تھیں۔ میری درخواست منظور ہوئی۔ دوستوں نے ٹانگے میں بٹھایا۔ جیسے ہی ٹانگے اڑے کے لئے روانہ ہوا درد میں کمی محسوس ہونے لگی۔ اڑے سے بس میں سوار ہوا۔ جیسے جیسے گھر کے قریب آ رہا تھا درد میں کمی محسوس ہوتی تھی۔ گھر میں ایک ہفتہ قیام کے بعد بغیر علاج کے زخم ٹھیک ہو گیا۔ سرکار کی اطلاع آئی میں نے جواب دیا کہ ابھی زخم ٹھیک نہیں ہوا ہے۔ اس کے بعد سرکار نے دوبارہ کوئی رابطہ نہیں کیا۔ اس طرح فرنگی سرکار سے مجھے نجات مل گئی اور فقیر ایسی کی بات سمجھ میں آگئی۔ اس کے بعد میرا پختہ عقیدہ بن گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے دوست ہیں۔

فقیر ایسی کے بارے میں انہوں نے کہا کہ آپ مادر زاد ولی تھے یعنی پیدائشی طور پر اللہ تعالیٰ کے دوست۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو خاص مقصد کیلئے پیدا کرتا ہے گو کہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن درجات میں مادر زاد ولی کا درجہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ مادر زاد ولی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ نفس کی قید سے دائمی آزادی حاصل کرتا ہے۔ یہاں ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خدا کے دربار پہنچنے کے لئے کہیں سے بھی کوئی راستہ نہیں جاتا۔ صرف ایک راستہ ہے وہ ہے نفس کی قید سے آزادی۔ ایسا کرنے سے پھر فرش اور عرض کا رابطہ ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں خوشی و غم پریشانی بھوک پیاس اور خوف وغیرہ کا کوئی احساس نہیں ہوتا۔ بندہ ہر حال میں صرف ایک بات کا خیال رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کیا ہے۔ یعنی نفس کی قید سے آزادی کے بعد بندے کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ جب بات کرتے ہیں لوگ اس پر نہ صرف یقین کرتے ہیں بلکہ اس پر عمل بھی کرتے ہیں مثلاً فقیر ایسی کے وقت میں علاقہ میں سخت دباؤ تھا۔ گئی تھی آپ نے لوگوں سے کہا کہ گلہ میں سبز دھاگہ ڈالیں۔ سب لوگوں نے آپ کو دیکھا نہیں تھا مگر آپ کی بات پر بڑے بڑے ملک اور تھیم یافتہ افراد نے عمل کیا اور دباؤ سے نجات مل گئی۔ خسورہ میں آپ نے کہا کہ مٹی اور کنکروں سے مٹھی بھر کر دشمن کی طرف پھینکو لوگوں نے یہ نہیں پوچھا کہ اس سے کیا ہو گا مگر آپ کی ہدایت پر عمل کیا اور کنکریاں دشمن کے لئے عذاب بن گئیں۔ فقیر ایسی کی مادر زاد ولی اور کرامات سے مولوی صاحب نے جو تفصیل لکھ کر دی تھی وہ تحریر فقیر ایسی کی کرامات والے باب میں شامل کی گئی ہے۔

ملک خاندان مد اخیل

ملک خاندان وزیر قبیلہ کے سب سے بڑے مشر تھے۔ ان کے والد کا نام زنگی خان اور دادا کا نام ملک سادے خان تھا۔ سادے خان کے والد کا نام مک آدم خان تھا جو اتما نرنی وزیر کا بڑا ملک تھا۔ ملک آدم خان سے امیر کابل عبدالرحمن خوفزدہ تھے اس لئے انہوں نے زہر دیکر ملک آدم خان کو ہلاک کیا۔ آپ کی وفات کے بعد سادے خان مشر بنے۔ آپ نے ۱۸۹۱ء مانزر المیہ اور بعد میں ۱۹۱۹ء کے دوران فرنگی سامراج کے خلاف غیر معمولی کردار کا مظاہرہ کیا۔ پولیٹیکل ایجنٹ ٹوچی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے ”مد اخیل میں ہمارا صرف ایک مخالف ہے جس کا نام سادے خان ہے۔ یہ آدمی مانزر المیہ میں ملوث ہونے کے باعث جیل بھی جا چکے ہیں۔ جب تک اس شخص کو بھیانک سزا نہیں دی جاتی یا اس کو علاقہ سے بے دخل نہیں کیا جاتا تب تک وزیر قبیلہ پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔“ ۱۹۲۵ء میں آپ کا انتقال ہوا اور سرداری کی پگڑی آپ کے بیٹے ملک زنگی خان کے سر باندھ دی گئی۔ ۱۹۲۶ء میں زنگی خان کو فرنگی نے ”خان صاحب“ کا خطاب دیا۔ ۱۹۲۸ء میں جنرل دیگر ام ممد فوجی دستہ زنگی خان کے ساتھ مانزر پر فوج کشی کے بارے میں بات کی مگر انہوں نے حمایت کرنے سے صاف انکار کیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ جب جنرل دیگر ام آپ کو ملنے کیلئے آپ کے حجرے میں آئے تو آپ نے استقبال کے لئے کھڑے ہونے کی زحمت بھی نہیں کی۔ افغانستان کا مشہور ایجنٹ زکیم شاہ ہر وقت آپ کے پاس ہوتا تھا۔ ۱۹۲۸ء میں حکومت نے تعاون نہ کرنے کی بناء پر آپ سے خطاب واپس لے لیا۔ ۱۹۲۹ء میں علاقہ کی ناکہ بندی بھی کی گئی مگر زنگی خان کے ارادے متزلزل نہ ہو سکے۔ زنگی خان نے فرنگی حکومت کی تمام مراعات واپس کر دیں۔ ۱۹۲۸ء میں ابراہیم خیل نے ایک

تنازعے کے باعث سپن کمر محمود کے خلاف ایک بڑا لشکر تیار کیا مگر زنگی خان نے زبردست فہم و فراست سے کام لے کر مشتعل لشکر فرنگی کے خلاف استعمال کیا۔ آپ کے بارے میں ۱۹۳۵-۳۶ء کی رپورٹ میں یوں لکھا ہے ”مگرچہ آپ نے وہ بے مثال پوزیشن حاصل نہیں کی جو آپ کے



والد سادے خان نے حاصل کی تھی لیکن پھر بھی زنگی خان شمالی وزیرستان میں اپنی وفات تک بلاشبہ ایک طاقتور ملک تھے۔ آپکو جو عظمت ملی تھی اس کی بڑی وجہ اپنے قبیلہ کے ساتھ آپ کی پر خلوص وفاداری تھی۔ انہوں نے اپنے قبیلے کے مفادات کا ہمیشہ خیال رکھا۔ زنگی خان کی وفات کے بعد آپ کے

ملك خاندان مداحیل کے گاؤں شیرنی کی تصویر

بڑے بیٹے خاندان کو سرداری کی پگڑی ملی آپ نے کم عمری کے باوجود سرداری کی ذمہ داریوں کو خوب نبھایا۔

۱۹۳۶ء میں جب فقیر ایپی نے فرنگی کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا تو ملک خاندان نے بھرپور ساتھ دیا۔ ملک محمد عالم خان چچہ مداحیل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ کافی روعہ میں مداحیل قبیلہ کا بڑا جرگہ جمع تھا جس میں ملک خاندان بھی شامل تھے۔ فقیر ایپی نے جرگہ کے آخر میں کہا تھا کہ فرنگی نے دین میں مداخلت کی ہے۔ علماء کرام نے جہاد کا فتویٰ جاری کیا ہے مسلمان ہونے کے ناطے ہم سب پر جہاد فرض ہے۔ اس لئے آپ لوگ بھی جہاد میں ہر ممکن مدد دیں۔ ملک محمد عالم نے یہ بھی بتایا کہ دوسرے دن ملک خاندان کا چچا شادم خون نے بتایا کہ ان کے پاس ایک طالب آئے تھے ان کی باتوں سے یوں محسوس ہوا کہ وہ سچے اور مخلص ہیں اگر فرنگی بخلاف جہاد شروع کریں تو اس میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ اس لئے ہم نے ان کا ساتھ دینے کا عہد کیا۔ اس کے بعد ملک خاندان نے فقیر ایپی کا بھرپور ساتھ دیا۔ فرنگی نے آپ کے گاؤں پر کئی بار بمباری کی اور دیگر بہت سارے نقصانات پہنچائے مگر آپ کو راہ حق سے ہٹانے میں ناکام رہے۔ ۱۹۴۱-۴۲ء میں بارڈر ایڈمنسٹریشن رپورٹ میں آپ کے متعلق لکھا ہے۔ ”ملک خاندان اپنے قبیلہ میں حکومت و قادی کی بجائے مخالفین کے ساتھ ملے ہوئے ہیں گو کہ آپ کے بارے میں قبائلی عمومی احساسات اچھے نہیں ہیں مگر پھر بھی آپ کی اصلاح کے بارے میں حکومت کو کوئی توقع نہیں ہے۔ اس لئے ۱۹۴۲ء میں متواتر ایک ماہ آپ کے گاؤں پر بمباری کی گئی۔

یہ نامور ملک اپنی قوم اور علاقہ سے وفادار تھے اور اپنے خاندانی وقار کو بھی برقرار رکھا ہوا تھا۔ جب پاکستان وجود میں آیا تو ملک خاندان نے اس کے ساتھ وفاداری کا اعلان کیا۔ آپ مزاجاً بہت درویش آدمی تھے اور پورے وزیر قبیلہ میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ بین القبیلوں معاملات و تنازعات میں آپ کا غیر معمولی کردار رہا ہے اور ان کے مابین اتحاد و اتفاق کے علمبردار سمجھے جاتے تھے۔ اس نامور ملک کا طویل بیماری کے بعد ۱۹۸۶ء میں انتقال ہوا اور آپ کے بڑے بیٹے عبدالودود کو آپ کا جانشین منتخب کیا گیا۔

اڑپ بابا محسود

آپکا تعلق محسود کے شمالی خیل قبیلہ سے تھا۔ آپ بہت سادہ اور درویش آدمی تھے مقامی تحقیق کے مطابق آپ بہت غریب تھے۔ ایک دن کھانا کھاتے وقت ایک بھوکی کتیا سامنے آئی۔ آپ نے اسکی حالت پر ترس کھا کر اپنی روٹی اس کے سامنے رکھ دی۔ کتیا نے منہ آسمان کی طرف اٹھا کر بھونکنے لگی۔ مقامی لوگوں کی حتمی رائے یہ ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مہربانی شامل حال رہی۔ کچھ عرصہ بعد انگریزوں نے گہستی آرن پل کا ٹھیکہ دیا۔ پل کی تعمیر کے بعد آپ کو خان بنا دیا گیا۔ اس طرح علاقہ میں بہت جلد معتبر شخصیت کا درجہ حاصل کیا۔ اس دوران فقیر ایپی نے فرنگی کخلاف جہاد کا اعلان کیا۔ اعلان جہاد کے بعد لوگ جوق در جوق آپکی تحریک میں شامل ہوتے رہے۔ اسکے جواب میں فرنگی انتظامیہ نے لوگوں کو ڈرانا اور دھمکانا شروع کیا۔ داوڑ قبیلہ کے لوگوں کو دھمکی دی۔ فرنگی خوف سے اکثر لوگ کھلے عام فقیر ایپی کی حمایت سے کتراتے رہے۔

دوسری جانب فقیر ایپی نے بااثر شخصیات سے بالمشافہ ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا سب سے پہلے اڑپ بابا کو ملے آپ نے کھلے عام فقیر ایپی کی حمایت کا اعلان کیا۔ امیر نیاز علی خان کے بقول اڑپ بابا نے ضرورت کے وقت فقیر ایپی کی بہت مدد کی۔ ان کی وجہ سے علاقہ کے دوسرے قبائل نے بھی فقیر ایپی کا ساتھ دیا۔ خفیہ رپورٹ کے مطابق اڑپ بابا نے فقیر ایپی کو ضرورت پڑنے پر ۵۰۰ افرادینے کا وعدہ کیا فرنگی انتظامیہ نے اڑپ بابا کو فقیر ایپی کیساتھ رابطہ قائم نہ کرنے کی دھمکی دی مگر آپ دھمکی کی پروا کئے بغیر فقیر ایپی کو اپنے علاقہ میں آنے کی دعوت دی۔ خیوسرہ کے تمام معرکوں کے دوران اڑپ بابا نے مالی و افرادی قوت دونوں لحاظ سے بھرپور ساتھ دیا۔ جس پر فرنگی حکومت نے تیش میں آکر کئی بار آپ کے گاؤں پر بمباری کی۔ طاقت آزمائی کے علاوہ حرص و لالچ کے حریوں نے بھی اڑپ بابا کے ارادوں کو متزلزل نہ کر سکے۔

اڑپ بابا کے انتقال کے بعد آپکے بیٹے ملک پیر رحمن نے بھی فقیر ایپی کی حمایت و تائید جاری رکھی۔ فقیر ایپی کے علاوہ بھی آپ کے دیگر مشہور غازیوں کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ ۱۹۳۶ء میں اسی قبیلے کے ایک مشہور مجاہد نجم خان نے پولیٹیکل ایجنٹ ڈالڈ اور ایجنسی سرجن کو اغواء کیا۔ اس پر حکومت نے ملک پیر رحمن کو گرفتار کیا۔ مختصر یہ کہ اس خاندان نے فقیر ایپی کی تحریک کے دوران بلاشبہ غیر معمولی خدمات سرانجام دی ہیں۔ خاص کر ابتدائی مشکل گھڑی میں ملک خاندان مداحیل، شہزادہ فضل دین اور اڑپ بابا محسود نے جس بھرپور تعاون کا مظاہر کیا۔ اس سے فقیر ایپی کی جدوجہد کو بہت پذیرائی ملی۔ اڑپ بابا کے خاندان کے افراد نے میرے بار بار کہنے کے باوجود معلومات فراہم کرنے میں تعاون کا مظاہرہ نہیں کیا حالانکہ اس خاندان کا ایک سمجھدار اور ذمہ دار فرد میر زمان خان میرے گہرے دوست ہیں۔

غازی گٹ خان احمد زئی وزیر

مرحوم گٹ خان کا اصل نام گل بہار خان تھا۔ آپ علاقہ برمل کے احمد زئی وزیر تھے والد کا نام نیک محمد اور دادا کا نام ہنگ خان تھا۔ وطن اور مذہب پر مرٹنے کا جذبہ گٹ خان اور ان کے پورے خاندان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس طرح فقیر ایپی کے ساتھ عقیدت اور ان کی تحریک جمادنی سبیل اللہ کے دوران ان کی داستان شجاعت یا کارناموں کی فہرست اتنی طویل ہے کہ سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ تاہم فقیر ایپی کی تحریک میں عملی شرکت کے حوالے ایک دلچسپ واقعہ پیش ہے۔ ایک دن وہ کسی کام کے سلسلے میں میرانشاہ بازار آئے تھے۔ کام کاج سے فراغت کے بعد واپس جارہے تھے راستے میں ایک سفید ریش بزرگ ملے۔ علیک سلیک کے بعد بزرگ نے کہا کہ نوجوان ایک بات کہنی ہے مگر شرط یہ ہے کہ فرنگی حکومت کے کسی کارندے کو نہیں بتانا اس کے عذر جو بھی ملے بے شک بتا دینا۔ گٹ خان نے کہا کہ اگر آپ کی بات میرے اسلامی عقیدے اور پشتون عزت کے عین مطابق ہوئی تو پھر وعدہ ہے تمہارے بات کا پاس کھوں گا۔ اس پر سفید ریش بزرگ نے کہا کہ انگریز کی

طرف سے آپ کو ملکی اور بھائی کو تو اس قرآن کریم کی اس نے انگریزوں ساتھ دو۔ والد کی ما کرو اور دوسروں کو ہے۔ گٹ خان ٹھیکر کی باتوں کا گٹ خان جب گھر کا کہ ان کی باتوں میں کیے کر سکتا ہے؟ اس ضرور جائے گا۔ اس عارے دین میں مداح تجات دلائے۔ آپ کا آپ وعدہ کرنا جانے جیسے صلاح ایسی بھی آپ سے اور جہاد میں گرفتار خدامہ جان مرحوم کو کوئی بار تھامروہ اپنی قسمت فقا بھائی نے سرکاری قرمان اللہ خان حاجی بگٹ شاہ، مرحوم جلا بکروائیوں میں حصہ لہ گٹ خان شہید مبارکی کی۔ اس دھمکی دی کہ اگر آئندہ اس کے برعکس فرنگی کو خبری کی کہ فرمان ساتھ مل کر فوج پر فافا



غازی گٹ خان احمد زئی برمل

طرف سے آپ کے خاندان کو ملکی یا کوئی اور نوکری ملی ہے؟ گٹ خان نے کہا کہ والد کو ملکی اور بھائی کو نوکری ملی ہے پھر بزرگ نے جیب سے سورۃ یاسین نکال کر کہا کہ وہ اس قرآن کریم کی معتبر سورۃ کو گواہ بنا کر بتانا چاہتا ہے کہ ایسی میں ایک فقیر رہتا ہے اس نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا ہے تم اس کے پاس چلے جاؤ اور اس کا ساتھ دو۔ والد کی ملکی یا بھائی کی نوکری کی پروا مت کرو۔ خود بھی جہاد میں عملی شرکت کرو اور دوسروں کو بھی جہاد کی تبلیغ کرو چونکہ انگریز تمہارے دین اور آزادی کا دشمن ہے۔ گٹ خان بچپن سے پیر و فقیر اور ملا و غیرہ کے ساتھ عقیدت رکھتا تھا لہذا بزرگ کی باتوں کا گٹ خان کے دل پر اثر ہوا۔

جب گھر واپس لوٹ آیا تو اپنے والد کو بزرگ کی باتوں سے آگاہ کیا والد نے

کہا کہ ان کی باتوں میں مت آنا انگریز بڑے طاقتور ہیں ایک معمولی فقیر ان کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہے؟ اس کے بعد چچا سے بات کی اس نے بھی اس طرح کا مشورہ دیا۔ لیکن گٹ خان نے اٹل فیصلہ کیا کہ وہ ایک دفعہ فقیر ایسی کو ملنے ضرور جائے گا۔ اس طرح وہ فقیر ایسی کے پاس گیا۔ فقیر ایسی نے سادہ الفاظ میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان پیدا کیا ہے۔ فرنگی نے ہمارے دین میں مداخلت کی ہے اس لئے ہر مسلمان کا فرض بتا ہے کہ اپنی جان کی قربانی سے اسلام کی خدمت کرے اور مسلمانوں کو مصیبت سے نجات دلائے۔ آپ کی باتوں نے گٹ خان پر اتنا اثر کیا کہ ہمیشہ کے لئے جہاد میں شریک کار ہو کر مجاہدین کی فہرست میں شامل ہوئے۔

آپ وعدے کے پکے، فضول باتوں سے پرہیز، دنیاوی حرص و لالچ سے آزاد، سادہ زندگی گزارنے اور سامراجی قوت کے سامنے ڈٹ کر لڑ جانے جیسے صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔ آپ کو فقیر ایسی کے ساتھ اتنی عقیدت تھی کہ گوردیک مرکز کو اپنا دوسرا گھر سمجھتے تھے۔ فقیر ایسی بھی آپ سے اور آپ کے تمام بھائیوں اور چچا زاد بھائیوں کے ساتھ بہت محبت رکھتے تھے۔ آپ کے تمام بھائیوں نے دشمن کے خلاف جہاد میں گرانقدر خدمات سر انجام دیں۔ فرنگی اور بعد میں پاکستان حکومت نے گٹ خان کے بھائی ملک مثل خان مرحوم اور چچا زاد بھائی حاجی زاکی خان مرحوم کو کوئی بار گرفتار کر کے قید بامشقت کی سزا دی۔ دشمن کے مظالم کا بیادہی مقصد گٹ خان کو فقیر ایسی کا ساتھ چھوڑنے پر مجبور کرنا تھا مگر وہ اپنی قسمت فقیر ایسی کے ساتھ وابستہ کر چکے تھے اس لئے کوئی حربہ یا ظلم آپ کو راہ حق سے منع نہ کر سکا۔ یہی نہیں بلکہ آپ کے والد اور بھائی نے سرکاری نوکری اور مراعات کولات مار کر جہاد فی سبیل اللہ میں شمولیت اختیار کی۔ گٹ خان نے جہاد کے دوران مشہور غازی اور شہد فرمان اللہ خان، حاجی بہرام خان زلی خیل، شہید دین بویرائی کنگی خیل، شہید صالح محمد اور زرباقی خان توجی خیل، شاہ عالم اور غازی خان سرکی خیل، گلات شاہ، مرحوم جلال خان، رحیم داد خان، غلام خان بابیہ خیل اور خلیفہ شری علی خان محسود کے ساتھ نہ صرف بہت سارے معرکے اور گوریلا کاروائیوں میں حصہ لیا بلکہ جنگ کے دوران شجاعت و جوانمردی کے جوہر بھی دکھائے۔

گٹ خان اور دوسرے احمد زئی وزیر غازیوں کے ریشہ دوانیوں سے تنگ آ کر فرنگی نے موسیٰ بیخہ زیارت برمل پر ہوائی جہازوں سے شدید بمباری کی۔ اس کا بدلہ لینے کے لئے گٹ خان کی سرکردگی میں مجاہدین نے منزلی میں دفن شدہ انگریزوں کی لاشتوں کو قبروں سے نکال کر دھسکی دی کہ اگر آئندہ کے لئے انگریز نے ہمارے مقدس مقامات کی بے حرمتی کی جسارت کی تو اس سے بھی زیادہ سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے برعکس فرنگی نے عہد کیا کہ احمد زائی کے مشہور غازی اور بالخصوص فرمان اللہ خان کا خاتمہ ضروری ہے اس دوران کسی نے فرنگی حکومت کو مخبری کی کہ فرمان اللہ کی خیل کے کوٹ میں روپوش ہے۔ فرنگی نے فوج کشی کی۔ گٹ خان نے اس موقع پر اپنے بھائی گل بوغ خان کے ساتھ مل کر فوج پر فائرنگ شروع کی لیکن چند لمحے بعد اس کی بددق خراب ہو گئی۔ انگریز فوج کی خیل کوٹ میں داخل ہوئی اور فرمان اللہ خان

کو شہید اور اس کے بھائی بہرام خان کو زخمی حالت میں گرفتار کیا گیا۔ گٹ خان کے ایک اور بھائی شہد یگل کا بھی عملی جہاد میں بڑا کردار رہا ہے اور ان کے چچا زاد بھائی حاجی نغمہ گل کو شہر اوگی علاقہ میں دشمن کے خلاف لڑتے وقت گولی لگی جبکہ دوسرا چچا زاد بھائی بر شاہ کو فرنگی نے گرفتار کیا۔ مختصر یہ کہ گٹ خان اور ان کے پورے خاندان نے وطن کی آزادی اور اسلام کی پاسداری کی خاطر دشمن کے خلاف جہاد میں گرانقدر خدمات سر انجام دیں۔ فقیر ایپی کو بذات خود بھی اس خاندان کی قربانیوں کا اعتراف تھا اس لئے صلاح و مشورے کے عمل میں گٹ خان کی رائے کو فوقیت دیتے تھے اور ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے گٹ خان کو اپنا ذاتی خلیفہ اور مشران پر مشتمل خصوصی جرگہ کا ممبر بنایا۔ وہ کئی بار فقیر ایپی کے نمائندے کی حیثیت سے حاجی بہرام خان کے ساتھ افغانستان گئے آپ کے بڑے بھائی عطا محمد کو افغانستان نے ان کے فعال کردار کے باعث صوبیداری کے اعزاز سے نوازا۔ مختصر یہ کہ گٹ خان کو فقیر ایپی کے ساتھ اتنی عقیدت تھی کہ ساری زندگی گوروک مرکز کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ فقیر ایپی کے انتقال کے بعد ان کے سجادہ نشین امیر نیاز علی خان کے ساتھ بھی آپ کی عقیدت برقرار رہی۔ گٹ خان کے انتقال کے بعد آپ کے بھتیجے امیر محمد نے امیر نیاز علی خان اور مرکز گوروک کے ساتھ اپنی وفاداری اور عقیدت ابھی تک پہلے کی طرح برقرار رکھی ہوئی ہے۔ اکثر بین القبائل معاملات و تنازعات میں امیر صاحب ان کے مشوروں کو اہمیت دیتے ہیں۔

علی شاہ احمد زئی

علی شاہ مرحوم گٹ خان کا بھتیجا ہے۔ آپ نے افغانستان میں تعلیم حاصل کی ہے اور پشتو زبان میں لکھنے پر بہت عبور حاصل ہے گو کہ دشمن کے خلاف عملی جہاد میں حصہ نہیں لیا ہے مگر آخری ایام میں فقیر ایپی کے ساتھ خاص وقت گزارا ہے۔ آپ نے فقیر ایپی کے بارے



میں یوں اظہار کیا۔ فقیر ایپی ایک ایسی ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے جن کی زندگی کے تمام پہلو کا جائزہ لئے بغیر کوئی بھی ان کی عظمت اور عظیم جدوجہد کو صحیح تناظر میں سمجھ نہیں سکتا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ خوبیاں اور صفات سے بہرہ ور فرمایا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ آپ نے اپنے آپ کو نفس کی قید سے آزاد کیا تھا۔ ذاتی زندگی مثلاً خوراک، لباس اور رہائش وغیرہ میں نہایت سادہ طرز عمل کے عادی تھے۔ انتہائی پرہیزگار اور متقی تھے۔ اخلاق حسنہ کے بے مثال پیکر تھے۔ سچائی کے علمبرار اور غریبوں کے ساتھ محبت کرنے والے تھے اپنی ذات کے بارے میں ہر قسم دنیاوی حرص و لالچ اور طمع سے بے نیاز تھے۔ پانچ وقت باجماعت نماز ادا کرنا رات کو کثرت سے تلاوت کلام پاک اور نوافل ادا کرنا آپ کا معمول تھا۔ صبح اور عصر کی نماز کے بعد مخصوص وظیفہ کا ورد کرنے کے باعث کسی سے کلام نہیں فرماتے۔ عبادات حیا اور

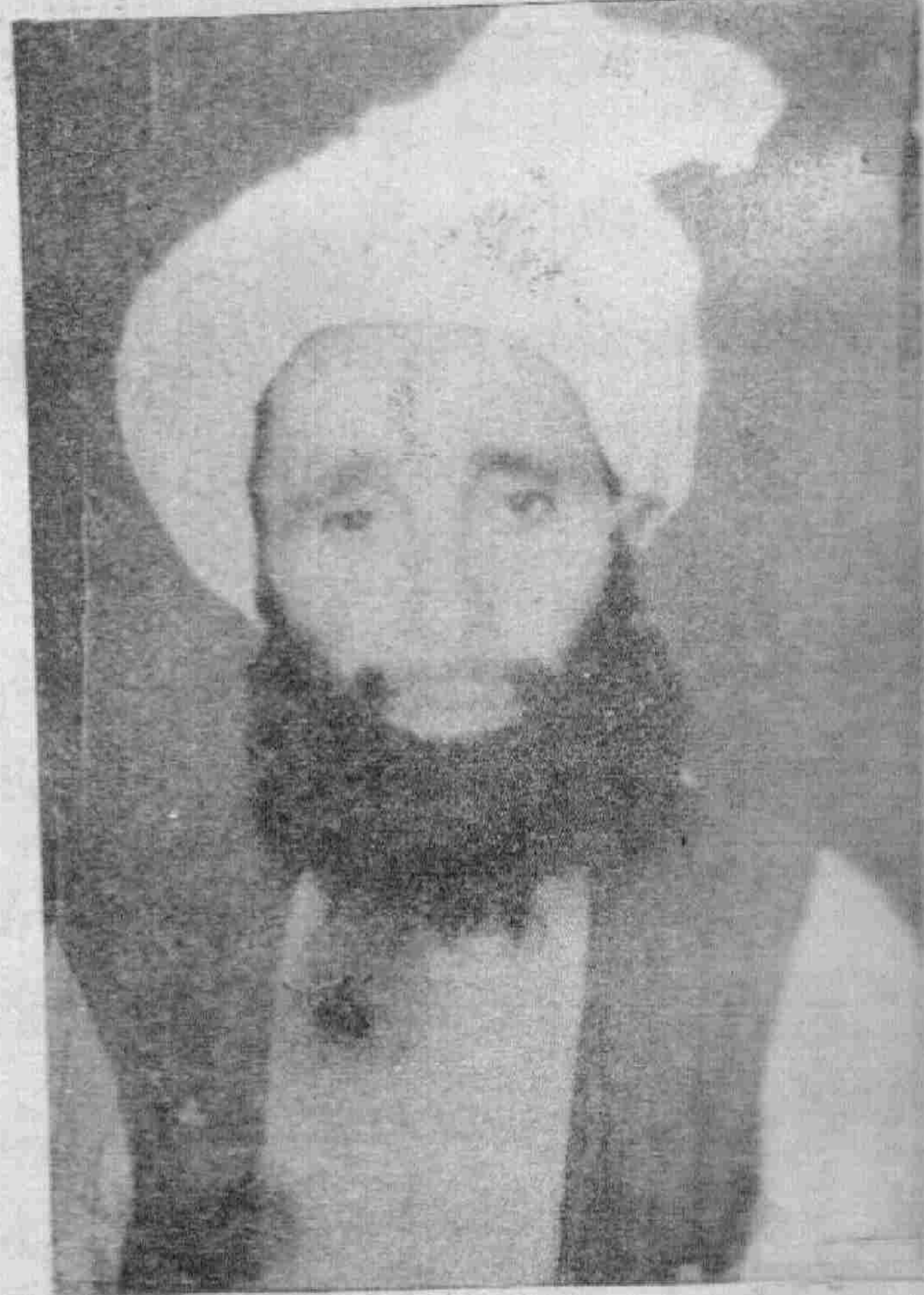
علی شاہ احمد زئی برمل

جہاد آپ کی زندگی کا نچوڑ تھے۔ علماء کرام اور مشران کی نہ صرف عزت کرتے بلکہ دینی، قومی اور جہادی مسائل کے بارے میں ان کی رائے کو خاص اہمیت دیتے۔ احکام خداوندی اور سنت رسول مقبول کی اطباع آپ کی زندگی کا وطیرہ تھی۔ اپنی بات کو دوسروں سے منوانے سے پہلے خود اس پر عمل کرتے۔ دشمن کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کے دوران ان گنت مشکلات و مصائب کا سامنا کیا مگر طاغوتی قوت کے خلاف آہنی ارادوں میں کوئی تزلزل نہیں آیا۔ آپ کی تحریک کا جیاد مقصد اس پاک سرزمین سے دشمن کو نکالنا اور اس میں اسلامی نظام کا نفاذ تھا۔ آپ کی تحریک کسی خاص علاقے یا قبیلہ تک محدود نہیں تھی۔ بلکہ تمام قبائلی علاقہ جات افغانستان، پنجاب اور ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ کی روحانی قوت کے دوست دشمن دونوں متعارف ہیں۔ قبائلیوں کے دلوں میں اب بھی آپ کی کرامات کے قصے کہانیاں پہلے کی طرح تروتازہ ہیں۔

مختصر یہ کہ آپ جیسی شخصیت صدیوں میں بھی پیدا نہیں ہوتے ہیں۔ آپ کے کردار پر بلاشبہ مرد و خواتین بچے اور بوڑھے سب مسلمانوں کو فخر ہے۔

عظیم مجاہد مولوی مجیب اللہ لسوندی

جنوبی وزیرستان کے ایک عظیم عالم دین، مجاہد آزادی، محرم و مقرر مولوی مجیب اللہ لسوندی کے والد صاحب مولوی بہرام شاہ جنوبی وزیرستان کا گرم کے باشندہ تھے۔ حصول علم کے لئے بنوں تشریف لے آئے جہاں فقیر معصوم شاہ نے ان کی قابلیت اخلاق اور علم و فضل سے متاثر ہو کر انہیں اپنی بیٹی نکاح میں دے دی اور ساتھ ہی زمین اور گھر بھی دے دیا۔ ان کے تین بچے پیدا ہوئے ایک مولوی عبداللہ جو کہ فارغ دیوبند دوسرا مولوی مجیب اللہ جبکہ تیسرے مولوی مطیع اللہ تھے۔ مولوی صاحب کا خاندان شروع سے ایک علمی خاندان رہا ہے۔ ہر دور میں اس کے علم کی وجہ سے شہرت یافتہ لوگ پیدا ہوئے ہیں۔ آج کل اسی خاندان میں بڑے بڑے عالم پروفیسرز، ادیب، حفاظ کرام ڈاکٹر اور انجینئر موجود ہیں۔ سیاسی، تحریری، تقریری اور علمی لحاظ سے ہر دور میں اس خاندان نے اپنا نام روشن رکھا۔



مولوی مجیب اللہ لسوندی

مولوی مجیب اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب اور بڑے بھائی عبداللہ سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لئے پشاور چلے گئے۔ ہشت نگر کے ایک عالم دین سے علم فقہ، منطق اور فارسی کے علوم سیکھ لئے اس کے بعد تفاسیر اور احادیث کا دورہ گنج غلامی مدرسہ پشاور سے مکمل کیا۔ پشاور ہی میں مدرسہ بالامانڈی کے مولوی حمدانی صاحب سے بھی علم

کی پیاس بجھائی۔ مولوی مجیب اللہ ایک مجاہد اور انقلابی سوچ کے مالک تھے۔ وہ انگریز دور میں خلافت کمیٹی کے رکن تھے کانگریس میں بھی حصہ لیتے تھے۔ خدائی خدمت گار تحریک کے بانی باچا خان کے ساتھ دیرینہ تعلقات تھے اور اکثر جلسوں میں ان کے ہمراہ ہوتے تھے۔ مولوی صاحب کی تقاریر اور اشعار سے ایک قسم کی انقلابی روح اور جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ باچا خان کے مشورہ سے انہوں نے اپنے بھتیجوں کو پشاور کے نزدیک غفار خان کے آزاد ہائی سکول اور تمانڈی میں داخل کر لیا تو عین اسی دور ان پشاور میں انگریزوں نے پختونوں کو قطار در قطار گولی سے اڑا دیا۔ اس سخت ترین ظلم کی وجہ سے غفار خان نے جلوس نکالا اور مولوی صاحب نے بہت جو شیلے اشعار پڑھے۔

جب غفار خان گرفتار ہوئے تو انہوں نے قاضی محمد یوسف اور مجیب اللہ کو وزیرستان فرار ہونے کا مشورہ دیا۔ کچھ عرصہ وزیرستان میں رہنے کے بعد قاضی محمد یوسف خوست چلے گئے۔ جہاں وہ مستقل طور پر آباد ہو گئے اور مولوی مجیب اللہ لسوندی کوٹ کئی میں سکونت پذیر ہو گئے۔ گرمی میں لسوندی اور سردی میں کوٹ کئی آیا کرتے تھے۔ مولوی صاحب کی عظمت دیکھ کر فقیر ایپی نے مولوی صاحب کو اپنے ساتھ ایک خاص مقام دے کر محسود ایریا وزیرستان میں اپنا دست راست بنایا۔ فقیر ایپی نے اب انگریزوں کے خلاف مکمل اعلان جنگ و جہاد شروع کیا۔ مولوی مجیب اللہ صاحب کو لیکڑا علی سپہ سالار کے طور پر ۵۰۰ مجاہدین اور توپچی بھی دئے ان میں سے ایک گننا مدہ خیل وزیر اور تین پنجابی خیال گل پنجابی بابو پنجابی اور فقیر محمد پنجابی تھے۔ کچھ مدت بعد محسود کے قبیلہ سے ملک ایوت بلہا، ملک ولی خون اور مولانا شیر علی خان نے

فقیر ایسی کو آنے کی دعوت دی تو انگریز نے محسود قوم کو سخت دھمکی دی لیکن قوم مرعوب ہونے کی بجائے ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار تھی۔ مولوی مجیب اللہ کا لشکر ان کے چار توپچی اور بہت سے مجاہدین نے ”دوہ توئی مکین“ میں دور سے مورچے سنبھالے ہوئے تھے۔ جب انگریز کی فوج جس میں ”سکھ“ اور ”گورکھا“ بھی شامل تھے۔ مکین کے نزدیک آئی تو فقیر محمد توپچی نے توپخانے سے مولوی صاحب کے آرڈر پر آٹھ سکھ مار دئے۔ فقیر محمد نے مال غنیمت میں سے ایک ہندو اور ایک اعلیٰ قسم کی دو تین لے کر باقی سامان چھوڑ دیا۔ لیکن بعد میں محسود قوم نے ان کے تمام مال غنیمت کو لے لیا یہاں تک کہ پتلون اور کوٹ بھی نکال کر لے گئے۔ فقیر ایسی کو اس فتح کی اطلاع دینے کے لئے جب فقیر محمد، مولوی مجیب اللہ، ملک ایوت خان اور ملک ولی خون وغیرہ شکتوئی میں ملنے گئے تو سخت بھوک کی شکایت پر فقیر ایسی نے پانی کو جوش دے کر کھانے کو کہا اس پر ان لوگوں نے گزارہ کیا۔

مولوی مجیب اللہ اور فقیر ایسی کی انقلابی جنگ سے انگریز سخت پریشان تھے لہذا انگریز نے ان کو ہر طرح سے چبانے کی کوشش کی۔ انگریز نے ہوائی جہازوں سے **Red Warning Paper** مولوی صاحب کے علاقہ لسوندی پر گرائے اور لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر نزدیک کے پہاڑوں میں بڑے بڑے پتھروں تلے پناہ لیتے اور انگریز ان کے گھروں پر ہوائی بمباری کرتے پھر وہ لوگ تعمیر نو میں مصروف ہو جاتے اور یہ سلسلہ بدستور جاری رہتا۔ سینہ تیوہ بدر میں مولوی صاحب کے رشتہ داروں اور سر کے علاقے پر اتنے بم گرائے کہ خشک زمین سے پانی نکل آیا۔ چونکہ مولوی صاحب انگریز کو اس وطن سے نکال باہر کرنا چاہتے تھے لہذا انگریز نے مولوی صاحب کو پکڑنے اور قتل کرنے کے لئے ہر قسم کے منصوبے بنائے اور آزمائے لیکن بے کار۔ قوم نے مولوی صاحب کا بھرپور ساتھ دیا۔ ایک دفعہ کوٹلکسی میں انگریز کی ایک بہت بڑی فوج نے مولوی صاحب کے تمام علاقے کا گھیرا لے لیا اور کنڈ پہاڑ پر اپنے مورچے سنبھال لئے لیکن مولوی موصوف نے سمعہ بال بچے رات کو گاؤں سے درہ نظر خیل علاقہ ”جڑجڑی“ میں قیام کیا۔ محسود قوم نے جب دیکھا کہ انگریز مولوی صاحب کو پکڑنا چاہتے ہیں تو ساری قوم حرکت میں آگئی مردوزن بچے و نوجوان سب ہندو، تیر اور پتھروں کو ہاتھ میں لئے ہوئے ہر طرف فوج کو محاصرے میں لے لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنڈولہ سے بریگیڈ کو واپسی کا حکم ہوا کیونکہ انگریز ساری قوم سے لڑنے کا خطرہ نہیں لینا چاہتے تھے۔ قوم کا مولوی صاحب کے ساتھ بے پناہ عقیدت کا یہ حال تھا کہ جب رومال خان اور باقی خان نے کوٹ کئی کے قلعہ سے شرارت کے طور پر ملیشیاء والے پکڑ کر اپنے گھر لائے۔ ملیشیاء والوں نے ان کا پیچھا کیا لوگوں نے جب ملیشیاء والوں کو دیکھ لیا تو سمجھے کہ یہ تو مولوی صاحب کو پکڑنے آرہے ہیں لہذا انہوں نے جہاد کا نعرہ بلند کیا لیکن ملیشیاء والوں نے ہاتھ اٹھا کر معذرت کی اور کہا کہ ہم اپنے کپڑے لینے آئے ہیں نہ کہ مولوی صاحب کو پکڑنے۔

سید میر جو کہ ایک بہادر شخص تھا کو لالچ دیکر مولوی صاحب کو قتل کرنے کو کہا۔ سید میر جو بعد میں مولوی صاحب کا ایک وفادار مرید بن گیا اپنا قصہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انگریز سرکار نے مجھے ایک ہندو دی اور انیس ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا اس شرط پر کہ مولوی صاحب کو قتل کروں۔ میں نے مولوی صاحب کو کئی بار ہندو کا نشانہ بنایا لیکن ہندو نہیں چلتی تھی۔ آخر ایک بار جب مولوی صاحب اپنے گھر کی شمالی جانب ایک پہاڑی پتھر پر وظیفہ کرنے بیٹھے تو سید میر نے ہندو کا نشانہ بنایا۔ لیکن گولی چھوڑتے ہی ہندو قتل ہو گئے۔ سید میر فوراً مولوی صاحب کے پاس گیا اور معافی طلب کی اس کے بعد مولوی موصوف کے ساتھ ناشتہ کرنے کے بعد اپنا سارا قصہ سنایا تو مولوی صاحب نے کہا کہ میں بہت بد قسمت ہوں کہ انگریز کے ذریعے شہید نہیں ہو سکا لیکن الحمد للہ کہ مجھے شہید نہ کر کے آپ قاتل نہ بنے۔ معافی کی طلب پر مولوی صاحب نے سید میر کو نصیحت کی کہ تم آئندہ نہ کسی کو قتل کرنا، نماز پابندی سے ادا کرنا اور داڑھی سنت کے مطابق رکھنا۔ سید میر نے اس کے بعد پختہ توبہ کی اور مولوی صاحب کا ایک وفادار مرید بن گیا۔

مولوی صاحب کی وفات کا قصہ کچھ یوں ہے کہ جب آپ بوجہ گرمی کوٹ کئی سے لسوندی جانے لگے تو راستے میں ”زیارت بدر“ میں

کو ایک بزرگ کا قصہ سناتے ہوئے فرمایا کہ فلاں بزرگ نفل نماز میں مصروف تھے کہ اس کو موت آئی اس کے بعد مولوی صاحب نے دعا کی کہ خدا مجھے بھی ایسی ہی موت نصیب کرے یہ کہہ کر آپ نے وضو کیا اور نفل نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ عین نفل کے دوران نماز عصر سے پہلے آپ کی روح جسد خاکی سے پرواز کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پیر ملا خان شہید اور ملک جالات خان وزیر

تحریک آزادی کے گمنام خاندانوں میں ایک خاندان ملک جالات خان کا ہے جس نے فرنگی سامراج کے خلاف چلائی گئی تحریکوں میں جو قربانیاں دیں اس کی مثال پاک افغان تاریخ میں نہیں ملتی گوکہ انگریزوں نے قبائلی علاقہ جات پر ایسے قوانین نافذ کئے جس کی روح سے تحریک آزادی میں حصہ لینے والے کو باغی قرار دے کر طرح طرح کی قیوت ناک سزائیں دی گئیں لیکن ان کے جذبہ حریت کو ختم کرنے میں ناکام رہے۔ ملک جالات خان کے خاندانوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔ خون محمد المعروف خول محمد احمد زئی قبیلہ میں ایک دلیر انسان تھے اس نے وزیر قوم کے لئے بہت سی قربانیاں دیں۔ خول محمد احمد زئی قبیلے کے سردار تھے آپ کے بعد آپ کے بیٹے کریم خان نے قومی خدمت کا بیڑا اٹھایا اور سب سے پہلے احمد زئی کا لشکر لے کر ڈوگ کے مقام پر قلعہ نما گھر بنایا اس قلعہ کو دفاعی ضروریات کے تحت بنایا گیا تھا۔ اس کے چاروں طرف خندقیں بنائی گئی تھیں اور ان خندقوں کو پانی سے بھرا تاکہ دشمن خندقیں پار نہ کر سکیں۔ اس وقت لڑائی میں تیر اور پتھر استعمال ہوتے تھے۔ یہاں خانہ بدوش قوم ناصر غلزی کا غلبہ تھا۔ غلزی نے اس قلعہ پر حملہ کیا لیکن وزیروں نے غلزی کو شکست دی اور وانہ پر قبضہ کر لیا۔ کریم خان نے ٹل کے علاقہ کو آباد کرنے اور ان کے مسائل حل کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ گلان خان کے زمانے میں انگریز وانہ آئے جس پر ۱۸۸۳ء میں ملاپانندہ کو وانہ چھوڑنے پر مجبور کیا۔ احمد زئی قبیلہ کے لوگوں نے آپس کے جھگڑوں سے تنگ ہو کر ایک وفد گلان خان کی قیادت میں انگریزوں کے ساتھ امن برقرار رکھنے کے لئے معاہدہ کرنے بھیجا۔ ۱۸۹۵ء میں اس معاہدہ کے تحت وانہ کو انگریزوں کے کنٹرول میں دے دیا گیا۔ انگریزوں نے اس کے صلے میں گلان خان کو سرداری دی معاہدے کی روح سے انگریز مروجہ قبائلی رسم و رواج میں کسی قسم کی مداخلت کرنے کے مجاز نہیں ہوں گے اور قبائل کی مرضی کے مطابق کسی دباؤ کے بغیر معاملات طے کریں گے۔

گلان خان کی وفات کے بعد انکے بیٹے گل دین خان بھی ایک بزرگ اور اسلام پسند انسان تھے۔ انگریزوں کی لادینیت سے تنگ ہو کر افغانستان چلے گئے اس وقت افغانستان پر چھ سقہ کا قبضہ تھا۔ گل دین خان نے پاؤہ چند میں نور خان سے ملاقات کی اور ۱۹۳۰ء میں وزیر محسود قبائل نے افغانستان پر لشکر کشی کرتے ہوئے چھ سقہ سے حکومت چھین کر نادر کو دی۔ نور خان نے گل دین خان کو بہت ساری مراعات دینے کی پیشکش کی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ گل دین خان کے تین بیٹے تھے ملک جالات خان، فرمان اللہ خان، حاجی بہرام خان۔ ان تینوں نے فقیر ایپسی کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف جہاد میں بھرپور کردار ادا کیا وہ جب پہلی بار تحصیل وانہ کے گاؤں برمل آئے تو وزیروں نے ان کا شاندار استقبال کیا انہوں نے فرمان اللہ خان کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ جس کے جواب میں انگریزوں نے فرمان اللہ خان کے گھر پر بمباری کی جس سے دو تانی قبیلے کا ایک آدمی شہید ہوا۔ فرمان اللہ خان نے لشکر لے کر ”مد بچون“ کے مقام پر سڑک بند کی جسے کھولنے کے لئے انگریزوں نے کافی جدوجہد کی اور کافی جانی و مالی نقصان اٹھانے کے بعد سڑک کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ جب دوسری بار فقیر ایپسی برمل آئے تو انگریزوں نے ملک جالات خان کے گھر پر حملہ کیا اور ساتھ ہی ”موسیٰ بیچہ“ زیارت پر بمباری کی جس کے جواب میں فرمان اللہ خان نے منزئی کے مقام پر انگریزوں کی قبروں کو ملیا میٹ کر کے خطا رسال کیا کہ ہمارے مذہب میں قبروں کی بے حرمتی کرنا منع ہے۔ لیکن ہم نے یہ قدم اس لئے اٹھایا کہ آپ بھی ہماری قبروں پر بمباری نہ کریں۔ اس کے بعد شرلونگائی کے مقام پر وزیر اور محسود کے لشکر نے فرمان اللہ خان کی قیادت میں انگریزوں پر حملہ کیا اور ان کو کافی جانی و مالی نقصان پہنچایا۔

سنزئی کے مقام پر فرمان اللہ خان ملک جالات خان اور علی خان نے دوبارہ لشکر لے کر انگریزوں پر حملہ کیا جس میں کئی انگریز قتل ہوئے اور ایک احمد زئی قبائلی شہید ہوا۔ رحیم داد خان جو ملک جالات خان کے چچا تھے نے مادانی لنڈک کے ساتھ مل کر انگریزوں پر حملہ کیا جس میں پولیٹیکل ایجنٹ کو قتل کر کے افغانستان فرار ہو گئے۔ انگریزوں نے رحیم داد خان کو گرفتار کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہے آخر میں افغان حکومت پر دباؤ ڈالا گیا کہ ملک جالات خان کے چچا کو ان کے حوالے کریں لیکن افغان حکومت نے ایسا کرنے سے انکار کیا ملک جالات خان نے ایک انگریز سفارت کار پر حملہ کر کے اس کو زخمی کیا اور ایک ایجنٹ کو پکڑ کر برل کے مقام پر جیل میں بند کر دیا۔ اسی اثناء میں یوسف الگیلانی نے خلیفہ فرمان اللہ خان کو اپنے پاس آنے کی دعوت دے کر کہا کہ میں نے حکومت سے دس دن کی مہلت لی ہوئی ہے۔ ان دس دنوں میں نہ آپ حکومت کے خلاف کام کریں گے نہ حکومت آپ کے خلاف کوئی قدم اٹھائے گی۔ فرمان اللہ لشکر لے کر جب یوسف الگیلانی سے ملاقات کرنے گئے اور ملاقات کر کے محمد خان (مخامد) آبا خیل کے پاس گئے۔ انگریزوں کو اطلاع ملی کی تبلیغی بہر ام خان اور فرمان اللہ خان، محمد خان کے گھر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ انگریزوں نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے وانہ کمپ سے ایک بریگیڈ فوج روانہ کی اور محمد خان کے گھر پر حملہ کر دیا۔ جس میں فرمان اللہ خان اور حاجی بہر ام خان شدید زخمی ہوئے۔ دونوں کو وانہ ہسپتال لے گئے جہاں فرمان اللہ خان نے جام شہادت نوش کیا۔ حاجی بہر ام خان کو انگریز جنرول لے گئے اور وہاں پر انگریز پولیٹیکل ایجنٹ نے اس سے ملاقات کی اور انگریز حکومت کی مخالفت چھوڑنے پر کافی مراعات دینے کو کہا۔ لیکن بہر ام خان نے انکار کیا پھر آپ کو جنرول سے ڈیرہ اسماعیل خان جیل منتقل کیا گیا اور آپ کو پھانسی کی سزا سنائی گئی۔

فقیر ایپی نے فرمان اللہ خان کی شہادت کے بعد ملک جالات خان کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ ملک جالات خان نے انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کر کے انگریزوں پر حملے شروع کئے۔ انگریزوں نے ایک بار پھر ملک جالات خان کو مراعات کی پیشکش کی اور کہا کہ صلح کے بدلے ہم آپ کے بھائی بہر ام خان کو رہا کر دیں گے۔ لیکن ملک جالات نے انکار کر دیا اور کہا کہ صلح صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ آپ یہ ملک چھو دیں۔ آخر کار انگریزوں نے حاجی بہر ام خان کو انگریز ایجنٹ جو ملک جالات خان کے پاس قید تھا کے بدلے رہا کر دیا۔ ۱۹۳۰ء کی قرارداد پاکستان کے بعد مجاہدین کو یقین ہو گیا تھا کہ انشاء اللہ ہم اس پاک وطن سے ان ناپاک لوگوں کو نکالنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ملک جالات خان نے انگریزوں کی ملکی، خانی، نوابی اور سرداری کو ٹھکرا کر وطن عزیز کی خاطر جہاد کیا اور تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا ان کو انگریزوں اور ہندوؤں سے سخت نفرت تھی۔ جب جواہر لعل نہرو نے آپ کے چچا ماما خان نے کالی پٹیاں باندھ کر انہیں بتایا کہ ہم پاکستان چاہتے ہیں انگریزوں کو ہندوؤں کو یہاں ایک ساعت کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ جب پاکستان وجود میں آیا تو فقیر ایپی نے ملک جالات خان سے کہا کہ ہم مقصد پورا ہو گیا ہے۔ تحریک جہاد ختم ہو اب اگر پاکستان جانا چاہتے ہیں تو جاسکتے ہیں۔ فقیر ایپی نے حاجی بہر ام خان کو صدر ایوب کے نام خط دیا جس میں ملک جالات خان کی سفارش کی گئی تھی لیکن یہ خط صدر ایوب تک نہ پہنچ سکا۔ اسی اثناء میں فقیر ایپی اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ فقیر ایپی نے مرنے سے پہلے اپنا وصیت نامہ حاجی بہر ام خان سے لکھوایا کیونکہ وہ فقیر ایپی کے کاتب تھے۔ اس وصیت نامہ کے بارے میں ابھی تک کسی اور کو علم نہیں حکومت پاکستان نے حاجی بہر ام خان کو گرفتار کر کے وصیت نامے کے بارے میں پوچھا تھا مگر حاجی بہر ام خان نے بتانے سے انکار کر دیا تھا۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر جالات خان کا خاندان حکومت کی ان ساری مراعات سے محروم ہوا جو دوسرے سرداروں اور ملک صاحبان کو حاصل ہیں ملک جالات نے تمام ذاتی مفادات کو ٹھکرا کر اسلامی اور قومی مفادات کو ترجیح دی۔ ملک جالات خان نے طویل علالت کے بعد ۱۱ ممبر بروز جمعہ المبارک ۱۹۹۲ء کو اس دنیا سے رحلت فرمائی اور اپنے جانشینی کے فرائض یعنی پگڑی ملک میرزا عالم کے سپرد کی جو ایک مخلص شخصیت کے علاوہ تعلیم یافتہ بھی ہیں۔

نعمت خان

سکر

سر بلندی کی جنگ

مقام حاصل ہے

نعمت خان محسوس

خان ولد نعمت خان

امیر خان گاؤں اما

۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء

برابر کر کے جلدی

فقیر ایپی کو خواہ

ہوں کہ اٹھو! فرار

ان کے بستر میں

میں ساتھ رہتا تھا

کو میٹر کا فاصلہ ہے

ان دنوں

تھی۔ نعمت خان

طرف سے حکم ملا

کرو۔ تھوڑی دیر

طرح لا علمی میں

اکثریت محسوس قبیلا

دشمن نے آج ہم

پوچھا تھا تو اس نے

چار غازی تھے فرار

تھے۔ شاید فرنگی

شروع کی وہ لکڑی

گئے لیکن برداشت

جلتی ہوئی لکڑیاں

نے منع کیا دوسرے

فرنگی نے نعمت

نعمت خان محسود شہید

۱۹۳۲ء میں حاجی مرزا علی خان (فقیر ایسی) کی قیادت میں وزیرستان کے قبائل انگریز سامراج کے خلاف اپنی بقاء اور اسلام کی سر بلندی کی جنگ لڑ رہے تھے۔ ۲۹ مارچ کو شمالی وزیرستان میں ڈمڈیل کے مقام پر انگریزوں اور قبائل کے مابین خونی معرکہ کو تاریخ میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ اس کی پوری داستان تو بہت طویل ہے لیکن قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے ایک نہایت فکر انگیز اور ناقابل فراموش کارنامہ جو نعمت خان محسود کی بہادری اور شہادت سے متعلق ہے اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ (یاد رہے کہ یہ قصہ ریاض محسود نے اپنے والد روزی خان ولد نعمت خان شہید سے نقل کر کے تحریر کیا ہے۔ روزی خان کو اس قصہ کی تفصیل اس کی ماں یعنی زوجہ نعمت خان نے بتائی) نعمت خان ولد امیر خان گاؤں اماغیل زغرئی تحصیل سراروغہ کارہنے والا تھا لیکن ان دنوں اپنے خالہ زاد بھائی زرولی خان کے ہاں گاؤں دو اتوئی میں رہائش پذیر تھا۔ ۲۸ مارچ ۱۹۳۲ء کو صبح صادق ہونے سے پہلے انہوں نے اپنی بیوی کو فیند سے جگا کر کہا تھا کہ اٹھو چائے بناؤ! بدوق، کمر بند، اور چپلی وغیرہ برابر کر کے جلدی سے دید و کہیں جانا ہے۔ بیوی نے پوچھا تھا کہ جانا کہاں ہے؟ انہوں نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تھا کہ میں نے رات تین دفعہ فقیر ایسی کو خواب میں دیکھا ہے پہلی دوبار تو میں نے کوئی خاص پرواہ نہیں کی مگر تیسری بار انہوں نے مجھے پتھر مار کر کہا کہ میں تجھ سے کہہ رہا ہوں کہ اٹھو! فرنگی کے خلاف جہاد میں ہمارے ساتھ بٹانہ بٹانہ حصہ لو!! تم کیوں نہیں اٹھتے۔ جب وہ فیند سے جاگ کیا تھا تو پتھر کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا ان کے بستر میں پڑا تھا جو ان کی بیوی نے بھی دیکھا تھا اور اس نے کافی عرصہ تک صندوق میں رکھا تھا مگر اب نایاب ہے۔ زرولی خان اسی مکان میں ساتھ رہتا تھا اس لئے ساری گفتگو اس نے بھی سن لی تھی اور وہ بھی نعمت خان کے ساتھ ڈمڈیل گیا تھا۔ دو اتوئی اور ڈمڈیل کے درمیان ۷۰ کلو میٹر کا فاصلہ ہے اور یہ دشوار گزار راستہ دونوں نے پیدل ہی طے کیا تھا۔

ان دنوں غربت و افلاس کے باعث اسلحہ کی شدید قلت تھی اور اس وقت بدوق کی قدر و قیمت آج کی کلاشنکوف کی نسبت کئی گنا زیادہ تھی۔ نعمت خان کے پاس اصلی روایتی قبائلی بدوق تھی۔ بقول زرولی خان ڈمڈیل کے مقام پر ان کے پہنچنے سے پہلے غازیوں کو فقیر ایسی کی طرف سے حکم ملا تھا کہ انگریز کا ایک قافلہ یہاں سے گزرنا چاہتا ہے۔ ڈمڈیل کے مقام پر انہیں آگے جانے سے روکوا اور ان کا ادھر ہی مقابلہ کرو۔ تھوڑی دیر انتظار کے بعد فرنگی کا قافلہ آن پہنچا۔ دونوں طرف سے شدید فائرنگ شروع ہوئی کوئی کہاں ہے کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔ دن اس طرح لاعلمی میں گزر رہا تھا کہ رات ہوئی اور سب غازی اپنے اپنے ٹھکانوں پر اپنے اپنے توپوں کی لڑائی پر توجہ دے رہے تھے۔ ہم دس غازی جن میں اکثریت محسود قبیلہ کے غازیوں کی تھی ان میں ایک غازی جس کا تعلق شمالی خیل قبیلہ سے تھا، نے دن کی لڑائی پر توجہ کرتے ہوئے کہا کہ دشمن نے آج ہم سے ایک بہت بڑے بہادر مجاہد کو شہید تو کیا مگر فرنگی بھی ان کا انتقام ہمیشہ چور کھیں گے۔ زرولی خان نے اس سے ان شہید کا نام پوچھا تھا تو اس نے نعمت خان نام بتایا تھا پھر زرولی خان نے ان کی شہادت کی تفصیل معلوم کی تھی تو اس غازی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تھا کہ ہم چار غازی تھے فرنگی کے قافلہ گور کو انے نیز اس کو تباہ و برباد کرنے کی غرض ہم سڑک کے نیچے چھوٹے سے پل کے نیچے سرنگ میں چھپے ہوئے تھے۔ شاید فرنگی نے ہمیں دور سے دیکھ لیا تھا۔ ان کی ایک گاڑی پل کی اوپر آکر روکی اور فوراً گاڑی سے سرنگ کے اندر جلتی ہوئی لکڑیاں پھینکنا شروع کی وہ لکڑی پر پٹرول چھڑک کر ہم پر پھینکتے تھے۔ سرنگ بہت تنگ تھی اس لیے ہم سب جلتی لکڑی کی تپش اور دھوئیں سے سخت تنگ آ گئے لیکن برداشت اس لیے کرنا پڑا کہ ہمارا خیال تھا کہ کچھ دیر بعد فرنگی جب یہاں سے روانہ ہو گئے تو پھر پیچھے سے حملہ کریں گے مگر وہ متواتر جلتی ہوئی لکڑیاں سرنگ کے اندر پھینکتے رہے۔ آخر نعمت خان نے تنگ آکر کہا کہ وہ باہر جا کر فرنگی کے ساتھ بدست بدست لڑنا چاہتا ہے مگر ہم نے منع کیا دوسری بار پھر وہی بات دہرائی لیکن ہم مزاحمت کرتے رہے۔ تیسری بار انہوں نے کلمہ شہادت پڑھ کر کہا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ فرنگی نے نعمت خان کو سرنگ میں دھواں سے مار دیا۔ سرنگ سے نکلتے ہوئے دشمن کی مشین گن کی گولی ان کے سینے میں پیوست ہوئی مگر ان

کی جرات اور بہادری کا یہ حال تھا کہ جس فوجی نے ان کو مشین گن کا نشانہ بنایا تھا۔ انہوں نے اسے بھی اپنی بدوق کی گولی کا نشانہ بنا کر جہنم رسید کیا۔ پھر نعمت خان نے اپنی بدوق ہمارے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ میرا چنا مشکل ہے یہ بدوق میرے بچوں کو پہنچا دینا۔ سامنے دوسرے پل کے اوپر انگریز کی ایک اور جیپ کھڑی تھی جس میں انگریز فوج کے کمان آفیسر بیٹھا ہوا تھا۔ نعمت خان زخمی حالت میں یہاں سے ریگتے ریگتے اس پل کے سرنگ میں پہنچنے میں کامیاب ہوا مگر سرنگ میں پہنچنے سے پہلے دشمن نے ان پر فائرنگ کی اور ایک گولی ان کی ٹانگ میں لگی۔ انہوں نے اپنی پگڑی سے ٹانگ پر پٹی باندھ لی اور سرنگ کے دوسرے سرے یعنی پہاڑی کی طرف سے نکلے اور جھپٹ کر جیپ کے اندر کمان آفیسر پر چھری کے ذریعے حملہ کر دیا۔ چھری کے پے درپے حملوں سے کمان آفیسر شدید زخمی ہوا دونوں جیپ سے باہر سڑک پر جا گرے۔ انگریز آفیسر کو جہنم رسید کر کے نعمت خان نے بھی وہیں جام شہادت نوش کیا۔

خلیفہ فیض اللہ خان شہید

خلیفہ فیض اللہ خان المعروف فیضل استاد ضلع بنوں کے علاقہ سورانی موضع طور کہ میں خلیل خان بازید خیل کے گھر پیدا ہوئے۔ تعلیم کے حصول کے بعد درس و تدریس دیتے رہے۔ شروع سے فطری طور پر جناب استاد جی انگریز کے وجود کے مخالف تھے لہذا ان کے خلاف



ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ تحریک خلافت کے سرگرم رکن اور علاقہ سورانی کمیٹی کے سیکرٹری جنرل رہے ہیں۔ کانگرس اور دوسری متعدد تحریک میں بڑا فعال اور متحرک کردار رہا ہے۔ کئی بار جیل بھی گئے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی معرکوں میں بھرپور حصہ لیا ہے۔ مثلاً نہر کچکوٹ بنوں پوسٹ پر حملہ کے وقت استاد جی مجاہدین کے سربراہ تھے۔

خلیفہ فیض اللہ خان شہید

خلیفہ فیض اللہ خان شہید

اس لڑائی میں ایک انگریز فوجی افسر کا سر قلم کیا گیا۔ استاد جی نہایت دیانتدار، مستقل مزاج اور جرات مند مجاہد تھے۔

انگریزوں کے خلاف بنوں میں بھرپور تحریک شروع کی تھی۔ آپ کو اگر کسی ملک کی شرارت کے بارے میں شبہ ہوتا تو اس سے جواب طلبی کرتے۔ پھر وہ علاقے کے معززین کیساتھ حاضر ہوتا اور صفائی پیش کرتا۔ مختصر یہ کہ بنوں میں استاد جی کی ایک متوازی حکومت تھی۔ انگریزوں نے تنگ آ کر استاد جی کی گرفتاری کے لئے ہزاروں روپے انعام کا اعلان کیا لیکن کوئی ان کی گرفتاری میں مدد دینے کیلئے تیار نہیں تھا۔ آپ کے بیٹے مولانا عبدالصمد خان نے فقیر ایسی کی تحریک میں استاد جی کے کردار کے بارے میں بتایا۔ فقیر ایسی نے جب فرنگی کے خلاف باقاعدہ جمادنی سبیل اللہ کا اعلان کیا تو استاد جی اس میں شمولیت کر کے فقیر ایسی کے دست راست کی حیثیت سے غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ سرکار نے استاد جی اور ان کے بھائی اللہ داد خان کی منقولہ وغیرہ منقولہ جائیداد ضبط کر کے نیلام کی اور سارے خاندان کے چودہ مکانات

کو مسمار کیا۔ جس کے نتیجے میں بچے اور مستورات ضلع بدر ہو کر وزیرستان میں موضع دوزی ممدی میں پناہ گزیں ہوئے۔ موضع طور کہ موضع سدوزی اور موضع کچکوٹ اسد خان میں تمام جائیداد و زرعی زمین اور گھریلو ساز و سامان پولیس نے ضبط کر کے نلام کیا۔

استاد جی نے فقر ایپی کی تحریک میں ایک سرگرم مجاہد خلیفہ اور شیر خاص کی حیثیت سے بلاشبہ گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ فقیر ایپی کا استاد جی پر اتنا اعتماد تھا کہ لشکر کشی، خفیہ کارروائی اور دیگر انتظامی امور سے متعلق عمومی معاملات میں ہمیشہ آپ کے مشوروں کو اولیت دیتے تھے۔ آپ نے مولوی محمد طاہر شاہ، مولوی وارث شاہ اور مولوی عبدالمنان خان کے ساتھ مل کر جہاد فی سبیل اللہ میں غرا و مشاورت ہر دو صورتوں میں بہت ذمہ داری کا ثبوت پیش کیا ہے۔ استاد جی نے سید حسن المعروف نقیب صاحب جلال آباد سے قادریہ میں بیعت کی تھی۔ آپ بہت مضبوط عقیدے اور صالح اعمال کے پیکر تھے۔ فرنگی کے خلاف آپ کے معرکوں کی فہرست بہت طویل ہے تاہم علی شاہ بابا، گسبستی پہاڑ، برگنتو، زار موم، زم نگی، گنڈڑی پہاڑ، سمنہ پہاڑ، نری ویلہ، جلیہ، ڈنڈیل، دو سلی، سراہی، سپہ، پیر کلی، روشہ، قتی داوڑ، تنگسی، کاٹواخول، شہیدان قلعہ، سہ اور میر علی کی جنگوں میں شرکت کر کے لازوال شجاعت کا یہ مظاہرہ کیا ہے کہ بنوں اور وزیرستان کے لوگ اب بھی ان کے کردار پر جفا طور پر فخر کرتے ہیں۔



مولانا عبدالصمد خان والد فیض اللہ شہید

انگریز فوج نے استاد جی کے گاؤں دوزی ممدی ملحقہ زین پہاڑ کا پتار ۲۶ اپریل ۱۹۳۶ء کو محاصرہ کیا، یہ گاؤں مجاہدین کا رہائش علاقہ تھا۔ مجاہدین فوج کے خلاف بے سروسامانی اور کم کار توس اور اسلحہ کے لڑے۔ لڑائی سارا دن جاری رہی فوج نے چاروں اطراف سے حملہ کیا تھا۔ اوپر سے ہوائی جہاز بم برس رہے تھے۔ نیچے ٹینک گولے برساتے رہے۔ تقریباً چار بجے شام کو فوج نے محاصرہ تنگ کیا۔ دشمن کی مشین گن کی چند گولیاں استاد جی کے سینے پر لگی ایک گولی بائیں آنکھ پر لگی اس طرح وہ موقع پر شہید ہو گئے۔ شیر علی خان مردوت اور شائستہ خان مردوت بھی اس موقع پر شہید ہو گئے۔ استاد جی کے دو بیٹوں عبداللہ اور محمد نواز خان کو فرنگی نے زخمی حالت میں گرفتار کیا اور بعد میں ڈیرہ اسماعیل خان جیل بھیج دیئے گئے جبکہ تیسرا بیٹا عبدالصمد خان بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

استاد جی کو پتار ۲۷ اپریل خون آلود کپڑوں میں بغیر کفن کے

دفنایا گیا۔ چار ماہ بعد استاد جی کی لاش مبارک کو وزیرستان سے نکال کر ضلع بنوں موضع طور کہ میں آبائی قبرستان پتیل میں دوبارہ دفنایا گیا۔ استاد کی لاش کو ہزاروں وزیر محسود اور بنوچی کی موجودگی میں جب نکال کر لے جا رہے تھے تو موقع پر موجود تمام لوگ یہ دیکھ حیران ہوئے کہ استاد جی کو ابتداء میں جس طرح دفنایا گیا تھا لاش اسی طرح صحیح و سالم تھی۔ خون اسی طرح تازہ تھا۔ انکے بال اور جسم مبارک بالکل سالم تھا۔ ان کی شہادت، سالمیت و صداقت کے بارے میں موقع پر موجود سب لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔ استاد جی کے پانچ بیٹے تھے جن کے نام یہ تھے عبداللہ خان، محمد نواز خان، عبدالصمد خان، عبدالقیوم خان اور عبدالرزاق خان۔ ان سب نے جہاد فی سبیل اللہ میں بھرپور کردار ادا کیا اور ہر معرکہ میں ایک یا دو سمعہ طائفہ حاضر شریک ہوتے۔

استاد جی کی شہادت کے بعد فقیر ایپی نے معززین علاقہ کی موجودگی میں عبدالصمد خان کو قائم مقام استاد جی تمام لشکری اور مشاورتی کام شریک کا اہم رکن رکھا اور بعد میں معززین و معتبرین و سربراہان لشکر مجاہدین اور وزیرستان کے مختلف قبیلوں کے مشران نے استاد جی کی

پگڑی خدمت جہاد آپ کے بیٹے عبدالصمد خان کے سر پر رکھی۔ تب سے لیکر اب تک شہید والد صاحب کی جانشینی کے امور خدمت و لشکر کشی میں کوتاہی اور سستی نہیں کی بلکہ بہت اچھے طریقے سے سرانجام دیتے رہے ہیں۔ البتہ استاد جی کی شہادت کے چند ماہ بعد عبدالصمد خان ووزی محمدی سے رہائش جگہ بدل کر قوم وزیر میر خون خیل پلائی داوڑ توچی سمعہ اہل و عیال رہائش پذیر ہوئے۔

مولانا عبدالصمد خان نے فقیر ایپی کی تحریک جہاد کے بارے میں بتایا کہ وزیرستان میں زیر سایہ و تجویز فقیر ایپی کی تین نوعیت کے لشکر ہوتے۔ توپ کا لشکر جو قلعہ سرکار پر گولے برساتے اس کیلئے بڑے طاقتور لشکر کی ضرورت ہوتی تاکہ توپ وغیرہ کی مکمل طور پر حفاظت ہو۔ دوسرا لشکر دشمن کا کیمپ، سڑک یا پل کو نقصان پہنچانے کیلئے ترتیب دیا جاتا تھا۔ اس کے مقابلے فوج یا ملیشیاء کے سپاہی نکل آتے اور خون آشام معرکے ظہور پذیر ہوتے جبکہ تیسرا لشکر برائے امن اقوام کے لئے ترتیب دیا جاتا تھا تاکہ ظالم ایک دوسرے پر قومی یا انفرادی حیثیت سے کوئی ظلم نہ کرے۔ مولانا عبدالصمد خان نے فقیر ایپی کے جہاد فی سبیل اللہ میں اپنے کردار سے متعلق بتایا کہ چند ماہ بعد فقیر ایپی نے عمومی اعلان اور خصوصی حکم جاری کیا کہ توچی سے مجاہدین پہاڑوں میں نکلے اور ہمہ وقت ہمہ گیر لشکر کشی کیلئے تیار رہے تاکہ فرنگی حکومت تنگ ہو جائے۔ تمام غازیوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ میں نے غوث یشتی پہاڑ جا کر سمعہ اپنے طاقتور کے رہائش اختیار کی اور اپنے لئے ایک خلوت بھی تیار کی۔ لشکر کشی میں ہمہ وقت کمر بستہ ہو کر اپنے غازیوں کے ساتھ حملہ آور ہوتے۔ تفصیل بہت طویل ہے مگر جن معرکوں میں مولانا عبدالصمد خان نے بذات خود شرکت کر کے بھرپور کردار ادا کیا ہے مختصر ذکر ذیل ہے۔

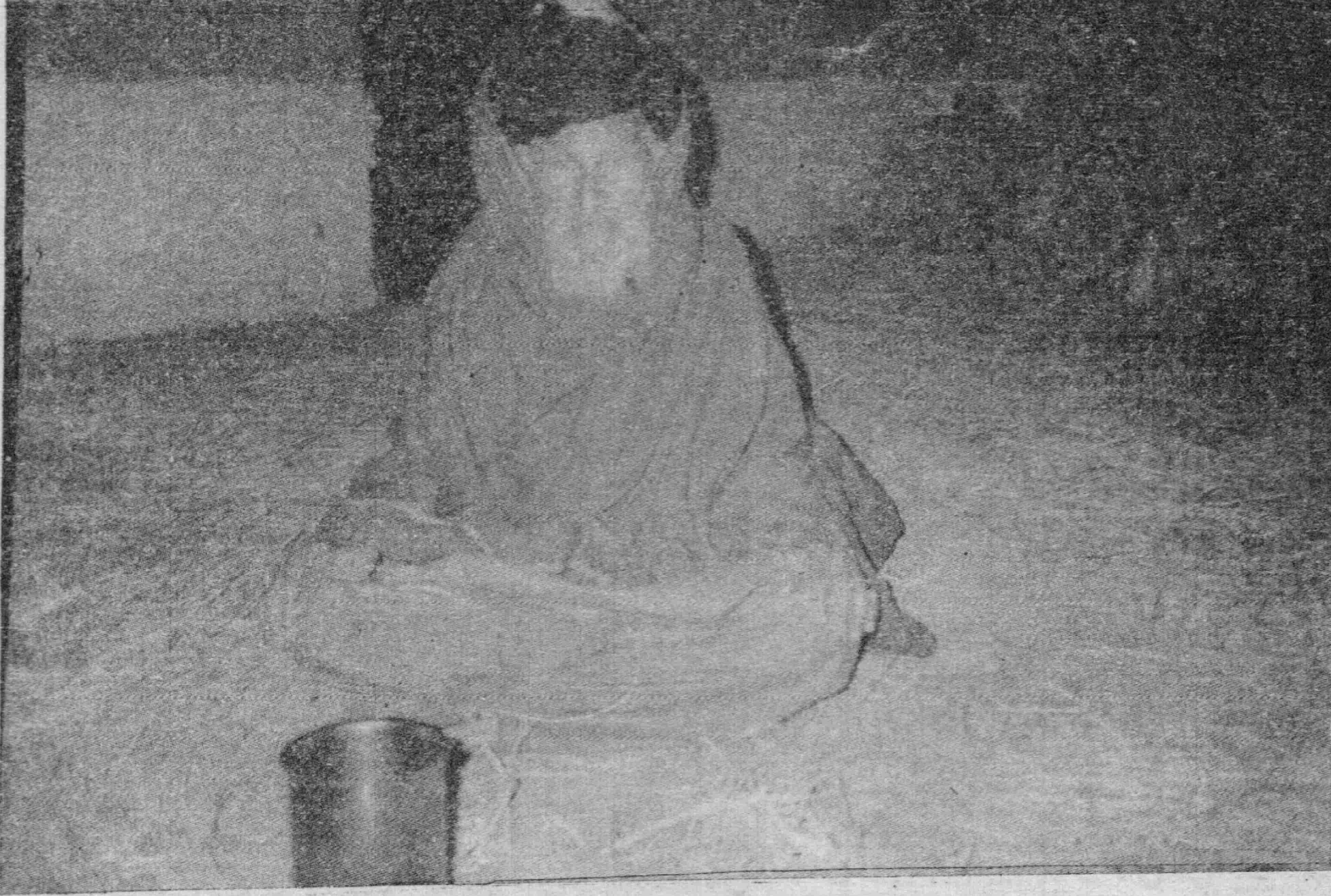
دینوری، ڈغرانی، ڈگی خولہ، نیتاسی، گڑھی وام، غرلائی، شوالی تنگہ، سردار، زیری وام، خوتنگی، نامی روغہ، شابے، دتہ خیل، قلعہ، خوا، گوڈی والہ، کرکنروام، پلیسین، کانی روغہ، خوکلی، ہمزونی اور رزمک معرکوں میں غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔

آپ نے مزید بتایا کہ ۱۹۶۰ء میں فقیر ایپی کا انتقال ہوا جس کے بعد حالات بدل گئے۔ ملک بھی انگریزوں سے آزاد ہوا۔ حکومت نے اعلان کیا کہ لوگ انگریزوں کے مقدمات سے آزاد ہیں کوئی جواب طلبی و گرفتاری نہ ہوگی۔ مولانا عبدالصمد نے جمعیت العلماء اسلام کی طرف سے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں حصہ لیا اور صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ حکومت سازی میں مشیر گورنر منتخب ہوئے۔ مزید برآں وزیر اعلیٰ سرحد حضرت مولانا مفتی محمود کے ساتھ ملحق تھے۔ ۱۹۸۰ء میں حکومت نے مولانا کو ضلع بنوں وکی مروت کے لئے عشر و کوة کمیٹی کا چیئرمین نامزد کیا۔ کئی سال تک نہایت ایمانداری اور ذمہ داری سے فرائض نبھائے۔ بعد میں بوجہ خانگی ضروریات و درس و تدریس کی ذمہ داری کے باعث استعفیٰ دیا۔ حکومت نے استعفیٰ واپس کرنے پر مجبور کیا لیکن آپ نے معذرت کی۔ دینی مدرسہ عربیہ مشکوٰۃ جو حکومت سے باقاعدہ منظور شدہ ہے کی سرپرستی کی ذمہ داری سنبھالی۔ آجکل خود صدر مدرس بھی ہیں اس مدرسہ میں مولانا کے علاوہ دیگر بہت سارے مدرسین بھی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بنوں کی سیاسی، تاریخی اور معاشی زندگی میں اس خاندان کا بہت بڑا کردار رہا ہے۔ ہر دور میں اس خاندان کا حکومت اور حکومت سازی دونوں شعبوں میں غیر معمولی کردار ہے۔ حالانکہ اس خاندان کے آباؤ اجداد افغانی تھے۔ علاقہ خوست میں قبیلہ سدوزئی سے تعلق تھا۔ جد امجد کا نام بازید خان تھا جس کے نام کی نسبت اس علاقے کا نام بازید سدوزئی مشہور ہوا۔ اب نسل اتنی بڑھ گئی ہے کہ پانچ چھوٹے دیہاتوں پر مشتمل ہے جو علاقہ بازید خیل کہلاتا ہے۔ شروع سے اب تک ضلع بنوں میں بڑا موثر اور فعال کردار رہا ہے۔

خلیفہ ماسٹر میر صاحب خان بنوں

ماسٹر میر صاحب خان بنوں موضع مانڈاڑ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے، نویں جماعت تک بنوں میں اسلامی ہائی سکول میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۳۱ء میں مڈل کے ماسٹر بھرتی ہوئے۔ ۳۱ روپے ماہوار تنخواہ تھی۔ ۱۹۳۳ء میں فقیر ایپی سے متاثر ہوئے اور پہلے بار خیمورہ میں ان سے ملاقات کی۔ آپ نے ملازمت چھوڑنے کی بات کی مگر فقیر ایپی نے ملازمت چھوڑنے سے منع کر دیا۔ ملازمت کے

دوران ساری تنخواہ جہاد کے لئے وقف کی ہوئی تھی، اپنی گزراوقات ٹیوشن پر کرتے تھے۔ ۱۹۴۰ء میں ملازمت چھوڑ کر اپنے آپ کو جہاد کے لئے وقف کیا۔ آپ نے بتایا کہ ملازمت چھوڑنے کے بعد اسوروپے جمع ہوئے تھے وہ فقیر ایپی کو دے دئے۔ انہوں نے لینے کے بعد یہ کہہ



ماسٹر میر صاحب ساکن بنوں

کر واپس کر دئے کہ یہ سرکاری روپے ہیں۔ میں نے دوکان کھولنے کی اجازت چاہی۔ اجازت نہیں ملی پھر زمین خریدنے کی خواہش ظاہر کی مگر آپ نے اجازت نہیں دی۔ لوگ کہتے کہ ماسٹر دیوانہ ہو گیا ہے مگر میں لوگوں کی پروا نہیں کیا کرتا تھا۔

فقیر ایپی نے گورویک میں میرے لئے الگ خلوت مخصوص کی اور ۹ روپے

ماہوار وظیفہ بھی مقرر کیا۔ آپ چونکہ تعلیم یافتہ تھے اور ملازمت چھوڑنے کے بعد اکثر فقیر ایپی کے ساتھ رہتے تھے۔ فقیر ایپی کو بھی آپ کے ساتھ خصوصی لگاؤ تھا۔ اس لئے آپ نے فقیر ایپی کی کرامات سے متعلق خاص واقعات کو اپنی ڈائری میں قلمبند کیا۔ میں نے ان سے بہت استفادہ کیا اور فقیر ایپی کی کرامات کے حوالے سے شامل کیا۔ ماسٹر صاحب خان نے مزید دلچسپ واقعات سناتے ہوئے کہا کہ ایک دفعہ گورویک مرکز میں شام کے وقت دو آدمی آپس میں لڑ پڑے۔ ایک نے دوسرے کو زخمی کر دیا۔ ہم نے صلح کرادی مگر رات زخمی آدمی نے دوسرے کو پھر مارا۔ ہم نے فقیر ایپی کو بتایا انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ دوسرے دن نماز ظہر کے بعد فقیر ایپی نے سب کو جمع کیا۔ رات کو جس آدمی نے انتقام لیا تھا اس کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے غلطی پر اپنے بیٹے کو کوڑے مارے تھے لیکن میں تمہیں جہاد سے خارج کرتا ہوں۔ دوسرے آدمی سے کہا کہ آپ غازیوں میں شامل رہیں گے لیکن اس کے بعد گورویک مرکز میں تمہارا آنا جائید ہے۔

انہوں نے مزید بتایا کہ زار خان ذاکر خیل میرے ساتھ اکثر چھیڑ چھاڑ کرتا تھا۔ لوگوں نے فقیر ایپی سے زار خان کی شکایت کی مگر آپ خاموش رہے۔ بعد میں میں نے بات کی کہ آپ زار خان کو منع کریں ورنہ میں اسکے حق میں بددعاؤں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ نہیں بددعا مت دینا یہ اسکے حق میں بہت برا ہوگا۔ ماسٹر صاحب خان کئی بار ہندوستان بھی گئے۔ فرنگی نے فقیر ایپی کو صلح کرنے کی پیشکش کی تھی۔ فقیر ایپی نے دیوبند میں جناب حسین احمد مدنی صاحب سے مشورہ کیلئے ماسٹر صاحب کو بھیجا تھا۔ ماسٹر صاحب خان نے یہ بتایا کہ حیدر آباد دکن میں ایک مشہور وکیل نے ایک افغانی کے ذریعے فقیر ایپی کو خط بھیجا تھا کہ ان کے پاس ایک خاص امانت ہے کسی اعتباری آدمی کو بھیج دیں تاکہ اس کو دے سکوں حاجی صاحب نے مجھے بھیجا۔ میں حیدر آباد میں وکیل سے ملا۔ میں نے حاجی صاحب کا دیا ہوا خط دکھایا انہوں نے سب لوگوں کو باہر جانے کیلئے کہا اور مجھ سے پوچھا کہ وہ کیسے یقین کر لیں کہ یہ خط فقیر ایپی کا ہے میں نے افغانی کا حوالہ دیا۔ جس پر انہوں نے میری بہت خاطر مدارت کی۔ چند دن بعد اپنے ساتھ ریل گاڑی میں اپنے گاؤں لے گئے۔ گاؤں میں ان کا بہت بڑا ہنگامہ تھا بیٹھی کیلئے ۷۰ ہزار روپے کا چیز خرید اہوا تھا۔ مجھے دکھاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کی منگنی اپنے ایک قریبی رشتہ دار کے لڑکے سے کی ہے۔ وہ گانچ میں پڑھتا

ہے لیکن اس کا کردار ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے دل نہیں چاہتا کہ بیٹی اس کو دے دوں۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو وہ اپنی بیٹی دینے کو تیار ہیں۔ میں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے اپنے آپ کو جہاد کیلئے وقف کیا ہے یہ نہیں کب موت آجائے اس لئے شادی نہیں کر سکتا۔ میری بات پر وہ بہت رنجیدہ ہوئے۔ پھر انہوں نے راز کی بات بتاتے ہوئے کہا کہ وہ فقیر ایپی سے کیسے مل سکتے ہیں؟ میں نے کہا میرے ساتھ چلو آپ نے کہا کہ فی الحال مصروفیت کے باعث نہیں جاسکتا پھر میں نے بنوں کا پتہ دیا اور وہاں سے واپس لوٹ آیا۔ چند ہفتے بعد وہ بنوں آئے تھے اور بنوں مسلم لیگ کے صدر مساز خان کو ۲۰ روپے دیئے تھے۔ اسکے ساتھ ایک رات قیام کیا تھا۔ اسکے بعد وہ گوردیک آئے اور میرے سامنے فقیر ایپی کے ساتھ ملاقات کی۔ پہلے تو انہوں نے فقیر ایپی کو بتایا کہ وہ مستقل طور پر یہاں آپ کے پاس گوردیک آنا چاہتے ہیں۔ فقیر ایپی نے کہا آجائے وکیل نے بتایا کہ ہندوستان میں جائیداد وغیرہ کو فروخت کر کے وہ آئیں گے۔

اس کے بعد اصل بات کی طرف آئے اور فقیر ایپی کو امان اللہ خان کا خط دکھایا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ انہیں فقیر ایپی کی مدد سے دوبارہ افغانستان کی حکومت مل سکتی ہے۔ فقیر ایپی نے وکیل کو بتایا کہ آپ لوگ دوبارہ بنوں یا وزیرستان آجائیں تو پھر آپس میں صلاح و مشورہ کر کے تمام معاملات طے کریں گے۔ وہ فقیر ایپی کے جواب سے بہت خوش ہوا۔ فقیر ایپی نے دعائیں دیں۔ اس طرح وہ رخصت ہوا اس وقت تقسیم ہند شروع ہو چکی تھی۔ وہ جب واپس امرتسر پہنچے تو بد قسمتی سے اسکو وہاں پر قتل کیا گیا اس طرح امان اللہ خان کی واپسی اور فقیر ایپی کیساتھ معاملات طے کرنے کا پروگرام ادھورا رہ گیا۔ ماسٹر میر صاحب خان کئی بار جیل بھی گئے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد انکو والد صاحب کے ساتھ گرفتار کیا گیا۔ جیل کے بارے میں ماسٹر صاحب خان نے بتایا کہ جیل میں ایک دفعہ تھانیدار آیا اور میرے سامنے فقیر ایپی کو گالیاں دیں اس کے جواب میں میں نے جناح کو گالیاں دیں۔ اس پر اس نے مجھے مارنا شروع کیا۔ اتنے میں دوسرا تھانیدار آیا اس نے پہلے تھانیدار کو منع کرتے ہوئے کہا کہ یہ فقیر ایپی کا آدمی ہے اگر اس کو کچھ ہو گیا تو ذمہ داری کس کی ہوگی۔ بڑے تھانیدار نے صرف اتنا کہا کہ اگر میں فقیر ایپی کو پنڈت کموں تو وہ مجھے چھوڑ دیں گے مگر میں نے انکار کیا۔ مجھے ۱۵ سال کی سزا ہوئی، جیل کی چکی پیسنے کی ذمہ داری میری تھی۔ فارغ وقت عبادت میں گزارتا تھا۔ زیادہ عبادت کی وجہ سے ساتھی قیدی میری بہت عزت کرتے تھے اور مجھ سے دم تعویز کروایا کرتے تھے۔ ۵ سال بعد مجھے رہائی ملی رہائی کے بعد میں فقیر ایپی کو ملنے گوردیک چلا گیا۔ آپ نے مبارک دیتے ہوئے فرمایا کہ تم پر سخت وقت آگیا تھا مگر تم امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ دوسری بار پھر حکومت نے مجھے گرفتار کر لیا۔ اس دوران فقیر ایپی کا انتقال ہو گیا۔ میں جیل کے باعث جنازے میں شرکت نہ کر سکا جس کا آج بھی مجھے افسوس ہے۔

دین محمد المعروف دین فقیر بیٹنی

آپ بیٹنی قبیلہ کے بہت بڑے روحانی پیشوا تھے۔ آپ کا نام دین محمد تھا لیکن دین فقیر کے نام سے مشہور تھے۔ آپ ۱۸۹۲ء میں زمڑی کلی میں پیدا ہوئے۔ آپکا تعلق مٹ نیچہ کی اولاد سے تھا۔ آپ بہت برگزیدہ ہستی تھی۔ اپنے معاملات بڑی حکمت کے ساتھ برطانیہ حکومت اور دیگر قبائل سے طے کرتے تھے گوکہ وزیر اور محسود بیٹنی قبائل کو ذرا کمزور سمجھتے تھے اور انکے متعلق فرنگی کا بھی یہی نظریہ تھا۔ لیکن دین فقیر کی قیادت میں بیٹنی قبیلہ نے وزیر اور محسود قبائل کے شانہ بشانہ فرنگی کے خلاف لڑ کر اس مفروضے کو غلط ثابت کیا۔ بیٹنی قبیلہ کے اتحاد و اتفاق کے بارے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں ہیں۔ آپ نے ۱۹۱۹ء سے لیکر ۱۹۳۵ء تک فرنگی سامراج کیخلاف خود بھی جنگوں میں حصہ لیا اور شہزادہ وزیرستان فضل دین کی بھی ہر طرح مدد کی۔

فقیر ایپی نے جب جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان کیا تو آپ نے فقیر ایپی کے دست راست کی حیثیت سے جو کارنامے سرانجام دیئے جو تاریخ کے اوراق پر بہت نمایاں ہیں۔ فقیر ایپی نے جہاد کے اعلان کے بعد گبر کلی میں آپ سے ملاقات کی اور تحریک جہاد کو بہتر اور منظم

طریقے سے آگے بڑھانے سے متعلق آپ سے تفصیل سے مشورہ کیا۔ دین فقیر نے بن القباہل جھگڑوں کو پس پشت ڈالنے ہوئے بلیک کہا اور ہر طرح مالی اور جانی قربانیوں کی آمادگی ظاہر کی اور جہاد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے جن جذبات کا اظہار کیا فقیر ایسی اس سے کافی متاثر ہوئے۔



خلیفہ دین محمد بھٹنی المعروف دین فقیر

دین فقیر نے تجویز پیش کی کہ بیٹنی اور محسود قباہل کے مابین کچھ پرانے تنازعات کو پس پشت ڈالنے کی ضرورت ہے جس کیلئے ضروری ہے کہ شہزادہ فضل دین اور دیگر مشران کو اعتماد میں لیا جائے۔ چنانچہ اس تجویز پر بعد میں سب نے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ سب آخر دم تک جہاد کریں گے اور قباہل کے مابین تنازعات کو ختم کر دیں گے۔ جس کیلئے

ضروری ہے کہ سابقہ معاملات کو جوں کا توں رہنے دیا جائے اور سابقہ قتل و قاتلے کا کوئی بدلہ نہ لیا جائے اور میدان جہاد میں دشمن کے خلاف سب شانہ بھانہ لڑیں گے۔ دین فقیر کی ان مخلصانہ کوششوں کے نتیجے میں بن القباہل معاملات کا ایسا سدباب ہو گیا کہ فقیر ایسی کی تحریک جہاد کے پورے عہد میں کوئی بھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا کہ کسی نے پرانے تنازعے کی بنیاد پر کسی سے بدلہ لیا ہو۔

دین فقیر نے جہاد کیلئے مختلف مراکز قائم کئے تھے جن میں گوبہ سرہ غر، جٹولہ اور غیسورہ شامل تھے۔ آپ نے غازیوں کیلئے لنگر جاری کیا تھا۔ آپ کے متعلق لائق شاہ درپہ خیل نے اپنی تصنیف ”وزیرستان“ میں لکھا ہے۔ ”ایک بار مجھے پشاور ریڈیو سٹیشن میں تاج محمد مرحوم نے بتایا کہ میں صوبہ سرحد کے گورنر گرفتہ کے اٹیلی جنس سٹاف میں تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے کہا کہ آپ دین فقیر کے بارے میں معلومات اکٹھی کر کے میرے پاس لے آئیں۔ ان دنوں دین فقیر گبر میں تھے میں پہلی بار ان کو ملنے گیا۔ دین فقیر نے جب مجھے دیکھا تو کھڑے ہو کر ہاتھ ملایا۔ علیک سلیک کے بعد تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی پھر اچانک سرخ آنکھوں سے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ تمہارا صاحب بہت بڑا کافر ہے اللہ تعالیٰ اسے فنا کر دے گا اور یہ فقرہ کئی بار دہرایا۔ رات کو ان کے ساتھ قیام کیا صبح بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا۔ میں نے دین فقیر کی باتوں سے گرفتہ کو آگاہ کیا تو انہوں نے خفا ہو کر کہا کہ تم نے ان سے میرے حق میں دُعا کی بجائے بد دُعا کیوں مانگی تو میں چپ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے چند ماہ میں وہ واقعی فنا ہو گیا۔ فقیر ایسی کا ایک گوریلہ گروپ جو دو سو غازیوں پر مشتمل تھا قیام عمل میں لایا گیا دین فقیر اس گروپ کے کمانڈر تھے۔ سب غازیوں کے بیچ میں ہوتے تھے اور ایک توپ بھی اس گروپ کے حوالے کی گئی تھی۔ کمانڈر بننے کے بعد دین فقیر نے غازیوں کو چھوٹے چھوٹے گروپوں میں تقسیم کر دیا۔ آپ نے غازیوں کو ہدایات جاری کیں کہ سڑک کی حفاظت پر مامور فوج پر موقع پاتے ہی حملہ کر دینا۔ تمام پکٹوں بالخصوص ڈنڈیل اور دوسلی کے مابین قائم کردہ پکٹوں پر متواتر حملہ کرتے رہو۔ آپ کی زیر نگرانی خفیہ سرگرمیوں سے فرنگی بہت تنگ آگئے چونکہ ہر روز کوئی سپاہی قتل یا زخمی ہو جاتا۔ فرنگی حکومت نے بیٹنی علاقہ میں سڑک بنوانا چاہی۔ دین فقیر نے اس کی سختی سے مخالفت کی۔ حکومت نے اکا خیل قبیلہ کے ایک مشر کو گرفتار کیا آپ نے اسکی رہائی کی خاطر سراروغہ اور جٹولہ سکاؤٹس قلعوں پر ہلہ بول دینے کا پروگرام

تشکیل دیا۔ مختصر یہ کہ آپ نے ہر لحاظ سے فرنگی حکومت کو ناکوں پنے چہوائے۔

آپ کی بزرگی بہادری اور جوانمردی کے متعلق بہت سارے شاعروں نے قصیدے اور غزلیں لکھی ہیں۔ آپ کا ۱۹۶۳ء میں انتقال ہوا اور آپ کے بڑے بیٹے فقیر علی محمد خان کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ فقیر علی محمد خان نے والد محترم کے ساتھ جہاد میں بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ کے والد صاحب بیٹنی کے علاوہ محسود اور وزیر قبائل میں بہت مقبول تھے اور ان کی مقبولیت میں روحانی قوت کار فرما تھی۔ والد کے انتقال کے بعد فقیر علی محمد نے صرف بیٹنی قبیلہ میں قومی اتحاد اور یکجہتی کی علامت کے طور پر سمجھے جاتے ہیں بلکہ محسود قبائل میں بھی بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

خلیفہ مردل خٹک

خلیفہ مردل کرک کے جو ترے زمی چار خیل خٹک تھے۔ والد کا نام جفر خان تھا بھائی نے آپ کو وزیرستان سکاؤٹس میں بھرتی کیا تھا اور میرانشاہ میں ملیشیاء مسجد کے پیش امام مولوی شیر محمد خٹک کے ساتھ خادم تھے۔ ان دنوں فقیر ایپی کی تحریک جہاد نے زبردست جوش و خروش پیدا کیا تھا۔ چنانچہ خلیفہ کچھ اپنی باغیانہ طبیعت اور کچھ مولوی شیر محمد کی صحبت کے باعث فقیر ایپی کی تحریک سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔ ۱۹۶۳ء میں دتہ خیل قلعہ سے اسلحہ سمیت فرار ہوئے۔ میردل کے فرار ہونے سے اور بھی بہت سارے ملیشیاء سپاہیوں نے راہ فرار اختیار کر کے فقیر ایپی کے جہاد میں شامل ہو گئے۔ آپ کی سرکردگی میں باغی سپاہیوں نے بعد میں ایک مسلح دستہ کی حیثیت سے فرنگی کخلاف جہاد میں گرانقدر کارنامے سرانجام دیے۔ فقیر ایپی آپ کے دلیرانہ اور مدبرانہ کارناموں سے اتنے متاثر ہوئے کہ آپ کو خلیفہ مقرر کیا۔

خلیفہ گل نواز آپ کے دیرینہ دوست اور پر اعتماد ساتھی تھے۔ وزیرستان اور بنوں کے علاوہ خٹک علاقہ میں دونوں نے مل کر فرنگی پکٹوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔ ایک دفعہ خلیفہ مردل، خلیفہ گل نواز، خلیفہ تحویل دور اور جنرل مشک عالم خان اپنے ساتھیوں کو لے کر گسبستی کے پہاڑ پر قبضہ کر لیا۔ پھر اسے مرکز بنا کر مختلف ٹولیوں اور گروہوں میں میانوالی، غیسے خیل، کالا باغ، درہ پیز اور کوہاٹ کے علاقوں تک حملے شروع کر دیے۔ ہر روز ایک نئی افتاد لاتے۔ کبھی نورنگ، کبھی غوریوالہ، کبھی کلی اور کبھی پیزوالہ حملوں کا ہدف بنتے۔ حالات دن بدن خراب ہوتے جا رہے تھے۔ اس دوران ایک بہت بڑا واقعہ رونما ہوا۔ بعد نماز ظہر خلیفہ مردل خان نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ نظام بازار بنوں آئے یہاں سے لشکر کو لے کر دریائے کرم کو پار کرتے ہوئے بازار احمد خان کے علاقہ آئے۔ مغرب کی نماز باجماعت وہیں میدان میں ادا کی پھر بنوں شہر کے ریلوے گیٹ پر آنکے۔

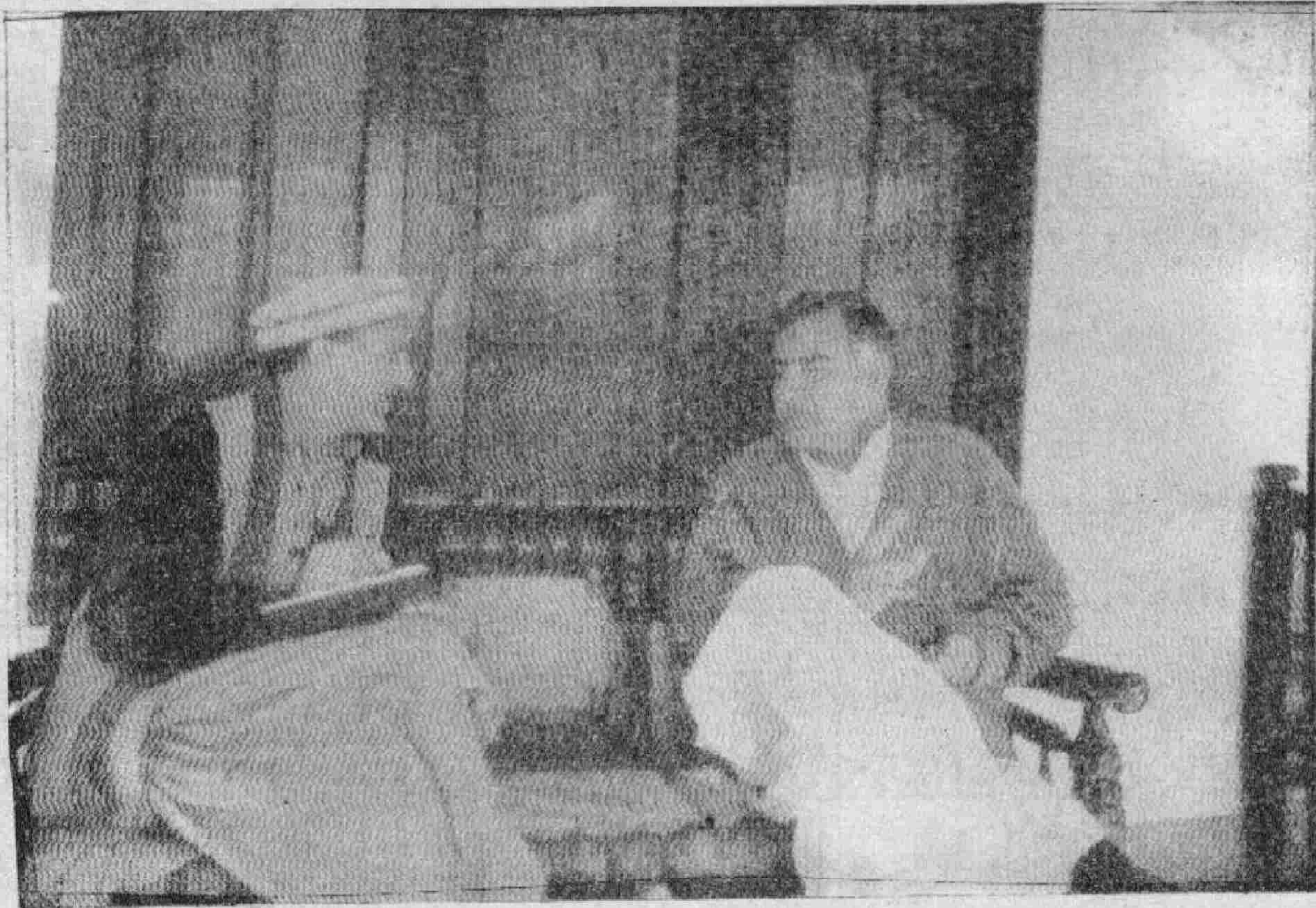
دروازہ بند تھا مگر انہوں نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے فولادی پھانک کو توڑ دیا اور اندر داخل ہو کر چوک بازار کے نیچے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس دوران بعض افراد نے چوک کی دوکانوں میں آگ لگا دی۔ آگ سے مجاہدین کو یہ نقصان ہوا کہ کچھ مجاہدین زخمی ہوئے جبکہ زرولی خان خٹک شہید ہو گئے۔ اس طرح مجاہدین نے بنوں شہر کو جلا ڈالا لیکن آگ کی تیز تپش نے فرنگی چوکی پر مجاہدین کے قبضہ کرنے کا مشن ناکام بنا دیا۔ آخر حکومت نے گسبستی میں میردل خان کے مرکز پر حملے کا پروگرام بنایا۔ اس حملے میں پورا ابر گیڈ استعمال ہوا۔ اس حملہ میں ہوائی جہازوں نے بھی حصہ لیا۔ خلیفہ مردل کے ساتھ خلیفہ گل نواز، جنرل شیر باز خان، مجاہد خیل اور جنرل سرگلی خان اور فقیر دین محمد کے غازی بھی اس معرکہ میں شریک تھے۔ لڑائی صبح سے شروع ہو کر سہ پہر تک جاری رہی۔ برکنتی کی طرف مجاہدین کا پلہ بھاری رہا۔ صحن غوث کی جانب بھی فرنگی کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ ڈلن کی طرف پیش قدمی روک دی گئی۔ البتہ چھاؤنی کی جانب دشمن نے ایک چال چلی یہاں انہوں نے کچھ آدمیوں کو مجاہدین میں شامل کر لیا تھا۔ جو بعد میں میردل خان اور گل نواز کے ساتھیوں سے جا ملے تھے۔ جب لڑائی میں شدت آگئی تو ان جاسوسوں نے جان بوجھ کر شکست کھانے کے خوف سے راہ فرار اختیار کی دوسرے مجاہدین یہ دیکھ کر دل شکستگی سے فرار ہونے پر مجبور ہو گئے۔ اس طرح

دشمن کی چال کامیاب ہوئی اور انہیں گسبستی پر دوبارہ قبضہ کرنے کا موقع مل گیا۔ خلیفہ مردل خان نے اپنی مخالفانہ کاروائیاں جاری رکھیں۔ رات ہوتے ہی پورا علاقہ گولیوں کی آواز سے گونج اٹھتا۔ بات یہاں سے نکل کر دور دور تک پھیل گئی۔ دوسرے علاقوں سے وفود کی آمد جاری رہی اور مسائل وغیرہ کے بارے میں ان سب کا میل ملاپ آپ کا روزمرہ کا معمول بن چکا تھا اور ان عظیم لوگوں کی عظیم جدوجہد کو فرنگی ختم کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہے۔

خلیفہ مردل خان کے کارنامے دور دور تک سنائی دینے لگے ان کی عزت اور احترام میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ جس سے آپ کو آخری ایام میں یہ غلط فہمی ہوئی کہ اب وہ مکمل پیر اور روحانی قوت کے حامل شخصیت بن گئے ہیں۔ لہذا آخری دفعہ فقیر ایپی کو ملنے گئے۔ فقیر ایپی سے رخصتی کے وقت کہا تھا کہ اب وہ خود لنگر جاری کرنا چاہتا ہے اور خلیفہ نہیں رہنا چاہتا۔ فقیر ایپی نے آپ کو بہت سمجھایا تھا مگر آپ نہیں مانے تھے۔ جس پر فقیر ایپی نے فرمایا تھا کہ اپنی چادر ہلائیں آپ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اس کے بعد آپ خالی ہاتھ وہاں سے واپس لوٹ آئے تھے۔ ۱۹۵۴ء میں حکومت پاکستان سے مراعات لے لیں اور بنوں میں سکونت اختیار کی۔ لیکن اس کے بعد آپ فالج میں مبتلا ہو گئے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دمہ کے مرض میں مبتلا تھے اور بہت بری حالت میں آخری ایام گزارے۔ آخر کار ۱۹۶۹ء میں وفات پائی۔

خلیفہ گل نواز

خلیفہ گل نواز ضلع بنوں کے موضع سورانی کے رہنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دیا تھا لیکن دین اسلام اور حریت کا جذبہ



غالب تھا۔ آپ فرنگی کے وجود کے شروع سے مخالف تھے، صرف مناسب موقع کی تلاش تھی۔ اسلام بی بی واقعہ کے بعد فقیر ایپی نے مسلمانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے جب جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان کیا تو آپ نے ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جہاد میں بھرپور جذبہ کے ساتھ شرکت کی۔ بنوں میں لوگوں کو جہاد میں شمولیت کی ترغیب دیتے

خلیفہ گل نواز کا پوتہ اکرام درانی انٹرویو دیتے ہوئے

تھے اور جن افراد یا خاندان کی معاشی صورت حال اچھی تھی ان سے چندہ اور انانج بھی جمع کیا کرتے۔ دشمن کو جب آپ کی سرگرمیوں کا پتہ چلا تو آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ عدالت میں آپ پر لوگوں کو حکومت کے خلاف اکسانے اور فقیر ایپی کا ساتھ دینے کی بنا پر مقدمہ چلایا گیا۔

عدالت میں پیشی اور سوال و جواب کے بارے میں خلیفہ گل نواز کے پوتے اکرام خان درانی نے بتایا کہ عدالت میں جب آپ سے پوچھا گیا کہ ”تم فقیر ایپی کی تحریک کا حصہ کیوں بنے ہو؟“ تو آپ نے کھل کر اس امر کا اظہار کیا تھا کہ وہ آزادی اور اسلام کے نام پر الگ وطن چاہتے ہیں، اس پر آپ کو جیل کی سزا ہوئی تھی۔ اس وقت گاڑیاں نہیں ہوا کرتی تھیں پیشی کے بعد عدالت سے واپس جیل ٹانگے میں

جار ہے تھے سپاہی ساتھ تھے۔ راستے میں دل میں اچانک خیال آیا تھا کہ جیل میں جانے سے فرنگی کے خلاف جاری تحریک کمزور پڑ جائے گی۔ انہوں نے فرار ہونے کا فیصلہ کیا۔ ہاتھوں میں ہتھکڑی تھی۔ انہوں نے اچانک ایک مسلح سپاہی پر حملہ کر دیا اور اس سے ہندوق چھین کر ٹانگے سے چھلانگ لگا دی۔ سپاہی بے بس ہو گئے تھے اور خلیفہ گل نواز دریائے کرم کی طرف بھاگ گئے۔ سپاہیوں نے قریب کے تھانے میں بتایا تھا تو فوج ان کے پیچھے چل پڑی لیکن آپ سورانی علاقہ سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

اکرم خان نے مزید تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ سپاہیوں کے ہاتھوں سے فرار ہونے کے بعد انہوں نے گھر سے اسلحہ اٹھایا اور گسبستی چلے گئے۔ وہاں آپ کی قیادت میں غازیوں کا مضبوط مرکز قائم تھا۔ گسبستی جانے کے بعد کچھ عرصہ کے لئے بال پچے سورانی میں کوٹکابو جان میں رہے تھے۔ لیکن یہاں پر انہیں اپنی اور بال پچوں کی جان کا خطرہ محسوس ہونے لگا تھا لہذا بعد میں بال پچوں کو ساتھ لے کر گسبستی سے آگے کارنگائی کی طرف ہجرت کی۔ آپ کی حکومت مخالف سرگرمیوں کے باعث حکومت آپ کے بھائیوں محمد نواز خان اور حاکیم خان کو اکثر گرفتار کرتی تھی مگر اس طرح ہتھکنڈوں سے آپ گھبرانے والے نہیں تھے۔ غازی آپ کی قیادت میں گسبستی مرکز سے بنوں شہر میں چوکیوں اور تھانوں پر حملہ آور ہوتے اور نقصان پہنچا کر واپس اپنے مرکز گسبستی چلے جاتے تھے۔ لہذا فرنگی حکومت نے تنگ آکر گسبستی مرکز پر حملہ کیا اور توپ سے اس کا کچھ حصہ مسمار کر دیا۔

خلیفہ گل نواز چونکہ اپنے مقصد میں نہ صرف مخلص تھے بلکہ اس کے حصول کے لئے اپنے آپ اور پورے خاندان کو بھی وقف کیا ہوا تھا۔ بھائیوں کی گرفتاری کے باوجود آپ اپنے مقصد سے نہ ہٹے تو پھر فرنگی حکومت نے آپ کی تمام جائیداد ضبط کی اور وقت کے حساب سے دو روپے فی کنال ساری جائیداد نیلام کی۔ کوٹکابو جان میں ان کا خاندانی گھر بمبوں سے اڑا دیا۔ جن لوگوں نے آپ کی جائیدادیں نیلامی میں خریدی تھی کچھ عرصہ بعد غازیوں نے مشتعل ہو کر ان پر حملہ کیا اور ان کے گھر جلائے۔ فقیر ایپی آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے اور آپ کے کارناموں اور قربانیوں کے باعث آپ کو اپنا خلیفہ نامزد کیا۔

اکرم خان نے تحریک جہاد میں آپ کے کردار سے متعلق مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی قربانیوں کی داستان بہت طویل ہے مگر مختصر یہ کہ شروع سے آپ کو آزادی سے لگاؤ تھا اور ضلع بنوں کے مجموعی فلاحی و اصلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ وطن کی آزادی اور اسلام کی سر بلندی کے لئے جہاں بھی ضرورت پڑتی آپ ہمیشہ پیش پیش ہوتے۔ خیوہ کی تمام جنگوں میں شرکت کی اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ آپ کے جسم پر گولیوں کے کئی نشانات تھے مگر زیادہ نقصان نہیں پہنچا تھا۔ سپین تنگی معرکہ میں شامل ہو کر جوانمردی کے لازوال کارنامے انجام دئے تھے۔ ڈمیل قلعہ پر غازیوں نے کئی دنوں تک توپ سے حملہ کیا مگر قلعہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے۔ فقیر ایپی نے آپ کو توپ چلانے کی ہدایت کی تھی۔ آپ نے اس کو صرف ایک دن میں مسمار کیا تھا۔ گولی لگنے اور نقصان نہ پہنچانے کے بارے میں اکرم خان نے کہا کہ فقیر ایپی نے آپ کے سچے جذبہ سے متاثر ہو کر دعا فرمائی تھی کہ تم پر دشمن کی گولی بے اثر رہے۔ مزید یہ کہ فرنگی نے ایک دفعہ خلیفہ گل نواز اور خلیفہ مہر دل خٹک کو طعنہ دیا تھا کہ اگر تم اتنے بہادر ہو تو بنوں شہر میں مقابلہ کے لئے آؤ۔ اس پر آپ نے میر دل خٹک سے مل کر بنوں شہر پر حملہ کیا اور شہر کو آگ بھی لگائی۔ اس موقع پر آپ کے دو ساتھی بھی شہید ہو گئے۔ فقیر ایپی کی روحانی قوت سے آپ بے حد متاثر تھے۔ آپ کو یقین تھا کہ اگر فقیر ایپی کی دعائیں شامل حال رہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ آپ کو شدید مشکلات اور خطرات کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ ان میں سرخرو ہوئے۔

فقیر ایپی کے جہاد کے دوران بلاشبہ خلیفہ گل نواز کے خاندان نے بہت قربانیاں دی ہجرت کے بعد بال پچوں کو کئی دنوں تک کچھ کھانے کو نہیں ملا۔ اکرم خان نے اپنی دادی کے حوالے سے بتایا کہ جب چھوٹے بچے فاقوں سے مجبور ہوتے تو دادی کو تنگ کرتے دادی پچوں کو درغلانے کے لئے آگ جلا کر اس پر دیکھی رکھ دیتی۔ اس میں پتھر کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں ڈال کر پچوں کو تسلی دیتی کہ تم آرام کرو چند لمحوں میں

کھانا تیار ہو جائے گا۔ لیکن جو کہتے ہیں کہ کچھ حاصل کرنے کے لئے کچھ کھونا پڑتا ہے۔ ان لوگوں نے آزادی اور اسلام کی سربلندی کے لئے ناقابل برداشت تکالیف کا سامنا کیا تب یہ آزادی نصیب ہوئی ہے۔ تاہم خلیفہ گل نواز کے خاندان کا بنوں کی سیاسی اور معاشی اور عمومی ترقی اور یہاں کے لوگوں میں عزت و احترام کے حوالے سے بہت بڑا مقام اور کردار ہے۔ اکرم خان کئی بار صوبائی اسمبلی کے ممبر بنے ہیں۔ جمعیت العلماء اسلام سے تعلق ہے۔ ۱۹۹۷ء کے عام انتخابات میں صوبائی اسمبلی کے ممبر رہے ہیں۔ جس وقت میں انڈویو کے لئے ان کے گھر گیا تو اس وقت علاقے کے بہت سارے لوگ درپیش مسائل کے بارے میں آپ کے پاس آئے ہوئے تھے۔

غازی بہرام خان محسود

بہرام خان کا تعلق محسود قبیلہ کے ضلعی قبیلہ بدخیل تحصیل مکین سے تھا۔ آزادی کے جراثیم آپ کے خون میں شروع ہی سے شامل تھے۔ آپ کا قد چھوٹا، لیکن پھرتی اور چابکدستی میں حد درجہ کمال مہارت کے باعث دشمن کو ایک ہی وار میں ڈھیر کر دیتے۔ آپ کے گاؤں کے بزرگوں کا کہنا ہے کہ بہرام خان کو آزادی کی طویل جدوجہد کے دوران کبھی بھی ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ فرنگی کے خلاف گوریلا کارروائیوں میں آپ کی یقینی کامیابیوں کی بدولت آپ کے ارد گرد مجاہدین کا ہمیشہ ایک خاص ٹولہ ہوتا تھا۔ فقیر ایپی نے فرنگی کی خلاف جب جہاد کی شمع روشن کی تو آپ نے فقیر ایپی کیساتھ ملاقات کر کے انہیں ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ فقیر ایپی نے رخصتی کے وقت آپ کو خصوصی دعا فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر بلا سے محفوظ رکھے۔ آپ کا طریقہ واروات بہت نرالہ ہوتا تھا مثلاً ایک دفعہ ڈنڈل سے رزک کیلئے کانوائے جا رہا تھا۔ گڑھی دام کے مقام پر پہاڑوں میں آپ نے پوزیشن سنبھالی تھی۔ یہاں سے جب کانوائے کا آدھا حصہ گزرا تھا۔ بقیہ حصہ گزرنے سے پہلے آپ نے ساتھیوں کی مدد سے پہاڑ سے بڑے بڑے پتھر سڑک کی طرف دھکیل کر اسے بلاک کیا تھا۔ کانوائے کا پہلا حصہ جب رزک پہنچا تھا تو انہیں بقیہ حصے کے متعلق فکر لاحق ہو گئی تھی پھر فوراً واپسی کا پروگرام بنایا تھا۔ گڑھی دام پہنچنے پر معلوم ہوا تھا کہ بہرام خان نے بڑے بڑے پتھروں کی مدد سے روڈ بلاک کیا تھا اور سڑک کے کھلنے پر کانوائے کا پورا ایک دن صرف ہوا تھا۔

اس طرح ایک اور کانوائے رزک سے لدا جا رہا تھا۔ راستے میں مرے (ڈانڈے) کے مقام پر آپ نے دوسرے غازیوں جن میں آپ کے دو بھائی بھی شامل تھے کی مدد سے کانوائے پر بلہ بول دیا تھا جس میں بہت سارے سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان سے بہت سارا مال غنیمت لے گئے تھے۔ فرنگی آپ کی مخالفانہ کارروائیوں سے جب سخت تالاں ہو گئے تو انہوں نے آپ کے ساتھیوں میں سے بعض کو حرص و لالچ کے ذریعے مخبر بنائے آپ کو اس کا علم ہو گیا تھا جس کے بعد انہوں نے حکمت عملی بدل ڈالی۔ یعنی جب بھی کسی خاص مشن پر نکلتے تو ساتھی غازیوں کو گروپوں میں تقسیم کرتے اور خود اپنے ساتھ انتہائی اعتمادی ساتھیوں کو رکھتے۔ دشمن پر حملہ کہاں اور کس وقت کرنا ہوتا تھا کسی کو کچھ نہیں بتاتے تھے ہاں اتنا کہہ دیتے تھے کہ جب واپسی کے لئے فائرنگ کی جائے تو فلاں جگہ جمع ہونا ہے۔ اس طرح فرنگی کی یہ چال بھی ناکام بنا دی۔ آپ کی معرکہ آراء کارروائیوں کی فہرست بہت طویل ہے تاہم ان میں مشہور دو اچھنے کمپ پر دھاوا ہوا ہے۔ فرنگی نے محسود غازیوں کی سرکولی کے لئے رزک سے جنوب میں ۳ میل کے فاصلے پر دو اچھنے میں کمپ لگوا لیا تھا۔ اس کمپ پر رات کی تاریکی میں غازیوں نے بھرپور حملہ کیا جس میں کئی سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد ان سے اسلحہ چھین لیا گیا۔ کسی نے مخبری کی تھی کہ مخالف باغی ٹولے کا سرغنہ بہرام خان تھا۔ دو دن بعد رزک کے ریڈیڈنٹ بہت بڑی اور مسلح فوج کے ساتھ مکین آئے۔ یہاں کے مشران کے ساتھ جرگہ کیا اور انہیں بتایا کہ بہرام خان کو تین گھنٹوں کے لئے ہمارے پاس لے آؤ۔ اگر تم لوگوں نے ایسا نہیں کیا تو بہرام خان کے گاؤں پر توپ اور ہوائی جہازوں سے بمباری کی جائے گی۔ اس موقع پر مشران نے خود تو معذرت کی لیکن ساتھ ہی یہ مشورہ دیا کہ فوج میں شامل صوبیدار اینار خون دشمن خیل کو اگر ان کے پاس بھیج دیا جائے تو شاید وہ مان جائیں گے۔ ریڈیڈنٹ نے اس تجویز کے ساتھ اتفاق کیا تھا۔

صوبیدار اینار خون جب بند خیل گاؤں پہنچے تو اس سے پہلے بہرام خان نے گاؤں کے سامنے پہاڑ کی چوٹی میں پوزیشن سنبھالی تھی۔ اینار خون نے دور سے آواز دی تھی۔ بہرام خان میں صرف دو باتیں کہنے آیا ہوں وہ یہ کہ کیا تم اپنے گاؤں کی بربادی پسند کرو گے یا تین گھنٹے کیلئے ہمارے ساتھ جانا۔ بہرام خان نے بتایا تھا کہ ان کے پاؤں میں موج آئی ہے اس لئے پیدل چلنے کے قابل نہیں ہیں۔ صوبیدار نے ریڈیڈنٹ کو رپورٹ دی۔ ریڈیڈنٹ نے ان کیلئے گھوڑا بھیجا تھا۔ بہرام خان کے پہنچنے سے پہلے سڑک کے دونوں کنارے سپاہیوں کو لائنوں میں کھڑا کیا گیا، آخر میں سٹیج لگوا دیا گیا جس کے پیچھے تین کرسیاں رکھی گئی تھیں۔ بہرام خان کے لئے درمیان والی کرسی مخصوص تھی۔ بہرام خان کا نام بڑا تھا مگر قد چھوٹا تھا اس لئے صوبیدار اینار خون نے پہچان کی خاطر بہرام خان کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ فوج کے سب سپاہی یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ یہ بہرام خان ہے۔ بہرام خان جب سٹیج پر پہنچے تو ریڈیڈنٹ اور اس کی بیوی نے کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کیا۔ ریڈیڈنٹ نے ہاتھ ملایا۔ بیوی نے ملانے کیلئے ہاتھ آگے بڑھایا مگر بہرام خان نے اس کے ساتھ ہاتھ ملانے سے انکار کر دیا اور ساتھ ہی آپ نے درمیان والی کرسی پر بیٹھنے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ غیر محرم کے ساتھ بیٹھنا ہمارے مذہب میں معیوب ہے۔ اس پر ریڈیڈنٹ نے آپ کیلئے اپنی کرسی خالی کی تھی۔

ریڈیڈنٹ نے مشران کی موجودگی میں کہا کہ وہ ایک ہفتہ چھٹی پر ہیڈ کوارٹر جا رہا ہے۔ اس دوران بہرام خان کے پر امن رہنے کے واسطے آپ کے بھائی زارے خون رزمک کمپ میں ہمارے پاس پرغمال رہے گا۔ بہرام خان کو عزت کے ساتھ واپس جانے دیا گیا۔ رزمک کمپ میں زارے خون کو چلنے پھرنے کی مکمل آزادی دی گئی تھی۔ تیسرے دن کسی نے اس کو بتا دیا تھا کہ یہاں بے کار پڑے ہو بہتر یہی ہو گا کہ واپس گھر چلے جاؤ۔ ویسے بھی قبائل لڑنے سے نہیں ڈرتے مگر جیل کے نام سے بہت خوف کھاتے ہیں۔ اس لئے زارے خون چوتھے روز واپس گھر لوٹ آئے تھے۔ ایک ہفتہ بعد جب ریڈیڈنٹ واپس لوٹا تو اس نے مکین کے ملک ان کو بتایا کہ اس نے ہیڈ کوارٹر سے بہرام خان کیلئے دو مربع زمین، ان کی پسند کی جگہ، اور ایک لنگی جیسی مراعات کی منظوری لے آیا تھا۔ مگر انہوں نے وعدے کا پاس نہیں کیا اس لئے یہ ساری مراعات واپس کی جاتی ہیں۔

کچھ مدت بعد فرنگی کو پھر اطلاع ملی کہ فرنگی کے خلاف کارروائیوں میں بہرام خان ملوث ہیں۔ ریڈیڈنٹ نے پھر مکین کے ملک ان کو بتا دیا کہ بہرام خان کو سبق سکھانے کیلئے اس نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کے گھر کو جلا دیا جائے۔ ملک ان نے کہا کہ یہ ان کا کام ہے آپ بے فکر رہیں۔ ملک ان بند خیل آئے اور بہرام خان کے گھر میں ایک چھپر میں کچھ لکڑی رکھ کر انہیں جلایا جن کے چھپر سے دھواں اوپر اٹھا جس سے فرنگی کو اطمینان ہوا کہ بہرام خان کا گھر جل گیا۔ ۱۹۴۱ء میں آپ شدید بیمار ہو گئے تھے اور ایک ہفتہ بعد انتقال کر گئے۔ آپ کی وفات سے فقیر ایپی کو سخت صدمہ پہنچا تھا۔ لیکن فقیر ایپی کے ساتھ آپ کے خاندان کا تعلق برقرار رہا اور آپ کے بھائی لعل باز خان آخر تک نہ صرف آپ کا دست راست رہے بلکہ افغان اور پاکستان دونوں حکومتوں کے ساتھ فقیر ایپی کے منجھے ہوئے سفارت کار کی حیثیت سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

لعل باز خان محسود بند خیل

لعل باز خان بہرام خان کے چھوٹے بھائی تھے۔ وہ افغانستان میں ملیشیاء کے کپتان تھے اس لئے وہ اکثر افغانستان میں رہتے تھے۔ فقیر ایپی کے ساتھ دیرینہ تعلقات کے باعث کبھی کبھار گورویک ان سے ملنے آیا کرتے تھے۔ افغانستان میں آپ کے علاوہ اس وقت اور بھی بہت سارے قبائل موجود تھے مگر ظاہر شاہ کا آپ پر کتنا اعتماد تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ جب آپ نے قبائل ہاؤس میں شام کا کھانا بھی کھایا ہی تھا کہ ان کے پاس گاڑی آئی اور ڈرائیور نے پیغام دیا کہ آپ کو ظاہر شاہ نے اسی وقت یاد کیا ہے وہ اسی گاڑی میں ظاہر

تعارف کے بعد سفارت کار نے آپ سے فقیر ایپی کی فرنگی کے خلاف جہاد کی تحریک کے بارے میں پوچھا تھا کہ جہاد کے لئے وسائل چاہیے جبکہ فقیر ایپی کے پاس نہیں ہیں۔ لعل باز نے کہا تھا کہ فقیر ایپی "وسائل کی بجائے بچے جذبے کے ساتھ لڑنے پر بھروسہ کرتے ہیں۔ سفارت کار نے اس بات پر کہا تھا کہ کیا وہ فقیر ایپی کیساتھ انکی ملاقات کر سکتے ہیں۔ آپ نے بتایا تھا کہ راستہ مشکل اور خطرناک ہے۔ سفارت کار نے کہا تھا کہ کوئی بات نہیں ہے بس ملنا ضروری ہے۔ اس پر طاہر شاہ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہاں سے گورویک تک پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہوگی۔ واپسی پر تم اس کو صرف حاکم خوست تک پہنچا دو پھر تمہاری ذمہ داری ختم۔

لعل باز خان



فقیر ایپی کیساتھ لعل باز خان اور ان کے بیٹے حاجی عمر خان کی یادگار تصویر

سفارت کار کے ساتھ گورویک کیلئے روانہ ہوئے تھے۔ کئی دن سفر کے بعد عشاء کے وقت گورویک پہنچے تھے۔ فقیر ایپی عشاء کی نماز کے بعد سفارت کار کو ملے تھے۔ لعل باز خان کو فقیر ایپی نے بات چیت میں حصہ لینے کی اجازت نہیں دی

تھی۔ اس لئے انکے درمیان کیا بات ہوئی تھی؟ یہ لعل باز خان کو معلوم نہ ہو سکی لیکن مذاکرات کے بعد لعل باز خان نے فقیر ایپی سے گلہ کیا تھا کہ مذاکرات میں ان کو نظر انداز کیا گیا۔ جس پر فقیر ایپی نے انہیں بتایا تھا کہ تم اکثر وقت افغانستان میں گزارتے ہو اگر بات چیت میں شرکت کرتے تو یہ لوگ افغانستان میں تمہیں تنگ کرتے۔ جرمن سفارت کار دراصل فقیر ایپی کی مدد کرنا چاہتا تھا اور اس کیلئے سارا پیسہ افغانستان میں طاہر شاہ کے پاس آتا تھا اور طاہر شاہ ان میں سے بہت کم رقم فقیر ایپی کو دیتا تھا باقی ساری رقم خود ہضم کر جاتا۔ لعل باز خان کافی عرصہ افغانستان میں رہے پھر اچانک افغانستان چھوڑ کر فقیر ایپی کے پاس گورویک آگئے۔ انکے بیٹے حاجی عمر خان سے جب اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ سابق شاہ امان اللہ خان کا بھائی سردار امین جان محسود علاقہ میں آیا تھا۔ افغانستان کی اندرونی معاشی بد حالی کے باعث افغان عوام میں شاہی خاندان کے خلاف نفرت کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔ افغان حکام کو خدشہ تھا کہ امین جان محسود قبائل کے تعاون سے افغانستان کی صورت حال سے کسی بھی وقت فائدہ اٹھا سکتے ہیں لہذا انہوں نے حکومت پاکستان سے امین جان کی محسود علاقہ میں موجودگی پر احتجاج کیا تھا۔ کابل میں پاکستانی سفیر نے اس پر طاہر شاہ سے کہا تھا کہ آپ فقیر ایپی کا بندوبست کریں۔ امین جان کے بارے میں بے فکر رہیں۔ محسود مشران نے حکومت کی ایماء پر امین جان کو شمالی وزیرستان لے گئے تھے اور اس کے بعد اب تک امین جان کا کچھ پتہ نہیں چل سکا۔

طاہر شاہ نے لعل باز خان کو رات کے کھانے پر بلایا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد طاہر شاہ نے آپ سے کہا تھا کہ تم فقیر ایپی کی گرفتاری میں ہماری کیا مدد کر سکتے ہو؟ طاہر شاہ کی اس طرح بات کرنے پر لعل باز خان نے خوفزدہ ہو کر کہا تھا کہ وہ ایک معمولی آدمی ہے جبکہ فقیر ایپی بہت بڑی ہستی ہیں۔ اس لئے آپ مجھے جو سزا دینا چاہیں دے دیں مگر ان کی گرفتاری میں میں کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ طاہر شاہ نے بہت لالچ دیا مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔ طاہر شاہ نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کرنے کے بعد کہا کہ تم ہمارے وفادار آدمی ہو اور ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ فقیر

ایسی تمہاری بات نہیں ہال سکتے۔ اس لئے تم فقیر ایسی کا افغانستان کے علاقہ میں ہمارے ساتھ جرگہ کا پروگرام تو بنا سکتے ہو۔ اس تجویز پر لعل باز خان نے کہا تھا کہ وہ کوشش کرے گا۔ لعل باز خان ظاہر شاہ کی تجویز لے کر گوردیک آئے اور عشاء کی نماز کے بعد فقیر ایسی کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔ فقیر ایسی نے کہا کہ ٹھیک ہے انکے ساتھ جرگہ کر لیتے ہیں پھر دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے؟ جرگہ کیلئے فقیر ایسی نے خوست کی سرحد کے ساتھ ناریزی کا انتخاب کیا۔ تمام قبائل کو جرگہ میں شرکت کیلئے خطوط لکھے۔ دو تین دن بعد بہت سارے قبائل ڈھولوں کی تھاپ میں گوردیک پہنچ گئے۔ چوتھے روز سارا لشکر فقیر ایسی کی قیادت میں متعلقہ مقام کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں فقیر ایسی کے لئے ایک گھر خالی کیا گیا اور لشکر کے لئے انتظامات افغان حکومت نے کئے تھے۔ دوسرے دن سردار فیض محمد کی قیادت میں تین رکنی وفد نے فقیر ایسی کے ساتھ تین گھنٹے بات چیت کی۔ اس کے بعد فقیر ایسی کے ہمراہ باہر آئے۔ عمر خان کا کہنا ہے کہ فیض محمد نے جانے سے پہلے فقیر ایسی سے درخواست کی کہ وہ تھوڑی دیر برکت کے لئے ان کی گاڑی میں بیٹھ جائیں۔ فقیر ایسی نے پہلے تو انکار کیا مگر ان کے بے حد اصرار پر وہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ فیض محمد جب گاڑی میں بیٹھنے جا رہا تھا تو اس سے پہلے فقیر ایسی کے دو محافظ جس میں ایک فقیر محمد پنجابی بھی شامل تھا گاڑی میں سمعہ مشین گن بیٹھ گئے جبکہ حفاظت پر مامور محافظ مجاہدین گاڑی کیساتھ بھاگتے رہے۔ فیض محمد تھوڑا چکر لگانے کے بعد فقیر ایسی کو اس جگہ چھوڑ کر تمام قبائل سے کہا تھا کہ وہ خوست میں جرگہ کے لئے آئیں۔

حاجی عمر خان کو فقیر ایسی کے ایک محافظ نے اندر بلایا۔ اس نے مجھے بتایا کہ جب وہ اندر گیا تو دیکھا کہ فقیر ایسی کے ساتھ ان کے والد اور میر خداداد تانڑے ساکن خوست بیٹھ ہیں۔ فقیر ایسی نے مجھے دعائیں دیں اور پھر جرگہ میں شرکت کرنے کے لئے خوست جانے کا کہا۔ خوست میں فیض محمد نے جرگہ سے کہا کہ لعل باز خان بہت بڑا دھوکے باز اور نمک حرام ہے۔ اگر وہ ہمارے ہاتھ آگیا تو اس کی چڑی ادھڑدی جائے گی۔ اس موقع پر جرگہ میں موجود لعل باز خان کے ایک رشتہ دار بوستان خان نے فیض محمد سے کہا کہ ہمیں بتایا جائے کہ لعل باز خان نے کیا دھوکہ کیا ہے؟ اگر وہ مجرم ٹھہرے تو ہم ان کو خود تمہارے حوالے کر دیں گے۔ لیکن اگر محض بہتان ہے تو جرگہ میں ایسی باتیں کہنا آپ کو زیب نہیں دیتا۔ اس طرح لعل باز خان نے افغانستان کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر مستقل طور پر فقیر ایسی کے پاس گوردیک آئے۔

فقیر ایسی کو لعل باز خان کی معاشی ضرورتوں کا احساس تھا مگر وہ بیت المال کا پیسہ امانت سمجھتے تھے۔ تاہم آپ نے لعل باز خان کو صدر ایوب خان کے پاس بھیجا۔ وہ ایوب خان کے ابتدائی دنوں میں انکو ملے۔ گوردیک سے روپنڈی کیسے پہنچے تھے؟ یہ ایک الگ طویل اور دلچسپی داستان ہے۔ بہر حال روپنڈی میں پریذیڈنٹ ہاؤس کے گیٹ پر ایک کپتان کو ملے تھے اس کو فقیر ایسی کی چٹ دکھائی تھی۔ وہ لعل باز خان کو اندر سیکرٹری کے پاس لے گیا تھا۔ سیکرٹری نے صدر ایوب کیساتھ فون پر بات کی تھی اور بات ختم کرنے کے بعد لعل باز خان سے کہا تھا کہ آپ اندر جائیں۔ وہ جب اندر داخل ہوئے تھے تو محمد ایوب خان میز کے سامنے ہوشیار باش کی پوزیشن میں کھڑے تھے اور لعل باز خان کو ملنے سے پہلے سیلوٹ کیا تھا۔ صدر ایوب خان نے پوچھا کہ فقیر ایسی صاحب کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے بتایا کہ آپ کو پتہ ہے کہ وہ اس ملک میں فرنگی قوانین کی بجائے اسلام کا قانون چاہتے ہیں۔ صدر ایوب نے بتایا کہ ہم بنوں کی حدود سے اس طرف سارا وزیرستان کا علاقہ ان کے اختیار میں دینے کو تیار ہیں لیکن اس شرط پر کہ سارے اخراجات کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ لعل باز خان کو ذاتی خرچہ کے لئے تین ہزار روپے اور فقیر ایسی کے لنگر کے لئے دس ہزار روپے بھی دیئے تھے۔ صدر ایوب کی تجویز فقیر ایسی تک پہنچائی تھی۔ فقیر ایسی نے صدر ایوب کی تجویز پر لعل باز خان سے کہا تھا کہ ہمارا علاقہ اور لوگ بہت غریب ہیں میں چاہتا ہوں کہ میرے نام سے ان کو فائدہ پہنچے۔ پاکستانی حکمرانوں کی مخالفت کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس طرح حکمرانوں پر اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے دباؤ ڈالا جائے۔ انہوں نے مزید یہ بھی بتایا تھا کہ آپ دوبارہ صدر ایوب کے پاس جائیں اور ان کو بتائیں کہ وہ اسلام کے نفاذ کے لئے مخلصانہ کوششیں کریں۔ ہماری دعائیں ان کے ساتھ رہیں گی۔

فقیر ایسی کی ہدایت پر لعل باز خان دوبارہ صدر ایوب خان کے پاس گئے اور فقیر ایسی کا پیغام پہنچایا۔ اس بار ایوب خان نے سینتیس

(۳۷) ہزار روپے دئے۔ سات ہزار آپ کے خرچہ کے لئے اور تیس ہزار فقیر ایپی کے لنگر کے لئے۔ لعل باز خان کے بقول صدر ایوب نے انسپٹر جنرل سرحد کو ہدایات کی تھی کہ مستقبل میں فقیر ایپی کے ساتھ اگر رابطہ کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو لعل باز خان کے ذریعے رابطہ کرنے کی کوشش کریں۔ صدر ایوب خان کی ہدایت پر انسپٹر جنرل، چیف سیکرٹری، کمشنر ڈیرہ ڈویشن، عطاء اللہ جان اور پولیٹیکل ایجنٹ ساؤتھ وزیرستان ایجنسی دربار علی شاہ، لعل باز خان کی بہت خاطر مدارت کرتے تھے۔ انسپٹر جنرل نے آپ کے دو بیٹوں کو پولیس میں بھرتی کرنے کی پیشکش کی مگر لعل باز خان نے اتفاق نہیں کیا۔ کمشنر ڈیرہ آپ کو اکثر کھانے پر مدعو کرتے۔ پولیٹیکل ایجنٹ دربار علی شاہ نے وانا میں محسود جرگہ میں دو مربع زمین بھی الاٹ کی تھی اور یہ کہا تھا کہ آپ جہاں چاہیں ایک بنگلہ بھی دیا جائے گا۔ مگر لعل باز خان نے کہا تھا کہ وہ اپنے استاد صاحب (فقیر ایپی) سے پوچھ کر بتائیں گے۔ فقیر ایپی نے منع تو نہیں کیا مگر یہ ضرور کہا تھا کہ مراعات کے بعد تمہارا گروہ ایک کیسا تھ تعلق ختم ہو جائے گا باقی تمہاری مرضی ہے۔ آپ نے واپس آ کر دربار علی شاہ پر واضح کیا کہ وہ دنیاوی حرص و لالچ کی خاطر فقیر ایپی سے ناٹھ نہیں توڑ سکتے۔ مگر اس کے باوجود آپ کی عزت و احترام میں کمی نہیں آئی۔

عبد القدوس شاکر ساکن ٹانک

عبد القدوس شاکر کا تعلق ضلع ٹانک سے تھا آپ نے میٹرک پاس کیا تھا۔ فقیر ایپی سے بے حد متاثر تھے۔ تحریک جہاد کے آخری



ایام میں گورویک میں مستقل سکونت اختیار کی تھی اور خط و کتابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ آپ نے ”مجاہد اعظم“ کے نام سے ایک مسودہ لکھا تھا۔ ان کے ساتھ میں نے دو دفعہ تفصیلی ملاقات کی۔ آپ کا کہنا ہے کہ فقیر ایپی کے ساتھ جنگوں میں انگریز کو جو نقصان پہنچ رہا تھا۔ اس کا مطالعہ افغانستان میں غیر ملکی سفیر بڑی سنجیدگی سے کر رہے تھے۔ خاص کر جرمن، اٹلی اور جاپان کو یہ اندازہ ہوا کہ برطانیہ اپنی قیمتی فوج کا بہت بڑا حصہ وزیرستان میں ضائع کر چکا ہے اور شیر برطانیہ زخم خوردہ، لولا اور لنگڑا ہو چکا ہے اور موجودہ حالت میں فقیر ایپی جیسے عظیم مجاہد کے ساتھ نہ ختم ہونے والی جنگوں میں پھنس چکے ہیں تو جرمن اور اٹلی نے ۱۹۳۹ء میں برطانیہ پر حملہ کر دیا۔

عبد القدوس شاکر ساکن ٹانک

فقیر ایپی کی وہ بد دعائیں جو وہ برطانیہ جنگی جہازوں کے حملوں کے دوران کیا کرتے تھے پوری ہوئیں کہ اے اللہ فرنگی پر ایک سو جہاز مسلط کر۔ جرمن جہازوں نے برطانیہ کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔ امریکہ میں جرمن اور اٹلی کی فوجوں نے برطانیہ مقبوضات پر قبضہ جمانا شروع کر دیا دھڑا دھڑا جاپان نے برطانیہ کے سمندری بیڑے پر حملہ کر دیا۔ برطانیہ کو اپنی موت سامنے نظر آنے لگی۔ مدد کیلئے امریکہ کو بلایا لیکن پھر بھی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر جرمن کو ایک دھوکہ کے ذریعے روس کے ساتھ جنگ میں ملوث کیا جس پر برطانیہ فوج نے خوشیاں منائیں۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فقیر ایپی کی مدد کے لئے جرمن، جاپان اور اٹلی کو انگریزوں سے لڑا دیا۔ فرنگی سامراج معاشی اور سیاسی طور پر بہت کمزور ہو گئے۔ فتح کے بعد امریکہ اور روس نے برطانیہ سے کہا جن ممالک کو غلام بنا رکھا ہے انہیں آزاد کر دو۔ دراصل برصغیر اور دیگر نوآبادیات کی آزادی فقیر ایپی کی مرہون منت ہے۔ اگر فقیر ایپی فرنگی کے خلاف طویل جنگ جاری نہ رکھتے اور انگریز کمزور نہ ہوتا تو کسی کو فرنگی پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

انہوں نے مزید کہا کہ فرنگی برصغیر سے جلسے، جلوس، قراردادیں، احتجاج یا بھوک ہڑتالوں سے ڈر کر نہیں گئے۔ ان کی کمر فقیر ایپی

نے توڑی اور رہی سہی کسر جرمن اور اٹلی نے نکال دی۔ حقیقت میں آزادی کا سہرا فقیر ایپی اور ان کے غازیوں کے سر ہے۔ فقیر ایپی ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جنگ آزادی ہند کی جنگ کا حصہ ہے اور انشاء اللہ فرنگی ۹ سال اور ۹ ماہ میں ختم ہو جائیں گے اور بالکل ایسا ہی ہوا۔ عبدالقدوس مرحوم نے غلام رسول حقانی کی تجویز کہ فقیر ایپی امام مہدی ہیں ناکام بنانے میں بھی بڑا کردار ادا کیا اس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ آپ نے خاکسار تحریک کے بانی علامہ مشرقی اور فقیر ایپی کے درمیان تعاون کے بارے میں بتایا کہ خاکسار تحریک کے نوجوانوں نے فقیر ایپی کی تحریک جہاد میں حصہ لیا تھا اور علامہ صاحب نے خود بھی فقیر ایپی کے ساتھ ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا لیکن ان کی ملاقات نہیں ہو سکی تھی تاہم سالار نور محمد سرحدی پیر رحمان شاہ اور حبیب الرحمان کوہاٹی فقیر ایپی کو ملے تھے اور آپس میں رابطہ قائم رکھنے اور ہر ممکن تعاون کے بارے میں اتفاق ہوا تھا۔

فقیر ایپی کے مسلم لیگ کیساتھ تعلقات کے بارے میں آپ نے بتایا کہ مسلم لیگ کی طرف ۱۹۳۶ء میں پیر مانگی شریف آئے تھے۔ فقیر ایپی نے ان پر واضح کیا کہ گزشتہ دس سال سے ہم جہاد میں مصروف رہے ہیں۔ اس دوران آپ کی مسلم لیگ نے ہماری طرف توجہ کیوں نہیں دی؟ آپ پر بھی جہاد فرض تھا مگر آپ لوگوں نے کوئی مدد نہیں کی۔ اہم بات یہ ہے کہ پہلے ملک آزاد ہونے دو فرنگی کے جانے کے بعد میں فیصلہ کروں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ واپسی پر پیر مانگی شریف کو ۱۰۰ روپے زاد راہ دے کر رخصت کیا۔ فقیر ایپی نے ان کے جانے کے بعد مشورے کے لئے یہیں بلایا۔ میں نے عرض کیا کہ فرنگی کے جانے سے پہلے یہاں جمہوری طرز کی حکومت قائم کریں گے۔ جمہوریت میں تمام اختیارات اکثریت کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ ہندو اکثریت میں ہیں اس لئے طاقت اور حکومت ان کے ہاتھ میں ہوگی۔ مسلمانوں کی حالت محکوم جیسی ہوگی۔ لیکن اگر ان کو ایک الگ وطن مل جائے تو یہ کبھی نہ کبھی اسلامی نظام کو متعارف کریں گے۔ اس پر فقیر ایپی نے کہا کہ اگر اسلامی نظام کے مطابق بناتے ہیں تو میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قائم کرے اور استحکام بخشنے۔

اس سوال پر کہ تقسیم کے بعد ٹانک کی کیا صورت حال تھی آپ نے کہا کہ تقسیم کے بعد میں گوردیک سے بنوں آیا ٹانک کے لئے گاڑی نہیں ملی۔ روڈ پر ملیشیاء کے بھرے ہوئے ٹرک کھڑے تھے۔ ان سے بات کی تو انہوں نے اجازت دے دی اس طرح جب ٹانک پہنچا تو شہر جل رہا تھا، فائرنگ کی آوازیں آرہی تھیں۔ ملیشیاء نے چھاؤنی میں اتارا شہر کا گیٹ بند تھا اور اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ چھاؤنی میں اضافی پولیس رہ رہی تھی۔ میرا بھائی عبداللہ خان پولیس میں تھانیدار تھا۔ رات کا کھانا اور قیام پولیس تھانے میں کیا صبح بھائی نے پٹھان کوٹ کی طرف ہمیں شہر کے اندر لے گئے۔ اندر جا کر معلوم ہوا کہ شہر کو آگ لگانے اور ہندوؤں کے قتل عام کا منصوبہ ڈانکسن جو اے سی تھانے بنایا۔ بظاہر وہ لوگوں سے کہتا تھا کہ آگ بجھاؤ لیکن اس کے پتلون کی جیب میں ماچس تھی جسے چپکے سے ہاتھ پیٹھ کی طرف کر کے لوگوں کو دیتا تھا۔ بعد میں سارے ہندوؤں کو اکٹھا کر کے ڈیرہ سٹی منتقل کر دیا گیا۔

آپ نے اپنی نوکری کے بارے میں بتایا کہ آزادی کے بعد فقیر ایپی نے مجھے نوکری کرنے کا مشورہ دیا اور میں پشاور میں حاجی سلطان محمد اینڈ کمپنی میں ملازم ہوا۔ ایک دفعہ پیر ایوب شاہ امین جان کے نمائندے کی حیثیت سے گورنر سرحد سے ملنے پشاور آئے تھے اور حکومت سے میرے لئے ایک مربع زمین اور تیس روپے ماہوار کی پیشکش لائے۔ مقصد یہ تھا کہ فقیر ایپی کے تمام راز حکومت کو پہنچا دوں۔ لیکن میں نے انکار کیا حالانکہ اس وقت میری ماہوار تنخواہ ۵ روپے تھی۔

خلیفہ گلاخان مداحیل

آپ کا تعلق وزیر کے مداحیل قبیلہ سے تھا، مائزر میں گھر اور زمین ہے۔ ۱۹۹۲ء میں وہ مجھے دتہ خیل میں ملے اور آپ سے تفصیلی گفتگو کا موقع ملا۔ جب سے فقیر ایپی نے فرنگی کے خلاف جہاد کا اعلان کیا تب سے لیکر آخر تک آپ نے مشورے اور جہاد میں عملی شرکت دونوں

حوالوں سے فقیر ایپی کا بھرپور ساتھ دیا۔ خیمہ سوره کے تمام معرکوں میں شامل رہے اور معرکوں کے دوران فقیر ایپی کو پٹھ پر رکھ کر چاکر لے جاتے تھے۔ آپ فقیر ایپی کے دست راست تھے اس لئے فقیر ایپی کے روزمرہ معمولات کا آپ کو بخوبی علم تھا۔ فقیر ایپی کی کم خوراک کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں آپ نے بتایا کہ آپ کو شروع سے کم خوراک اور کم آرام کی عادت تھی۔ تاہم میں نے ایک دن سے ان سے پوچھا کہ صحت مند اور تندرست صحت کے لئے تھوڑا بہت خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ دراصل بار بار رفع حاجت کی تکلیف سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ کم کھایا جائے۔ آپ کی خوراک ایک پیالی دودھ یا ایک انڈہ ہوتی، تاہم کبھی کبھار پانی میں پکا ہوا تھوڑا سا گوشت روٹی کے ساتھ کھا لیتے۔



محقق خلیفہ گلا خان مداخلیل کا انٹرویو لے رہا ہے

جہاد میں عملی شرکت کے شرف کے علاوہ خلیفہ گلا خان کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ ذہانت اور فصاحت و بلاغت کے فن سے نوازا تھا۔ جس وقت میری ان سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اپنی عمر ۱۲۰ سال بتائی۔ لیکن حیرانگی کی بات یہ تھی کہ اتنی عمر کے باوجود آپ کی نظر، دانت اور صحت و دماغ سب کچھ ٹھیک ٹھاک حالت میں تھے۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اتنی

تیز قوت حافظہ سے نوازا تھا کہ جب ساٹھ سال پہلے واقع کے بارے میں پوچھتا تھا تو آپ ایسے روانی سے بولنے لگتے تھے جیسے کل کی بات ہو۔ اتنی لمبی عمر کے حامل شخص میں اتنا تیز اور حیران کن پاداش میرے لئے بالکل ایک نیا اور انمول تجربہ تھا۔ فقیر ایپی کے ساتھ آپ کا تعلق آزادی کے حصول تک جاری و ساری رہا۔ آزادی کے بعد پاکستانی حکام اور فقیر ایپی کے درمیان بات چیت کے کئی دور ہوئے۔ ان تمام بات چیت میں آپ برابر شریک رہے۔ ان مذاکرات کی ناکامی کے بارے میں آپ کا کہنا تھا کہ دراصل پاکستانی حکام صلح میں مخلص نہیں تھے بلکہ محض ٹر خانے کے واسطے مذاکرات کرتے تھے۔ چونکہ انہیں اس بات کا اچھی طرح علم تھا کہ اگر قبائلی علاقوں کا اقتدار فقیر ایپی جیسے مخلص اور دیانت دار شخص کے ہاتھ میں آگیا تو پھر ان کے مفادات کا کیا بنے گا۔ تاہم گلا خان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے کراچی میں دو دفعہ سکندر مرزا سے ملاقات کی ہے۔ ملاقات کا کیا نتیجہ نکلا؟ آپ نے کہا کہ پہلی ملاقات میں سکندر مرزا پر میں نے واضح کیا کہ فقیر ایپی سے متعلق مقامی طور پر جو رپورٹیں آپ کو مل رہی ہیں وہ سب جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ اس پر میں نے انہیں بتایا کہ فقیر ایپی کا موقف ہے کہ پاکستان لا الہ اللہ کے نعرہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا۔ لیکن دس سال گزرنے کے باوجود اسلام کے لئے کچھ نہیں کیا گیا۔ اس لئے وہ اپنے علاقہ میں فرنگی قوانین پر عملدرآمد کی بجائے شرعی نظام کے تحت زندگی گزارنے کے قائل ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اگر اندرونی طور پر ان کو خود مختاری دی جائے۔ دفاع اور خارجہ امور کی ذمہ دار حکومت پاکستان کی ذمہ داری ہو تو کیا فقیر ایپی اتفاق کریں گے۔ اس بات پر میں نے جواب دیا کہ فقیر ایپی سے پوچھوں گا پھر بتاؤں گا۔

میں نے فقیر ایپی کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ جس پر فقیر ایپی نے کہا کہ ہم اپنے علاقے کا دفاع خود کر سکتے ہیں جبکہ خارجہ امور کے بارے میں کسی کی ذمہ داری بیابالیسی نہیں مانتے۔ میں نے فقیر ایپی کا پیغام سکندر مرزا کو پہنچایا۔ اس پر سکندر مرزا نے کہا کہ اگر وزیرستان کے قبائل آپ کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں تو انہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ لیکن اس کیلئے ضروری ہے کہ فقیر ایپی وزیرستان کے عوام کو اعتماد میں لے۔ واپسی پر میں نے فقیر ایپی سے پھر ملاقات کی اور سکندر مرزا کے ساتھ دوسری بار مذاکرات سے آگاہ کیا۔ فقیر ایپی راضی ہو گئے انہوں نے وزیرستان میں جلسوں کا پروگرام بنایا اور اس سلسلے میں پہلا جلسہ وانا کے قریب کیا۔ لیکن جلسہ کے دوسرے دن خبر ملی کہ سکندر مرزا کی حکومت ختم کی گئی اور ملک میں مارشل لاء لگ گیا۔ اس طرح فقیر ایپی کے جلسوں کا پروگرام ادھورا رہ گیا۔ بعد میں صدر ایوب مقامی حکام کے حوالے بعض افراد کے ذریعے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی جن میں ملک گلاب خان محمود قابل ذکر تھے۔ مگر آخری سمجھوتہ نہ ہو سکا۔

خلیفہ تاویلدار شہید

تاویلدار شہید ڈیورنڈ لائن کے اس پار مرغہ کلی کے کابل خیل وزیر تھے، والد کا نام شاہ کیسرون تھا۔ آپ کا اصل نام عبدالحییب تھا آپ کو افغانستان نے تحویلدار کی کا وظیفہ مقرر کیا تھا اس لئے تاویلدار کے نام سے مشہور ہوئے۔ تاویلدار بڑے بہادر اور جنگجو نوجوان تھے۔ ابتداء سے خونی زاوہ جھگڑا میں آپ کی شہادت تک آپ نے ہر مشہور معرکہ میں نہ صرف حصہ لیا ہے۔ بلکہ جوانمردی کے ایسے جوہر بھی دکھائے ہیں جن کے باعث آپ کا شمار فقیر ایپی کے چوٹی کے چند مشہور و معروف اور اعتمادی ساتھیوں میں ہوتا تھا۔

آپ نے بنوں میں خلیفہ میر دل خان خٹک کے ساتھ کارہائے نمایاں سرانجام دیں۔ دونوں کی قیادت میں غازیوں نے گسبستی پر قبضہ کر کے اسے جہاد کا مرکز بنایا۔ یہاں سے کوہاٹ، لتمبر، بنوں اور پیزو تک کے علاقوں میں فرنگی کے خلاف واردات کا دائرہ پھیلا کر انہیں ناکوں چنے چبوائے۔ آپ کے کارناموں کی فہرست بہت طویل ہے تاہم ان میں مشہور بنوں کے نزدیک تنگی میں خونی زاوہ کے مقام پر معرکہ ہے۔ یہاں آپ کی قیادت میں مجاہدین اور فرنگی فوج کے مابین خون آشام معرکہ ہوا۔ اس معرکہ میں تاویلدار اور ایک انگریز آفیسر دست بدست لڑے۔ دونوں اس کوشش میں تھے کہ مخالف کا خاتمہ کر دیں۔ آخر کار تاویلدار نے انگریز آفیسر کو زیر کر کے اس کے سینے میں چھری گھونپ دی۔ تاویلدار کا خیال تھا کہ فرنگی مردار ہو گیا اس لئے چھوڑ دیا تھا۔ فرنگی نے اس لمحے اپنے پستول سے تاویلدار کو نشانہ بنایا۔ وہ چند دن زندہ رہے لیکن آخر کار زخموں کی تاب نہ لا کر جام شہادت نوش کیا۔ آپ کی وفات پر فقیر ایپی بہت رنجیدہ ہوئے تھے۔ تاویلدار کے انتقال پر سرداری کی پگڑی آپ کے بھائی گل حبیب کے سر باندھ دی گئی۔

خلیفہ گل حبیب خان

خلیفہ گل حبیب خان نے بھائی کی شہادت کے بعد فقیر ایپی کے ساتھ نہ صرف تعلق برقرار رکھا بلکہ تحریک جہاد میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جہاد میں عملی شرکت کے علاوہ آپ نے فقیر ایپی کے ایک سفارت کار کے طور پر غیر معمولی کردار ادا کیا۔ میں نے نثار خان وزیر کے ہمراہ مرغہ کلی میں ان سے طویل انٹرویو لیا۔ جس کی خاص خاص باتیں پیش ہیں۔

فقیر ایپی کے ساتھ پہلی بار کیسے واسطہ پڑا؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے کہا کہ جب تک میرے بھائی تاویلدار زندہ تھے تب تک میں اکثر افغانستان میں ہوتا تھا اس لئے ان کی زندگی میں عملی جہاد میں شرکت کا موقع نہیں ملا، تاہم فقیر ایپی کے ساتھ کئی بار واسطہ پڑا تھا۔ فقیر ایپی سے میرے تعلق کا سبب بھی میرا بھائی تھا۔ چونکہ پہلے وہ افغانستان میں رہتے تھے۔ کابل میں جرمن سفارت خانے میں ہمارے گاؤں کا ایک آدمی نائب قاصد تھا۔ جرمن سفارت کار نے اس کے ذریعے میرے بھائی کے ساتھ ملاقات کی تھی جس میں فقیر ایپی کی



خلیفہ گل خبیب خان ساکن مارغہ

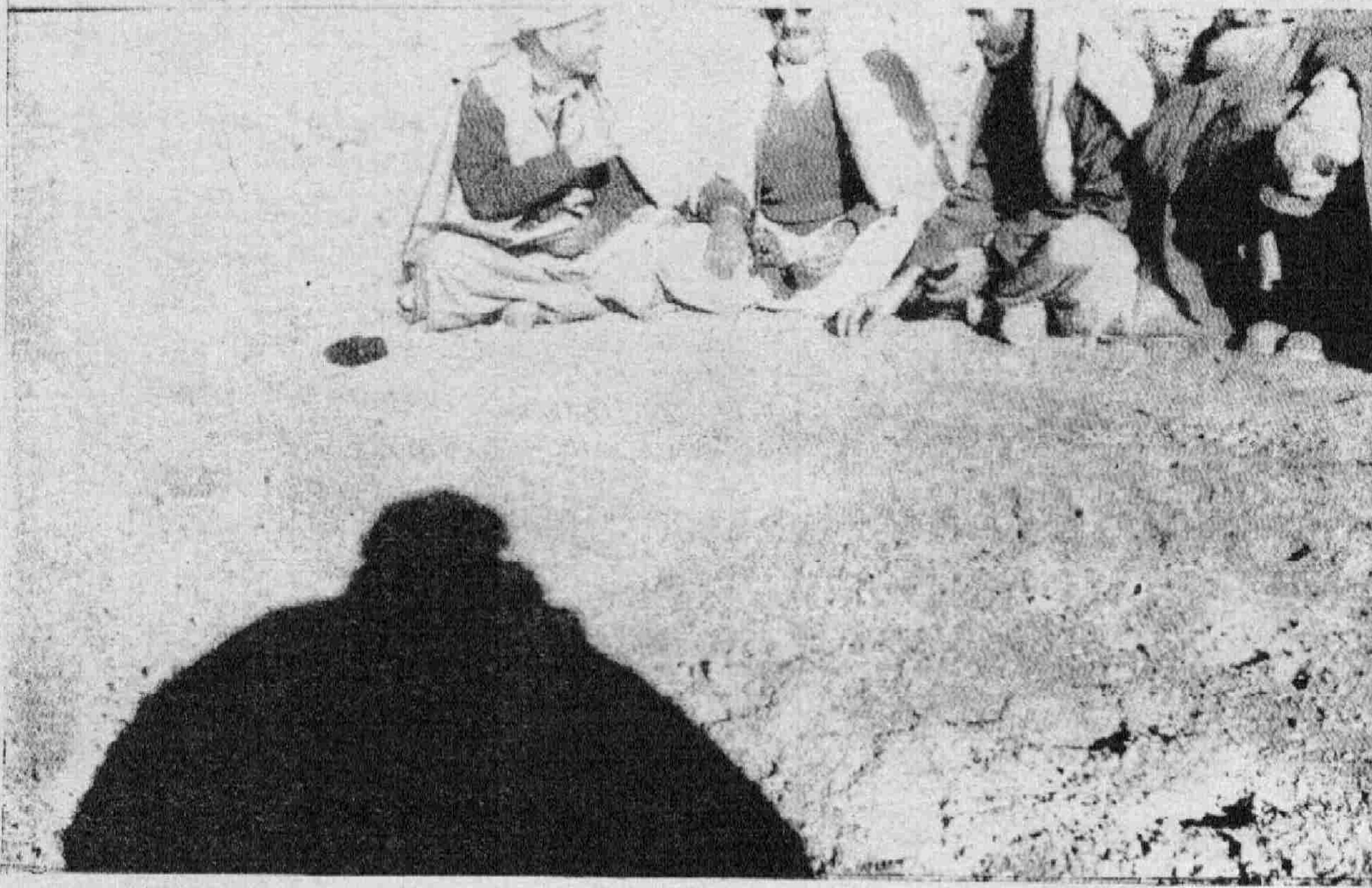
مدد سے متعلق بات چیت
ہوئی تھی۔ اس موقع پر
تاویدار نے تجویز پیش کی تھی
کہ چونکہ وہ بہت معروف اور
مشہور ہیں اسلئے بہتر یہی ہوگا
کہ تعلقات کو صیغہ راز میں
رکھنے کی خاطر آپ میرے
چھوٹے بھائی گل خبیب سے
رابطہ قائم رکھے۔ اس پر جرمن
سفیر نے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ
بھائی کے مشورے پر جرمن
سفارت خانے کے ساتھ میرا

رابطہ ہوا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ فقیر ایپی کے ساتھ ملنا ضروری ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ پہلے میں اپنے بھائی سے مشورہ کروں گا پھر بتاؤں
گا کہ کیا کرنا چاہیے۔ میں نے واپس آکر اپنے بھائی کو سب تفصیل بتادی۔ انہوں نے کہا کہ بہترین طریقہ یہ ہے کہ جرمن نمائندہ حلیہ بدل کر آ
جائے۔ میں یہ تجویز لے کر کابل گیا اور سفارت کلا کے ساتھ ملاقات کی۔ انہوں نے میرے بھائی کی تجویز پسند کی۔ خلیفہ گل خبیب نے اپنے
بھائی کی شہادت سے متعلق کہا۔ فرنگی نے شبی تنگی سے ۴ میل آگے زاوہ میں دو پہاڑوں کے پچیز ریز مین سیمنٹ کے مورچے تعمیر کیے تھے کیونکہ
انہیں مغرب کی طرف سے شدید خطرہ محسوس ہوا تھا۔ مجاہدین اس پر پریشان ہوئے تھے اور آپس میں مشورے کے بعد انہوں نے خون زاوہ
میں ڈپو قائم کیا۔ چند دن بعد غازیوں نے تاویدار اور سبیل خان کی قیادت میں مورچے تعمیر کرنے والے سپاہیوں پر حملہ کر کے ۲۰ کو موت کے
گھاٹ اتار دیا۔ اس معرکہ میں سبیل خان شہید ہو گئے تھے۔ فرنگی نے بدلہ لینے کے لئے زاوہ میں مجاہدین کے ڈپو کو محاصرے میں لیا۔ صبح غازیوں
کو پتہ چلا اور فوراً فرنگی فوج پر حملہ کیا۔ سخت لڑائی کے بعد حیدر خیل قبیلہ کا لشکر بھی آپہنچا۔ جس سے لڑائی میں مزید شدت پیدا ہوئی۔ فرنگی فوج کو
ہوائی جہازوں کی مدد بھی حاصل تھی۔ مگر شکست سے بچ نہ سکے۔ اس معرکہ میں ۹ غازی جن میں پیادہ جان، سبیل خان اور میاں دین خان شامل
تھے موقع پر شہید ہو گئے۔ جبکہ تاویدار چند دن زندہ رہنے کے بعد شہید ہوئے۔ فرنگی کی طرف سے تین انگریز افسران اور ۴۰ سپاہی ہلاک
ہوئے۔

خلیفہ فتح خون شہید

آپ کا تعلق لاکھ پچہ ماخیل قبیلہ سے تھا۔ افغانستان میں ملیشیا کے کرنل تھے۔ دو سو نوکر تھے ملک خاندان کے چچا ملیٹ خان کے
ساتھ قبائلی حصہ تھا، خیبر پختونخوا کی پہلی لڑائی میں شرکت کی تھی۔ آپ کے بیٹے غازی سردور جان نے بتایا کہ فقیر ایپی دری خیلہ میں تھے۔
والد صاحب نے خوائے میں آپ کے ساتھ ملاقات کی تھی اور اس میں فقیر ایپی نے آپ کو ایک ہزار گڑ کڑہ پچہ قبیلہ کا خلیفہ مقرر کیا۔ آپ کی
بنیادی ذمہ داری فرنگی قلعوں پر توپ سے حملہ کرنا تھی۔ وانا قلعہ پر پیر ملاخان کے ساتھ مل کر توپ چلائی۔ لدھا قلعہ پر خلیفہ شیر علی خان کے
ساتھ توپ چلائی۔ اس کے علاوہ سپن وام ڈمیل اور دو سلی قلعوں پر توپ سے گولہ باری کی ہے۔ لیکن دتہ خیل قلعہ پر توپ چلاتے وقت آپ

نے جام شہادت نوش کیا۔ جس کی تفصیل بتاتے ہوئے آپ کے بیٹے ملک سردار جان نے کہا کہ اس توپ خانے کے گولے گورو یک مرکز میں پڑے تھے دیتہ خیل قلعہ میں ۱۲ ہزار فوج آئی تھی۔ آپ نے ان پر متواتر ۱۲ دن تک گولہ باری جاری رکھی۔ جس کے باعث توپ خانے کے گولے ختم ہو گئے۔ پانچ گولے جلد



بازی میں کسی اور سے خریدے گئے جو ناپ میں چھوٹے تھے بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ان پانچ گولوں کے پیچھے گہری سازش تھی۔ تحصیلدار آزاد خان نے میرے والد کو بتایا تھا کہ یہ گولے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس لئے والد صاحب نے توپ چلانے سے انکار کیا تھا۔ مگر یوز خان جو والد

ملک سردور جان ولد فتح خون شہید کے ساتھ انٹرویو کا منظر

صاحب کے ساتھ تھے نے کہا تھا کہ آپ یہاں کرتے ہیں حالانکہ توپ یا گولے میں کوئی نقص نہیں ہے۔ وہ فرنگی سے ملا ہوا تھا پھر والد صاحب نے یوز خان سے کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ کھڑے ہو جائیں۔ آپ نے توپ چلائی مگر بد قسمتی سے گولہ چلتے ہی توپ ٹوٹ گئی۔ جس سے فتح خون یوز خان اور بخترائی موقع پر شہید ہوئے۔ آپ کی شہادت کے بعد فرنگی نے آپ کے گاؤں گڑ کڑہ پر بمباری کر کے سارے گاؤں کے مکانات کو مسمار کیا۔

اس سے پہلے آپ نے گاؤں خان اور پیر ملا خان کے ساتھ مل کر ممش خیل بنوں دو سڑک پر سپاہیوں پر حملہ کیا تھا جس میں کئی سپاہی ہلاک ہوئے اور پانچ مجاہدین بھی شہید ہوئے۔ فرنگی نے آپ کو ۷۰۰ روپے ماہوار تنخواہ کی پیشکش بھی کی مگر آپ نے ٹھکرا دی۔ فقیر ایپی سے کیسے متاثر ہوئے؟ آپ کے بھائی زارے خون نے بتایا کہ وہ جو پیش کش گولی کرتے سچ ثابت ہوتی اور دوسری بات یہ کہ جو کام آپ کی اجازت سے کرتے کامیابی حاصل ہوتی۔ لیکن جس کام میں آپ کا مشورہ نہیں ہوتا تھا اس میں ہمیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

خلیفہ فتح خون کی شہادت کے بعد آپ کے بیٹے سردار جان نے اپنے آپ کو جہاد کے لئے وقف کیا۔ سپن وام جھگڑا اور میر انشاہ قلعہ پر حملہ کرتے وقت آپ نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ ۱۹۸۰ء میں خلیفہ لطیف خان طوری خیل نے حکومت پاکستان سے سردار جان کا فیصلہ کیا۔ آپ کو ۸۰۰ روپے ماہوار خانی دی گئی۔ ۴۰ لاکھ ٹھیکہ بھی دیا گیا۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک مربع زمین بھی دی جس کے بدلے آپ نے ایک لاکھ روپیہ لیا۔ ایک خاصہ داری دی اور دو نمبر پر مٹ بھی۔ آج کل مختلف قبیلوں کے مابین معاملات و تنازعات نمٹانے میں سردار جان بڑا فعال کردار ادا کر رہے ہیں۔

دین بویرائی شہید

آپ کا تعلق بیر مل کے گنگی خیل وزیر سے تھا اور غریچہ میں بوہالی کلی کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام طور خان تھا۔ فقیر ایپی کے جہاد میں اپنی بہادری کے باعث بڑی شہرت پائی۔ ممش خیل کے مشہور معرکہ میں آپ نے شرکت کی۔ دین بویرائی اپنے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ

ممد خیل وزیر میں ایک گھر میں داخل ہوئے تھے۔ گھر کی دیواروں میں سوراخ تھے جن میں سے دشمن پر قار کرتے رہے۔ جب لشکر درمیان سے ہٹ گیا تب فرنگی کی توجہ آپ کی طرف مبذول ہوئی۔ اب فائرنگ سے بات دہشتی بموں تک آپنچی۔ سپاہی آپ کی طرف جو ہم پھینکتے وہی ہم دین بویرائی دوبارہ سپاہیوں پر پھینکتے۔ اس طرح لڑائی جاری رہی۔ پھر فرنگی نے مارٹر سے گولے برسانے شروع کئے۔ چند لمحوں بعد مکان کی چھت گرنے سے دین بویرائی سمیت اپنے دوستوں جن میں مولانا محمد اکرم خان بھی شامل تھے شہید ہوئے۔ ان میں ایک غازی بازے گل زخمی ہوئے جس کو فرنگی نے گرفتار کر لیا اور بعد میں پھانسی دے دی۔ اس لڑائی میں مجموعی طور پر ۱۸ غازی شہید ہوئے جبکہ فرنگی کی طرف سے ۵۳ سپاہی ہلاک اور ۷۰ زخمی ہوئے۔

آلہ خون شہید مداحیل

شہید آلہ خون کا تعلق کثرہ بدر مداحیل سے تھا۔ آپ کے بھتیجے گلاب خان نے جہاد میں ان کی شمولیت سے متعلق بتایا کہ فقیر ایپی کو ملنے گوروک مرکز گئے تھے اور ایک ہی ملاقات میں اتنے متاثر ہوئے کہ فوراً جہاد کی تحریک میں شامل ہو گئے۔ تپن کلی میں آپ کی شہادت کی تفصیل بتاتے ہوئے گلاب خان نے کہا کہ تپن کلی میں بہت سارے غازی فرنگی پر حملہ کرنے کی غرض سے جمع ہوئے تھے۔ کسی نے مخبری کی تھی اس لئے پروگرام سے پہلے فرنگی فوج وہاں پہنچی۔ لڑائی شروع ہوئی اور آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ آپ کی لاش اونٹ پر لارہے تھے جب سال خیل کے قبرستان پہنچے تو اونٹ رک گیا۔ عشاء کا وقت تھا اور آسمان سے شعلے گر رہے تھے۔ آپ کو یہاں دفن دیا۔ دو ماہ بعد آپ کی ایک بہن نے خواب میں آپ کو تکلیف میں دیکھا تھا۔ گاؤں والوں نے حال معلوم کرنے کے لئے قبر کھودنے کا فیصلہ کیا مگر میرے والد نے انکار کیا۔ اس موقع پر غازی سید اکبر نے کہا کہ ہم وجہ ضرور معلوم کریں گے اگر واقعی ان کی لاش خراب ہوئی ہے تو خدا کی قسم وہ آئندہ جہاد میں حصہ نہیں لیں گے۔ ہم نے مجبور ہو کر قبر کھودی۔ قبر سے ایک پتھر گر کر اس کی ناک پر پڑا تھا باقی لاش پہلے کی طرح بالکل صحیح سلامت تھی۔ سب گاؤں والوں نے آپ کی لاش دیکھی۔

فقیر ایپی کے حوالے سے غازی گلاب خان نے بتایا کہ ہمیں اطلاع ملی کہ حاجی صاحب ہمارے گاؤں آرہے ہیں۔ سارے گاؤں والے استقبال کے لئے جمع ہو گئے۔ آپ اونٹ پر سوار تھے، تمام حاضرین سے فردا فردا ہاتھ ملایا۔ خواتین کے لئے دور سے دُعا فرمائی۔ فرنگی نے دوسرے دن ہمارے علاقے پر اشتہارات پھینکے کہ بمباری کیلئے تیار ہو جاؤ ہم نے علاقہ خالی کر دیا۔ تیسرے دن ہوائی جہازوں نے بمباری شروع کی۔ اس موقع پر فقیر ایپی کے بڑے بھائی مولانا شیر زمان نے کہا کہ آپ سب فقیر ایپی سے درخواست کرے کہ فرنگی کے حق میں بددعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیست و نابود کرے۔

غازی دان گل مجہد اخیل

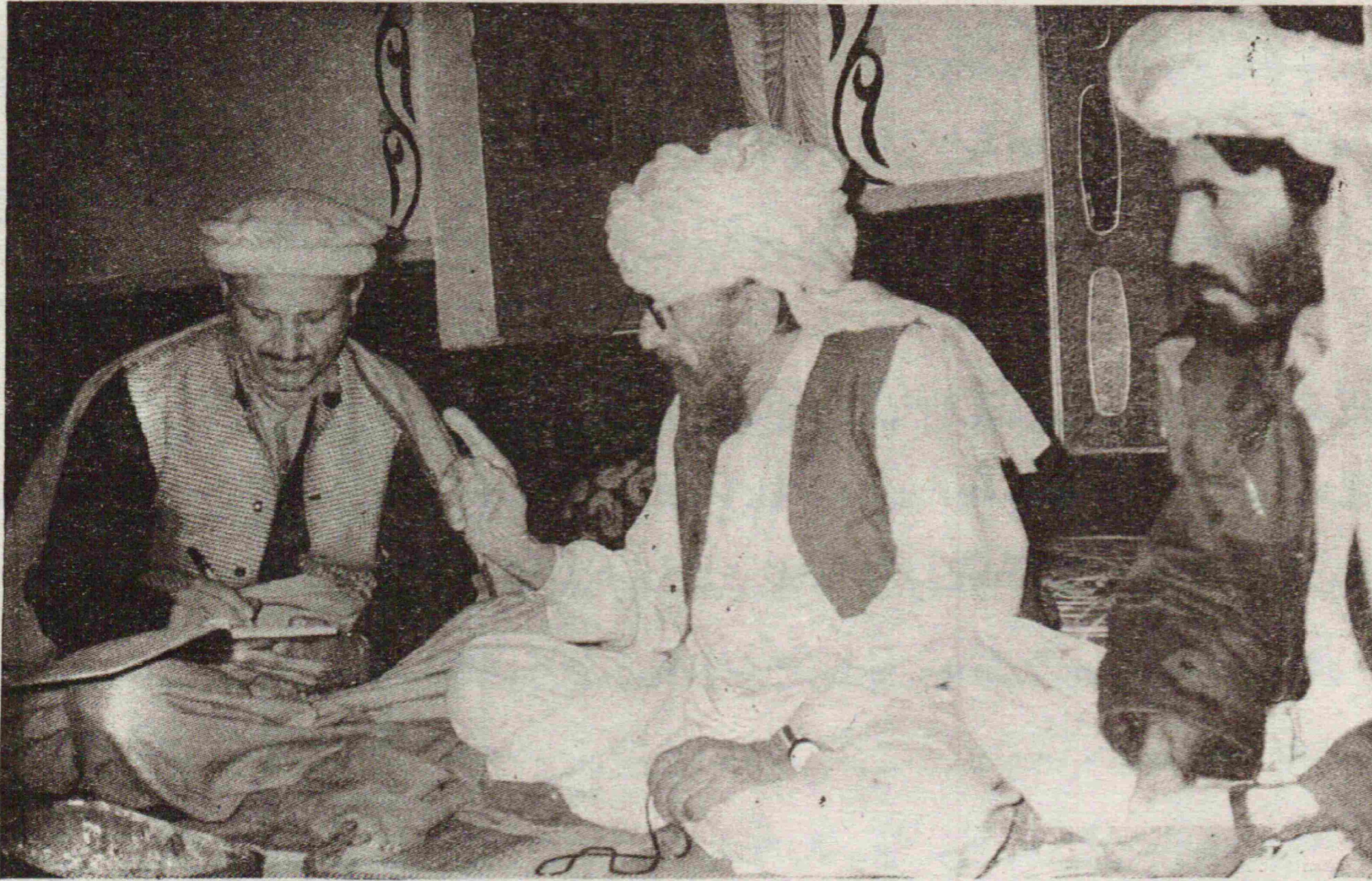
غازی دان گل نے محاذ پر عملی جہاد میں بہت کم حصہ لیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے فقیر ایپی کے خصوصی نمائندے کی حیثیت سے دور دراز کے علاقوں اور بالخصوص افغانستان کے قبائل کے ساتھ مسلسل رابطے قائم رکھے تھے۔ ان علاقوں میں جہاد سے متعلق فقیر ایپی کے پیغامات بہم پہنچاتے تھے اور لوگوں سے جہاد کے لئے چندہ جمع کرتے تھے۔ آپ نے باقاعدہ کوئی تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ جن میں ایک صلاحیت یہ تھی کہ آپ پشتو میں خط و کتابت کر سکتے تھے۔

فقیر ایپی کو گوروک مرکز میں ملے۔ آپ نے دان گل کو ہدایت کی کہ وہ افغانستان جائے اور یہ معلوم کرے کہ افغان حکمران جہاد میں ہمارے ساتھ مخلص ہیں یا نہیں۔ آپ نے افغانستان میں بعض حکام کو اعتماد میں لیا اور انہوں نے دان گل کو بتایا کہ باہر سے فقیر ایپی کی تحریک جہاد کیلئے افغانستان حکومت کو بہت چندہ آتا ہے لیکن ظاہر شاہ خود ہضم کر جاتا ہے۔ دان گل نے فقیر ایپی کو سناری صورت حال سے

آگاہ کیا۔ دان گل ایک بار ہندوستان بھی گئے اور وہاں گاندھی جی کو فقیر ایپی کا پیغام بھی پہنچایا۔ دان گل کے بھتیجے نے مزید بتایا کہ آزادی کے بعد دان گل کئی بار پاکستانی حکام سے بھی ملے وہ آپ سے کہتے تھے کہ فقیر ایپی پاکستان کی مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ آپ بار بار بتاتے تھے کہ وہ یہاں اسلامی نظام کا نفاذ چاہتے ہیں۔ جس پر بظاہر وہ راضی ہو جاتے لیکن عملی طور پر وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے۔ جب فقیر ایپی اسلامی نظام کے حوالے سے مایوس ہوئے تھے تو پھر دان گل کو بتایا تھا کہ جب تک ملک میں اسلام نافذ نہیں کیا جاتا تب تک وہ فرنگی قانون کی موجودگی میں پاکستان کے حکمرانوں کے ساتھ کسی بھی قسم کی مصالحت کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ نے پس منظر میں رہ کر فقیر ایپی کی تحریک جہاد کی تنظیم سازی اور پیغامات کے تبادلے، دور کے علاقوں کے قبائل کو جہاد میں مدد کے لئے کمر بستہ کرنے اور غازیوں کی ضروریات کے لئے چندہ جمع کرنے کے بارے میں غیر معمولی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر گرانقدر خدمات سر انجام دی ہیں۔ اس باطل حریت کا پیر احمد نامی قبائل میں انتقال ہوا اور لائیکہ مجھ قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

غازی ملک محمد عالم خان مد اخیل

ملک محمد عالم خان مجھے لائیکہ مد اخیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا فقیر ایپی کی تحریک جہاد میں بہت بڑا کردار رہا ہے۔ آپ کو جہاد سے متعلق بے پناہ معلومات حاصل ہیں۔ آپ سے پہلا سوال یہ تھا کہ وہ فقیر ایپی سے کب اور کیسے متاثر ہوئے؟ انہوں نے اس کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ جہاد سے قبل کافی روغہ میں بزرگ کے مقام پر مد اخیل قبیلہ کا بڑا جرگہ ہوا تھا۔ جس میں فقیر ایپی کے علاوہ ملک خاندان



خان، عبد اللہ اور شادیم خون نے بھی شرکت کی تھی۔ فقیر ایپی نے جرگہ کو بتایا تھا کہ علماء کرام کے مشورے کے بعد انہوں نے فرنگی کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان کیا ہے۔ یہ کفر اور اسلام کا معاملہ ہے اس لئے آپ لوگوں کو چاہیے کہ جہاد میں مدد دیں۔ پھر اسی شام خاندان کا چچا شادیم خون ملا جس نے بتایا کہ

ملک محمد عالم خان انٹرویو دیتے ہوئے

اس نے طالب کو دیکھا ہے اور انہیں ایسا لگا ہے کہ یہ فرنگی کے خلاف کامیاب رہیں گے۔ اس لئے ہم لوگوں نے بھرپور تعاون کا وعدہ کیا ہے۔ لہذا شادیم خون کی باتوں کا مجھ پر اثر ہوا پھر خیسورہ معرکوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ عورتوں نے بند و قیں اٹھالی ہیں۔ میرے دل میں جذبہ جہاد بیدار ہوا اور دل میں آپ کو ملنے کا شوق پیدا ہوا۔

لہذا جب پہلی بار آپ کو ملا تو مجھے خود یہ یقین ہو گیا کہ آپ بہت نیک اور پرہیزگار آدمی ہیں۔ حالانکہ اس حقیقت سے خوب باخبر تھے کہ فرنگی کے پاس توپ، ٹینک، ہوائی جہاز اور دیگر ہر قسم کا اسلحہ ہے اور تربیت یافتہ فوج بھی لیکن آپ کو دیکھنے کے بعد یقین ہو گیا کہ آپ بچے جذبے کا آدمی ہیں اور فرنگی کے خلاف ضرور کامیاب ہوں گے۔ اس طرح پھر میں نے اپنی قسمت آپ کے ساتھ ہمیشہ کے لئے وابستہ کی۔

سب سے پہلے سوڑتی خلد و لڑائی میں شرکت کی۔ اس میں فریقین کے بہت سے افراد ہلاک ہوئے تاہم غازیوں کی طرف میاں جی خان اور کوثر خون کو میرے سامنے شہید کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ہمیں پتہ چلا کہ فرنگی فوج ڈوگہ آئی ہے۔ اس پر مداحیل غازیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ فرنگی کے خلاف بھرپور جنگ لڑیں گے۔ خذہ کے مقام پر سخت ترین معرکہ ہوا۔ جس میں کئی فرنگی سپاہیوں کو ہلاک کیا گیا۔ ہماری طرف سے مارا خون چمچ اور الاس خون تمال خیل شہید ہوئے۔ پھر کافی روغہ کے مقام پر ملیشیاء کے ساتھ جھڑپ ہوئی۔ اس میں ہم نے ۲۰ سپاہی ہلاک کئے جبکہ ہماری طرف سے گلا جان منظر خیل شہید ہوئے۔ ان معرکوں کے کچھ عرصہ بعد ہم میں سے بعض ساتھیوں نے بوہ قلعہ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ مگر حملہ سے پہلے کسی نے فرنگی کو بخبری کر دی۔ اس لئے ہمارے پروگرام سے پہلے فرنگی فوج مقابلے کے لئے تیار ہو گئی۔ ہم نے خفیہ پوزیشنیں سنبھالیں۔ فوج اور ہمارے درمیان خون آشام معرکہ ہوا۔ فرنگی کے بہت سارے سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جبکہ ہماری طرف سے آلہ خون بدر خیل، تین گنگی خیل اور باجان داوڑ کو میں نے خود شہید ہوتے دیکھا۔

ملک محمد عالم نے کہا کہ میری یادداشت کے مطابق خون زادہ کے مقام فرنگی فوج کے ساتھ ہماری دست بدست لڑائی بہت خوفناک تھی۔ مرنے والوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو سکی۔ تاہم اس لڑائی میں فقیر ایپی کے مشہور خلیفہ تاویدار شدید زخمی ہوئے جو چند دن بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ اس کے بعد ہم نے دتہ خیل قلعہ پر توپ سے حملہ کیا۔ بد قسمتی سے توپ خانہ کے ٹوٹنے سے فتح خون، خضرائی خان اور بوڑخان شہید ہوئے۔ فرنگی نے ہمارے گاؤں پر شدید بمباری کی اور گاؤں کو مسمار کیا۔ مگر ہمارا ایمان تھا کہ ہم حق پر ہیں اس لئے ہر قسم کے نقصانات کیلئے تیار تھے اور دوسری بات یہ تھی کہ ہم نے ایسی شخصیت کا ساتھ دیا تھا جن کی دعائیں ہمارے لئے سب کچھ تھیں۔

غازی نائب خان محسود



آپ کا تعلق محسود کے ذیلی قبیلہ اشنگلی سے تھا جن کی سے تھا جن کی زیاندے میں مکان زمین اور جنگلات ہیں۔ یہاں محسود اور طوری خیل قبائل آپس میں اس طرح گڈمڈ ہوئے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنا مشکل ہے۔ فقیر ایپی جہاد فی سبیل اللہ سے قبل یہاں کے قبائل کو اعتماد میں لینے کیلئے جب محسود علاقہ کوٹہ میں آئے۔ غازی نائب خان نے اپنے ساتھیوں سمیت یہاں ان سے ملاقات کی اور پہلی ہی ملاقات میں اتنے متاثر ہوئے کہ یہاں سے جہاد میں ہمیشہ کیلئے ساتھ دینے کا تہیہ کر لیا۔ اس کے بعد فقیر ایپی جب کبھی شکتوئی، ارسل کوٹ اور زیاندے کے دورے پر آتے غازی نائب خان ہمیشہ ساتھ ہوتے۔ فقیر ایپی کا ساتھ دینے کے علاوہ شکتوئی زیاندے میں غازیوں کے طعام و قیام کے انتظامات بھی آپ کے ذمے ہوتے تھے۔ یعنی نائب خان کا عملی جہاد میں حصہ لینے کے علاوہ پس

عبداللہ خان ولد غازی نائب خان محسود

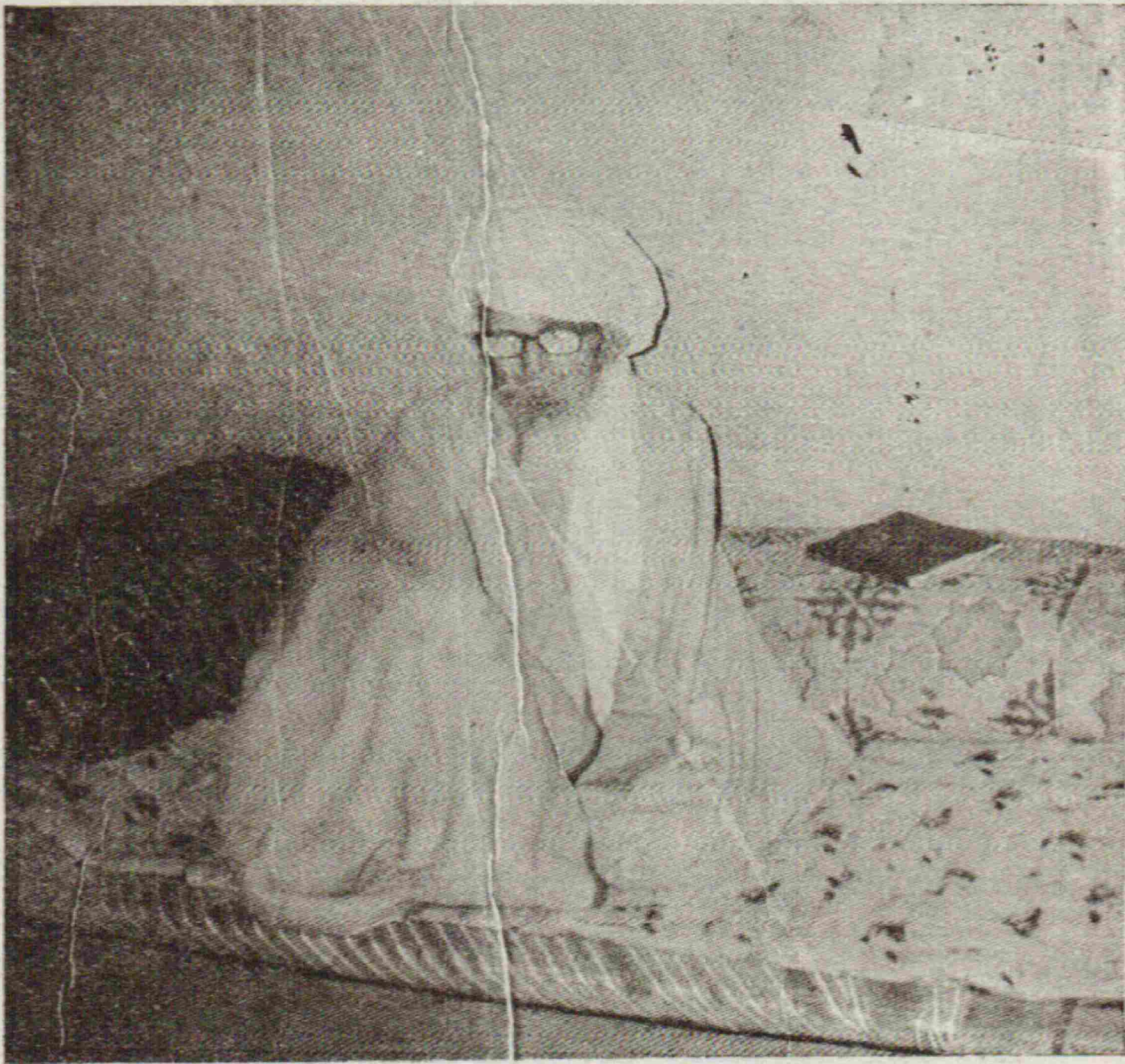
پردہ انتظامات اور بالخصوص غازیوں کو جہاد میں بھرپور کردار ادا کرنے پر کمر بستہ کرنے میں غیر معمولی کردار رہا ہے۔

میں شہباز خان طوری خیل کے ہمراہ غازی نائب خان کے بیٹے ماخٹ خان محسود کو ملنے تنگڑے گیا مگر اس رات وہ گھر پر نہیں تھے۔ آپ کے بڑے بھائی عبداللہ خان نے ضروری معلومات سے آگاہ کیا ان کا کہنا ہے کہ ان کے والد نے خیبرہ کے تمام معرکوں میں گرانقدر خدمات سر انجام دی ہیں۔ ان کے بقول آخری بار جب فرنگی فوج فقیر ایپی کو گرفتار کرنے کی غرض سے بھرپور تیار کے ساتھ شکتوئی آئی تو محسود غازیوں نے تنگڑے میں ان پر ایسا دھاوا بول دیا کہ سپاہیوں کی لاشیں پورے علاقے میں بکھری پڑیں تھیں۔ وہ اس وقت چھوٹے تھے لیکن اپنی

آنکھوں سے سارا منظر دیکھا۔ فرنگی اونٹوں پر ہندوستانی سپاہیوں کی چھ لاشیں اٹھاتے اور بوز کچا کے مقام پر جمع کرتے تھے۔ جب سب لاشیں اکٹھی کی گئیں تو انہیں لکڑی کے ایک بہت بڑے الاؤ میں ڈال کر آگ لگا کر جلادی۔ اس کے جواب میں فرنگی فوج نے سارے شکتوئی علاقے میں لوگوں کو گھیرے میں لے لیا تاہم فوج کے سپاہی لوگوں کے گھروں میں گھسنے سے پرہیز کرتے صرف غازیوں کو تلاش کرتے تھے۔ گرفتار اس لئے نہیں کر سکے کہ تمام غازی جہاد کے لئے پہلے سے نکلے ہوئے تھے۔ عبداللہ خان نے شنایا اندے کے خون آشام معرکہ کے بارے میں تفصیل سے بتایا مگر اس کا یہاں ذکر اس لئے نہیں کیا کہ حاجی مستاخان محسود کے حوالے سے تمام تفصیل دی گئی ہے۔ تاہم زیاندے مرکز میں سخت چٹان میں خلوتوں کے بارے میں اس نے بتایا کہ وہ تمام چار غازیوں کو ڈخان، غازو خان، گل شار خان اور جلو تائی محسود نے تین مہینے میں تیار کئے۔ ان میں بھی کوڈ خان جو ایک ہاتھ سے معذور تھے نے بہت کمال مہارت کا مظاہرہ کیا۔ انکے بارے میں انگریز کا کہنا تھا کہ یہ پتہ نہیں کس طریقے سے پہاڑوں کے سینے چیرتا ہے۔ چوہے کی طرح ہر وقت حرکت کرتا رہتا ہے۔ ہم نے اس کو ٹھکانے لگانے کی بہت کوشش کی مگر وہ ہاتھ ہی نہیں آسکا۔

فرنگی مظالم کے بارے میں عبداللہ خان نے بتایا کہ فرنگی نے شکست کا بدلہ لینے اور فقیر ایپی کو تحفظ دینے اور جہاد میں غیر معمولی کردار کے باعث یہاں کے لوگوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ ارسل کوٹ، ترخ تہہ کلی اور تیگورے کلی پر مسلسل چھ ماہ تک توپ، ٹینک اور دیگر اسلحہ کے بے تحاشہ استعمال کے ساتھ ساتھ کثیر تعداد میں ہوائی جہازوں کے ذریعے شدید بمباری جاری رکھی۔ سارے مکانات کو مسمار کر کے بال بچوں کو پہاڑوں میں پناہ لینے پر مجبور کیا گیا۔ فقیر ایپی نے نہایت کسمپرسی کی حالت میں اپنے بھائی مولانا شیر زمان اور دوسرے مٹھی بھر غازیوں کے ہمراہ کوٹ کی چوٹی میں ہجرت کی۔ کھانے پینے یا رہائش کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ دوسروں کے علاوہ آپ کے بڑے بھائی مولانا حالات سے اتنے دل برداشتہ ہوئے تھے کہ میری خالہ نے بتایا کہ انہوں نے فقیر ایپی سے کہا تھا کہ آخر کب تک اس بے بسی کے عالم میں اتنے بڑے دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ اس طرح تو پہاڑوں میں بھوک و پیاس سے مر جائیں گے۔ اس پر فقیر ایپی نے شیر زمان خان کا سر اپنی بغل میں دبایا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ان سے پھر پوچھا تھا کہ کیا اب بھی پہلی بات پر قائم ہو۔ مولانا صاحب نے کیا محسوس کیا تھا یہ کسی کو نہیں بتایا مگر پھر انہوں نے کوئی شکایت نہیں کی۔ غازی نائب خان محسود کو فرنگی نے کئی بار بہت ساری مراعات کی پیشکش کی مگر آپ نے مراعات وصول کرنے بجائے فقیر ایپی کا ساتھ دینے کو ترجیح دی اور تاریخ میں اپنا نام ان لوگوں میں شامل کیا جن پر بلاشبہ ہمیں آج بھی فخر ہے۔

غازی زاریم خون داوڑ



غازی زاریم خان داوڑ

غازی زاریم خان کا تعلق قبیلہ داوڑ موضع عیدک سے ہے۔ آپ کے ساتھ سپلچہ میں ملاقات ہوئی۔ جہاد کی تحریک اور فقیر ایپی سے متاثر ہونے کے بارے میں آپ نے بتایا بنوں میں اسلام علی علی کے قبول اسلام سے بات چل پڑی۔ فرنگی نے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے اسلام علی علی کو ان کے حوالے کیا۔ علماء اور مسلمان بنوں نے جلسے اور جلوسوں کا اہتمام کر کے اسلام علی علی کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ میں جوان تھا لہذا اس صورتحال سے متاثر ہوا۔ فقیر ایپی نے مسلمانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے فرنگی کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ میں ان کو خیسورہ میں ملا۔ آپ نے لوگوں کو بتایا کہ غزا شروع ہے تیاری کر کے آؤ۔ لوگ جوش میں تھے لڑنے کے لئے پر تول رہے تھے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ کم از کم ایک ہزار غازی جمع ہو

جائیں تو پھر حملہ کریں گے میں واپس چلا گیا۔ دوسری بار ارسل کوٹ میں ملاقات ہوئی۔ میں نے جہاد میں شرکت کی خواہش ظاہر کی آپ نے فرمایا کہ جہاد میں شامل غازیوں کے لئے اناج وغیرہ جمع کیا کرو۔

غازی زاریم خان نے بتایا کہ فقیر ایپی کی اجازت سے میں نے عیدک میں جہاد کے لئے چندہ جمع کرنا شروع کیا اور ایک ماہ میں ایک ہزار گھرانے سے ۶۶۰ روپیہ اناج جمع کیا۔ میں نے اناج بیچ کر رقم فقیر ایپی کو پہنچائی۔ فقیر ایپی بہت خوش ہوئے اور بہت ساری دعائیں دیں۔ ادھر فرنگی کو پتہ چلا تو لوگوں کو ڈر لیا دھمکیا لوگ فرنگی دھمکی سے خوف زدہ ہو گئے۔ پھر ہم نے فیصلہ کیا کہ شام کی تاریکی میں چندہ جمع کریں گے۔ میرے چچا زاد بھائیوں نے حکومت سے ڈرانے کی بہت کوشش کی مگر میں نہ مانا اور برابر چندہ کرتا رہا۔ ایک دفعہ شام کے بعد چچا زاد بھائی گھر آیا اور بتایا کہ کسی نے مخبری کی ہے اور ساتھ تحصیلدار کا ایک دھمکی آمیز خط بھی دکھایا مگر میں نے اس کی پروا نہیں کی۔ اس دوران قحط آن پڑا۔ گاؤں کے لوگوں نے ملکر فیصلہ کیا کہ گاؤں سے کوئی بھی اناج باہر نہیں لے جائے گا۔ میں نے کھڑے ہو کر مخالفت کی لوگوں نے برامانا مگر گاؤں کے مشرنے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ تم بے شک جہاد کے لئے اناج جمع کرتے رہو مگر جمع کرنے کے بعد گاؤں ہی میں کسی کو فروخت کیا کرو۔ اس پر گاؤں کے سب لوگ متفق ہو گئے۔ فقیر ایپی اس صورتحال سے باخبر تھے اس لئے جب بھی گورو یک مرکز میں آپ کو ملنے جاتا حاجی صاحب اپنے ساتھ چارپائی بٹھاتے۔

آپ نے ایک دلچسپ بات بتاتے ہوئے کہا کہ ایک دفعہ ایک روپیہ چوری کرنے کا خیال آیا مگر ہمت نہیں ہو رہی تھی آخر آپ کو بتایا کہ چوری کا ارادہ ہے مگر بہتر ہو گا کہ آپ خود ہی دے دیں۔ آپ نے روپیہ دیا۔ شروع سے آخر تک چندہ جمع کرنے کی ذمہ داری سنبھالی بلکہ اب بھی جمع کر رہا ہوں۔ فقیر ایپی کی برکت کے باعث لوگ آج بھی دل و جان سے عزت کرتے ہیں اور چندہ دیتے وقت دعا کے لئے بھی درخواست کرتے ہیں۔

غازی نعیم خون

آپ کا تعلق خود تنگسی گورو یک سے تھا۔ آپ نے گورو یک مرکز کی مضبوط چٹانوں میں خلوتیں کھودنے اور غازیوں کی رہائش و طعام کے بارے میں بلاشبہ غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ خیمہ سوارہ میں پے در پے شکستوں کا بدلہ لینے اور فقیر ایپی کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے جب فرنگی نے فوج توپ اور ٹینکوں کے علاوہ ہوائی جہازوں کو حرکت میں لایا تو فقیر ایپی نے چند دیرینہ ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ دشمن کی پہنچ سے دور ایسے مقام پر مرکز کے قیام کی ضرورت ہے۔ جہاں سے بہتر اور منظم طریقے سے گوریل کارروائی کا آغاز کیا جائے۔ آپ کے ان دیرینہ ساتھیوں میں غازی نعیم خون بھی شامل تھے۔ آپس میں صلاح و مشورہ کے بعد گورو یک کا انتخاب کیا گیا۔

آپ کے نواسے داود خان نے اس کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ اس کے بعد اس کے دادا کئی دنوں تک گھر سے غائب رہے۔ ایک دن جب گھر لوٹ آئے تو دادی نے پوچھا کہ اتنے دن کہاں گئے تھے آپ نے دادی پر غصہ کر کے کہا کہ تم کیوں پوچھتی ہو۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب فقیر ایپی نے گورو یک ہجرت کی تب دادا نے دادی کو بتایا تھا کہ وہ پہلے گھر سے اس لئے غائب رہے کہ فقیر ایپی اور مجاہدین کے لئے گورو یک میں خلوتیں تیار کر رہے تھے۔

فقیر ایپی کی گورو یک ہجرت کے بعد غازی نعیم خون کا انتقال ہوا لیکن فقیر ایپی کا اس خاندان پر اتنا بھروسہ تھا کہ آپ کے بیٹے گوپ خان کو اپنے ساتھ ہمیشہ کے لئے ساتھ رکھا گوپ خان نے عملی جہاد میں حصہ تو نہیں لیا لیکن فقیر ایپی کے محافظ کی حیثیت سے ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے۔ آپ کی خدمت و حفاظت اور تیمارداری میں گوپ خان نے جو کردار ادا کیا اس کے باعث اب بھی اس خاندان کے امیر نیاز علی خان کے ساتھ خصوصی مراسم ہیں۔ امیر نیاز علی خان گورو یک مرکز آتے جاتے وقت اس خاندان کے گھر قیام کرتے ہیں۔

صوبیدار ملک انخاجان

آپ کا تعلق مد اخیل کے نظر خیل قبیلہ سے تھا۔ خاصہ دار فورس کمپنی نمبر ۲ میں نائب صوبیدار تھے دوسرا بھائی دوست محمد خان بھی خاصہ دار فورس میں حوالدار تھے۔ دونوں ملک نبی خان کے بیٹے تھے۔ ملک نبی خان انگریز کے وفادار تھے اور پورے مد اخیل قبیلہ میں ملک سادے خان کے بعد بڑا ملک تھا۔ صوبیدار انخاجان اور حوالدار دوست محمد کا فقیر ایپی کی تحریک جہاد میں کیا کردار رہا ہے؟ اس کے بارے میں ملک انخاجان کے جانشین ملک آمر جان نے بتایا کہ دونوں کی ڈیوٹی دیتے خیل قلعہ میں تھی۔ فوج کے افسران فقیر ایپی کے متعلق جو بحث مباحثے کرتے وہ ان میں بھی شریک ہوتے۔ مزید برآں جب کبھی پولیٹیکل ایجنٹ کمشنر یا کوئی فوجی عہدیدار، خواہ مکرئیہ دیتے خیل یا رزمک وغیرہ کے دوروں پر جاتے تو صوبیدار انخاجان اور دوست محمد خان ان کے ساتھ ہوتے تھے۔

فقیر ایپی سے اتنے متاثر تھے کہ ان کو دیتے خیل قلعہ میں فوج کی سرگرمیوں اور خاص کر مذکورہ شخصیات کے دوروں کے بارے میں کمپنی کے دوسرے خاصہ داروں کو معلومات فراہم کرتے۔ خاصہ دار فقیر ایپی کو باخبر کرتے۔ اس طرح فقیر ایپی مجاہدین کو گوریلا کارروائیوں کی ہدایات فرماتے تھے۔ اس لحاظ سے جہاد کے دوران صوبیدار انخاجان کا بڑا موثر کردار رہا یعنی بظاہر تو وہ فرنگی کے تنخواہ دار اور وفادار تھے مگر در پردہ فقیر ایپی کو دشمن کے ارادوں سے معلومات بہم پہنچا دیتے تھے۔

غازی شاہ عالم خان سر کی خیل



غازی شاہ عالم خان سر کی خیل

شاہ عالم خان احمد زئی قبیلہ کے ضلعی قبیلہ سر کی خیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ والد کا نام خواجہ محمد تھا۔ شاہ عالم خان نے فقیر ایپی کے جہاد میں شروع سے لے کر آخر تک تقریباً ہر مشہور اور خطرناک معرکہ میں حصہ لیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر معرکہ میں کامیابی و کامرانی عنایت فرمائی۔ ان کی مجاہدانہ زندگی کے واقعات بہت طویل ہیں۔ تاہم ان میں مشہور واقعات جن میں آپ نے نہ صرف خود شرکت کی بلکہ بے پناہ بہادری کے جوہر دکھائے۔ گڑھی وام قلعے پر دوسرے غازیوں کے ہمراہ توپ سے حملہ کیا اور فتح پائی۔ ایبلز کا قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر حملہ کیا اور فتح کرنے کے بعد مسمار کیا۔ دیتے خیل قلعہ پر غازیوں نے آپ کی کمان میں حملہ کر کے فتح کیا۔ فقیر ایپی کی ہدایت پر ایبوت قلعہ (داوڑ علاقہ میں) پر حملہ کر کے اسے مسمار کیا۔ چند دن فقیر ایپی کے حکم پر غازیوں نے پھر ڈانڈے پر حملہ کیا جس میں شاہ عالم نے حصہ لیا۔ اس معرکہ میں دولت خان نامی خان غازی شہید ہوا۔

سپین وام قلعہ پر شاہ عالم خان اور دوسرے مجاہدین نے فقیر ایپی کے مشورے سے رات کو حملہ کر دیا اور کامیابی کے بعد اس کو مسمار کر دیا۔ اس واقعے کے چند ہفتے بعد بنوں کے نزدیک دوسرے مجاہدین اور فرنگی فوج کے مابین گھسان کی جنگ ہوئی جس میں فرنگی کمانڈر کو قتل کیا گیا اور اس سے زرباتی سیفلی نے پستول لے لیا۔ مجاہدین کی طرف ۱۵ غازی شہید ہوئے جبکہ سب گول ٹوپی خیل کو گرفتار کر کے بعد میں پھانسی دے دی گئی اس معرکہ میں شاہ عالم نے شرکت کی تھی۔ غازی خان نے شاہ عالم کے ساتھ مل کر ہر معرکہ میں بھرپور ساتھ دیا۔ جس

کے جواب میں فرنگی بار بار آپکے گھر پر بمباری کرتے رہے لیکن آپ اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹے اس پر فرنگی نے بنوں میں آپ کی ۴۰ اکنال زمین پر قبضہ کر لیا۔

غازی جنت میر وزیر

آپ کا تعلق گڑھی کے مدہ خیل شاخ طوری خیل سے تھا۔ آپ فقیر ایسی کے نہایت قابل اعتماد آدمی تھے۔ بہت سے معرکوں میں حصہ لیا۔ خیسورہ کی لڑائی میں ایک پاؤں سے زخمی ہوئے تھے۔ ڈمیل کے مشہور معرکوں میں آپ نے زخمی ہونے کے باوجود کئی انگریزوں کو جہنم رسید کیا۔ ڈمیل کمپ سے فوج گشت پر نکلی تو فقیر ایسی نے پہلے سے فوج پر اچانک حملہ کرنے کی تیاری کر رکھی تھی اور دور دراز علاقوں سے کافی تعداد میں مجاہدین فوج پر حملہ کرنے کیلئے جمع ہوئے تھے۔ ڈمیل سے ۶ میل کے فاصلہ پر پتھروں کی دیوار سے سڑک کو بلاک کیا تھا۔ دیوار کے پیچھے مجاہدین کا ایک دستہ غازی جنت میر کی کمان میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہاں مجاہدین نے فوج پر اچانک ہلہ بول دیا۔ فوج نے ان پر فائر کیا جس میں چھ مجاہدین شہید ہوئے جبکہ غازی جنت میر کی ٹانگ میں گولی لگی۔ کمانڈر نے پستول سے فائر کر کے جنت میر کا دایاں ہاتھ زخمی کر دیا۔ کمانڈر کو یقین ہو گیا کہ اسے زندہ گرفتار کر لیا جائے گا۔ لیکن جنت میر نے بدوق کو اپنے پاؤں سے مضبوطی سے تھام کر انگھوٹھے سے جوانی فائرنگ شروع کی جس پر کمانڈر کے منہ سے **Well Done Ghazi** کے الفاظ نکلے۔ اتنے میں ایک گولی کمانڈر کی پیشانی میں لگی اور جہنم رسید ہوا۔ فائرنگ جاری رہی اتنے میں جنت میر کا جوان بیٹا شہید ہو گیا۔ اس دوران پہاڑوں کے دامن میں جھاڑیوں سے مجاہدین نکل کر سڑک پر چڑھ آئے اور دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ اس لڑائی میں مجاہدین کا کہنا ہے کہ اتنی سخت لڑائی اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ جنت میر لڑائی میں شدید زخمی ہونے کے باوجود زندہ بچ گئے۔ آزادی کے حصول تک زندہ رہے بعد میں انتقال کر گئے۔

جرنل شودی خیل داوڑ شہید

جرنل شودی خیل کا کردار آزادی کے حصول میں بلاشبہ غیر معمولی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ آپ نے دولت خان زحیم گل اور میر شاہجہان



کیساتھ داوڑ نو جوانوں میں جذبہ حریت کو اجاگر کرنے میں انمول خدمات سر انجام دیں۔ آپکی زیر قیادت مجاہدین نے گوریلہ کارروائیوں میں حیران کن کارکردگی کا مظاہر کیا۔ آپ مجاہدین کو گروپوں میں تقسیم کرتے اس طرح وہ کبھی راشن گاڑیوں پر حملہ آور ہوتے تو کبھی سرکاری ملازمین کو اغواء کرتے اور فرنگی کے لئے مشکلات پیدا کر دیتے۔ آپ کے متعلق شمالی وزیرستان ایجنسی ۳۱-۱۹۴۰ء کی رپورٹ میں یوں تذکرہ ہے۔ ”شودی خیل نے اپنے بہت سارے ساتھیوں کی مدد سے دہشت گردی کی ایسی فضا قائم کی جس سے چوری، ڈکیتی، قتل، اغواء اور ظلم و جبر روز کا معمول بن گیا تھا“

فرنگی جب شودی خیل کی سرگرمیوں سے سخت تنگ آ گئے۔ تو وزیرستان کے ریذیڈنٹ نے ۲۹ جنوری ۱۹۴۱ء کو داوڑ جرگہ بلایا اور جرگہ کو سختی سے تاکید کی کہ آپ لوگ اپنے علاقہ میں شودی خیل کو مت چھوڑیں ورنہ داوڑ قبیلہ کو اس کا برا سخت نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ اس دوران شود

جرنیل شودی خیل شہید داوڑ

خیل گھر میں ہمار ہونے کے باعث خفیہ طریقہ سے علاج کروا رہے تھے۔ کسی کی مخبری پر سکاؤٹس نے چپکے سے خٹبی کھلی مارچ کیا مگر خٹبی کھلی پہنچنے سے پہلے غازیوں نے سکاؤٹس پر حملہ کیا۔ اچانک حملہ سے سکاؤٹس کے اوسان خطا ہو گئے اتنے میں سکاؤٹس کی مدد کے لئے ہوائی جہاز آگئے اور غازیوں پر سخت بمباری شروع کر دی۔ بد قسمتی سے ایک بم درخت پر جاگرا جس کا ایک ٹکڑا شودی خیل کے سر میں لگا اور وہ موقع پر شہید ہو گئے۔

شودی خیل خٹبی کھلی کے داوڑ قبیلہ کے ہمزونے شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کا نام حیات خیل تھا۔ والد کی وفات کے بعد شودی خیل کو اپنے قبیلہ کا ملک منتخب کیا گیا۔ آپ پرو قار شخصیت کے مالک تھے۔ ۱۹۲۹ء میں افغانستان میں پڑے سرفہ اور نادر شاہی کی لڑائی میں آپ نے نادر شاہ کی حمایت میں حصہ لیا۔ آپ کی دلیری اور بہادری سے متاثر ہو کر نادر شاہ نے آپ کو جر تل کا خطاب دیا تھا جب فقیر ایپی نے فرنگی کے علم جہاد بلند کیا تو شودی خیل نے فقیر ایپی کی زیر ہدایت جہاد میں نہ صرف بھرپور کارکردگی کا مظاہرہ کیا بلکہ اپنے گھر کو غازیوں کے لئے راشن کا گواہام بھی بنادیا۔

نار تھ وزیرستان خفیہ رپورٹ ۴۱۔ ۱۹۴۰ء میں کے مطابق 'شودی خیل متلون مزاج شخص تھا۔ فقیر ایپی کے ساتھ مل کر فرنگی کے خاتمہ کا پختہ عزم کیا ہوا تھا۔ اسکو ایک تو نادر شاہ کی طرف سے عطا کیا گیا جر تل کے خطاب کا پاس رکھنا تھا دوسری طرف ان کو اس بات کا احساس تھا کہ فرنگی کے خلاف وہ تمام مجاہدانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہیے جو ابھی تک ضائع ہو رہی تھیں۔ چونکہ وہ اپنی قائدانہ صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ اس لئے اس نے سڑکوں اور ریلوں کو ناکارہ بنانا، سکاؤٹس گشتوں پر شب خون مارنا روز کا معمول بنا رکھا تھا۔

غازی ازلمیر خان وزیر

ازلمیر خان گڑھی وام کے مدی خیل طوری خیل تھے لیکن سکونت شیر اتالا میں تھی۔ آپ کا شمار فقیر ایپی کی تحریک جہاد کے نامور غازیوں میں تھا شکستوں کی خاص مرکز تھا۔ آپ کے پاس غازیوں کا ایک بڑا ٹولہ جمع توپ ہمیشہ موجود ہوتا۔ شام، گڑیو ام، دوسلی اور گڑدی روند قلعوں پر شب خون مارنا آپ کا معمول تھا۔ فقیر ایپی کی تحریک سے پہلے وزیرستان میں امان اللہ کے حق نادر شاہ کے خلاف جن لوگوں نے محاذ کھول رکھا تھا اس میں ازلمیر خان نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ فقیر ایپی کے جہاد فی سبیل اللہ طور ملا کے ساتھ مل کر ازلمیر نے کبھی کانوائے پر حملہ کرتے اور کبھی سڑک کو بند کر دیتے۔ جون ۱۹۴۱ء میں سکاؤٹس کے مشہور صوبیدار جو نر کو ہلاک کیا اور دوسرے دن ایک سرکاری گاڑی پر حملہ کر کے ایک محافظ کو ہلاک کیا اور کئی دوسرے سپاہیوں کو زخمی کیا۔ ان وارداتوں میں طوری خیل وزیر کے سابقہ صوبیدار بارے خان اور زیندائی بھی آپ کے ساتھ شامل تھے۔ طور ملا عیدک کھلی کے داوڑ تھے اور فرنگی دور کے آخری ایام میں انتقال کر گئے۔ ازلمیر خان نے فرنگی کے خلاف فقیر ایپی کے تمام اہم معرکوں میں نہ صرف شمولیت اختیار کی بلکہ ان معرکوں میں بہادری اور جوانمردی کے انمول نقوش بھی چھوڑے۔ آزادی کے بعد پاکستان کے ساتھ صلح کی اور چند ماہ بعد انتقال کر گئے۔

میر سردار خان المروف بڑا نجین طوری خیل

آپ کا تعلق علاقہ شام سے تھا۔ آپ عملی جہاد میں اس لئے زیادہ تر شریک نہیں رہے کہ آپ نے امیر نیاز علی کی سرپرستی اور حفاظت کا بیڑا اپنے ذمہ لیا تھا۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ فقیر ایپی کے تین بھائی تھے۔ فقیر ایپی کی کوئی اولاد نہیں تھی صرف ایک بھائی گلزار علی خان کا ایک بیٹا نیاز علی خان تھا۔ فرنگی کی یہ بھی کوشش تھی کہ اگر ہو سکے تو فقیر ایپی خاندان کا خاتمہ کیا جائے۔ جہاد کے ابتدائی دنوں میں نیاز علی خان تقریباً چھ سات سال کا تھا۔ آپ کے والد اور فقیر ایپی کا کوئی مخصوص ٹھکانہ بھی نہ تھا۔ لہذا اس صورت حال میں نیاز علی خان کی پرورش اور

حفاظت بڑا غور طلب مسئلہ تھا۔

میر سردار کے بیٹے تاج الدین نے بتایا کہ فقیر ایسی نے میرے والد سے کہا کہ نیاز علی خان کو اپنے پاس رکھو۔ اس طرح میر سردار نے نیاز علی کی پرورش اور تربیت کی ذمہ داری سنبھالی اور خوب نبھائی۔ نیاز علی خان کو ملک دریا خان کے سکول میں داخل کیا۔ لیکن سپہ فرنگی پہنچ سے زیادہ دور نہیں تھا اس لئے نیاز علی خان کی جان کو سخت خطرہ تھا۔ لہذا میر سردار نے اس کو اپنے ساتھ شام لے گئے۔ شام میں جوان ہوئے اور یہاں پر ہی میر سردار نے نیاز علی خان کی شادی کی۔ آپ کا بڑا بیٹا خان وزیر بھی شام میں پیدا ہوا۔ اس کے بعد گورویک مرکز میں فقیر ایسی کے پاس چلے گئے اور پھر ہمیشہ کے لئے یہاں سکونت پذیر رہے۔ اس طرح میر سردار نے امیر نیاز علی خان کی مشکل حالات میں پرورش اور حفاظت کر کے یہاں کے قبائل پر بلاشبہ بڑا احسان کیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ امیر صاحب کے پانچ بیٹے ہیں ان سب کے بیٹے ہیں اور ایک بڑا خاندان بن گیا ہے

غازی محمد نواز المعروف باجی بنوں

غازی باجی کی بنوں میں چائے کی دکان ہے۔ میں حاجی مہمت خان کے ساتھ ان کو ملا۔ آپ نے جہاد کے بارے میں اپنی معلومات سے ہمیں آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ فقیر ایسی کے جہاد کی خبریں بنوں میں ایسی پھیل رہی تھیں جیسے جنگل میں آگ لہذا ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ ایک رات خواب دیکھا کہ حاجی صاحب نے پہاڑ کو پکڑا ہے میں نے پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ غزاشروع ہے لوگ غفلت میں پڑے ہیں انہیں جگا رہا ہوں۔ میں بہت خوف زدہ ہو گیا اتنے میں ایک سفید ریش آدمی آئے۔ ہم دونوں نے آپ سے درخواست کی کہ خدا کے واسطے ایسا مت کریں۔ جس پر آپ نے پہاڑ چھوڑ دیا۔ اس کے بعد میں فقیر ایسی کو ملنے خیسورہ چلا گیا۔ خیسورہ کی پہلی جنگ کے لئے تیاری ہو رہی تھی۔ میں نے فرنگی فوج کے آنے کی بات کی آپ نے فرمایا کہ آنے دو میں نے اسلحہ اور بالخصوص غازیوں کے کارتوس کی کمی کی بات کی۔ آپ نے فرمایا فکر نہ کریں۔ میں آپ کے پاس ہی رہا۔ خیسورہ کی پہلی اور دوسری جنگوں میں حصہ لیا۔ اس میں کراماتی گولیوں کی صورت میں بھی امداد شامل حال رہی، تیسری لڑائی میں اس لئے شرکت نہیں کی کہ حاجی صاحب نے بنوں سے غازیوں کے لئے راشن پہنچانے کی ذمہ داری سونپ دی تھی۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ڈنڈیل معرکہ میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ خاکمر لڑائی میں شرکت کی۔ فوج کا ارادہ فقیر ایسی کی گرفتاری کا تھا۔ مگر قدرت کی شان کہ فوج کے آنے پر اتنی تیز دھند آئی کہ فوج آپس میں لڑ پڑی اور فقیر ایسی کی گرفتاری کا ارادہ ترک کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ میں رزمک کمپ پر توپ چلانے میں بھی شامل تھا۔ بنوں اور داوڑ علاقوں کے معززین کو فقیر ایسی کے خطوط اور زبانی پیغامات پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ایک دفعہ بٹورے کلی کے تاج خان اور قادر خان دونوں کو فقیر ایسی کے پاس لے گیا۔

آپ نے دونوں کو دو دو روپے دئے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے بھی دو روپے دینے چاہیے تھے آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ مہمان کس کے ہیں میں نے کہا کہ میرے مہمان ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ آپ کو دو روپیہ چاہیے تو دے دیتا ہوں مگر یہ مہمان بھی تو آپ کے ہیں۔ اس پر میں شرمندہ ہوا اور مجھے پورا یقین ہو گیا کہ آپ واقعی اللہ کے دوست ہیں۔ غازی باجی نے کہا کہ ایک دفعہ فقیر ایسی نے مجھے اور میر صاحب کو اجیر شریف اور مرہٹ میں مسلمان نوابوں کے پاس چندہ لینے کے لئے بھیجا ان لوگوں نے فقیر ایسی کے پیغام پر ہمیں چندہ دیا۔ میں نے دو لنگی ایک اپنے لئے اور ایک فقیر ایسی کے لئے خریدی۔ واپسی پر خیسورہ میں ان کو لنگی دی۔

غازی محمد امیر خان بنوں

آپ کا تعلق ضلع موضع شہباز سہی کلی سے ہے۔ آپ نے فقیر ایسی کی تحریک جہاد کے بارے میں اپنے کردار سے متعلق بتایا۔ بنوں

میں اسلام ملی ملی واقعہ سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل تھے لیکن فرنگی کا خوف تھا۔ فقیر ایپی نے فرنگی زیادتی کے خلاف جہاد کا اعلان کیا لوگوں میں ہمت پیدا ہوئی، میں اس وقت کم عمر تھا۔ فقیر ایپی کے کارناموں کی خبریں برابر آرہی تھیں۔ میرے اندر جذبہ بیدار ہو اجب چہرے پر داڑھی آئی تو سیدھا آپ کے پاس گورو یک مرکز چلا گیا۔ غازیوں نے میرے واپس جانے کے بارے میں پوچھا میں نے کہا کہ یہاں مستقل رہنے آیا ہوں۔ حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی میں نے جہاد میں بھرپور کردار ادا کرنے کی بات کی مگر آپ نے فرمایا کہ آپ جہاد کی ضروریات کے لئے چندہ جمع کیا کرو جہاد کے لئے جب ضرورت ہوگی تو پھر آپ کو بلا لیں گے۔

اس طرح آپ کی ہدایت کے مطابق شہباز کی اور آس پاس کے دیہاتوں میں چندہ جمع کرتا۔ چندہ یعنی نقد رقم اور اناج وغیرہ جمع کرنے کے بعد غازیوں کو دیتا۔ دوسرے لوگ بھی چندہ جمع کرتے سب کے لئے الگ الگ علاقے مخصوص تھے۔ کبھی کبھار خود چندہ پہنچاتا اور اس طرح فقیر ایپی سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوتا۔ فرنگی حکومت ہماری سخت نگرانی کرتی تھی لیکن خفیہ طریقے سے اور بالخصوص رات کے وقت چندہ جمع کرتے تھے۔ فقیر ایپی کو جب ملتے آخرت کی فکر کے متعلق تاکید فرماتے تھے۔

میں جب بھی آپ کو ملنے جاتا دل میں کہنے کو بہت سی باتیں ہوتی مگر ملتے وقت سب باتیں بھول جاتا۔ آپ آنے کی وجہ پوچھتے تو میں نے بتایا کہ صرف دعا کے لئے آیا ہوں۔ آپ فرماتے کہ آپ میرے لئے دعا کریں میں تمہارے لئے دعا گور ہوں گا۔ غازی محمد امیر نے بتایا کہ گسبستی میں غازیوں کا ٹھکانہ تھا۔ ان کے پاس بڑا توپ خانہ تھا۔ فوج نے گسبستی پر حملہ کیا۔ غازیوں نے توپ توڑ کر اونٹ پر رکھا تھا چونکہ توپ کا وزن بہت زیادہ تھا بعد میں اونٹ والا مجھے ملا اس نے بتایا کہ فقیر ایپی نے ہمیں کہا کہ خطرے کی صورت میں سامان اونٹ پر رکھو اور تم خود کو چھپانے کی کوشش کرو۔ شتر بان نے کہا کہ اس نے دوسرے غازیوں کی مدد سے توپ کو اونٹ پر باندھ کے رکھا اور اونٹ سے کہا کہ سیدھا گورو یک مرکز پہنچو۔ اونٹ روانہ ہوا اور ہم لوگ فوج سے بھاگ گئے۔ دوسرے دن گورو یک میں اونٹ بغیر سربان کے پہنچ گیا تھا۔ اس نے بتایا کہ حاجی صاحب جب کئی میں طالب علم تھے۔ تو یہاں صرف اسد خان کے گھر کھانا کھاتے۔ اسد خان دیندار اور حلال رزق کا مالک تھا۔ اگر اسد خان کے گھر والے کہیں چلے جاتے تو پھر آپ کھانا نہیں کھاتے تھے۔

غازی ہیبت خان مروت



غازی ہیبت خان مروت

آپ کا تعلق مروت کے ذیلی قبیلہ یکہ لنگر خیل سے ہے۔ آپ نے فقیر ایپی کی جہاد فی سبیل اللہ میں شمولیت کے بارے میں بتایا کہ فرنگی کے خلاف آپ کے کارناموں کے بارے میں جب خبر ہوئی تو دل میں آپ کو ملنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اپنے گاؤں سے منظر خیل تک پیدل چل کر آیا۔ یہاں نعمت خان نامی شخص کو ملا۔ اس نے مجھے حاجی سے ملایا۔ آپ نے آنے کا مقصد دریافت کیا میں نے کہا کہ دعا کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے دعا فرمائی پھر واپس اپنے گاؤں لوٹ آیا۔ کچھ عرصہ بعد میرا گاؤں میں جھگڑا ہوا جس سے ایک آدمی ہلاک ہو گیا جس کے نتیجے میں گاؤں سے مفرور ہو کر فقیر ایپی کے پاس آیا۔ آپ نے جہاد کی ترغیب دی میں نے لبیک کہا۔ اس پر آپ نے مجھے ایک ہندوق دے کر خیسورہ بھیج دیا۔ اس کے بعد آپ کا جو حکم ملتا اس پر عمل کرتا۔ مینے میں ایک دفعہ آپ

کو ملنے گوروک آیا کرتا۔

ایک دفعہ بنوں میں ایک پچٹ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ ہم کل دس غازی تھے کسی نے مخبری کر دی تھی لہذا فرنگی فوج نے ہم پر حملہ کر دیا۔ صرف میں بچ گیا باقی سارے ساتھیوں کو شہید کر دیا گیا۔ حاجی صاحب نے ہدایت کی کہ بیٹنی علاقے لوگر میں پوزیشن سنبھالو۔ ہم کل ۲۰ غازی تھے لوگر میں خفیہ پوزیشن سنبھالی۔ سپاہی گاڑی میں آئے ہم نے ان پر فائرنگ کی اور سب کو ہلاک کر کے ان سے تمام اسلحہ چھین لیا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ فقیر ایپی کو کسی نے بتایا کہ بنوں سے ڈیرہ اسماعیل خان کانوائے جارہا ہے۔ فقیر ایپی نے مروت اور بنوچی غازیوں سے فرمایا کہ علاقے کا خرگوش علاقے کا شکاری ہی پکڑ سکتا ہے۔ کیا کانوائے پر حملہ کرنے کے لئے تم لوگ تیار ہو؟ ہم سب نے کہا کہ جی ہاں۔ تب آپ نے فرمایا کہ راستے میں کسی موزوں جگہ سے ان پر ایسا حملہ کرو کہ وہ سنبھل نہ سکیں۔ ہم نے شیر خان وزیر کی قیادت میں غوریوالہ اور نورنگ کے درمیان گنے کے کھیت میں پوزیشنیں لے لیں۔ فرنگی کی ایک جیپ اور گاڑی آئی ہم نے جیپ پر فائر کھول دیا۔ جیپ میں سوار چار انگریز افسران کو ہلاک کر دیا جبکہ گاڑی میں بیٹھے سپاہی بنوں کی طرف بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ فقیر ایپی نے کامیابی پر شاباش دی اور ساتھ ہی بہت سی دعائیں بھی دیں۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد فقیر ایپی کو کسی نے خبر دی تھی کہ فلاں دن بنوں سے پھر ایک کانوائے ڈیرہ جارہا ہے۔ انہوں نے ہمیں پھر حکم دیا کہ پیزو کی پہاڑی پر سے ان پر حملہ کرو۔ ہم نے پیزو میں پوزیشن سنبھالی جب کانوائے آیا۔ ہم نے اس پر ایسا حملہ کیا کہ ایک ہی وار میں دو انگریز افسر اور دس گورے سپاہیوں کو ہلاک کر دیا۔ ان سے ایک پٹی والی مشین اور ۲ ہندو قیس بھی چھین لیں۔

غازی ہیبت خان نے کہا کہ انہوں نے آپ کی تحریک جہاد میں تین سال تک عملی طور پر حصہ لیا ہے۔ اس دوران فقیر ایپی کو ملنے جب بھی جاتا تو دعا کے لئے درخواست کرتا اور ان کے پاؤں سے لپٹ جاتا تھا۔ حاجی صاحب اوپر سے ہاتھ پھیرا کرتے اور خوراک کئی کہہ کر دعا فرماتے۔ آخر میں مجھے بھی کہتے کہ آپ بھی میرے لئے دعا کریں۔

غازی میازم خون المعروف میازڑے

غازی میازڑے کا گھر عام شاہراہ سے ہٹ کر تھا۔ ڈوگہ سے آگے تنگی درگئی کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ بیانات تو یہ ہے کہ فقیر دین محمد کا



غازی میازڑے کے ساتھ انٹرویو کا منظر

اتحاد حاصل نہ ہوتا تو ان کو ملانا بہت مشکل ہوتا۔ ان کے گھر ظہر کے وقت پہنچے۔ نماز کے بعد انٹرویو شروع کیا۔ آپ نے فقیر ایپی کی تحریک جہاد میں عملی طور پر حصہ لینے کے بارے میں بتایا کہ خیبر اور ڈمڈیل میں وہ خود شریک نہیں ہوئے۔ تاہم ڈمڈیل معرکہ میں ہمارے گاؤں کے چار غازی شہید ہوئے۔ ان کی شہادت

کالن پر گہرا اثر ہوا۔ غازی صادق گل سے بات کی۔ اس کیساتھ مل کر فقیر ایپی کو ملنے شکتوئی ارسل کوٹ گئے اور ارسل خان کے گھرانے کے ساتھ پہلی ملاقات ہوئی۔ ملاقات میں انہوں نے بتایا کہ اسلام کے نام پر جہاد شروع ہے فرنگی پر ٹوٹ پڑو۔ اسکے بعد جہاد میں شرکت کی۔ چھ مداخلتیں غازیوں ارسل سانیر خان، عمل خان، رسل خان اور رضا گائے پر مشتمل گروپ تشکیل دیا۔ خڑے، شام شکتوئی اور پالیسے داوڑ کے علاقوں میں گوریلا کارروائیاں شروع کیں۔ ایک دفعہ میرانشاہ قلعہ میں سیڑھی کے ذریعے داخل ہوئے۔ تین آدمیوں کو پکڑ کر چھ لاکھ میں یرغمال بنا لئے۔ فرنگی نے تمام مداخلتیں قبیلہ پر جرمانے لگانا چاہے لیکن ملک خاندان نے مخالفت کی۔ آخر دو ہزار پاکستانی روپیہ کے بدلے یرغمال واپس کئے۔

انہوں نے مزید بتایا کہ کافی روغہ معرکہ میں بارہ ہزار فوج کے ساتھ بھرپور مقابلہ کیا۔ جس میں ہماری طرف سے کل ۳۰ غازی شہید ہوئے۔ فرنگی سپاہی بھی سارے مرے پڑے تھے۔ اس کے بعد پالیسے جنگ ہوئی۔ اس کے لئے ہم تیار نہیں تھے چونکہ فرنگی کو کسی نے مخبری کی کہ ہمارے گاؤں میں غازی ہیں۔ اس لئے فرنگی نے ہم پر بے خبری میں حملہ کیا۔ غازیوں نے خان بہادر سمیت کئی سپاہیوں کو ہلاک کیا جبکہ تمام غازی بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ دریں اثناء گوروک سے فقیر ایپی نے پیغام بھیجا کہ غازی جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس خبر کے چند دن بعد ملک اژدار کے مقام پر خون آشام معرکہ ہوا۔ جس میں ۳۶ غازی شہید ہوئے۔ فرنگی فوج کے سپاہیوں کی لاشیں ایک دوسرے کے اوپر پڑی تھیں۔ غازی عمل خان نے انہیں ایک دوسرے سے جدا کیا۔ ہمارا خیال تھا کہ بہت زیادہ سپاہی ہلاک ہوئے ہوں گے لیکن چند دن بعد پتہ چلا کہ چالیس ہلاک ہوئے۔ ان معرکوں کے بعد فرنگی نے تمام شہداء کے مکانات پر بمباری کر کے انہیں مسمار کیا۔

انہوں نے مزید بتایا کہ ان معرکوں کے بعد فقیر ایپی نے مجھے مستقل غازی بنادیا۔ گھر کے خرچہ کے لئے ماہانہ ۵ روپے وظیفہ مقرر کیا اور جب کبھی گوریلا کارروائی کیلئے جاتے تو پھر دس روپے طعام وغیرہ کے لئے دیتے تھے۔ فقیر ایپی کے روحانی اثر کے بارے میں کہا کہ اکثر روزے رکھتے۔ بہت متقی اور پرہیزگار تھے اور ۲۳ سال رفاقت کے دوران ذاتی طور پر کوئی ایسی بات محسوس نہیں کی جس سے کسی کی دل آزاری ہوئی ہو۔

غازی گل خلیم

غازی گل خلیم کا تعلق تانڑی مداخلت سے ہے۔ آپ کے والد شامرون خان لوڑا ناری میں شہید ہوئے۔ آپ نے فقیر ایپی کے بارے میں بتایا کہ ہم مقتدا کے والد صاحب کے پاس گئے۔ وہاں پر معلوم ہوا کہ آپ نے فرنگی کے خلاف جنگ کا اعلان کیا ہے اور وہاں پر فیصلہ کیا کہ جہاد میں شرکت کریں گے۔ پھر وہاں سے خیمورہ آئے اور



غازی گل خلیم جہاد میں اپنے کردار کے بارے میں بتا رہے ہیں

پہلی کاچکائی میں آپ کے ساتھ ملاقات کی۔ چند دن بعد خیسورہ میں جنگ شروع ہوئی۔ ہم نے نیتاسی میں فوج کو روک رکھا۔ تین دن یہاں سخت لڑائی ہوئی اور میرے سامنے ۳۰ غازی شہید ہوئے۔ ہمارے پاس کار توں ختم ہو گئے۔ چوتھے دن فقیر ایپی کو ملے آپ نے ہدایت کی کہ جن کے پاس کار توں نہیں ہیں وہ چھوٹے کنکریوں سے مٹی کر فرنگی کی طرف پھینکے۔ ہم سب غازیوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔

فقیر ایپی نے غازیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ ڈمیل میں فرنگی فوج پر حملہ کرو۔ ہم نے ڈمیل میں پوزیشن سنبھالی۔ جب فوج برابر آئی ہم نے پیچھے سے حملہ کیا۔ پورا دن سخت لڑائی ہوئی اور ۴۰ غازی کو میں نے خود شہید ہوتے دیکھا۔ ایک دفعہ ہم نے بنوں پر بھرپور حملہ کرنے کا پروگرام بنایا جب آپ سے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ مسلح تصادم کی بجائے گوریلا کارروائیوں پر توجہ دو۔ پھر ہم نے سپلے ٹل پل کو ہم سے اڑانے کا پروگرام بنایا مگر آپ نے یہ کہہ کر اجازت نہیں دی کہ فرنگی کے علاوہ عام لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے۔

غازی گل خلیفہ نے مزید بتایا کہ خیسورہ اور ڈمیل معرکوں کے بعد فقیر ایپی نے مجھے مستقل غازی بنایا۔ یعنی ۵ روپے ماہوار وظیفہ مقرر کیا اور جب کبھی خفیہ مشن پر جاتے تو پھر ۱۵ روپے دیا کرتے۔ آپ نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ جب ان سے وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگے کہ پہلے اپنے آپ کو جہاد کیلئے وقف کیا تھا۔ جب جہاد کا مقصد پورا ہوا تو پھر میری عمر شادی کی نہیں رہی۔

غازی محمد خان المعروف رضا گائی



غازی رضا گائی، محقق اور فقیر محمد دین

آپ کا تعلق پچھڑی مداخلت لائیکہ سے ہے۔ انہوں نے فقیر ایپی کی تحریک جہاد میں شمولیت کے بارے میں بتایا کہ وہ طالب علم تھے اور ہمارے مولوی استاد جی ہمیشہ تلقین کیا کرتے کہ فرنگی کے خلاف جہاد شروع ہے اس میں جو بھی حصہ لے گا غازی کہلائے گا۔ اگر اس میں مر گیا تو شہید ہو گا جس کا ٹھکانہ جنت میں ہو گا۔

لہذا میں نے سبق اذہورا چھوڑا

اور غزہ کا راستہ اختیار کیا۔ فقیر ایپی ان دنوں خیسورہ ڈاگٹی میں تھے۔ میں ان کو ملنے گیا اور مسجد میں ملاقات ہوئی۔ جس میں انہوں نے مختصر سی بات کی کہ غزہ شروع ہے اس میں شریک ہو جاؤ۔ میں نے لبیک کہا آپ نے دعائیں دیں۔

اس کے بعد آخر تک ساتھ رہا اور کئی معرکوں میں بھرپور شرکت کی۔ سڑوتی خلع میں سپاہیوں پر حملہ کیا۔ ہماری طرف سے میاجی خان شہید ہوئے۔ دوسری بار فوج دتہ خیل آئی تو ہم نے ان پر حملہ کر دیا۔ اس معرکہ میں میرے ساتھی گید اڑ خان شہید ہوئے پھر خلیفہ گل نواز کیساتھ ملکر بنوں، پیزو، فتح جنگ، شیخ بدین کے مقامات پر تمام معرکوں میں شامل رہا۔ ایک دفعہ بنوں میں ایک انگریز افسر کو گرفتار کرنے کا پروگرام بنایا۔ میاجانی کی چکی میں رات قیام کیا جب گشت پارٹی آئی تو اس پر حملہ کر دیا انگریز کو گرفتار نہ کر سکے مگر سپاہیوں کو ہلاک کیا۔

میرانشاہ سے ایک سرکاری آدمی کو اغواء کیا جو بعد میں تین ہزار روپے کے عوض رہا کیا۔ فقیر ایپی کا اتنا اعتماد تھا کہ گورو یک مرکز میں ایک لنگر کا انچارج بنایا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ آپ گورو یک مرکز کے وکیل ہیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ جہاد میں شمولیت اور فقیر ایپی کا ساتھ دینا دراصل آپ کی روحانی قوت کی وجہ سے تھا۔



غازی زائی خان محقق کو تفصیل بتا رہے ہیں

غازی زائی خان چچہ لائیکہ

آپ کا تعلق چچہ لائیکہ
مداخلہ سے ہے۔ آپ نے بتایا
کہ ایک رات خواب میں فقیر
ایپی کو دیکھا کہ سبز کوٹ پہنے
ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں
گلے سے لگایا اور دعا کی
درخواست کی آپ نے دعا دی
صبح اٹھا اور آپ کو ملنے
گورو یک چلا گیا۔ انہوں نے
فقیر ایپی کے جہاد سے پہلے
لوگوں پر روحانی اثرات کے

بارے میں بتایا کہ وہ بہت چھوٹا تھا ملک خاندان کے والد زنگی خان کا انتقال ہوا تھا۔ فاتحہ خوانی کیلئے فقیر ایپی آئے۔ وہاں پر موجود لوگوں کو بتایا کہ اگر فرنگی کخلاف غزہ شروع ہو جائے تو آپ لوگ حمایت کریں گے یا نہیں۔ اس پر موجود لوگوں نے کہا کہ اگر آپ نے فرنگی کے خلاف جہاد شروع کیا تو ہم سب بھرپور ساتھ دیں گے۔

اس نے بتایا کہ اس نے عملی جہاد میں بہت کم حصہ لیا ہے وجہ یہ تھی کہ وہ ہمیشہ فقیر ایپی کی خدمت کے لئے ان کیساتھ رہتے تھے۔ ایک دفعہ دان گل خان کے ساتھ افغانستان بھیجا کہ یہ معلوم کریں کہ افغانستان ہمارے ساتھ جہاد میں مخلص ہے یا نہیں وہاں جا کر ہمیں معلوم ہوا کہ افغانستان کے عوام تو مخلص تھے مگر حکمران مخلص نہیں تھے۔ فقیر ایپی کی کرامات کے حوالے بتایا کہ ایک دفعہ شوال سے ملا شیر علی خان محسود کے پاس جا رہے تھے۔ میں نے آپ کو پیٹھ پر اٹھانے کی ضد کی آپ نے کہا تم چھوٹے ہو لیکن میں نے ضد کی اور پیٹھ پر اٹھایا۔ اٹھانے کے بعد ایسا محسوس ہوا گویا میں نے پٹھ پر پہاڑ اٹھایا ہوا تھا۔ پاؤں لڑکھڑانے لگے جس پر آپ نے کہا کہ رک جاؤ۔ میں فوراً رک گیا آپ کے پاس غلط آدمی یا جاسوس آتا لیکن ہمیں پتہ نہیں چلتا تھا۔ مگر جب آپ اس کی طرف دیکھتے تو پھر وہ خوف کے مارے بول نہیں سکتا تھا۔

غازی عمل خان مداخلہ

غازی عمل خان چچہ لائیکہ مداخلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کو بخار کی حالت میں ملے فقیر ایپی سے اتنی عقیدت تھی کہ ہمیں گلے لگایا۔ جہاد میں شمولیت سے متعلق بتایا کہ خیبر پختونخوا میں جنگ شروع ہونے سے پہلے فقیر ایپی کو ملا۔ آپ نے صرف اتنا کہا کہ فرنگی نے ہمارے دین میں مداخلت کی ہے اس لئے سب مسلمانوں پر غزافرض ہے۔ اگر مر گئے تو شہید ہوں گے اور شہید کی جگہ جنت میں ہوتی ہے۔ لیکن اگر زندہ رہے تو مجاہد کا مرتبہ پائیں گے۔ مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ خیبر پختونخوا سے لیکر آخر تک ساتھ رہا۔ دو عدد کمر بند ایک ہندو اور روایتی چھری ہمیشہ



محقق غازی عمل خان سے انٹرویو لے رہے ہیں

سے ہسپتال میں علاج نہیں کر سکا۔ خود پٹی لگاتا تھا۔ لیکن صحیح علاج نہ ہونے کے باعث ایک ہاتھ سے معذور ہو گیا۔ آج بھی جب ہاتھ کی طرف توجہ سے دیکھتا ہوں تو جہاد کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ فقیر ایسی تو پہلے سے مہربان تھے۔ مگر ہاتھ سے معذور ہونے کے بعد تو مزید مہربان ہو گئے چونکہ جب بھی ملتا تھا تو وہ مجھے گلے لگاتے اور دعائیں دیتے تھے۔

غازی فقیر محمد پنجابی

فقیر محمد کا تعلق ضلع ہزارہ تحصیل تربیلا سے تھا۔ آپ کا جدامجد یوسف زئی پشتون تھا، والد کا نام مغیر اللہ تھا۔ آپ فرسٹ پنجاب رجنٹ میں سپاہی تھے۔ بعد میں حوالدار کی پوسٹ تک ترقی پائی۔ جنوری ۱۹۴۷ء میں شمالی وزیرستان تبادلہ ہوا اور شیخی تنگی پخت میں ڈیوٹی لگی۔



آپ کو فقیر ایسی کی روحانیت اور جہاد فی سبیل اللہ سے بے پناہ کشش محسوس ہوئی۔ فقیر محمد کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کیساتھ فقیر ایسی کے بارے میں بات کی۔ دوست نے مشورہ دیا کہ دل ان کا بھی چاہتا ہے کہ فرنگی سے فرار ہو کر فقیر ایسی کی تحریک شمولیت اختیار کروں لیکن ان کا خیال تھا کہ ایسا کرنا بہت مشکل ہے۔

اس پر فقیر محمد نے کہا تھا کہ میں مناسب موقع دیکھتا ہوں جیسے موقع ملے وہ فرنگی سے ضرور راہ فرار اختیار کریں گے۔ آخر ایک دن شام کے بعد اپنے دوست رحمت علی خان کیساتھ مل کر پخت سے ایک مشین گن، دو عدد ہندو قیں، آٹھ سو کارٹوس، ایک دوربین اور پستول سمیت فرار ہوئے۔ سڑک کے ساتھ گڑدوی پخت گئے کانٹے دار تار بھجائی گئی تھی۔ فقیر محمد جب یہاں پہنچے تو پخت میں دوسرے سپاہیوں نے ان پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ فقیر محمد کا کہنا ہے کہ کانٹے دار تار میں

بری طرح پھنس جانے کے باعث انہوں نے موت کو بہت قریب سے دیکھا۔ لیکن نامعلوم کس نے مجھے باہر کھینچ کر کانٹے دار تار میں سے نکال

کر بہت دور پھینک دیا۔ پھر رینگتے ہوئے ایک برساتی ندی میں کود پڑیا اور یہاں سے مشکل حیدر خیل داوڑ کلی میں پہنچ کر ایک داوڑ کے ہاں رات بسر کی یہاں سے فقیر ایپی کی ہدایت کے مطابق موستر بل روانہ کیا گیا جہاں پر پورے تین ماہ خفیہ رکھا گیا۔ بعد میں خۂ میں فقیر ایپی سے ملے اور اس طرح آپ کی تحریک جہاد میں دن رات بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور فقیر محمد پنجابی کے نام شہرت پائی۔

آپ چونکہ باقاعدہ تربیت یافتہ تھے اور فرار کے وقت مشین گن ساتھ لے گئے تھے اس لئے جہاد میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ اکثر فقیر ایپی کے پاس رہتے فقیر ایپی نے جب گورویک مرکز ہجرت کی تو وہاں پر جہاد کو منظم خطوط پر استوار کیا۔ گیٹ پر ہر وقت دو مسلح محافظ ہوتے اور جب خلوت سے باہر نکلتے یا جگہوں سے کوئی بات کرتے تو فقیر محمد باقاعدہ سیٹی بجاتے۔ مجاہدین اس سے پہلے سنگنل راپٹوں، کپڑے یا شیشے کے استعمال سے واقف نہیں تھے فقیر محمد نے انہیں تربیت دی جس کے بڑے مفید نتائج نکلے۔ عیدک داوڑ نے تاروہٹی میں ان کی شادی کی۔ یہاں آپ کا گھر اور زمین ہے اور ماشاء اللہ کئی جوان بیٹھوں کے باپ ہیں۔

خفیہ رپورٹ کے مطابق فقیر محمد جو فوج کے سپاہیوں میں فقیرہ مشہور تھا۔ ۵۵ سالین سے فرار ہوا آپ کا ایک دوست نانیک محمد نواز گڑدی پیکٹ کمانڈر تھا۔ اس نے ایک طرف فقیر محمد کو پیکٹ میں آنے کی دعوت دی تھی اور دوسری طرف ایک مشین گن والا تیار کیا ہوا تھا۔ جب فقیر محمد رات کو چاندنی میں پیکٹ کے قریب پہنچا تو محمد نواز نے اندر آنے کو کہا جس پر فقیر محمد کو شک ہوا۔ اس لئے اس نے زبردست بہادری اور جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو چالیا۔ اس واقعے کے بارے میں فقیر محمد نے بتایا کہ دراصل محمد نواز نانیک نے مجھے اطلاع دی تھی کہ اگر پیکٹ تک تم آگئے تو پھر وہ اور اس کے ساتھی بھی فرار ہونے کو تیار ہیں۔ جب میں وہاں پہنچا تو دل ہی دل میں شک پیدا ہوا اور اپنے آپ کو اس کے زرخے سے چالیا۔

غازی بابو نور محمد

بابو نور محمد نیپال میں پالیہ نامی علاقہ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والد نام کھڑک سنگھ تھا آپ نے میٹرک پاس کیا تھا اور فرنگی فوج میں ہیڈ کلرک تھے ۱۹۹۲ء میں آپ کی وفات سے پہلے میں ان کو ملا تھا۔ دہلی سے ڈمڈیل اور ڈمڈیل سے فقیر ایپی تک کیسے پہنچے۔ اس سوال پر آپ نے بتایا کہ میٹرک پاس کر کے دہلی میں گورکھ ہالین ۵۳ میں کلرک بھرتی ہوئے۔ فقیر ایپی کی تحریک جہاد کی خبریں دہلی تک پہنچتی تھیں۔ جس سے وہ متاثر ہوئے۔ ایک رات خواب دیکھا کہ بڑی آگ جل رہی ہے۔ جس کے ارد گرد بہت سے لوگ جمع ہیں ان میں چند افراد مجھے پکڑ کر



غازی بابو نور محمد

آگ کے نزدیک لے گئے میں خوف کے مارے چیخ رہا تھا لیکن وہ نہیں مان رہے تھے۔ جب ان لوگوں مجھے آگ کی طرف دھکیل دیا تو انجانے میں چمکتے ہوئے سفید ریش بزرگ نے مجھے پکڑا اور دور پھینک دیا۔ وہ میرے قریب آئے میں نے ان سے پوچھا آپ کون ہیں انہوں نے فرمایا ابراہیم خلیل اللہ اور فوراً فرمایا کہ آپ یہاں سے سرحد کے علاقہ بنوں میں تبادلو کرو اور فقیر ایپی کی تحریک میں شامل ہو جاؤ پھر میں نے کوشش کر کے وزیرستان میں ڈمڈیل کیمپ تبدیل کروائی۔ کیمپ میں چند دن گزارنے کے بعد شکتوئے کو روانہ ہوا۔ وہاں پر مولوی عبدالرحمن داوڑ کے ہاں قیام پذیر رہا۔ وہ لوگ مجھ پر شک کر رہے تھے اور عجیب سوالات پوچھتے تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ مجھے فقیر ایپی سے ملنے دیں اگر وہ مطمئن نہ ہوئے تو بے شک مجھے مار ڈالنا۔ اس طرح میں فقیر ایپی کو ملا۔ انہوں نے ساری تفصیل پوچھنے کے بعد

میرا نام پوچھا میں نے اپنا نام دان سیکھ بتایا جس پر آپ نے فرمایا کیا اسلام لانا چاہو گے میں نے عرض کیا اس لئے تو میں حاضر ہوا ہوں۔ پھر آپ نے کہا کہ آج کے بعد آپ کا نام نور محمد ہو گا۔ انہوں نے مجھے مولوی عبدالرحمن کے حوالے کر کے فرمایا کہ انہیں ضرور دینی علوم سیکھاؤ۔ آپ کو زکوٰۃ کی کئی کئی شاہ نامی آدمی نے اپنی بہن نکاح میں دیدی یہاں پر ایک مسجد میں امامت شروع کی اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے کئی بیٹوں کے باپ بنے اور آخر کار ۱۹۹۲ء میں وفات پائی۔

غازی عمر خان

آپ بھارت کے ضلع فرید کوٹ کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام بوٹا سنگھ تھا۔ آپ فوج میں سپاہی بھرتی ہوئے اور ڈیٹیل تبادلہ ہوا



تھا۔ ڈیٹیل معر کے دوران آپ ڈیٹیل میں تھے اس لئے اس معر کے سے اتنے متاثر ہوئے تھے کہ معر کے کے ہفتہ بعد علاقہ گڑھی وام شام فرار ہو گئے۔ یہاں فقیر ایپی کو ملے تھے۔ آپ نے اسلام لائیگی خواہش کا اظہار کیا مگر فقیر ایپی نے غازیوں سے کہا تھا کہ پہلے اس کے لئے صاف کپڑوں کا بندوبست کرو اور غسل دو تب میرے پاس لے آؤ۔ ایسا کرنے کے بعد آپ کے ہاتھ اسلام لائے۔ اسلام سے پہلے آپ کا نام پورہ سنگھ تھا۔ اسلام لانے کے بعد فقیر ایپی نے آپ کا نام عمر خان رکھا۔ آپ نے جہاد میں بھرپور کردار ادا کیا۔ غازی کے علاوہ آپ کو کئی خفیہ پیغامات کے تبادلے کے لئے بطور جرنیل مقرر کیا گیا۔ آزادی کے حصول تک جہاد میں سرگرم عمل رہے۔ آزادی کے بعد خوست میں قیام پذیر رہے یہیں شادی کی اور ایک لڑکی پیدا ہونے کے بعد بیوی کا انتقال ہو گیا۔ پھر خوست چھوڑ کر میرا شاہ سکونت اختیار کی آج کل میرا شاہ میں ہیں۔

غازی عمر خان

شہباز خان طوری خیل

غازی شہباز خان بوباکر شام کے رہنے والے ہیں۔ آپ کے خاندان نے شروع سے فقیر ایپی کی تحریک جہاد میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ شہباز خان نے خود خیسورہ اور ڈیٹیل معرکوں میں کم عمری کے باعث شرکت نہیں کی۔ تاہم آپ کے والد اور دوسرے رشتہ داروں نے بڑا فعال کردار ادا کیا ہے۔ خیسورہ اور ڈیٹیل کے بارے میں بتایا کہ اس میں ہمارے گاؤں کے شاول خان، لمے خیل، لاپور خان، ریغل خان، میرا گل خان اور پستی خان نے جام شہادت نوش کیا۔ ان کی لاشیں اونٹوں پر لائی گئیں۔ پہننے کو چپل نہیں ملتی تھی اس لئے سب نے مزاری کے چپل پہنے تھے جو ان کی لاشوں کیساتھ لائے گئے۔

انہوں نے مزید بتایا کہ فرنگی کا معمول تھا کہ جو لوگ شہید ہو جاتے ان کے گھروں پر بمباری کر کے مسمار کئے جاتے تھے تاکہ لوگ خوف کے مارے فقیر ایپی کا ساتھ نہ دے سکیں۔ جنگ کے چند دن بعد ہمارے گاؤں فوج آئی ہم تو گھروں سے بھاگ گئے مگر فوج نے گٹار خان کو گرفتار کیا۔ دوسرے دن ہوائی جہازوں سے اشتہار پھینکے گئے کہ علاقے خالی کرو اور بمباری کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ہم نے علاقہ خالی کیا اور دین درگہ میں ہجرت کی۔ یہاں چٹائیوں سے چھپر بنائے۔ ہمارے گاؤں پر متواتر ۵ دن تک شدید بمباری کی گئی سارے شہداء اور مشہور غازیوں کے گھر مسمار کئے گئے۔ اس دوران نیتاسی کی طرف فوج آئی۔ ہمارے گاؤں کے غازیوں نے جلیقہ اللہ میں فوج پر حملہ کیا اور کئی سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور غازیوں نے بہت سارا مال لوٹ لیا۔ گڑھی وام قلعہ سے فرنگی مشین کے ذریعے پانی کھینچ لیتے تھے۔ غازیوں نے پائپ لائن کو



محقق اور غازی شہباز خان

کاٹ ڈالا اور قلعہ پر بھرپور حملہ کیا۔ جس میں کئی سپاہیوں کو شدید زخمی کیا اور وہاں سے بہت سارا سامان بھی لے گئے۔ چند دن بعد فرنگی نے ہمارے گاؤں پر پھر شدید بمباری کی، بہت سارے مکانات مسمار کئے اور کھڑی فصلوں کو تباہ کیا۔ اس طرح یہ سلسلہ آزادی کے حصول تک چلتا رہا مگر ہم نے آخر تک ہار نہیں مانی۔

چچا شہباز خان میرے

ساتھ شکتوتی یعنی زیاندے، ارسل کوٹ اور خیسورہ گئے اور سارے علاقے سے متعلق معلومات فراہم کیں اور پھر فقیر ایپی کی تحریک جہاد میں مشہور شداء مثلاً زاکیم خان، نیکار خان، محسود اور غلام خون و نام خون طوری خیل کے خاندان والوں سے ملوایا۔

حاجی غازی بہرام خان طوری خیل

غازی بہرام خان طوری خیل ساکن سپن وام کے والد زاریم خان خیسورہ کی دوسری لڑائی میں شہید ہوئے ہیں۔ والد کی شہادت کے بعد غازی بہرام خان نے گاگو خان، گل جان، گل مڑے وغیرہ جیسے سرکردہ غازیوں کے ہمراہ کئی معرکوں میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ آپ کا بیان ہے کہ فقیر ایپی نے فرنگی کے خلاف اعلان جہاد کے بعد خیسورہ اور شام ہجرت کی۔ ملک خاندان کے چچا شادیم خون بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ وہاں پر غازیوں کو جہاد کے لئے تیار کرتے تھے۔ بعد میں ارسل کوٹ گئے جہاں شاہ محمد شمیری ننسے خیل نے آپ کے لئے اپنا کوٹ (گھر) خالی کیا اور اس نے خود چٹائی سے بنے ہوئے جھوپڑی میں رہائش اختیار کی۔ فرنگی نے بعد میں شاہ محمد شمیری کا گھر مسمار کیا اور اس کی فصل کو بھی تباہ کیا۔

نومبر ۱۹۳۶ء میں جنگ شروع ہونے سے قبل فقیر ایپی خیسورہ آئے اور یہاں سے پولیٹیکل ایجنٹ Paikman کو پیغام بھیجا کہ اسلام پر اعتراض نہ کرے اور جو بندہ اسلام قبول کرنا چاہتا ہے اس کیساتھ تمہارا کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔ اس پر فرنگی نے آپ کو جواب دیا کہ لوگوں کو بغاوت پر اکسانے سے باز آ جاؤ ورنہ تمہیں زندہ گرفتار کیا جائے گا۔ اس طرح خیسورہ میں جنگ کی فضا تیار ہوئی۔ جنگ سے پہلے فقیر ایپی نے تمام غازیوں کو حکم دیا کہ زیتون کی لکڑی لے آؤ۔ اس کی تفصیل پہلی وی گئی ہے تاہم انہوں نے بتایا کہ دور سے وہ لکڑیاں بند و قوں کی طرح نظر آتی تھیں لہذا دشمن پر رعب و دبدبہ پڑے کہ مجاہدین کیل کانٹے سے لیس ہیں۔ دوسری خیسورہ جنگ میں سپن وام کے چالیس غازیوں نے شرکت کی جن میں زاریم خان، دانائی خان، باقائی، مہر خون، اکیپ بابا خیل، مر دین، رائے محمد شمیری اور عبدالرحمن شہید ہوئے۔ ان کی لاشیں دو دن تک خیسورہ میں پڑی رہیں۔ تیسرے دن سپن وام میں سب کی لاشیں لائی گئیں جن سے سپن وام میں خوشبو بکھر گئی تھی۔ فقیر ایپی کے پیچھے فوج لگائی گئی۔ وہ وہاں سے سوئی غار چلے گئے اور خلوت نشین ہوئے۔ کچھ مدت بعد مدد خیل کے علاقے خوا چلے

گئے۔ وہاں پھر لڑائی ہوئی جس میں سپن وام کا آفریدی اور شک خان شہید ہوئے۔ بعد میں محمود علاقے آئے۔ وہاں سے گوروک بھرت کی۔ گوروک لاڑی اور پھر سپن وام آئے۔ سپن وام پر انگریزوں نے توپوں سے گولہ باری کی۔ یہاں سے پھر شکتوئی گئے۔ جہاں ۵ مہینے گزارے اور اپنے مرکز گوروک چلے گئے۔ شام گڑھی وام میں خوفناک معرکہ ہوا جس میں لامپور خان، ذکر خان، مردل بولی اور لامبے ڈاکر خیل شہید ہوئے۔ یہ جھگڑا سڑک بنانے پر ہوا لیکن انگریز سڑک بنانے میں کامیاب ہوئے۔ ڈمڈیل معرکہ میں سپن وام کے لوگوں نے شرکت کی جس میں عصمت خان بولی پوری خیل شہید ہوئے۔

سپن وام کے غازیوں (زیر گل خان، اللہ ناز، غازی گل، امر جان، امر و نر، بار غنڈ، عبدالرحمن، عبداللہ، حضرت گل) نے کلی میر علی روڈ بلاک کیا۔ فرنگی فوج اور غازیوں کے مابین خون آشام معرکہ ہوا۔ جس میں حضرت گل، عبداللہ خان، اور عبدالرحمن شہید ہوئے۔ فوج زیادہ تھی سارے راستے بند تھے اس لئے عبداللہ خان اور حضرت گل کورات کی تاریکی میں غازیوں نے تابے ڈاک باک میں دفنا دیا۔ عبداللہ خان زاریم خان بولی شہید کا گذریا تھا وہاں سے جہاد کے لئے آیا تھا اور گھر میں کسی کو نہیں بتایا تھا۔ فرنگی حکومت نے بعد میں سپن وام میں گلا جان، عبدالرحمن، حضرت گل اور شک لوئی شہید کے گھر مسمار کیئے۔

حاکیم مہابت خان بنوچی

آپ کا تعلق بنوں سے ہے اور میر علی اڈہ میں یونانی دوائی کی دوکان ہے۔ آپ کے والد کا نام نور الہی تھا۔ نور الہی کو اسلام ملی بی کی خیر خبر معلوم کرنے کیلئے بنوں کے علماء اور سماجی شخصیات نے ہندوستان بھیجا تھا۔ وہاں وہ اسلام ملی کو ملے تھے اور اسلام ملی نے انہیں بتایا تھا کہ اس پر اسلام چھوڑنے کے لئے بہت دباؤ ڈالا گیا ہے لیکن وہ ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اس لئے انہوں نے مجھے مار دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ حاجی مہابت خان نے فقیر ایپی کے کہنے پر میر علی میں یونانی دواخانہ قائم کیا اور اب تک کامیابی سے چلا رہے ہیں۔

میں نے مہابت خان سے مذکورہ دوکان کھولنے کا پس منظر پوچھا۔ آپ نے بتایا کہ فقیر ایپی کو یونانی طریقہ علاج میں حد درجہ مہارت حاصل تھی۔ آپ مریضوں کو دم، تعویذ کے علاوہ یونانی نسخہ بھی لکھ دیتے تھے۔ آپ چونکہ بہت ذوراندیش تھے اس خیال سے کہ کہیں فرنگی کسی اپنے کارندے کے ذریعے ان کے نسخہ میں زہر نہ ملا دے مجھے بلایا اور یونانی دواخانہ کھولنے کی ہدایت کی۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں ہے میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا۔ انہوں نے تمام ضروری ادویات کی فہرست لکھ کر دے دی۔ میں نے فہرست میں لکھی گئی تمام دوائی خریدی اور میر علی لے آیا اور یہاں دوکان کھولی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ آپ نے ایک مریض کو نسخہ لکھا تھا۔ وہ میرے پاس آیا۔ نسخہ میں پانچ قسم کی دوائی تجویز کی گئی تھی میں نے دے دیا اس نے فقیر ایپی کو دکھایا تھا۔ فقیر ایپی نے دوائی دیکھنے کے بعد مجھے اپنے پاس بلایا۔ جب میں ان کو ملا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ سارا زہر دیا ہے۔ میں بہت گھبراہٹ میں آئی۔ لیکن آپ نے فرمایا فکر مت کرو۔ تمہارے پاس جب کوئی میرا نسخہ لیکر آئے تم نسخہ کے مطابق دوائی پہلے میرے پاس لے آیا کرو۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ اگر مریض زیادہ ہوئے تو پھر اس طرح مشکل ہو جائے گی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ سب دوائی میرے پاس لے آؤ۔ میں نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا۔ آپ نے ہر دوائی کی ڈبیا پر اس کا نام لکھا۔ دوائی کی مقدار تو وہ خود لکھتے تھے۔ اس طرح میرے لئے بڑی آسانی پیدا ہوئی اور اس کے بعد اب تک اللہ کی مہربانی اور برکت ہے کہ کاروبار ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔ فقیر ایپی کے بعد امیر صاحب بھی اکثر مریضوں کو یونانی نسخہ لکھواتے ہیں اور سب میرے پاس آتے ہیں۔ اب تک کاروبار میں کوئی نقصان نہیں ہوا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے رزق حلال کا ایک ذریعہ عنایت فرمایا ہے۔

غازی حبیب خان

حبیب خان بریل اہوت حی کے رہنے والے تھے تعلق سفلی کابل خیل وزیر سے تھا۔ والد کا نام نیاز سے خان تھا۔ آپ بہت بہادر جوان

تھے نو عمری میں فقیر ایپی کے جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہوئے تھے۔ میس خیل کی لڑائی میں آپ نے نہ صرف شرکت کی بلکہ بہادری اور جوانمردی کی ایسی مثال قائم کی ہے جسکی نظیر نہیں ملتی۔ لڑائی میں آپ کا واسطہ ایک انگریز آفیسر سے پڑا مقابلہ کے بعد آخر کار آپ نے انگریز آفیسر کو زمین پر گرا دیا تھا اور آپ نے اپنی روایتی چھری سے اس کو ذبح کر دیا۔ ذبح کرتے وقت انگریز کا خون حلق سے نیچے اتر گیا تھا۔ اس سے پہلے زربانی وزیر نے آپ کو بہت منع کیا تھا لیکن آپ نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اس کا سرتن سے جدا نہیں کرتا یا یہ مجھے شہید نہیں کرتا تب تک اسے نہیں چھوڑنگا۔ فرنگی کا سرتن سے جدا کرنے کے بعد انہوں نے چادر میں لپیٹا تھا۔ حبیب خان حملہ کے بعد اپنے دوستوں کے ہمراہ بہران ڈیم کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ فرنگی نے فوج بھیجی۔ بہران کے علاقے میں پھر سخت لڑائی ہوئی۔ مگر غازی مچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ بعد میں بات چیت کے ذریعے انگریز کاسرواپس کر دیا گیا تھا جس کے بدلے حبیب خان کو ۵۰ روپیہ دیا گیا تھا اور میس خیل لڑائی میں شہداء کی لاشیں بھی واپس کی گئی تھیں۔

پیاد جان شہید

پیاد جان شہید کا تعلق محمد خیل داوڑ سے تھا والد کا نام پینا خون تھا جو دولت خان شہید کے قریبی رشتہ دار تھے۔ پیاد جان فقیر ایپی کی تحریک جہاد اور بے پناہ روحانی قوت سے متاثر ہو کر آپ کے حلقہ میں شامل ہوئے۔ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۲ء تک آپ نے تقریباً ہر معرکہ میں شرکت کی۔ فرنگی نے آپ کو کئی بار لالچ دینے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ جب فرنگی نے ششی تنگی سے آگے خونی راوہ میں زیر زمین مورچے تعمیر کرنے شروع کئے تو آپ نے دوسرے غازیوں کیساتھ زاوہ کے مقام پر ڈپو قائم کرنے اور پھر فرنگی سے برسر پیکار رہنے میں غیر معمولی جوانمردی کا مظاہرہ کیا۔ اس معرکہ میں آپ نے بہادری سے لڑ کر کئی سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود بھی جام شہادت نوش کر کے اپنا نام شہداء کی فہرست میں شامل کیا۔

سبیل خان شہید

سبیل خان افغانستان میں ارگین کے درہ نومی علاقے میں ژرندی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ آپ کا تعلق فارس جدران قبیلہ سے تھا والد کا نام جمعہ خان تھا۔ آپ نے فقیر ایپی کیساتھ ملاقات کی تھی اور ملاقات کے بعد غازیوں میں شامل ہوئے تھے۔ آپ نے بہت سارے معرکوں میں حصہ لے کر قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ خونی زاوہ کی خون آشام لڑائی میں شہادت پائی۔

غازی شاہ جانی طوری خیل

شاہ جانی کا تعلق خوشالائی (توری خیل) قبیلہ سے تھا۔ فقیر ایپی کا بہت اعتمادی ساتھی تھا۔ جہاد فی سبیل اللہ میں کے خاندان کا بڑا موثر کردار رہا ہے۔ ضیسورہ کے تمام معرکوں میں شامل رہا ہے۔ ڈمڈیل معرکہ میں وہ شدید زخمی ہوئے تھے۔ جہاد میں عملی کردار کے علاوہ غازیوں میں اجناس اور اسلحہ کی تقسیم کی ذمہ داری بھی بطریق احسن نبھائی۔ گورویک مرکز سے گڑھی وام تک توپ کے گولے پہچانے کے لئے کرائے کے اونٹوں کا بندوبست بھی آپ کے ذمہ تھا۔

انکے بھائی د عالم داد نے اسد خیل فرش پر ریڈیو منٹ کی گاڑی روکی اور اس پر فائر کر کے ہلاک کیا۔ ان پر جوائی فائر کیا گیا امیر عالائی زخمی حالت میں پڑے تھے ایک آفیسر نے لات مار کر کہا تھا کہ بوڑھا مر گیا۔ اس معرکہ میں قادر بھٹنی اور ایک سکھ صوبیدار سینہ با سینہ مل گئے اس نے قادر کو سخت تنگ کیا بعد میں انہوں نے اپنی پیٹھ سے چھری نکال کر سکھ صوبیدار کو قتل کر دیا۔ شاہ جانی گوریلہ کارروائیوں کے دوران چھوٹے چھوٹے پل کو ہم سے اڑانے کے لئے غازیوں تک فقیر ایپی کی ہدایات پہنچاتے۔ فقیر ایپی سے متعلق ایک سوال کے جواب

میں شاجائی کے بھتیجے ظریف خان نے کہا کہ خیسورہ معرکوں کے دوران وہ چھوٹا تھا اس لئے کچھ یاد نہیں لیکن بچپانے ہمیں بتایا کہ فقیر ایسی کارکنڑے میں سفید کپڑا پہنے ہوئے تھے۔ فرنگی آپ پر توپ چلا رہے تھے توپ کا گولہ فائر کرنے کے بعد اس جگہ پر گرد و غبار چھا جاتا تھوڑی دیر بعد فقیر ایسی اسی جگہ پھر نمودار ہو جاتے۔ آخر کار فرنگی تنگ آ گئے اور توپ چلانا بند کر دی تھوڑی دیر نہوت دست بدست لڑائی تک جا پہنچی مرہٹہ قبرستان میں جن علی خیل اور فرنگی ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے تھے۔ دو محسود آئے انہوں نے فرنگی کو قتل کیا اس سے اسلحہ چھین لیا اور جن علی اس کا کوٹ اتار کر لے گیا۔

ڈاول خان شہید

آپ کا تعلق محسود کے عبدالائے قبیلہ سے تھا ہائش بدر میں تیوہ میں تھی۔ آپ نے فرنگی کخلاف تقریباً ہر مشہور معرکہ میں شرکت کی ہے۔ ایک دفعہ مارچ ۱۹۴۳ء میں رزمک کیمپ کی فوج نے خماہ پہاڑ میں مشق کر رہی تھی۔ جب فوج واپس کیمپ جا رہی تھی تو محسود غازیوں نے ڈاول خان کی قیادت میں صبح ۹ بجے فوج پر اچانک ایسا ہلہ بول دیا کہ فوج نے اپنے زخمیوں کو چھوڑ کر کیمپ تک پہنچنے میں عافیت سمجھی۔ عصر کو جب فوج اپنے مردہ اور زخمی سپاہیوں کو اٹھانے آئی تو غازیوں نے فوج پر پھر پھر حملہ کیا۔ فوج کو کیمپ سے مدد پہنچی مگر دوسری طرف آس پاس کے گاؤں سے غازیوں کی مدد کیلئے بھی بہت سارے لوگ پہنچ گئے۔ شام کو غروب آفتاب کے وقت سینکڑوں لوگوں نے بھی فوج پر حملہ کر دیا۔ رات دس بجے تک سخت لڑائی جاری رہی آخر فوج نے واپسی میں عافیت سمجھی فوج کی طرف ۱۱۹ افراد جن میں ایک انگریز اور تین صوبیدار شامل تھے ہلاک ہوئے جبکہ غازیوں کی طرف سے ۹ شہید ہوئے ان میں ڈاول خان بھی شامل تھے۔ ڈاول خان کی شہادت اس طرح ہوئی کہ آپ کے پاس کار توں ختم ہو گئے تو آپ نے ہاتھ اوپر کر لئے فرنگی فوج نے سمجھ لیا کہ ڈاول خان گرفتاری دینا چاہ رہے ہیں لہذا سپاہیوں نے آپ کو گرفتار کرنا چاہا جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے چھری سے ان پر ایسے پھرتی سے حملہ کیا کہ ایک ہی وار میں چار سپاہیوں کو جہنم رسید کیا۔ پھر آپ کو گولی لگی اور موقع پر شہید ہو گئے۔

گل شاہ عالم محسود

گل شاہ عالم محسود کا تعلق مکین کے عبدالائے قبیلہ سے تھا۔ آپ نے وادی مکین کو فرنگی کے لئے گرم تنور بنا رکھا تھا۔ آپ کثرت سے رزمک دواء چند سڑک پر وارداتیں کرتے۔ ۱۵ اپریل ۱۹۴۲ء کو آپ نے خاصہ دار کے راشن ٹرک پر حملہ کر کے ٹرک کو آگ لگادی اور سارا سامان لے گئے۔ فرنگی نے عبدالائے کا جرمہ بلایا۔ جرمہ سے گل شاہ عالم محسود کی نیک چلنی کی ضمانت لی گئی۔ ضمانت کے بعد بھی آپ خفیہ طریقے سے حکومتی مخالف سرگرمیوں سے باز نہیں آئے لیکن فرنگی کو آپ کے بارے کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملا اس لئے آپ کو گرفتار کرنے یا ملکوں کے ذریعے دباؤ جیسے حربوں کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

اس مجاہد کے خون میں جذبہ آزادی سرایت کر چکا تھا۔ چنانچہ آزادی کے بعد جب کشمیری بھائیوں نے قبائل کو مدد کے لئے پکارا تو بہت سارے محسود قبائل نے لبیک کہتے ہوئے جہاد کشمیر میں شرکت کی۔ کشمیر کے جہاد میں ایک اندازے کے مطابق ایک ہزار محسود قبائل نے جام شہادت نوش کیا جن میں گل شاہ عالم خان محسود بھی شامل تھے۔ لیکن ان تمام میں بہادری کا جو مظاہرہ گل شاہ عالم نے کیا اس کے باعث پورے محسود قبائل میں آج بھی گل شاہ عالم کا ذکر بڑے فخر سے کیا جاتا ہے۔

غازی پیر گل محسود

پیر گل کا تعلق وادی مکین کے شمشک خیل قبیلہ سے تھا۔ مکین کے قبائل نے فرنگی کو ہمیشہ سے پریشانی میں مبتلا رکھا۔ تاہم ۱۹۴۱ء

میں یہاں کے قبائل نے وقتی طور پر فرنگی مخالف کارروائیاں ست کر دیں۔ پیر گل محسود کی رزمک کمپ میں دوکان تھی لیکن بعض ناپسندیدہ مخالف حرکات کے باعث فرنگی نے آپ کو وہاں سے نکال دیا۔ پیر گل کو فرنگی کی یہ حرکت ناگوار گزری لہذا انہوں نے بر ملا حکومت مخالف سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر لیا۔ ایک دفعہ لدھاسے کانوائے روانہ ہوا امر پیاہری مقام پر آپ نے اس پر فائرنگ کر کے شدید نقصان پہنچایا۔ اس طرح دوہ توئے کے مقام پر ایک اور کانوائے پر حملہ کیا اور اسے کافی نقصان پہنچایا۔ چند دن بعد سڑک بلاک کر دی اور ایک پل کو اڑا دیا فرنگی نے آپ کی مخالف کارروائیوں سے تنگ ہو کر مکین والوں کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ ٹانک اور جٹڈولہ میں مشران کیساتھ جرگہ کیا جس میں ان پر واضح کیا کہ تمام مفرور غیر مشروط طور پر ہمارے حوالے کر دو ورنہ ان تمام علاقوں پر جہاں مفروروں نے پناہ لے رکھی ہے بمباری کی جائے گی۔ جرگہ کی طرف سے جواب ملا کہ وہ نہ تو مفروروں کو حکومت کے حوالے کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے نیک چلن کی ضمانت دے سکتے ہیں۔ اس پر فرنگی نے مکین کے بعض گاؤں پر بمباری شروع کی جس پر مشران نے پیر گل کو حکومت کے حوالے کر دیا حکومت نے بعد میں فی فرد ایک ہزار روپیہ ضمانت لی اور انہیں رہا کیا گیا۔

حاجی زار گل خان بنوچی ساکن شاہ باز کلسی کلی

آپ فقیر ایپی کو پہلی بار ۱۹۵۹ء میں ملے تھے۔ ملنے سے پہلے ملاقات کی شدید خواہش تھی آپ نے دوسرے دوستوں سے مل کر بنوں سے دتہ خیل گاڑی میں گئے۔ ان کے ساتھ بنوں سے ایک دس سالہ چھ پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور ننگے پاؤں گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔ اس کے



حاجی زار گل انٹرویو دے رہے ہیں

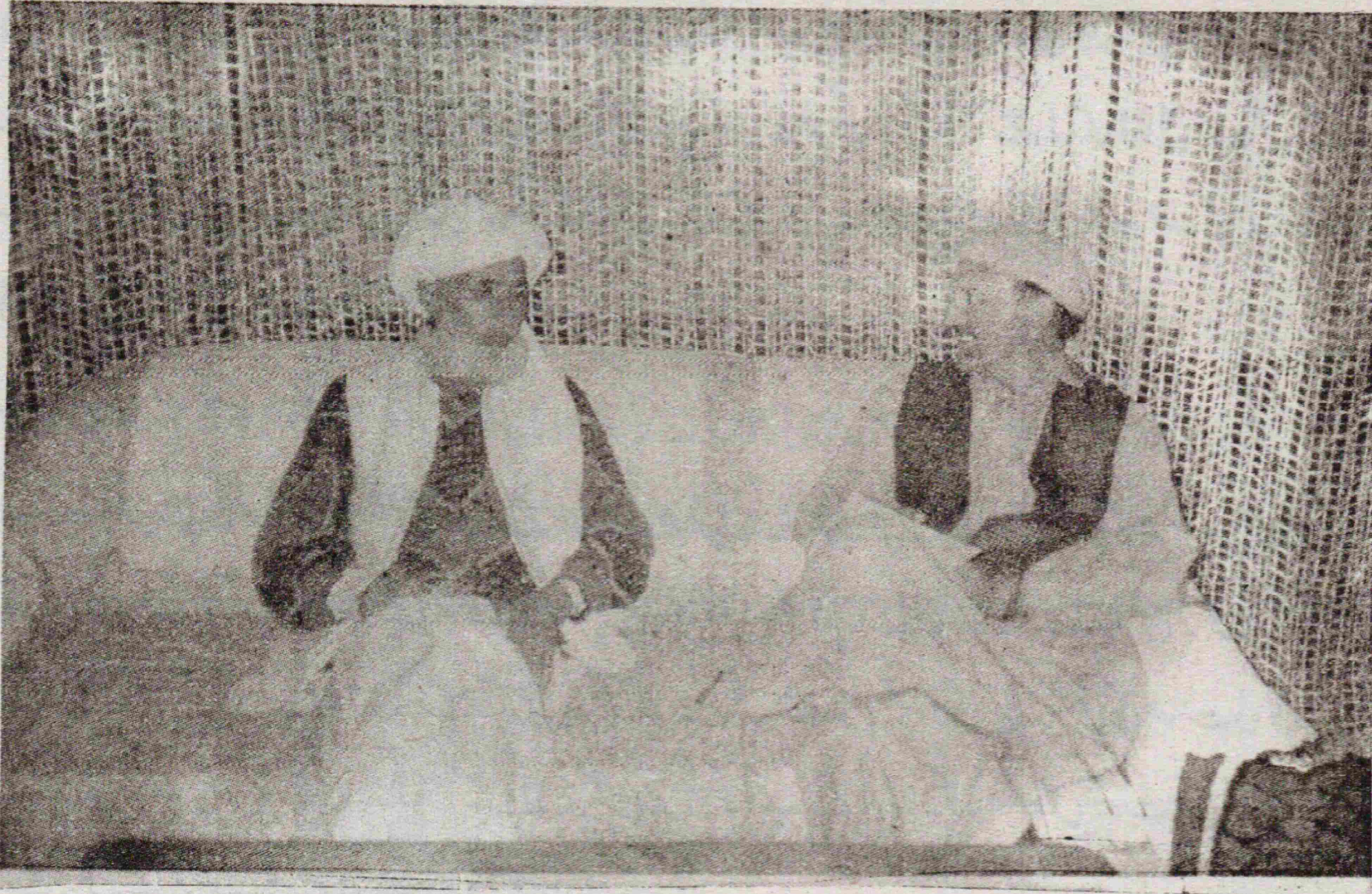
پاس کرایہ کے لئے رقم نہیں تھی مگر گاڑی والے نے اس سے پیسے نہیں لئے۔ میر انشاہ میں ایک وزیر نوجوان بھی ساتھ مل گیا۔ اس کے پاس ایک کتاب تھی اس کا کہنا تھا کہ وہ فقیر ایپی سے اس کتاب میں سے تعویذ دم وغیرہ کے لئے اجازت لیتی ہے۔ دتہ خیل میں رات قیام کیا۔ غازی حبیب الرحمن بھی ہمارے ساتھ تھے۔

صبح جاتے وقت ہمارے ساتھ بنوں کے بھرت کلی کے بزرگ بھی ان کے ساتھی بن گئے تھے۔ جب وہ ماموں زیارت پہنچے تو اس سفید ریش بزرگ نے کہا کہ ایک دفعہ فقیر ایپی سامنے پہاڑ کے دامن میں کھڑے تھے کسی نے آپ کو بتایا کہ گھڑ سوار فوج آرہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آنے دو۔ آپ نے ساتھی مجاہدین کو ہدایت کی کہ ساتھ والے پاؤں درخت میں سے لٹھیاں توڑو اور جب فرنگی فوج یہاں نیچے آئے تو لٹھیوں کو ان کی طرف کرو۔ جب فرنگی فوج پہنچی تو نہ جانے کہاں سے بھڑکا غول آیا اور فوج پر اتنا بھرپور حملہ کیا کہ فوج تتر بتر ہو گئی۔

آپ نے مزید بتایا کہ جب ہم لوگ گوروک پہنچے تو اطلاع ملنے پر فقیر ایپی نے ہمیں ملاقات کے لئے بلوایا میں اور کتاب والا نوجوان اکٹھے ملے پہلے نوجوان نے آنے کا مقصد بتاتے ہوئے کہا کہ مجھے اس کتاب میں سے تعویذ وغیرہ کیلئے آپ کی اجازت چاہیے فقیر ایپی نے کتاب

حاجی زار گل خان بنوچی سالن شاہ باز ککلی علی

آپ فقیر ایپی کو پہلی بار ۱۹۵۷ء میں ملے تھے۔ ملنے سے پہلے ملاقات کی شدید خواہش تھی آپ نے دوسرے دوستوں سے مل کر بنوں سے دتہ خیل گاڑی میں گئے۔ ان کے ساتھ بنوں سے ایک دس سالہ بچہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور ننگے پاؤں گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔ اس کے



حاجی زار گل انٹرویو دے رہے ہیں

پاس کرایہ کے لئے رقم نہیں تھی مگر گاڑی والے نے اس سے پیسے نہیں لئے۔ میرا نشانہ میں ایک وزیر نو جوان بھی ساتھ مل گیا۔ اس کے پاس ایک کتاب تھی اس کا کہنا تھا کہ وہ فقیر ایپی سے اس کتاب میں سے تعویذ دم وغیرہ کے لئے اجازت لیتی ہے۔ دتہ خیل میں رات قیام کیا۔ غازی حبیب الرحمن بھی ہمارے ساتھ تھے۔

صبح جاتے وقت ہمارے ساتھ بنوں کے بھرت کلی کے بزرگ بھی ان کے ساتھ بن گئے تھے۔ جب وہ ماموں زیارت پہنچے تو اس سفید ریش بزرگ نے کہا کہ ایک دفعہ فقیر ایپی سامنے پہاڑ کے دامن میں کھڑے تھے کسی نے آپ کو بتایا کہ گھڑ سوار فوج آرہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

کے ۵/۱ حصہ میں سے تعویذ وغیرہ کے لئے اجازت دے دی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ کتاب کا بقیہ حصہ غلط مقاصد کیلئے تعویذات پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد مجھ سے آنے کا مقصد پوچھا میں نے بتا دیا کہ آپ کا نام اور کارنامے کا ذکر سنا تھا اس لئے ملنے کی شدید خواہش تھی تب آپ نے فرمایا کہ کبھی کبھار آیا کریں۔ اس طرح جب سب کی باری ختم ہوئی تو سب کے ساتھ ملاقات فرمائی۔ آپ نے دس سالہ عزیز بچے کو چمڑے کے تھیلے میں سے بہت سارے روپے دیئے اور فرمایا ان پیسوں سے گاڑی کا آنے جانے کا کرایہ ادا کرو جو جگہ جائیں اس سے اپنے لئے کپڑا اور چپل خریدو باقی رقم گھر والوں کو دیدنا۔ ملاقات کے بعد فقیر ایپی کی ہدایت پر اسلحہ کا کارخانہ دکھایا گیا اور نہ اس کے دیکھنے کی اجازت نہیں تھی ہم جب رخصت ہو رہے تھے تو افغان حکومت کی طرف تین نمائندے آپ کو ملنے آگئے۔ ہم نے غازیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ فقیر ایپی سے گورو یک تک سڑک بنانے کی اجازت لینے کے لئے آئے ہیں لیکن فقیر ایپی نے اجازت نہیں دی۔

غازی عجم خان محسود

آپ کا تعلق محسود کے ذیلی اور بہادر قبیلہ شانی کے علاقہ پانے سے تھا۔ والد کا نام شیردل خان تھا آپ شروع سے غیر معمولی شجاعت کے باعث بڑے دلیر سمجھے جاتے فرنگی حکومت نے بھی آپ کی بہادری سے متاثر ہو کر خاصہ دارفوریس میں صوبیدار بھرتی کیا۔ جب فقیر ایپی نے تحریک جہاد شروع کی تو آپ کی بے پناہ مردانگی اور جذبہ ایمان سے عجم خان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ لہذا صوبیدار اور دیگر شان و شوکت کو ٹھکرا کر فقیر ایپی کے ساتھ شامل ہو گئے جہاد میں شمولیت کے بعد آخر تک دشمن کے خلاف ایسے بے جگری سے لڑے کہ ان کی بہادری کے کارنامے آج بھی مقامی لوگوں کی زبان پر ہیں قبائلی روایتی گیتوں میں اب بھی آپ کے کارنامے بڑے فخر سے گائے جاتے ہیں۔

غازی عجم خان کی مجاہدانہ زندگی کے کئی پہلو ہیں۔ تاہم آپ نے پولیٹیکل ایجنٹ ڈائلڈ سمعہ ایجنسی سر جن کو اغواء کر کے تاریخ میں ایسے لازوال کارنامے کا اضافہ کیا جس پر آج بھی پورے محسود قبائل کو فخر ہے۔ واقع یوں ہے کہ ڈائلڈ جنوبی وزیرستان کے پولیٹیکل ایجنٹ تھے۔ جون ۱۹۴۲ء میں وہ سکاؤٹس اور خاصہ دارفوریس کی معیت میں جنڈولہ رزمک سڑک کے معائنے پر نکلے۔ مروٹی کے قریب عجم خان کی کارکردگی میں غازیوں جن میں آپ کے دو بھائی امین جان اور بہادر بھی شامل تھے نے حملہ کیا۔ ایک رات سخت مقابلے کے بعد عجم خان نے ڈائلڈ کو سمعہ ایجنسی سر جن نذیر احمد بھٹہ اغوا کیا۔ ڈائلڈ کو شکستوں لے گئے اور ۱۲ دن تک یرغمال بنائے رکھا۔ فرنگی حکومت نے کئی بار بہت منت سماجت کی مگر آپ ڈائلڈ کی رہائی پر راضی نہ ہوئے۔ آخر چھ ہزار روپے کے عوض ڈائلڈ کو رہا کیا گیا۔ رہائی کے بعد چھ ہوائی جہازوں سے عجم خان کے گاؤں پر شدید بمباری کی گئی غازیوں نے ایک جہاز مار گرایا۔ علاقہ کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ڈائلڈ نے عجم خان کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ ان کی رہائی کے بعد بمباری نہیں کی جائے گی۔ اس لئے اس نے گورنر سرحد سے بمباری کے خلاف شکایت کی تھی جس پر گورنر نے اس پر سخت غصہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ آپ کی بزدلی کی وجہ سے فرنگی پر بدنامی کا ایسا داغ لگا ہے کہ اس کو مٹایا نہیں جاسکتا۔ اس پر ڈائلڈ استا دل برداشتہ ہوا تھا کہ اس نے خود کشی کر لی۔ حکومت نے اپنا نقصان شانی خیل قبیلہ کے ملازمین سے وصول کیا اور شانی خیل کے ملک پیر رحمان کو بھی گرفتار کیا اور اس سے تین لاکھ روپے ضمانت طلب کئے مگر ملک پیر رحمان نے ضمانت دینے سے انکار کیا۔ بعد میں ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت کے دوران رہائی ملی۔ اس عظیم مجاہد کے بارے میں مزید مستند اور تفصیلی معلومات صفحہ 398 اور اس کے آگے دی گئی ہیں۔

جر نیل ربنواز خان

آپ کا تعلق وزیر قبیلہ ابراہیم خیل سے تھا ہائش ضلع بنوں میں ابراہیم خیل کلی میں تھی والد کا نام میرزا علی خان تھا ضحورہ کے پہلے معرکہ میں فقیر ایپی کی روحانی قوت سے اتنے متاثر ہوئے کہ اس کے بعد آپ کی تحریک میں ایسے شامل ہوئے کہ آخر تک دشمن کے خلاف جہاد

کیلئے اپنے آپکو وقف کیا۔ کچھ مدت کیلئے بنوں کے قریب بادان کے مقام جہاد کامرکز قائم کیا اور فرنگی کے خلاف معاندانہ کارروائی شروع کی فقیر ایسی ”آپ کی شجاعت سے اتنے متاثر ہوئے کہ آپ کو جرنیل کا خطاب دیا۔ آپ کے دوسرے بھائی شیر علی خان نے دشمن کے خلاف تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا۔ جرنیل ربنواز نے آزادی کے حصول تک فقیر ایسی کی تحریک میں شاندار کردار ادا کیا اور گورویک مرکز سے زندگی کے آخری ایام تک ناطہ برقرار رکھا۔ اس مجاہد نے ۱۹۸۴ء میں وفات پائی۔

ملک ایوت بابا محسود

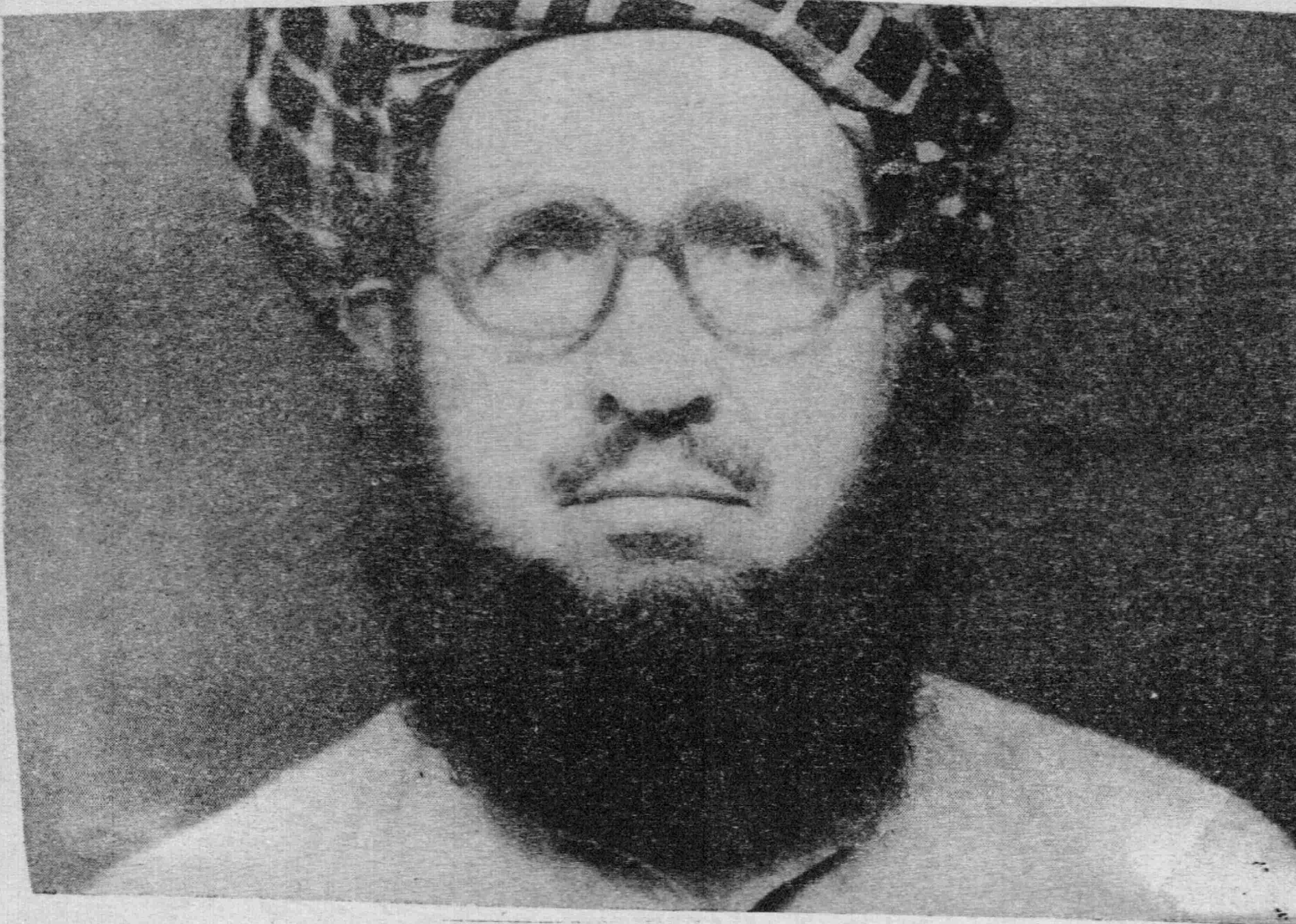
یہ محسود کے ذیلی قبیلہ مچی خیل موضوع خیضورہ سے تعلق رکھتے تھے اور مو میرہ میں آس کلی میں رہتے تھے۔ والد کا نام شاہ سلیم تھا۔ آپ بڑے مجاہد آدمی تھے پہلے فوج میں تھے۔ آپ بلوچ رجمنٹ میں صوبیدار تھے۔ بعد میں ملازمت چھوڑ کر کابل چلے گئے اور انگریزوں کے خلاف مخالف کارروائیوں میں مصروف رہے۔ ۱۹۲۳ء میں پھر فرنگی کیساتھ صلح کی اور آپ کو ۲ روپے کی خانی دی گئی۔ ۱۹۳۸ء میں بغدادی پیر کو اپنے گاؤں آنے کی دعوت دی اس کے بعد پھر سے فرنگی حکومت کے خلاف سرگرمیاں شروع کیں۔ دل میں جذبہ اسلام اور وطن کی ناموس کے باعث فرنگی کی مراعات کولات مادی۔ اس دوران فقیر ایسی کی تحریک سے اتنے متاثر ہوئے کہ اس میں ہمیشہ کے لئے شریک ہوئے۔ فرنگی نے آپ کو گرفتار کیا اور دوبارہ حکومت کی حمایت پر آمادہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر آپ کو مطیع بنانے میں ناکام رہے۔ آپ چونکہ فوج میں ذمہ دار پوزیشن پر رہ چکے تھے اس لئے جنگی حکمت عملی مرتب کرنے میں کمال درجہ مہارت حاصل تھی اور حکومت وقت کے خلاف آپ کا خفیہ گوریل کارروائیوں میں غیر معمولی کردار رہا۔ فقیر ایسی کی تحریک میں شمولیت کے بعد اکثر لڑائیوں میں شرکت کی جس کے باعث آپ کی عزت و وقار میں بڑا اضافہ ہوا۔ آزادی کے حصول کے بعد حکومت پاکستان کے وفادار بن گئے۔ ملک ایوت بابا نے بین القبائل معاملات و تنازعات نمٹانے میں بھی غیر معمولی کردار ادا کیا۔ ہمارے ہاں اب بھی ملک ایوت بابا کے لشکر بہت مشہور ہیں۔ انہوں نے محسود قبائل میں اتحاد و اتفاق کی خاطر جو کردار ادا کیا ہمارے سفیر ریش بزرگ اب بھی اس کی مثال اکثر دیتے ہیں۔ اس نامور مجاہد کا ۱۹۵۲ء میں انتقال ہوا۔

ملک ولی خون محسود

آپ کا تعلق محسود کے بھلو ازے قبیلہ موضع خیضورہ کے اور ٹرخیل سے تھا اپنے قبیلہ کے مشر تھے۔ دل میں ملت کا جذبہ اور اسلام کے ساتھ محبت کے باعث شروع سے آزادی کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا۔ یہ بہت بے باک، نڈر اور قومی ننگ کے حامل مشر تھے۔ فقیر ایسی کی تحریک جہاد فی سبیل اللہ سے آپ بھی بہت متاثر ہوئے۔ لہذا اس میں بھرپور طریقے سے حصہ لیا۔ انگریزوں کو خیضورہ ڈیڈیل، مکین اور شہور تنگی میں پے درپے شکستوں کا سامنا کرنا پڑا اس لئے انہوں نے فقیر ایسی کو نیست و نابود کرنے کا تہیہ کر لیا۔ چنانچہ فقیر ایسی جس علاقے میں جاتے فرنگی کے ہوائی جہاز برابر پیچھا کرتے اور پھر جو تباہی مچاتے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یعنی فقیر ایسی کا کسی بھی علاقہ میں جانا اس علاقے کی بربادی کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ ان حالات میں ملک ولی خون، ملک ایوت بابا اور ملا شیر علی خان نے فقیر ایسی کو اپنے علاقہ میں آنے کی دعوت دی۔ جس سے محسود قبیلہ میں فقیر ایسی کے اثر و رسوخ میں مزید اضافہ ہوا۔ فرنگی نے ملک ولی خون کو بہت ڈر لیا دھمکایا مگر آپ کو اپنا ارادہ بدلنے پر مجبور نہ کر سکے۔ علاوہ ازیں محسود قبیلہ کے قومی جریگوں میں بھی آپ کا بڑا متحرک اور بے باک کردار رہا ہے آپ جب بھی کسی بات کو حق بجانب سمجھتے پھر اس کا بڑا اظہار بھی کرتے اس لئے آپ علاقہ میں بہت مقبول تھے۔

مولانا گل محمد سپین وادی

آپ کا تعلق طوری خیل قبیلہ کی شاخ میر علی سے ہے سپین وادی میں رہائش پذیر ہے۔ والد کا نام سید خان تھا۔ آپ ۱۹۲۳ء میں پیدا



ہوئے۔ دینی علوم کے ساتھ
بے پناہ شوق کے باعث کم عمری
میں امامت کی سند حاصل کی
۔ مولانا گل محمد کے خاندان
کا تحریک جہاد میں گراں قدر
خدمات ہیں۔ آپ کے چچا ملک
گلا جان نے فقیر ایپی کی
تحریک میں شروع سے بھرپور
شرکت کی اور غازی میر جان
کے ساتھ فرنگی مظالم کے
خلاف ستر بار ہجرت بھی کی۔

مولانا گل محمد کے خون میں آزادی کی تڑپ شروع سے تھی لہذا دینی علوم سے فراغت کے بعد جہاد فی سبیل اللہ میں آخر تک شریک کار رہے۔
آپ نے فقیر ایپی کی ذاتی زندگی اور بالخصوص جہاد کی تنظیم سازی کے بارے میں بہت مفید معلومات فراہم کی۔ آپ نے ہندو قلم ہردو
ہتھیاروں سے انگریز کے خلاف جاری جہاد میں انمول کردار ادا کیا ہے۔ آپ کے گھر پر فرنگی فوج نے حملہ کر کے اسے مسمار کیا۔ آپ کی مجاہدانہ سر
گرمیوں سے فقیر ایپی اتنے متاثر ہوئے کہ آپ کو جمعیت العلماء گورویک کا سیکرٹری جنرل مقرر کیا اور بعد میں گورویک مرکز سے شائع ہونے
والے اخبار ”پشتون انزا“ کا مدیر بھی مقرر کیا۔ آپ کو پشتو کے علاوہ فارسی اردو اور عربی زبانوں پر مکمل عبور حاصل ہے تاہم خط و کتاب اکثر پشتو
میں تحریر کیا کرتے ہیں آپ بہترین مقرر بھی ہیں۔ اپنے علاقے کے مذہبی و سماجی معاملات میں بھی آپ کا بڑا متحرک کردار ہے۔ مزید برآں بین
القباہل معاملات و تنازعات میں بھی امیر نیاز علی کے معاون کی حیثیت سے آپ کا غیر معمولی کردار ہوتا ہے میں نے اپنی تحقیق مقالے کے دوران
بعض معاملات کے بارے میں آپ سے کافی رہنمائی حاصل کی ہے۔

ظہور الدین / اور نگزیب خان محسود



ظہور الدین کی جوانی کی تصویر

آپ کا تعلق محسود کے شمن خیل قبیلہ سے ہے۔ والد کا نام محمد رمضان خان
رمضانی تھا۔ جس کا فرنگی راج کیخلاف آزادی کے حصول میں گرانقدر خدمات ہیں۔
محمد رمضان کے دو بھائی فرمان اللہ خان المعروف خٹائی اور سادے خان کا بھی تحریک
آزادی اور اپنے قبیلے کے معاملات و تنازعات نمٹانے اور اتحاد و اتفاق میں بلاشبہ غیر
معمولی کردار رہا ہے۔ یہ شمن خیل قبیلہ کے سردار تھے۔ انگریزوں نے محمد رمضان
خان کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے خاصہ دارفارس میں صومیدار بنایا اور ٹانک میں ایک
مکان بھی دیا۔ اس کے باوجود محمد رمضان خان کے دل میں آزادی کا جذبہ کوٹ کوٹ
کر بھرا ہوا تھا۔ جب غازی امان اللہ خان نے افغانستان کی آزادی کا اعلان کیا تو آپ
نے سب کچھ چھوڑ کر اس میں شمولیت اختیار کی جہاد میں غیر معمولی کردار کے باعث



ہوئے۔ دینی علوم کے ساتھ
بے پناہ شوق کے باعث کم عمری
میں امامت کی سند حاصل کی
۔ مولانا گل محمد کے خاندان
کا تحریک جہاد میں گراں قدر
خدمات ہیں۔ آپ کے چچا ملک
گلا جان نے فقیر ایپی کی
تحریک میں شروع سے بھرپور
شرکت کی اور غازی میر جان
کے ساتھ فرنگی مظالم کے
خلاف سربار ہجرت بھی کی۔

مولانا گل محمد کے خون میں آزادی کی تڑپ شروع سے تھی لہذا دینی علوم سے فراغت کے بعد جہاد فی سبیل اللہ میں آخر تک شریک کار رہے۔
آپ نے فقیر ایپی کی ذاتی زندگی اور بالخصوص جہاد کی تنظیم سازی کے بارے میں بہت مفید معلومات فراہم کی۔ آپ نے ہندو قلم ہردو
ہتھیاروں سے انگریز کے خلاف جاری جہاد میں انمول کردار ادا کیا ہے۔ آپ کے گھر پر فرنگی فوج نے حملہ کر کے اسے مسمار کیا۔ آپ کی مجاہدانہ سر
گرمیوں سے فقیر ایپی اتنے متاثر ہوئے کہ آپ کو جمعیت العلماء گورویک کا سیکرٹری جنرل مقرر کیا اور بعد میں گورویک مرکز سے شائع ہونے
والے اخبار ”پشتون انزا“ کا مدیر بھی مقرر کیا۔ آپ کو پشتو کے علاوہ فارسی اردو اور عربی زبانوں پر مکمل عبور حاصل ہے تاہم خط و کتاب اکثر پشتو
میں تحریر کیا کرتے ہیں، آپ بہترین مقرر بھی ہیں۔ اپنے علاقے کے مذہبی و سماجی معاملات میں بھی آپ کا ہوا متحرک کردار ہے۔ مزید برآں بین
القباہل معاملات و تنازعات میں بھی امیر نیاز علی کے معاون کی حیثیت سے آپ کا غیر معمولی کردار ہوتا ہے میں نے اپنی تحقیق مقالے کے دوران
بھس معاملات کے بارے میں آپ سے کافی رہنمائی حاصل کی ہے۔

ظہور الدین / اور نگزیب خان محسود



ظہور الدین کی جوانی کی تصویر

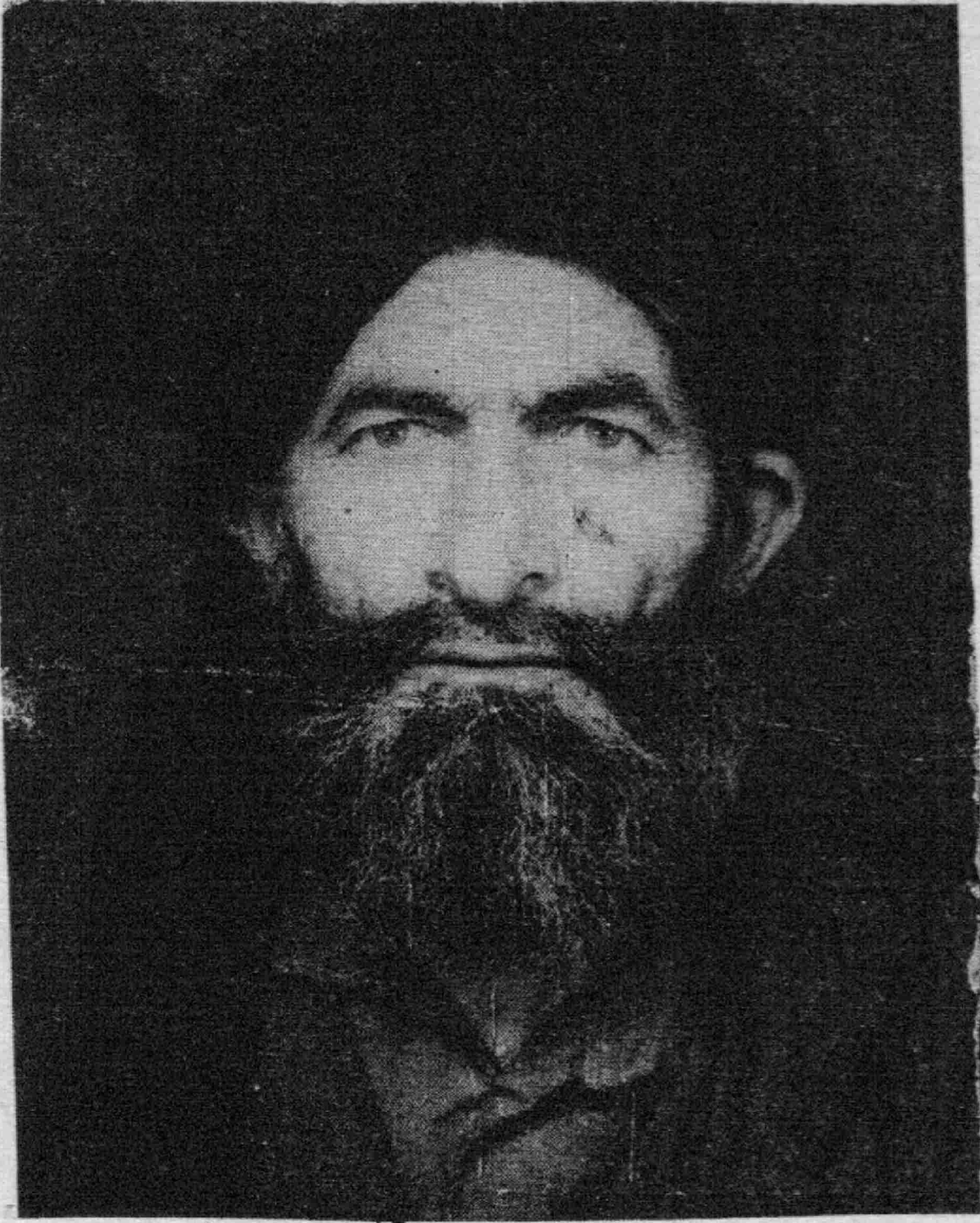
آپ کا تعلق محسود کے شمن خیل قبیلہ سے ہے۔ والد کا نام محمد رمضان خان
رمضانی تھا۔ جس کا فرنگی راج کیخلاف آزادی کے حصول میں گرانقدر خدمات ہیں۔
محمد رمضان کے دو بھائی فرمان اللہ خان المعروف خٹائی اور سادے خان کا بھی تحریک
آزادی اور اپنے قبیلے کے معاملات و تنازعات نمٹانے اور اتحاد و اتفاق میں بلاشبہ غیر
معمولی کردار رہا ہے۔ یہ شمن خیل قبیلہ کے سردار تھے۔ انگریزوں نے محمد رمضان
خان کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے خاصہ دارفوس میں صوبیدار بنایا اور ٹانک میں ایک
مکان بھی دیا۔ اس کے باوجود محمد رمضان خان کے دل میں آزادی کا جذبہ کوٹ کوٹ
کر بھرا ہوا تھا۔ جب غازی امان اللہ خان نے افغانستان کی آزادی کا اعلان کیا تو آپ
نے سب کچھ چھوڑ کر اس میں شمولیت اختیار کی جہاد میں غیر معمولی کردار کے باعث

آپ کو افغانستان کا اعزازی نائب سپہ سالار مقرر کیا۔ بہادری اور جوانمردی کے علاوہ محمد رمضان خان بہت پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کے دو بیٹے ظہور الدین اور اورنگزیب خان تھے۔ آپ کے انتقال پر بڑے بیٹے ظہور الدین کو افغانستان میں والی کی ذمہ داری سونپی گئی۔ جبکہ چھوٹے بیٹے کو شمن خیل قبیلہ کی سرداری کی پگڑی ملی۔ آپ کے والد تلوار کے غازی تھے مگر آپ دونوں قلم کے غازی بنے۔ فقیر ایپی کی تحریک جہاد میں قلمی جہاد کا فریضہ ادا کیا۔

ظہور الدین پشتون قوم اور بالخصوص وزیرستان کے قبائل میں اتحاد و یکجہتی برقرار رکھنے، پشتونوں سے متعلق اطلاعات اور معلومات کو دیگر پشتون علاقہ تک بہم پہنچانے اور ان میں اسلامی، ملی اور ثقافتی اقدار کے تحفظ کا جذبہ ابھارنے اور وقتاً فوقتاً رونما ہونے والے واقعات اور حالات کے بارے میں پشتونوں کے موقف اور پروگرام کو عوام تک پہنچانے کے لئے مرکز گورویک سے ۱۹۴۹ء میں ”آزاد پشتونستان“ کے نام سے ہفت روزہ مجلہ جاری کیا۔ انہوں نے افغانستان میں تعلیم حاصل کی۔ فارسی اور پشتو زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔ پشتونستان مجلہ پشتو میں شائع ہوتا تھا۔ افغانستان نے اس کیلئے پرنٹنگ مشین دی تھی۔

غازی حاجی محمد آمین خان

آپ کا تعلق قبیلہ طوری خیل کی شاخ بولی سے تھا۔ شام میں رہائش تھی۔ آپ کے والد کا نام حسن خان تھا جنہوں نے خیبر پختونخوا کے تمام



غازی حاجی محمد آمین خان

معرکوں میں حصہ لیا۔ مسوکی ٹلگی خیبر پختونخوا میں سمعہ زار بادشاہ دینور جام شہادت نوش کیا۔ حسن خان کی شہادت کے موقع پر غازی محمد آمین نے قسم کھائی کہ دشمن سے ایسا بدلہ لیں گے کہ سارے لوگ یاد رکھیں گے۔ 30 سال کی عمر میں جہاد میں عملی شرکت کی۔ کئی معرکوں میں حصہ لیا۔ ڈزرائی اور سرولی کی جنگوں میں بہادری کے جوہر دکھا کر سات سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کی زندگی کا سخت ترین معرکہ گڈ اور کی جنگ تھا۔ اس معرکہ کے دوران کل 60 غازیوں نے شہادت پائی جبکہ دشمن کے بہت سارے سپاہیوں کو جہنم رسید کیا اور ایک ہوائی جہاز کو بھی مار گرایا۔ فقیر ایپی کی تحریک میں اس خاندان کا بہت بڑا کردار رہا ہے۔ جہاد کے علاوہ فقیر ایپی کی بہت خدمت کی۔ اکثر مواقعوں پر فقیر ایپی کو پیٹھ پر اٹھا کر لے جایا کرتے تھے۔ جہاد کے علاوہ اپنے قبیلہ کے معاملات و تنازعات نمٹانے میں بھی غازی محمد آمین

کا غیر معمولی کردار رہا ہے۔ آخری وقت میں پاؤں میں تکلیف کے باعث چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہے اور آخر کار اس مرد مجاہد نے 19 ستمبر 1991ء کو وفات پائی۔

غازی عید حسن طوری خیل

آپ کا تعلق موضع سپین وام کے قبیلہ طوری خیل شاخ میر علی سے تھا۔ ۱۹۳۶ء میں فرنگی کے خلاف جہاد جب شروع ہوا تو آپ نے اس میں بھرپور شرکت کی۔ غیسورہ کی تمام جنگوں میں شرکت کر کے جس دلیری سے لڑے اس کے باعث بہت نامور غازی کا درجہ حاصل کیا۔ ڈمڈیل کے مشہور معرکہ میں بھی شرکت کی۔ آپ کے بدن پر فرنگی سپاہیوں کی گولیوں اور سنگینوں کے کئی نشانات تھے۔ آپ کے بارے میں عظیم خان طوری خیل نے بتایا کہ دو سلی قلعہ میں ایک ہندو سپاہی تھا۔ ایک دن وہ وہاں سے فرار ہوا اور فقیر ایپی کے پاس گڑھی وام شام پہنچا۔ فقیر ایپی نے آپ کا نام دین روشن رکھا۔ غازی عید حسن کی کوئی اولاد نہیں تھی اس لئے انہوں نے دین روشن کو منہ بولا بیٹا بنایا بعد میں

اس کی شادی کی۔ اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے دیئے آج کل سپین وام میر علی میں رہائش پذیر ہیں اور میر علی اڈہ میں دوکان ہے ایک کانام بادشاہ خان اور دوسرے کانام آزاد خان ہے عظیم خان نے یہ بھی بتایا کہ عید حسن نے اپنے بھائیوں کی تاکید کی تھی کہ انہیں جائیداد میں حصہ دیا جائے مگر عید حسن کے انتقال کے بعد ان کے بھائیوں نے جائیداد میں حصہ نہیں دیا۔

غازی گاگو طوری خیل

آپ کا تعلق سپین وام طوری خیل قبیلہ سے تھا۔ والد کانام عباس خان تھا۔ آپ بڑے دلیر اور بہادر جوان تھے۔ فقیر ایپی کی تحریک جہاد فی سبیل اللہ میں ابتدائی دنوں سے شریک کار رہے۔ آپ زبردست نشانہ باز تھے۔ ۲۶ جون ۱۹۳۹ء کو گاگو نے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ میر علی کمپ پر حملہ کیا۔ یہ حملہ اتنا منظم طریقے سے کیا گیا کہ کمپ کے ایک نہایت محفوظ جگہ سے مال برداری کے ۳۳ اونٹ لے گئے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی۔ فرنگی گاگو کے اس جرات مندانہ حملہ پر بہت حیران بھی ہوئے اور شرمندہ بھی۔ لہذا آپ کو گرفتار کرنے کا پروگرام بنایا مگر بے سود۔ اس کے علاوہ علاقے کے مشہور معرکوں میں گاگو نے اپنے ساتھیوں سمیت شرکت کی۔ دیگر گوریلا کارروائیوں میں بھی آپ کا غیر معمولی کردار رہا ہے۔ آپ پھر تیلے اور جو شیلے جوان تھے اور غازیوں کو حکومت مخالف سرگرمیوں پر اکسانے میں بڑا متحرک کردار ادا کیا ہے۔ فقیر ایپی کے سپاہی کی حیثیت سے آزادی کے حصول تک سپین وام اور اس سے ملحقہ علاقوں میں فرنگی کے لئے پریشانی کا باعث بنے رہے۔ آزادی کے بعد حکومت پاکستان کے وفادار بنے لیکن آپ کا جلد ہی انتقال ہو گیا۔ آپ کے نام ایک دوسرا غازی گاگو بھی تھا جو بہت بہادر تھا۔ ان کا اصلی نام سواد میر تھا لیکن گاگو کے نام سے مشہور تھا۔ وہ خدی کلی داوڑ کار بنے والا تھا۔

مولوی محمد طاہر شاہ

آپ رزمک کے بورہ خیل وزیر تھے۔ مگر بعد میں سروہی میں سکونت اختیار کی۔ آپ جب دینی علوم سے فارغ ہوئے تو خدی کلی داوڑ میں تین سال تک درس و تدریس کی خدمات سرانجام دیں۔ آپ تلوار اور قلم دونوں کے مجاہد تھے۔ فارسی، عربی اور پشتو زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔ آپ نے خپلو ا کئی جھگڑے کے نام سے پشتو زبان میں ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ جس میں تقریباً تمام معرکوں کے بارے میں بہت مختصر مگر قیمتی معلومات درج ہیں۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ بعض اوقات لڑائی کے دوران لکھنے بیٹھ جاتے تھے۔ آپ شروع سے فقیر ایپی کی تحریک جہاد میں شریک رہے۔ ابتدائی دنوں میں فرنگی کے خلاف جو جلسے یا جلوس ہوتے ان میں بھی آپ نے بڑا متحرک اور جو شیلہ کردار ادا کیا۔

آپ کے بارے میں مشہور کتاب ”وزیرستان“ کے مؤلف جناب لائق شاہ درپہ خیل کا کہنا ہے کہ آپ نے ”خپلو ا کئی جھگڑے“ کتاب لکھ کر بلاشبہ وزیرستان کے قبائل پر بڑا احسان کیا ہے۔ اگر وہ مجھے کتاب کا مسودہ نہ دیتے تو میں ”وزیرستان“ کو لکھنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ دراصل آپ کی کتاب سے متاثر ہو کر میں نے ”وزیرستان“ لکھنے کا فیصلہ کیا۔ مولوی صاحب نے اپنے علمی شوق اور مجاہدانہ زندگی کے باعث شادی نہیں کی اور نہ دنیاوی معاملات میں دلچسپی لی۔ اپنے آپ کو جہاد کیلئے وقف کیا ہوا تھا۔ جہاد کے بعد عمر کے آخری ایام میں علمی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ نومبر ۱۹۹۲ء میں وفات پائی اور سروہی میں سپرد خاک کیا گیا۔

خلیفہ محمد آمین

خلیفہ محمد آمین بنوں میں موضع حسن خیل تاجینی کے رہنے والے تھے۔ علاقے میں خاصا اچھا اثر رسوخ تھا۔ اسلامی ملی ملی واقعہ کے بعد فرنگی کے خلاف سخت نفرت پیدا ہوئی۔ لہذا جب فقیر ایپی نے جہاد کا اعلان کیا تو آپ نے اس میں شمولیت اختیار کی۔ غیسورہ کے معرکوں میں

شریک رہے۔ بنوں میں فقیر ایپی کی تحریک جہاد کے لئے چندہ اور اناج جمع کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۳۶ء میں دوستوں کے ہمراہ اپنے گاؤں گئے۔ کسی نے فرنگی حکومت کو مخبری کی۔ پولیس نے رات کو آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ صبح جب آپ کو پتہ چلا تو ان کے خلاف جنگ شروع کی۔ سپاہیوں نے آپ پر دستی بموں سے حملہ کیا آپ دستی بموں کو پکڑ کر سپاہیوں کی طرف واپس پھینک دیتے۔ آپ نے سپاہیوں پر فائرنگ شروع کی۔ اس موقع پر فرنگی کمانڈنگ اور خلیفہ محمد آمین کے درمیان دلچسپ جملوں کا تبادلہ بھی ہوا۔ مثلاً کمانڈنگ آفیسر نے کہا تھا کہ آج آپ کو پتہ چل جائے گا کہ کن لوگوں کے ساتھ واسطہ پڑا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے کہا تھا کہ تم بھی یاد رکھو گے کہ یہاں بھی کس شیر کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑا؟ یہ کہتے ہوئے کمانڈنگ آفیسر پر فائر کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور تین سپاہیوں کو ہلاک اور ایک کو زخمی کیا۔ اس موقع پر آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ آپ کی بہادری کے بارے میں کئی دل ہلا دینے والے ٹپے (روایتی گیت) مشہور ہیں۔ اس واقعہ کے بعد خلیفہ کے بیٹے محمد غلام نے مخبری کرنے والے آدمی کو ہلاک کیا اور گورو یک بھرت کی۔ غلام محمد کا ۱۹۸۳ء میں انتقال ہوا۔

غازی بابو محمود الحسن

آپ کا تعلق ڈیرہ اسماعیل خان کے موضع پہاڑ پور سے تھا۔ آپ کو پشتو اور سرائیکی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کی تھی۔ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۴۰ء تک محکمہ پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف میں کلرک رہے۔ ۱۹۴۰ء میں دہ خیل قلعہ تبدیل ہوئی۔ فقیر ایپی کی تحریک سے بے حد متاثر ہوئے۔ دل میں اسلامی جذبہ پیدا ہوا اور اگست ۱۹۴۰ء میں ایک رات قلعہ سے فرار ہوئے اور نزدک گاؤں پہنچے۔ وہاں مولوی محمد وارث شاہ کے پاس دو ماہ رہے۔ اس کے بعد گورو یک مرکز چلے گئے اور وہاں سے فقیر ایپی کی ہدایت سے مجاہدین میں شامل ہوئے اور وزیر محسود اور داؤد علاقوں میں کئی معرکوں میں حصہ لیا۔ آپ کو توپ چلانے میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ خدر خیل موضع میں شادی کی۔ آزادی کے حصول تک فقیر ایپی کی تحریک میں بڑا کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۳ء میں حکومت پاکستان کے ساتھ صلح کی اور پھر اپنے آبائی گاؤں میں واپس آئے۔ یہاں رشتہ داروں کا برتاؤ اچھا نہ تھا اس لئے پھر سوارونہ کلی شمالی وزیرستان واپس لوٹ آئے۔

غازی میر اعظم

میر اعظم کا تعلق ضلع میانوالی کے موضع کمر مشانی سے تھا۔ اصل نام عبدالغفار تھا والد کا نام مولوی یاد محمد تھا۔ میر اعظم فوج میں سپاہی بھرتی ہوا اور درہ تنگ پچٹ میں تعیناتی ہوئی۔ آپ کا تعلق مذہبی گھرانے سے تھا لہذا فرنگی کے خلاف فقیر ایپی کی تحریک سے متاثر ہوئے۔ ۱۹۴۳ء میں بمعہ اسلحہ فرار ہوئے اور شمالی وزیرستان آئے۔ فقیر ایپی ان دنوں ارسل کوٹ میں تھے یہاں آپ سے ملاقات کی اس کے بعد تقریباً تمام معرکوں میں بھرپور شرکت کی۔ آپ بہت بہادر اور دلیر جوان تھے۔ آزادی کے بعد ضلع بنوں کے موضع بکا خیل میں شادی کی اور پلائی گاؤں میں سکونت اختیار کی۔

غازی صالح خان طوری خیل

آپ فقیر ایپی کے رشتہ دار تھے۔ عمر رسیدہ اور نڈر مجاہد تھے۔ فقیر ایپی کے اعلان جہاد کے بعد فرنگی نے آپ کو گرفتار کیا۔ ریڈیڈنٹ نے آپ کو بتایا کہ فقیر ایپی کو سمجھاؤ کہ وہ حکومت کے خلاف تقریروں اور جلسوں کے ذریعے لوگوں کو سازش پر تیار کرنا چھوڑ دیں۔ اس کو ہم لنگر کے لئے بہت بڑی دولت دیں گے۔ چونکہ ہم دوسرے پیروں اور فقیروں کو لنگر کیلئے رقم دیتے ہیں۔ مجاہد صالح خان نے جواب دیا کہ وہ دوسرے فقیروں کی طرح نہیں اس لئے انکو اسکے حال پر چھوڑ دو۔ اس پر ریڈیڈنٹ نے سیخ پا کر ہو کر کہا کہ اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو ہم انہیں نیست و نابود کر دیں گے۔ اسکے جواب میں صالح خان نے کہا کہ اگر آپ لوگوں نے اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو تمہیں لوہے

کے چنے چبانے پڑیں گے۔ چونکہ وہ دوسرے فقیروں کی طرح نہیں اور انکے ساتھی بھی نعرے لگانے یا حق ہو کہنے والی نہیں بلکہ وہ ٹخنوں (گولی کی آواز) کو پسند کرنے والے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو فقیر کے مرید نہیں بلکہ غازی کہتے ہیں۔ صالح خان کو میر علی کیمپ میں نظر بند کیا اور یہ بھی بتایا گیا کہ ایک ہفتہ کے اندر فقیر ایپی کو فوج گرفتار کر کے تمھارے سامنے میر علی کیمپ میں لے آئے گی۔ انگریزوں نے طور ی خیل ملکوں سے کہا کہ فقیر ایپی کو گرفتار کر کے ہمارے پاس لے آئیں۔ ملکوں نے معذوری ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ حکومت کے پاس بڑی فوج ہے خود گرفتار کرو۔ بات چیت اور ڈرانے دھمکانے میں ناکامی کے بعد فرنگی فوج نے خیسورہ پر چڑھائی کی۔ تفصیل پہلے دی گئی ہے۔ بہر حال خیسورہ کی پہلی لڑائی کے بعد صالح خان کو فقیر ایپی سے مصالحت کے خیال سے رہا کیا۔ مگر فقیر ایپی میدان عمل میں نکلے تھے اس لئے ان کو اپنے ارادے بدلنے پر دنیا کی کوئی چیز مجبور نہ کر سکی۔

خلیفہ میر شاہ جہان

آپ عمل خون حکیم خیل داوڑ کے بیٹے تھے۔ والد نے ہمزونی سے خٹی کلی داوڑ میں ہجرت کی اور شودی خیل کے ساتھ ہمسایہ کی حیثیت سے سکونت اختیار کی۔ یہاں داوڑ بیوی سے میر شاہ جہان پیدا ہوئے۔ آپ چھن سے بڑے بہادر تھے۔ جب فقیر ایپی نے جہاد کا اعلان کیا تو آپ لبیک کہتے ہوئے اس میں شریک ہوئے اور تقریباً تمام معرکوں میں حصہ لیا۔ وہ شودی خیل کے ساتھ اکثر گوریلا کارروائیوں میں شریک ہوئے۔ آپ فطرتاً ہی طبیعت کے مالک تھے۔

جرنیل شودی خیل کی شہادت کے بعد میر شاہ جہان نے خفیہ کارروائیوں کے ذریعے انگریز کو سخت پریشانی میں رکھا۔ آپکے بارے میں پولیٹیکل ایجنٹ نے ۱۹۴۰ء کی ایڈمنسٹریشن رپورٹ میں لکھا کہ فقیر ایپی کے خلفاء کو داوڑ کی سرزمین پر مکمل حفاظت حاصل ہے۔ شودی خیل کی موت کے بعد اسکے بھائی ولی خیل جو خاصہ دار کا صوبیدار ہے۔ حکومت مخالف سرگرمیاں شروع کر رکھی ہیں اور اپنے ساتھی خلیفہ میر شاہ جہان کے تعاون سے داوڑ کے علاقہ میں خوف و ہراس کی فضاء قائم کی ہے۔ فرنگی مخالف کارروائیاں میر شاہ جہان کے روزمرہ پروگرام کے معمول میں شامل ہیں۔ آخر حکومت نے بااثر مجبوری مارچ ۱۹۴۱ء میں داوڑ جرگہ بلایا اور سختی سے تاکید کی کہ میر شاہ جہان اور ولی خیل یا تو حکومت سے صلح کرنے پر مجبور ہو کر ہمزونی سے باہر نکال دے ورنہ حکومت ایک دفعہ پھر فوج کشی پر مجبور ہو جائے گی

میر شاہ جہان نے فرنگی دھمکی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے مخالفانہ سرگرمیاں مزید تیز کر دیں۔ کبھی ٹیلیفون کی تار کاٹتے، کبھی سڑک یا پل کو ناکارہ بناتے، کبھی فرنگی پمٹ یا قلعہ پر حملہ کرتے اور کبھی کبھار سرکاری ملازمین کو بھی اغواء کر لیتے۔ آپ کی ترغیب پر منظر خیل اور خدر خیل وزیر نے خاصہ دار پکٹوں کو خالی کیا اور غازیوں میں شامل ہو کر پکٹوں کو جلا ڈالا۔ ان ہنگاموں کے دوران صوبیدار ایم خان منظر خیل کا بیٹا بھی غازیوں سے جا ملا۔ ان صورت حال کے بارے میں خفیہ رپورٹ میں یوں تبصرہ کیا گیا ہے۔ شودی خیل کا جن میر شاہ جہان کے سر بیٹھ گیا ہے۔ جس نے خاصہ دار پکٹوں کو جلا نا اور بدوق چھیننا اپنا مشغلہ بنایا ہوا ہے۔ آپ کی کسی نے مخبری کر دی لہذا ۱۹۴۱ء میں ہمزونی میں موضع الصیارہ میں اس مرد مجاہد کو شہید کر دیا گیا۔

غازی ضمیر شاہ

غازی ضمیر شاہ اصل میں عیدک سے تعلق رکھتے تھے مگر آپ کے والد خوگلی شاہ نے درپہ خیل میں لائق شاہ کے والد کے ہاں ہجرت کی۔ یہاں ضمیر شاہ پیدا ہوئے۔ اس نے جوانی میں ہی فقیر ایپی کے عالمگیر تحریک میں شمولیت اختیار کی آپ رباب کے بے حد شوقین تھے لائق شاہ کے بھول اکثر غزوات میں رباب ساتھ رکھتے۔ اکثر موقعوں پر رباب کیساتھ قبائلی جوش و جذبے والے ٹپے گاتے جس سے غازیوں میں وطن اور اسلام کی خاطر مرنے کا جذبہ تازہ ہو جاتا۔ ان کے اپنے جتھے کے غازیوں کے ساتھ دل وابستگی کا یہ حال تھا کہ ان کے بعض

دوستوں نے جب جام شہادت نوش کیا تو آپ اس پر اتنے رنجیدہ ہوئے کہ جوانی میں ہی بیمار پڑ گئے۔ اس طرح طویل عرصہ تک بیمار رہے۔ آخر کار ۱۹۵۷ء میں انتقال کر گئے۔ ان کے بال بچے اب بھی درپہ خیل میں ہیں بلکہ درپہ خیل میں ایسے گڈمڈ ہوئے ہیں کہ وہ خود اپنے آپ کو درپہ خیل تصور کرتے ہیں۔

غازی غنم رنگ

یہ ارغوند کلی کے داؤڑ قبیلہ کی شاخ ماما خیل سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر ہائش درپہ خیل میں تھی اس نے فقیر ایپی کی تحریک جہاد سے پہلے ۱۹۱۹ء میں محمود قبیلہ کے خلاف مشہور غزوات میں شامل رہے اور ۱۹۲۹ء میں نادر خان کی حمایت میں چھ سقہ کے خلاف جنگ میں بھی حصہ لیا۔ ۱۹۳۶ء میں خیوسرہ کی تمام لڑائیوں میں شرکت کر کے بڑا فعال کردار ادا کیا۔ بعد کے غزوات میں بھی شریک کار رہے۔ آپ ہمیشہ غازی امان اللہ کی مجاہدانہ وردی پہنتے اور بغل میں تلوار لٹکتی رہتی۔ فقیر ایپی کے جلسوں یا جرجوں میں تلوار نیام سے نکال کر پھرایا کرتے اور جاسوسوں پر کڑی نظر رکھتے۔ جاسوس جب آپ کو دیکھتے تو چہرے زرد پڑ جاتے۔ اس لئے وہ باآسانی پہچان لیتے اور پکڑ لیتے۔ قیام پاکستان کے بعد اس بہادر اور نامور غازی نے افغان علاقہ نریرے کے مقام پر وفات پائی۔

خلیفہ چلگائی خان

آپ کا تعلق داؤڑ قبیلہ کے موضوع ہمزونی کے غزان کلی سے تھا، اصلی نام محمد غلام تھا۔ والد کا نام پیر غلام تھا۔ پیر غلام ہمزونی کا بڑا مشر تھا۔ والد کی وفات کے بعد چلگائی اپنے قبیلے کا مشر بنا۔ کچھ مدت تک قبیلہ کے بڑے فعال ملک رہے۔ مگر دل میں جذبہ حریت کے باعث ۱۹۳۹ء میں ملکی چھوڑی اور فقیر ایپی کی تحریک میں شامل ہوئے۔ اس بہادر مجاہد نے بہت جلد غازیوں میں بڑا ممتاز مقام حاصل کیا۔ آپ نے غازیوں کا ایک خاص گروہ تیار کیا جس کے ذریعے انگریزوں کے خلاف سرگرمیاں شروع کیں۔ فقیر ایپی آپ کی جوانمردی سے اتنے متاثر ہوئے کہ آپ کو اپنا خلیفہ نامزد کیا۔ انگریز نے آپ کو دوبارہ وفادار بنانے کی بہت تگ دو کی مگر ناکام رہے۔ آزادی کے حصول تک فقیر ایپی کا بھرپور ساتھ دیا۔ آزادی کے بعد حکومت پاکستان نے آپ کو پھر ملک بنایا اور دیگر مراعات بھی دیں۔ آخر عمر میں ایک ایسے مرض میں مبتلا ہوئے جس سے تنگ آکر خودکشی کی۔

ملک گلاخان

ملک گلاخان کا تعلق موضع سپن وام کے قبیلہ طور ی خیل شاخ میر علی سے تھا۔ والد کا نام ملک حلیم شاہ تھا۔ باپ کی وفات کے بعد گلاخان ملک بنے لیکن جب فقیر ایپی نے جہاد کا اعلان کیا تو آپ کے دل میں بھی اسلامی غیرت کا جذبہ بیدار ہوا۔ ملکی اور دیگر مراعات کو ٹھکرا کر فقیر ایپی کی تحریک میں شامل ہوئے۔ آپ نے بہت سارے معرکوں میں ایسا بھرپور کردار ادا کیا کہ قبیلے کے لوگ اب بھی اس پر فخر کرتے ہیں۔ تاہم تنگی اور اینگمال کی لڑائیوں میں آپ نے جس غیر معمولی شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ اس کے قصے کہانیاں آج بھی لوگوں کی زبان عام و خاص ہیں۔ سپن وام قلعہ پر تو آپ تو اتر حملے کرتے رہتے۔ انگریزوں نے آپ کے ساتھ صلح کرنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود۔ پاکستان بننے کے بعد آپ وفادار بن گئے اس طرح پرانی ملکی اور دیگر مراعات پھر دے دی گئیں۔ اس مجاہد ملک نے ۱۹۷۶ء میں وفات پائی۔

غازی قاضی حیات الدین شیر زاد

آپ کا تعلق ضلع بنوں کے قاضی خاندان سے تھا۔ زمانہ طالب علمی میں فقیر ایپی کے اخلاق حسنہ سے اتنا متاثر ہوئے کہ اپنی بیٹی نکاح میں دے دی۔ اسلام علی واقعہ کے بعد بنوں سے ایپی گاؤں میں فقیر ایپی کے پاس آئے۔ فرنگی دباؤ کے باعث جب فقیر ایپی نے

ایسی گاؤں سے خیسورہ اور پھر دین درگہ شام میں ہجرت کی تو آپ نے بھی سمعہ ایک چھوٹی بیٹی اور دو بیٹے میر اسلم خان اور محمد روشن خان دین درگہ میں ہجرت کی۔ آپ نے فقیر ایسی کاہر محاذ پر پھر پور ساتھ دیا۔ جہاد سے پہلے تمام جلسے جلسوں میں شرکت کی۔ خیسورہ پر فرنگی فوج کشی کے بعد فقیر ایسی نے ارسل کوٹ کو جہاد کامرکز بنایا یہاں پر بھی آپ ساتھ رہے۔ بعد میں جب فرنگی نے فوج اور ہوائی جہازوں کے ذریعے فقیر ایسی پر وزیرستان بھر کی زمین تنگ کی تو ڈیورنڈ لائن کے اس پار گوردیک مرکز ہجرت کی۔ قاضی صاحب یہاں بھی آپ کے شریک مقصد اور شریک سفر رہے۔ آپ کے لئے گوردیک میں الگ خلوت مخصوص تھی۔ مختصر یہ کہ آپ نے جہاد کی خاطر اپنا وطن، زمین اور گھر سب کچھ چھوڑ کر آخر تک فقیر ایسی کا ساتھ دیا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے دونوں بیٹے میر اسلم خان اور محمد روشن خان نے بھی فقیر ایسی کا پھر پور ساتھ دیا۔ آزادی کے بعد دونوں بھائیوں نے افغانستان ہجرت کی مگر کچھ مدت امیر نیاز علی خان نے انہیں واپس بلا لیا اور میر انشاہ میں رہائش اختیار کی۔ حکومت پاکستان نے ایک مربع زمین اور ایک نوکری دی۔ محمد روشن خان نے اپنا کاروبار شروع کیا مگر اس کے انتقال کے بعد کاروبار میں نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بھائی میر اسلم خان کے تین بیٹے ہیں۔ امیر نیاز علی خان نے ان کے لئے کھجوری میں مکان تعمیر کیا ہے۔ ان کی میر انشاہ بازار میں الیکٹرانک دوکان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مربانی سے خوشحال زندگی بسر کر رہے ہیں۔

غازی آزار گل مدی خیل

آپ کا تعلق مدی خیل قبیلہ سے ہے۔ آپ فقیر ایسی کو پہلی بار درمی خیلہ میں ملے۔ ملاقات کے موقع پر آپ نے جہاد میں شرکت کی خواہش کا اظہار کیا۔ فقیر ایسی نے اس کے جواب میں فرمایا جہاد سب مسلمانوں پر فرض ہے اس میں بچے جذبے اور اخلاص سے لڑنا اصل مقصد ہے اس کے بعد دعائیں دے کر رخصت کیا۔ آزار گل نے کئی جنگوں میں حصہ لیا۔ تاہم علی جندراں معرکہ کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے اپنے خاندان اور دیگر سات ساتھیوں کے ہمراہ مذکورہ مقام پر گشت پارٹی پر بے خبری میں حملہ کرنے کیلئے خفیہ جگہ پوزیشن سنبھالی تھی۔ جب گشت پارٹی برابر آئی تو اس پر اچانک حملہ کر کے کئی سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان سے انگریزی ماسخت کی بندوقیں چھین لی۔ معرکہ کے بعد فقیر ایسی کو ملے انہوں نے بتایا کہ دشمن کو نیست و نابود کرنے کا خاص طریقہ یہ ہے کہ خود چنے کی کوشش کر کے انہیں زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جاسکے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ فقیر ایسی تمام غازیوں کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے اور انہیں خصوصی دعاؤں میں بھی یاد رکھتے تھے۔

فقیر میر اعظم اور سخی مرجان

آپ دونوں کا تعلق محسود قبیلہ سے تھا۔ تحصیل لدھا کے موضع سپنہ میلہ میں رہائش تھی۔ میر اعظم خان فقیر سخی مرجان کے چچا تھے دونوں نے فقیر ایسی کی تحریک جہاد میں بڑا متحرک کردار ادا کیا ہے۔ دشمن کے خلاف بہت سارے معرکوں میں حصہ لیا ہے۔ شہر تنگی معرکہ میں خونے خیل کیساتھ شامل تھے اور دونوں زخمی بھی ہوئے تھے۔ اپنے علاقہ کے لوگوں میں بڑے قابل احترام سمجھے جاتے تھے۔ اس خاندان نے فرنگی کے خلاف بڑا کردار ادا کیا ہے۔ بہادری کے علاوہ مہمان نوازی اس خاندان کا خاص وصف ہے۔ علاقہ کے لوگ ان سے دم تعویذ وغیرہ بھی کرتے ہیں اور شکرانہ بھی دیتے ہیں۔

ڈیس گل شہید

ڈیس گل کا تعلق وادی ملین کے موضع دوادھینہ سے تھا۔ آپ بہت بہادر نوجوان تھے۔ فرنگی کے خلاف آزادی کے حصول میں ان کا کردار بہت بڑا ہے۔ ویسے تو انہوں نے کئی معرکوں میں حصہ لیا لیکن ان میں مشہور معرکہ رزمک کے قرب وجوار میں سپاہیوں پر حملہ تھا۔ جس

میں فریقین کے مابین ایک رات سخت لڑائی ہوئی جس میں آپ نے جام شادت نوش کیا۔

زرباتی وزیر

آپ برمل کے توجی خیل وزیر تھے آپ 1916ء میں پیدا ہوئے تھے والد کا نام گل باقی تھا۔ آپ کا جہاد فی سبیل اللہ میں بہت بڑا کردار رہا ہے۔ مجاہدین میں بہادری کے باعث بہت مشہور تھے۔ جہاد میں شرکت کے بعد بہت سارے معرکوں میں حصہ لیا۔ 1964ء میں فریضہ حج ادا کیا ہے اور 1990ء میں انتقال ہوا۔

غازی نذر خان بشینی

آپ بنوں کے موضع گاڑے کے بشینی تھے۔ والد کا نام ہوان خان تھا۔ آپ نے فقیر ایپی کی تحریک جہاد میں شرکت کر کے بڑا فعال کردار ادا کیا ہے۔ کئی معرکوں میں شمولیت کا شرف حاصل ہے۔ تاہم ڈیڈیل معرکہ میں آپ نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس کا تذکرہ اب بھی بڑے فخر سے کیا جاتا ہے۔ اس معرکہ میں آپ اور ایک انگریز افسر دست بدست طویل عرصہ تک لڑتے رہے۔ آخر میں آپ کو کمر بند میں روایتی چھری یاد آئی تھی لہذا فوراً نکال کر دشمن پر پے در پے وار کر کے اس کو جہنم رسید کیا۔ اور خود زندہ ج نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ اس بہادر مجاہد کا 1964ء میں انتقال ہوا۔

مولوی گلین خان محسود

آپ بہت متقی اور صالح اعمال کے عامل انسان تھے۔ مولوی گلین خان محسود ان نامور مجاہدین میں شامل تھے جنہوں نے اسلام کی سربلندی اور وطن کی آزادی کی خاطر غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ آپ فقیر ایپی کے ابتدائی چند دیرینہ ساتھیوں میں شامل تھے۔ جہاد فی سبیل اللہ کے دوران آپ نے مشاورت اور عملی جہاد دونوں محاذوں پر گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ فقیر ایپی آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ اہم امور میں ہمیشہ آپ کی رائے کو فوقیت دیتے تھے۔ گوردیک مرکز میں علماء اسلام کی مشاورتی کونسل قائم کی جس کے رئیس مولوی گلین خان محسود کو بنایا۔ اپنے علاقہ کے لوگوں میں آپ بہت مشہور تھے۔ جہاد کیلئے جب بھی اپنے علاقہ کے لوگوں کو بلاتے تو لوگ آپ کی آواز پر لبیک کہتے۔ جہاد کے علاوہ اپنے قبیلے کے معاملات نمٹانے اور ان کے مابین اتحاد و اتفاق برقرار رکھنے میں بھی آپ کا بڑا فعال کردار رہا ہے۔ آپ بہت پاکیزہ اور سادہ زندگی گزارنے والے انسان تھے۔ علاقہ کے لوگوں کی آپ کیساتھ اتنی عقیدت تھی کہ آج بھی انہیں بڑے احترام کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔

خلیفہ گلات شاہ

آپ کا تعلق افغانستان کے موضع پور لکی کے جدران سے تھا۔ والد کا نام آزاد خان تھا۔ 1936ء میں فقیر ایپی نے جب دشمن کے خلاف اعلان جہاد کیا تو آپ نے جوانی میں اس میں شرکت کی۔ آپ بہت چالاک اور پھرتیلے جوان تھے۔ خیبر پورہ کے معرکوں میں شریک رہے۔ جس میں جوانمردی کے جوہر دکھائے۔ دشمن کے خلاف گوریلا جنگ میں آپ کو بڑی مہارت حاصل تھی۔ آپ نے جدران غازیوں پر مشتمل ایک گروپ بنایا تھا۔ جس کے ذریعے دشمن کے لئے ہمیشہ مشکلات پیدا کرتا تھا۔ اس گروپ نے جہاد فی سبیل اللہ میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ آپ اپنے علاقہ میں فرنگی راج کے خلاف لوگوں کو جو شبلی تقریروں کے ذریعے تیار کرتے اور لشکر کے وقت خود بھی اس میں شامل ہوتے۔ فقیر ایپی کے علماء اسلام کی مشاورتی کونسل میں بھی آپ شامل تھے اس لئے آپ کی رائے کو اہمیت دی جاتی تھی اور جہاد کے بارے اکثر مذاکروں میں آپ بھرپور کردار ادا کرتے تھے۔ اس نامور مولوی کا 1966ء میں انتقال ہوا۔

ملک عنایت اللہ المعروف وزیرے منشی

جب اسلام علی بنی مسلمان ہو گئی اور نور علی شاہ سے شادی کر لی تو فرنگیوں نے اسے زبردستی ہندوؤں کے حوالے کر دیا۔ تب فقیر ایپی اور لنڈرے پیر صاحب میر انشاہ گاؤں آئے۔ ملک عنایت خان المعروف وزیرے منشی کے گھر تشریف لائے اور جہاد کے متعلق مشاورت کے دوران فقیر ایپی صاحب نے لنڈرے پیر سے کہا کہ آپ فرنگیوں کے خلاف جہاد کے امیر بن جائیں۔ لنڈرے پیر نے کہا کہ آپ جہاد کے امیر بن جائیں۔ سات دن تک انہوں نے قیام کیا۔ آٹھویں دن کابل ملا صاحب آئے۔ فقیر ایپی اٹھے اور احترامان کے بیٹھے کی جگہ پر اپنی چادر بچھائی۔ دوبارہ مشاورت شروع ہوئی۔ ملک عنایت خان نے اس دوران ایک انگریزی ہندو اور ایک پستول فقیر ایپی کو تحفہً گھوڑا دیا۔ جاتے وقت ملک عنایت خان نے کہا کہ آپ لوگوں کو میں نے تحفہ دیا آپ مجھے کیا دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس دولت زیادہ ہے مگر افرادی قوت نہیں ہے۔ لہذا کسی ناگمانی صورت حال میں افرادی امداد چاہیے۔ فقیر ایپی اور دیگر علماء نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وسعت دے۔ آج کل اس گھرانے کے افراد تعداد میں گاؤں کے کسی بھی گھر سے زیادہ ہیں۔ ملک عنایت اللہ خان کا چچا زاد بھائی بھی فقیر ایپی بھی ان کے ساتھ روانہ ہوئے وہ وہاں سے شام کو گئے اور وہاں زیون کی لکڑیاں کاٹنے کا حکم دیا۔ ملک عنایت اللہ خان کا بھائی حاجی گل اکبر خاصہ داری چھوڑ کر فقیر ایپی کی تحریک جہاد میں شامل ہو گیا۔ رات کو گل اکبر ایک طوری خیل وزیر اور ایک محسود کے ساتھ قلعہ چلے گئے۔ میر انشاہ ایئر پورٹ میں ایک جہاز کھڑا تھا۔ جس کے دونوں طرف مشین گنیں تھیں انہوں نے جہاز کا ایک پرکٹ ڈالا اور مشین گن گاؤں لے آئے اور زمین میں دبا دی۔ پھر کسی نے جاسوسی کی۔ برکت شاہ کو انہوں نے بتایا کہ مشین گن میں نے نہر کے کنارے دبا دی ہوئی ہے۔ برکت شاہ نے حکومت کو بتایا کہ مشین گن مجھے مل گئی ہے جو کہ نہر کے کنارے پڑی تھی۔ اس طرح معاملہ دبا دیا گیا۔ زخمی غازیوں کو ملک عنایت اللہ خان سرکاری ہسپتال لے جاتے اور شخصی تنازعات میں زخمی ہونے کا کہہ کر علاج کرواتے تھے۔ ملک عنایت اللہ خان جو کہ اس وقت ریڈر تھا پر زبردست دباؤ ڈالا گیا کہ آپ کا بھائی گورو یک میں ہے اور آپ ہمارے ساتھ سرکاری نوکری کرتے ہیں آپ بھائی کو لے آئیں ورنہ نوکری چھوڑ دیں۔ انہوں نے نوکری چھوڑ دی تو اسی اثناء میں ریڈیڈنٹ سے آرڈر آیا کہ وزیرے منشی کے دستخط کے بغیر ہمیں مثل مت بھیجیں تو پی اے صاحب نے انہیں قلعہ بلایا مگر ملک عنایت اللہ خان کے پاؤں میں سخت درد پیدا ہو گیا۔ کافی عرصہ ڈاکٹروں نے علاج کیا مگر افاقہ نہیں ہوا۔ پھر انہوں نے ایک شخص گورو یک بھیجا۔ جو فقیر ایپی سے دم کیا ہوا دھاگہ لے آئے جس سے وہ ٹھیک ہو گئے۔

غازی عجم خان طوری خیل

آپ کے خاندان کا فقیر ایپی کی تحریک جہاد میں بلاشبہ بڑا کردار رہا ہے۔ آپ کے چچا گلکس خون اپنے قبیلے کے مشر تھے اور آپ کے چچا زاد بھائی داؤد خان نے جہاد میں شہادت بھی پائی ہے۔ غازی عجم خان فقیر ایپی کی تحریک کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ فقیر ایپی نے فرنگی کے خلاف جہاد کا تہیہ پہلے سے کیا تھا۔ جس کی بنیادی وجہ کلمے کی بے حرمتی بھی تھی۔ اسلام علی بنی واقعے سے پہلے آپ نے علاقہ بھر کے تمام سماجی اور روحانی شخصیات سے مشورے کا عمل شروع کیا تھا اور مشہور روحانی شخصیات لنڈرے پیر صاحب، شیوہ فقیر، موسکی فقیر، ملا صاحب پیر بونہ شریف کو میر علی کے مقام پر بلا کر کہا تھا کہ دشمن کے خلاف جہاد کی ضرورت ہے مگر جہاد شروع کرنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ ہم جہاد کے بارے میں تمام ممکنہ پہلوؤں پر خوب غور و خوص کریں۔ اجلاس میں شریک تمام شخصیات نے اس بات پر اتفاق کیا تھا کہ دشمن کے خلاف جب بھی جہاد کی تحریک شروع ہوگی فقیر ایپی ہی اس کے سربراہ ہوں گے۔ عجم خان نے مزید بتایا کہ اس کے بعد فقیر ایپی ملک زنگی خان مد اخیل اور محمد اکبر خان کے ساتھ بھی مشورہ کیا تھا اور انہوں نے بھی ضرورت کے وقت بھر پور تعاون کا یقین دلایا تھا۔

حاصل تحقیق

قبائلی علاقہ جات پاکستان کے بے حد اہم اور منفرد خطے میں واقع ہیں۔ ایک طرف بلند و بالا پہاڑ برف پوش چوٹیاں، خطرناک گلشیئر اور دشوار گزار درے دکھائی دیتے ہیں تو دوسری طرف ریت کے میدان، تنگ و گہری وادیاں، بے آب و گیاہ ویرانے اور ٹیلی چٹانوں کے سلسلے میں بھی موجود ہیں۔ جنگلات کے اعتبار سے بھی یہ علاقے انفرادی شان رکھتے ہیں۔ یہاں قدم قدم پر گنگنا تے دریا، گیت گاتی ندیاں اور آبشار پر آبشار بناتے پہاڑی نالوں کی موسیقی کانوں میں رس گھولتی ہے۔ ہیبت ناک پہاڑی سلسلے اژدھا کی طرح منہ کھولے درے اور پر خطر گھاٹیاں قدرت کی شان جلالی کی مظہر ہیں۔ حرکت، تنگ و تاز، جنگ اور جہانگیری یہاں کے معمولات ہیں۔ ان ہی پہاڑی دروں سے ماضی کے قوی و جری فاتحین کے طویل جلوس برآمد ہوتے رہے جن کی تگ و تاز سے تاریخ عالم رنگین ہوتی رہی۔

تاریخی اور عسکری نقطہ نظر سے تمام قبائلی علاقے غیر معمولی اہمیت کے حامل رہے ہیں لیکن ان میں انگریزوں کے لئے زیادہ توجہ طلب اور اہم علاقہ وزیرستان ہی تھا۔ ان کی ترجیحات میں ہندوستانی سپاہیوں کی تربیت گاہ کی حیثیت سے وزیرستان کو غیر معمولی اہمیت حاصل رہی۔ صوبہ سرحد کے جنوب میں یہ علاقہ جو تقریباً کرم اور گول دریاؤں کے درمیان واقع ہے وزیرسان کہلاتا ہے۔ تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جہاں کبھی کسی سلطنت یا طاقت نے وزیرستان کے قبائل پر حکمرانی کی ہو۔ انگریز کے لئے یہاں کے قبائل بڑی ٹیڑھی کھیر ثابت ہوئے۔ انگریزوں کے خیال میں ”وزیر اور محسود اپنے علاقے میں جس انداز سے لڑتے ہیں۔ اس کے پیش نظر ان کو دنیا بھر میں عمدہ ترین جنگجو نسل قرار دیا جاسکتا ہے۔“ اس خطہ کے لوگوں کی لغت میں غلامی کا تصور نہیں ہے۔

یہ لوگ تحریک آزادی سے متعلق قائدین کا طویل سلسلہ رکھتے ہیں لیکن ان میں بھی جو شہرت ملا پانڈہ اور فقیر ایپسی کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کو نصیب نہ ہو سکی۔ ۱۸۴۹ء میں بنوں میں سکھوں سے اختیارات حاصل کرنے کے بعد انگریز اور قبائل کے مابین نئی معرکہ آرائی جاری رہی۔ ۱۸۶۰ء میں محسود لشکر نے ٹانک شہر پر دھاوا بول دیا۔ اس سال جنرل چیمبرلین کی قیادت میں فوج نے محسود علاقہ میں پیش قدمی کی۔ محسود قبائل نے ترہ کئی اور آئنی تنگی کو فوج کے لئے قبرستان بنا دیا۔ ۱۸۷۸ء میں دوسری افغان جنگ شروع ہوئی۔ ۱۸۷۹ء میں تین ہزار محسود لشکر نے ٹانک شہر کو جلا ڈالا۔ ۱۸۸۱ء میں انگریز نے پھر محسود علاقہ میں فوج کشی کی اور ساتھ ایک نئی حکمت عملی بھی تیار کی جس کے تحت بعض لوگوں کو اقتصادی مراعات دی، زیر انتظام علاقوں میں زمینیں الاٹ کیں اور خان ملک اور سردار کی حیثیت سے ان کے لئے ماہوار تنخواہیں (بھتہ) مقرر کیا۔

اس دوران روس کی طرف سے وسط ایشیاء کے ممالک بخارا، سمرقند اور تاشقند میں پیش قدمی اور افغان سرحد تک ریلوے لائن بچھانے کے پروگرام نے انگریزوں کو غیر معمولی پریشانی میں مبتلا کئے رکھا۔ انگریزوں نے از خود اس معاملہ کو حل کرنے کا یہ راستہ اختیار کیا کہ افغانستان کے ساتھ مستقل حد بندی کی جائے، دفاعی اور جارحانہ دونوں صورتوں میں حالات سے بطریق احسن نمٹنے کے لئے درہ گول کو بالائی ژوب اور آگے پشین سے شاہراہ کے ذریعے ملایا جائے۔ اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ۱۸۷۷-۱۸۷۶ء میں خان آف قلات کے ساتھ معاہدے کے تحت کوئٹہ اور آس پاس کا علاقہ جس میں درہ بولان بھی شامل تھا کسی معاوضے کے بغیر برطانوی حکومت کو پیشہ پردیا گیا۔ ۱۸۷۹ء میں شیر علی خان کابل کے تخت سے دستبردار ہوئے۔ انگریزوں نے ان کے بیٹے یعقوب خان کے ساتھ گندمک کے نام سے ایک معاہدہ کیا جس کے تحت خیبر، کرم، کوئٹہ کے شمال مشرق میں پشین سبی اور لورہ لائی کے پٹھان علاقے انگریزوں کے ہاتھ چلے گئے۔

دسمبر ۱۸۸۹ء کو سندھیمین نے اپوزئی (ژوب) میں وزیر محسود، ذیلی خیل، شیرانی اور دو تانی قبائل کے ساتھ جرگہ کیا۔ جس میں درہ

گول کو ڈوب سے ملانے کیلئے سڑک بنانے کی منظوری دیدی گئی۔ یہ سکیم سب سے پہلے میکالے نے ۱۸۷۸ء میں بنائی تھی۔ اب یہی سکیم سنڈیمین نے اپنائی اور اسکے شاگرد بروس نے اسے آگے بڑھایا۔ قبائل میں سے چیدہ چیدہ افراد کو اپنے ساتھ ملا کر انہیں بے پناہ مراعات سے نوازا گیا اور انکی مدد سے درہ گول کی حفاظت باقاعدہ فوج کی بجائے ان یونٹوں کے حوالے کی گئی جو مقامی قبائلی نوجوانوں پر مشتمل تھے یہ وجہ تھی کہ بلوچستان میں فارورڈپالیسی کی کامیابی کے بعد وزیرستان میں آزمانے کیلئے بروس کو پولیٹیکل آفیسر تعینات کر کے بھیجا گیا۔

۱۸۹۳ء میں درہ گول میں محکمہ تعمیرات کے ایک افسر (کیلی) کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ بروس کی ہدایت پر محسود ملکوں نے قتل کے ملزمان کو قانون کے سامنے لانے پر مجبور کیا۔ محسود قبیلہ نے ملاپاوندہ کی قیادت میں غداری کر نیوالے ملکوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس سال افغان اور حکومت ہند کے درمیان سرحدات کے تعین کیلئے کابل میں ڈیورنڈ معاہدہ طے پایا۔ بروس کی سربراہی میں یونٹری کمیشن کا قیام روپہ عمل لایا گیا اور وانا میں بڑا فوجی کیمپ لگوا دیا گیا۔ ملاپاوندہ نے نومبر ۱۸۹۳ء کو ایک بڑے لشکر سے یونٹری کیمپ وانا پر بڑا دلیرانہ حملہ کر کے فرنگی کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا۔

فرنگی نے ۹۵-۱۸۹۳ء میں محسود قبیلہ کے خلاف وسیع پیمانے پر فوج کشی کی۔ ۱۸۹۵ء میں یونٹری لائن کا تعین کیا گیا۔ ۱۸۹۶ء میں شمالی اور جنوبی وزیرستان ایکجنسیوں کا قیام عمل میں لا کر انکے لئے پولیٹیکل آفیسر تعینات کئے گئے۔ ۱۸۹۷ء میں مائزر میں پولیٹیکل محافظ دست پر حملہ کیا گیا جو ۱۸۹۷ء میں سرحد کی عالمگیر بغاوت کی بنیاد بنا۔ ۱۹۰۰ء میں محسود قبیلہ کی مسلسل دو سال تک ناکہ بندی کی گئی۔ ۱۹۰۱ء میں سرحد کو پنجاب سے الگ کر کے شمال مغربی سرحد صوبہ کے نام سے الگ صوبہ بنایا گیا اور قبائلی حیرت پسندوں کے جذبہ آزادی کو کچلنے کیلئے فرنٹیر کرائمز ریگولیشنز (ایف سی آر) کے نام سے اذیت ناک قوانین لاگو کئے گئے۔

برطانوی اقتدار کے آغاز سے ۱۹۰۱ء تک نصف صدی کوپالیسی اور ترجیحات کے لحاظ سے دو واضح حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا حصہ ۱۸۴۹ء سے ۱۸۷۸ء میں دوسری افغان جنگ تک اور دوسرا ۱۹۰۱ء میں پنجاب سے سرحد کی علیحدگی کے دور تک۔ ابتدائی تیس سالوں میں ”سرحد بند رکھنے کی پالیسی“ یعنی سرحد کے قریب علاقوں کو قبائلی حملہ آوروں سے چھانچا، قبائلی علاقہ میں ”عدم جارحیت“ اور انکے اندرونی معاملات میں ”عدم مداخلت“ پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ آخری پچیس سال کے عرصہ میں ”فارورڈپالیسی“ یعنی ”دو قدم آگے بڑھو اور ایک قدم پیچھے ہٹو“ کو بروئے کار لایا گیا۔ ۱۹۰۱ء میں صوبہ سرحد کے قیام کے ساتھ کرزن نے تجویز پیش کی کہ ”علاقے کا خرگوش علاقے کا کتا ہی پکڑ سکتا ہے“۔ وزیرستان میں محسود قبیلہ کی مخالف سرگرمیوں کی روک تھام اور سلسلہ مواصلات کی مؤثر حفاظت کے لئے قبائل نوجوانوں پر مشتمل ملیشیاء فورس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کے جواب میں ملاپاوندہ نے ملیشیاء میں محسود سر پھرے نوجوانوں کو بھرتی کر کے انکے ذریعے انگریز افسران کو قتل کرنا شروع کیا۔

۱۹۰۲ء میں مروجہ نظام میں ردوبدل کیا گیا اور لاؤنسز ملکوں کی بجائے پورے محسود قبیلہ کو ادا کئے جانے لگے۔ ۱۹۰۷ء میں پرانا ملک سسٹم دوبارہ بحال کیا گیا۔ ۱۹۱۳ء میں ملاپاوندہ انتقال کر گئے مگر آپ کے بیٹے شہزاد فضل دین نے انگریزوں کے خلاف جدوجہد جاری رکھیں۔ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اول شروع ہوئی۔ ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ جس پر عالم اسلام کے منبر سے ”اسلام خطرے میں ہے“ کے نعرے بلند ہونے لگے ترک جرمن مشن، تحریک مجاہدین ہند کے اکابرین، حاجی ترنگزئی اور شہزادہ فضل دین کے علاوہ قبائلی اکابرین امیر کابل حبیب اللہ پر زور دیتے رہے کہ وہ انگریز کے خلاف جہاد کا اعلان کریں۔ امیر حبیب اللہ انگریز کا وظیفہ خوار تھا اس لئے عجیب چالاکی اور ٹال مٹول سے کام لے کر ترک جرمن مشن اور اکابرین مجاہدین کو باور کراتا رہا کہ جب ترک فوج افغانستان پہنچ جائے گی تو وہ انگریز کے خلاف جہاد کا اعلان کریں گے۔ حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ برطانیہ اور روس نے ترک فوج کے افغانستان میں آنے کے تمام راستے بند کر دیئے ہیں۔ عالمی جنگ کے اختتام پر امان اللہ خان نے برسر اقتدار آکر افغانستان کی آزادی اور خود مختاری کا اعلان کیا۔ انگریزوں نے افغانستان پر اپنا تسلط برقرار رکھنے کیلئے امان اللہ خان کے

ساتھ جنگ شروع کی۔ محسود اور وزیر قبائل افغان حکام کی مدد سے ملیشیاء کے قلعوں اور چوکیوں پر ٹوٹ پڑے اور آٹافانا کرم سے لے کر گومل تک تمام قلعوں اور چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔ نتیجتاً انگریزوں نے امان اللہ خان کے ساتھ صلح کر کے افغانستان کی خود مختاری تسلیم کی۔ ۲۰-۱۹۱۹ء میں محسود قبیلہ سے انتقام لینے کی خاطر ان کے خلاف ہیبت ناک فوجی مہمات کا سلسلہ شروع کیا گیا اور ہوائی جہازوں سے پہلی بار محسود علاقہ کی فوٹو گرافی بھی کی گئی۔

۱۹۲۱ء تک وزیرستان کے لئے کوئی مستقل پالیسی رو بہ عمل نہیں لائی گئی۔ ۱۹۲۲ء میں رزمک جیسی اونچی اور مرکزی جگہ پر بہت بڑی فوجی چھاؤنی قائم کی گئی، اہم مقامات کو سڑکوں کے ذریعے ایک دوسرے سے ملایا گیا اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر قبائلی نوجوانوں پر مشتمل ملیشیاء اور خاصہ دار فورس کی پوسٹیں قائم کی گئیں۔ ۱۹۲۵ء تک وزیرستان فرنگی فوج کے لئے ”ایکٹیو سروس ایریا“ (Active Service Area) تصور کیا جاتا رہا۔ اگلے دس سالوں میں اکا دکا واقعات تو ہوتے رہے مگر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا۔ ۱۹۳۶ء میں بنوں میں ایک ہندو لڑکی کا قبول اسلام اور ایک مسلمان کے ساتھ شادی کے واقعہ نے حالات کو بڑی تیزی سے نیا رخ دیا۔ انگریزوں نے مسلمانوں کی دینی غیرت کو للکارا اور نا انصافی کا نیلاب کھول کر مسلمانوں کو ”مداخلت فی الدین“ کے نام سے دعوت مبارزت دی۔ اس نازک موقع پر مسلمانوں کو فقیر ایپی کی صورت میں ایسا مسیحا ملا جس نے اپنے پیروکاروں کی سرکردگی اور جی داری میں ایک نئے جوش و عمل کا اضافہ فناء کے بعد بقاء کے دائمی پیغام سے کیا۔ فقیر ایپی کی قیادت میں جہاد فی سبیل اللہ کا یہ سلسلہ آزادی کے حصول تک جاری رہا۔

انگریزوں کے خلاف قبائلیوں نے یہ جدوجہد کیوں کی تھی؟ وہ بے سرو سامانی میں سالہا سال تک ان کے خلاف کیوں برسرِ پیکار رہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں لوٹ مار کے جذبے کا بھی کچھ نہ کچھ عنصر شامل ہو مگر اس کا بنیادی سبب اسلام سے قبائلیوں کا ٹوٹ تعلق تھا۔ لارڈز آف دی خیبر میں ڈاکٹر تھیوڈور پینل کے یہ الفاظ اسی جذبہ اور ملایا پوندہ اور فقیر ایپی کی مجاہدانہ جدوجہد کو ظاہر کرتے ہیں ”کوئی خدا نہیں ہے سوائے ایک خدا کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں“ یہ وہ پکار ہے جو اپنے ماننے والوں میں عقلی کا کرنت دوڑا دیتی ہے اور انہیں اس کیلئے بے اختیار کر دیتی ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے مذہب کے لئے کفار سے جہاد کریں۔ یہ ان کے نزدیک جنت میں جانے کا سب سے سہل ذریعہ ہے اور یہی وہ طاقت ہے جو قبائلی غازی یا جنونی کو ایک انگریز آفیسر کے قتل کرنے پر فی الفور جنت کا مستحق بننے کا یقین دلاتی ہے۔ اس جذبہ کو جنون کہیں یا جنگ نظری مگر اس میں شک نہیں کہ ان کا یہ جذبہ وہ طاقت ہے جو دوسرے تمام رجحانات اور میلانات پر غالب ہے۔“

برطانوی سامراجی نظام قبائلی علاقہ جات کے حوالے سے بلاشبہ ایک حیرت انگیز کہانی ہے۔ بے شمار خون آشام معرکوں کے باعث یہ علاقہ بربریت اور قتل و غارت گری کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ سامراجی طاقت نے مقامی آبادی پر بے تحاشہ طاقت آزمائی کر کے انہیں انسانی قدروں تک سے محروم کئے رکھا، جبکہ یہاں کے لوگوں نے محض فرنگی نظام سے شدید نفرت کی بدولت انگریزوں کی طرف سے دی جانے والی مادی سہولیات کو اکثر ٹھکرا دیا۔ نتیجتاً ۱۹۴۷ء میں آزادی کے وقت عمومی پس ماندگی کی یہ حالت تھی کہ یہاں نہ کوئی سکول تھانہ ڈپنٹری تھی نہ عقلی کا ایک بلب روشن تھا اور نہ ہی ڈاک کی کوئی سہولت میسر تھی۔ دراصل اس سارے قصہ کے پیچھے انگریز کی ”نفاق والوں اور حکومت کرو“ پالیسی کا عمل دخل تھا۔ اس پالیسی کے ذریعے آزادی کی خاطر ہتھیار اٹھانے والوں کو آہنسی ہاتھوں سے کچل کر رکھ دیا گیا۔ جبکہ دشمن کی طرفداری کرنے والے کو ملک، خان اور سردار کے انعامات سے نوازا گیا۔ میر جعفر اور میر صادق کو تو تاریخ نے ان کے کردار کی وجہ سے غدار کہا۔ اسکے برعکس وہی کردار ادا کرنے والوں کو ہمارے ہاں معززین سمجھا جاتا ہے۔

آزادی کے پچاس سال بعد بھی وہ پہلے کی طرح سیاہ و سفید کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ دشمن نے جنگ میں ایف سی آر کے نام و خوفناک قانون لاگوں کیا تھا اس پر آج بھی اس شد و مد سے عمل کیا جاتا ہے۔ جس سے قبائلیوں کی عزت نفس، غیرت اور خودداری جیسی اعلیٰ قدروں پر نہ صرف بے پناہ منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ علاقے سنگٹنگ ہیروئن، اسلحہ گاڑیوں کی چوری اور اغواء برائے تاوان جیسے

گھناؤنے جرائم کے اذے بھی بنے ہوئے ہیں۔ پولیٹیکل حکام، ملک حضرات اور بعض جرائم پیشہ افراد کی ان کارستانیوں کے خلاف اگر کوئی آواز اٹھاتا ہے یا انکے ناجائز دھندوں میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسکا وہی حشر ہوتا ہے جو اگست ۱۹۹۵ء میں باڑہ کے علماء کرام اور قبائلی عوام کا ہوا۔ مزید المیہ یہ ہے کہ شہری حکام کے ذہنی فاصلوں نے کبھی بھی قبائلی عوام کو جمہوریت اور مساوات کی نعمتوں سے بہرہ ور نہیں ہونے دیا بلکہ قبائلیوں پر جنگجو، پر تشدد اور ہٹ دھرمی کے الزامات لگا کر انہیں ملکی و قومی معاملات سے کنارہ کش ہونے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج ۲۱ ویں صدی کی دہلیز پر پہنچنے کے باوجود یہاں آمدورفت کی سہولیات، پانی، بجلی، تعلیم، روزگار اور شفا خانوں کی عدم دستیابی کے علاوہ قانونی، انتظامی، سیاسی اور ترقیاتی صورت حال کے حوالے سے متعدد مسائل اور الجھنیں درپیش ہیں۔ حالانکہ یہاں کے باسیوں نے آزادی کے بعد بھی کشمیر اور افغانستان کے جہاد میں بھرپور کردار ادا کیا ہے اور ملک و قوم پر آڑے وقت میں ہمیشہ قوم کی دھڑکنوں کا ساتھ دیا ہے۔ آج بھی قبائلی علاقوں میں قائم سماجی تنظیمیں، قومی ٹیچے، علماء کرام کی کوششیں اور بالخصوص جرگہ سسٹم علاقے میں ہر قسم کے جرائم اور غیر قانونی دھندوں کی روک تھام کیلئے سرگرم عمل ہیں۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قبائل اپنے علاقہ میں اصولوں اور قانون کی بالادستی چاہتے ہیں۔ اگر حکومت چاہتی ہے کہ قبائلی عوام ملک کے دیگر عوام کی طرح باشعور اور تعلیم یافتہ ہوں اور ۲۱ ویں صدی کی جدید سہولتوں اور جمہوری قدروں سے شناسا ہوں تو انہیں تعلیم اور ووٹ کا حق دینا ہوگا۔ بد عنوان انتظامیہ کو لگادینی ہوگی اور قبائلی علاقوں کیلئے فوری طور پر مؤثر، ٹھوس اور واضح ترقیاتی پالیسی سامنے لانی ہوگی۔ تاکہ قبائلی عوام کا زر خیز ذہن ملک و قوم کی ترقی و خوشحالی میں اپنا کردار ادا کر سکے۔

طریقہ ہائے ابلاغ

اس مطالعے کے دوسرے اہم حصے یعنی قبائلی اکابرین اور انگریز سامراج کے طریقہ ہائے ابلاغ کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ انگریز نے قبائل کو ایک صدی تک مختلف ہتھکنڈوں سے اپنے دام میں الجھانے کی کوششیں کیں مگر مذہب پسند اور رایت پسند جنگجو پہاڑی باشندوں نے انکی ہر چال ناکام بنا کر اسلام کی سر بلندی اور اپنی آزادی کو قائم و دائم رکھا۔ اس کشمکش میں فریقین کے مابین بات چیت کے کئی دور ہوئے اور کئی مرتبہ نوبت جنگ و جدل تک بھی جا پہنچی۔ اس دوران فریقین نے مندرجہ ذیل طریقہ ہائے ابلاغ استعمال کئے۔

انگریزوں کے طریقہ ہائے ابلاغ

۱۸۴۹ء میں سکھوں سے اقتدار اپنے ہاتھوں میں لینے سے بہت پہلے انگریز سرحد میں سرگرم ہو گئے تھے۔ ولیم مور و کرافٹ نے ۱۸۲۴ء میں وزیر علاقہ میں داخل ہو کر سوہان خان کے ہاں قیام کیا تھا اور سوہان خان کو انگریز دوستی سے متعلق ایک سفارشی خط بھی دیا تھا۔ چارلیس میسن نے ۱۸۲۰-۳۰ء کی دہائیوں میں طویل عرصہ تک پشتونوں کے درمیان رہ کر ان کی تاریخ اور معاشرت کا مطالعہ کیا تھا۔ تاہم ان میں ہر برٹ ایڈورڈز غیر معمولی اختیارات کے ساتھ ۱۸۴۶ء میں بنوں میں داخل ہوئے اور اپنی پہلی فرصت میں وزیر قبیلہ کے سردار سوہان خان کے ساتھ رابطہ قائم کیا۔ سوہان خان نے انگریز جاسوس ولیم کرافٹ کا سفارشی خط بھی دکھایا تھا۔ اس طرح انگریز سوہان خان کی مدد سے گمبستی میں فوجی کیمپ لگوانے میں کامیاب ہو گئے تھے جن کے صلے میں سوہان خان کو ۱۸۷۴ء میں وزیر قبیلہ کے ”وزیر بہادر“ کا خطاب بھی ملا تھا۔ ایڈورڈز اور اس کے بعد نکلسن کے زمانہ میں سوہان خان کو بنوں میں ہزاروں کنال زمین الاٹ کی گئی۔ اس کی سفارش پر عظیم خان اور بعض دوسرے سرکردہ افراد کو بھی کافی زمینیں الاٹ کی گئیں۔ اس طریقے سے انگریزوں نے پہلے سوہان خان اور پھر اس کی مدد سے ملحقہ قبائلی علاقہ میں دوسرے مقتدر شخصیات کے ساتھ تعلقات استوار کئے۔

اس طرح انگریز جب ڈیرہ اسماعیل خان کی سرزمین میں داخل ہوئے تو یہاں پر جتنے خان اور نواب تھے انہوں نے انگریزوں کی آمد پر

ان کے ساتھ معاہدے کر کے اپنے اقتدار کو تحفظ دیا۔ ان میں سے ایک نواب آف ٹانک شاہ نواز خان تھے جنکے محمود قبیلے کی قد آور شخصیات کے ساتھ دیرینہ مراسم تھے۔ انہوں نے انگریزوں کو کافی مراعات دے رکھی تھیں۔ ٹانک کی حفاظت نواب اوز انگریزوں کی مشترکہ ذمہ داری تھی۔ نواب ٹانک کی مدد سے محمود قبیلہ کے بااثر افراد کو لالچ کے ذریعے اعتماد میں لیا گیا۔ اس طرح وزیرستان میں فارور ڈپالسی پر عمل درآمد سے قبل ڈپٹی کمشنر ڈیرہ بروس اور سنڈیمین نے اپوزکی میں محمود وزیر اور دو تانی قبائل کے ساتھ جرگہ منعقد کر کے ان کیلئے سالانہ مواجب منظور کئے جس پر یہاں کے سرکردہ افراد نے انگریزوں کا ساتھ دے کر خدمت گزار رہنے کا عہد کیا۔ انگریزوں نے ان پر واضح کیا کہ تم لوگوں کو الاؤنسز اس لئے دیئے جاتے ہیں کہ تم نہ صرف انگریز حکومت کے مفادات کیلئے کام کرو گے بلکہ مخالف عناصر کا ڈٹ کا مقابلہ بھی کرو گے۔ ان میں سے جو ملک یا خان اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتا اسے زمین اور دیگر مراعات سے نوازا جاتا تھا۔

اس طرح قبائلیوں کے ساتھ معاملات اور دوران جنگ انگریزوں نے جرگہ سبٹم سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔ ہر معاملے کے آغاز پر سرکاری کارندوں پر مشتمل جرگوں کا انعقاد رو بہ عمل لایا جاتا تھا۔ انگریز احکامات قبائل تک پہنچانے کیلئے مذاکرات میں ناکامی پر فوجی مہمات بھی جاتی تھیں۔ مہمات کے دوران انگریز احکامات اپنے اپنے قبیلوں تک پہنچانے کیلئے ملکان حضرات فوجی کیمپوں میں موجود ہوتے تھے اور انگریزوں کی ہدایات کے مطابق قبائل کے ساتھ توازن سے جرگے کرتے تھے۔ وہ اپنے قبیلے کے لوگوں کو فرنگی طاقت سے نہ صرف ڈراتے تھے بلکہ مقامی حالات اور بالخصوص قبائلی اکابرین اور سرکردہ مجاہدین کی سرگرمیوں سے انگریزوں کو باخبر بھی رکھتے تھے۔ اکثر صورتوں میں ان کو کامیابی حاصل ہو جاتی تھی مگر بعض قبیلوں کے ساتھ معاملات طے کرنے میں انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مثلاً محمود قبیلہ کا مزاج جمہوری تھا اور ملک حضرات اور سرکاری جرگے اس قابل نہیں تھے کہ وہ اپنے قبیلے کے نوجوانوں پر قابو حاصل کر سکتے۔ اس لئے یہاں انگریز اور ان کے کارندے اکثر حالات میں ایک دوسرے کی طرف بے بسی کے عالم میں دیکھتے تھے اور درمیان میں محمود قبیلہ سے متعلق معاملات طے کرنا تشنہ رہ جاتے تھے۔

قبائل کو عیسائیت کی طرف راغب کرنے اور انہیں تاج برطانیہ کے وفادار بنانے کیلئے عیسائی مبلغین بھیجے گئے۔ انگریز کا خیال تھا کہ اگر یہ سرکش اور جنگجو لوگ عیسائیت کی طرف راغب ہو جائیں تو یہ نہ صرف تاج برطانیہ کے وفادار بن جائیں گے بلکہ یہ بہادر لوگ انگریزوں کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھ کر انکے خلاف بھی لڑیں گے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے عیسائی مبلغین کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ان میں ڈاکٹر پینٹل، ایڈورڈز، ڈاکٹر کلارک اور ڈاکٹر پنڈر قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر پینٹل نے بنوں میں مشن کی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ایک انگریز حاکم کے خیال میں بنوں میں ڈاکٹر پینٹل کا وجود فوج کی دو رجمنٹوں کے ہونے سے کہیں زیادہ موثر تھا۔ اس کو اسلامی امور پر کافی عبور حاصل تھا۔ مسلمانوں میں بیٹھ کر قرآن وحدیث کی روشنی میں انہیں دلائل کے ساتھ سمجھاتے تھے کہ عیسائی مذہب کے لوگ چونکہ آپ پر غالب آچکے ہیں اس لئے عیسائی حکمرانوں کی اطاعت کریں ان کے مذہب کو اپناؤ جس کے ماننے والے اس وقت تمام دنیا پر چھا چکے ہیں۔

انگریزوں کا تیسرا سب سے اہم طریقہ ابلاغ اشتہارات تھا۔ گو کہ اس کا تعلق بعد کے دور سے تھا مگر یہ موثر طریقہ ابلاغ تھا۔ ہوائی جہازوں کی بمباری سے قبل متعلقہ علاقہ پر اشتہارات گرائے جاتے تھے جن میں بچوں بوڑھوں اور مستورات کو بمباری کے علاقہ سے دور محفوظ مقامات پر منتقل کرنے کی دھمکیاں دی جاتی تھیں۔ فقیر ایپی دور میں خیبر میں پے درپے شکستوں کے باعث انگریزوں نے اس طریقہ ابلاغ کو بہت کثرت سے استعمال کیا۔ فقیر ایپی جس علاقے میں جاتے دوسرے دن اشتہارات کے ذریعے اس علاقے کے بایسوں کو دھمکی دی جاتی کہ یا تو فقری ایپی کو اپنے علاقے سے نکال دیں یا بمباری کیلئے تیار ہو جائیں۔ اشتہارات کے ذریعے فرنگی دھمکیوں کے باعث قبائل بے بوڑھے اور مستورات کو محفوظ مقامات پر پہنچاتے تھے مگر فقیر ایپی کو اپنے علاقہ سے نکال دینے پر تیار نہیں ہوتے تھے۔ تاہم فقیر ایپی یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وجہ سے معصوم لوگوں کو تکلیف پہنچے۔ اس لئے وہ خود نہایت رازداری کے ساتھ بمباری سے قبل متعلقہ علاقہ سے نکل جاتے تھے۔

پہاڑی سلسلوں میں مہمات کے دوران سپاہیوں کیلئے راشن اور جنگی سازوسامان لے جانے کیلئے مال بردار جانور خچر، ٹٹو، بیل، گھوڑے اور اونٹ نقل و حمل کے اہم ذرائع تھے۔ قلعوں کے اندر فوج کا کاروبار خچر کے چھکڑے اور اونٹوں سے چلائے جاتے تھے۔ غیر فوجی زندگی کے ذرائع کو منظم کرنے کا کوئی نظام نہیں تھا۔ اس لئے طویل عرصہ تک نقل و حمل کا یہ سلسلہ ہندوستانی مہمات میں ایک بھیاںک سایہ بن رہا۔ اس مشکل پر قابو پانے کیلئے ۱۹۱۳ء میں کالا باغ سے عیسیٰ خیل اور لکی مروت سے ہوتی ہوئی بنوں تک ریلوے لائن بچھائی گئی۔ دوسرا لائن پیزو سے ٹانک اور آگے منزئی تک بچھائی گئی۔ ان دونوں لائنوں پر ایک مسافر اور ایک مال بردار گاڑی چلتی تھی۔ ۱۹۱۹ء میں محسود قبیلہ کے خلاف ہیبت ناک فوجی مہمات کے دوران ۶۰۰ ٹن فوجی سازوسامان اور ۲۰۰ افراد روزانہ پہنچنے کی سہولت دستیاب تھی۔

۱۹۲۰ء کے بعد وزیرستان میں تمام مرکزی مقامات کو سڑک کے ذریعے ایک دوسرے سے ملا دیا گیا۔ فوج کشی کے دوران ملٹری سکاؤٹس اور ایئر فورس ڈائریکٹریس ٹیلی گراف اور بصری نشانات پر مبنی سروس سسٹم روپہ عمل لایا جاتا تھا۔ جس کے ذریعے اہم مقامات پر چوکیوں اور قلعوں تک ضروری پیغامات بہم پہنچا دیے جاتے تھے۔ جن کا ڈیرہ اسماعیل خان، بنوں، رزمک اور وانا میں قائم مستقل آرمی سٹیشنوں کے ساتھ رابطہ ہوتا تھا۔ ایمر جنسی کی صورت میں ان مراکز سے شارٹ ویو ڈبلیو ٹی کے ذریعے کوئٹہ شاخ سے رابطہ قائم کیا جاسکتا تھا جبکہ وانا ڈبلیو ٹی سٹیشن سے میڈیم ویو ڈبلیو ٹی کے ذریعے براہ راست ژوب سٹیشن کے ساتھ رابطہ قائم کیا جاسکتا تھا۔ مزید برآں دو عدد موبائل ڈبلیو ٹی سیٹ رزمک، وانا اور بنوں بریگیڈ سگنل سیکشنز کو دیئے گئے تھے۔ جن کا تمام موبائل کالموں کے ساتھ رابطہ ہوتا تھا۔ شدید ضرورت میں فوری رابطے کیلئے وزیرستان ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کوریو ڈبلیو ٹی سیٹ فراہم کئے گئے تھے۔ سکاؤٹس ڈبلیو ٹی کے ذریعے میرانشاہ سکاؤٹس سٹیشن سے کرم ملیشیاء جبکہ جنوبی وزیرستان سکاؤٹس سٹیشن سے ژوب ملیشیاء کے ساتھ رابطہ قائم کیا جاسکتا تھا۔ رائل ایئر فورس ہیڈ کوارٹر میرانشاہ سے ڈبلیو ٹی سیٹ کے ذریعے ملٹری ڈائریکٹنگ سٹیشن ڈیرہ اسماعیل خان اور رزمک کے ساتھ رابطوں کا کام سرانجام دیا جاتا تھا۔

انگریز نے حالت امن میں مقامی معلومات اور نقشہ جات کی مدد سے مخصوص نشان زدہ راستوں کا تعین کیا تھا۔ جن کی مدد سے پہاڑی چوٹیوں پر سکاؤٹس چوکیوں کے مابین پیغامات کے تبادلے کیلئے باقاعدہ تربیت یافتہ سگنلرز تعینات کئے گئے تھے۔ اس سلسلے میں بنیادی طور پر چار اہم راستوں بنوں، رزمک، وانا، رزمک، منزئی، رزمک اور جندولہ وانا کا تعین کیا گیا تھا۔ جن کو مختلف سکاؤٹس چوکیوں کے ذریعے آپس میں ملا دیا گیا تھا۔ رات کو خطرے کی صورت میں مختلف پکٹوں کے مابین لیمپ کے ذریعے مخصوص اہم پیغامات کا تبادلہ بھی کیا جاتا تھا۔ سرخ اور سفید جھنڈوں کے ذریعے بھی پیغام بہم پہنچا دیا جاتا تھا۔ ہوائی جہازوں کی بمباری کے وقت ان جھنڈوں کی وساطت اور کپڑے کے مخصوص نشانات کے ذریعے مجاہدین کے ٹھکانے اور سمت بھی بتادی جاتی تھی۔ سکاؤٹس قلعوں میں تربیت یافتہ پیغام رساں کو تر بھی رکھے گئے تھے۔ جو وقت ضرورت مختصر پیغام کے تبادلے کیلئے استعمال میں لائے جاتے تھے۔ ۱۹۲۰ء کے بعد کئی نئے پوسٹ آفس، ٹیلی گراف اور ٹیلی فون لائنیں بچھائی گئیں۔ حالت جنگ میں یہ تمام سہولیات براہ راست آرمی کنٹرول میں ہوتی تھیں جبکہ عام حالات میں سول شخصیات ان سہولیات سے مستفید ہوتی تھیں۔ فوجی مہمات کے دوران موبائل کالم کے ہر کمانڈنٹ آفیسر کو ۴ میل سکیل نقشہ بھی فراہم کیا جاتا تھا جس میں اہم نوعیت کے تمام مقامات اور وہاں تک رسائی کے خفیہ راستوں سے متعلق ضروری معلومات موجود ہوتی تھیں۔ اکابرین مجاہدین اور بالخصوص فقیر ایسی جس علاقے میں جاتے تھے اس پر ہوائی جہازوں کی بمباری کیلئے ہملٹ گرائے جاتے تھے۔

قبائل کے مقابلے میں انگریز نے بڑا منظم اور فعال طریقہ ہائے ابلاغ مرتب کیا تھا مگر وہ پھر بھی مطلوبہ مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ اس کے برعکس قبائل نے جو سیدھے سادھے طریقہ ہائے ابلاغ اختیار کئے ان کے ذریعے انگریزوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ کامیابیاں حاصل کیں۔ تاہم جدید طریقہ ہائے ابلاغ اور اس کے ذرائع فی الحقیقت انگریزوں کے مرہون منت ہیں جنہوں نے اپنی سامراجی ضروریات کیلئے تمام نوآبادیات کو ابلاغ کے جدید ذرائع سے روشناس کیا۔ برصغیر پاک و ہند اور دیگر فرنگی نوآبادیات کی طرح قبائلی علاقوں میں بھی

بلاغ کے منضبط ذرائع انگریز ہی اپنے ساتھ لائے۔

قبائل کے طریقہ ہائے ابلاغ

اس کے برعکس قبائلیوں نے جو طریقہ ہائے ابلاغ استعمال میں لائے وہ انتہائی موثر تھے۔ اکابرین مجاہدین نے وزیرستان کے ساتھ ساتھ دیگر قبائلی علاقوں میں بھی علماء کرام اور ممتاز سماجی اور روحانی شخصیات پر جہاد کے پیغام کو عام کیا۔ جبکہ حریت پسندوں کو دشمن کے خلاف جہاد کرنے اور قربانی دینے پر مائل کرنے میں ان طریقہ ہائے ابلاغ کا موثر ہونا بلاشبہ ہے جو انہوں نے اختیار کئے۔ ملاپاوندہ اور فقیر ایپی نے اسلام کی پاسداری اور وطن کی آزادی کے حصول کی خاطر جو طریقہ ہائے ابلاغ استعمال کئے آج کے جدید دور میں بھی انکی افادیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ آج جس طرح کشمیری مجاہدین آزادی کے حصول کی خاطر اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ رہے ہیں اس میں براہ راست شخصی ابلاغ کا موثر ہونا ثابت ہے۔ سیاسی و مذہبی رہنماء اور بالخصوص مقامی کمانڈر جہادی قوت کو مجتمع کرنے اور اسے کامیابی سے استعمال کرنے کیلئے وہی طریقہ اپناتے ہیں جو وزیرستان کے اکابرین نے آزادی کی جدوجہد کے دوران برطانوی سامراج کے خلاف اختیار کئے تھے۔

قبائلی اکابرین نے جو طریقہ ہائے ابلاغ استعمال کئے ان میں ڈھول کا کردار بھادی نوعیت کا حامل رہا۔ ڈھول کی ایجاد اس امر کی گواہی دیتی ہے کہ واقعی ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ قدیم زمانہ میں جب رسل و رسائل کے ذرائع موجود نہیں تھے یا محدود تھے۔ ڈھول نے ایک ابلاغی ضرورت پوری کی۔ ڈھول کی آواز دور دور تک سنائی دیتی ہے۔ سننے والوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ ڈھول جانے کا ایک مقصد تو یہ ہوتا تھا کہ لوگ ڈھول کی آواز سن کر ایک جگہ جمع ہو جاتے تھے اور پھر ڈھول جانے والا انکو پیغام دیتا تھا یا منادی کرتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ڈھول کو مختلف طریقوں سے بجایا جاتا اور مختلف پیغامات کے ساتھ مختص ہو گیا یعنی خطرہ کے وقت ڈھول خاص انداز سے بجایا جاتا۔ خوشی اور غمی کے وقت ڈھول کی آواز مختلف انداز کی ہوتی۔ پھر ڈھول کھیل تماشوں کیلئے بجایا جانے لگا۔

اکابرین مجاہدین نے جڑگوں، اجتماعات، جلسوں اور لشکر کشی کے انعقاد کیلئے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو شرکت کی دعوت دینے اور ان میں جوش و جذبہ بیدار کرنے کیلئے ڈھول کو ابلاغ عامہ کے موثر ہتھیار اور ذریعے کے طور پر استعمال کیا۔ ملاپاوندہ کی تحریک کے دوران جلسوں اور اجتماعات کے علاوہ فرنگی کے خلاف لشکر کشی میں بھی ڈھول کو ایک موثر ہتھیار کے طور پر استعمال میں لایا گیا۔ ۱۸۹۴ء میں یونٹری کمپ وانا پر حملہ کرنے کی غرض سے لشکر کی تعداد بڑھانے کیلئے کانگرم سے وانا تک ڈھول بجائے گئے۔ لشکر نے ۲ نومبر کی رات ڈھولوں کی چمکار میں کمپ پر ایسا ہلہ بول دیا کہ فرنگی کے اوسان خطا ہو گئے۔ افراتفری کے عالم میں گھوڑے اپنے ہی آدمیوں کو روندتے ہوئے جنگلوں کی طرف بھاگ نکلے۔ اس طرح پہلی جنگ عظیم کے دوران فرنگی کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے، جڑگوں اور اجتماعات منعقد کرنے اور قبائل میں عمومی اتفاق کے حصول کیلئے ڈھول جانے پر انحصار کیا جاتا رہا۔ ۱۸۳۶ء کے واقعہ بنوں کے بعد داؤد علاقہ میں قبائلیوں کے مذہبی جذبات بیدار کرنے اور جہاد کیلئے فقیر ایپی کو امیر المجاہدین مقرر کرنے کیلئے ملا ڈھول ڈھمکاتے رہے اور چیخ و پکار کرتے رہے کہ ”آج اسلام پر ننگ و غیرت کا دن ہے جو کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے وہ فرنگی کے خلاف جہاد کی غرض سے مجوزہ جلسہ میں شرکت کرے۔“ اس پر فرنگی نے فقیر ایپی کے قریبی رشتہ دار صالح کو کہلا بھیجا کہ ”ہم نے وزیرستان میں مشکل سے امن قائم کیا ہے جو فقیر ایپی اور انکے چند شیخوں کی خاطر قربان نہیں کر سکتے اس لئے ان کو ڈھول جانے سے منع کریں“ مگر قبائلیوں نے فقیر ایپی کی قیادت میں ڈھول ڈھمکاتے ہوئے جہاد کا سلسلہ جاری رکھا۔

آج بھی قبائلی علاقوں میں ڈھول کو ایک جرنیل (پیغام رساں) کی حیثیت حاصل ہے۔ ڈم (ڈھول جانے والا) واقعہ کی نوعیت کے اعتبار سے ڈھول جانے کے ماہر ہوتے ہیں۔ خطرے کی صورت میں ڈم جب ڈھول کو چیغہ غورہ یعنی ڈن، ڈن، ڈن کی سر میں جاتا ہے تو گاؤں کے سب لوگ آگئی کیلئے خطرے کی متعلقہ جگہ پہنچ جاتے ہیں۔

جو شخص آگے آگے پیغام رسانی کا فریضہ سرانجام دیتا ہے قبائلی اصطلاح میں اس کو جرنیل کہتے ہیں۔ شدید اور ناموافق موسمی حالات اور دشوار گزار راستوں کے باوجود دور دراز کے پہاڑی علاقوں میں زبانی پیغامات اور دعوتی خطوط کے تبادلے کیلئے جرنیل (پیغام رساں) بھیج دیئے جاتے تھے۔ ملاپانندہ نے وزیرستان کے علاوہ آس پاس کے دیگر قبائلی علاقوں میں سرکردہ افراد تک پیغام جہاد پہنچانے اور مدد کے حصول کی خاطر طالبان کو پیغام رساں مقرر کیا تھا۔ جبکہ بعد کے دور میں فقیر ایپی نے جہاد فی سبیل اللہ کے دوران دور افتادہ علاقوں میں علماء کرام، ممتاز سماجی اور روحانی شخصیات اور جنگی محاذوں پر مجاہدین کے کمانڈروں کے ساتھ تسلسل سے دعوتی خطوط اور زبانی پیغامات کے تبادلے کیلئے مخصوص پیغام رساں مقرر کئے تھے۔

اکابرین مجاہدین اور دور افتادہ علاقوں میں سرکردہ افراد اور علماء کرام کے مابین رابطوں کے قیام کے سلسلے میں جرنیل کی وساطت سے دعوتی خطوط کا تبادلہ ہوتا تھا۔ ملاپانندہ انگریز حکام کے ساتھ بھی کثرت سے خطوط کے ذریعے رابطہ قائم کیا کرتے تھے۔ وانا کیمپ پر شب خون مارنے سے پہلے انہوں نے کمشنر ڈیرہ بروس کو خط کے ذریعے وزیرستان میں پیش قدمی سے گریز کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ ۹۵-۱۸۹۴ء میں وزیرستان میں فوجی مہمات پر خطوط کے ذریعے مقامی انتظامیہ کو خبردار کیا کہ ”امیر کابل کے ساتھ ہماری ملاقات اور ان کی طرف سے بھرپور حوصلہ افزائی کے باعث مسلمانوں کے حوصلے بلند اور دلوں میں نئی لگن پیدا ہوئی ہے۔ اگر حکومت نے ہمارے علاقے میں مزید پیش قدمی سے گریز نہ کیا تو مسلمان اور فرنگی کے مابین بڑا خوفناک فساد ہو جائے گا۔“ پہلی جنگ عظیم کے دوران اکابرین تحریک مجاہدین ہند، افغان حکام اور وزیرستان کے اکابرین کے مابین متفقہ لائحہ عمل اختیار کرنے کیلئے دعوتی خطوط کا غیر معمولی کردار رہا ہے۔ اس طرح بعد کے دور میں فقیر ایپی نے وزیرستان کے علاوہ افغانستان کے جنوب مشرقی علاقے پکتیا، خوست، ارگین اور برمل قبائل کے سرکردہ افراد اور علماء کرام کو دشمن کے خلاف گوریلا طرز جنگ کی غرض سے مالی اور افرادی قوت کے تعاون کیلئے دعوتی خطوط کا جو وسیع سلسلہ شروع کیا تھا۔ اسکے باعث حیران کن کامیابی حاصل کی۔ آپ کے دعوتی خطوط میں سے ایک خط کا حوالہ پیش قدمی ہے۔

”جناب مولوی لسندی صاحب حال کو ننگئی۔ آپ کے علاقے کے جملہ غازیوں کو دعاگو ہوں۔ آپ جہاد کے بارے میں سب مسلمانوں اور بالخصوص غازیوں کو تبلیغ فرمادیں اور جہاد فی سبیل اللہ کیلئے در علاقہ شکتویٰ زندانی خلو توں پر روانہ کریں۔ ملک شائی، ہیبت خیل، اٹھی، نظر خیل اور درہین خیل سب قبیلوں کے غازیوں کو اطلاع کریں“ (حاجی میرزا علی خان)

اس طرح مختلف خیلوں یا قبیلوں کے مابین معاملات و تنازعات نمٹانے اور مخالف قبیلہ کے خلاف عمومی اتفاق و اتحاد کے حصول میں یہاں کے روایتی جرگہ سسٹم کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔ انگریز اور قبائل کے مابین معرکہ آرائی کے دوران جرگہ سسٹم کو تمام تر بلاغی طریقہ ہائے کار میں فوقیت حاصل تھی۔ انگریز امن و جنگ ہر دو صورتوں میں سرکاری ملکوں پر مشتمل جرگوں کی وساطت سے قبائلی عوام اور بالخصوص اکابرین مجاہدین کے ساتھ رابطے قائم کیا کرتے تھے۔ قبائل اکابرین اور خاص کر ملاپانندہ، شہزادہ فضل دین اور فقیر ایپی دشمن کے خلاف بوقت ضرورت مختلف خیل یا قبیلوں کے سرکردہ افراد کے ساتھ جرگے کیا کرتے تھے اور پھر ضرورت پڑنے پر عمومی اتفاق کے حصول اور حکمت عملی مرتب کرنے کیلئے جلسوں کا انعقاد بھی رو بہ عمل لایا جاتا تھا۔ جلسوں میں دشمنوں کے خلاف غیر معمولی اقدام اٹھانے یا خاص اعلانات بھی کئے جاتے تھے مثلاً ابتداء میں جب انگریز نے محسود قبیلہ سے ملزم زنگی خان کو حکومت کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا تو محسود نے کھلے عام جرگہ میں اعلان کیا ”جب تک ایک محسود بھی زندہ ہے زنگی خان کو حکومت کے حوالے نہیں کیا جائے گا“ ملاپانندہ دور میں بوٹری کیمپ وانا پر حملہ کے بعد انگریزوں نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے وزیرستان کے کونے کونے میں فوج پھیلا دی۔ مگر اسکے باوجود ملاپانندہ نے مکین کے مقام پر جلسہ عام کا اعلان کیا کہ ”جب تک فرنگی ہمارے علاقے سے فوج واپس نہیں بلا لیتی تب تک انکا بھرپور مقابلہ کیا جائے گا۔“ ملکوں کے کردار سے متعلق انہوں نے اعلان کیا کہ ”مرنے کی صورت میں ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔“ اس طرح جنگ عظیم اول کے شروع ہوتے ہی

وزیرستان کے قبائل نے شہزادہ فضل دین کی قیادت میں کانگرم میں بہت بڑے جلسے میں اعلان کیا کہ ”احمد زئی وزیر وانا پر جبکہ محسود سرور کئی ‘جندولہ اور ٹانک کے مقامات پر فرنگی قلعوں پر بیک وقت بھر پور حملے کریں گے“ لیکن امیر کابل حبیب اللہ کی بے بسی کے باعث ایسا ممکن نہ ہو سکا۔

فقیر ایپی دور میں برطانوی سامراج کے خلاف ہمہ گیر جہاد کے آغاز سے قبل نیتاسی کلی میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا جس میں فقیر ایپی نے فرنگی پر ”مداخلت فی الدین“ کا الزام لگا کر اعلان کیا ”جب تک اسلام ملی کو واپس مسلمانوں کے حوالے نہیں کیا جائے گا تب تک فرنگی کے خلاف جہاد جاری رہیگا۔“ خسورہ میں مجاہدین کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے اعلان کیا ”ہمارے اور فرنگی کے مابین کفر اور اسلام کا معاملہ ہے اس لئے انکے ساتھ کسی صورت میں بھی صلح نہیں ہو سکتی۔“ اس طرح انگریز پروپیگنڈہ مہم کے جواب میں آپ نے اعلان جاری کیا ”ہمارا مقابلہ صرف انگریز کے ساتھ ہے۔ ہندو کو لوٹا اور راستے جاتے مسافروں کو نالاں کرنا جیسے گھناؤنے افعال میں نے سختی سے منع کر دیئے ہیں جو لوگ ایسے کام کرتے ہیں ان کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔“ انگریز فوج کی طاقت اور بربریت کے بارے میں ملکوں کے سوال پر آپ نے کھلے عام اعلان کیا ”میں نے پہلے ہی دن سے اعلان کر رکھا ہے کہ جو کوئی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آسکتا ہے صرف وہ میرے پیچھے آئے۔“

قبائلی معاشرے میں قابلیت اور تجربے کی بنیاد پر بعض افراد کو سربراہ اور قبیلے کی ترجمانی کے طور پر قبول کیا جاتا ہے جسے ملک کہتے ہیں۔ ملک کی ذاتی قابلیت اور کردار ہی اپنے قبیلے کے لوگوں پر اثر کی حد کا تعین کرتا ہے۔ جنگ آزادی کے دوران انگریز نے بعض بااثر افراد کو حرص و لالچ کے ذریعے اپنے ساتھ ملا کر ان سے کافی کام لیا۔ تاہم روایتی قبائلی ملکوں کی اکثریت نے انگریز کے خلاف جدوجہد میں رائے عامہ ہموار کرنے میں گر انقدر خدمات انجام دیں ہیں۔ ان کے امیر مجاہدین کے ساتھ قریبی مراسم ہوتے تھے جن کے باعث بعض اوقات بڑے بڑے فوجی دستے اور ہوائی جہاز صرف ایک باغی ملک کے گھر تباہ کرنے اور اس کو نچوڑ کھانے کیلئے بھیج دیئے جاتے تھے۔ ملک کی ایک قسم سرکاری ملکوں کی ہے۔ یہ انگریز کیلئے کام کرتے تھے جن کی تفصیل انگریزوں کے طریقہ ہائے ابلاغ کے حوالے سے دی گئی ہے۔

قبائلی روایات و ثقافت میں مذہبی رنگ گہرا ہوتا ہے۔ مذہبی شعائر سے اعتقاد اور روح مذہب سے عدم واقفیت کی وجہ سے یہاں مسجد کا امام رائے عامہ کے رہنما کی حیثیت سے اہم مقام و منصب کا حامل ہوتا ہے۔ فرنگی کے خلاف جنگ آزادی میں ملا نے مبلغین کی حیثیت سے قبائلی جذبات کو اجاگر کرنے میں غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ وزیرستان کی سطح پر مولوی گلاب دین، ملا اوگیر، ملا شہزادہ فضل دین، ملا شیر علی اور بالخصوص ملا پانندہ اور فقیر ایپی نے قبائل کو جذبہ جہاد سے سرشار کر کے فرنگی سامراج کیلئے غیر معمولی مشکلات پیدا کیں۔ فقیر ایپی دور میں دور دراز کے علاقوں میں تحریک جہاد کی تنظیم سازی اور مجاہدین کی فکری تربیت کرنے میں علماء کرام نے قابل فخر کردار ادا کیا ہے۔ ملا کے اپنے اپنے علاقوں میں مجاہدین کے ساتھ خفیہ رابطے ہوتے تھے۔ وہ مجاہدین کی سرگرمیوں اور عمومی صورتحال سے امیر مجاہدین کو باخبر رکھتے تھے اور مجاہدین کی ضروریات کا خیال بھی رکھتے تھے۔ وہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کو دشمن کے خلاف جہاد کی ترغیب دینے اور اکابرین مجاہدین کی مدد پر کمر بستہ کر دینے میں غیر معمولی کردار ادا کرتے تھے۔ مساجد انکے وعظ و نصیحت کرنے اور قبائل کو جذبہ جہاد سے سرشار کرنے میں اہم مراکز کا کام دیتی تھیں۔

اس طرح جنگی محاذوں پر مجاہدین کی قیادت کے فرائض سرانجام دینے، ان کی ضروریات کا خیال رکھنے اور ان کی کارکردگی و دشمن کے ارادوں سے امیر مجاہدین کو باخبر رکھنے کیلئے خلفاء (نائین) مقرر کئے تھے۔ خلفاء کے انتخاب میں قائدانہ صلاحیت اور اپنے حلقہ میں ان کے اثر و رسوخ کو مد نظر رکھا جاتا تھا۔ وہ موقع کی مناسبت سے دشمن کے خلاف جارحانہ اور دفاعی حکمت عملی مرتب کرنے میں ماہر ہوتے تھے۔ مجاہدین کی ضروریات کا خیال رکھنے، گوریلا کارروائیوں کیلئے منصوبہ بندی مرتب کرنے اور دشمن کے ارادوں سے متعلق مناسب تدابیر اختیار کرنے جیسے

اہم امور میں خلفاء کا بڑا متحرک کردار ہوتا تھا اور امیر مجاہدین کے ساتھ مذاکروں میں ان کی رائے کو بنیادی فوقیت دی جاتی تھی۔

اس طرح حجرہ پٹھان قبائل کا دارالشارب، تفریح گاہ، مہمان خانہ اور اٹھنے بیٹھنے کی جگہ بھی ہے اور نوجوانوں میں مثبت سوچ پیدا کرنے کا وسیلہ بھی۔ حجرہ واپسی طور پر عوامی سرگرمیوں کا مرکز ہوتا ہے جہاں ہر قسم کے عوامی معاملات سے متعلق بحث و مباحثے اور گپ شب کا تبادلہ ہوتا ہے۔ یہاں علاقائی، قومی اور بین الاقوامی معاملات کے متعلق گرم بحثیں ہوتی ہیں۔ تحریک آزادی کے دوران دشمن کے خلاف سرگرمیوں، مجاہدین کی کارکردگی اور بالخصوص فقیر ایسی کی جرات مندانہ قیادت سے متعلق بالمشافہ گفتگو اور گروپ مباحثوں کیلئے حجروں کے کردار کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی۔ اس لئے جرائم سرحدی قواعد (ایف سی آر) میں ایسی جگہوں (حجروں) جہاں حکومت کے خلاف نفرت پھیلنے کا احتمال ہو مسمار کرنے کا حکم موجود ہے۔

مجاہدین کے جذبہ حریت کو قائم و دائم رکھنے اور آزادی پر جان کی بازی لگانے میں لوگ گیتوں کا بھی بڑا عمل دخل رہا ہے۔ لوگ گیتوں کے ذریعے جب انہیں معلوم ہو جاتا تھا کہ ان کے بزرگ آزادی وطن کیلئے کسی طرح قربانی دے چکے ہیں تو ان میں وہی جذبہ پیدا ہوتا اور تحفظ آزادی کی خاطر اپنے آپ کو مسلح رکھنے کی فکر کرتا تھا۔ لڑائی کے دوران اگر کوئی پسپائی اختیار کرتا تو لوگ گیتوں کے ذریعے اس کی زندگی اجیرن بنا دی جاتی تھی لیکن اگر کوئی میدان جنگ میں بہادری کے جوہر دکھاتا تو لوگ گیتوں کے ذریعے اس کے کارنامے بڑھا چڑھا کر میان کئے جاتے تھے۔ جس سے جوانوں کے جوش و جذبہ میں نیا ولولہ پیدا ہو جاتا تھا۔ میوند کے مقام پر جب پشتون لڑائی کے عین پچ میں لڑتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے تو ساتھ کی پہاڑی پر بیٹھی ہوئی خواتین میں سے ملا مالہ نامی دو شیرہ نے با آواز بلند یہ مہ لگایا ”اگر میوند کے میدان میں شہادت کی سعادت سے محروم رہے تو قسم ہے اے میرے محبوب تیری اسکے بعد کی زندگی بزدلی کی زندگی ہوگی۔“ اس کے ساتھ ہی وہ دوسری خواتین کے ساتھ میدان جنگ میں کود پڑی۔ یہ دیکھ کر پشتون بھی نہایت برق رفتاری سے انگریز فوج پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ آنا فانا انگریز فوج کو نہ صرف شکست ہوئی بلکہ فل جرنیل براؤن نے ہتھیار بھی ڈال دیئے۔

لوگ گیتوں کے ذریعے جوان تحفظ آزادی اور ننگ و ناموس کی خاطر اپنے آپ کو ہر وقت مسلح رکھنے کی فکر کرتا تھا چونکہ چین سے اس کی مانتا بھری ماں اس کو گود میں تلقین کرتی تھی:-

تمہارا باب جنگ کرنے گیا ہے عمدہ شمشیر لٹکائے ہوئے
اپنے ناموس کے لئے سر دیدے گا وطن پر فرنگی چڑھ آئے ہیں
تم خالد کے پوتے ہو اور تم غوری کے بیٹے ہو پھر دل کیوں گھبرائے

پشتون دو شیرائیں، بیویوں، ماؤں اور بیٹیوں کی طرف سے بنائے ہوئے پشتو پٹوں کا اختصار کے ساتھ ترجمہ:-

- ۱۔ جب تجھے چمکتی ہوئی تلوار کا سامنا کرنا پڑے گا تو ناچتے ہوئے اس کی طرف بڑھ
- کیونکہ رشتہ داروں کے پیچھے دکھانے کی بناء پر میں نے ہمیشہ اپنی بھولیوں کی تھپک کی ہے۔
- ۲۔ بہتر ہو گا کہ تو کالی ہندو سے قتل ہو جائے اور تیری لاش لائی جائے لیکن خدا نہ کرے کہ تیری پسپائی کی خبر آجائے
- ۳۔ خدا کرے کہ تیرا جسم ہار دوسے کالا اور خون سے لال ہو جائے
- لیکن یہ نہ ہو کہ سالم وجود کے ساتھ بزدلی کی حیثیت میں واپس آجائے
- ۴۔ میں ایسے بہادر کی محبت پر قربان ہو جاؤں جو اپنے ہاتھ دشمن کے خون سے رنگ لے
- ۵۔ پشتون نوجوانوں کی باری ہے۔ بہادر جوان اپنے وطن کے ناموس کی خاطر سر قربان کر دیا کرتے ہیں

جنگ آزادی کے دوران پروپیگنڈہ کا بھی بہت بڑا کردار رہا ہے۔ خاص کر پہلی جنگ عظیم میں جب ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا تو عالم اسلام کے منبر سے ”اسلام خطرے میں ہے“ کے نعرے بلند ہونے لگے۔ قبائلی علاقے ترک جرمن مشن، اکابرین تحریک مجاہدین ہند، قبائلی

زعماء اور انگریز کی پروپیگنڈہ ممات کی آماجگاہ بنے رہے۔ امیر کابل حبیب اللہ انگریز کا وظیفہ خوار تھا چنانچہ وہ عجیب ٹال مٹول سے کام لیتا رہا۔ انگریز نے زر خرید مولویوں سے فتوے لکھوائے کہ ”جہاد مسلمانوں پر تب فرض ہوتا ہے جب مسلمان ملک کا بادشاہ اس کا اعلان کرے“۔ امیر کابل کی بے حسی پر وزیرستان میں یہ افواہ گرم تھی کہ ”سلطان ترکی نے امیر کو ایک تلوار اور دو چوڑیاں بھیج دیں ہیں کہ مردانگی کی صورت میں تلوار لے لو ورنہ عورت کی چوڑیاں پہن لو“ ساتھ یہ بھی افواہ گرم تھی کہ ”سلطان ترکی نے جرمن بادشاہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہے جو انہوں نے قبول کر لی ہے“۔ اس کے علاوہ ترک جرمن نمائندے کاظم بے کی سرکردگی میں پروپیگنڈہ مہم چلا رہے تھے کہ ”فتح کی صورت میں پشتون کا سارا علاقہ امیر کابل کے حوالے کیا جائے گا جبکہ دیگر علاقہ ترکی اور جرمنی میں برابر تقسیم کیا جائے گا“۔ محسود قبائل پر اس کا اثر کچھ زیادہ ہوا۔ انہوں نے ٹانک میں پولیٹیکل ایجنٹ ڈاؤسمیت دو آفیسر اور تین سپاہیوں کو ہلاک کیا۔ لیکن امیر کابل کے مایوس کن کردار کے باعث ترک جرمن مشن اکابرین تحریک مجاہدین ہند اور قبائلی زعماء کو انگریز کے خلاف اجتماعی طور پر جہاد کرنے میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

اشاراتی / سگنل رابطہ

دشمن کے خلاف گوریلا کارروائی یا لشکر کشی کے دوران مجاہدین آپس میں رابطوں کے قیام کیلئے جن اشاراتی یا سگنل طریقہ ہائے ابلاغ استعمال کرتے تھے ان میں شیشے کا استعمال گوریلا طرز جنگ میں بڑا موثر ثابت ہوتا تھا۔ گوریلا کارروائی سے پہلے چند مخصوص آدمیوں کو پہاڑی چوٹیوں پر بھیج دیا جاتا تھا۔ فوج یا کالم پر جس جگہ حملہ کرنا مقصود ہو تا وہاں فوج کے پہنچنے ہی شیشہ کے ذریعے حملہ آور گروپ کو اطلاع دی جاتی تھی۔ تاہم اس کے لئے مطلع کا صاف ہونا ضروری تھا۔

اس طرح سرخ کپڑا، چادر یا جھنڈے کا استعمال بھی مذکورہ مقصد کے حصول کیلئے روبہ عمل لایا جاتا تھا۔ انکی افادیت شیشہ کے استعمال سے اس لئے زیادہ تھی کہ یہ ابر آلود موسم میں بھی رابطوں کے قیام کیلئے استعمال میں لائے جاسکتے تھے۔ گو کہ ابتدائی دور میں قبائل جھنڈے کے استعمال سے واقف نہیں تھے مگر بعد میں فقیر ایپی دور میں فقیر محمد پنجابی جو کہ فوج کے بھگوڑے حوالدار تھے نے مجاہدین کو جھنڈے کے استعمال کے گر سکھائے۔

رات کے وقت مجاہدین آپس میں رابطوں کے قیام کیلئے آگ کو کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ خاص کر اکابرین مجاہدین اور بالخصوص فقیر ایپی جس گاؤں میں جاتے تھے یہ تاثر دینے کیلئے کہ ان کی حفاظت کی جاتی ہے قریب کی پہاڑی چوٹی پر آگ جلائی جاتی تھی۔ تاریکی میں مجاہدین ایک دوسرے کو اپنی سمت بتانے کیلئے کسی اونچی جگہ آگ جلایا کرتے تھے۔ آگ کے علاوہ رات کے وقت مجاہدین ایک دوسرے کو اپنی سمت بتانے اور دشمن کے خلاف کارروائی کیلئے فائرنگ بھی کرتے تھے۔ دو دفعہ فائر کرنے کا یہ مقصد ہوتا تھا کہ حملہ آور گروپ متعلقہ جگہ پہنچ چکا ہے۔ تین دفعہ فائر کرنے سے دفاعی گروپ کی طرف سے حملہ آور گروپ کو واپس آنے کی دعوت مقصود ہوتی تھی۔ تاہم بعض اوقات فائرنگ کے ذریعے رابطوں میں ناکامی کے باعث مطلوبہ ہدف کے حصول میں ناکامی کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا۔ مثلاً ۱۹۰۵ء میں ملیشیاء کے محسود سپاہیوں نے وانا کھپ پر قبضہ جمانے کا پروگرام بنایا۔ صابر خان سے فائر نہ ہو سکا تاہم اس نے کرنل ہارمون کو سنگین کے ذریعے موت کے گھاٹ اتار دیا مگر فائرنگ کے ذریعے رابطوں میں ناکامی کے باعث کھپ پر قبضہ کرنے کی اسکیم ناکام رہ گئی۔ فوجی دستے یا کالم پر ہلے بولنے سے پہلے مجاہدین کا کمانڈر سیٹی جاتا تھا جس پر فائر کرنے والا گروپ فوراً فائر کھول دیتا تھا اور ساتھ حملہ آور گروپ نہایت برق رفتاری سے دشمن پر ٹوٹ پڑتا تھا۔ کارروائی مکمل کرنے کے بعد پسپائی اختیار کرنے کیلئے کمانڈر پھر سیٹی جاتا تھا۔ اس طرح دشمن پر یلغار کرتے اور پسپائی اختیار کرتے وقت مجاہدین کے مابین بہترین تنظیم قائم رہتی تھی۔

قبائلی اکابرین اور بالخصوص ملاپانندہ اور فقیر ایپی نے دشمن کے خلاف جہاد کے دوران طریقہ ہائے ابلاغ کے کامیاب استعمال سے جو

حیران کن کامیابیاں حاصل کیں ان کے پیچھے کئی عوامل کار فرما تھے۔ مگر اہم بات یہ تھی کہ وہ اپنے مقصد میں مخلص تھے۔ انکی نیتوں میں صداقت تھی اور ارادوں میں پہاڑ جیسا عزم تھا۔ انہوں نے مذہبی کرشمہ سازی، سیاسی و عسکری دوراندیشی، تنظیمی صلاحیت اور قبائلی نفسیات سے واقفیت کے باعث ننگ کے حامل ایک ایسے معاشرے میں لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کی جو عام حالات میں کسی کی قیادت تسلیم نہیں کرتا۔ انہوں نے مذہب، قبائلی ننگ، جذبہ حریت اور بدل جیسے عوامل کو یکجا کر کے جہاد بنادیا تھا اور اس میں کامیابی کے حصول کیلئے جہاد کا آغاز فناء کے بعد بقاء کے دائمی پیغام سے کیا تھا۔ چونکہ دل کی بات دل پر اثر کرتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنے پیروکاروں کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھادی تھی کہ جو کوئی اللہ کی خوشنودی کی خاطر اپنی جان کی بازی لگائے گا وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ ملاپاوندہ اور فقیر ایپی کی دعوت جہاد کے عقیدت مندوں پر جو اثرات مرتب ہوتے تھے انکی اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل مثالوں سے بخوبی ہو سکتا ہے

۱۹۰۴ء میں جنوبی وزیرستان کے پولیٹیکل ایجنٹ باورنگ سروکنی قلعہ میں قبیلہ کی طرف منہ کر کے سو گیا تھا۔ ایک محسود سپاہی کابل خان عبدالرحمن خیل کے دل میں اسلامی غیرت کا جذبہ اٹھا اور اس نے پولیٹیکل ایجنٹ کو قتل کر دیا۔ کابل خان کو شہید کیا گیا۔ جس پر اس کے قبیلہ نے اسکی مردانگی کے گیت گائے۔ ایک سال بعد ایک اور محسود سپاہی صابر خان شاملی خیل نے وانا ملیشیا کے کرل ہارمن کو سنگین سے قتل کیا۔ گرفتاری کے بعد اس نے بتایا کہ ”میں نے صاحب کو اس لئے مارا کہ کابل خان کے مقابلے میں میری بہادری کے زیادہ گیت گائے جائیں اور یہ ظاہر کیا جائے کہ اس کا قبیلہ کیسے سر بخت جو ان پیدا کرتا ہے اور اس لئے بھی کہ ملاپاوندہ نے ان تمام کو بشارت بہشت دی تھی جو کافروں کو مارتے ہیں۔ اس وقت کے پولیٹیکل ایجنٹ ہاول کے بقول صابر خان نے بڑی بہادری سے موت کا مقابلہ کیا اور آخری نصف گھنٹہ میں جنت کی حوروں کے انتظار میں بناؤ سنگھا کر تار ہا۔

پہلی جنگ عظیم کے دوران بمبئی میں میجر اینڈرسن نے اپنی رجمنٹ کے محسود سپاہی مامک خان کو غلامی کا طعنہ دیا۔ مامک خان نے نومبر ۱۹۱۴ء میں میجر اینڈرسن کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مامک خان کو پھانسی دی گئی۔ اس خیال سے کہ دیگر محسود سپاہیوں میں جذبہ آزادی کسی بھی وقت بھڑک سکتا ہے ان سب کو جنگ کے دوران جزیرہ انڈمان میں بند کیا گیا۔ اس طرح خسورہ کی پہلی جنگ کے دوران فقیر ایپی نے اپنے پیروکاروں کو کنکریوں سے مٹھیاں بھر کر دشمن کی طرف پھینکنے کا جو حکم دیا تھا بظاہر اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی تھی مگر پھر بھی آپکے عقیدہ تمندوں نے بلاچوں و چراں اس پر عمل کیا۔ فتح کے بعد فقیر ایپی کی معجزانہ قوتوں کے گھروں، حجروں اور مساجد میں چرچے ہونے لگے۔ جنگ کے آغاز پر آپ نے غازیوں کو یہ بھی بتایا تھا کہ ”آج کا دن تمہارے گناہوں کی خشک کا دن ہے۔“ اس سے مجاہدین کو مرنے کے بعد اپنی خشک کا یقین ہو گیا تھا۔ اس لئے ایسے بے جگری سے لڑے کہ بے سروسامانی کی حالت میں بھی بہت بڑی قوت کیخلاف فتح حاصل کی۔

فرنگی کی طرف سے سخت دباؤ، بے انتہاء مظالم، ہوائی حملوں اور کئی بار فرنگی مصالحتی کوششوں کے جواب میں آپ نے فرمایا ”جو کوئی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آسکتا ہے وہ میرے پیچھے آئے لیکن فرنگی سے مصالحت اس لئے نہیں ہو سکتی کہ وہ ہمارے دین میں مداخلت کرتے ہیں اور ہماری آزادی کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالتے ہیں۔“ اس بے باک قیادت اور بے مثال جرات سے دراصل یہ بتانا مقصود تھا کہ جنگ طاقت کے بل بوتے پر نہیں بلکہ جذبوں سے لڑی جاتی ہے۔ جذبہ کے حوالے سے بدل کی اہمیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ آزادی کے حصول کے بعد بھی بدل کے جذبہ کا یہ عالم رہا کہ یکم جون ۱۹۴۸ء کو جنوبی وزیرستان کے انگریز پولیٹیکل ایجنٹ ڈگن محسود قبیلہ کے ساتھ الوداعی ملاقات کیلئے سراروند آیا تھا۔ نظم خان محسود کا باپ خسورہ میں شہید ہوا تھا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد وہ باپ کا بدلہ کس سے لیں گے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ دشمن کو قتل کرنے کے بعد وہ بھی زندہ نہیں رہے گا پھر بھی دشمن کو قتل کیا۔

فانا..... تعمیر و ترقی کے لئے..... شجاویز

قبائلی علاقے شروع سے ہی انتہائی پسماندہ چلے آ رہے ہیں۔ بعض جگہوں میں آج بھی لوگ غاروں میں رہتے ہیں۔ سڑک، سکول اور ترقیاتی کاموں کی مخالفت کرتے ہیں اور ریاستی اداروں کی مداخلت پسند نہیں کرتے بلکہ ان کی مزاحمت کرتے ہیں۔ تقریباً تمام علاقے اور قبیلے اس بات پر متفق ہیں کہ ان کی روایتی خود مختاری اور آزادی کو برقرار رکھا جائے، ان کے رسم و رواج میں مداخلت نہ کی جائے اور انہیں اپنا طرز زندگی بدلنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اس نکتہ نظر کی وجہ ریاست سے آزاد طویل قبائلی زندگی، تعلیم کی کمی اور سماجی اور معاشی پسماندگی کے علاوہ پاکستان کی انتظامی اور ریاستی اداروں کی ناکامی اور غلط کاریاں ہیں جو قبائلی عوام کو ریاستی اداروں کی مخالفت پر آمادہ کرتے ہیں۔ پاکستان میں تمام اداروں نے عموماً کوئی ایسا اچھا ماڈل یا نمونہ پیش نہیں کیا جو فانا کے لئے قابل تقلید ہو۔ جہاں تک فانا کی ترقی کا تعلق ہے تو وہاں کوئی خاطر خواہ ترقی نہیں ہوئی۔ تعلیم، صحت، مواصلات، صنعت، زراعت، واٹر سپلائی اور دیگر شعبوں میں ترقی کا اندازہ سرکاری اعداد و شمار سے لگایا جاسکتا ہے۔ فانا میں تعلیم کی شرح ۶.۳۸ فیصد ہے، کل سڑکیں ۴۱۳۶ کلو میٹر ہیں جن میں پختہ سڑکیں صرف ۲۲۹۶ کلو میٹر ہیں۔ ہسپتالوں میں فی چارپائی آبادی ۱۲۶۱۱ افراد ہیں۔

طویل قبائلی زندگی، حکومت اور ریاستی اداروں کی غیر موجودگی اور فانا کے قبائل کی جنگجوئیانہ ذہن نے ماضی کے مغل، افغان، سکھ اور انگریز حکمرانوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ ان کے حالات کو جوں کا توں برقرار رکھا جائے۔ چنانچہ قبائلی علاقوں کی خصوصی حیثیت ۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ اور بعد میں پاکستان کے ہر آئین میں برقرار رکھا گیا۔ ۱۹۷۳ء کے موجودہ آئین کے آرٹیکل ۲۴۷ کے تحت آئین بذات خود ان علاقوں پر لاگو نہیں ہوتا۔ قبائلی علاقے کا سارا کنٹرول صدر مملکت کے ہاتھ میں ہے البتہ گورنر سرحد صدر کے ایجنٹ کے طور پر اس کے سارے اختیارات استعمال کرتا ہے اور تمام سیاہ و سفید کا مالک ہے۔ فانا میں صدر کے جاری کردہ آرڈر یا ریگولیشن کے بغیر پارلیمنٹ کا کوئی قانون لاگو نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی پارلیمنٹ کو فانا پر ایسا کوئی اختیار حاصل ہے کہ وہ اس کی حیثیت میں تبدیلی لائے۔ درحقیقت صدر کے علاوہ حکومت، پارلیمنٹ یا عدلیہ کو فانا میں کوئی اختیار حاصل نہیں۔ آئین میں ترمیم کے بغیر یہ صورتحال تبدیل نہیں ہو سکتی۔ اس پس منظر اور خصوصی صورت حال کے پیش نظر قبائلی عوام کو ملکی صفوں میں برابری کی بنیاد پر شامل کرنے کے لئے وہاں سماجی، اقتصادی، انتظامی، قانونی اور آئینی تبدیلیاں لانے کے لئے اصلاحات کی فوری ضرورت ہے تاکہ قبائلی عوام بھی اس قابل ہو جائیں کہ وہ تعلیم و ترقی کی راہ پر گامزن ہو کر جمہوری پاکستان میں زندگی کے ہر شعبہ میں اپنا کردار ادا کریں۔

جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ مروجہ فرسودہ نظام نے قبائل کو سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ لہذا اس نظام میں حالات کے مطابق قبائلی رسم و رواج کو مد نظر رکھتے ہوئے قبائل ہی کے صلاح و مشورے سے مناسب ترمیمات وقت کی اہم ترین ضرورت ہیں۔ مروجہ ناقص نظام میں اصلاحات کے حوالے ہمارا مقصد قبائلی علاقہ جات میں پولیس کو متعارف کرنا ہرگز نہیں ہے۔ ہم صرف ایسی مثبت تبدیلی کے حق میں ہیں جس سے یہاں پر بسنے والوں کی زندگی پر خوشگوار اور پائیدار اثرات مرتب ہو سکیں۔

یوں تو حکومت کی نیت پر شک نہیں کرنا چاہیے۔ مگر پھر بھی عوام کے ذہنوں میں سوال اٹھ سکتے ہیں کہ کیا واقعی حکومت قبائلی علاقہ جات میں امن و امان کے ساتھ ساتھ قبائل کے سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی ترقی کی خواہاں ہے؟ کہیں بد سے بدتر کی تلاش تو نہیں ہے؟ کہیں حکومت قبائل کو بہترین نظام مہیا کرنے میں ”حکومت کنگال“ بہانہ تو نہیں کرے گی؟ یا پھر مروجہ مخصوص استحصالی طبقہ کی منشا کے مطابق کوئی ایسی تبدیلی تو نہیں لاتی جس میں بالائی طبقہ کے مفادات بھی متاثر نہ ہوں اور دنیا کو بھی دکھا سکے کہ قبائل کو انسانی ہمدردی کی بنیاد پر

نظام سے نوازا گیا۔ دراصل موجودہ نظام میں تبدیلی سے مفاد پرستوں کے مفادات کو خطرہ ہے اور ظاہر ہے یہ لوگ تبدیلی کی مخالفت میں منفی پرایگنڈہ کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ جس طرح وہ بالغ رائے دہی کے حصول کے دوران کیا کرتے تھے۔ کیا ہم یہ امید کر سکتے ہیں کہ ان قوتوں کو حکومت کی پشت پناہی حاصل نہیں ہوگی۔ مفاد پرست موجودہ نظام کو بہترین نظام سمجھتے ہیں اگر عوامی بنیادی حقوق عوام کے بجائے فرد واحد کے ہاتھوں فروخت کئے جائیں اور کوئی پوچھ گچھ نہ ہو تو کیا ایسا سسٹم اچھا سسٹم کہلانے کا مستحق ہے؟ جب کوئی فرد واحد انتظامیہ سے سکول اور ہسپتال بیٹھک کے نام پر مانگ سکتا ہو تو کیا ایسے سسٹم سے ترقی کی امید رکھی جاسکتی ہے اور جب سکول، ہسپتال، ٹیوب ویل اور دیگر مراعات عوام کی بجائے فرد واحد کو اس لئے دی جاتی ہیں کہ حاصل کرنے والے کے پاس رشوت دینے کے لئے پیسہ موجود ہے تو کیا ایسے سسٹم میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ اگر عوامی سکیموں کی فیئر ایبلٹی لیٹل ایجنٹ کے کہنے یا رشوت کی بنیاد پر تیار ہو نہ کہ ضرورت کی بنیاد پر تو کیا ایسے سسٹم میں ہم خود کفالت یا ترقی کی منزل کو پہنچ سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

فاٹا جتنا وسیع علاقہ ہے اتنے ہی اس کے مسائل بھی ان گنت ہیں۔ بنیادی وجہ یہ ہے کہ تاریخ کے نامعلوم زمانہ سے اب تک یہ علاقہ کسی ریاست میں شامل نہیں رہا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں یہ علاقہ پاکستان میں شامل کیا گیا۔ مگر حکومت کی حکمرانی صرف سڑک تک محدود رہی ہے۔ ۱۹۹۷ء کے عام انتخابات میں یہاں کے لوگوں کو ووٹ کا حق دیا گیا۔ انتخابات کے بعد سابقہ نواز شریف حکومت نے فاٹا میں اصلاحات کے نفاذ کے بارے میں تجاویز جمع کرنے کے لئے ایک کمیشن تشکیل دیا۔ جس کے اغراض و مقاصد دئے گئے ہیں۔ اس کے جواب میں لطیف خان آفریدی سابق ایم این اے اور میر زمان خان ماسید قومی کونسل کے چیرمین نے بہت محنت اور مشاورت کے بعد ایسی تجاویز پیش کیں جن میں ہر لحاظ سے فاٹا کی ضروریات کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ بحیثیت ایک محقق میں نے ان تجاویز کا بہت گہرا مطالعہ کیا اور ان کے علاوہ سمجھدار اور فاٹا کے مسائل سے متعلق گہری سوچ اور فکر کرنے والے بہت سارے خیر خواہوں کے ساتھ تفصیلی گفتگو کے بعد جامع تجاویز مرتب کی ہیں کہ اگر ان تجاویز پر مخلصانہ طریقے سے عمل درآمد کیا گیا تو یقیناً واقعہ ہے کہ اس سے نہ صرف فاٹا جیسے غیر ترقی یافتہ علاقہ کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے میں آسانی ہوگی بلکہ قبائل جیسے خوددار اور قیمتی لوگ قومی دھارے میں شامل ہو کر ملک و ملت کی تعمیر میں بھرپور کردار ادا کرنے کے قابل بھی ہوں گے۔ تجاویز سے پہلے فاٹا کمیشن کے اغراض و مقاصد پیش ہیں۔

سرکاری فاٹا کمیشن کے اغراض و مقاصد

فاٹا کے مسائل سے متعلق فاٹا کے ممبران پارلیمنٹ نے وقتاً فوقتاً جو مسائل اٹھائے سابق وزیراعظم پاکستان نے ان کے حل کے لئے بلاآخر ۱۳ مارچ ۱۹۹۸ء کو ایک کمیشن مقرر کیا جو فاٹا کے مسائل کا جائزہ لیکر ۳ ماہ کے اندر اپنی سفارشات اور تجاویز پیش کرنا تھی۔

۱۔ فرنٹیر کرائمز ریگولیشن (FCR) پر نظر ثانی کرنا تاکہ وہ دفعات / شقیں جو مروجہ انصاف کے تقاضوں سے متصادم ہوں ان کو حذف کیا جاسکے۔ (قبائلی علاقے میں جرگہ اور رواج کے مطابق فیصلے کرنا حصول انصاف کا ایک عام وسیلہ ہے موجودہ حالات میں جرگہ اور جرگے کے صدر کا انتخاب کے طریقہ کار کے بارے میں سفارشات مرتب کرنا)

۲۔ ایجنسی کونسل کے ممبران کے انتخاب کے لئے بالغ رائے دہی نافذ کرنا اور ایجنسی کونسل کی ساخت اور فرائض میں مناسب تبدیلیاں لانا تاکہ یہ حکومت کا مقصد ادارہ بنے۔

۳۔ صوبہ سرحد کی اسمبلی میں فاٹا کے عوام کو اسی طرح نمائندگی دینا جیسا کہ انہیں مغربی پاکستان صوبہ میں نمائندگی حاصل تھی بصورت دیگر فاٹا کو نسل قائم کرنا۔

۴۔ فاٹا کے لئے علیحدہ سیکرٹریٹ گورنر سرحد کے ماتحت قائم کرنا۔ بصورت متبادل گورنر کے سیکرٹریٹ کو نمایاں طور پر مضبوط کرنا۔

- ۵۔ ایک ایسی مشینری قائم کرنا جس کے ذریعہ قبائل حکومت کے ساتھ کئے گئے مختلف معاہدوں کی روشنی میں اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکیں۔
- ۶۔ خاصہ دار اور لیوی فورس کی تنظیم کرنا تاکہ یہ فرنیٹر کانسٹیبلری کی طرح تربیت یافتہ اور منظم فورس بنے۔ جس میں ہر قبیلے کا حصہ اور قبائلی پلاٹون ہو جو پولیٹیکل ایجنٹ کے ماتحت ہو۔
- ۷۔ قاتا کے لئے ایک ایسی ترقیاتی حکمت عملی وضع کرنا جس میں عوام کی شرکت ہو..... نیز قاتا ڈی سی کے رول پر غور کرنا
- ۸۔ قاتا میں امن وامان کے قیام کے لئے ملیشیاء (F.C) پر گورنر کا اختیار واضح اور مضبوط کرنا۔
- ۹۔ قبائلی نظام میں پولیٹیکل انتظامیہ کا کردار۔
- ۱۰۔ کوئی اور بات جسے چیئر مین قاتا سے متعلق سمجھے۔

(۱) قانونی تجاوز

- ایف سی آر میں ترمیم ہو یا اس کی جگہ کوئی اور قانون نافذ ہو اس میں مندرجہ ذیل باتیں لازماً ہونی چاہیں۔
- ۱۔ دفعہ ۴۰ ایف سی آر کو فوراً ختم کر کے اس کی جگہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۷۰ کی طرح کا قانون نافذ کیا جائے۔ جس میں ہر دو مخالف فریقین سے ایک سال کے لئے امن اور نیک چلنی کی معتبر اور بھاری ضمانت لی جائے، ضمانت نہ دینے کی صورت میں زیادہ سے زیادہ ایک سال تک قید کی سزا ہو اور جس وقت ضمانت دی جائے قیدی فوراً رہا کیا جائے۔
- ۲۔ ہر ایجنسی میں اپیل عدالت کے لئے ایجنسی جج مقرر کیا جائے۔ جو ہر تحصیل جج کے فیصلے کے خلاف اپیل کی سماعت کرے۔ اپیل دائر کرنے کی معیاد ۲ ماہ سے ۳ ماہ تک ہو اور اپیل کا فیصلہ چار ماہ تک کیا جائے۔
- ۳۔ ایجنسی کے ہر سب ڈویژن کے لئے تحصیل جج مقرر کیا جائے جو جوڈیشل مجسٹریٹ کی طرح تربیت یافتہ ہو اور فوجداری و دیوانی تمام قسم کے مقدمات کی سماعت کرے۔
- ۴۔ قاتا کے لئے ہائی کورٹ جج کے برابر جوڈیشل کمشنر مقرر کیا جائے تاکہ آئین پاکستان میں دئے گئے بنیادی انسانی حقوق سے متعلق مقدمات کی سماعت کرے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا خود نوٹس لے کر مناسب کارروائی کرے۔
- ۵۔ ہر مقدمہ تین ماہ کے اندر اندر فیصلہ کیا جائے۔ فیصلہ نہ ہونے کی صورت میں ذمہ دار لوگوں بشمول جج کے خلاف مناسب کارروائی کی جائے۔
- ۶۔ تحصیل جج فریقین کی مرضی سے چار یا چھ جرگہ ممبران مقرر کرے اور خود چیئر مین کی حیثیت سے ان کی نگرانی اور مدد کرے۔
- ۷۔ جرگہ فریقین کی مرضی سے مقرر ہونا چاہیے متعلقہ جرگہ ممبران کسی بھی جگہ سے ہوں ان کو پیش کرنا متعلقہ فریق کی ذمہ داری ہوگی۔ اگر کوئی فریق اس قابل نہیں کہ جرگہ ممبران نامزد یا پیش کرے تو تحصیل جج اپنی مرضی سے جرگہ ممبران مقرر کرے۔
- ۸۔ اجتماعی، قبائلی یا علاقائی ذمہ داری خاندان تک محدود ہونی چاہیے۔ خاندان سے مراد وہ لوگ ہیں جو قبائلی روایات کے مطابق نفع نقصان میں شریک ہوں اور ان کی نیکی بدی مشترکہ ہو، پورے قبیلہ کی گرفتاری کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔
- ۹۔ مکانات و تعمیرات مسمار کرنے کا سلسلہ ختم کیا جائے البتہ سنگین جرائم میں ملوث مجرموں کو سزا ہونے کے بعد اگر چاہے تو متعلقہ قبیلہ خود اس کا گھریا تعمیرات گرا دے۔
- ۱۰۔ قبائلی رواج قانون کو باضابطہ تحریری شکل دی جائے۔

۱۱۔ رواج کے ساتھ فریقین اگر شریعت کے ذریعے اپنا فیصلہ کرنا چاہیں تو فیصلہ شرعی طور پر ہونا چاہیے جس کے لئے تحصیل یا ایجنسی جج مستند علماء مقرر کریں گے۔

علاقائی اور اجتماعی ذمہ داریاں

(1) ایف سی آر کے تحت علاقائی اور اجتماعی ذمہ داری کی بنیاد پر بے گناہ عوام کو سزا قید و جرمانہ نہ صرف نا انصافی ہے بلکہ مذہب اسلام سے متصادم ہے۔

(2) ان ذمہ داریوں کی وجہ سے پولیٹیکل انتظامیہ بے گناہ افراد اور خاص کر ان افراد کو بلیک میل کرتے ہیں جو یا تو اصلاح احوال کی بات کرتے ہیں یا پولیٹیکل ایجنٹ کے اشارے پر ناپختہ کو تیار نہ ہوں۔

(3) عموماً وہ لوگ جو قبائلی علاقہ جات میں مستقل طور پر رہائش پزیر ہیں۔ بد نیکی کی بنیاد پر چھوٹا بڑا جرم صرف اس لئے کیا کرتے ہیں تاکہ ان کے جرم کی وجہ سے اجتماعی ذمہ داری کی بنیاد پر ان لوگوں کو انتظامیہ کے ذریعے تکلیف دے جو بند و بستستی علاقے میں برسر روزگار ہیں۔

(4) اجتماعی اور علاقائی ذمہ داری کی وجہ سے اکثر لوگ روزگار چھوڑ چکے ہیں۔

(5) اکثر اوقات پولیٹیکل ایجنٹ ایک خاص منصوبہ بندی کے تحت لوگوں سے چھوٹے چھوٹے جرائم کرواتے ہیں تاکہ مرغی کی چوری کے بدلے میں اونٹ کی قیمت وصول کر کے فنڈز کو جرمانے کی شکل میں بڑھا سکیں۔

مذکورہ بالا حقائق کی موجودگی میں اجتماعی اور علاقائی ذمہ داری کی دفعات کو ختم کر دینا چاہیے۔

اکثر مخالف قوتیں یہ سوال اٹھاتی ہیں کہ اگر ڈاکو بھی ہاتھ نہ آئے اور اغوا کنندہ بھی بازیاب نہ ہو تو ایسی صورت حال میں انتظامیہ کو کیا کرنا چاہیے۔ اس سوال کا ایک سیدھا سادہ جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ نہ تو قبائل مجرم ہندوستان سے مضبوط ہیں اور نہ ہی قبائلی علاقہ سیاحین سے مشکل ہے۔

بہر حال قومی ٹیپنگ معاہدہ کے باوجود اگر کوئی فرد یا افراد جرم کے مرتکب ہوں گے تو قبائلی روایات کے مطابق وہ قومی مجرم کہلاتا ہے اور قومی مجرم سے نمٹنا قبائل خوب جانتے ہیں۔

چونکہ لوگ موجودہ ظالم نظام سے بیزار ہیں دوسروں کے جرم کے بدلے جیل جاتے ہیں مسجد، ہسپتال، دوکان، گھر اور ایر پورٹ سے پکڑے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ جرم کون کرتا ہے جرمانہ کون ادا کرتا ہے خدمت کون کرتا ہے جیل کون جاتا ہے جزا اور سزا کی طاقت کس کو حاصل ہے۔

مجرم مرغی کی چوری کرتا ہے منصف اونٹ کی قیمت وصول کر لیتا ہے پھر بھی جرم ختم نہیں ہوتے آخر کیوں؟

انتظامیہ ڈاکو اور ملک صاحبان سب ملے ہوئے ہیں۔ یہاں حساب ہی الٹا ہے مجرموں کو مراعات دی جاتی ہیں اور بے گناہوں کو جیل بھیجا جاتا ہے جب مجرم پولیٹیکل ایجنٹ کی عدالت میں پیش ہوتے ہیں تو پھولوں کے ہار پہنائے جاتے ہیں۔ انعامی سکول اور ہسپتال دئے جاتے ہیں۔ دعوت ناموں کے انبار لگ جاتے ہیں۔ غریب بے گناہ کو کیا ملتا ہے صرف جیل سے رہائی وہ بھی شخصی اور بھاری مالی ضمانت پر۔

قومی ٹیپنگ

قبائلی روایتی لوگ ہیں۔ جب بھی کسی حق کے حصول کے لئے بات کرتے ہیں تو سب سے پہلے اپنی روایات کے تحفظ کو فوقیت دیتے ہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ ہماری روایات پولیس سے بدتر ہیں مضبوط اور بائندار ہیں۔ پولیس اگر تمام سہولیات کی موجودگی میں قبائل کی نسبت

زیادہ آسان اور تعلیم یافتہ علاقوں میں لوگوں کو تحفظ دینے میں ناکام ہے تو سنگناخ چٹانوں میں قبائل کو تحفظ تو درکنار الٹا پولیس قبائل سے تحفظ کی بھکاری ہوگی۔

نئے نظام کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ عوام اور حکومت کے درمیان قومی ٹیجھ کی بنیاد پر ایسے معاہدے موجود ہوں جن میں قبائل کے رسم و رواج کے علاوہ عوامی ترقی اور خوشحالی کا خاص خیال رکھا گیا ہو۔

- (1) قومی ٹیجھ تمام شرائط واضع اور تحریری شکل میں موجود ہونی چاہیے۔
- (2) قومی ٹیجھ توڑنے والوں کے لئے سزا اور جرمانے واضع اور قابل عمل ہو چاہیے۔
- (3) حالات کے مطابق قومی ٹیجھ میں نقد جرمانہ، علاقہ بدر، سوشل بائیکاٹ، گھر کے مسمار اور مجرم کو پناہ دینے کی شقیں موجود ہونی چاہیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قبائلی روایتی قومی ٹیجھ ماضی کی طرح مضبوط نہیں ہے مگر عوامی فائدے کی خاطر حکومت اور قبائل اس کو پہلے سے بھی زیادہ مضبوط اور موثر بنا سکتے ہیں۔

- (4) عموماً قبائلی اکابرین اور عوام مل کر برائیوں کے خاتمے کیلئے خود اپنی مرضی سے معاہدے کر لیتے ہیں۔
- (5) چونکہ اکثر قومی معاہدے مستقبل کے ممکنہ جرائم کی روک تھام کیلئے کئے جاتے ہیں۔ لہذا شرائط سخت و کھلی جاسکتی ہیں۔
- (6) قومی ٹیجھ حکومت یا کوئی دوسری قوت لاگو نہیں کرتا بلکہ عوام خود اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔ لہذا قومی ٹیجھ توڑنے والے کے خلاف کارروائی میں دشواری پیش نہیں آتی۔

- (7) قومی ٹیجھ کا ایک نفسیاتی اثر ہوتا ہے اور قومی ٹیجھ کا نام سن کر جرائم پیشہ لوگ محتاط ہو جاتے ہیں۔
- (8) قومی ٹیجھ قبیلہ اور حکومت کے درمیان معاہدے کے طور پر تحریری شکل میں موجود ہونا چاہیے اگر ایسے حالات پیدا ہو کہ کارروائی کیلئے قبیلہ حکومت کی مداخلت مناسب سمجھے تو آسانی سے دعوت دی جاسکتی ہے۔

قومی ٹیجھ توڑنے والے کے خلاف کارروائی بلا امتیاز ہونی چاہیے اگر رشتہ، شخصیت مضبوطی اور کمزوری کی بنیاد پر کسی سے نرمی اور کسی سے سختی برتی گئی تو یہ عمل نظام کو ناکام بنانے کے لئے ایک گہری سازش کے مترادف ہوگا۔

(۲) آئینی تجاویز

آئین کے دفعہ نمبر ۱ کے تحت فاٹا پاکستان کا حصہ ہے۔ فاٹا میں شامل علاقوں کی تشریح آئین کی دفعہ ۲۳۶ میں درج ہے۔ جبکہ فاٹا کے انتظام اور قانون سازی سے متعلق وضاحت دفعہ ۲۴۷ میں درج ہے۔ فاٹا پر صدر مملکت کو بلا شرکت غیرے مکمل اختیار حاصل ہے۔ جب کہ گورنر سرحد اس کے ایجنٹ کی حیثیت سے فاٹا کا مختار کل ہے۔ قبائلی علاقوں پر اس وقت تک کوئی قانون لاگو نہیں ہو سکتا جب تک صدر مملکت اس سلسلہ میں حکم جاری نہ کرے۔ صدر قبائلی علاقے یا اس کے کسی حصے کی قبائلی حیثیت ختم کر سکتا ہے۔ البتہ اس کے لئے قبائلی جرگہ سے مشورہ کرنا ضروری ہے گو کہ قبائلی جرگہ کی ساخت، شکل، تعداد یا نوعیت کی آئین میں کوئی وضاحت موجود نہیں۔

پارلیمنٹ میں قبائلی ممبران پارلیمنٹ پاکستان کے لئے تو قانون سازی کر سکتے ہیں لیکن فاٹا کے لئے کوئی قانون نہیں بنا سکتے۔ اسی طرح آئین میں فاٹا کے سلسلہ میں وزیراعظم یا وزیراعلیٰ کا کوئی ذکر نہیں لیکن صدر کی بجائے وزیراعظم ہی فاٹا سے متعلق فیصلے کرتا ہے اور صدر سے ان کو جاری کرواتا ہے۔ اس طرح وزیراعلیٰ سرحد گورنر سرحد کے تمام فیصلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ آٹھویں ترمیم کے خاتمے کے بعد صدر مملکت اور گورنر کی حیثیت دیے بھی کمزور ہو گئی ہے۔ اس لئے فاٹا سے متعلق اہم آئین میں مندرجہ ذیل ترامیم تجویز کرتے ہیں۔

۱۔ فاٹا کونسل کے لئے ۱۰۰ ممبران پر مشتمل فاٹا کونسل تشکیل دی جائے۔ (مزید تفصیل آگے دیکھیے)

۲۔ اگر فانا کو نسل ممکن نہ ہو تو..... سرحد اسمبلی میں فانا کو آبادی کے تناسب سے نمائندگی دی جائے..... (صوبائی اسمبلی میں نمائندگی..... تفصیل سے آگے دیکھئے)

۳۔ فانا سے متعلق صدر مملکت کے آئینی اختیارات وزیراعظم کو منتقل کئے جائیں کیونکہ فانا سے متعلق تمام فیصلے وزیراعظم کرتا ہے۔

۴۔ اگر صوبائی اسمبلی میں فانا کو نمائندگی ملے تو فانا سے متعلق گورنر سرحد اختیارات بھی وزیراعلیٰ سرحد کو منتقل کئے جائیں۔ وزیراعلیٰ کی عدم موجودگی میں فانا سے متعلق اختیارات بدستور گورنر کے پاس ہوں۔

۵۔ کسی قبائلی علاقہ کی حیثیت ختم کرنے کے لئے جس جرگہ کا ذکر آئین کی دفعہ ۲۴ میں ہے اس کی وضاحت یوں کی جائے۔

(۱) اگر تمام فانا کی حیثیت ختم کرنے یا بدلنے کی بات ہو تو جرگہ سے مراد تمام قبائلی ایجنسیوں کے ایجنسیوں کو نسلوں کے منتخب کونسلرز، فانا سے منتخب ممبران پارلیمنٹ (ایم این اے و سینیٹر) اور صوبائی اسمبلی کے ممبران (اگر کوئی ہوں) اور ہر ایجنسی سے صدر یا وزیراعظم کے نامزد کردہ پچاس ارکان کا جرگہ ہوگا۔

(ب) اگر کسی قبائلی ایجنسی یا فرنٹیئر ریجن کی حیثیت ختم کرنے یا بدلنے کی بات ہو تو جرگہ سے مراد اس ایجنسی یا ایف آر کے کونسلرز، ارکان پارلیمنٹ، صوبائی اسمبلی کے ممبران (اگر کوئی ہوں) اور صدر کے نامزد کردہ پچاس ارکان پر مشتمل جرگہ ہوگا۔

(ج) یہ جرگہ ۴/۳ کی اکثریت سے اپنا فیصلہ کرے گا اور رائے شماری خفیہ پرچی کے ذریعے ہونی چاہیے۔

۶۔ فرنٹیئر ریجن کے علاقوں کا از سر نو تعین..... مثلاً ایف آر پشاور، ایف آر کوہاٹ اور خیبر ایجنسی سے منسلک آفریدی، آدم خیل (کلا خیل) جو قبیلوں کا تعلق ایک ہی قبیلہ آدم خیل آفریدی سے ہے کو ایک نئی ایجنسی (حلقہ) کی شکل میں متحد کیا جائے۔ اس طرح دوسرے فرنٹیئر ریجن اور قبائلی علاقوں کو دوبارہ منظم (Re-organise) کیا جائے تاکہ فرنٹیئر ریجن کے لوگوں کو قریبی اور مؤثر نمائندگی ملے۔

۷۔ آئین میں دئے گئے بنیادی حقوق کے سلسلہ میں فانا جو ڈیشنل کمشنر کو کارروائی کرنے کا اختیار دیا جائے۔

۸۔ اگر صوبائی اسمبلی میں فانا کو نمائندگی ملے تو ہر فرنٹیئر ریجن کو کم از کم صوبائی اسمبلی کی سیٹ (ممبر) ملنی چاہیے۔

۹۔ فانا پر کون سے قوانین لاگو کئے جائیں اس کا فیصلہ صدر یا گورنر کی جائے فانا کو نسل ۴/۳ اکثریت سے کرے۔ اس کے بعد صدر یا گورنر وہ قانون لاگو کرے۔

(۳) انتظامی تجاویز

۱۔ منتخب ایجنسی کو نسل ہر ایجنسی کے لئے ڈسٹرکٹ کو نسل کی طرز پر منتخب ایجنسی کو نسل کا قیام عمل میں لایا جائے اور اس کے لئے فانا کے مخصوص حالات اور قبائلی روایات سے ہم آہنگ قوانین اور قواعد بنائے جائیں۔ ہر ایف آر میں ایف آر کو نسل منتخب کی جائے۔

۲۔ ایجنسی اور فرنٹیئر ریجن سے ایجنسی کو نسل یا ایف آر کو نسل کو لوکل سیلف گورنمنٹ یعنی بلدیاتی حکومت کی حیثیت سے ٹیکس لانے، تعمیر و ترقی کے جملہ کام کرنے اور علاقائی ترقی کے پروگرام بنانے اور چلانے کا کام سپرد کیا جانا چاہیے تاکہ قبائلی عوام خود اپنے چھوٹے بڑے مسائل اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے حل کریں۔

۳۔ پولیٹیکل ایجنٹ اور اس کے ماتحت پولیٹیکل حکام کا کام امن و امان تک محدود کیا جائے۔ دوسرے تمام اختیارات ایجنسی کو نسل کو منتقل کئے جائیں۔

۴۔ خاصہ دار اور لیوی کو فانا کے لئے منظم فورس میں تبدیل کیا جائے۔ انہیں پنشن اور دوسری مراعات دی جائیں تاکہ یہ فانا میں اپنے فرائض ٹھیک طرح ادا کریں۔

- ۵۔ فائنا کے لئے فائنا کو نسل قائم کی جائے اور اسی طرح فائنا سیکرٹریٹ کا قیام عمل میں لائے جائے۔ (فائنا کو نسل اور فائنا سیکرٹریٹ کے لئے تفصیل آگے دیکھئے)
- ۶۔ فائنا میں چھوٹے بڑے شہروں کے لئے شہری کو نسل (میونسپل کمیٹی کے طرز پر) قائم کئے جائیں۔
- ۷۔ سیاسی جماعتوں کو فائنا میں کام کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ انتظامیہ کے لئے مسائل کے حل کا ایک اہم وسیلہ فراہم ہو (تفصیل آگے دیکھئے)
- ۸۔ ہنگامی حالات یا امن و امان کی ضرورت کے بغیر ملیشیاء (فرنٹیئر کور) کو واپس کیمپوں میں بلا کر رکھا جائے۔ ملیشیاء بہر صورت سول انتظامیہ کے تابع ہو۔
- ۹۔ فائنا اور ملک کے دوسرے باشندوں کے درمیان مختلف تنازعات، معاملات و مسائل حل کرنے کے لئے مشترکہ انتظامی بندوبست کرنا اور ضروری (Mechanism) بنانا۔

امن فورس

چونکہ ہمارے معاشرے میں لوگ نفع و نقصان کی بنیاد پر حقوق اور فرائض حصوں کے تناسب اور حصوں کی شکل میں برداشت اور حاصل کرتے چلے آ رہے ہیں جس کو عام فہم زبان میں ”نکات“ کہا جاتا ہے کوئی بھی یہ سوال کر سکتا ہے کہ ”ایف سی“ سکاؤٹ پولیس نام کی فورسز کی موجودگی میں خاصہ دار نام کی فورس کی کیا ضرورت ہے اس نام کا ہماری روایات سے گہرا تعلق ہے۔ قبائلی علاقہ جات میں امن و امان کے نام سے غیر مقامی لوگ قابل قبول نہیں۔ اس کا مقصد ہر گز یہ نہیں لینا چاہیے کہ قبائل وحشی تنگ نظر یا باغی سوچ کے مالک ہیں۔ مگر اصل وجہ یہ ہے کہ قبائل کو ہر وہ امن فورس قبول نہیں جو وہاں کے رسم و رواج سے ناواقف ہو یا رسم و رواج کا خیال نہ رکھتی ہو چونکہ قبائل رسم و رواج کے معاملے میں حد درجہ حساس لوگ ہیں وہ نہیں چاہتے کہ ان کے مستقبل کو خطرہ ہو۔ خاصہ دار وہ واحد فورس ہے جو مقامی ہونے کے علاوہ قبائلی رسم و رواج کی حدود میں رہتے ہوئے پیارے ملک کی املاک کو تحفظ دیتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ماضی میں خاصہ دار فورس وہ کردار ادا نہ کر سکی جو ان کو کرنا چاہیے تھا اور نہ کیا ضرورت پڑتی کہ قبائلی علاقہ جات میں ایف سی اور سکاؤٹس پر حکومت کی کثیر دولت خرچ ہوتی یا پھر قبائلی علاقہ جات میں سکاؤٹس یا ایف سی کے دستے متعین کرتے۔ آج بھی اگر حکومت علاقے کی وسعت کی نسبت سے خاصہ دار فورس بھرتی کرے تو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ نہ صرف سمگلنگ کی روک تھام ہوگی بلکہ حکومت کو اربوں روپے کی بچت بھی ہوگی۔

(1) خاصہ دار فورس کی غیر اطمینان بخش کارکردگی کی ذمہ داری خاصہ دار فورس پر ڈالنا مناسب نہیں کیونکہ اس فورس کو وہ سہولیات حاصل نہیں ہیں جو کسی امن فورس کیلئے لازمی اور ضروری ہوتی ہیں۔

(2) خاصہ دار فورس کی تعداد علاقے کی پسماندگی اور علاقے کی وسعت کے لحاظ سے بہت کم ہے۔ سہولیات کی عدم موجودگی میں پسماندہ علاقوں میں خاصہ دار فورس کا ہر وقت پہنچ جانا نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن بھی ہے۔

(3) خاصہ دار فورس کے ساتھ پولیٹیکل انتظامیہ کا رویہ ہمیشہ سے ظالمانہ رہا ہے اکثر جرمانے اسی فورس سے وصول کئے جاتے ہیں اور یہ فورس خود کو مظلوم اور بے سہارا فورس سمجھتی رہی یہاں تک کہ وہ احساس ذمہ داری سے محروم ہوتی گئی۔

- (4) خاصہ دار فورس کی حاضری کو پولیٹیکل تحصیلدار اور پولیٹیکل محرر خاصہ دار کا جرم سمجھتے ہیں چونکہ فورس کی غیر حاضری پولیٹیکل محرر اور پولیٹیکل تحصیلدار کے لئے بالائی آمدنی کا وسیلہ رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خاصہ دار فورس ڈیوٹی سے غیر حاضر رہنا فرض کی ادائیگی سمجھنے لگے۔

تجاویز

- (1) قبائل کے تمام علاقوں میں جغرافیائی پیچیدگیوں اور وسعت کو مد نظر رکھتے ہوئے خاصہ دار فورس کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ بے حد ضروری ہے۔ تعداد میں اضافے کے علاوہ فورس کو وہ تمام سہولیات حاصل ہونی چاہئیں جو پولیس، سکاؤٹس یا ایف سی کو حاصل ہیں۔
- (2) خاصہ دار فورس کو باقاعدہ تنظیمی ڈھانچے میں ڈھال دینا چاہیے صرف پولیٹیکل محرر اور صوبیدار سے فورس کو کنٹرول کرنا یا ان سے بہتر کام لینا ممکن نہیں۔ چودہ سو میل لمبی باؤنڈری سے فائدہ اٹھانے کے لئے صرف اور صرف خاصہ دار فورس ہی غیر متنازعہ فورس ہے۔
- (3) خاصہ دار فورس کے لئے باقاعدہ ٹریننگ سنٹر ہونے چاہئیں تاکہ ٹرینڈ فورس کو نہ صرف قبائلی علاقہ جات میں بلکہ بوقت ضرورت بندوبستی علاقوں میں بھی استعمال کیا جاسکے۔
- (4) ایجنسی کے اہم مقامات پر سکاؤٹس کی جگہ خاصہ دار فورس متعین کی جانی چاہیے یعنی صرف چیک پوسٹ کی غرض سے نہیں بلکہ اجتماعی امن و امان میں کسی بھی وقت ضرورت پڑنے پر استعمال کی خاطر۔
- (5) فورس ہیڈ کوارٹر ایسی جگہ ہو جہاں عام لوگوں کا زیادہ آنا جانا نہ ہو۔
- (6) فورس کی ٹریننگ میں ایٹریکشن ہونی چاہیے۔ یونیفارم میں چاند ستارہ یا اس قسم کے کچھ منفرد نشانات ہونے چاہئیں۔ یونیفارم کا احترام ہر شہری پر لازمی ہونا چاہیے اور یونیفارم کا احترام نہ کرنے والے شہری پر سزا اور جرمانہ لگانا ضروری ہو۔

(۴) معاشی تجاویز

فاٹا اقتصادی لحاظ سے پاکستان کا سب سے پسماندہ علاقہ ہے۔ یہاں کل رقبہ کا صرف ۱/۶ حصہ آمدنی میدانی زمین ہے بقیہ پہاڑی علاقے ہیں۔ کارخانے نہ ہونے کے برابر ہیں تعلیم کی شرح ۷ فیصد سے کم ہے۔ عورتوں میں خواندگی کی شرح ایک فیصد سے بھی کم ہے۔ روزگار کے مواقع بالکل نہیں ہیں۔ فی کس آمدنی پاکستان کے ۴/۱ سے بھی کم لگتا ہے۔ فاٹا کے لوگ روزگار کے لئے ملک کے مختلف حصوں اور خلیج کے ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ کسی قبائلی نے خوب کہا کہ فاٹا میں ہم ہوٹل کی طرح رہ رہے ہیں۔ باہر سے کما کر ہر چیز کے لئے ادائیگی کرتے ہیں۔ یہاں اگر چند لوگ جو ۴/۲ فیصد ہی ہیں افغانستان سے سرحدی تجارت، ہٹار کا ٹکس اسلحہ یا دوسرے کاروبار کی وجہ سے خوشحال ہیں تو وہ یقیناً بہت بڑا خطرہ مول لے کر جی رہے ہیں۔ جہاں نہ کارخانے ہوں نہ زمین، نہ تعلیم و نہروہاں لوگ آج کی دنیا میں کیسے رہیں گے؟ یقیناً وہ اپنی بقاء کے لئے جدوجہد ضرور کریں گے۔ فاٹا کے عوام کے ساتھ سوتیلی ماں کا سلوک ختم ہونا چاہیے۔ انہیں پاکستان کے شہریوں کی طرح تعلیم و ترقی اور خوشحالی میں بھرپور حصہ دینا چاہیے اس لئے ہم اقتصادی ترقی کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کرتے ہیں۔

تجاویز

- ۱۔ ہر قبائلی ایجنسی میں موزوں مقام پر انڈسٹریل سٹیٹ یا صنعتی علاقے قائم کئے جائیں، جس میں صرف مقامی سرمایہ کاروں کو خصوصی

- مرامات دئے جائیں اور سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی جائے۔
- ۲۔ زراعت کو ترقی دینے کے لئے زرعی ترقیاتی بینک قبائلی مالکان اراضی کو آسان شرائط پر قرضے فراہم کرے۔
- ۳۔ تمام تعلیم یافتہ بے روزگاروں کو فوری طور پر ایک خصوصی منصوبہ کے تحت روزگار دیا جائے۔
- ۴۔ عام آدمی کو روزگار فراہم کرنے کے لئے مختلف اداروں مثلاً فوج، پولیس وغیرہ میں ایسے ایسے بلور پر ایک اکھ قبائلی بے روزگار نوجوانوں کو روزگار فراہم کیا جائے۔
- ۵۔ تمام بیٹھوں میں قبائلی لوگوں کی پخت کی ہوئی رقمیں پڑی رہتی ہیں اس لئے تمام کمرشل بینک قبائلی تاجروں، سرمایہ کاروں اور مستحق لوگوں کو بہتر شرائط پر قرضے دیں۔
- ۶۔ بیت المال، عشر و زکوٰۃ قوانین فائبر لاگو کئے جائیں تاکہ اربوں روپے کے زکوٰۃ و عشر فنڈ سے مستحق لوگوں کو فائبر میں بھی فائدہ پہنچے۔
- ۷۔ قبائلی علاقوں میں بجلی بنانے کے بڑے امکانات موجود ہیں ان کا فوری جائزہ لیا جائے اور جہاں چھوٹے بڑے بجلی گھر بنائے جاسکتے ہیں ان پر فوری کام شروع کیا جائے۔
- ۸۔ فائبر سیاحت (Tourism) کو ترقی دینے کے لئے فوری اور منظم اقدامات اٹھائے جائیں۔
- ۹۔ فائبر میں مناسب مقامات پر تجارتی بازار (مارکیٹس) اور رہائشی ٹاؤن شپ تعمیر کئے جائیں تاکہ وہاں لوگوں کو کاروبار کے مواقع اور شہری زندگی کی سہولت میسر ہوں۔
- ۱۰۔ فائبر کی جغرافیائی صورتحال کے پیش نظر وہاں مال مویشی پالنے، مویشی فارم اور ان کے تحفظ کے لئے عملی اقدامات اٹھائے جائیں۔
- ۱۱۔ فائبر میں جنگلات مسلسل کاٹے جا رہے ہیں انکے تحفظ، ترقی اور نئی شجر کاری کے لئے وسیع پروگرام بنایا جائے۔
- ۱۲۔ فائبر میں معدنیات کو ترقی دینے کے لئے ٹھوس منصوبہ بندی کی جائے اور معدنیات تلاش کرنے کے لئے سیٹلائٹ کے ذریعہ سروے کیا جائے۔
- ۱۳۔ فائبر میں سڑکوں اور ریل ور سائل کو ترجیحی بنیادوں پر ترقی دی جائے۔
- ۱۴۔ تمام وہ گاڑیاں جن کے مالکان کا تعلق فائبر سے ہو ان کو متعلقہ ایجنسی میں رجسٹر کیا جائے تاکہ وہ آمدنی علاقہ کی ترقی پر خرچ ہو۔
- ۱۵۔ فائبر کے لئے ایک بینک بنانے میں مدد دی جائے۔
- ۱۶۔ ملکی اور بیرونی دونوں قسم کے NGOs کو فائبر میں کام کرنے میں ان کی مدد کی جائے۔
- ۱۷۔ فائبر میں جیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری قائم کی جائے۔
- ۱۸۔ افغان ٹرانزٹ ٹریڈ اور افغانستان سے سرحدی تجارت پر پابندی اس وقت تک ختم کی جائے جب تک فائبر کو پاکستان کے برابر تعلیم و ترقی نہیں دی جاتی۔
- ۱۹۔ فائبر سی کی اصلاح کر کے اسے فائبر کے لئے واقعی ترقیاتی ادارہ میں تبدیل کیا جائے یا اسے فائبر ٹریڈ کی ترقیاتی شاخ کا حصہ بنایا جائے تاکہ ترقی کے لئے منصوبہ بندی کا کام جاری رہے۔
- ۲۰۔ افواج پاکستان میں فائبر سے خصوصی طور پر کم از کم ۴۰۰۰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو سپیشل کمیشن پر بھرتی کیا جائے۔

(۵) تعلیمی ترقی کے لئے تجاویز

تعلیم آج نہ صرف سماجی زندگی کے لئے بنیادی ضرورت ہے، بلکہ خود سماجی زندگی اور انسانی ماحول کو بدلنے کا لازمی اور بہتر ذریعہ ہے۔

ہے۔ قبائلی علاقوں میں اگرچہ تعلیم پر کسی حد تک توجہ دی گئی ہے لیکن اس کے نتائج حوصلہ افزاء نہیں ہیں۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق مردانہ شرح تعلیم ۷۱ فیصد اور زنانہ ایک فیصد سے بھی کم ہے۔ اس لئے قبائلی علاقوں میں سب سے زیادہ ضرورت تعلیم کی ہے۔ جسے سب سے زیادہ ترجیحی بنیادوں پر توجہ دینی چاہیے۔ اس سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل تجاویز پیش کرتے ہیں۔

تجاویز

- ۱۔ فائنا میں موزوں مقام پر یونیورسٹی قائم کی جائے تاکہ فائنا کی بڑھتی ہوئی تعلیمی ضروریات کو پورا کیا جائے۔
- ۲۔ موجودہ تعلیمی اداروں میں معیار تعلیم کو بہتر بنایا جائے اور متعلقہ کمی پوری کی جائے۔ پرائمری سکولوں کو مڈل اور مڈل کو میٹرک کا درجہ دیا جائے۔
- ۳۔ ہر موزوں جگہ میں تکنیکی تعلیم مثلاً ٹیکنیکل ٹریننگ سنٹرز، پولی ٹریڈ، پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ، زنانہ دستکاری مراکز، کمپیوٹر سنٹر اور ووکیشنل ادارے قائم کئے جائیں اور اس کے فارغ التحصیل طلباء کو روزگار دلانے میں مدد دی جائے۔
- ۴۔ فائنا کی ہر تحصیل میں مناسب سپورٹس گراؤنڈ اور سٹیڈیم تعمیر کئے جائیں۔
- ۵۔ فائنا کے طلبہ کے لئے پیشہ ورانہ کالجوں میں کوئٹہ دو گنا کیا جائے۔
- ۶۔ فائنا کے طلبہ کے وظائف میں مہنگائی اور حالات زندگی کے مطابق اضافہ کیا جائے۔
- ۷۔ فائنا میں ثقافتی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی اور ترقی کے لئے مناسب جگہوں پر ہال تعمیر کئے جائیں۔
- ۸۔ ریڈیو، ٹی وی اور دیگر تمام ثقافتی اداروں میں فائنا کو پوری نمائندگی دی جائے۔
- ۹۔ فائنا تک ریڈیو اور ٹی وی کے پروگرام پہنچانے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔
- ۱۰۔ تعلیم کی حوصلہ افزائی کے لئے فائنا کے ذہین طالب علموں کے لئے خصوصی ایوارڈز مقرر کئے جائیں۔
- ۱۱۔ زنانہ تعلیم کی حوصلہ افزائی کی جائے سو فیصد مزید زنانہ سکول قائم کئے جائیں۔ ہر ایجنسی میں زنانہ کالج قائم کیا جائے۔
- ۱۲۔ فائنا کی ہر تحصیل میں سرکاری پبلک سکول قائم کیا جائے۔

فائنا سیکرٹریٹ

فائنا تو مرکز کے زیر انتظام علاقہ ہے لیکن عملیہ صوبائی حکومت کے کنٹرول میں ہے۔ نائب تحصیلدار سے لے کر گورنر تک تو سب کے سب صوبائی حکام ہیں لیکن فائنا کے تمام اختیارات کے مالک ہیں۔ مرکز میں صرف ”سٹیشن اینڈ فرنیچر ریجن“ (Safron) کی وزارت ہے۔ جس کا اختیار صرف فائنا ڈی سی تک محدود ہے اور شاید فائنا کی مالی ضروریات کے لئے مرکز سے رابطہ آفس کا کام کرتا ہے یہ صورتحال پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ نہ تو فائنا سے صوبائی حکام کی وہ دلچسپی ہو سکتی ہے جو صوبہ میں پائی جاتی ہے اور نہ مرکز میں سیفران (Safron) کی کوئی ایسی ذمہ داری ہے جو دلچسپی کا باعث بنے۔ اس لئے قبائلی نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔

ابتداء میں قبائل کو آزاد اور جداگانہ انتظامی ڈھانچہ دیا گیا تھا جس میں پولیٹیکل ریڈیڈنٹ کی پوسٹ مختص تھی جو گورنر کے معاون کی حیثیت سے قبائل کے انتظامی امور چلایا کرتا تھا مگر بعد میں اس پوسٹ کو ختم کر دیا گیا۔ اس پوسٹ کے ختم کرنے کے بعد ایک خلا پیدا ہو گیا اور خلا کو پُر کرنے کے لئے پولیٹیکل سیکرٹری کی پوسٹ متعارف کرائی مگر وہ پوسٹ بھی دیر تک قائم نہ رہ سکی اور 1959ء میں ایک بار پھر پولیٹیکل ریڈیڈنٹ پوسٹ کو بحال کر دیا گیا لیکن دو سال کے قلیل عرصہ میں مرکزی حکومت نے صوبہ سرحد کے سیاسی لیڈر اور صوبائی بیوروکریٹس کی

منشاء کے مطابق قبائل کو جائنٹ سسٹم دیا جو تاحال جاری ہے۔ اس سسٹم میں قبائل ”چگاڈر“ کی طرح زندگی گزارتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گورنر کی پوسٹ ایک مضبوط اور اہم پوسٹ ہے مگر قبائل سے متعلق اکثر معاملات میں صوبائی چیف منسٹر اور صوبائی بیوروکریٹس کے سامنے اگر بے بس نہیں تو کمزور ضرور ہے۔ صوبائی بیوروکریٹس جو بیک وقت صوبائی اور قاتا کے بیوروکریٹس ہوتے ہیں جن کا ایگزیکٹو چیف صوبائی چیف منسٹر صاحب ہوتا ہے۔ چونکہ صوبائی چیف منسٹر کے تمام تر مفادات اور ہمدردیاں بندوبستی علاقے کے عوام سے ہوتے ہیں نہ کہ صوبائی نمائندگی سے محروم قبائل سے۔ لہذا صوبائی بیوروکریٹس صرف اور صرف صوبائی چیف منسٹر کے حکم کے غلام ہوتے ہیں اس صورت حال میں صوبائی افسروں کے لئے قبائل کا استحصال کوئی مشکل کام نہیں اور یہی وجہ ہے کہ سالہا سال سے قبائل کے لئے مختص فنڈز یا تو بے دردی سے خرد ہوتے ہیں یا پھر لاوارث کی دولت کی طرح بندوبستی علاقوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

تجاویز بابت قاتا سیکرٹریٹ

جتنی ضرورت قبائل کیلئے جدا جمہوری ڈھانچے کی ہے اتنی ضرورت جدا قاتا سیکرٹریٹ کی ہے۔ صوبائی اسمبلی میں نمائندگی نہ ہونے کی صورت میں قبائل کو استحصال سے بچنے کا واحد راستہ جدا قاتا سیکرٹریٹ ہے جو صرف اور صرف گورنر سرحد کے ماتحت کام کرے اور بندوبستی علاقہ کے لیڈر سے یکدم آزاد ہو

سیکرٹریٹ ہیڈ کوارٹر

چونکہ پشاور صوبہ سرحد کا ہیڈ کوارٹر ہے اور یہ شہر دوسرے شہروں کی نسبت ترقی یافتہ ہے اور گورنر صاحب کا دفتر اسی شہر میں ہے۔ مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر قاتا سیکرٹریٹ کے ہیڈ آفس کیلئے موزوں ترین شہر ہے مگر قاتا سیکرٹریٹ کے ہیڈ آفس کے ناطے سے یہ غلطی ہرگز نہیں کرنی چاہیے کہ قبائل سے متعلق تمام امور ہیڈ کوارٹر ہی میں نمٹائے جاسکیں گے۔ لہذا صوبہ سرحد کے صوبائی سیکرٹریٹ کی طرح قاتا سیکرٹریٹ کی ذیلی شاخیں ہر ایجنسی اور ڈویژن کی سطح پر موجود ہونی چاہئیں تاکہ تمام مقامی نوعیت کے امور مقامی سطح پر حل ہوں ہر ڈویژن کی سطح پر تمام محکموں کے سرپرست کی حیثیت سے ڈویژن چیف کی پوسٹ ہونی چاہیے۔ جو ہیڈ کوارٹر کے معاون کی حیثیت سے کام کرے۔

اس صورت حال میں یا تو سرحد کی صوبائی اسمبلی میں قبائلی عوام کو نمائندگی دی جائے بصورت دیگر قاتا کے لئے مکمل، آزاد اور بااختیار سیکرٹریٹ کا قیام ایک فوری ضرورت ہے۔ جس میں چیف سیکرٹری قاتا کے ساتھ ساتھ ہر شعبہ کا ایک ذمہ دار افسر ہو اور یہ سیکرٹریٹ گورنر کے زیر نگرانی مرکز سے بلا واسطہ تمام سلسلے اور روابط استوار کرے اور اس طرح قاتا کی تیز ترقی کا ذریعہ بنے۔

فاٹا ڈی سی (Fata D.C) کو قاتا سیکرٹریٹ میں مدغم کیا جائے البتہ پہلے فاٹا ڈی سی کی اصلاح کی جائے۔ اصلاح کے بعد اس کی ذمہ داریاں اور فرائض قاتا سیکرٹریٹ کے متعلقہ شعبوں منتقل کئے جائیں۔ اس طرح فاٹا ڈی سی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور قبائلی علاقے اس ترقیاتی ادارہ کے اہل لوگوں کے تجربات اور صلاحیتوں سے بھی محروم نہیں ہونگے۔ قاتا سیکرٹریٹ سے پولیٹیکل ایجنٹوں وغیرہ کے تقرر و تبدیلی کے انتظامی مسائل بھی آسان ہو جائیں گے اور ان پوسٹوں کی خرید و فروخت کا معاملہ، ذمہ داری اور احتساب کے عوامل اور چیک اینڈ بیلنس کے طریقے بھی بہتر ہو جائیں گے۔

صوبائی اسمبلی میں نمائندگی کا مسئلہ

فاٹا کونسل کے ساتھ ساتھ قاتا کے لئے صوبائی اسمبلی میں نمائندگی لازمی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ نائب تحصیلدار سے لے کر گورنر تک قبائلی علاقوں کے تمام انتظامی اہلکاروں کا تعلق صوبہ سے ہے۔ نائب تحصیلدار، اے پی اے، کمشنر، ہوم سیکرٹری، چیف سیکرٹری

اور گورنر سب کے سب صوبائی حکام ہیں اور یہ فاٹا کے سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ فاٹا سے متعلق کوئی بات ان افسران کے بغیر سوچی بھی نہیں جا سکتی۔ گزشتہ آثار ان میں قبائلی عوام کی حالت قابل رحم تھی۔ ان کے ممبران بے بس تھے اور صوبائی انتظامیہ نے جس طرح خوراک کے مسئلہ کو نمٹایا، اس سے سب کو سیکھنا چاہیے۔ یہی صورتحال ملازمتوں کی ہے، فاٹا کے لئے مخصوص ملازمتیں صوبائی حکام ہی کے ہاتھ میں ہوتی ہیں۔ فاٹا سے تعلق رکھنے والے قبائلی ملازمین عموماً محرومی کا شکار ہیں کیونکہ صوبہ میں ان کی جائز حمایت کے لئے کوئی نہیں۔ مشکلات کا ازالہ صرف اس وقت ممکن ہے، جب صوبائی اسمبلی میں فاٹا کے منتخب نمائندے ہوں تاکہ وہ فاٹا کے مفادات کی دیکھ بھال کر سکیں۔ صوبائی اسمبلی میں نمائندگی کے لئے ایک اور اہم وجہ یہ ہے کہ تمام فاٹا سے صرف ۸ ممبران اسمبلی اتنے علاقے کے مسائل حل نہیں کر سکتے۔ مسائل کو موثر طور پر حل کرنے اور لوگوں کی نمائندگی کا حق ادا کرنے کے لئے صوبائی ممبران کا انتخاب لازمی ہے۔

ہمارے بعض بھائیوں کو خدشہ ہے اور وہ اس خوف کا اظہار کرتے ہیں کہ صوبہ میں نمائندگی ملنے سے قبائلی عوام کی روایتی آزادی اور خود مختاری ختم ہو جائے گی۔ اور فاٹا پر صوبہ کی طرح تمام قوانین لاگو ہوں گے۔ اس طرح قبائلی عوام اپنی مخصوص حیثیت سے محروم ہو جائیں گے اور مرکز کی بجائے صوبائی حکومت کے کنٹرول میں آجائیں گے۔ یہ بات واضح ہو کہ جب ہم صوبائی اسمبلی میں نمائندگی کی تجویز پیش کرتے ہیں تو اس کے لئے قبائلی عوام کی مرضی اور رضامندی پیشگی شرط سمجھتے ہیں اور یہ نمائندگی اپنی روایتی خود مختاری کی قیمت پر نہیں چاہتے۔

ہاں! قبائلی آزادی یا خود مختاری کیا ہے یہ بذات خود ایک عجیب معرہ ہے قبائلی عوام تعلیم و ترقی اور خوشحالی سے محروم ہیں۔ روزگار اور زندگی کی تمام ضروریات کے لئے ان کا انحصار صوبہ پر ہے۔ ایف سی آر کے ہوتے ہوئے تحصیلدار، اے پی اے اور پی اے کے لامحدود اختیارات کا ان کے پاس کیا جواب و جواز ہے؟ انسانی حقوق کا کیسے کیسے مذاق اڑایا جاتا ہے؟ آج کی دنیا میں آزادی کا کیا مفہوم ہے؟ اس کا سنجیدگی سے جائزہ لینا ضروری ہے اور اپنی حیثیت کے متعلق تمام غلط فیصلوں کا ازالہ کرنا چاہیے۔ صوبہ میں رہنے والے پشتون ایک صدی پہلے ہماری طرح تھے۔ آج وہ ہمارے حکمران ہیں وہ مرکزی، صوبائی اور بلدیاتی تین حکومتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ہر جگہ ان کی نمائندگی موجود ہے جب کہ ہم مرکز میں برائے نام نمائندگی رکھتے ہیں یہ تمام سوال سنجیدہ فکر کے متقاضی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صوبائی اسمبلی میں نمائندگی نہ ہونے کے سبب قبائلی سرکاری اہلکار بالخصوص اور عوام کو بالعموم گونا گوں مسائل کا سامنا ہے۔ ہم تجویز پیش کرتے ہیں کہ قبائل کو صوبائی اسمبلی میں نمائندگی دینے سے پہلے تمام روایتی، قانونی اور آئینی پیچیدگیوں کا محتاط طریقے سے جائزہ لینا چاہیے۔

(1) قبائل روایتی لوگ ہیں اور ان کو کوئی بھی ایسا قانون قابل قبول نہیں جو ان کے رسم و رواج کے خلاف ہو۔ لہذا صوبائی اسمبلی میں

نمائندگی کی صورت میں قبائلی ممبران صوبائی اسمبلی کو خصوصی اختیارات دینے ہوں گے جو قبائلی رسم و رواج کے عین مطابق قوانین بناسکیں۔ اس معاملے میں صرف قبائلی ممبران اسمبلی کو ووٹ استعمال کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

(2) قبائل کو صوبائی اسمبلی میں آئے میں نمک کے برابر نظریے کے تحت نمائندگی ہرگز قبول نہیں ہے بلکہ ہر قومی اسمبلی کی سیٹ کی بنیاد پر ہر ایجنسی اور ایف آر کوئی ایجنسی سے چارپانچ صوبائی سیٹیں دے دینی چاہئیں اگر قبائل کو بھرپور انداز سے نمائندگی نہ دی گئی تو قبائل کی حیثیت بھکاری جیسی ہوگی۔ جبکہ قبائل روایتی طور پر بھیک کے مقابلے میں زور بازو پر یقین رکھتے ہیں۔

(3) جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ صوبہ سرحد کے باشندے ہونے کے ناطے صوبہ میں قبائل حکومت کے مقرر شدہ ٹیکسوں کا ایک

بہت بڑا حصہ ادا کرتے ہیں لہذا صوبائی اسمبلی میں نمائندگی کی صورت میں قبائل کی پسماندگی کو مد نظر رکھتے ہوئے ترقیاتی فنڈز میں ترجیحی بنیادوں پر فنڈز مہیا کرنا ہوں گے۔

(4) قبائلی علاقہ پاکستان کا تسلیم شدہ پسماندہ علاقہ ہے لہذا صوبائی اسمبلی میں نمائندگی کے یہاں سے ماضی میں پسماندگی کی بنیاد پر عطا شدہ برائے نام مراعات سے ہرگز دستبردار نہیں ہو سکتے بلکہ تعلیم اور روزگار کے میدان میں تمام دیگر شعبوں میں مزید مراعات کے مطالبے میں حق بجانب ہوں گے۔

(5) اگر صوبائی اسمبلی میں نمائندگی دینے میں آئینی یا قانونی پیچیدگیاں کچھ اس قدر سنگین ہیں جن سے ہمارے پیارے ملک کو نقصان کا خدشہ موجود ہو یا خود قبائل کے لئے مزید مشکلات کا سبب بنتے ہوں تو اس صورت میں قبائل کو جدا آزاد اور بااختیار کو نسل کی شکل میں جمہوری ادارے عطا کئے جائیں۔

جدا آزاد بااختیار فانا کو نسل

قبائل کی یہ خواہش ہے کہ حکومت قبائلی علاقہ جات میں ہر سطح پر جمہوریت کو متعارف کرائے۔ ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ تحصیل کو نسل کے اختیارات یونین کو نسل، ایجنسی کو نسل کے اختیارات، ڈسٹرکٹ کو نسل اور فانا کو نسل کے اختیارات صوبائی اسمبلی کے برابر ہونے چاہیے اور ہر سطح کے کو نسل کا باقاعدہ منتخب چیئرمین ہونا چاہیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فانا کو نسل کی موجودگی میں قبائلی علاقہ جات کو فائدہ اور تحفظ حاصل ہو سکتا ہے مگر بندوبستی / سیٹلڈ ایریا میں قبائلی سرکاری اہلکارز میندار اور تجارت پیشہ افراد ماضی کی طرح سوتیلی ماں جیسے سلوک سے نہیں جچ سکتے۔ لہذا فانا کو نسل کی صورت میں فانا کو نسل اور صوبائی اسمبلی صوبہ سرحد میں کچھ اس طرح معاہدے یا انڈر شینڈنگ موجود ہونی چاہیے جس کی بنیاد پر دونوں اداروں سے متعلقہ عوام کو جائز تحفظ حاصل ہو۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ وسط ایشیا کی قیمتی بین الاقوامی منڈی تک رسائی کے لئے قبائل کو ”گیٹ وے“ کی حیثیت حاصل ہے اور اس قیمتی منڈی تک رسائی کے لئے قبائل کا ترقی یافتہ ہونا بے حد ضروری ہے۔ قبائل کی فانا کو نسل کے تحت فانا کے لئے پندرہ سالہ ترقیاتی پیچ کا اعلان بے حد ضروری اور قوم و ملک کے بہترین مفاد میں ہے۔

فانا کو نسل

فانا کو نسل ایک عام مطالبہ ہے لیکن یہ واضح نہیں کہ کو نسل کیسے بنے اس کے اختیارات کیا ہوں اور اس کی حیثیت صوبائی اسمبلی جیسے ہو یا یہ شمالی علاقہ جات کو نسل کے طرز پر ہو۔ فانا کو نسل کی کئی شکلیں ہو سکتی ہیں مثلاً

۱۔ صوبائی اسمبلی میں نمائندگی کے بعد فانا کو نسل اس طرح تشکیل دی جاسکتی ہے۔

- | | | |
|-----|--|-------|
| (۱) | آٹھ فانا ایم این اے اور آٹھ سینیٹرز | ۱۶ |
| (ب) | تمام ایجنسیوں کے منتخب ایجنسی کو نسلوں کے چیئرمین و ڈپٹی چیئرمین | ۱۶ |
| (ج) | صوبائی اسمبلی کے ۲۵/۲۰ منتخب ارکان | ۲۵/۲۰ |
| (د) | صدر / وزیراعظم کے نامزد ارکان | ۲۰ |
| (ر) | گورنر / وزیراعلیٰ کے نامزد کردہ ارکان | ۸ |

۸۵/۸۰

کل تعداد

(۱) آئین کے آرٹیکل ۲۴ میں جو اختیار صدر پاکستان کو دیا گیا ہے وہ جس قانون کو ضروری سمجھے فانا پر لاگو کرے۔ آئندہ صدر کا یہ اختیار فانا کو نسل کی منظوری سے منسلک ہونا چاہیے۔ یہ کو نسل خود یا صدر اور گورنر کے کہنے پر قوانین کے ۳/۱۲ اکثریت سے منظوری دے تب صدر یا گورنر ان قوانین کو لاگو کریں۔

(۲) فاٹا کو نسل فاٹا کے تمام روایتی قوانین کو مرتب اور Modify کر کے دو تہائی اکثریت سے تمام فاٹا کے لئے بطور قانون منظور و لاگو کرے۔

(۳) فاٹا کو نسل کا چیئر مین وفاقی وزیر سرحدات یا گورنر سرحد ہو سکتا ہے۔

۲۔ فاٹا کو نسل کی دوسری شکل شمالی علاقہ جات کے منتخب کو نسل کے طرز پر ایک خود مختار کو نسل کی شکل میں ہو سکتا ہے۔ اس کو نسل کے پاس ٹیکس لگانے، انتظامیہ پر کنٹرول کرنے، تعمیر و ترقی کے پروگرام بنانے اور چلانے کے اختیارات ہو سکتے ہیں۔ اس کا چیئر مین وزیر سرحدات یا گورنر ہو سکتا ہے یا یہ خود اپنا چیئر مین منتخب کر سکتا ہے۔

۳۔ فاٹا کو نسل کی تیسری شکل یہ ہو سکتی ہے کہ کو نسل کی تشکیل اور اختیارات کے سلسلہ میں آئین میں ترمیم کر کے اسے فاٹا کے لئے صوبائی اسمبلی کے برابر قانون ساز اور با اختیار ادارہ بنایا جائے۔ یہ کو نسل فاٹا میں حکومت سازی اور انتظامیہ کے امور سنبھال کر عملاً صوبائی منتخب اسمبلی بن جائے گی۔ اس کا حتمی نتیجہ یہ ہوگا کہ فاٹا صوبہ بن جائے گا۔ صوبہ کی طرح تمام قوانین، ریاستی ادارے اور انتظامات ماننے اور کرنے ہوں گے۔

اس کا سب سے بڑا مسئلہ پیسے اور مالیات کا ہوگا۔ کیا فاٹا صوبائی سیکرٹریٹ گورنر ہاؤس، پولیس، کابینہ اور دوسرے اخراجات برداشت کر سکتی ہے اس کے مالی وسائل کیا ہیں۔ یقیناً مرکزی حکومت اور شاید سرحد کی حکومت سے قرضے لینے ہوں گے، قرضوں اور سود کی بھرمار ہوگی اس لئے تمام تر تفصیل کے ساتھ کو نسل کے مسئلے پر گہرائی اور سنجیدگی سے سوچنا چاہیے۔

فاٹا اور سیاسی پارٹیاں

ویسے تو تمام سیاسی جماعتیں فاٹا میں عملاً موجود ہیں لیکن پولیٹیکل انتظامیہ نے سیاسی رہنماؤں کو وہاں جانے سے روک کر غیر ضروری تنازعہ کھڑا کیا۔ یہاں یہ تراشا گیا کہ سیاسی پارٹیوں کا قانون فاٹا پر لاگو نہیں، حالانکہ پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ ۱۹۶۲ء سیاسی پارٹی تشکیل دینے اور اس کے مقاصد سے متعلق ہے نہ کہ سیاسی سرگرمیوں سے۔ سیاست روزمرہ زندگی کے سماجی اور معاشی حل کرنے کی کوشش کا نام ہے۔ جب وہ سیاسی جماعت، ہم خیال منظم افراد کی شکل میں ان مسائل کا حل منشور و پروگرام کی صورت میں عوام کے سامنے پیش کرتی ہے اور انتخابات میں عوامی رائے سے یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ لوگ اپنے کن مسائل کا حل کس پارٹی کے ذریعہ چاہتے ہیں آج کی دنیا کا یہ عام معمول ہے۔

قبائلی علاقوں میں لوگوں کو اس لئے سیاسی جماعتوں سے دور رکھا جاتا ہے، تاکہ وہ اپنے مسائل نہ سمجھیں، بے شعور رہیں اور پسماندہ رہ کر ترقی اور انسانی حقوق سے محروم رہیں۔ پولیٹیکل حکام کے اختیارات کو چیلنج نہ کریں اور اس طرح قبائلی علاقوں میں پسماندگی اور لوٹ مار ہمیشہ برقرار ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ وہی لوگ جو سیاسی لیڈروں کے ساتھ تعلقات پر فخر محسوس کرتے ہیں اور ان کے ذریعے اپنے مفادات حاصل کرتے ہیں اور جب سیاسی وزیراعظم، وزیر اعلیٰ یا وزیر کی حیثیت سے ان سے ملاقات ہوتی ہے تو یہی لوگ غیر معمولی طور پر ان کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ اور ان کی شان میں خوشامدی قصیدے پڑھتے ہیں۔ لیکن پولیٹیکل ایجنٹ یا تحصیلدار کے کہنے پر سیاسی جماعتوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ایف سی آر کے تحت ظلم و جبر کا بازار گرم رہے۔

ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ آج کی دنیا جمہوریت، معاشی ترقی اور انسانی حقوق کی دنیا ہے سیاست، حکومت، سیاسی جماعتیں اور جمہوریت لازم و ملزوم ہیں۔ سماجی و معاشی مسائل کا حل انسانی حقوق اور تعلیم و ترقی کا حصول حکومت اور سیاسی جماعتوں کے بغیر ممکن نہیں، جمہوریت کا سفر آگے بڑھ رہا ہے۔ تعلیم و ترقی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ زندگی کے تقاضے بدل رہے ہیں اس لئے جو کام تاریخ کے حوالہ سے لازمی ہو اور زندگی کے لئے مضر نہ ہو ساتھ ہی اس کا روکنا ممکن نہ ہو تو اسے کھلے دل سے قبول کرنا چاہیے۔ البتہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اس کے منفی

اثرات کو ختم اور مثبت نتائج سامنے لائے جائیں ہمارے خیال میں سیاسی جماعتوں کے متعلق یہی رویہ بہتر ہے۔

بااختیار جمہوری ڈھانچہ

عرصہ دراز سے قبائلی عوام کی یہ خواہش رہی ہے کہ قبائلی علاقہ جات میں علاقے کی ہر سطح پر جمہوریت کو متعارف کر دینی چاہیے یعنی تحصیل ایجنسی اور فٹا کی سطح پر۔ قبائلی علاقہ جات میں تاحال تحصیل اور فٹا کو نسل کے نام کا کوئی ادارہ موجود نہیں ہاں البتہ کاغذات کی حد تک کبھی کبھار ایجنسی کو نسل کا نام سننے میں آتا ہے مگر یہ کاغذی ایجنسی کو نسل بے تاج بادشاہ پولیٹیکل ایجنٹ کے ہاتھ میں ریڑ کی مر سے زیادہ نہیں۔ ایجنسی کو نسل کے برائے نام ممبران کو نہ تو اپنے اختیارات کا علم ہے اور نہ ہی وہ اپنے فرائض سے آشنا ہیں۔ ممبر کو پولیٹیکل ایجنٹ نامزد کرتا ہے جس میں جمہوریت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا ہے۔ ممبر صاحب کی یہ پوسٹ بے حد غیر محفوظ اور کمزور ہوتی ہے کیونکہ پولیٹیکل ایجنٹ جب بھی چاہے بغیر وجہ بتائے اس کو ختم کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں کسی بھی ترقیاتی سکیم میں ممبر صاحب کا مشورہ ضروری نہیں سمجھا جاتا ہے۔ قبائلی پڑھے لکھے اور باشعور طبقہ کو ایجنسی کو نسل کی موجودہ حیثیت کا بخوبی علم ہے اور جمہوری طریقے سے قائم شدہ ایجنسی کو نسل کی اہمیت کو بھی جانتے ہیں۔

پولیٹیکل ایجنٹ کے لامحدود اختیارات

سامراج کے وقت سے اس عہدے پر متعین فرد واحد کے ہاتھ میں مالی اور انتظامی امور کے حوالے سے لامحدود اختیارات دے گئے ہیں۔ اس عہدے پر موجود شخص قانون بھی اپنی مرضی کا بناتا ہے انصاف بھی اپنی مرضی کا میا کرتا ہے جب مرضی ہو جرم بھی خود کرواتا ہے سزا اور جزا اپنی ذاتی پسند اور ناپسندی کی بنیاد پر دیتا ہے نہ اس کو حساب کتاب کا کوئی خوف رہتا ہے اور نہ کوئی پوچھنے والا ہے۔ اگر کوئی شخص یا اشخاص اصلاح احوال کی بات کرتے ہیں تو ایف سی (FCR) کے تحت اس شخص کو اس طرح پھنسیلا جاتا ہے کہ دوبارہ اس شخص کو اصلاح احوال پر بات کرنے کی جرات تک نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ قبائل زندگی کے ہر شعبے میں بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں پچاس سال سے برائے نام ”امن عامہ“ کے نام پر قبائل کے تمام ادارے قربان کر دیئے گئے ہیں۔

تجاویز

- (1) موجودہ سسٹم کے تحت پولیٹیکل ایجنٹ مالیاتی اور انتظامی امور میں ”مختیار کل“ ہے پولیٹیکل ایجنٹ کے کردار کو بہتر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ مالیاتی اور انتظامی امور اور لامحدود اختیارات فرد واحد کے ہاتھ میں نہ ہو۔
- (2) موجودہ سسٹم میں پولیٹیکل ایجنٹ کسی ملزم کے خلاف فیصلہ صادر کرتا ہے اور کمشنر صاحب اپیل نمٹاتا ہے اس قسم کی اپیل کی نہ تو کوئی اہمیت ہے اور نہ انصاف کے تقاضوں کو یہ پورا کرتی ہے۔ پولیٹیکل ایجنٹ اور کمشنر ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں پولیٹیکل ایجنٹ کے فیصلے کے بعد کمشنر صاحب انصاف نہیں بلکہ پولیٹیکل ایجنٹ کے مشورے ہی سے اپیل پر غور کرتا ہے۔
- (3) چونکہ قبائل غریب اور دور دراز پسماندہ علاقوں میں آباد جہاں زندگی کی بنیادی ضروریات حاصل نہیں ہیں۔ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے چکر اور اخراجات ان لوگوں کی برداشت سے باہر ہیں۔ لہذا غریب عوام کا خیال رکھتے ہوئے حکومت کو چاہیے کہ پولیٹیکل ایجنٹ کے یکطرفہ فیصلوں کے خلاف ہر ایجنسی میں سیشن جج کے عہدے کے برابر ایسے جج مقرر کئے جائیں جس کو اپیل نمٹانے کا اختیار حاصل ہو اس طرح کوئی بھی بے گناہ ملزم سزا سے بچ سکتا ہے۔

اگر فوری طور پر یہ ممکن نہ ہو تو بے شک منتخب اداروں سے باختیار ٹیم ہی پولیٹیکل ایجنٹ کے یکطرفہ فیصلوں کے خلاف جرمہ کی شکل میں بے گناہ لوگوں کا دفاع کر سکتی ہے اور یہ لوگ روایات کی روشنی میں انصاف پر مبنی فیصلے کر سکتے ہیں اس صورت میں پولیٹیکل ایجنٹ اختیارات کے استعمال میں تجاوز نہیں کرے گا۔ نہ صرف انتظامی اختیارات بلکہ مالیاتی اور ترقیاتی کاموں میں بھی پولیٹیکل ایجنٹ "مختار کل" ہے اور ان اختیارات کی وجہ سے پولیٹیکل ایجنٹ تمام محکموں کو بلیک میل کرتے آرہے ہیں اور محکموں میں بے جا مداخلت فرض منہی سمجھتے ہیں۔ لہذا تمام اختیارات منتخب نمائندوں کو دے دیئے چاہیے۔ ایسا کرنے سے مالیاتی اور ترقیاتی کاموں میں عوام کی براہ راست شرکت یقینی ہوگی اور ترقیاتی کام عوامی ضروریات کی بنیاد پر ہوں گے نہ پولیٹیکل ایجنٹ کے برائے نام امن عامہ کی بنیاد پر۔

قبائل کے سماجی مسائل اور ابلاغیات

فانا ایک غیر ترقی یافتہ علاقہ ہے اور ساتھ اس کا موجودہ معاشرتی ڈھانچہ بھی اسے مزید پسماندگی کی اتھاہ گہرائیوں کی طرف لے جانے کا باعث ہے۔ سماجی مسائل کے حوالے سے فانا ان گنت مسائل کی آماجگاہ ہے۔ تاہم ان میں بعض مسائل بنجیدہ غور اور فوری توجہ کے مستحق ہیں۔ ان توجہ طلب مسائل میں تعلیم خصوصی اہمیت کا حامل مسئلہ ہے۔

یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ ایک مہذب اور فلاحی معاشرہ اس وقت تک وجود پذیر نہیں ہو سکتا جب تک اس کے افراد بحیثیت مجموعی علم کے زیور سے آراستہ نہ ہوں۔ تعلیم آج نہ صرف سماجی زندگی کے لئے بنیادی ضرورت ہے بلکہ خود سماجی زندگی اور انسانی ماحول کو بدلنے کا لازمی اور بہترین ذریعہ ہے۔ فانا میں اگرچہ تعلیم پر کسی حد تک توجہ دی گئی ہے لیکن اس کے نتائج حوصلہ افزاء نہیں ہیں۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق مردانہ شرح تعلیم سات فیصد اور زنانہ تعلیم ایک فیصد سے بھی کم ہے۔ اس وقت فانا کے تمام تعلیمی اداروں سے متعلق ڈیٹا (DATA) دستیاب نہیں ہے لیکن وزیرستان سے متعلق ایجنسی ایجوکیشن آفس سے جو ڈیٹا (DATA) ملا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ 80 فیصد تعلیمی اداروں کی عمارتیں ناقابل استعمال ہیں۔ فرنیچر اسٹیشنری، چارٹس، نقشہ جات، بلیک بورڈ، چاک اور ٹائٹ وغیرہ کے لئے گزشتہ 14 سال سے کوئی فنڈز نہیں دیئے گئے۔ مرمتی کے لئے مختص شدہ فنڈز میں سے آج تک ایک پیسہ خرچ نہیں ہوا۔ مزید یہ کہ بااثر افراد کو سکول (خاص کر پرائمری گریڈ سکول) تحفے میں ملتے ہیں جن سے تعلیمی اداروں میں اضافہ تو ہوتا ہے مگر عملی طور پر ان میں طلباء نام کی کوئی مخلوق نہیں ہوتی۔ ظلم یہ کہ آدمی آبادی یعنی بچیوں کو تعلیم دینا اب بھی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ گریڈ پرائمری سکولوں کے مالکان (جو چھڑا سی اور چوکیدار بھی ہیں) دس سال بعد میڈیکل بورڈ کے ذریعے پنشن لے کر ریٹائرڈ ہو جاتے ہیں اور اپنے بیٹوں یا بھتیجوں کو ان آسامیوں پر پھر سے بھرتی کرواتے ہیں۔ اس طرح والدین کے رویوں کو دیکھ کر بڑا آفسوس اس لئے ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو کتابیں دے کر سکول تو بھیج دیتے ہیں مگر اس کے آگے اپنی اولاد کی تربیت سے اپنے آپ کو بری الذمہ سمجھنے لگتے ہیں۔ والدین نہ صرف اس عظیم ذمہ داری کی انجام دہی میں غفلت کے مرتکب ہو رہے ہیں بلکہ وہ اساتذہ کے ساتھ کوئی تعاون بھی نہیں کر رہے ہیں۔ اساتذہ کے بارے میں بھی عمومی طور پر بڑا مایوس کن رویہ پایا جاتا ہے گو کہ اساتذہ کا اپنا کردار بھی مثالی نہیں ہے اساتذہ قوموں کی تقدیر سازی کا کام کرتے ہیں لیکن تقدیر ساز خود ہی زمانے کی تقلید کرنے لگے تو پھر تعلیم کا خدا حافظ۔ ابتدائی تعلیم کی پستی میں نصاب کا بڑا عمل دخل ہے۔ ان بچوں کے لئے نصاب وہ لوگ تیار کرتے ہیں جنہوں نے کبھی خواب میں بھی ان علاقہ جات کو نہیں دیکھا ہے۔ پرائمری سطح پر نصاب کی تیاری میں مقامی سینئر اساتذہ کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس لئے باہر سے تیار کئے ہوئے نصاب میں بچوں کی ذہنی قوتوں کے مدارج نمو کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔

خلاصہ کے طور پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ تعلیم جیسی بنیادی اور ناگزیر ضرورت کے بارے میں حکومت یعنی متعلقہ حکام سے کیا اور کہاں پر غفلت سرزد ہو رہی ہے اساتذہ کی کلاس کی کارکردگی کس طرح بہتر کی جاسکتی ہے والدین اور معاشرے کو تعاون پر کس طرح آمادہ کیا جاسکتا ہے نیز کل آبادی میں سے کتنے بچے پرائمری سکول میں داخلہ پاتے ہیں ان میں بچیوں (زنانہ) کی تعداد کتنی ہے آگے مڈل اور ہائی سطح کی تعلیم سے کتنے بچے رہ جاتے ہیں اور وہ کون سے اسباب ہیں جن کے باعث بچے آگے تعلیم کا سلسلہ جاری نہیں رکھ سکتے۔ یہ بنیادی نوعیت کے چندا یسے سوالات ہیں جن کے صحیح جوابات سائنسی بنیاد پر تحقیقی مطالعہ سے ہی مل سکتے ہیں جس کے لئے ورکنگ جرنلسٹس، عطیات دینے والے ادارے اور یونیورسٹی میں شعبہ ابلاغیات سے وابستہ ٹیچرز اور سٹوڈنٹس کے مابین مربوط رابطے اور تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ ان سب کے قیمتی تجربات اور محنت سے ذرائع ابلاغ کے لئے ایک مربوط پالیسی تیار کرنے میں مدد ملے گی جس پر عمل درآمد سے امید واثق ہے کہ تعلیم کے ہر شعبہ

میں کافی مثبت تبدیلی رونما ہوگی۔

دوسرا بنیادی اہمیت کا حامل مسئلہ صحت عامہ کا ہے اس وقت فانا کے ہسپتالوں میں فی چارپائی آبادی 2611 افراد ہیں۔ یونیسیف کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ہر سال 30,000 خواتین 38 سال کی عمر میں کم غذائیت کی وجہ سے حمل کے دوران پیچیدگی کے باعث وفات پاتی ہیں۔ ان میں اکثریت کا تعلق دیہاتی یا پسماندہ علاقوں سے ہوتا ہے۔ دس میں سے ہر ایک چھ ایک سال کی عمر میں وفات پاتا ہے۔ ایک سو میں سے 25 بچے پانچ سال کی عمر میں مر جاتے ہیں۔ رپورٹ میں وجوہات یوں بتائی گئی ہیں کہ 25 فیصد بچوں کو مطلوبہ ضرورت سے نہایت کم خوراک ملتی ہے۔ باقی بچوں کی اموات میں مختلف بیماریاں کارفرما ہوتی ہیں۔

ان اعداد و شمار کے دینے کا مقصد یہ تھا کہ اگر دیہی یا پسماندہ علاقوں میں خواتین اور بچوں کی شرح اموات اتنی زیادہ ہے تو فانا اور بالخصوص دور دراز علاقوں میں رہنے والے بچے اور بالخصوص خواتین میں کم غذائیت یا حمل کے دوران پیچیدگیوں کے باعث شرح اموات تو اس سے کئی گنا زیادہ ہوگی لیکن ہمیں معلوم نہیں اس لئے اعداد و شمار دینے سے قاصر ہیں۔ تاہم 1994ء میں وزیرستان سوشل ورکرز سوسائٹی نے صحت عامہ سے متعلق ایک سروے کیا تھا اس کا خلاصہ یوں ہے کہ دور دراز علاقوں کے لوگ زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم ہیں جن میں سرفہرست مسئلہ صحت عامہ ہے۔ ہسپتالوں میں نہ کوئی مستند ڈاکٹر ہیں اور نہ مرض کی تشخیص کا کوئی بندوبست کثیر تعداد میں بچے، مستورات اور معمر بزرگ تپ دق جیسے موذی مرض میں مبتلا ہیں۔ بے روزگاری آخری حدوں کو چھو رہی ہے اور شدید غربت کے باعث دوائی ان غریبوں کی پہنچ سے بہت دور ہے۔ ویسے تو ڈپنسریاں کافی بنی ہیں لیکن عملاً بااثر افراد کے حجرے بنے ہوئے ہیں۔ موجودہ حالات میں کیفیت یہ ہے کہ ان علاقہ جات میں خاندانی منصوبہ بندی کے مروجہ طریقہ کار اور سہولیات کی نایابی اور ان طریقہ کار سے ناواقفیت کے باعث آبادی میں خطرناک اضافہ جہاں ایک طرف خوراک، صحت، لباس و صفائی اور آرام و سکون کے معمولی سے وسائل کو جڑے کھولے ہڑب کر رہا ہے تو دوسری طرف ماں اور بچے کی خوراک اور صحت پر بہت گہرے منفی اثرات بھی مرتب کر رہے ہیں۔

اس پس منظر اور حقائق کی روشنی میں جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ صحت عامہ سے متعلق فانا کے دور دراز علاقہ جات میں ایک جامعہ سروے کی ضرورت ہے جو یہ معلوم کرے کہ کتنے لوگ تپ دق جیسے موذی مرض میں مبتلا ہیں۔ حمل کے دوران پیچیدگی کے باعث کتنی خواتین ہسپتال پہنچنے سے پہلے اور بعد میں کم غذائیت کے باعث موت کے منہ میں چلی جاتی ہیں۔ بچوں میں خوراک کی کمی یا دوسری موذی بیماریوں کے باعث شرح اموات کتنی ہے نیز ان کے علاج معالجے کے سلسلے میں کونسے معاشی، معاشرتی اور ثقافتی عوامل کارفرما ہیں اور یہ کہ ان عوامل کا سدباب کیسے کیا جاسکتا ہے؟ ہسپتالوں اور ہیلتھ یونٹس کی حالت زار کیسے بہتر بنائی جاسکتی ہے سرکاری دوائی کا کیا درست استعمال ہوتا ہے یا کہ مستحقین کی بجائے مارکیٹ میں بکتی ہے؟ اس انتہائی ضروری اور بنیادی مسئلے سے متعلق حکام بالا کو احساس ذمہ داری دلانے اور یہاں کے لوگوں میں عمومی شعور و آگاہی بیدار کرنے کے لئے اگر ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا جائے تو نہایت خوشوار تبدیلی کا امکان ہو سکتا ہے۔

تیسرا اہم سماجی مسئلہ مواصلات کا ہے اس وقت کل سڑکیں 4436 کلومیٹر ہیں جن میں پختہ سڑک صرف 2296 کلومیٹر ہے۔ اس حوالے سے فانا میں غربت، جہالت اور بے روزگاری کا ایک بنیادی سبب معاشی اشیاء صرف خراب اور کٹھن شاہراہوں کی بدولت منگوا سائی کا ہے۔ اس لئے دوسری ضروریات زندگی میں طلب اور رسد میں توازن کی بحالی ہے۔ یہاں ذرائع نقل و حمل کی قلت اور زبوں حالی کے باعث جہاں رسد اور طلب کے درمیان حائل خلیج مزید بڑھتی جا رہی ہے اور قیمتوں میں اضافے کے باعث عام آدمی کی زندگی میں تلخی اور پریشانی بڑھ جاتی ہے، وہاں بہت ساری جیتی انسانی جائیں ایمر جیسی صورت میں شہری سہولتوں سے بدوقت مستفید نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں۔

سہ ہمارے کو اپنا فرض ہی نہیں سمجھتے۔ ریکارڈ میں ایک ہزار خرچہ لاکھوں میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس گھمبیر مسئلے کو صحیح تناظر میں سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم سال میں ایک دو مرتبہ کوئی باختیار شخصیت ان علاقوں کا اندرونی دورہ کرے مگر بد قسمتی سے ابھی تک ایسی کوئی روایت قائم نہیں کی گئی۔ فاٹا میں سرکاری مد میں صرف گیارہ کارخانے لگائے گئے جن میں صرف 1501 افراد کی ملازمت کی گنجائش تھی۔ جو تقریباً سب کے سب ہندیا نچی مد میں چلے گئے۔ فاٹا کے لئے واحد ادارہ فاٹا ڈویلپمنٹ کارپوریشن (FATA DC) ہے جس نے ابتداء میں کافی مفید کام کیا۔ لیکن معراج خالد کی نگرانی حکومت نے اس واحد ادارہ کو بھی ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ درحقیقت مسئلہ اس ادارہ کی اصلاح کا ہے نہ کے خاتمہ کا۔

بسیود آبادی

علم اور عمل کے درمیان حائل خلیج کو پر کرنے کے لئے وفاقی وزارت فروغ ابلاغ عامہ اور صوبائی متعلقہ محکموں کی مشاورت سے قبائلی علاقوں کے سماجی، ثقافتی اور مذہبی ضابطہ اخلاق کے اندر رہتے ہوئے ابلاغ کا ایک ایسا جامع منصوبہ مرتب کرنے کی ضرورت ہے جس کے ذریعے بسیود آبادی کے حق میں تبلیغ آمیز مہمات بحیثیت حسب ذیل مرکزی اور حیادی نکات کی بنیاد پر تشریح کی جائے۔

- ۱۔ شیر خوار بچوں کو دودھ پلانے اور چھڑانے کے بارے میں ماں کے دودھ کی غذائی کوالٹی اور اہمیت۔
 - ۲۔ بچے کی پیدائش میں مناسب وقفہ۔
 - ۳۔ مناسب عمر میں شادی، بیوی اور بچوں کی بسیود سے متعلق والد کی ذمہ داری، خواتین کا مقام، ماں و بچے کی صحت، نو عمر بچوں کی پرورش، رسمی و تعلیم بالغاں پر وگرام کے ذریعے خواتین کی خواندگی یا ان میں بنیادی امور کے بارے میں شعور اجاگر کرنا۔ تشریح کی غرض سے دلکش اور ثقافت سے مربوط معنوی پیغامات کا پھیلاؤ اور پیغامات کا آسان زبان میں ترجمہ بہم پہنچانا۔
- اس کثیر المقاصد ابلاغ کے منصوبہ عمل کے اہم مقاصد خاندانی منصوبہ بندی خدمات بابت مانگ کے جواز کو پیدا کرنا اسے برقرار رکھنا۔ نیز مقامی طور پر اثر و رسوخ رکھنے والے رہنماؤں اور قومی تعمیر کے محکموں کے اطوار و افادیت پر مبنی معلومات کو فروغ دینا چاہیے۔ یہ ایک بڑا نصب العین ہے جس کے ذریعے رویے میں مطلوبہ تبدیلی کا حتمی مقصد حاصل کرنے کی غرض سے ابلاغ عامہ کے مروجہ ذرائع نیز مجلس ابلاغ کے ذریعے تشریح کی خاطر تعلیمی اور ترقیبی رسائل کی عکاس ایک جامع حکمت عملی کا ڈھانچہ مرتب کر دینا چاہیے۔

ابلاغ عامہ اور اس کے ذرائع

اس کثیر المقاصد کام کے لئے ابلاغ کے مجوزہ ذرائع حسب ذیل ہونے چاہیں۔ مجلسی ابلاغ، ابلاغ بذریعہ اشتراک، مطبوعہ مواد (زبانی و غیر زبانی) ریڈیو، ٹی وی، سمعی و بصری عوامل اور روایتی ابلاغ۔ اس مقصد کے حصول کے لئے تشریحی ایجنسیوں کی خدمات سے بھی استفادہ کیا جانا چاہیے ریڈیو، ٹی وی اور پریس کے ذریعے تشریحی مہمات کا ارتقاء اور اہتمام کیا جانا چاہیے۔ ان مقاصد کے حصول کی خاطر فیلڈ میں مقامی اور سرگرم کارکنوں کی خدمات سے مہمات میں بہتری اور مقررہ اہداف کے حصول میں مثبت طرز عمل پیدا کرنے کے خاصے قوی امکانات ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ فاٹا کی پسماندگی کے پس منظر میں کئی عوامل کارفرما ہیں۔ عمومی طور پر عوام میں شعور و آگہی کا فقدان ہے۔ پاکستان کے باقی صوبوں میں ہر جگہ پریشر گروپ موجود ہیں۔ پنجاب اپنی 65 فیصد آبادی کے بل بوتے پر وسائل لے جاتا ہے۔ سندھ کا بھی کم و بیش یہی حال ہے۔ بلوچستان کے سردار کافی طاقتور ہیں اور عوام کے نمائندے بھی اپنے حقوق کے لئے آواز اٹھاتے ہیں۔ سرحد میں بھی سیاسی آوازی کافی مضبوط ہے۔ اس کے برعکس قبائل علاقہ جات کی نہ کوئی آواز ہے اور نہ کوئی سیاسی قوت۔

اس کے علاوہ ان علاقہ جات کا سیاسی، قانونی اور انتظامی لحاظ سے ایک ایسے فرسودہ نظام سے واسطہ پڑتا ہے۔ جس کے تحت یہاں کے انتظامی افسر کو وہ اختیارات حاصل ہیں جو ہمارے صدر اور وزیراعظم کو بھی حاصل نہیں ہیں۔ ترقیاتی سکیمیں چند مخصوص بااثر افراد کو دئے جاتے

ہیں جن کی افادیت سے پوری آبادی محروم رہ جاتی ہے۔ اس تعصب اور علاقہ کی عمومی پستی کے باعث یہاں کے عام لوگ 'سڑک'، 'سکول'، 'ہسپتال' اور دیگر ترقیاتی کاموں کی مخالفت کرتے ہیں اور ریاستی مداخلت کی مزاحمت کرتے ہیں تقریباً تمام قبیلے اس بات پر متفق ہیں کہ ان کی روایتی آزادی اور خود مختاری کو برقرار رکھا جائے۔ اس نکتہ نظر کی بظاہر وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ ریاست سے آزاد طویل قبائلی زندگی، تعلیم کی کمی، سماجی اور معاشی پسماندگی کے علاوہ پاکستان کی انتظامی اور ریاستی ادارے مثلاً پولیس، پتھری، پٹوار، رشوت ستانی، نا انصافی اور غلط کاریاں ہیں جو قبائل عوام کو ریاستی اداروں کی مخالفت پر آمادہ کرتے ہیں اس پس منظر اور خصوصی صورت حال کے پیش نظر قبائلی عوام کو ملکی صفوں میں برابری کی بنیاد پر شامل کرنے، نیز وہاں کے سماجی، اقتصادی اور انتظامی اصلاحات یا تبدیلیاں لانے اور بالخصوص محبت و وطن قبائل کو جمہوری پاکستان میں موثر کردار ادا کرنے کے قابل بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ذرائع ابلاغ موثر کردار ادا کریں۔

ذرائع ابلاغ کا کردار

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فائنل جیسے غیر ترقی یافتہ علاقے کی ترقی یا اصلاح میں ذرائع ابلاغ کیا کردار ادا کر سکتے ہیں یا ادا کرنا چاہیے؟ اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لئے ہمیں آزادی سے پہلے کی صورت حال کا مختصر جائزہ لینا ہو گا۔ انگریز اور قبائل کے مابین ایک صدی تک مسلح جدوجہد پر مبنی معرکہ آرائی جاری رہی۔ سنگلاخ پہاڑوں اور نامساعد حالات میں ان لوگوں نے کمال مہارت سے جو طریقہ ہائے ابلاغ (Modes of Commnication) استعمال کیا اس سے حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کی گئیں۔

اس کے برعکس موجودہ دور میں ابلاغیات کی بدولت دنیا نے ایک گاؤں کی شکل اختیار کر لی ہے۔ دنیا بھر کے ممالک کے بڑے بڑے شہروں نے مواصلاتی سیارے کے ذریعے ایک دوسرے تک براہ راست رسائی حاصل کر لی ہے۔ آج کو نسا شعبہ حیات ہے جس پر ذرائع ابلاغ اثر انداز نہیں ہوتے۔ آج کے جدید دور کی تمام انقلابی تبدیلیاں ابلاغیات کی بدولت ہی ممکن ہوئی ہے۔ ابلاغیات اس جدید دور میں باقاعدہ فنون کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ جن کے نپے تلے اصول اور قاعدے ہیں جنہیں اپنا کر مطلوبہ نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ انسانی جذبات کو ایک نئے انداز میں تشکیل دینے اور معاشی قدروں کو نئے طرز پر ڈھالنے کی سعی کی جائے اقوام متحدہ کے زیر اہتمام ایک تحقیقی رپورٹ کے مطابق ہر وہ منصوبہ جو ذرائع ابلاغ کی موثر حکمت عملی کے بغیر شروع کیا جائے ناکامی سے دوچار ہوتا ہے۔ فائنل سے متعلق ابلاغیات کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ اکثر دور دراز علاقوں میں لوگ ریڈیو سنتے ہیں۔ جلی کی رسائی کے باعث ٹیلی وژن کافی تعداد میں لوگ دیکھتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں ذرائع ابلاغ چونکہ ریاستی تسلط کے زیر اثر ہے۔ اس لئے ان معاملات کا جن کا تعلق براہ راست انتظامیہ سے ہوتا ہے اخبارات کی طرح زیادہ کھل کر بات نہیں کر سکتے۔ لیکن سماجی مسائل کے بارے میں تو یہ ہمہ گیر کردار ادا کر سکتے ہیں مثلاً موجودہ وقت میں فائنل کے دور دراز علاقوں میں ٹی بی سی بڑے شوق سنتے ہیں اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ٹی بی سی یہاں کے لوگوں کے روزمرہ معاملات کو صحیح طریقے سے پیش کرتا ہے اور یہ کہ مقامی زبان میں مقامی مسائل کو زیادہ اجاگر کیا جاتا ہے۔ اس وقت قبائلی علاقوں میں ریڈیو اور ٹیلی وژن کے ذریعے سمعی اور بصری رسائی ناخواندہ آبادی تک بلا امتیاز ہو رہی ہے اس لئے یہاں کی سیاست، ثقافت اور معاشرت میں ان کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا چونکہ روایت پسند سفید ریش بزرگ ریڈیو اور بالخصوص ٹی وی پروگرام بڑے شوق سے نہ صرف دیکھتے ہیں بلکہ ان پر تبصرے بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ ٹی وی اور ریڈیو ان علاقوں کے سامعین اور ناظرین کے لئے مقامی زبان میں ایسے پروگرام پیش کریں جو یہاں کے طرز زندگی سے مربوط ہو نیز ٹی وی پروگرام کے اثرات اور یہاں کی ضروریات سے متعلق جامع سروے بھی کیا جائے۔ احسن صورت یہ ہے کہ ان علاقوں اور باشندوں میں ملحقہ ہو اور وہی دریں میں کے اے ایک چینل بنائیں، جو اور تو ہی پروگراموں کے چینل سے بھی اس کے اے خبر مانوں،

پروگراموں سے نہ صرف لطف اندوز ہو سکیں بلکہ اس طرح قبائلی عوام قومی دھارے میں شامل ہو سکے اور پوری قوم قبائلی ثقافت کے اہم پہلو سے روشناس ہو سکے۔

اس کے علاوہ اخبارات بھی غیر معمولی کردار اس لئے ادا کر سکتے ہیں کہ یہ ریاستی تسلط یا پریشر گروپ کے دباؤ سے آزاد ہوتے ہیں۔ اخبارات چونکہ تفصیل کے ساتھ ریکارڈ مواد فراہم کرتے ہیں۔ اس لئے یہ لوگوں کی رائے اور رویوں پر غیر معمولی اور ہمہ گیر اثرات مرتب کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں اخبارات یہاں لوگوں کے عمومی طرز زندگی پر بڑے گہرے اثرات مرتب کر رہے ہیں چونکہ یہاں گھروں، جھروں اور پبلک مقامات پر بڑے تواتر سے پڑھے جاتے ہیں اور قومی و بین الاقوامی حالات و واقعات سے نہ صرف باخبر رہتے ہیں بلکہ سیاست، معیشت اور دیگر امور کے متعلق اخبارات سے حاصل کی گئی معلومات کی روشنی میں بڑی گرم بحث بھی ہوتی رہتی ہے۔ اگر اخبارات کے ذریعے یہاں کے روزمرہ معاملات کو اجاگر کیا جائے تو بلاشبہ یہاں کے عوام میں علاقائی اور قومی مسائل کے بارے میں شعور و آگہی پیدا ہوگی اور اس طرح قومی کردار اور تعمیر میں بھرپور شرکت کا موقع بھی ملے گا۔

فانا جیسے غیر ترقی یافتہ علاقہ میں ابلاغیات کے موثر کردار کے لئے ضروری ہے کہ ذرائع ابلاغ سے وابستہ ذمہ دار اہلکار، ورکنگ جرنلسٹس اور شعبہ ابلاغیات سے وابستہ اساتذہ اور عطیات دینے والے ادارے مل کر کام کریں اور ایسے جامع سوالنامے تیار کریں جو ان علاقوں کے سماجی مسائل اور ان میں حائل تمام ممکنہ عوامل کا اعادہ کریں۔ ایسا کرنے سے ایسی معتبر اور نئی معلومات کا حصول ممکن ہو سکے گا جن کی بنیاد پر ایک مربوط پالیسی یا اصلاحاتی پیچ کی تیاری میں مدد ملے گی۔ جس کے ذریعے اگر ان علاقہ جات کے تمام مسائل حل نہ بھی ہوئے تو کم کرنے کی صورت ضرور نکلے گی اور انشاء اللہ ایک اچھے اور مثالی معاشرے کے قیام کی راہ متعین ہو جائے گی۔

قصہ ایک نڈر اور بے لوث محسود غازی عجم خان کا

یہ قصہ عجم خان ولد شیر دل خان ولد ولایت خان محسود شالی خیل استوائی شاخ برای خیل کا ہے جو ہر لحاظ سے ایک انوکھا اور غیر معمولی دلیرانہ نوعیت کا حامل ہے اس کا مختصر ذکر پہلے آچکا ہے تاہم اس نامور مجاہد کے کردار کا تقاضہ تھا کہ تفصیل سے ریکارڈ پر آسکے تاکہ ہمیشہ کے لئے تاریخ کے اوراق پر محفوظ کیا جاسکے۔ تفصیل جاننے کے لئے میں نے عجم خان مرحوم کے بیٹے اور اپنے دیرینہ کالج فیلو قاسم محسود کے ساتھ رابطہ قائم کیا اس نے معلومات دیر سے فراہم کیں اس لئے کتاب کے آخر میں دی گئی ہیں۔ آپ 1991ء میں سکھ پانمنہ کی غیرت مند مہم میں پیدا ہوئے۔ چھوٹی عمر میں انگریز سرکار نے رام کرنے کے لئے جناب کو صوبیداری (۵۰ خاصہ داروں کی کمانڈ) کی ذمہ داری سونپ دی۔ اگرچہ موصوف انگریز سرکار کی نوکری ذہنی طور پر اپنانے کے لئے تیار نہیں تھے تاہم انکے محترم چچا ملک گند خان شالی خیل نے آپ کو صوبیداری کی حیثیت سے ذمہ داری قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ اپنے محترم چچا کے اصرار پر آپ کو بادل خواستہ یہ ذمہ داری لینی پڑی۔

موصوف کے لئے چونکہ اپنے باپ کے برابر کفیل چچا کی نافرمانی ناممکن تھی تاہم انہوں نے دلی طور پر انگریز کی وفاداری قبول نہیں کی کیونکہ صوبیدار بننے کے بعد بھی آپ خفیہ طور پر برابر جہاد کرتے رہے۔ ایک دفعہ دن دھاڑے پیاڑہ کے رغنئی پر موجود انگریز کمپ پر انہوں نے جنگل سے فائرنگ کر دی جس میں کئی گورے مارے گئے اور جوانی فائرنگ میں ایک گولی موصوف کے دائیں ہاتھ کو بھی لگ گئی تاہم موصوف صحیح سلامت تقریباً 8 کلو میٹر دور اپنے آبائی گاؤں ”پانمنہ“ پہنچے اور بغیر ڈاکٹر کے علاج کچھ عرصہ بعد وہ خود صحت یاب ہو گئے یہاں تک کہ ان کے چچا ملک گند خان کو بھی اس واقعہ کا پتہ نہیں چل سکا۔ کچھ عرصہ بعد ”رزک“ کے مقام پر موصوف نے انگریز کمپ پر حملہ کر دیا جس میں انہوں نے کئی انگریزوں کو واصل جنم کر دیا جبکہ ایک گولی آپ کو بھی لگ گئی لیکن پھر بھی آپ اپنی ہمدوق اور قریب سمیت 12 کلو میٹر دور اپنے گھر پیدل چل کر پہنچ گئے اور اس مرتبہ بھی وہ بغیر ہسپتال یا علاج کے خود ہی صحت یاب ہو گئے۔

اس کے بعد ایک بڑا واقعہ ”ڈگول“ کے نام سے پیش آیا تفصیل یوں ہے کہ ملا شیر علی خان محسود نے ایک شخص اغواء کر کے شالی خیل کے علاقہ ”سوئے غر“ میں چھپائے رکھا جس پر انگریز نے پورے شالی خیل قبیلے کو وارننگ دی کہ وہ ملا شیر علی خان سے قیدی کو واپس کروائے یا پھر ملا کو اپنے علاقہ سے نکال دے ورنہ انگریز پورے شالی خیل قبیلے کو نیست و نابود کر دے گا۔ جب دھمکانے کے باوجود شالی خیل قبیلہ نے انگریز کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا تو انہوں نے پورے شالی خیل قبیلہ کے علاقے پر اندھا دھند بمباری کر ڈالی جس کے نتیجے میں بہت سے شالی خیل مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے شہید ہو گئے اور ان کے مکان مٹی کے ڈھیر بن گئے۔

مذکورہ بمباری کے رد عمل میں موصوف نے اپنے ساتھیوں سمیت انگریز سے سخت ٹکرائی اور یہاں تک کہ ”سراوندہ“ سے لیکر لدھا تک تمام ٹیلی فون کھبے اور کئی پل سموں سے اڑائے تاکہ انگریز سرکار کے لئے اس علاقہ میں آمدورفت کا سلسلہ منقطع کیا جاسکے۔ اس دوران ایک ہوائی جہاز کو بھی پانمنہ کے مقام پر موصوف کے چچا زاد ”بہادر خان“ نے فائرنگ کر کے مار گرایا جو ”شاوی“ کے علاقہ میں گرا۔ اس جہاز کے پائلٹ کو زندہ گرفتار کر لیا گیا جسے بعد میں واپس کر دیا گیا۔ بعد ازاں موصوف نے اپنے ساتھیوں سمیت رزک کے قریب ایک سرکاری کانوائے پر دن کے اُجالے میں حملہ کر دیا تاکہ وہ انگریز افسر کو اٹھا کر لے جائیں۔ اس دوران کر اس فائرنگ ہوئی جس میں طرفین کے کئی افراد ہلاک اور زخمی ہوئے اس حملے میں موصوف کو بھی تین گولیاں (ایک ہاتھ، ایک کندھے اور ایک بائیں ران میں) لگیں جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔ تاہم موصوف کے ایک اور چچا زاد مجاہد زرمیم خان نے ان کو کندھے پر اٹھا کر کانوائے سے بھگا کر چلا لائے۔

انگریز سے آپ کی نفرت کا یہ حال تھا کہ پورے بدن چکنا چور ہونے کے باوجود آپ انگریز سے علاج کرانے یا ان کی دوائی کھانے کے لئے تیار نہیں تھے اس لئے مکین کے مقام پر میر باز خان عبدالائی کے گھر میں پورے ایک سال دیسی طریقوں سے آپ علاج کرواتے رہے۔ نتیجتاً

ایک سال تک مسلسل چارپائی پر پڑے رہنے سے ان کی پیٹھ کا چھڑا اتر کر بستر سے چمٹنے لگا چنانچہ ایک بار پھر ان کے چچا ملک گنڈ خان نے علاج کے لئے ان کی مرضی کے بغیر ان کو پشاور لے گئے جہاں پر آپ کا علاج کر لیا گیا تاہم ان کی بائیں ٹانگ تقریباً چار انچ تک کم پڑ گیا اور گھٹنا بھی سیدھا رہ گیا لہذا باقی ماندہ زندگی میں وہ چھڑی کی مدد سے لنگڑا کر چلتے رہے۔ اس کے بعد فقیر ایپی (مرزا علی خان) نے شمالی وزیرستان میں خیوسرہ کے مقام پر اپنی سرگرمیاں بصد انگریز شروع کر دیں جس پر انگریز نے ان کے پیچھے ملیشیاء فورس بھیج دی چنانچہ ان کو شکستوں کے آخر میں ”شیر نہ“ کے مقام پر ”غازی عجم خان“ کے قبیلے کے ہاں پناہ لینی پڑی۔ موصوف کے خون میں چونکہ جذبہ جہاد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا لہذا آپ نے فقیر ایپی کا دست راست بننے کا عہد کیا چنانچہ آپ نے فقیر ایپی کو سمجھایا کہ آپ نے قوم کی جس مقصد اور عظیم خدمت کا علم بلند کرنے کا عزم ظاہر کیا ہے اس کے لئے آپ کو قوم کے چچے کو مالی اور جانی طور پر اپنے ساتھ لے کر چلنا ہو گا تب آپ کامیابی سے ہم کنار ہو سکیں گے اور ساتھ ہی چادر پھیلا کر پامنہ میں موصوف نے جہاد فنڈ کے نام سے فقیر آف ایپی کے لئے چندہ مہم شروع کر دی۔ چنانچہ یوں بعد ازاں فقیر ایپی کے لئے اس جہاد فنڈ نے وسعت اختیار کر لی یوں فقیر ایپی جہاد کی دنیا پر ستارہ بن کر چمکے۔ نار تھ وزیرستان اور ساؤتھ وزیرستان ایجنسیوں کی تقریباً 95 فیصد لوگوں نے ان کے لشکر میں شمولیت اختیار کر لی لہذا یوں فقیر آف ایپی نے انگریز کے خلاف کئی جنگیں لڑیں۔

پولیسٹیکل ایجنٹ کی گرفتاری

بالآخر پاکستان کے قیام سے چند ماہ قبل آپ کی زندگی کا اپنی نوعیت کا سب سے اہم واقعہ پیش آیا اور وہ ہے پولیسٹیکل ایجنٹ کی گرفتاری کیونکہ اس قسم کی بہادری کی نظیر پٹھان قبائل کی طویل اور لازوال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس غیر معمولی واقعہ کا مختصر پس منظر کچھ یوں ہے کہ انگریز سرکار نے قبائلیوں کی مردم شماری کی تھی جس میں عجم خان صاحب کے قبیلے کو انتظام ظاہر کیا گیا تھا جبکہ اسی مردم شماری کی بنیاد پر قومی موجب یعنی راشن وغیرہ کا تعین کیا گیا تھا۔ اس مردم شماری کے رد عمل کے طور پر آپ نے اپنے قبیلے برامی خیل کو اکٹھا کر کے ایک لشکر جہاد تیار کر لیا جس نے انگریز سرکار کو نوٹس دیا کہ یا تو وہ برامی خیل قبیلے کے ساتھ روا رکھی گئی نا انصافی کا ازالہ کرے ورنہ ان کے غیض و غضب کے لئے تیار ہو جائیں اور اس کے ساتھ ہی مجاہد مذکورہ نے لشکر کشی شروع کر دی اور باوے کے مقام پر کئی خلوت (نرنگ) مورچہ بند ہونے کے لئے تیار کروائے تاکہ ممکنہ جنگ میں ان خلوتوں میں پناہ لی جاسکے۔

اس کشمکش میں محترم عجم خان کو ان کے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ اگلے دن سراروند ملکین روڈ پر اس وقت کے پولیسٹیکل ایجنٹ ”مسٹر ڈالن“ گزرنے والے ہیں۔ چنانچہ آپ نے دواوتوی کے مقام پر ناکہ بندی کر دی اور دوپہر کے وقت چالیس محسود ملکوں کے باڈی گارڈ سمیت پولیسٹیکل ایجنٹ کے کانوائے پر ہلہ بول دیا اور آنا فانا پولیسٹیکل ایجنٹ ایک سرکاری ڈاکٹر (آفریدی قبیلے سے تعلق رکھنے والا) اور تمام عملہ کو اغواء کر کے اپنے آبائی گاؤں پامنہ (جو کہ یہاں سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے) لے گئے۔ جیسے بعد میں ایک محفوظ جنگل سپنہ میا کے مقام پر لے جایا گیا جہاں پر چالیس دن تک ان کو اپنے قبضے میں رکھا۔

اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مذکورہ اسیر پولیسٹیکل ایجنٹ کے لئے آپ نے پتھر کی ایک کرسی بنوادی اور کہا کہ آپ لوگ ریوالونگ چیئر پر بیٹھا کرتے ہیں جبکہ ہم اس طرح کی قدرتی کرسیوں پر بیٹھتے ہیں لہذا آپ کو بھی ہمارے ساتھ اس فطری کرسی پر بیٹھنا پڑے گا چنانچہ آپ اسی پر بیٹھے رہیں۔ واضح ہو کہ پولیسٹیکل ایجنٹ ڈالن کا ٹیبل اور ایک صندوق ابھی تک عجم خان کے خاندان والوں کے پاس محفوظ ہے۔ آخر کار چالیس دن کے بعد پولیسٹیکل ایجنٹ کو کئی شرائط منوا کر رہا کر دیا گیا جن میں ایک شرط مہماری نہ کرنے کی بھی تھی تاہم انگریز اپنا یہ وعدہ پورا نہ کر سکا چنانچہ مہماری شروع ہو گئی جو کہ نو مہینے جاری رہی تھی لیکن پاکستان بن جانے کی وجہ سے یہ مہماری پتالیس دن جاری رہنے کے بعد روک دی گئی۔ یہ مہماری چھتیس دن پاکستان بننے سے قبل اور نو دن تک پاکستان بن جانے کے بعد ہوتی رہی۔ اس مہماری کے دوران

ایک ہوائی جہاز بھی مار گرایا گیا جو کہ زنگاری کے مقام پر زمین بوس ہو گیا تھا جسے بعد میں فقیر ایپی نے اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ یاد رکھئے کہ مذکورہ اغواء شدہ پولیٹیکل ایجنٹ ڈالمن نے اپنی کینٹی پر پستول رکھ کر خودکشی کر دی کیونکہ ان کو ہماری نہ کرنے کی شرط کی خلاف ورزی کا ملال تھا۔ اس کے بعد موصوف فقیر ایپی کی ترغیب پر افغانستان چلے گئے جہاں افغان اسلامی حکومت نے آپ کو شامی خیل قبیلے کا سردار بنادیا چنانچہ ان کے لئے خاطر خواہ موجب مقرر کر دیا گیا۔

عجم خان شامی خیل اگرچہ قرآن شریف پڑھنے کے علاوہ خود تعلیم یافتہ نہیں تھے تاہم وہ علم کے بڑے قدردان تھے اور قوم کے خیر خواہ تھے چنانچہ انہوں نے غربت کی حالت میں بھی شامی خیل قبیلہ سے متعلق چالیس چوں کو تعلیم کے حصول کے لئے افغانستان لے گئے اور وہاں پر خوشحال مکتب میں ان کو داخل کروا دیا۔ ان چوں کا خرچہ برداشت کرنے کے لئے آپ نے اپنی بدوق پچ ڈالی تھی۔ آپ کی علم دوستی اس بات سے بھی عیاں ہے کہ آپ نے اپنے تمام بچوں کو تعلیم دلوانے کی ہر ممکن کوشش کی جس کی وجہ سے آج شامی خیل قبیلے میں آپ کا خاندان سرفہرست ہے کیونکہ آپ کے ساتوں بیٹے پڑھے لکھے ہیں جن میں سے دو انجینئر ہیں جبکہ آپ کا سب سے چھوٹا بیٹا قاسم محمود اس وقت اسٹنٹ پروفیسر ہے جبکہ دو پوتے سپیشلسٹ ڈاکٹر ہیں اور قبیلے میں دوسرے کئی آفیسر موجود ہیں

وفات: آخر کار مذکورہ فقید المصال مجاہد تہتر سال کی عمر میں 11 اگست 1973ء کو اپنی ہی نو آباد کردہ سرسبز وادی کوریزائی میں اللہ کو پیارے ہو گئے اور اپنے آبائی گاؤں پامنہ میں سپرد خاک کر دیے گئے۔

آپ کے اقوال زریں

- ۱۔ کبھی بھی اپنے ساتھی اور شراکت دار کو دھوکہ نہیں دیتا چاہیے۔
- ۲۔ اللہ تعالیٰ غریب مغرور اور بے عمل عالم سے سخت ناراض ہوتا ہے۔

قصہ ایک انگریز افسر بارگین کے سر کا

غازی ناظم خان ساکن برمل کی زبانی

اس قصے کا تعلق ممش خیل معرکہ سے ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے تاہم انگریز افسر کے سر کے متعلق واقعہ کا پس منظر جاننے کے لئے میں نے نثار خان کے ہمراہ برمل میں غازی ناظم خان سے تفصیل معلوم کی انہوں نے بتایا کہ وہ واقعہ مذکورہ کے وقت برمل سے میرانشاہ آئے تھے۔ وہاں پتہ چلا کہ ممش خیل میں خونریز جھڑپ کے نتیجے میں بارہ غازی شہید ہوئے ہیں اور تین غازی سید گائی گل بادشاہ اور پاستی گل کو زندہ گرفتار کیا گیا ہے۔ ساتھ یہ خبر بھی ملی کہ غازیوں نے انگریز افسر بارگین کا سر تن سے کاٹ کر لے گئے ہیں۔ میرانشاہ بازار میں ملیشیاء نے سارے لوگوں کو حراست میں لے لیا۔ شام کو کابل خیل قبیلہ کے علاوہ باقی سب کو چھوڑ دیا گیا چونکہ اطلاع ملی تھی کہ انگریز افسر کا سر کابل خیل کے پاس ہے۔ حکومت نے ہر شاخ سے چیدہ چیدہ ملاکان کا انتخاب کر کے گفت و شنید کی خاطر بوجہ رگہ تشکیل دیا۔ میں شام کو میر علی گیا وہاں سردار خلیفہ تاویدار کا پتہ کیا معلوم ہوا کہ وہ خونی زاوہ مرکز میں ہیں وہاں پہنچنے پر پتہ چلا کہ وہ فرنگی افسر کے سر کی بازیابی کے لئے شیر اٹلہ گئے ہوئے ہیں۔ چونکہ فرنگی نے دھمکی دی تھی کہ اگر آفیسر کا سر واپس نہ کیا گیا تو بنوں جیل میں شہداء کی لاشوں کو جلا ڈالیں گے اور تین گرفتار شدہ غازیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ شیر اٹلہ میں کابل خیل کا بڑا لشکر جمع تھا میں وہاں سردار کو ملا انہوں نے سب کو سارا قصہ بیان کیا اور بعد میں کہا کہ کوئی ہے کہ قابل خیل کے پاس جائے۔ میں نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں جانے کے لئے تیار ہوں۔ جب میں کابل خیل لشکر کے پاس پہنچا وہاں سرسبوری

میں بند تھامیں نے فوراً اٹھا کر سردار کی طرف بھاگنا شروع کیا لشکر نے پیچھا کیا لیکن سردار نے قرآن شریف سر پر اٹھا کر ان کو منع کیا پھر بات چیت شروع ہوئی۔ اس دوران احمد زئی قبیلے کا بوجہ گہ پہنچا لیکن سردار نے انہیں بتایا کہ انہوں نے سالک جان اور پائی محمد کے ساتھ پہلے سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ وہ فرنگی کا سران کے حوالے کریں گے اس طرح 150 روپے کے عوض سر فرنگیوں کو واپس کیا گیا۔ اس کے بدلے ہمیں شہداء کی لاشیں ملیں اور ہم نے اونٹوں کے ذریعے اپنے اپنے علاقوں میں ورثاء کے پاس پہنچا دیا۔

گر فتار غازیوں میں سے دو کو پھانسی دے دی گئی جبکہ تیسرے غازی گل بادشاہ کے بارے میں سالک جان کے بھائی جو ملیشیاء میں تھے گواہی دی کہ وہ لڑائی کے لئے نہیں بلکہ گمشدہ اونٹ کی تلاش میں آیا تھا۔ گل بادشاہ نے لڑائی کے دوران ایک زخمی غازی کو پیٹھ پر اٹھایا تھا اس لئے ان کے کپڑوں پر خون کے دھبے لگے تھے۔ فرنگی کو یقین تھا کہ وہ لڑنے کے لئے آیا تھا۔ اس دوران گل بادشاہ کا بھائی سالک جان فقیر ایپی کے پاس آیا اور دعا کی درخواست کی۔ فقیر ایپی نے گل بادشاہ کے حق میں دعا کی کہ ”اے اللہ! میں تجھ سے گل بادشاہ کو اس طرح صحیح سلامت چاہتا ہوں جس طرح مچھلی کو کانٹے کے ذریعے پانی سے باہر نکالا جاتا ہے۔ گل بادشاہ کو جرگہ دیا گیا اور اس کے خون آلود کپڑے لیبارٹری ٹیسٹ کے لئے لاہور بھیجے گئے۔ چند مدت بعد خدا کی شان سے رپورٹ آئی کہ گل بادشاہ کے کپڑوں پر انسان کی بجائے جانوروں کے خون کے دھبے لگے ہیں اس طرح گل بادشاہ کو رہا کیا گیا اور لوگوں کا یقین بن گیا کہ فقیر ایپی کی دعاؤں سے ایسا ممکن ہوا۔

اصطلاح	تشریح
تریور	چچازاد بھائی
تریور والی	بدل اور میلستیا کے تقاضوں کو پورا کرنا
تور	کالا، تھمت
سپن	سفید، ننگ
پشتو	غیرت کے تقاضوں کو پورا کرنا
ننگ	غیرت
جرگہ	اجتماع، اسمبلی
کندی	شاخ
چلویشٹائی	مسلم ارکان پر مشتمل عارضی فورس
ٹینگھ	ذیلی اور موثر قانون
کوٹڑائی	ٹینگھ کو موثر بنانے کے لئے جرمانے کا تعین
نوغہ	جرمانہ
نکات	میراث، وادائی میراث میں اولاد کا حصہ
کول	بر ملا اقرار
بگا	قدیہ
تریور بہ حصہ وائی	چچازاد بھائی کیا کہے گا
تاوان	نقصان
پور	بدلہ
وروہ	شادی بیاہ

سکڑائی	منگنی کی رسم پر لڑکی والوں کو کچھ نقد رقم دینا
لوس نیوائی	بطور دعا ہاتھ اٹھانا
خالوت	فیصلے کے وقت موجود لوگوں کو رقم دینا
سندرے	گیت گانا
بندش	ہر قسم نقل و حمل پر پابندی لگانا
بر آمتہ	ادلے کا بدلہ، نقصان کے ازالہ کی خاطر ملزم شخص کی چیز قبضہ میں لینا
پشتونولی	پشتو ضابطہ حیات، ننگ پشتون
میلستیا	مہمان کی خاطر تواضع اور تحفظ
بدرگہ	حفاظتی دستہ
ننواتے	اعتراف شکست
ہمسائیگی	کمزور شخص کے لئے مضبوط شخص یا خاندان کا بلا شرط تحفظ
ژاغ	صنف نازک سے متعلق دعویٰ
درے ماسید	تین محسود، محسود کے تین ذیلی قبیلے
ویلہ	پانی کی چھوٹی نہر
لشکر	مرد حضرات کا مشترکہ مقصد کے حصول کے لئے اکٹھا ہونا
ملک	قبلیہ کا سربراہ یا ترجمان
زنانہ لار	عورتوں کا راستہ
مواجب	قبائلی علاقہ سے گزرنے والی سڑک کا معاوضہ
ڈم	ڈھول بجانے والا (ڈھولچی)
لندورہ	ڈھولوں کی تھاپ میں قبیلوں کا مشترکہ تماشہ

پیغام رساں (قاصد)	جر نیل
امیر المجاہدین کے نائین یادست راست	خلفاء
آزاد قبائلی علاقہ، باغیوں کا علاقہ	یاغستیان
سرکاری مراعات لینے والا	وظیفہ خوار
ملکان	مشران
طعنہ	پیغور
دینی علوم سیکھنے والے	طالبان
غائب ہو جانا	ورک
روایتی قبائلی چھری	خنجر

کثیر المقاصد اہداف کا حصول اور طریقہ ہائے ابلاغ

انگریز کا ابلاغی طریقہ ہائے کار

ملک، سرداران، جرگے، عیسائی مبلغین، اشتہارات
 ﴿مہمات کے دوران اشارتی، سنگنل رابطے﴾
 نقشہ جات، شیشہ، لیمپ، جھنڈے اور کپڑے کے مخصوص نشانات، پیغام رساں کبوتر
 ﴿ریڈیو نشریات﴾
 وائرلیس ٹیلی گرافی، سفری ریڈیو، ریزرو سنگنز وائرلیس ٹیلی گرافی ٹیلی فون ٹیلی گراف پوسٹ آفس
 ﴿ٹرانسپورٹ کمیونیکیشن﴾
 مال بردار جانور ریلوے لائن اور سڑکیں

قبائل کے طریقہ ہائے ابلاغ

﴿دیہاتوں کے اندر﴾
 ڈھول بجانا، پروپیگنڈہ، ملا، مساجد، ملک، حجرہ، لوک گیت
 ﴿دور افتادہ علاقوں میں﴾
 جرنیل (پیغام رساں) مساجد خلفاء (نائین) / ملا / مساجد / ملک روحانی شخصیات دعوتی خطوط پروپیگنڈہ
 ﴿سمعی و بصری یا اشاراتی رابطے﴾
 کپڑا، جھنڈے، آگ، شیشہ، فائرنگ، سیٹی بجانا

Table No.1

MULTI-DIMENSIONAL COMMUNICATION STRATEGIES
Starting Period (1849-92)

Geographical Focii

Population Focii	Village	Far-flung Areas	War zones	Govt. Headquarter
Anti Govt. Elements	Interpersonal communication group discussion Jirga resistance/ reinforcement cog* / aff* approach	Messenger gathering / Jalsay collective strategy cognitive approach	Audio/visual communication firing/ whistle aggression/ discipline cognitive approach	----- ----- -----
Prof Govt. Elements	Interpersonal Communication gaining support cog* / aff* approach	Group discussion control disturbances affective approach	Group discussion stopping war cognitive approach	Mediator / Nawab Stooging cognitive approach
Mixed Groups	----- ----- -----	Messenger / propaganda reward for support affective approach	----- ----- -----	Interpersonal communication gaining support aff* / conn* approach
Freedom Fighters	Interpersonal communication freedom spirits cog* / aff* approach	Messenger / gathering unanimous decision affective approach	Audio/Visual communication firing / whistle aggression/ discipline connative approach	----- ----- -----
Foreign Support	----- ----- -----	Interpersonal communication financial help aff* / conn* approach	----- ----- -----	Agent/Malik/Sardar stooging Laskhar cognitive approach

Cog*: Cognitive

Aff*: Affective

Conn*: Connative

Table No.2

MULTI-DIMENSIONAL COMMUNICATION STRATEGIES
Mulla Powinda Period (1893-1913)

Geographical Focii

Population Focii	Village	Far-flung Areas	War zones	Govt. Headquarter
Anti Govt. Elements	Interpersonal communication Drum beating Jirga/Gathering resistance aff* / conn* approach	Messenger Mulla / Mosque / Jalsay collective strategy aff* / conn* approach	Signal communication firing / glass advance / defence connative approach	Mediators/ letters reconciliation / stopping aggression cognitive approach
Prof Govt. Elements	Interpersonal communication gaining support cog* / aff* approach	Malik / Mulla Propaganda campaign aff* / conn* approach	Interpersonal communication peace efforts cognitive approach	Interpersonal communication govt. instructions stooging affective approach
Mixed Groups	----- ----- -----	Interpersonal communication Jirga / Talks reconciliation cognitive approach	Interpersonal communication group discussion peace efforts cognitive approach	Interpersonal communication official Jirgas support gaining affective approach.
Freedom Fighters	Interpersonal communication freedom spirits aff* / conn* approach	Messenger Preaching letters support gaining aff* / conn* approach	Drum beating firing / slogans / advance / defence connative approach	Letters / verbal message warning / threat cognitive approach
Foreign Support	----- ----- -----	Interpersonal communication propaganda campaign aff* / connative application	----- ----- -----	Agent / Maliks stooging Lashkar affective apporoach

Cog*: Cognitive

Aff*: Affective

Conn*: Connative

Table No.3

MULTI-DIMENSIONAL COMMUNICATION STRATEGIES
Shehzada Fazal Din Period (1914-35)

Geographical Focii

Population Focii	Village	Far-flung Areas	War zones	Govt. Headquarter
Anti Govt. Elements	Interpersonal communication Jirga/gathring / resistance aff* / conn* approach	Messenger Mulla / Mosque / Jirga collective strategy aff* / conn* approach	Signal communication whistle / firing / glass advance/ defence cognitive approach	Mediators, stopping aggression cognitive approach
Prof Govt. Elements	Interpersonal communication gaining support cog* / aff* approach	Malik / Mulla Propaganda campaign aff* / conn* approach	Interpersonal communication stopping war cognitive approach	Agetns / Maiks / spies / agents affective approach
Mixed Groups	----- ----- -----	Interpersonal communication Jirga / talks reconciliation cognitive approach	Interpersonal communication stopping war cognitive approach	Agents / Maliks spies / agents affective approach
Freedom Fighters	Interpersonal communication freedom spirits aff* / conn* approach	Messenger Preaching letters support gaining aff* / conn* approach	Audio/visual communication firing / whistle advance / defence connative approach	----- ----- -----
Foreign Support	Foreign Agents Propaganda Campaign affective approach	Interpersonal communication weapons / money / cloth aff* / conn* approach	----- ----- -----	Agent / Maliks stooging Lashkar affective approach

Cog*: Cognitive

Aff*: Affective

Conn*: Connative

Table No.4

MULTI-DIMENSIONAL COMMUNICATION STRATEGIES
Faqir Ipi Period (1936-47)

Geographical Focii

Population Focii	Village	Far-flung Areas	War zones	Govt. Headquarter
Anti Govt. Elements	Interpersonal communication Drum beating Jirga / gathring religious spirits aff* / conn* approach	Messenger Mosuqe / Mulla collective strategy aff* / conn* approach	Audio/visual communication offence/ defence strategy connative approach	Mediators / Agents reconciliation peace efforts cognitive approach
Prof Govt. Elements	Interpersonal communication gaining support cog* / aff* approach	Maliks / Agents propaganda campaign cog* / aff* approach	Interpersonal communication peace efforts cognitive approach	Interpersonal communication Agents/ Spies affective approach
Mixed Groups	Interpersonal communication groups discussion reconciliation cognitive approach	Interpersonal communication Jirga / talks stopping aggression cognitive approach	Group discussion peace efforts cognitive approach	Official Jirgas gaining support affective approach
Freedom Fighters	Interpersonal communication Mulla / Mosque freedom spirits aff* / conn* approach	Messenger preaching letters support gaining connative approach	Audio /visual communication offence / defense connative approach	Verbal message threat / warning cognitive approach
Foreign Support	Foreign Agents financial assistance connative approach	----- ----- -----	----- ----- -----	Agents / spies Laskhar / Leaders Affective Approach

Cog*: Cognitive

Aff*: Affective

Conn*: Connative

کتابیات اردو

- | | |
|---|-------------------------------------|
| تاریخ صوبہ سرحد | ۱۔ شفیع محمد صابر |
| قائد اعظم اور صوبہ سرحد | ۲۔ شفیع محمد صابر |
| تحریک پاکستان میں صوبہ سرحد کا حصہ | ۳۔ شفیع محمد صابر |
| تذکرہ سر فردوشان سرحد | ۴۔ شفیع محمد صابر |
| شمال مغربی پاکستان اور برطانوی سامراج | ۵۔ سر جارج میکن |
| سرحد کا آئینی ارتقاء | ۶۔ عزیز جاوید |
| حاجی صاحب ترنگری | ۷۔ عزیز جاوید |
| پٹھان ۵۵۰ ق م سے ۱۹۵۷ء تک | ۸۔ اولف کیرو |
| پشتون کون ہیں؟ | ۹۔ پریشان خٹک |
| تاریخ آزادی برصغیر | ۱۰۔ جانباز مرزا |
| سرحد اور جدوجہد آزادی | ۱۱۔ اللہ بخش یوسفی |
| پنجتون تاریخ کے آئینے میں | ۱۲۔ بہادر شاہ ظفر |
| المیہ افغانستان | ۱۳۔ ریاض احمد سید |
| د پشتو ادبیاتوں تاریخ | ۱۴۔ عبدالحی حبیبی |
| تاریخ و تمدن ہند | ۱۵۔ محمد حبیب |
| پشتور سالہ | ۱۶۔ قاضی عبدالحلیم اثر |
| تاریخ پشتون | ۱۷۔ شیر محمد خان |
| تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی | ۱۸۔ نعمت اللہ خان ہروی |
| تواریخ حافظ رحمت خانی | ۱۹۔ پیر معظم شاہ |
| تذکرہ پٹھانوں کی اصلیت اور ان کی تواریخ | ۲۰۔ روشن خان |
| دامن لباسین | ۲۱۔ سکندر خان |
| | ۲۲۔ کتاب مقدس پرانا اور نیا عید نام |
| پنجتون سرزمین | ۲۳۔ جیمز ڈبلیو پین |
| پٹھان | ۲۴۔ آئی آر جوئے |

- ۲۵۔ عارف مسعود
- ۲۶۔ لائق شاہ
- ۲۷۔ لائق شاہ
- ۲۸۔ ماہانہ کھنسیح کوئٹہ
- ۲۹۔ عبدالحلیم اثر افغانی
- ۳۰۔ کرامت علی خان
- ۳۱۔ طفیل احمد خان
- ۳۲۔ گل ایوب سیفی
- ۳۳۔ عبدالحمید ترین
- ۳۴۔ محمد سبحان
- ۳۵۔ عبد القدوس شاکر
- ۳۶۔ عبدالحی
- ۳۷۔ خانمیر خان ہلالی
- ۳۸۔ عبد الولی خان
- کرم سے گول تک
- وزیرستان
- ملاپاوندہ
- ز موند مجاہدین
- داستان پارینہ
- بنوں تاریخ کے آئینے میں
- بنوں اودے وزیرستان تاریخ
- فقیر ایپی
- فقیر ایپی اور ان کی دینی و سیاسی خدمات
- مجاہد اعظم فقیر ایپی (مسودہ)
- ہنگامی اپشن
- رہنما ریتیاوی

BIBLIOGRAPHY (ENGLISH)

S.No.	Author	Book
1.	Akbar S.A.	Pakistan Society
2.	Akbar S.A.	Social and Economic Change in Tribal Area 1972-76.
3.	Akbar S.A.	Pukhtoon Economy and Society
4.	Akbar S.A.	Millennium and Charishma Among Pakistans.
5.	Andre Singer	Lords of the Khyber-The Story of the Passing.
6.	Andrew Kappel	Passing it on Short Talks on Tribal Fighting on North West Frontier of India. North West Frontier.
7.	Arnold Kappel	Gun Running and the Indian North West Frontier.
8.	Awan Izzat	Pattern of Administration in the Tribal Areas of Pakistan
9.	Charles Miller	Khyber-British India's N.W. Frontier, the Story of an Imperial Migraine.
10.	C.C. Devies	The Problem of North West Frontier 1890-1901 with Survey of Policy Since 1849.
11.	Coundan	The Frontier Force Rifle
12.	Devan Chand O.	The Evaluation of North West Frontier Province.
13.	Evelyn Howell	"Mizh" Mahsud Monograph.
14.	Fazal Rehman	Afghanistan and the Frontier.
15.	Fredrik Barth	Pathan Identity and Its Mainance.
16.	Ghani Khan	The Pathans-A Sketch.
17.	G. Sinclair	Khyber Carven.
18.	G.P. Tater	The Kingdom of Afghanistan.
19.	H.L. Neviel	Campaigns on the North West Frontier.
20.	H.R. Pettigrew	Frontier Scouts.
21.	H.S. Mills	The Pathan Revolt in North West India.
22.	H.W. Bellow	A Political Mission to Kabul in 1857.
23.	H.W. Bellow	A General Report of the Yousafzai.
24.	I. Burse	Forward Policy and its Results.
25.	James G.E.	The Frontier 1839-1947: A story of the North West Frontier of India.

18. **G.P. Tater** The Kingdom of Afghanistan.
19. **H.L. Neviel** Campaigns on the North West Frontier.
20. **H.R. Pettigrew** Frontier Scouts.
21. **H.S. Mills** The Pathan Revolt in North West India.
22. **H.W. Bellow** A Political Mission to Kabul in 1857.
23. **H.W. Bellow** A General Report of the Yousafzai.
24. **I. Burse** Forward Policy and its Results.
25. **James G.E.** The Frontier 1839-1947: A story of the North West Frontier of India.
26. **J.W. Spain** The Way of the Pathans.

قدیہ

ریولرہ خوار

27. **J.W. Spain** The Pathan Border Land.
28. **Kaifayat Ullah** Progress of Education in FATA.
29. **Lal Baha** NWFP Administration Under British Rule 1901-19.
30. **Mazhar Ali S.** Balance Sheet of Political Agent.
31. **Mazhar Ali S.** Warrior Saint.
32. **Muhammad** Journalism in Tribal Area.
Tufail
33. **Muhammad Ali** And then the Pathan Murders.
34. **M. Windows** North West Frontier from 1837 to 1947.
35. **Olaf Caroe** The Pathans 550bc to 1857.
36. **Omar Khan** Mahsud Monograph.
37. **Percy Sykes** The Right Honourable Sir Mortimer Durand: A Biography.
38. **S. Abdul** The Pathans.
Qaddus
39. **S. Arther** North West Frontier Provinces, Peoples and Events
40. **T.L. Pannell** Among the Wild Tribes of the Afghan Frontier.
41. **W.J. Keen** The North West Frontier Province and the war.

GOVERNMENT RECORDS

Frontier and Overseas Expeditions from India,
Selection from Govt. Record.

Imperial Gazetteer of India-North West Frontier.

Gazetteer on North Waziristan and Dawar, Adjoining Afghan Territory.

Frontier Crimes Regulation (FCR) 1901.

Government of NWFP Planning, Revenue and Development Department FATA.

General Staff Headquarter, Operation Against Mahsud Wazir 1894-95.

General Staff Branch, Report of the Frontier Committee.
Notes on Wana 1903.

North West Army, Martial Law Instruction.

Malik Mani Khan, Note on Precies File No.83, 1893.

Foreign Frontier Department "Proposed Increase to the Malik and Service Allowances of the Mahsud and Derwesh Khel Waziri 1893.

Arrangements for Escorts in the Gomal Pass 1894.

Foreign Frontier Department "Waziri Affairs" File No. 394, 1893.

Foreign Frontier Department "Waziri Affairs: Amir Attitude Between the Mahsud and Derwesh Khel" File No.1, 1893.

Waziri Affairs: Amir Attitude Between the Mahsud and Derwesh Khel 1893.

Proceeding of North West Frontier Enquiry Committee 1922.

Foreign Frontier Department "Murder of Mr. Kelly and a sowar near Mughal Kot" File No. 42, October 1893.

Waziri Affairs "Murder of Mahsud Waziri Maliks, Concerned in the Recent Surrender of Their Tribesman." File No.15, 1894.

Foreign Frontier Department "Result of the Enquiry made Regarding the Muder of Mr. Kelly and Certain other Offences Subsiquantly Committed in Zhob 1894."

Foreign Frontier Department "Murder of Jamidar Kadir Bakhash by Mahsud Waziris 1894."

Indo-Afghan (Waziristan) Boundry" File No.1, 1894.

Waziri Offences, Khirgi and Gwalri Murder and Consequent Strengthening of the Jandola and Kajuri Kach Garrisons, File No.15, 1894.

Foreign Frontier Department "Indo-Afghan (Waziristan) Boundary"

Foreign Frontier Department "Indo-Afghan (Waziristan) Boundary, Attach by Mahsud Upon the Camp at Wana" Annual File No.1, 1894.

Foreign Frontier Department "Demarcation of Southern Portion of the Afghan Waziristan buondry from Domandi to Khawaja Khidar and tribal Arrangements with Mahsud Waziris."

Foreign Frontier Department Annual File No.2, 1895.

North Waziristan Political Dairy from Jan. 10 to Jan. 31.

Foreign Frontier Department Proceeding of Mullah Powinda in the Shahure Vally and in the Mahsud Country Generally 1895.

Movements of Mullah Powinda and His Followers, August 1896.

Movement of Mullah Powinda and His Followers.

Arrival at Kabul of Mullah Powinda and His Followers, File No.76 September, 1896.

Mullah Pawinda Return from Kabul, October 1896.

Attitude of Mullah Powinda, December 1896.

Foreign Frontier Department "Mahsud Wziris Affairs", File No.38, April, 1898.

Mahsud Waziris Affairs, File No. 71 from September to December 1899.

Mahsud Waziris Affairs, File No. 26 March, 1900

Merk to Government of the Punjab July 24, 1900

Merk to Dean April 12, 1902.

Memorandum of Information for December 905 Regarding Affairs on and Beyond the North West Frontier of India 1905.

Crump's Note on the Settlement of Waziristan December 22, 1908.

Secret Border Report 1908.

General Staff Headquarter, Operation in Waziristan 1919-20.

Summary of the Chief Events in North West Frontier Provinces Tribal Territory from 8th August 1919 to 31st December 1920.

General Staff Branch "Summary of the Chief Events 8th August 1919 to 31st December 1920."

Waziristan Border Administration Report for 1924-25.

Story on the North West Frontier Province 1930.

Report of the Tribal Control and Defence Committee 1931.

Defence Committee Government of India 1931.

H.H. Johnson "Mahsud Notes 1934".

H.H. Johnson "Notes on Wana 1934"

General Staff Branch, Military Report on Waziristan 1935.

British Legation Kabul, "Waziristan General Situation File No. 514, 1936.

British Legation Kabul, Waziristan General Situation 1936-37.

Report on the Administration 1937-38.

Administration on N.W.F.P

Waziristan Situation from 14 October, 1937 to 28 Jan. 1939.

British Legation Kabul "Note on Faqir's Finances" Deputy Director Intelligent Government of India, Nov. 20, 1937

Despatch from Home Minister's Kabul to H.M. Secretary of State for Foreign Affairs, London, Jan. 1, 1938.

Waziristan Situation-A Setback" June 25, 1938.

Foreign Department to Secretary for India" July, 1938.

Administration Report of N.W.F.P 1937-38.

General Staff Branch, Routs in Waziristan, Bannu and Derajat 1939.

Annual Administration Report of the Frontier 1940-41.

Annual Administration Report of the Frontier 1941-42.

Annual Administration Report of the Frontier Corps 1940-41.

417

North West Frontier of India 1941-42, File No.3

Annual Administration Report of the Frontier Corp 1940-41.

Administration Report of the North Waziristan Agency for the year 1942-43.

Report of the Frontier Committee 1945.